

اسرار یہ کشف صوفیہ

تصنیف

سید محمد کمال سنبھلی واسطی

تدوین و تصحیح متن و تحشیہ

دکتر مصباح احمد صدیقی

ناشر

رامپور رضا لاہیری

رامپور، اتر پردیش

اسرار یہ کشف صوفیہ

۱۰۶۸ھ

تصنیف

سید محمد کمال سنبھلی واسطی

تدوین و تصحیح متن و تحشیہ

دکتر مصباح احمد صدیقی

پیش لفظ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین

ناشر

رامپور رضا لائبریری

رامپور، اتر پردیش

سلسلہ انتشارات کتاب خانہ رضا۔ رام پور

کتاب خانہ رضا رام پور۔ ہند

مشخصات کتاب

©

نام کتاب

اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ

مصنف

سید محمد کمال سنبھلی واسطی

تصحیح متن و تفسیر

دکتر مصباح احمد صدیقی

ناشر

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی

ڈائریکٹر رضا لائبریری، رام پور، اتر پردیش

تیراز

۵۰۰ نسخہ

کمپوزر کتابت

جناب عبدالصبور

سال انتشار

۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳م

مطبع

سید ڈیزائن و پرنٹ، دہلی۔ ۶

بہا

۱۰۰۰ روپیہ ہندی

ISBN-978-93-82949-03-9



مزار مبارک سید محمد کمال سنہی واسٹی
واقع چودھری سرانے سنہی

فہرست رجال

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۴	شیخ الہداد	۱۴۰		پیش لفظ	۷
۱۵	شیخ رستم	۱۴۲		مقدمہ مرتب	۱۱
۱۶	شیخ مرتضیٰ سنبللی	۱۴۶		مقدمہ مصنف اسرار یہ	۳۹
۱۷	حافظ جلال الدین	۱۵۵	۱	خواجہ محمد عبداللہ خرد	۴۰
۱۸	سید احمد	۱۵۶	۲	شیخ احمد سرہندی	۸۱
۱۹	شیخ عبدالغفور سنبللی	۱۵۹	۳	خواجہ حسام الدین احمد	۸۸
۲۰	شیخ نعمت اللہ	۱۶۳	۴	شیخ الہداد	۹۷
۲۱	خواجہ محمد صادق	۱۶۵	۵	خواجہ عبید اللہ کلاں	۱۰۵
۲۲	خواجہ محمد ملیح	۱۶۷	۶	خواجہ حجت اللہ	۱۰۷
۲۳	شیخ رفیع الدین	۱۶۸	۷	خواجہ رحمت اللہ	۱۲۰
۲۴	شیخ محمد زاہد	۱۷۵	۸	خواجہ کلمت اللہ	۱۲۳
۲۵	شیخ جعفر محمد	۱۷۷	۹	خواجہ سلام اللہ	۱۲۶
۲۶	شیخ محمد ہاشم سنبللی	۱۷۸	۱۰	خواجہ غلام بہاء الدین محمد	۱۳۰
۲۷	شیخ ابابکر سنبللی	۱۷۹	۱۱	خواجہ عبدالقادر	۱۳۶
۲۸	شیخ محمد طاہر	۱۸۳	۱۲	خواجہ محمد عاشق	۱۳۷
			۱۳	خواجہ عبدالرؤف	۱۳۸

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۲۸	سید نظیر محمد	۲۳۱	۲۹	شیخ موسیٰ سرہندی	۱۸۲
۲۹	شیخ عبدالحق دہلوی	۲۳۲	۳۰	شیخ عثمان جلندھری	۱۸۲
۵۰	مولانا عبدالحکیم	۲۳۸	۳۱	شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی	۱۸۶
۵۱	مولانا شا کر محمد	۲۳۲	۳۲	شیخ محمد معصوم	۱۸۸
۵۲	شیخ عبداللہ بیہ	۲۳۸	۳۳	شیخ محمد یحییٰ	۱۹۰
۵۳	شیخ پیر میرٹھی	۲۵۰	۳۴	محمد صالح بن شیخ ابراہیم سندھی	۱۹۱
۵۴	شیخ قطب عالم	۲۵۷	۳۵	سید قطب الدین	۱۹۲
۵۵	خواجہ محمد صدیق کشمیری	۲۶۰	۳۶	محمد صادق فرید آبادی	۱۹۹
۵۶	خواجہ عبدالرزاق	۲۶۲	۳۷	حافظ صادق کشمیری	۲۰۳
۵۷	محمد شریف خاں	۲۶۵	۳۸	شیخ محتسب نبی	۲۰۵
۵۸	شیخ محمد یوسف	۲۶۸	۳۹	خواجہ عبدالرحیم ماوراءالنہری	۲۰۷
۵۹	شیخ عبدالوہاب	۲۷۰	۴۰	خواجہ محمد محسن سمرقندی	۲۰۸
۶۰	شیخ عبدالرحمن سنہلی	۲۷۲	۴۱	خواجہ عبدالمنعم	۲۱۱
۶۱	خواجہ نظیر	۲۸۰	۴۲	خواجہ جامی	۲۱۵
۶۲	خواجہ جمال الدین حسین	۲۸۳	۴۳	خواجہ ابوالخیر کشمیری	۲۱۶
۶۳	خواجہ سراج الدین محمد	۲۸۵	۴۴	خواجہ فولاد	۲۱۸
۶۴	شیخ نورالحق	۲۸۶	۴۵	شاہ میر لاہوری	۲۲۰
۶۵	مولانا حسن کشمیری	۲۸۷	۴۶	ملا خواجہ لاہوری	۲۲۳
۶۶	محمد حافظ خیالی	۲۹۱	۴۷	شیخ بلاول قادری	۲۲۶

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۸۶	شیخ صالح ملتانی	۳۳۹
۸۷	شیخ فتح اللہ سنہجلی	۳۴۷
۸۸	شیخ حبیب اللہ وارثہ	۳۵۲
۸۹	مولانا عبدالغفور لاری	۳۵۴
۹۰	شیخ عبدالوہاب لونی	۳۵۶
۹۱	شیخ سراج الدین لونی	۳۶۱
۹۲	شیخ مہر علی نمیشاپوری	۳۶۵
۹۳	شیخ سید غلام محمد نانوتہ	۳۶۷
۹۴	سید اخلاص فرید آبادی	۳۷۰
۹۵	شیخ آدم سنہجلی	۳۷۸
۹۶	میر محمد مراد بدخشی	۳۸۵
۹۷	شیخ حاجی محمد نگینہ	۳۸۷
۹۸	شیخ ابوالقاسم ردولی	۳۹۰
۹۹	سید احمد غرب (غریب)	۳۹۶
۱۰۰	میر محمد جان	۳۹۸
۱۰۱	حافظ صالح تھانیسری	۴۰۵
۱۰۲	سید محمد سرسوی	۴۱۳
۱۰۳	سید بدھ فرید آبادی	۴۱۵
۱۰۴	میر ابراہیم حسین	۴۱۹

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۶۷	شیخ سلیم دہلوی	۲۹۲
۶۸	شیخ جلال الدین کسکی	۲۹۶
۶۹	شیخ بہاء الدین پرتا وہ	۲۹۷
۷۰	میر ابراہیم اکبر آبادی	۲۹۹
۷۱	مولانا عوض وجیہ بلخی	۳۰۰
۷۲	شیخ بدیع الدین سہارن پوری	۳۰۳
۷۳	شیخ آدم بٹوری	۳۰۴
۷۴	شیخ وجیہ الدین	۳۰۵
۷۵	شیخ عثمان بنگالی	۳۰۶
۷۶	شیخ عثمان بنگالی سنہجلی	۳۰۸
۷۷	شیخ طہ	۳۱۰
۷۸	شیخ عبدالجید علوی امر وہہ	۳۱۳
۷۹	شیخ زکین الدین سندیلہ	۳۱۶
۸۰	شیخ امین لاہوری	۳۱۷
۸۱	شیخ وزیر محمد خاندلسی	۳۱۹
۸۲	شیخ شاہ محمد جامی	۳۲۳
۸۳	سید شاہ محمد آچینی	۳۲۷
۸۴	شیخ شاہ محمد ڈھکہ	۳۳۱
۸۵	شیخ احمد ستامی	۳۳۲

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۰۵	شیخ اشرف دہلوی	۴۲۱	۱۲۳	سید یوسف بھٹری و سید عیسیٰ	۴۷۶
۱۰۶	شیخ جلال سنبھلی	۴۲۲	۱۲۵	شیخ حسن و شیخ حسین	۴۷۷
۱۰۷	شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم سنبھلی	۴۲۹	۱۲۶	شیخ بہاء الدین و شیخ اسماعیل	۴۸۳
۱۰۸	شیخ اسماعیل سنبھلی	۴۳۳	۱۲۷	سید خضر بریلی	۴۸۸
۱۰۹	شیخ تاج الدین بکگرای	۴۳۶	۱۲۸	شیخ احمد دہلوی	۴۹۱
۱۱۰	شیخ جمال الدین بکگرای	۴۴۲	۱۲۹	شیخ عبدالرحیم سنبھلی	۴۹۳
۱۱۱	(شاہ) ابورضا دہلوی	۴۴۵	۱۳۰	محمد مقیم لاہوری	۴۹۷
۱۱۲	شیخ محمد حصاری	۴۴۹	۱۳۱	محمد مقیم انصاری سنبھلی	۵۰۰
۱۱۳	شیخ یار محمد لاہوری	۴۵۰	۱۳۲	شیخ عبدالواحد سنبھلی	۵۰۱
۱۱۴	شیخ کریم اللہ سہارن پوری	۴۵۵	۱۳۳	شیخ عبداللطیف سنبھلی	۵۰۴
۱۱۵	شیخ قاسم سہارن پوری	۴۵۶	۱۳۴	شیخ نجم الدین سنبھلی	۵۰۶
۱۱۶	شیخ اللہ بخش سہارن پوری	۴۵۸	۱۳۵	شیخ ابدال سنبھلی	۵۰۸
۱۱۷	حاجی میر دوست	۴۶۰	۱۳۶	شیخ منور سنبھلی	۵۰۹
۱۱۸	میر غرض سنبھلی فرید آبادی	۴۶۳	۱۳۷	شیخ عبدالعظیم سنبھلی	۵۱۱
۱۱۹	شیخ دوست لونی	۴۶۵	۱۳۸	شیخ عیسیٰ سنبھلی	۵۱۲
۱۲۰	میر صالح لونی	۴۶۶	۱۳۹	شیخ عبداللطیف سنبھلی	۵۱۵
۱۲۱	شیخ جان محمد میرٹھی	۴۷۰	۱۴۰	سید اللہ یار امرودہ	۵۲۰
۱۲۲	صوفی گدا	۴۷۳	۱۴۱	شیخ عبدالحکیم امرودہ	۵۲۳
۱۲۳	سید اسحاق پنجاب	۴۷۵	۱۴۲	شیخ طیب امرودہ	۵۲۷

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۶۲	شیخ نور محمد سنبھلی	۶۰۳
۱۶۳	شیخ نور محمد حارث	۶۰۵
۱۶۴	معاذ سنبھلی	۶۰۷
۱۶۵	شیخ عبدالولی (الواحد) سنبھلی	۶۰۷
۱۶۶	شیخ عطاء محمد سہوانی	۶۰۹
۱۶۷	شیخ امین الدین گتوری	۶۱۲
۱۶۸	شیخ نظیر علی سنبھلی	۶۱۵
۱۶۹	شیخ حسین محمد سنبھلی	۶۲۰
۱۷۰	شیخ شاہی سنبھلی	۶۲۵
۱۷۱	خواجہ عطاء اللہ کشمیری	۶۳۲
۱۷۲	شیخ ابوالعالی بلگرامی	۶۳۶
۱۷۳	شیخ محمود سنبھلی	۶۳۹
۱۷۴	شیخ عبدالرحیم سنبھلی	۶۴۳
۱۷۵	شیخ بایزید دہلی	۶۴۴
۱۷۶	شیخ محمد حبیب دہلوی	۶۴۶
۱۷۷	شیخ قائم محمد	۶۴۸
۱۷۸	شیخ محمد (درویش محمد) شیخ شاہ محمد	۶۴۹
۱۷۹	شیخ کریم محمد دہلوی	۶۵۲
۱۸۰	شیخ محمد و شیخ پیر محمد	۶۵۳

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۴۳	شیخ فتح اللہ غازی (امروہہ)	۵۳۱
۱۴۴	مخدوم عالم غوث عالم امروہہ	۵۳۷
۱۴۵	شیخ حسین اکبر آبادی	۵۴۵
۱۴۶	ملاحبت علی گھٹھی	۵۴۸
۱۴۷	شیخ دوست محمد سندھی	۵۵۱
۱۴۸	شیخ داؤد بن شیخ صادق گنگوہی	۵۵۴
۱۴۹	شیخ فرخ ناروولی	۵۵۹
۱۵۰	خواجہ عبدالحکیم	۵۶۰
۱۵۱	شیخ بایزید میرٹھی	۵۶۱
۱۵۲	سید ضیاء الدین جون پوری	۵۶۳
۱۵۳	شیخ عبدالعزیز الہ آبادی	۵۶۷
۱۵۴	شیخ محمد ہرگانو (ی)	۵۷۱
۱۵۵	شیخ محمد بریلی	۵۷۴
۱۵۶	محمد صالح سنبھلی	۵۷۶
۱۵۷	اعلم خان سنبھلی	۵۷۹
۱۵۸	شیخ ابوالکارم سنبھلی	۵۸۰
۱۵۹	شیخ مصطفیٰ بن ابراہیم سنبھلی	۵۸۳
۱۶۰	شیخ ابراہیم سنبھلی	۵۹۶
۱۶۱	شیخ نور محمد کشمیری	۵۹۸

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۲۰۰	زائن بیراگی فیر آبادی	۷۲۰
۲۰۱	مجدوب مجہول	۷۲۶
۲۰۲	شاہ آدم سنہلی	۷۲۸
۲۰۳	میر عماد	۷۳۱
۲۰۴	مشفی سنہلی	۷۳۲
۲۰۵	شیخ سنہلی	۷۳۳
۲۰۶	فانی کشمیری	۷۵۵
۲۰۷	منزوی قاشقالی	۷۵۸
۲۰۸	ضیاء دہلوی	۷۷۳
۲۰۹	واناد دہلوی	۷۷۴
۲۱۰	بی بی سنی	۷۷۸
۲۱۱	بی بی سائیدی	۷۷۹
۲۱۲	بی بی رجبی دہلوی	۷۸۲
۲۱۳	فقیرہ گوالیاری	۷۸۴
۲۱۴	جمال چندیری	۷۹۰
۲۱۵	خاتمہ در بعضے از احوال اباے کرام واقرباے عظام کاتب حروف	۷۹۴

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱۸۱	خواجه قطب حسن پوری	۶۵۶
۱۸۲	حاجی عبداللطیف حسن پوری	۶۵۷
۱۸۳	سید غریب حسن پوری	۶۶۰
۱۸۴	شیخ صادق حسن پوری	۶۶۲
۱۸۵	شیخ ابوتراب سنہلی	۶۶۵
۱۸۶	شیخ فیروز سنہلی	۶۶۹
۱۸۷	شیخ فتح اللہ سنہلی	۶۷۱
۱۸۸	شیخ رفیع گوپاموی	۶۷۳
۱۸۹	شیخ بدرالدین	۶۸۶
۱۹۰	شیخ خیالی دہلوی	۶۹۰
۱۹۱	شیخ محب فطرت	۶۹۲
۱۹۲	درویش مجہول	۶۹۴
۱۹۳	شاہ بھوانی	۶۹۸
۱۹۴	شاہ دولہ	۷۰۱
۱۹۵	شاہ جہان گیر سنہلی	۷۰۵
۱۹۶	شیخ اللہ بندہ	۷۰۷
۱۹۷	شاہ پرویز سنہلی	۷۱۰
۱۹۸	شاہ پرویز دہلوی	۷۱۶
۱۹۹	شاہ بھیر کا دہلوی	۷۱۸

پیش لفظ

سلطنت دہلی کے قیام کے بعد علماء و مشائخ ہندوستان آئے۔ انہوں نے دہلی اور اس کے قرب و جوار کے قصبات مثلاً پانی پت، امر وہہ، سنبھل، بدایوں وغیرہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں اپنی خانقاہیں اور مدارس قائم کئے۔ ہندوستان میں علم سے دلچسپی تو تھی لیکن مسلمانوں کے آنے کے بعد تعلیم و تدریس کے میدان میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ مسلمان تاریخ کی نئی فکر ساتھ لائے اور اہم کارنامے تاریخ نگاری کے میدان میں انجام پائے جن میں طبقات ناصری اور تاریخ فیروز شاہی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ علماء نے مدارس قائم کئے اور ساتھ ہی ساتھ مشائخ نے بھی اپنی خانقاہوں میں مدارس قائم کئے اور تعلیم و تدریس کے میدان میں کام کرنا شروع کیا۔ ان مدارس سے فارغ ہو کر طلباء نے تدوین و تحقیق کے کارنامے انجام دیے۔ حضرت خواجہ امیر حسن علی بخاری دہلوی کی فوائد الفوائد انہیں کارناموں کا نتیجہ ہے۔ یہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا کلکشن ہے۔ سید محمد کمال وسطی کا اسرار یہ کشف صوفیہ بھی انہیں کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب وسائل بھی نہ تھے کہ لوگ ایک دوسرے کو جانیں اور سفر بڑا دشوار مسئلہ تھا لیکن یہ صوفیاء بڑی دور کے سفر کرتے تھے تاکہ وہ اپنے علم سے دوسروں کو مستفید کر سکیں۔ حضرت رضی الدین حسن صفائی صاحب مشرق الانوار حدیث کا درس دینے کے لئے راجستھان کے قصبے ناگور تک پہنچے تاکہ ان کے علم سے وہاں قائم مدارس میں تعلیم حاصل

کر رہے طلباء کو حدیث کے موضوع پر درس دیں۔ ان علماء و مشائخ کے اپنے کتاب خانے بھی تھے جن میں بڑی اہم کتابیں موجود تھیں۔ فخر مدبر صاحب آداب الحرب و الشجاعت نے لکھا ہے کہ اس پروجیکٹ پر کام کرنے سے پہلے انہوں نے تقریباً ایک ہزار نسب ناموں کا مطالعہ کیا تھا۔

اسرار یہ کشف صوفیہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دو سو نوے مشائخ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ، شطاریہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ مشائخ کے بارے میں جو معلومات سید کمال واسطی نے دی ہیں وہ دوسرے ماخذوں میں نہیں ملتیں۔ اسرار یہ کشف صوفیہ کے مخطوطات موجود ہیں لیکن اس پر کام نہیں ہوا۔ برٹش راج کے قیام کے بعد انہوں نے تاریخ عہد وسطی اور خاص طور سے مغل عہد پر توجہ دی۔ انہوں نے سیاسی تاریخوں کی تدوین و تراجم کرائے اور یہ ان کا بڑا اہم کارنامہ ہے۔ امراء کا ایک تذکرہ، اثر الامراء کی تدوین بھی کرائی و اس کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع کرایا۔ لیکن مشائخ کے کارناموں پر توجہ نہیں دی اس لئے کہ انہیں مواد اس طرح کا چاہیے تھے جس سے تقسیم ہو سکے۔ مشائخ نے تو جوڑنے کی بات کی تھی جو ان کے مفاد کے خلاف تھی لہذا مشائخ سے متعلق مواد مخطوطات کی شکل میں رہ گیا۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انگریزوں کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا وہ اس کے تحت کام کر رہے تھے۔ دوسری طرف بدایوں، سنہجیل، مراد آباد، امر وہہ وغیرہ میں بڑے بڑے جاگیردار اور زمیندار تھے۔ آخر انہوں نے ان ماخذوں کی اشاعت پر کیوں توجہ نہیں دی حالانکہ اس وقت ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری تاریخ کے یہ ماخذ کرائی یونیورسٹیوں کے نصاب کا حصہ نہ بن سکے۔ ہم فرانس، جرمنی اور انگلینڈ کی تاریخ سے تو واقف ہیں لیکن جو عرصہ کارنامے پانی پت، دہلی، امر وہہ، سنہجیل اور جلدی وغیرہ میں انجام دیئے گئے ان سے واقف نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری یونیورسٹیاں اس پہلو پر توجہ دیں تاکہ نئی نسل اپنے بزرگوں کے ان کارناموں سے واقف ہو سکے۔ حد یہ ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے شعبہ فارسی میں کوئی پرچہ فارسی مخطوط ادب پر نہیں ہے۔ جب ہم مخطوط ادب پڑھا میں گئے ہی نہیں تو نئی نسل میں سمجھ کیسے پیدا ہوگی۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر منصور احمد صدیقی نے اس اہم کام کو انجیا مودیا اور

راپور رضا لائبریری اسکو شائع کر رہی ہے اس لئے کہ فارسی کی مثل مشہور ہے ”دیر آید، درست آید“ اب اسرار یہ کشفِ صوفیہ اشاعت کے بعد لوگوں کو بآسانی مطالعہ کے لئے مل سکے گی۔

میں شکر گزار ہوں عالی مرتبت جناب بی ایل جوشی صاحب، گورنر اتر پردیش اور چیئرمین راپور رضا لائبریری کا جن کی سرپرستی لائبریری کو حاصل ہے۔ محترمہ چندریش کمار کی کٹوچ صاحبہ، مرکزی وزیر برائے ثقافت اور محترمہ سنگیتا گوئیرالہ، سکریٹری وزارت ثقافت کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے لائبریری کے ترقیاتی کاموں میں مالی معاونت دی۔ جناب جی پٹنا مک، سابق پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش اور جناب لونور، جناب منجیت سنگھ پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش کا بھی ان کے تعاون کے لئے شکر گزار ہوں۔ ساتھ ہی جناب جواہر سرکار، سابق سکریٹری اور جناب وینووی، سابق جوائنٹ سکریٹری اور جناب راکیش رنجن، جوائنٹ سکریٹری وزارت ثقافت، حکومت ہند کا بھی ان کی بھرپور مدد کے لئے شکر گزار ہوں۔

میں اپنے ساتھیوں ڈاکٹر ابوسعدا اصلاحی، لائبریری اینڈ انفارمیشن آفیسر، جناب ارون کمار سکینہ، محترمہ موہنی رانی، محترمہ بلقیس فاروقی، جناب مصباح خاں اور جناب شجاع الدین خاں کا شکر گزار ہوں کہ جن کی مدد ان تمام علمی کاموں میں شامل رہی۔

۲۲ فروری ۲۰۱۳ء

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین
ڈائریکٹر راپور رضا لائبریری

احوال و آثارِ شاہ محمد کمال سنہلی واسطی

و

تعارفِ اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ

نام و نسب : سید شاہ محمد کمال سنہلی واسطی بن لعل، از نیرہ گانِ حضرت شاہ شرف الدین حسن المعروف بہ شاہ ولایت امر وہہ۔ شجرہ نسب او بہ خلیفہ چہارم سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ بست و چہار واسطی پیوند دہ بدین طریق۔

”سید محمد کمال سنہلی واسطی بن لعل بن سید بُدھ بن حامد بن سید چاند بن سید معروف بن سید امجد بن عزیز اللہ (عزیز الدین) بن سید شاہ شرف الدین معروف بہ شاہ ولایت امر وہہ بن سید علی بزرگ بن سید مرتضیٰ بن سید ابوالمعدن بن سید ابوالفضل واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر ثانی بن امام علی النقی بن جواد محمد تقی بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہم۔“

مورثِ اعلیٰ سید محمد کمال سنہلی واسطی در امر وہہ حضرت شاہ شرف الدین

حسن معروف بہ شاہ ولایت امر وہہ در زمان سلطان فیروز بادشاہ ہند بہمراہی پدر خود سید علی بزرگ با جماعت کثیر براہ ملتان ہندستان آمد و در سرزمین امر وہہ اقامت گزید۔ صاحب ”مقاصد العارفین“ در شان شاہ ولایت امر وہہ می نویسند۔

”مخدومی قدس سرہ در علوم ظاہری و باطنی کمال داشت و بشریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) قدم ثابت داشت و بیچ سنتی را فرو نکذاشت“۔^۱

حضرت شاہ شرف الدین شاہ ولایت امر وہہ در سال ہفت صدوسی و نہ وفات یافت (۷۳۹ھ / ۱۳۳۹م) و مزار مبارکش در امر وہہ مرجع خلایق است۔
نبیرہ پنجم آن بزرگ، سید چاند از امر وہہ ترک سکونت کردہ در قصبہ بھوج پورا قامت گرفت بعدہ تحریک شیخ عمر شہ سنہلی، سنہلی ہجرت کرد و توطن اختیار کرد۔ صاحب ”نخبۃ التواریخ“ مولانا سید آل حسن نخشی در ذکر سید چاند می نویسند۔

”سید چاند بن سید معروف بن سید مجد الدین بن سید عزیز اللہ بن مخدوم (شرف الدین حسن) در قریہ بھوج پور سکونت داشت و از اہل معانی بودہ و بمعاملتی نیک و استقامتی تامہ بسر بردہ بوجہ قرابت شیخ عمر شہ کہ عالم و فاضل بود در جلدہ سنہلی توطن اختیار کرد۔“^۲

۱۔ ”مقاصد العارفین“ مولفہ حضرت شاہ عبدالدین محمد جعفری ص ۴۰۴ تا دین پروفیسور

ثارا احمد قارونی سال انتشار ۱۹۸۳ء

۲۔ ”نخبۃ التواریخ“ مولفہ مولانا سید آل حسن نخشی ص ۵۱۔ سال انتشار ۱۸۸۸م

شیخ عمر شہ سنبھلی دختر خود بی بی خدیجہ را بحالہ سید حامد کردہ و حویلی و باغات و املاک دیگر بنام آن بی بی کردہ۔ سید محمد کمال درین باب خود نوشتہ اند کہ

”بی بی خدیجہ دختر عمر شہ بحالہ سید حامد درآمد و از آن ممر حویلی و باغ و املاک بنام آن بی بی شد و اتفاق توطن افتاد امروز از آن باغ چند درخت آتہ ہاندہ کہ مشہور ”پچند ن پٹی“ است و آن حویلی ہمین ”سید واڑہ“ است“^۱

پدر سید محمد کمال: سید لعل نام داشت کہ صالح مادر زاد و صاحب تقوی و ورع بود و ولادت او در ماہ رجب از سال نہ صد و ہفتاد و شش می باشد۔ (۹۷۶ھ/ جنوری ۱۵۶۹م) وی در فوج مرتضی خان و شیخ سلیم خواہر زادہ مرتضی خان بعدہ سید بھوہ بخاری، لشکری بودند و سن شصت و سہ سال (۶۳) روز دوشنبہ دواز دہم ماہ رجب در سال ہزار و سی و نہ (۱۰۳۹ھ موافق ۱۸ فروری ۱۶۳۰ میلادی) در علاقہ خوشاب شہادت یافت و ہمین جاد فون گشت و مدفن سید لعل مرجع خلایق آن جا نست۔ سید محمد کمال در بارہ آن نوشتہ اند

”من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/ ۱۶۳۱م) در اثنائے سفر قندھار بزیارت قبر پدر شدم، دیدم کہ اہل آن قصبہ را برسم آن جا ہنگر یزہ بر آراستہ اند و در شہائے جمعہ و دوشنبہ در آن چار دیواری چرخ روشن می کنند و زیارت می نمایند و از آن قبر تبرک می خواہند“^۲

سید لعل مرید و معتقد شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی بودہ

است۔ سید محمد کمال در ذکر شیخ رفیع الدین نوشتہ اند کہ

”شیخ رفیع الدین، شیخ پدر من است۔ و پدر من ذکر باطن از دے،

گرفت و جمعیت حضور و آگاہی رسیدہ پدر من گفتے کہ من بصحبت پدر

وے (شیخ قطب عالم) ہم رسیدہ ام و مشائخ بسیار را دیدہ۔“

سید لعل بسیار بزرگ بودہ، آثار ہدایت و سعادت، سلامت و استقامت از زمانہ

خردی از وے ظاہر بود و خلق و مروت ذاتی و افری داشت بسیارے از مشائخ و

بزرگان عہد خود را دیدہ و از صحبت آن ہا مستفید شدہ بود۔ چون شیخ ابابکر سنہلی، شیخ

قطب عالم، شیخ عبدالوہاب لونی، شیخ سراج الدین، و شیخ فتح اللہ سنہلی وغیرہ را دیدہ

و از صحبت آن ہا مستفید شدہ بود۔ بالخصوص حضرت خواجہ باقی باللہ رائے تہاریدہ

است بلکہ از صحبت ایشان مستفید ہم شدہ است۔

تاریخ تولد و جاے پیدائش: سید محمد کمال سنہلی واسطی در دوم یا سوم ماہ ربیع

الاول سال ہزار و یازدہم (۱۰۱۱) ہجری موفّق ۲۲ راگست ۱۶۰۲ م بعہد جلال

الدین محمد آبر بادشاہ متولد شد بمقام چودھری سرای سنہلی۔ ”اعظم“ مادہ تاریخ

و ادب ادست مصنف در بارہ وجہ تسمیہ خود، در ذکر شیخ محمد جامی خود نوشتہ اند۔

”چون من در سال ہزار و یازدہم بزمین آمدم در سنہلی، پدر من خبر

رسیدہ در دہلی و بوسے گفت کہ نام من پسر چہی نہی۔ گفت ”محمد“ نام کن

و در سنہلی مرا ”کمال“ نام کردہ بودند۔ پدر من مرا ہر دو نام مرکب

خواندے۔ ”کمال محمد“

۱۔ ”اسرار یہ کشف صوفیہ“ در ذکر شیخ محمد جامی نسخہ رامپور ۲۔ ”اسرار یہ کشف صوفیہ“

تحصیل علم: آغاز خواندن علم اعنی رسم ”بسم اللہ“ سید محمد کمال، ششم ماہ رجب در
سنہ ۱۰۲۰ھ ۳ آکٹوبر ۱۶۱۱م بسن ۹ (۹) سال بمقام مہرولی در مسجد (تعمیر کردہ)
حضرت خواجہ معین الدین حسن بجزی (متصل بہ مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
علیہ الرحمہ منعقد شدہ بود۔ درین سلسلہ سید محمد کمال خود نوشتہ اند

”روز بسم اللہ“ گفتن من ششم ماہ رجب است و روز عرس حضرت
خواجہ معین (الدین) حسن بجزی قدس سرہ در مسجد ایشان کہ در حال
حیات خود ساختہ اند، گویند سنگ ہائے صحن آن مسجد بزرگانے کہ در
خدمت ایشان بودہ برداشتہ، در آن چاہنہادہ دآن مسجد منور در جوار
روضہ حضرت قطب الدی بختیار کاکی قدس سرہ واقع شدہ و آن تعلیم
”بسملہ“ از بزرگے ”شاہ عالم“ نام از اولاد شیخ عبدالعزیز قدس سرہ
نصیب شدہ و آن روز مرا نیک یاد است۔“

سید کمال از کدام استادان تحصیل علوم کردہ، این بالتحقیق معلوم نیست۔ البتہ این
قدر ہست کہ ”اسرار یہ“ بعض از نام ہای اساتذہ کرام خود نوشتہ اند و این ہم
وضاحت کردہ اند کہ از کدام شخص چہ چیز خواندہ اند۔ مثلاً در ذکر شیخ فتح اللہ می گویند کہ
”من خرد بودم و ملازمت دے می نمودم۔ دے ہمسا یہ من است بر

من لطف فرمودے و مہر نمودے۔ روزے مرا گفت، امروز کدام سبق

خواندہ، برخوان۔ بخواندم از گلستان باین دو بیت۔ قطعہ

دلچسپ بچہ کار آید و تسبیح و مرقع	خود را از عمل ہائے نکوہیدہ بری دار
حاجت بکلاہ برکی داشتہ نیست	درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

وے معنی این قطعہ چندان بدلائل و دقایق غیر متعارف بیان در آورد
از روے ذوق نعرہ ہازدہ کہ حاضران خوش وقت گشتند و تاثیر حال
وے بہمہ حاضران در گرفتہ وہم دوران مدت وے مرا این بیت استاد
آموختہ و معانی قہماندہ کہ دریافتہ بودم

سر بہنہ من نیم دارم کلاہ چار ترک
ترک دنیا، ترک عقبی، ترک خویش و ترک ترک

و نیز نوشتہ اند۔

”من در خردی (مسئل) نماز روزہ از وے آموختہ بودم“

و درین امر در ذکر سراج الدین صوفی نوشتہ شدہ است۔

”من از خردی بازوی رامی شناسم۔ نہ سالہ بودم کہ وے مرا نماز
آموختہ با حکام آن و از صلحیت وے مرا بہرہ نیک رسیدہ و من سبقتے
چند بوے گذرانندہ ام از نزہت الارواح و غنیہ (غنیۃ الطالبین)
و غیرہ۔ وقتے کہ من نزہ (نزہت الارواح) را بوے می گذراندم وے
را بہم من رسیدہ بود۔ بر سخن حقائق و معارف ز عقبہ از وے دست
گشتے وے خواہد دے۔“

نیر در ذکر شیخ فتح اللہ سنبھلی در بارہ درسیات فارسی خواندن، نوشتہ اند

”وہم من ہتے چند از بعضے نسخ پارسی چہ نظم و چہ نثر بوے گذرانندہ و وے
در حل بعضے مسائل ’اجب خسروی‘ و ستے تمام داشت و اصناف فنون
آن را نیک ورزیدہ“

سید محمد کمال در زبان ہندی شاگرد شیخ محمد فاضل بن شیخ محمد صادق است چنانکہ خود

نوشتہ اند۔

”محمد فی ضل (پیر شیخ محمد صادق) انجوبہ روزگار بود زختی بن زمانہ،
خوش صحبت و خوش کلام در فن فارسی و ہندی دستگاہ تمام داشت من در
زبان ہندی و صنایع آن شاعر و عجم۔ و دے صاحب فنون عجیبہ
و غریبہ بود۔“

بدین طریق از شیخ محمد طیب امر و ہوی فن معما گوئی و قواعد و ضوابط آن آموختہ ندو
ندین باب سید محمد کمال نوشتہ اند۔

”شیخ طیب در فن معما و ستی تمام داشت۔ روزے قواعد و ضوابط آن،
مراہیہ موخت۔ من روز دیگر ہفت اسم معنی ششم، ہوے نمودم۔ حیران
شد و بسیار تشہین کرد۔“

حلا و ازین بعض صوفیہ را استاد خود گفتہ است مگر این نہ نوشت کہ ز کد ام علم
و فن آموختہ یا کد ام کتاب خواندہ است۔ چنانچہ در باروش شیخ عیسی سنبھلی و شیخ فی ضل
و شیخ عبدالکریم وغیرہ نوشتہ اند کہ ان بار استادان من اند۔ در ذکر شیخ عیسی سنبھلی
نوشتہ ست۔

”من امر چہ در خدمت وے تلمذ نمودہ ام لیکن نیاز مند فی نیک وے
داشتہ و وے مر عطف و عنایت بسیار فرمودے و نصائح و پندین رہ
نمودے۔“

بدین طریق در ذکر شیخ بولک کار سنبھلی۔ در باروش شیخ فی ضل و شیخ عبدالکریم گشتہ اند۔
”ہموارہ بخد مت شیخ فی ضل و شیخ عبدالکریم از استادان من اند۔“

و در ذکر شیخ عبدالوہاب لونی علیہ الرحمہ نوشتہ اند:

”وے ہشتاد و چار سالہ بود و من نوجوان پیش وے ”دیوان حافظ“ گذراندمے۔“

بیعت شدن سید محمد کمال از حضرت خواجہ خرد: سید محمد کمال سنبھلی بھمر پانزدہ سالہ در سال ۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷م بملازمت خواجہ محمد عبداللہ ابن حضرت خواجہ محمد باقی باللہ معروف بخواجہ بیرنگ قدس سرہ دخل شد و در سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ۔ سید محمد کمال در عمر پانزدہ سالہ شبے بدیدار حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) مشرف شدہ بصورت حضرت خواجہ بیرنگ۔ و در سال دیگر بکرم الہی بھمر شانزدہ سالہ بشرف صحبت ازل شیخ خود مشرف گشت در مسجد جامع فیروزی۔ و در سلسلہ شرف اندوزی خود نوشتہ اند۔

”و در سال دیگر از عنایت الہی بشرف صحبت ازل شیخ خود مشرف گشتم

در مسجد جامع فیروزی و عقب وے نماز عصر گذاردم و وے در آن

مدت شانزدہ سالہ بودہ است و من پانزدہ سالہ و وے ہشتاد و چہار

روز کم از من بھمر زیادہ ست و در آن وقت وے مرا پرسید کہ چہ نام

داری و از کی کی؟ حقیقت حال را عرض کردہ ام۔ وے در ایستہ دو بیک

نگاہے دل کش و بکارے و (بنگاہے) وے و ش مرا صید خود ساختہ و در

دریای محبت خود نیک در انداختہ۔

پس از ان بر کی وے را از دوری دیدہ ام شیفہ و فریفتہ جمال با کمال

وے بودہ ام و مضمون این رباعی از دل خویش زدہ کہ موافق حال خود

گفتہ ام۔ رباعی

ز ان روز کہ در کوے تو ہشتافتہ ام روے خود را ز غیر برتافتہ ام

عشق جہان بصورتے قلع و بس من صورت و معنی بتو دریافتہ ام
 سید محمد کمال از پیر خود فایت محبت و انس بل عشق می دارند و جدائی یک
 روزہ آن برداشت نمی کنند۔ آخر امام حضرت خواجہ عبداللہ خرد اور در شب عرس
 حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ در سال ۱۰۳۵ ہجری ۱۶۲۶ م در سلسلہ
 نقشبندیہ و قریباً اجازت داد۔ سید محمد کمال می نویسد

”واندرین احوال مذکور ہوا کہ ہمیشہ بگذشت تا در سال ۱۰۳۵ ہجری
 و چٹ (۱۰۳۵ھ) در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ
 بہ وساطت غیرے بجز تمام التماس تثنین ذکر طریقہ طریقتہ نقشبندیہ
 از وی نمودم۔ قبول فرمودہ پس از چند روز گفت کلمہ طیبہ را لکھ مرتب
 بخوان۔ بخواند“

شجرہ طریقت سید محمد کمال بواسطہ حضرت خواجہ عبداللہ خرد بدین طریق سیدنا
 صدیق شفیق امیر المومنین حضرت صدیق کبر رخی مد تعالیٰ عنہ متصل می گشت۔

”سید محمد کمال عن حضرت خواجہ عبداللہ خرد عن حضرت مولانا
 شیخ احمد سر بندی عن خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ بیرنگ عن
 حضرت مولانا خواجگی املنگی عن خواجہ درویش محمد عن مولانا محمد
 زاہد ولی عن حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ عن حضرت
 مولانا یعقوب چرخ عن حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند عن
 خواجہ امیر کلال عن خواجہ محمود بابا سہی عن خواجہ علی راتینی عن
 خواجہ محمود فغوی عن خواجہ عارف ریوگری عن حضرت خواجہ

عبدالخالق غجدانی عن خواجہ ابو یوسف ہمدانی عن ابو علی
 فارمدی عن خواجہ ابوالقاسم عن خواجہ ابوالحسن خرقانی عن خواجہ
 بایزید بسلطانی عن امام جعفر صادق عن حضرت محمد امام قاسم
 بن محمد بن ابی بکر صدیق عن حضرت سلمان فارسی عن حضرت
 خلیفہ الرسول میرالمومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ۔ انتہی۔ (اسرار یہ کشف صوفیہ)

حضرت خواجہ عبداللہ نقشبندی ہنوز باسید محمد کمال بسیار محبت و انسیت می دارد چنانچہ
 گرامی نامہ ہائے آن متبادر است۔ وے در ہر مکتوب گرامی بدین طریق خطاب
 می کنند کہ

- ۱ در خدمت خوی سید کمال از مخلص خود سلام و تحیہ قبول نمایند.....
- ۲ برادر با جان برابر.....
- ۳ سیدنا مولانا سید کمال.....
- ۴ خوی اعزی حبیبی سید کمال..... وغیرہ

سید محمد کمال ہر سال بخدمت شیخ خود بدہلی می رفت۔ در سال ۱۰۷۳ھ ۱۶۶۲م
 برہنہ کی سبب مانع امر قوی بخدمت شیخ خود حاضر نتوانستہ بود۔ آخر در تاریخ یازدہم
 ربیع الآخر از سال مذکور خواجہ عبداللہ خود بسنبھل آمد و یک ماہ و یک روز بخانہ سید محمد
 کمال قیام فرمودہ و باز بدہلی روانہ شدند۔ و این ملاقات سید محمد کمال بشیخ خود
 ملاقات آخریست۔ چنانچہ نوشتہ اند

”چون سال ہزار و ہفتاد و سہ رفتن من بدلی پیش شیخ خود از سبب مانع
قوی میسر نشده و آخر در تاریخ یازدہم ربیع الآخر از سال مذکور، دے از
راہ لطف و رحم سنجعل شریف ارزانی فرمود و مرا نیک بنوخت مصعد
”شہان چہ عجب رب نواز نڈھار“

و یک ماہ و یک روز بخرب خاندہ نذر اندہ باز بدلی روانہ شدند من ہم
تا بحسن پور رفتہ۔ وقتے کہ مرا وداع فرود بھاسے بیدار بہ اختیار بر
من غائب آمد چنانچہ نفس اندر گھومیں رہی بست۔ آخر سر این تریہ
غیر معبود معصوم شست کہ در ماں دیگر شیخ مرا چندین امراض حق شد“

وفات خواجہ عبداللہ خرو: حضرت خواجہ عبداللہ در تاریخ ۲۵/رجب دی ۱۱۰۷
۱۰۷۴ھ/۱۵/دسامبر ۱۶۶۳م از دنیا رخصت شدند اندر دلی مرقد منورشان
باستانہ حضرت خواجہ باقی باللہ است۔ چون سید محمد کمال این خبر جان کاوشنید و گفت
”چون این خبر جان کاوشنجل رسید چند روزے من و یادہ و مسلوب
اعتقل قدم ویں ہاجر البس در زست“

و بعد انتقاب شیخ خود سید محمد کمال بار بار خواب شیخ خود را دید۔ خواجہ عبداللہ خرو
بر سید محمد کمال ہم چنین عطف و عنایات فرمودے کہ ہم چون دے در حیات
می فرمودند محمد کمال خود نوشتہ اند کہ

”از شبہاے بسیار شیخ خود را در خواب دیدم وہم تہمتے و عنایت کے در
حالت حیات از اے می یافتہ۔ یا فتم۔ و تفصیل آن خوب ہا راز است“

خواجہ عبداللہ خرو سید محمد کمال را نصیحت می کنند

”ظاہر را با مور شرعیہ آراستہ داشت و باطن را نسبت نقشبندیہ پیراستہ گردانیدن فوق ہمہ نعمت ہاست۔ حقیقت نسبت نقشبندی جز این نیست کہ توجہ و اتصال صاف مزہ و مقدس از ملاحظہ ہر چہ مسمیٰ بما سواست و ہر چہ شائبہ غیریت دروے ملاحظہ بود مثل اسماء و صفات نیز حضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام“

سید محمد کمال اکابر سلسلہ نقشبندیہ را دیدہ و فیض یافتہ است فی الجملہ درین جاتہا ذکر مولانا خواجہ حسام الدین (مرید و خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی و حضرت خواجہ باقی بابتہ) سید احمد غریب ذکر می کنم کہ سید کمال روزے بصحبت شیخ خود حاضر بودند و خواجہ حسام الدین شریف آوردند۔ بنشست و ز خواجہ عبداللہ خرد معلوم کرد کہ این جوان کیست؟ خواجہ خرد فرمود کہ از نیا زمند منست۔ سید محمد کمال درین باب نوشتہ اند

”روزے من بصحبت شیخ خود بودم۔ وے (خواجہ حسام الدین) در

آورد و نشست و از شیخ من مرا پرسید کہ این جوان کیست؟ شیخ من

گفت کہ از نیا زمند اب فقیر است غریب و نامراد۔ من از عادت

اب سر بر میان فرو برد و وے تیز تیر در من می دید و بذوق تمام

این بیت بر من بخواند۔ من روزے پیدا رفتم“

خاک شو خاک تا بروید گل گل بجز خاک نیست منظر گل

بدین طریق در احوال سید احمد غریب نوشتہ اند۔

”من وے را در سال ہزارہ بست و ند، همان جا دیدہ ام۔ وے در

ہمدست ہرقت است زاتیہ۔ پیرے یو خمیدہ پشت خداوند خلاق و

کرم، ہمہ گمل۔ من نو جوان بودم۔ مد زمت وے نمودم۔ وے ہمیشہ

مرا ترغیب بصفات احسان و تقوت و مروّت نمودے و از صفت ذمیرہ
دل آزاری کہ بدترین صفاتست، منع فرمودے و این دو بیت
خواندے۔ رباعی

در راہ خدا دو کعبہ آمد منزل یک کعبہ صورتست و یک کعبہ دل
تا بتوانی زیارت دلہا کن کافزون بود ز کعبہ قلوب متعلل۔

ملاقات مشائخ کبار بسید محمد کمال، سید محمد کمال ز عہد طفلی بسرے مشائخ
کبار زمانہ را دیدہ و از صحبت ایشان فیض یافتہ و مستفید شدہ بالخصوص حضرت مولانا
شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، شاد محمد میرزا بھوری، شیخ بلاول
چشتی، شیخ ابابکر سنبھلی، میر محمد مراد بدخشی، مولانا حسن شمیری، مدد محبت علی حنفی
(سندھ) و میر محمد (والد ماجد میر مفاخر حسین شائق) وغیرہ۔ ہمیں طور مشائخ
دیگر آن زمان باسید محمد کمال بسیار محبت و انسیت می داشتند درین جا تنہا دو مشائخ
از آن ہا را تذکر می کنم۔ محمد کمال در بیان شیخ بلاول چشتی نوشتہ اند۔

”شیخ بلاول را من دو بار مد زمت آورده ام۔ وے مرا نیک پر سیدہ
است و ہر دو بار مرا از عطف و احسان خویش بہرہ مند و مرزوق گردانید
کہ شکر آن نمی توانم گفت“

در تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ اند

”من بار ہا بیدار دے رسیدہ ام و از اطفاف و احسان وے بہرہ ور گردیدہ“

مرتبہ سید محمد کمال در میدان تصوف خیلی بلند است۔ سید محمد کمال واسطی متصف بہ

فضائل صوری و معنوی و کمالات ظاہری و باطنی است و بسیار از مشائخ آن زمان
 او را بشارت دادند کہ تو صاحب صدق و راستی است و یکے از مروان خداست
 چنانچہ سید محمد کمال در ذکر خواجہ کلمت اللہ پسر خواجہ عبد اللہ خرد خود گفتہ نہ

”خواجہ کلمت اللہ بر من چندان عطف و عنایتی در دکن می توانم از عہدہ
 شکران بیرون آمدن و آن قدر تشفقہ حال من می کند کہ می توانم گفتن و
 نوشتن۔ روزے وے مراد رضوتے گفتہ کہ فدائے ہا لہا ست کہ من
 نسبت تو می اندیشم یا خود می گویم کہ پدر من، مریدان و یاران بسیار
 دارد و لیکن مثل تو دوستی صادق و طاب موافق دران میان کس
 نیست چون ہمین حرف بے تکلف مکرر از زبان پدر شنودم شکر مردم
 کہ فکر من و فراست من بدرستی بودہ است۔“

بدین طریق یک روایت از میر سید فیروز نوشتہ اند

”میر سید فیروز، روزے مرا گفت کہ مرا (سبب تو) درخو طرمی نذر اندم
 کہ آیا بیچ نصیبہ ازین راہ دست دادہ است۔ بدین اندیشہ، شبے بخواب
 شدم دیدم ہیرے رمشائ کبار و فتراے باوقار بر صف محفل نشستہ،
 انبیا را امامی آشد تا تو رسیدہ و پیش آن جماعہ رفتہ ام بود۔“

عقیدہ و مسلک سید محمد کمال: سید محمد کمال واسطی سنبھلی سنی العقیدہ بودند و مسلک
 نقشبندیہ می دارند مگر دیگر سلاسل تصوف احترام کلی داشتہ اند از یک عبارت
 ”اسرار یہ“ عقیدہ و مسلک سید محمد کمال ظاہر و پیداست و این عبارت اینست۔
 ”نزد اہل دانش و بینش چنانچہ دین محمدی از ادیان ممتاز است و

مذہب بوخنیفہ از مذاہب اعیان دارد، سلسلہ نقشبندیہ از سلسلہ دیگر
مستثنی است و نسبت این بزرگواران فوق ہر نسبت ہست^۱

تصانیف سید محمد کمال :- سید محمد کمال یک عالم و فیاض امثال ناظم و ناظر خوش
فکر بود طرز نگارش و سبب و لطیف و پرتا شیراست و شعر و سبب بیشتر مشتمل بہ
رموز تصوف و اخلاق و احسان است۔ در زبان عربی و فارسی نیز بہندی شعر خوب
می گفتند بل شعری ہندی بہ از فارسی می گفتند و زبان ہا بہ عربی و فارسی بہشت و چنانہی
و ہندی عبوری داشت۔ سید محمد کمال سنبھلی خود ہم از شاعران با ذوق خوش سبب بہت
سج و مردی شعر شناس بودند در ذکر مشنی سنبھلی خود نوشتہ اند کہ

”خواجه محمد یعقوب پر خواجه محمد صادق طہ - شیخ من کہ جو نسبت
فہمید و تنجید و فخر خود دیدہ و آثارش نوشتہ است بہ عبارت تیرین -
و اندرین ہر شیخ من فقیہ و جزر سم آوردہ و نسبت من ہمہ تن بہ شعر
ہندی و سبب ہر فارسی و سبب -“

چون کلام سید محمد کمال درین تصنیف ”اسرار یہ کشف صوفیہ“ جا بہ جا سیر می آمد برین مہ
من این جا نوشتہ ام۔ اکنون مختصری احوال در بارہ تصانیف نثری چیزے می نویسم۔
۱۔ جمع الجمع :- سید محمد کمال این کتاب قبل از ”اسرار یہ کشف صوفیہ“ نوشتہ
زیرا کہ اکثر جاہل ”سرار یہ“ ذکر آن می آید۔ رسالہ ”جمع الجمع“ مشتمل برہ قعات
بزرگان و رموز و نکات تصوف و حالات خود اوست۔ رموز و نکات عینہ و مسائل
دقیق و غامض در نسخہ ”جمع الجمع“ جمع کردہ شد و سبب چنانچہ یک بابی نویسد۔

”تنیخ من وراے این حکایتے کہ گذشت مکاتیب، قتیق و غامض
این راہ گفتہ و نوشتہ راست آید از آن میان اکثرے در نسخہ ”جمع الجمع“
نمودہ شد و درین جا این قدر کافیست۔“

بہمین طور جائے دیگر می نویسد

”کلمات حقائق و معارف از طرف وے آن قدر وارد می شد کہ اگر
آن ہمہ را جمع نمود، شود کتابے ملاحظہ مرتب گردد۔ بعضے از آن در نسخہ
”جمع الجمع“ آید، یافتہ شد۔“

و در ذکر سید اسحاق در واقعہ شہادت و الد خود نوشتہ اند
”مجلسے این قصہ در خاتمہ بیاید و تنصیل آن من در نسخہ ”جمع الجمع“ کہ
پیش ازین سالہا نوشتہ ام۔“

ازین بیان معلوم می شود کہ ”جمع الجمع“ سالہا سے بسیار قبل از ”اسرار یہ
کشف صوفیہ“ بوجود آمدہ است۔ برخاتمہ ”اسرار یہ“ در ذکر خود بواقعہ شہادت سید
علی دہلوی خود نوشتہ اند۔

”تنصیل ین حکایت من اندر کتاب ”جمع الجمع“ نوشتہ ام“
در قتبوس مذکور از نقطہ ”تنصیل“ متبادر و معلوم می شدہ است کہ کتاب ”جمع الجمع“
کتابی غنیمت بہ و است۔ مگر فسوس کہ ین کتاب دستیاب نیست۔
ممکن است کہ در کس ذخیرہ ہائے غیر معروف موجود باشد۔ ہنوز کسے از ہیچ ماخذ
معلوم نشدہ کہ این کتاب در فلان مقام وجود دارد۔

۲۔ نر وطن :- این رسالہ مشتمل بر رود داستان سید محمد کمال سنبھلی واسطی است مثلاً

سمرقند و بخارا، غزنین، لاہور، دہلی، سہارن پور، کشمیر، بنگال، اُجین، جاندھر، گویا مو، فرید آباد، گڑھ مکتیشر، حسن پور، امر وہہ، مراد آباد وغیرہ و در این دیار و امصار بسیاری از صوفیہ با وقار با سید محمد کمال ملاقی شدہ چنانچہ حالات و تراجم آن با را در بیاض خود می نوشت و غالباً این بیاض را رسالہ "سفر وطن" نام نہادہ است۔ و در بارہ نام این رسالہ و مشتملات آن و ضرورت نوشتن آن در ذکر شیخ وزیر محمد و شیخ پیر محمد، سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

"یک بارے من از پیش شیخ خود رخصت گرفتہ بسنبھل می آدم و در پنج و

شش منزل بوطن رسیدہ۔ اتفاقاً ہر روز در ہر منزل چیزے را سرار غیب

ظہور می نمود کہ در خور نوشتن بود و نوشتہ شد و آن رسالہ "سفر در وطن" نام کردہ

و در جائے دیگر نوشتہ اند کہ

و تفصیل این حکایت من در رسالہ "سفر وطن" نوشتہ م۔"

افسوس کہ ین رسالہ ہم ناپید و نامعلوم است۔ خدا معلوم کہ بر آن چہ مذشت۔

از عبارات مذکورہ بالا معلوم می شود کہ ین رسالہ ہم قبل از "اسرارِ یہ" نوشتہ شدہ است۔

۳۔ پیچہ چرت: این یک تصنیف دیگر سید محمد من سنبھلی واسطی است منظوم

بزبان ہندی و مشتمل بر مباحثہ عقل و عشق و رموز و نکات تصوف و معارف سوک

واحسان۔ اشعار این رسالہ و نام آن در کتاب "اسرارِ یہ" بار بار آمدہ است از آن

۱۔ در بعضی مقامات اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ، نام این رسالہ "سفر وطن" نوشتہ ست و بخشی

"سفر در وطن" نوشتہ است۔

جملہ در ذکر شیخ آدم سنہی این عبارت اہمیت خاصی دارد۔

”وقتے من رسالہ ہندی ”پیم چرت“ در تصوف مشتمل بر مباحثہٴ عقل و عشق شیخ آدم ہر دم و رباعی خواندن آغاز ہر دم وے ہذا و تنوان گرفت و در اثنائے مرقب شد۔ من توقف کردم، وے نہ بر آورد و نشت بر خون کہ من محو این معارف شدہ ام۔“

بدین طریق در ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین جون پوری نوشتہ اند
 ”من آن سید ضیاء الدین را از اہل اہل و عابد و صائم و ساجد و من شیخ
 اتن۔ سرو پا برینہ و تہجد کے در زیر۔ آرازانہ و مستانہ در آمد۔
 رو بروے من نشست۔ من رسالہ ”پیم چرت“ ہندی خود می خواندم،
 وے نیک شنوون گرفت تا دریافتہ کہ وے صاحب دریافت است۔“

۴ پیم اشلیکہ :- این رسالہ منظوم بزبان ہندی تصنیف چہارم ست کے مشتمل
 بر مراتب سلوک عشرہ و جذبہ توحید است۔ و کثرے اشعار آن بہ مقامات مختلفہ
 ”اسرار یہ“ آمدہ اند۔ شیخ ملا ظاہری پانی پتی کہ ماہر اشلیکہ گوئی بود بہ صحبت وے
 ازین فن متاثر شدند باز سید محمد کمال درین فن اشعار بسیار گفت و جمع کرد باز نام
 این مجموعہ ”پیم اشلیکہ“ نہاد پیش شیخ خود حضرت عبداللہ خرد خواندگان بسیار پسند
 فرمود و خوش وقت و مظلوظ گشت۔ و در بارہ آن سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔
 ”وقت مرا این طرز خوش آوردہ بود تمام رسالہ ہندی اشلیکہ گفتم
 مشتمل بر مراتب عشرہ سلوک و جذبہ توحید مسمی بہ ”پیم اشلیکہ“ چون
 پیش شیخ خود عرض کرد منیک پسند فرمود۔“

۵. پیم اما بن :- این رسالہ ہنوز در زبان ہندی منظوم است مشتمل بر حکایات رموز و حقائق تصوف و سلوک و احسان۔ سید محمد کمال در ذکر میر عماد آن رسالہ منظوم خود ذکر کردہ اندوی گویند کہ چون آن رسالہ ”پیم چرت“، ”پیم اشلیک“، ”پیم اما بن“ بہ پیش میر عماد خواندم او بسیار خوش وقت و مسرور شدند۔ عبارت سید محمد کمال در ذکر میر عماد اینست۔

”.....و شبے باردیگر در خانقاہ شیخ من باوے صحبت اشعار ہندی بمیان

آمد۔ من رسالہ ”پیم چرت“ و ”پیم اشلیک“ و ”پیم اما بن“ خود

بروے خواندم بسیار خوش وقت شد۔“

عدوہ ازین تصانیف منشور و منظوم ”جمع الجمع“ ”سفر وطن“ ”پیم چرت“ ”پیم اشلیک“ و ”پیم اما بن“ یک رسالہ بروفات پسر خود سید اعظم نوشتہ ست مشتمل بر سوانح زندگانی وی در تصوف درجات و کمالات یافتہ شدہ ای وے۔ و اسم آن رسالہ برنام آن سید اعظم نہاد و در حال سید اعظم نوشتہ شدہ است کہ

”من تفصیل احوال وے در رسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔“

تصانیف سید محمد کمال مع ”اسرار یہ کشفِ صوفیہ“ بہ ہفت و یا ہشت می رسد ممکن است علاوہ این کتب ہم۔ سید محمد کمال کتب دیگری ہم می دارند۔ افسوس کہ عدوہ ”اسرار یہ کشفِ صوفیہ“ ہیج تصنیف دیگر اونہ بدست رسیدہ است نہ معلوم ست۔

اسرار یہ کشفِ صوفیہ: معروف ترین از آثار سید محمد کمال سنبھلی است۔ اسرار یہ کشفِ صوفیہ تالیف عالمانہ و محققانہ می باشد این تاریخ نادر و نایاب تذکرہ

صوفیہ است در زبان فارسی نوشتہ شدہ پس از مطالعہ آن معلوم می شود کہ مصنف درین کتاب رموز و تصوف و خصوصیات این راہ را بیان نمودہ است و چہ طور احوال و مدارج صوفیہ عظام و مجادیب بہ متانت و عذوبت و فصاحت و بلاغت و تازگی انشاء کردہ۔ ”اسرار یہ کشف صوفیہ“ اسم تاریخت کہ از آن ۱۰۶۸ھ پیدائی شود۔ مولف تاریخ اسرار یہ، تاریخ و تذکرہ صوفیہ این دیار و امصار گاہی مفصلی و گاہی مجمل ذکر کردہ است از دیار و امصار مندرجہ ذیل تذکری دہد کہ آن ہا را دیدہ و در آن ہا زندگانی کردہ است۔ مثلاً سنجہل، سری، مراد آباد، دہلی، آنولہ، بریلی، اندو، اجین، میرٹھ، رٹھ، مکتیشر، حسن پور، امر وہہ، سندیلہ، گنور، گوپا مو، بگرام، فرید آباد، سہارن پور، ہرگاؤں، لونئی، نارنول، الہ آباد، لاہور، کشمیر، سندھ، پنجاب، گجرات، پانی پت، قندھار و غزنی و غیر ہا۔

اسرار یہ کشف صوفیہ تاریخ عہد وسطی، یک نادر ماخذ تاریخی است درین کتاب بیش از دویصد و نو صوفیہ کرام قدیمی و معاصر و مشائخ و اکابر نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، شطاریہ، غوثیہ و اویسیہ و غیر ہا تذکرہ کردہ است حالات و کوائف، کمالات سموک و تصوف ایشان مندرج کردہ است و رموز و غوامض تصوف و عقائد صوفیہ بتفصیلات در بارہ ایشان کہ این مشائخ و اکابر کجا کجا رفتہ اند و با کدام مشائخ صوفیہ ملاقی شدہ و در کدام قصبات و امصار در شغل درس و افتادہ مشغول شدہ بودند و خدمات تصوف کردہ و شاگردان و خلفاء آن کدامی شخصیات بودہ اند۔ و اکثر ملفوظات و کلمات صادقہ آن این کتاب مندرج اند۔

سید محمد کمال تالیف ”اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ“ در سنہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷م بمصر پنجاہ و پنج سالہ بہ عہد حکومت مغل بادشاہ ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہان صاحب قرآن ثانی بہ اشارہ مرشد خود حضرت خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ خرد آغاز کرد و در سال ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۸م بہ عہد حکومت شہنشاہ ہندستان محی الدین اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ باختتام رسانید۔ چنانچہ درین بارہ مقدمہٴ این کتاب خود نوشتہ اند

”بارہا در خاطر می شست چون از ایام خردی باز بشف صحت و ملازمت اوسجاہ کہ الذین للاولیاء ذکر اللہ در شان آن ہاست رسیدہ و از بعض سخنن این راہ شنیدہ ہمہ را بر سبیل اجمال بعبارتی سادہ و بے تکلف تحریر و آور د لیکن از وفور علائق میسر نمی شد۔ با آنکہ در سال ہزار و شصت و ہشت قدوۃ العرفاء محققین و حجة العظماء الموحدین سیدنا و شیخا حواجہ محمد عبداللہ ادامہ للہ برکاتہ وجود علی المفارق للطالین مثل آن صورت کہ بردل گذشتہ بود امر فرمود لا جرم بصدق ہمت و خلوص نیت در آن باب شروع افتد نام این تالیف ہم باشارہ وے ”اسرارِ یہ“ کردہ شد۔ ”اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ“ تاریخ سابق آن۔“

اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ یک تاریخ جامع و مکمل و تذکرہ پُر اہمیت صوفیہ ست۔ در بارہ آن آقای پروفیسور ثار احمد فاروقی (متوفی ۲۸ رنواہر ۲۰۰۴م) سابق صدر نشین شعبہ عربی دانش گاہ دہلی این طور توصیف و ستایش می کنند

”کتاب اسرارِ یہ سید کمال در زبان فارسی تذکرہ بہترین، دقیق و بیش

بہا است۔ افسوس کہ ہنوز از زیور طبع نا آشنا است۔ این کتاب پر از معلومات است۔ از آن زمان (۱۰۶۸ھ) احوال و آثار در بارہ ماخذ تاریخی و آثار علمی دیگر بیچ کتابی در دست ما نیست ماخذ دیگر مانعی یا قسیم۔ فہمیدگانِ زیات فارسی اکنون کجا اند۔ اگر این کتاب در زبان اردو ترجمہ شود یک ماخذ بسیار واقع در بارہ تاریخ (تصوف) مایک اضافہ خواہد بود۔“^۱

ماخذِ اسرارِ یہ: سید محمد کمال سنبھلی در تصنیف این کتاب ماخذ قدیمی خوب استفادہ کردہ است و برا کثر مقامات در اسرارِ یہ اشارہ ہم کردہ است۔ اس کے چند ماخذ و مصادر این طور است، نفیحاتِ ارباب (زمولانا نور الدین عبدالرحمن جامی) رشتاتِ عین الحیات (از فخر لدین علی فخری کاشفی) اخیار الاخیار (از شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کشف المحجوب (از شیخ علی بن عثمان جہوری ثم لاہوری) رسالہ قشیریہ (امام ابوالقاسم قشیری) فوائد الفوائد (منقولات حضرت نظام الدین اویس، جامع خواجہ امیر حسن عدا) ثمرات القدس (از مرزا لعل بیگ) کلیات سعدی، دیوان حافظ، کلام میر خنسر و حسن تجزی، مثنوی معنوی

اسرارِ یہ خود بطور ماخذ: سر یہ کشف صوفیہ اگرچہ یک اہم تاریخ و تذکرہ صوفیہ است بسیار علماء مشائخ، شعراء و منقحات و ترجمہ آن میں کتاب مندرج

۱۔ ”تاریخ سنبھلی یعنی مصباح التواریخ“ ص ۲۰ مؤلف مولانا عبد المعید سنبھلی پیش السط پر، فیسوث احمد روتی (ترجمہ فارسی از اردو)۔

است اہا معلوم نیست کہ ہیچ محقق از اسرارِ یہ چرا استفادہ نکرده اند۔ حتی محققین سلسلہ نقشبندیہ ہم ازین کتاب غافل اند نہا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در مکتوبات خود یک جا از آن استفادہ کرده است۔ چنانچہ می نویسد

”بہتر آنچہ در ”اسرارِ یہ“ از خواجہ ہرنگ قدس سرہ منقول است کہ

ایشان بہ مسجد فیروززی در آمدند و فرمودند کہ درین جا بوی بدی آید مگر سی

دعوت می خواند، بعد تفتیش ہم چنان ظاہر شد۔“^۱

البتہ مورخین امر وہہ از اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ بسیار استفادہ کرده اند۔

بالخصوص مصنف تاریخ امر وہہ علامہ محمود احمد عباسی (متوفی ۱۳۱۲ھ مارچ ۱۹۷۷ء)

علاوہ ازین مولانا آل حسن نخشی صاحب نخبۃ التواریخ، مولوی سید اصغر حسین نقوی

صاحب تاریخ اصغری، حکیم محبت علی خاں عباسی صاحب آئینہ عباسی وغیرہا۔

نسخہ ہائے معروف اسرارِ یہ :- این تاریخ نامہ ”اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ“ تا این دم

سہ نسخہ خطی معلوم ست۔ اول نسخہ نیشنل میوزیم دہلی نو۔ دوم نسخہ کتاب خانہ شبلی ندوۃ

العلماء لکھنؤ۔ سوم نسخہ کتاب خانہ رضا رام پور۔

نسخہ اول در نیشنل میوزیم دہلی۔ مشتمل بر چہار صد صفحات در خط شکستہ نوشتہ شدہ

است۔ ۱۹ اسطری است۔ تاریخ کتابت نسخہ درج نیست۔

نسخہ دوم؛ مشتمل بر چہار صد صفحات در خط شکستہ و نستعلیق نوشتہ است کاتبین

۱۔ مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مکتوب ۱۹ مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی

نسخہ معصوم نیست۔ تاریخ کتابت ہم درج نیست۔ اغلاط املاکم است۔ بہتہ
کاتب این نسخہ زبان ہندی نمی داند۔

نسخہ سوم۔ نسخہ کتاب خانہ رضا این نسخہ مشتمل بر شصت صد و شش صفحات
است از معصوم نستعلیق است بہتہ بعضی مقامات در خط شکست بقلم دیگر نوشته
شدہ۔ این نسخہ مخدوہ کتاب خانہ رضا رام پور بدست سید نور الحسن ولد سید مد علی
سہاکن سہ اے بیدہ سنہ ۱۲۸۱ھ نوشتہ شدہ است تاریخ اختتام کتابت ۱۶ ربیع الثانی
۱۳۴۰ھ (۱۹۲۲ میلادی) بروز چہار شنبہ وقت سہ پہر مندرج است درین نسخہ
خارجہ اول بسیار است و اکثر جملہ و مضامین مذکور۔ کثرت آن مقامات را از مدد
پذیر نسخہ جات تصحیح و درست کردہ ام۔

اہمیت و خصوصیات اسرار یہ۔ اسرار یہ کشف صوفیہ یک تاریخ نادراست
کہ تراجم صوفیہ مشائخ کبار و مشوخت ایشان را درین کتاب جمع کردہ است۔
اہمیت علمی و تحقیقی و ادبی در تاریخ بسیار است۔ این کتاب نہ تنها تاریخ و تذکرہ
صوفیہ را جمع است بل درین کتاب بسیاری از تراجم علماء عظامہ، شعر، ہر مہم
مندرج مراد شدہ کہ در مآخذ دیگر بدست نمی آید۔ بالخصوص در بارہ از بعضی شعر،
عبارت صوفیہ، اشارہ و قیاس نادرا درین کتاب مندرج است از ہم کتاب دیگر
تاریخی و تذکرہ بدست نمی آید۔

اول۔ سید محمد کمال سید محمد مان سنہ ۱۲۸۱ھ و اسطی چہار پوری دار سید کاظم، سید اعظم،
و سید الدین سید ابو المعانی و عبداللہ۔ نام این پسران۔ مورخ امر وہ محمد و احمد

عباسی در تالیف خود "تحقیق الانساب" درج کرده اند و در ذکر شیخ ابا بکر سنبھلی سید محمد کمال نوشتہ اند کہ ایشان بشارت داده بود کہ ترا چہار پسر آید۔ "خر ہم چنان بشہور آمد کہ وے گفتہ بود۔ چنانچہ سید محمد کمال خود نوشتہ اند۔

"من ز خردی باز وے آشنا بودم و وے مرا بخت دوست برتے و از مہادی کی حال خود حکایت غریبہ آورد۔" بعضے نے مر بشارت دے۔ روز وے گت کہ ترا چہار پسر آید۔ "خر ہم چنان بشہور آمد کہ وے گتہ بود۔"

ذکرین چہار پسر در "اسرار یہ کشف صوفیہ" در مقامات مختلفہ آید۔ بے سید کاظم در حیات سید محمد کمال در سال ہزار و پنچ و ہشت (۵۱۰ ہجری ۱۱۱۸ م) فوت شد چنانکہ در حالت خود نوشتہ ست۔

"من روز پنج شنبہ سید و ہمد رمضان ز سال ہزار و پنچ و ہشت ہفت تمام و ریادہ و شیخ من برفقہ من تنہیل ہوں وے اور ہا۔" خیر۔ کہ نامش بنام وے است نوشتہ امرا۔"

ابنہ سید محمد کاظم یک پسر می داشت نام سن علی رضا است و زنی رضا سید تہا۔ یک پسر ست و سید تہا در ایک پسر نذر علی، و نذر علی در ایک پسر علی احمد بنام علی احمد را یک دختر بود کہ نام سن مسکا یا زریہ انساب بود و است۔

بختہ مصباح احمد مدنی

خیہ مناف، مرا۔ (بند)

اظہار تشکر

بعد از حمد و ثناءے رب العالمین پروردگار سائر جہان و نعت و توصیف سید المرسلین کہ وجود مبارک آن باعث وجود کائنات و موجودات عالیشان روحی فداء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سجد و شکر ادا می کنم کہ صحیح و تدوین متقن ”اسرارِ یہ کشف صوفیہ“ بتائید و حضرت امد رب العزت بحسن و خوبی اختتام رسید۔

نخستین وظیفہ خود می دانم کہ تشکر صمیمانہ کہ آقای دکتر وقار الحسن صدیقی سابق نماینده ویرہ کتاب خانہ رضا رام پور (متوفی ۱۷ جون ۲۰۰۹ء) ادا کنم بر من اطف و عنایت بے نہایت می فرمودند کہ مرا مقدم و نیست کہ تو انستم گفت۔

حالا از عزم و دانش پروری آقای پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی موجودہ نماینده ویرہ کتاب خانہ رضا رام پور۔ امید وارم کہ این جناب ہم ہمیشہ بر من بہمین طور از لطف و عنایت نوازش ہائے عمی و عملی بری نمایند۔

دیگر آقای دکتر ابوسعید اصدا جی را بسیار سپاس گزارم کہ وے ہم بر من لطف و عنایت بسیار کرده اند۔ ہم آقای توفیق حمد قوری چشتی مروہوی معروف نو در فروش را تشکر صمیمانہ می کنم ایشان در کتاب خانہ خود برائے استفادہ ہندہ ہموار و ہا کشادہ داشتہ اند و بصمیم قلب۔ بمن فرمودہ اند کہ ”این کتاب خانہ شامست“ و دیگر آقای مولوی فخر الاسلام را ہم ممنون ہستم کہ آن حضرت در نقل نسخہ اسرارِ یہ مدد و

معاونت فرمود۔ دیگر آقای عبدالصبور، ہم تشکر م کہ ایشان این کتاب را بروقت از زیور کتب آراستہ کرده اند۔ اللہ رب العزت این تمام معاونین ماشا د و بہ مراد داراد۔

من امید وارم کہ این تاریخ و تذکرہ ”اسرارِ یہ کشفِ صوفیہ“ ان شاء اللہ در گنجینہ علمی اضافہ قابل قدر خواهد بود و ملتسم از خداوندانِ علم و فضل کہ ہر خطاے و سہوے کہ مرا بہ بذل و عفو پوشند و در تعیب و توہین نکوشند و این عاجز را بدعاے خیر یا د بکنند۔ در آخر بدرگاہ قاضی الحاجت دعا کنم کہ خداوند عالمیان بزرگ و برتر کار مرا قبول فریاید۔ آمین۔

خداوند! قبول خویش کن یار ز چشم نا قبول نش نگہدار

دکتر مصباح احمد صدیقی

محلہ گھیر من ف، امر وہہ

اترا پردش (ہند)

موبائل: 9997161315

drmisbanamr@rediffmail.com

انتساب

بنام سیادت پناہی فضائل مآلی

وحید العصر افضل الحكماء

حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی طاب ثراہ

دکتر مصباح احمد صدیقی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد
واله واصحابه اجمعين اما بعد! می گوید فقیر حقیر کماں محمد سنجعل واسطی
کہ بارہا در خاطر می گشت، چون (بندہ) از ایہ مخوروی (خوردی) باز شرف صحبت
ولما زمت اولیاء کہ "ذکر لا و لیاء ذکر الله" در شان "نہا است۔ رسیدہ و از
بعضے سخنان این راہ شنیدہ ہمہ را بر بھیل اجمال عبارتے سازد و بے تکلف تخریر
آرد و لیکن از وفور علائق میسر نمی شد تا آنکہ در سال ہزار و شصت و ہشت قدوۃ
العرفاء المحققین و حجتہ العظماء الموحدين سیدنا شیخنا خواجہ محمد عبدانندادہ اللہ تعالی
بر کاتہ و وحودہ علی المفارق الطالبین "مثل آن صورتے کہ بر دل
گذشتہ بود، امر فرمود لا جرم بصدق ہمت و خلوص نیت، در آن باب شروع
افتاد۔ نام این تالیف ہم باشارہ و سہ اسرار یہ کردہ شد و "اسرار یہ کشف صوفیہ"
تاریخ سال آن۔ پوشیدہ نمائند کہ مراد از شیخ کہ تہا۔ درین کتاب واقع شدہ
وہست و مراد از من ہر باب کہ آمدہ من فقیر مست مولف این تالیف۔ ثبت از حوس
من کہ از برکت صحبت و وجہ شیخ من روئے نمودہ در خاتمہ بیدان تشاء اللہ تعالی
ما مومن از مکارم اخلاق یہ کنندگان آنکہ چون ایشان را از یمن اناس صیہ
آمد، وقت خوش آورد، متصدی این جمع و تالیف را از کرم خیر فرمودند و
بدعاے خیر یاد کردند۔ واللہ المستعان و علیہ التکلی

خواجہ محمد عبداللہ

معروف، خواجہ خورود (خرو) سلمۃ اللہ۔ وے شیخ من است۔ ولادت وے ششم
ماہ رجب است از سال ہزار وودہ۔ ولفظ ”رضی“ تاریخ آن۔ ووالد بزرگوار وے
صاحب التصرف الانفسی والافاقی خواجہ بیرنگ خواجہ محمد باقی قدس مد
تعالیٰ سرفہ در وقت ولادت وے مژدہ داد واین مصرعہ تاریخ ولایت۔ مصرعہ۔

ماہ رجب بود و صبح ششم

وے ولایت مادر زاد یافتہ۔ چون شش ماہہ شد، وے رب پیش خواجہ بیرنگ آوردند،
دعاے خواستند کہ این طفل بدو است و چہ مثل خواجہ یعقوب جد مادرئی خود شود۔
خواجہ بیرنگ فرمود کہ این مثل مولاناے عبدالرحمن چائی خواہد شد۔ زان روز باز
آثار ہدایت و ولایت از وے ظاہر شدن گرفت۔ در صغر سن حافظہ کلام مجید شد و در
چہ رود سائگی پیش شیخ احمد بسر ہند رفت و در صحبت وں معنی توحید بروے مکشوف
شد۔ شیخ حمد فریشتہ قطرب شریف واستعداد وے گشت و وے را از جہد منتہیان
خود می گفت۔ و پس از صحبت دوم اجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ بدست خود نوشت
و وے داد و رخصت کرد۔ و در اندک فرصت علوم صوفیہ و معارف این راہ بردا و وے
کشد و گشت۔ و چندان تصانیف دقیق و در علم توحید و معرفت بزبان عربی و پارسی از

۱۔ نور الدین عبدالرحمن مولانا جامی ابن نظام الدین احمد ولادت ۸۱۷ھ ۱۴۱۵ میلادی

وفات ۸۸۸ھ ۱۴۹۳ میلادی مدفن در سرات۔ حاکم بے حدیل و شعر بے مثیل است۔

نصوفی بزرگ تر و معتد بہ تصانیف شیرہ است۔

وے بظہور آمد کہ اگر شیخ ابن عربی درین وقت بودے، انصاف بخشیدے و فرمودے ”بخ بخ این مثلک الیوم فی علم التوید یا خواجہ حرد“
 وہم بصحبت خواجہ حسام الدین احمد رسیدہ پایہ فراتر رفت و نیز صحبت داشتہ با شیخ
 الہد او و اجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ و قادریہ یافتہ۔ و از خواجہ بیرنگ ملقن اسم
 ذات شدہ اندر خواب۔ و از ارواح طیبہ اکابر اویاے سلف نواز شہا یافتہ و بصحبت
 بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ و بہرہ ور گردیدہ و تفصیل این معنی بجائے خود خوبہ
 آمد۔ و وے را از آوان شباب چاشنی عشق و مشرب عاشقی چون مشرب مودعی جامی
 در فتنہ و دوعالے درین کار در نگار وے بود و وے از ہمہ فارغ۔

کار جامی عشق خوبانست، ہر سوعالے در پئے انکار او، اوتچنان در کار خویش
 و احوال عجیبہ و اسرار غریبہ بوے روے می داد چنانچہ روزے معشوق وے در زامیہ
 وے حاضر شد۔ و نگلدستہ بوے داد و جود گری کردہ در محبت صورت زیبا جانب
 گشت و آن نگلدستہ باقی ماند تا ماند۔ روزے محبوب وے با وے دو چار شدہ در وقت
 باز آمدن از طواف شیخ نظام الدین اولیاء۔ در آن زمان من و آن جوان بجای
 دیگر بودہ ایم بایہ وے۔ وقتے امیر عظیم الشان معشوق وے را از دہلی با خود برد
 بہ ملک دیگر۔ چون مدتے برآمد، روزے در جدائی آن جوان تنگ دہ شدہ

۱۔ در نسخہ می دادہ ۲۔ معشوقان اویا، احمد ہم چنین بودہ اند۔ چنانکہ حضرت یوسف علیہ

اسلام معشوق و محبوب بود حضرت یعقوب علیہ السلام۔ ۳۔ این جہلہ می، جہلہ می، جہلہ می بود۔

۴۔ درین جا بمعنی زیارت قبرست۔

بجوش در آمد و بتہ (تہ) را از زمین بر کند و گشت۔ ”آن امیر ظالم را بر انداختم در
 همان ایام خبر رسید کہ آن امیر برفت از دنیا و آن جوان از مسافت بعید و بد با سب
 دریشان بوے رسیدہ۔ بارے مطلوب وے از پیاری، نہ فاقہ کشید و وے شنید،
 وے نیز تا نہ شبانہ روز چیزے نخورد و بر این معنی مرا مطلع کرد و بود در خلوتے۔ و
 در آن حالت عشق شور انگیزم کمر اخواستے در طریقہ نقشبندیہ از روے توجہ بکیفیت
 معبودہ رسانیدے و بسیارے از یاران وے بمرتبہ کمال رسیدہ اند۔ و وے
 بصفیت علم و عمل و خصلت و کرم و فقر و فناے ذاتی بحدے متصف شدہ کہے را از
 اولیای سلف و خلف بدان جامعیت شنیدہ و دیدہ می شود و وے نظر از ہمہ و آن
 کمالات برداشتہ، پیوستہ در لجنہ انحرادیت و نیستی محض مستغرق و مستملک می
 باشد۔ و حالت تدریس و فادہ علوم متہ دلہ و شعر و شاعری کہ از مہارت و فنہ کل
 وے بہنین پایہ ایست۔ قباب و یست۔ و براحواس و اسرار باطن و وے کس واقف
 نیست از ما شاء اللہ سبحانہ۔ و اگر کسی ز عوام در بار و وے زبان طعن می کشد و وے
 می شنود تسمت روزگار بر سر خود می نہد و آن کس را بد نمی گوید بل یہ می گوید و اگر یہ
 چیزے ز وے می دزد و دزدان چیز بازی کند می گوید ”چہ خوش است کہ بزد
 دیکے می آید۔ بسا کتب متہ و وے مردم بحریت می برند اگر بازی آرنند خوش
 اگر نیارند خوشتر۔ سوک وے با شن و غیہ آشناییست۔ بیچ کس ز شنایان وے
 نمی انگارند کہ بیچ کس چون من با وے آشناست۔ مصرعہ
 ”شادند کہین بے گانہ نیست“

زمہ، خلق محمدی و یست صلی اللہ علیہ وسلم و عامل کرم علی کرم اللہ وجہہ۔ روزے من
 باوے بودم کہ پیادہ بازار می رفت در ہوائے گرم تابستان۔ جوالتے پائے
 افرازے ازوے درخواست۔ زود از پائے بر آوردہ پاوداد و بتعظیم ماہم ہا ہا ہا ہا
 انکشاف نہ کرد و خرم پائے بر بندہ شد۔ روزے در بازارے بنشست و گویا تشرع را
 بہر و دوست خود آب سیر خورانید۔ من باوے بودم کہ از دریاے بحر و نیاز باغ جود و
 سخا آب می داد۔ وقتے نا آشنائے آمد و قبائے ازوے طلب کرد۔ بہ تامل زہر
 بر آورد و باو داد۔ آن شخص گفت کہ اے خواجہ مقبائے فلانی کہ بہ (طور) امانت پیش
 تست، آن را می خواہم۔ پیدائش مدائن ہم حوالہ ہوئے مرد من خود مر۔ مضرہ

”دشمن چہ کند چون مہربان باشد دوست“

روزگارے جوانے باوے می باشد و مورد انعام و احسان وے کی سر دید۔ ناگاہ از مر
 نصرتی خود، حمایے متسل خط ولایت کہ دیگر نتوان آورد، من چنان حمایے ندید و۔ ز
 کتب وے بدزدید و شد۔ و من ز را و تاسف تجسس آن شد۔ وے گفت ”مر
 جاے حیف نیست، باین نام را دی ترا چہ؟“ یارے یک چندے ز دولت و قیمت آن
 محفوظ و مسرور خواہد شد“ یک مرتبہ شش کتب مثل ”نشیات الانس“ و ”بحر الحقائق“

در نسخہ ”کتاب“ است۔ ۲۔ از تصنیف مولانا نور الدین عبد الرحمن جاتی است۔ ۳۸۸۳
 تکمیل ۸۸۳ است۔ قطع تاریخ نقل مملو، نا جاتی خواہد شد۔

ین نسخہ مقتبس از کتاب کرام
 ز ہجرت خیر البشر و فخر اناس
 در پیش شش و ہشتا، سوم کشت تمام
 در پیش شش و ہشتا، سوم کشت تمام

ز کتب وے و نسیجِ جہان بود، و غیر ذاک ہر ہمہ در کاروان سراسے از وے
 بند موشی بماند۔ من خواستم تلاش نم کہ چارہ گراؤ بودم۔ وے گفت۔ ”مرا چہ
 جائے تلاش است۔ ہر چہ مدّ مدّ و ہر چہ رفت رفت۔ مشرب ما این است و بس۔
 ”وے ہر زندانست کہ چیز۔ را ہم قدرے و مرتبے می باشد۔ چہ از آمدن و شدن
 آن بچی ستادی و نمی ندارد۔ و مثنوی کہ مولوی عبدالرحمن جامی کہ در مناقبت حضرت
 خواجہ حرار آورده امر از برو۔ صادق است۔

مثنوی

زو نجیان نوبت شایستہی کو کہ فقر عبیدالہی
 آگہ ز حریت فقر آ۔ است خواجہ مخدوم عبیدالہی است
 چہ بحر احدیت و ش صورت کثرت صدف ساحلش
 بہست دران لچہ ناقہ یاب گنبد نہ طوی فک آفتاب
 روے زمین کش نہ سر نہ تنست بر نقش چون روے یک ناخن ست
 یک روے ناخن کہ بدست آیدش کے برو فقر شکست آیدش
 بادشاہ صاحب قرن ثانی کوے را در زمرہ فقر او عرفاے مہم می انگارو و پندین
 خواہش درمی یابد با عز از بہ صحبت می دارد۔ از آن اعزاز اعتبارے بخاطر ندارد
 بہان عامر را دوست تر و از زبان عامر۔ منقول است کہ خواجہ بزرگ حضرت

مراد سے خواجہ عبید مدّ حرارت شدی قدس۔ است۔

۱۰۰۰ سنہ شباب مدین مدّ صاحب قرن ثانی شاہ جمال بادشاہ غازی۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ باصحاب خود فرمودند کہ ما ازین بیت از دیوانہ، سبق گرفته ام (کہ) شبے (می گوید) یا دیگرند۔

نیکوان را دوست دارد هر که باشد در جهان
گر بدان رانیک داری گوے بردی از میان

بے تعینی و آزادی آل درجہ است کہ امروز شیخ من مردے کسے است کہ وے را کسے نہ بستاند کرامات و نہ بیاراید بمقامات و حال۔ مقام و حال در دست وے در ہندہ است و ہمین مایہ وے کرامات است۔ امام ایں کار و یست و سر این طائفہ۔ و ہمہ جہان پر است از وے۔ تصوف فخر از وجود وے کند۔ حقائق و معارف را شرفیست از ذات و صفات وے۔ ایں کار را بدانسانے فراتر رسانیدہ کہ او سبحانہ و ندو بس۔ من در مدح وے قصیدہ گفتہ ام پیش ازین پچندین سال۔ ہمہ بمطہامین راست و درست و مطابق واقع و پسند خاطر وے شدہ۔ زان جملہ است ایں دو بیت

خواجہ خورای بصورت یک با معنی بزرگ جمع کردی صورت و معنی درین و پر نازند
وے بدے جانی بعلوم و حال و امروز از مآل خواجہ احراری، فردا شوی خود نقشبند
من شنیدہ ام از درویشے عالی مرتبہ کہ می گفت کہ امروز از شیخ ابن عربی، مولوی ج می بودندے، خامہ را از دست فر انداختہ و خود را متوجہ بوے ساختہ منتظر کلمات با برکات وے نشستندے۔ و ایں است بعضے از سخنان وے۔ وے گشتہ منشے شریعت
مقام احدیت است کہ با، تر از مقام وحدت است وین ج حقیقتیت اقربیت
مکشوف اصحاب کمال (می شد)۔ ازین ج معلوم می شود کہ چون وحدت و اتحد

کہ از ہمہ تعینات و ظہورات دروے اسے مخفی ست حقیقتِ محمدی و روحِ احمدی است صلی اللہ علیہ وسلم۔ قبل تدبیرِ او بلہاسِ عنصری بشری۔ لہذا بے توجہ و رجوع بآن حقیقتِ علیا و صولِ حق بجا نہ میسر نیست۔ این توجہ و رجوع بوجوہ بسیار است تا منقض نشود این حکم بانبیاء و اولیاء سابقین و مدائک۔ متصوّدان کہ طالبِ رُکّہ مطلوب او انسلاخ از تنقید و اتصالِ مطلق ست غیر ازین راہ نیست کہ متابعت جمیع احکامِ شرعیہ بجا آورده و جنسے اعمال کہ موجبِ نسلاخ مذکور باشد مشتغف باشند۔ می باید کہ اولاً اعتقادِ احدیت و جودِ تنقید ابوحجے کہ در کتبِ محققین صوفیہ مذکور ست درست ساخته بآن اعمال و اشغال مقید شود۔ چو طُرُق و معوں بسیار ست و ہم گروہ از مشائخ طریقتے اختیار کرده اند کہ شیخ خود از آن بیشتر دیدہ اند۔ و غنیہ طالبان کہ نسبت بہر گروہ محبت و اعتقاد بہم رسانید و متابعت گروہ بہر کہ صریقتہ شان را بطریقہ آن حضرت و (حضرات) قرنِ اول کہ صحابہ کرام اند مشاہدت بیشتر بود، اختیار نماید۔ زیادہ بریں چہ فویدہ، سامعی انبی و آئمہ۔ و اصول غنیہ کہ این رسالہ ایست مسمی "یسرہ" ازین پنج و ہم از پنج بآن سائل صریقت، مضمونِ حقیقت، برادرِ روحانی، رفیقِ ربانی کہ روش و رفتارِ خاص زہدانی نہ تقدیرِ جہد، گاہ تحریر می رسد، ہمگی چہار کلمہ است و ہر کلمہ کے پر گنجے بہ نہایت۔

کلمہ اول: نخستین نہستی ست نہ نیستی۔ پس ہستی ست، نہ نیستی۔ پس نہ نیستی است نہ ہستی۔ از نیستی بہ ہستی رس۔ پس از ہستی نیز برود۔

کلمہ دوم تو نیستی را، هستی دیدی و نیستی را نیستی۔ آن جا کہ می رسی نہ نیستی است نہ هستی۔
 کلمہ سوم نیستی خوابے بیش نیست، هستی بیداریست۔ اما ترا آن خواب و بیداری
 (را) باید گذاشت نہ در خواب باش۔ نہ در بیداری۔ نیستی و هستی دو صفت متقابل
 اند۔ او بے وے نیست و وے بے او نہ۔ دانستہ کہ ربوبیت بے عبودیت نبود۔
 و عبودیت بے ربوبیت صورت نگیرد۔ تو از عبودیت خود کہ بے تو بود، خلاصی جوی۔
 ازین جا دریابی کہ ”الصوفی غیر مخلوق چیست؟ والفقر لا یحتاج“
 چہ معنی دارد۔ اِنَّ لِلرَّیوِیَةِ سِرًّا لَوْ ظَهَرَ لَبَطَلَتْ (عبودیت) وَّهُوَ هُوَ
 اَنْتَ حَاحِبٌ۔ نظیر کی نیو گشتہ است۔ ربانی

اے در قدم و حدوث عالم حیران پیوستہ میان این و آن سرگردان
 رمزے بشنو بہ تست قائم دو جہان پیش از تو و بعد از تو، ندان است و نہ آن
 اشارت بان می کند۔ تو کی تو ہمہ رویت بار افرایم وارد پس ویدہ ربوبیت بر تست۔
 و پس چون تو از میاں بر خیزی عشق صرف ماند از عاشقی و معشوقی پاک۔
 و (آن) ذات بکت بود از ربوبیت و عبودیت مطلق۔

کلمہ چہم بر رگن گشتہ اند۔ اوس ازل ذات محض است چون او بطہور آورد و
 دانش مجمل پیدا شد کہ تعبیر از آن با نامی توان کرد و این دانش مثل است بر ہمہ
 دانشہا (۱) دیر۔ باز دانشہا بے نہایت بہم رسید و دیر بار بہ حسب دانشہا
 نمایش با کرد و مرتبہ نمایش، نمایش راج و مثال و جسم بہ مرتبہ مقرر شد۔ حضرات
 پنج ہائہ این مرتبہ بطہور است۔ و ہم وے گشتہ۔ قول تعالیٰ ”وَاٰیٰتُکُمُ اللّٰہُ وَاحِدٌ“

این کریمہ افادہ حضرت الوہیت در ذات واحدی کند کہ توحید عام و خاص است۔
 قوله تعالیٰ "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" این کریمہ افادہ توحید ذاتی می کند چہ اللہ علم
 است۔ و دلالت ذات می کند یعنی آن ذات محض یکیت و دیگرے را
 وجود نیست، فافہم۔ ہم وے گفتہ کہ ہر چہ مخلوق است بحکم "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا
 بَاطِلًا" باطل نیست و ہر چہ غیر اللہ است بحکم "أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَقَ اللَّهُ
 بَاطِلٌ" باطلست پس ہر چہ مخلوق است غیر اللہ نیست۔ وہم وے گفتہ در حدیث
 قدسی واقع شدہ کہ کبریائی ردائے من است و عظمت ازار من۔ ہر کہ ازین دو
 صفت بامن منازعت کند در آرم اورا در نار۔ کبریائی عبارت و ظہور در ہر صورت
 است۔ در جوع ہر صورت بآن عبارت از ظہور در ہر معنی۔ و رجوع ہر معنی باو۔
 حاصل آنکہ ہر صورتے از صور با معنی ز معانی بخود نسبت کند یعنی آن را
 موجودے مستقل مباین موجود حقیقی داند و رجوع نکند بحت سبحانہ، بہ نیاز فراق مبتلا
 گردد۔ و بعد از حقیقت متمکن شود۔ چون معنی در تحت صورتست و در ضمن آن صورت
 سائر معنی، از معنی باز مد۔ و صورت بروانی "مُعْبَرٌ شَدَّ" وہم وے گفتہ۔ "الحمد
 لله وحده والصلوة علی من لا نبی بعده" باید دانست کہ شریعت صورت
 حقیقت است و حقیقت معنی شریعت۔ صورت از معنی و معنی ز صورت انکساک و
 تفصال ندارد۔ رسیدن بمعنی بے توسط صورت کہ پردہ اوست مستحیل است۔ و اکثراً
 بصورت کردن و از معنی کہ مقصود از صورت است غافل بودن

(ہم) نقص نیست صریح۔ زیادہ بریں چہ نوشتہ آید۔ مصرعہ

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

بانگ دو کردم اگر در وہ کس است

وہم دے گفتہ کہ غیر فظیت بے معنی۔ چہ معنی او عین است نہ غیر۔ پس اورا معنی

نیست بکہ غیر لفظی است بے خود کہ لفظش ہم عین است چون معنی۔ پس غیر

لاشتے صرفست۔ چون عین گوئی حق رایہ لی چون غیر گوئی نیز حق رایہ لی۔ از مرتبہ

وحدت صرف کہ وجود صرف است۔ تا مرتبہ موبوم محض تو۔ بکہ موبوم محض اسفل

ز تو۔ این ہمہ مراتب وجود کہ در کتب بزرگان تفصیل یافتہ ہمہ اوست، موبوم

محض چہ۔ کہ مفہوم لاشی، صرف بر ظہور اوست۔ دیگر بدانکہ چون اسلا مراتب و

تعذر و ظہورات نیز منظر وحدت نیست۔ چون مراتب و ذوی المراتب غیر وحدت

بیچ نباشد۔ این جا ہمہ می رود و ہیج نمی ماند۔ وہم دے گفتہ، گاہ عشق گویند و مراد

ز آن فرط محبت دارند و منشے این نسبت اتی و حقیقت بود یا بعد صوری

مثنوی

بشنو ز نے چون دہایت می کند وز جدائی با شکایت می کند

کز نیستان تا مرا بریدہ اند از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

شمارت باین سزا است۔ بمعنی شایع و احکام طریقت برائے تحصیل این نسبت

است۔ وہم دے گفتہ گاہ نسبت و ظہور نماید بعد ازین تحصیل مقامات سلوک و

منزل معرفت رہے ابد۔ گاہ برعکس این بود۔ صاحب حال ازل را معشوق،

صاحبِ حال ثانی را عاشق نامند۔ و بیک معنی ہمہ معشوق اند۔ چہ تا محبت از محبوب
ظہور نکند محبت محبت نگرود۔ ”و یحبہم و یحبونہ“ اشارہ باین است۔ و ہم
وے گفتہ از آن جا کہ حقیقت در عاشق و معشوق یکے بود چہ بجزی و چہ حقیقی۔ چون
در یکے نسبت حب ظہور کند نا کام بہت تھی و حقیقت در دیگرے نیز ظاہر شود۔
تفاوت حال در تقدم و تاخر بود چنانکہ گذشت۔ و در کدام غالب تر، آن طرف
معشوق بود کہ طرف دیگر را بخود می کشد ازین جهت کہ قوی ضعیف را از جا بے جا
کند عاشق در اضطراب بود و معشوق ہمیشہ در قرار۔ و عاشق ہمیشہ اند و بسین بودہ
معشوق ہمیشہ خوش حال۔ چون واجب در جمیع اوصاف کاملہ از ممکن اقوی و اصل
است در ہمہ صفات محبوب بود۔ این مسئلہ در غایت دقت است کہ فہم ہر کس بآن
نرسد۔ ذات این بذات و، و صفت این بعفت او عود کند و منجذب می گردد بہ
صفت تجسس خود۔ مثل علم بعام و قدرت بقدرت۔ و حب بکب۔ و علی بذاتتیاں،
چون در حرکت آمد و بمقتضی و رسیدم سرد۔ و این مرتبہ حیثیت نیز نمائند۔ چون ذات
رفت و دیگر چہ مانند فنا حقیقی این جا است و نہایت انتہایت این است بعد ازین
بر چہ بست نیز ویست۔ اگر چہ کمال معرفت بعد در نزو ویست۔ در باب در باب
نچہ سبب انجذاب ظل با علست انجذاب حب ظن اسمیت۔ چون حب محبوب
حب محبوب منجذب گردد ہمہ قلل با صول خود منجذب گردند۔ فعل شغل صفت
بعفت ذات بذات۔ اگر چہ در حقیقت وسطہ انجذاب است تا در صورت
انجذاب حب کہ صل با صول ہمہ صفات می مانند شہد کہ فہم نیست۔ و ہم کہنتہ

بعضے بحسن مجاز و عشق آن در ماندند۔ ایشان از صور و آثار حسن حقیقی مختطی شدند لیکن ندانستند کہ از چه چیز بہرہ مندند و بان نادانستن از مرتبہ معرفت قاصر گشتند و بہتہ بین قصور در آخرت مواخذ شوند و معذب گردند تا زمانے کہ برایشان در معرفت کشودہ شود۔ آن وقت داخل جنت نعیم گردند و جمعے بحسن حقیقی و عشق آن را در یافتند۔ ایشان از حقائق حسن و عشق حقیقی مختطی گشتند اما از صور آن بہرہ مند نشدند۔ ایشان در آخرت روئے عذاب نہ بینند و بخت نعیم در آیند۔ اما بجمع لذات بہشتی احاطہ نہ داشتہ باشند بعضے ز مراتب شہود و رویت ایشان را نصیب شود و بس۔ و فرقہ باشند کہ نہ بجاز مقید باشند و نہ بحقیقت۔ در مجاز حقیقت بینند و در حقیقت مجاز۔ عشق ایشان ہم بحسن مجازی بود و ہم بحسن حقیقی۔ ایشان در بہشت آیند و از جمع مراتب شہود و جمع لذات بہرہ مند گردند بلکہ در جہنم نیز از این شان نمونہ بود کہ ترتیب بہت بعضے اصحاب جہنم با رباب خود دانستہ بآن نمونہ بود بلکہ بقائے جہنم و کمال آن بے وجود ایشان میسر نیست۔ ایشان (کہرء اہل دنیا) چنانچہ قطب این عالم باشند آن جا نیز قطب باشند۔ و در آخرت (جہنم) بایشان برپا بود۔ و آنچه در حدیث واقع شدہ فیضع الجبار قد ملہ فی النار۔ اشارہ بآن نمونہ ست۔ این جماعۃ عالی قدر را در عشق مجاز چندان اسرار ظاہر شوند کہ اگر آن را ظاہر کنند قطع البلعوم در حق ایشان درست آمد۔ سبحان اللہ در عین بعد چندان اسرار قرب ظاہر گردد کہ اطباق سموات محل تحریر آن نتوانند شد۔ و ہم گفتہ کہ یکے مصطفیٰ راسی اللہ علیہ و سلم گفت مرا وصیت

در نسخہ "شدند" ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

کن۔ فرمود ”قل امنٹ باللہ ثم استقم“ بلکہ یکے (است) بران پائی۔
 اتھی۔ این کلمہ ”امنٹ باللہ“ جامع جمیع مراتب کمالات امرکانیہ است اگر نیکو
 نظر کنی علوم و اعمال شریعت و ہذا علوم و اعمال طریقت و ہذا علوم و احوال حقیقت
 کہ اندر حقیقت اعمال نبود، ہمہ دروے مندر جست اگر فرصت دہندان شاء اللہ
 سبحانہ آئندہ نموده آید و اندرین باب رسالہ مرتب گردان شاء اللہ تعالیٰ بر سہ باب
 تواند بود کہ دلالت نموده باشد حقیقت فنا و نیستی و ارتقاغ اعمال و علوم احوال و
 مقامات و روحیت کبری۔ ہم وے گفته کہ عارف روی قدس سرہ فرمود۔ مثنوی
 ہر چہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کالے ملت بود
 سیاق و سباق این کلام حقیقت انتظام معرفت التیام معلوم نیست کہ تحقیق آن کما
 ینبغی نموده آید اما انچہ در ہادی نظر و اول فکر بخاطر فطری رسد و تحریری آرد اگر بر
 صواب و خطاے آن اطلاع بخشدہ اثبات اول و اصلاح ثانی نمایند۔ دور از
 مہربانی نیست۔ سخن کہ ہمہ اذہان درین بیت می رسند۔ ایست کہ معلول چرباخذ
 دوا و استعمال آن از علت نہ بر آرد و دوا حکم علت چون گیرد۔ ہم چنین کامل کہ صحت
 تمام دارد بکہ ام وجہ بمعروض مرض کفر و مباشرت مزیل صحت بیمار نگردد و سفر او چر
 ملت و دین و سم او محض تریاق شود۔ این اشکال الحق بس قویست دفع آن موقوف
 است بر تحقیق معنی علتی و کامل۔ پس باید دانست کہ علتی کسے است کہ ہشت و ت

۱۔ ”امنٹ باللہ“ ۲۔ در نسخہ ”این جا“ ۳۔ درین جا ”بیمار“ زیادہ است

۴۔ در نسخہ ”علتی“ ۵۔ در نسخہ ”واقع“

ازلی منقسم است واستعداد کئی واقفناے حرمان از سعادت دارد و کامل کے ست
 کہ ارادہ ازلی بحکم علم ازلی بہ تبعیت استعداد کئی او متعلق بسعادت تام او گشتہ۔ پس
 بمعنی مذکور عتبی اگر از مواقع وصول بحق و صفات اُدمشرف گردانیدہ است (و)
 بظاہر مباشر اسباب سعادت گردد آن اسباب بجهت اشتغال بر بعضی مقتضیات
 شتات ازلی او عین اسباب شتات (او) گردد۔ چنانچہ حلوائی نفسیہ از اسباب
 حیات و لذت است چون بسم میخستہ و ستم در ہمہ اجزائے اوساری بود از اسباب
 موت و ہم باشد۔ ہم چنین کامل بمعنی مذکور مباشر بکفر گردد چون باطنش محض ایمان
 گشتہ است آن کفر کہ حکم سم دارد با امتزاج ایمان کہ حکم رافع سم و مخرج (صفت)
 سم از سم دارد، حکم ایمان می گردد و محسوب از ایمان می شود و حکم کامل، در پائے محیط
 است و حکم غر و معصیت حکم قارورہ کہ در بحر محیط لاشی می گردد۔ این جا بنی طرز رسید
 کہ عارف نگر از تکلیف برآمدہ است و مکنون شرع نیست۔ حاشا عارف چون
 عالمی، و کامل چون ناقص در دائرہ شرع داخل است۔ و تا حکم عقل کہ کمال معرفت با
 وجود او مر بوسط، با قیمت ستوط تکلیف محال است۔ و معتقد آن، ملحد و زندق۔
 ”هذا هو المعتقد المجمع عليه بين العلماء والصوفيه باسرها“
 لیکن مباشرت کفر و معصیت ز عارف، غیر مباشرت کفر و معصیت از عالمی است
 اگرچہ عوام تفاوت کنند و این تفاوت وجوہ بسیار دارد۔ باشدہ تا نید بعضی بوضوح
 رسید۔ عارف قتل نفس کند بے آنکہ بظاہر موجب قتل ظہور نمودہ باشد۔ و این قتل نفس

عارف بوجہ ظاہر اکبر کبار است و عارف (آن کار) بامر الہی می کند کہ در باطن باو واقع شدہ۔ پس قتلِ نفس از عارف انتہائی امر بود و طاعتِ عظیمہ باشد چنانچہ دیگران را معصیتِ کثیرہ۔ چنانچہ حضرت ابوالعباس خضر کردہ و قصہ آن در قرآن مجید مذکور است و عارف گاہے بریائی کار کند و ریائی از احباطِ عمل است در عوام اما ریائے عارف حکمِ اخلاص دارد کہ سبب قبول و صعودِ عملی است چہ غیر حق از نظرش بالکل ساقط گشتہ و ہر عملی کہ عارف بخود نسبت می کند بحق منسوب می گردد و عجب عارف حکمِ حمد و شکر دارد۔ از عارف بظاہر طلب دنیا ظاہر شود و این طلب بہ از زہد دیگران باشد و جزغ او بہ از صبر غیر عارف۔ وہم چنین در ہمہ صفات۔ قطعہ

موسیٰ اندر درخت آتش دید سبز تری شد آن درخت از ناز
شہوت و حرص مرد صاحب دل این چنین دان و این چنین نگار
مدیم در حقیقت، کفر کہ از کامل صادر شود اگر راست پرسید ہمہ اسرار کہ از عارف ظاہر می شود پیش عوام کفر است و در واقع نیز تا باین حد (فن) متحقق نگشتہ کفر است۔ اگر دیگرے گوید و اعتقاد کند کافر گردد۔ و عارف چون بر سر کار رسیدہ است آن کفر در آن وقت اور عین دین و محض ایمانست۔ ہر کس در ابتدا اعتقاد بالا موحود الا اللہ کند و تا نوز قطع مسافت سیرانی اندہ نکرده باشد این اعتقاد اور چنانچہ بزرگان گفتہ اند کفر باشد۔ رے اگر بوجہ از وجوہ از نشتوے عارف (دیگر) پیش از تحقیق حال فہم و متعل کند کفر نہ شد۔ اما چنانچہ باید، فہمیدن ممکن نیست۔

وحدت وجود بوجہ کہ مخالف شریعت افتد غیر کفر چیست؟ و در ابتدا خواہ علم بود خواہ
 حال غیر از مخالفت ہیچ نتیجہ نمی دهد درین حال بدین دو از قول و علم کفر محکم ترمی شود
 چنانچہ کہ ما، در بسیارے دیدہ ام۔ اگر محض گفتگو است و بظاہر مقید باعمال شرع
 است امید نجات ہست و اگر حال دارد و بظاہر مقید ایست ہم امید نجات است۔
 و اگر حال دارد و مقید با اعتقاد شرعی و اعمال فقہی نیست او بدترین طوائف است۔ مگر
 آنکہ مسلوب العقل شدہ باشد۔ این جا دقیقہ است، اگر باعث این سلب عقل
 ہمین حال است خود او در کفر رفتہ است و خاتمہ او بر کفر است۔ و اگر باعث
 سلب عقل مرضی است از امراض، امید نجات است۔ و درین صورت وقتی
 بہت کہ بالفعل بین آن صورت گرفت و انچہ درین تردید نوشتہ ایم حکم توحید
 صوری ست کہ درین زمان شائع ست و ہمہ برین اند۔ اعاذنا للہ و جمیع المسلمین
 منہ۔ توحید را مراتب بسیار است و اکمل توحید توحید محمدیست کہ ابن عربی متکفل
 بیان شرائف اسرار است بجمہ خاتمیت ولایت جزوی قلبی۔ فقیر چون چند روز
 ضعف کشیدہ است، دماغ چہ از رہ ضعف و چہ از آزار ہائے دیگر کہ بضرورت
 بشری عارفان بلکہ ارواح طیبہ نیز در آن آزار یہا طبعاً شرکت دارند، زبونی دارد۔
 ازین جہت نتوانست بتفصیل نوشت شاید کہ اجمال بتفصیل راہ نماید۔ و ہم وے
 گوید ”اللہ لا الہ الا هو، لا الہ الا انت سبحانک، انی انما اللہ، لا الہ الا
 اننا“ و دیگر چہ ماند“ و ہم وے گفتہ حب پیدا شد تا الہ، عہد گشت۔ و ہم وے گفت۔
 عبد از ما کہ وال بر نسبت ست بر آمد، الہ شد۔ التوحید اسقاط الاضافات۔

وہم وے گفتہ عہد و قے عابد شود کہ اور از خود بیند۔ ”الاحسان ان تعبد الله
 کما نک تراہ۔ لَمْ اَعْبُدْ مَا لَمْ اَرَهُ“ اشارہ بر این است۔ ہم وے گفتہ کہ
 خالق چون وحدت خود را پوشید خلق شد۔ وہم وے گفتہ کہ رابطہ میان عالم و حق ہم
 کلمہ من است۔ چہ عالم از و ناشی ست و بادے۔ وہم کلمہ ”ب“ چہ عالم با و راجع
 است۔ و این صدر و رجوع در ازل و ابد است وہم در جمیع آیات ربانی، چہ در
 بر آن عالم حقیقت رود و از حقیقت بر آمد چون موج از دریا۔ وہم کلمہ ”فی“ است
 چہ عالم در حق است و حق در عالم کہ بوجہ آن منظر است و بوجہ این منظر۔ وہم
 کلمہ ”و“ چہ معیت ذاتی و صفاتی و قولی بے شبہ متحقق است۔ وہم کلمہ (عین) بوجہ
 عالم عین حق است و حق عین عالم۔ وہم کلمہ لیس چہ بوجہ عالم عام است و حق
 حق، نہ عالم حق است و نہ حق عالم۔ و بوجہ از ہمہ جہت متزاہست و میان عام و
 حق رابطہ نیست۔ این اعتبار را لاتعین گویند۔ وہم وے گفتہ حالے کہ آن را وصل
 تو ہم کنی و ثمرہ آن حال عم وحدت نہ شد حقیقت آن وصل نیست۔ انچہ ظاہر شدہ
 مرتبہ ایست از مراتب ظہور نہ مقصود حقیقی کہ مطلق است و ظاہر در ہمہ و بین ہمہ،
 تا چیزے ظاہری شود کہ بوجہ از وجود باشی از اشیاء مغررت دارد، آن منزل و
 مقصود نیست۔ وہم وے گفتہ علامت وصول حقیقت مطلقہ آنست کہ نمانیت از تو
 سری زند ہمہ چیز اطلاق یابد بے تکلف (بہ توئی تو) وہمہ چیز باران توئی گفت۔
 این جا معلوم شود کہ حجاب جز تعین انانیت نیست۔ وہم وے گفتہ چون حجاب
 صورت کہ دوی از و خیزد از نظر بر طرف شدہ باشد فہم این سخنان کما تیغی توانی کرد۔

لہذا اگر استعداد قابلیت تو این علم محال را مد کند پیش از انکشاف تمام حسن ظن پیش آورده در راہ یگانگی قدم نہ۔ و مترس کہ ترس از سلوک راہ باز دارد، ہمت بلند دارد و گستاخانہ درین راہ قدم نہ۔ این قدر از تو می خواہم کہ پیچ و جے از وجوہ مخالف شرع نباشی، وحدت با شرع در یک پیر من است۔ اگر چہ در ابتدا این معنی نتوانی فہمید اما آخر خواہی فہمید۔ اے عزیز شریعت صورت حقیقت است۔ و حقیقت معنی شریعت چون تو در عالم صورتی ترا از صورت چارہ نیست۔ تو صورت ذاتی و دیگر ہمہ صورت ہاست نمایان در تو۔ چون تو خود را شناسی و یابی ہم حق را یابی و شناسی۔ و ہم ہمہ را حقیقت است و تو حق، حق حق حق۔ و ہم گفتہ کہ خواجہ بیرنگ گفتہ کہ وحدت مقدم است بر احدیت باعتبار علم و موخر است باعتبار وجود۔ و ہم وے گفتہ کہ تو حیدر و قسم است یکے تو حیدر خالی کہ در ابتداء ہمہ جا حق یافتہ می شود و ہم تو حیدر ذاتی اکملی کہ بعد از عروج تمام شہود وحدت در کثرت میسر می شود و این مقام پیغمبر است اصالۃ صلی اللہ علیہ وسلم "اَنَا اعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ" اشارت بآنست۔ ہم وے گفتہ عزیزے گفتہ۔ "وَصَوَّلَكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی وَصَوَّلَكَ اِلَى الْعِلْمِ بِہِ وَالْاَفْجَلِ رَبِّا اِنْ يَتَعَقَّلَ بِہِ شَيْءٌ اَوْ يَتَّصِلَ بِہِ شَيْءٌ" یعنی علم بوصول باید پیدا کرد و حال دائم میسرست چنانچہ مقرر (توم) است گے بعید بود کہ قریب شود کے جدائیش داشت کہ واصل سرد۔ ہو الان کما کان۔ و ہم وے گفتہ کہ ہر کہ در شرع گفتہ اند حق است و انچہ صوفیہ می فرمایند کہ غیر حق پنج چیز موجود نیست ہم حق است کہ پیش ما ہمہ حق است۔ و ہم وے گفتہ کہ کثرت غوث اعظم خطاب گردید

”قل لا صاحبک بالفقر ثم بالفقر فاذا تم فقرهم فلا هم الا انا“۔
 چون فناے حقیقی کئی حاصل شد مرتبہ بقا باللہ ظہور گرفت ”فلاهم الا انا“، متحقق
 گشت۔ وہم وے گفتہ یک حقیقت است کہ حقیقتہا شدہ و یک ذات است کہ ذاتہا
 شدہ و یک صفت است کہ صفتہا شدہ و یک نور است کہ بانوار مختلفہ جلوہ گر است و
 یک صورت است کہ بصور متعددہ و ظاہر و باہر است۔ وہم وے گفتہ۔ مطلق
 بصورت متعین ظاہر است وحدت بصورت کثرت (جلوہ گر)۔ درین آیت
 ”نسوا اللہ“ فیہ اشارہ لطیفہ است بفناے کئی۔ وہم وے گفتہ۔ ”من عرف اللہ
 لا بضربہ ذنب“ یعنی از عرف گناہ واقع نمی شود کہ موجب ضرر او باشد یا گنہ
 کہ پیش از معرفت شدہ باشد۔ اما در مظالم شبہ است و شاید کہ حق سبحانہ خصم را در
 آخرت راضی کند۔ وہم وے گفتہ کہ در میان شیخ ابن عربی و شیخ علاء الدولہ فرق در علم
 و معرفت است کہ علم شیخ بلند تر است از آن علم کہ شیخ علاء الدولہ دارد۔ اما در لفظ
 ولایت ہر دو برابر اند و ہر دو یکماں رسیدہ اند۔ وہم وے گفتہ اگر چہ اختلافی فہ کہ در
 وجود مطلق میان شیخ ابن عربی و شیخ علاء الدولہ واقع است بعضی از مخلصان شیخ علاء
 الدولہ راجع بلفظ ساختہ اند اما ہنوز نزاع باقیست۔ چہ شیخ ابن عربی عالم موجود
 خارجی نمی داند و اعیان ثابتہ را صور علمیہ ذات ملتبس بصفات می گوید و درین ہر دو
 مقدمہ شیخ علاء الدولہ مخالف است۔ ہم وے گفتہ کہ این ہر دو تحقیق از کلام خوبہ
 بیرنگ مستفاد شد۔ وہم وے گفتہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آخر فرمودند۔

”الیوم تسد کں فرجة آلا فرجة ابو بکر“ و در بعضے روایات بجے فرجہ
خوجہ واقع شدہ۔ امروز بستہ شد ہمہ در ہاگر در ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ مراد ازین کلام
نسبت تھی است کہ بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشان داشتند و رابطہ عبارت
از ان نسبت تھے است۔ کہ موصل بمقصود است و الحق۔ بعد از فوت پیچ نسبت غیر
از نسبت تھی مفید نیست۔ وہم وے گفتہ شیخ ابن عربی در ”فتوحات“ نوشتہ کہ
قطب را دو امام لازم است۔ یکے بجانب یمن دوم بجانب یسار۔ چون قطب
از عالم بقا زود امام یسار بجائے او خلیفہ و نائب می گردد و امام یمن امام
یسار این می شود۔ وہم وے گفتہ کہ قطب دو قسم است یکے قطب ارشاد کہ پیغمبر خدا
در عہد خود قطب ارشاد بودہ دوم قطب ابدال کہ در عہد پیغمبر علیہ السلام عم او یس
قرنی قطب ابدال بودہ است ولہذا پیغمبر گفتہ ”انی لا حد نفس الرحمن
من تلقاء الیمن“ وہم وے گفتہ کہ عزیزے گفتہ دو جوان مردند در عالم۔ یکے
حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوم او یس کہ بعاشقی ممتاز است۔ انتہی۔ وہم وے
گفتہ کہ این سخن نہ از کمر معرفت است بلکہ در وبوے از خطای آید چہ قابل
خوب نیست کہ او نیز ظلمے ز خلاص ذات پیغمبر است۔ چون استعداد قبولیت او
مقتضی ہدایت بود باین درجہ رسید چنانچہ آفتاب پارچہ شستہ را سفید می سازد و
روے گا در سیہ می کند۔ وہم وے گفتہ کہ عارف را تعریف وقتے خوش می آید و
وقتے ناخوش۔ گاہے کہ نظر او بر حقیقت خودی افتد، تعریف، خوش می آید۔ چہ کہ

در آن وقت در مقام ربوبیت است و گاہے کہ نظر بر تعین خود است تعریف ناخوش می شود چہ در آن وقت در مقام عبدیت است۔ وہم وے گفتہ ”زمانی“ نام ملحدے بود کہ از علم ظاہری و باطنی خبرے داشت پیش خواجہ بیرنگ آمدہ گفت ما حقیقت الارض؟ ایشان فرمودند حقیقت ہمہ اشیا نزدیک ما واحد است۔ گفت انچہ فرمودند حقیقت است نہ حقیقت۔ ایشان تبسم کردند و خاموش ماندند۔ وہم وے گفتہ سبب سکوت آن می نماید کہ چون بوے نفسانیت راوی بسیار ظاہر بود وے (نیت) دام و مکابرہ داشت ہیچ نفرمود و بخوشی و تبسم تمام کردند و گرنہ در میان حقیقت و حقیقت تفاوت نیست و حقایقے کہ اہل معقول بیان کردہ اند محض تمثیل است و قیاس۔ و در واقعہ غیر از اعتراض نیست چنانچہ پیش صوفیہ مقرر است۔ وہم وے گفتہ کہ خواجہ احمد لاہوری گفتہ کہ روزے ہمراہ خواجہ بیرنگ بزیارت مزار خواجہ قطب الدین رفتہ بودم چون نزدیک قبر متبرکہ رسیدند خواجہ قطب الدین با ہمہ اہل قبور حاضر شدند و برخاستند مگر یک کس کہ افتادہ ماند چون رجوع بخانہ گردیدیم از خواجہ بیرنگ پرسیدم آن کدام کس بود کہ برخاست فرمودند کہ او مجذوب بود۔ وہم وے گفتہ روزے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخانہ امیر المؤمنین علی آمدند و پرسیدند یا فاطمہ علی کجا است؟ گفت ہمیں زمان بیرون رفتہ۔ پیغمبر بمسجد روے آوردند۔ دیدند علی در صحن مسجد بخواب رفتہ و سر و پشت وے بخاک افتادہ۔ پیغمبر فرمودند کہ ”قم یا ابو تراب“ و ہم وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در منقبت اہل بیت این بیت گفتہ اند

این سلسلہ از طلای تاب است این خانہ تمام آفتاب است

وہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ در آستانہ خواجہ بیرنگ سراپردہا کشیدہ ند چون
 در خدم دیدم کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم با جمعی اصحاب نشستہ اند من زفتہ سرور قدم
 مبارک نہادہ ام۔ آن حضرت بتعظیم (بہ تکریم) من برخاستہ اند و مرا از زمین بر
 خاستہ در آغوش کشیدہ اند۔ وہم وے گفتہ شبے بخواب دیدم کہ در قصرے نہایت
 لطیف در آمدہ ام۔ فقیرے در آن جا پیدا شدہ است و دست من گرفتہ سماع می کند
 و من ہم با و سماع می کنم بعد از آن وے بمن می گوید کہ تو قطب خواہ شد گشتم بعد
 از شما۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادی حال بعمر بستہ سالگی پیش عزیزے کہ از اکابر شہر
 بود رفتم۔ وے مرا پرسید کہ آیت کریمہ "اللہ نور السموت والارض" چہ معنی
 دارد۔ گشتم نیز بمعنی "الظاهر بذاتہ والمطہر لغيرہ" گفت انچہ گفتی قبول
 ندارم کہ نور بمعنی وجود است۔ گشتم پس حاصل ہر دو یکے است چہ بوجود باین معنی
 است کہ "الوجود لذاتہ والموجود لغيرہ" ہر چند گشتم بامی کرد۔ از علم
 حقائق خبر نہ داشت بنا برین قبول نکرد۔ وہم وے گفتہ کہ روزے قصد زیارت خواجہ
 قطب الدین قدس سرہ کردم۔ چون بر سر گورستان عبور افتاد دیدم کہ از قبر صورتے
 حاضر شد سوختہ و سیاہ شدہ و پیش من آمدہ چیزے می گوید کہ (بمعنی) مفہوم نمی شود
 آخر معلوم کردم کہ در عذاب گرفتار است و عتوبت سخت دارد۔ از ما مددے می خواہد
 توجہ بجانب حق بل و علا کردم تا خلاص شود۔ ساعتے نگذشتہ بود کہ آن صورت
 غائب شد شاید از ابتلاے عذاب نجات یافتہ باشد۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ وہم
 وے گفتہ کہ در ہمہ عمر بیچ شبے بر من چنان نگذشتہ است کہ من بخواب رفتہ باشم و

امید زندہ برخاستن صبح در سرمانده باشد۔ وہم وے گفتہ کہ در مبادی حال
 دعاے اشباع الاسماء در صحرارفتہ می خواندم صور طیبہ بسیر ظاہری شدند چنانچہ مردم
 صحرائی بعد از (چشم) زدن می گریزند۔ وہم وے گفتہ کہ شبے شیخ ابن عربی را در
 خواب دیدم کہ آغا رشید اکہ ترک نوکری بادشاہ وقت کردہ و بصناعت گوشہ نشینی
 قرار دادہ باو بیست۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ ابن عربی خاتم نوعی از ولایت محمدیہ بود و
 امام محمد مہدی خاتم نوعی خواہد شد و مہتر عیسیٰ علیہ السلام خاتم ولایت مطلقہ خواہد بود و
 وے اکمل ہمہ اولیاء امت محمدیہ است، حتیٰ (از) ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
 وہم وے گفتہ کہ از خواجہ بیرنگ قدس سرہ پرسیدند کہ بعضی از مشائخ خود را خاتم
 ولایت محمدیہ گفتہ اند۔ شادین باب چہ می فرمایند؟ گفتند۔ خواجہ بزرگ خود بودہ
 اند۔ وہم وے گفتہ از انچہ بزرگان فرمودہ اند توجہ بغیب ہویت باید برد، معلوم می
 شود کہ انچہ اہل معقول گفتہ اند کہ توجہ بجمہول مطلق متعلق نمی شود مانند علم در محض
 اشتباہ است۔ وحق این است کہ توجہ متعلق می شود اگر چہ علم متعلق نشود چنانچہ
 بوجدان معلوم است۔ وہم وے گفتہ کہ ہمہ چہ ظہور است و نور، اوائمانسان ظہور
 اتم و مظہر اعظم است وحق سبحانہ تجمیع صفات خود در وے جلوت^۱ راست و نیز گشتہ کہ خوا
 جہ تشبند فرمودند۔ بسر تو حید می توان رسید اما بسر معرفت رسیدن دشوار است یعنی
 مراد ازین معرفت تفصیلی است و آن را نہایت نیست۔ وہم وے گفتہ صاحب

۱۔ مراد اند حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہ پیدائش ۳ محرم ۷۱۸ھ و وفات بروز دوشنبہ

شنبہ دوم ماہ رجب ۸۰۲ھ مزار مبارکش در قصبہ چغانیان است۔ ۲۔ انسخہ "قیات"

”عروۃ ثقی“ نوشتہ است کہ حضرت خواجہ خضر در مردم خود را پنهان ساخته است و مکرر کد خدا شدہ و فرزند ان بہم رساندہ۔ وقتے در مدینہ، شتر بانان با ہم جنگ می کردند و سنگ بہر خضر رسید سر او شکست مدتی بیمار بود و مردم پرش اومی کردند۔ اما مولانا نظام الدین نیشاپوری گفتہ است کہ این خضر سر شکستہ دیگر است کہ خضر ترکانت۔ ظاہر مولانا نظام الدین از صاحب عروہ کہ شیخ علاء الدولہ است چون شنیدہ بود کہ شیخ صحبت دار خضر است۔ احوال خضری پر سیدہ وے آنچہ موافق عروہ (است) نوشتہ است۔ (اگر چہ) گفتہ مولانا (نظام الدین نیشاپوری ہروی، شیخ علاء الدولہ) را خوش نیامدہ و مولانا (شیخ) می گفت من از خضر تر جمان می پرسیدم شیخ از خضر تر کستان گفتہ وہم وے گفتہ۔ جماعتی کہ مسلوب عقل اند دو صنف اند یکے مجذوبان اند، دیگر مجانبین کہ ملحق اند حیوانات۔ انچہ حیوانات را معصوم است ایشان را معصوم است۔ و نیز گفتہ کہ پیش مجاذیب نباید رفت کہ آن عی دارند شاید کہ چیزے بگویند و ظاہر کنند کہ نباید گفت و ظاہر ساخت۔ پیش اہل ارشاد باید رفت اگر چہ ایشان را نیز ہمہ چیز منکشف است اما ایشان اہل تمکین اند چیزے کہ حق سبحانہ تعالی پوشیدہ می دارد ایشان نیز پوشیدہ می و رند و عیب کسے را ظاہر نمی کنند الا بضرورت۔ وہم وے گفتہ کہ ولایت بفتح و ا و عبارت از قرب باطنی است و اتحاد بحق سبحانہ و نسبت قرب بعد از فوت زیادہ می شود و نیز تصرف در عالم (باقی) می باشد۔ ولایت بکسر و ا و کنایت از منصب است متعین کہ خدمت عالم

بدو متعلق است چنانچہ قطبیت و بدلیت، آن بعد از فوت منقطع می شود و بجای او خیفہ و نائب می گردد۔ وہم وے گفته کہ در مبادی گاہے سیری کردم و سر را ہندانے بود کہ مردم در حق و اعتقادے تمام داشتند و اورا غوث می گفتند و مرا ہر گاہ کہ بر آن کوچہ عبور می شد آن نداف مرادعاے نیک می کرد۔ وہم وے گفته کہ قرب بردو نوعیت یکے آنکہ عبد ظاہر بود و حق باطن۔ چنانچہ ”بسی یسمع، و بی یبصر و بی یُنطق“ شاہد اوست۔ این را قرب نوافل گویند، و دوم حق ظاہر بود و بندہ باطن و مُستہدک و رُو ”إِنَّ اللَّهَ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانٍ عَمْرٍ“ اشارت بآن است این را قرب فرائض خوانند۔ وہم وے گفته کہ شیخ جلال تھائیری یکے از اولیاء حق بود در آخر عمر کہ بحالت نزاع رسید شیخ را بے خودی و بے شعوری بسیار شدہ بود و مردم ازین واقعہ (در) تھیر ماندند۔ شیخ این بیت خواندہ

قوے ز وجود خویش فانی رفتہ چو حروف در معانی

وہم وے گفته کہ در آخر دم استغراق و استہلاک بسیار ظاہری شود و نیز گفته در مرض (الموت) مردم را اضطراب بسبب عدم توجہ بعالم اطلاق و عدم انقطاع کُلّی از عالم کون است اگر انقطاع کُلّی داشتہ باشند غیر از رحمت در پیاری و در مرگ پیچ نیست۔ وہم وے گفته عزیزے بمن گفت کہ پیچ دایمل بر حدوث عالم از قرآن مجید و از احادیث معلوم می شود؟ گفتم این حدیث۔ ”کان اللہ و لم یکن معہ شیء“ اشارہ بحدوث عالم است و گفتم ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کہ از کبار اصحاب است بخد مت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفت کہ ”این کان رہا قبل ان

حلق الحلق "آن سرور فرمود" کان فی عماء ماثوفا هواء و ماتحتہ هواء "این نیز و لیس حدو شیت است۔ آن عزیز گفت۔ شاید از قبل قبل ذاتی مراد داشته باشد شتم خلاف ظاہر است۔ وہم وے گفتہ کہ (آیت) کریمہ "فویل لعاشیة قلوبہم عن ذکر اللہ" در باب جماعتی و روشدہ است کہ ذاکر اند بے اوبانہ یا از سر غفلت۔ پس حاصل این جماعت تھننے ویت۔ وہم وے گفتہ۔ سید محمد مکی کہ یکے از خاندے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی ست۔ نوشتہ کہ عبد مناف جد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برادرے داشته کہ تاحاں زندہ ست و در بعضے کو بہائی باشد من اور ادیدہ ام و با وصیت دشتہ۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ من در غلبات توحید بخو جہ پیرنگ دو بیت نوشتہ کہ یک بیت آن دو اینست

اے دریغ کہیں شریعت ملت اعدی است

ملت ما کافرئی و ملت ترسای است

خواجہ پیرنگ نوشتہ کہ شہر آداب شریعت و رعایت آن ضرریت آن دو بیت تذکرانہ نوشتہ بود یہ قائل آن مقبول نخواہد بود۔ ہم وے گفتہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفتہ۔ یثیب اس آدم و یثیب فیہ خصلتان، الحرص و طول الامل۔ "این جا از مکی آید کہ اویہا حق در پیری نیز ازین دو صفت خالی نہ تہند و این بسیار مشکل است۔ حل این مشکل انچہ بخاطر می رسد این است کہ

۱۔ یہ نہ غافل۔ اجل حضرت خواجہ پیرنگ مدین اویہا و ولایت وفات ان ۱۸ رمضان

۲۰ بارہ ۱۳۵۶ میلادی۔

شباب مقتضی وجود و بقای این دو صفت است در زمان شباب۔ و اگر کسی در جوانی
 این دو صفت را از خود رفع کرده باشد در شیب ازین دو صفت منزہ خواهد بود و اگر آن
 حضرت می فرمودے ”یشیب ابن آدم و يتولد او يحدث فيه خصلتان“
 مشکل می شد۔ ہم وے گفتہ کہ ”الْعُرْ لَتْ مُنِیۃُ الصّٰدِیْقِیْنَ“ واقع شد و چہ
 صدیقین در مرتبہ تکمیل و ارشادند و از خلق نمی توانند بوشہ بودن لہذا عزالت متمنای
 ایشان باشد۔ وہم وے گفتہ در ویش طسپ حق را باید کہ چون تنگی معیشت و احتیاج
 غالبہ کند بختہ بیچ یکے از اہل دنیا رود و ترک آمد و رفت نماید۔ وہم وے گفتہ کہ شیخ
 ابن عربی در ”فتوحات“ نوشتہ۔ بعضے مردم کہ بمادران و زنان و خواہران و دختران
 مردم نگاہ ہاے حرام می کنند طرفہ بے غیرت اند۔ چون این کار را تجویز می کنند کہ
 کسان بمادران و زنان و دختران و خواہران شان را نگاہ ہاے حرام کنند۔ وہم وے
 گفتہ کہ از گنہ توبہ کن و از دنیا رغبت کن و اسباب را از نظر انداز و ہر چہ از غیب بے
 سعی برسد در وے بادل قناعت کن و از مردم بوشہ گیر و بذکر با توجہ مشغول باش و
 بر آن صبر و رزد۔ و منتظر ظہور محبوب شو و خوشنودی کن و با نچہ صفت اوست و فعل و، از
 ظہور و عدم، قہر و لطف و با نچہ فرمودہ و ننمودہ۔ وہم وے گفتہ فقیر حقیر را خولجہ بی گم ذکر
 اسم ذات در خواب تمقین فرمودند و متوجہ شدند و کیفیت رسیدن وین بعد از رسیدن
 بخدمت شیخ احمد بود و بعضے از اہالی این سلسلہ در معنی نفی و اثبات چیس نوشتہ اند کہ در
 لا الہ رجوع کثرت بوحدت ملاحظہ یزد و در الا اللہ ظہور وحدت در صورت
 کثرت۔ و این فقیر را در ذکر اسم ذات بطریق مخصوص بنی صر رسید و آن نیست کہ

بر حقیقت خود کہ روح و جسم کہ صورت اوست، متوجہ شدہ، لفظ اللہ بر و تصور کند چنانچہ از غلبہ و قہر مان و عظمت این اسم عظیم این دو صورت موہوم بعدم و فنا می رود و بجای ہمہ آن حقیقت مشہودی شود۔ درین طریق حاصل نفی و اثبات مندرج در اسم ذات می گردد۔ همانا کہ این ذوق خاص نتیجہ تلقین خواجہ بیرنگ است کہ در خواب فرمودہ اند۔ خواجہ بیرنگ این طریق را تقویت فرمودند و این نسبت را شائع ساختند۔

بزرگان گفتہ اند کہ مبتدی "لا معبود الا اللہ" را ملاحظہ کند و متوسط "لا مقصود الا اللہ" و منتہی "لا موجود الا اللہ" و ملاحظہ "لا تصرف الا بالوجود" نیز کدہ است و حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند لا الہ، نفی، الہ طبعیت است و الا اللہ اثبات معبود بر حق و محمد الرسول اللہ در مقام متابعت در آمدن۔ و این فقیر عرضہ می دارد کہ در تحقیق این کلمہ طیبہ بے تحقیقات غایب و معارف غامضہ در فقرات حضرت خواجہ احرار کہ در طریق سلوک خاص و در معرفت، عدیم النظر است، ثبت است۔ سبحانہ، چہ سطوت است و قہر مان است کہ از آن کلام قدسی ظاہر است۔ و طریق دیگر توجہ و مراقبہ است کہ این معنی بے چون و بے چگون را کہ از اسم مبارک اللہ مفہوم می گردد بے توسط عبارت عربی و فارسی و غیر آن ملاحظہ نماید و این معنی را نگاہ داشتہ تجمیع مدارک و قوی متوجہ قلب صنوبری گردد۔ و باین معنی مد اوست نماید و در نگاہ داشت آن تکلف کند تا آن زمان کہ کلفت از میان بر خیزد۔ چون این معنی پیش از تصرف جذبہ در وجود ساکن تعذرے تمام دارد می شاید کہ معنی مقصود را بصورت نورے بسیط محیط تجمیع موجودات عینی و عینی در برابر بصیرت بدارد۔

و بآن نور جمیع قوی و مدارک متوجہ قلب صنوبری گردد تا آن زمان کہ آن صورت از میان بر خیزد و مقصود بران مترتب گردد۔

رباعی

در کون و مکان نیست عین جز یک نور ظاہر شدہ آن نور با نواع ظہور
حق نور و با نواع ظہورش عام توحید ہمین است و دیگر وہم و غرور
اکثر این طائفہ علیہ قدس اللہ اسر ہم میان توجہ و مراقبہ فرق نہ کردہ اند و ہر دو را بیک معنی فرمودہ اند۔ چنانچہ سابق مذکور شد اما حضرت علیہ صدر مسند ارشاد ہدایت جامع نعوت و خصائص ولایت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ فرق کردہ می فرمایند کہ مراقبہ از باب مفاعلہ است کہ تقاضای تراقب از طرفین می کند پس مناسب آنست کہ مراقبہ را باین معنی بیان کنم کہ آگاہی و علم بندہ است بدوام اطلاع و حضور حق سبحانہ چنانچہ امام ابوالقاسم قشیری قدس سرہ در رسالہ خود (قشیریہ) بیان فرمودہ اند کہ "المراقبۃ علم العبد بدوام اطلاع الحق علیہ" و حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ فرمودہ اند کہ بمراقبہ بمرتبہ وزارت و تصرف در ملک و ملکوت می توان رسید و باطن را متوکر گردانیدن از دوام مراقبہ است۔ از مکتبہ

۱۔ اسم مبارک عبید اللہ ولادت ماہ رمضان ۸۰۶ ہجری در باغستان از مصنفات تا شنند۔

و ذت ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری۔ ۲۔ نام آن عبدالمکریم بن ہوازن القشیری مرید باخداش

شیخ ابوعلی دقاق است۔ ماہ ربیع الآخر ۴۶۵ ہجری دس مہر ۱۰۷۲ میلادی وفات یافت۔ مصنف

رسالہ "قشیریہ" و تفسیر "لطائف الارشادات" است۔ رسالہ قشیریہ مشتمل بر حالات و سوانح مشائخ

صوفیہ و رموزات تصوف و سلوک و احسان

مراقبہ دوام جمعیت خاطر و دوام قبول دلہائے خدائق است و بعینے کبراء طریقت قدس اسرار ہم فرمودہ اند کہ مراقبہ آنست کہ بندہ خود را محاط نظر الہی و انداز جمیع جوانب خود را در جست بیند و حق را منتظر داند و مراقبہ توجہ را معانی دیگر نیز گفته اند و ہر یکے از مقام خود خبر دادہ و براہے کہ رفتہ از ان اشعار نمودہ۔ ذکر اسم ذات متحرک و شش اکبر است اما طریقتہ ایشان تکلم است بطریق خفیہ و از ضروریات ین طریقتہ ست وقوف علمی یعنی توجہ بقلب صنوبری و ہمان کہ مقصود از آن جمع ہمت است و آن بہر چہ متوجہ شوی و توجہ را واحد سازی بمقصد و رسی۔ ان شاء اللہ بخانہ کہ ہمہ اشیا با آمال مقصود حقیقی موجود نیست۔ بخاطر است کہ آداب این طریقتہ بتفصیل تمام تر در رسالہ محمدہ نوشتہ شود این جا ہمیں قدر کافیست۔ وہم و گشتہ خلوت در انجمن عبارت از آنست کہ در عین صحبت با خلق چنان بحق مشغول باشد کہ صحبت با خلق مزاحم مشغولی او نشود و نیز از اشغال خود مطلع شود تا خلوت توان گشت و معنی دیگر آنکہ در عین کثرت شاہد وحدت بود و در ہمہ اورا بیند۔ سفر در وطن عبارت از آنست کہ از اخلاق ذمیمہ با اخلاق حمیدہ رو بہ معنی دیگر آنکہ از صورت خود و کثیبت خود را و معنی زکات بوحسبہ۔ و معنی دیگر آنکہ ہر پیر و خود را مشاہدہ کند و در ہمہ ج خود را نہایت متحرک بیند چنانچہ از عنایت خلوت در انجمن چون خبر خود را نہ بیند۔ در عین محاسبہ و خلوت با نفس خلوت بود۔ و شاہد در وطن باعتبار سیر و اصل بعد از فن و رعایت الہی کہ در آن مقام سعادت و ست نبی توان آنست۔ اسے عزیز کثیقت این ہر دو

صفت یعنی خلوت در انجمن، و سفر در وطن، صفات وجود است و سالک محضی است از آن بطریق (فنا)، فافہم۔ نظر بر قدم اینست کہ در رفت و آمد نظر بر قدم داشتہ باشد تا دیدہ (را) آفت دل نشود و معنی دیگر آنکہ بہر صفتی کہ بر سید، ادائے حقوق نمودہ بہ صفت دیگر تجاوز کند و معنی دیگر آنکہ در سیر سرعت نماید بحدّے کہ قدم از نظر تحریف نکند چنانچہ مناسب طریقہ جذبہ است۔ و آنکہ مراد از نظر بر قدم، قدم نبی یا قدم شیخ بود یا از قدم مراد صورت بشری کامل مکمل باشد۔ و قدم، آن را بواسطہ آن گویند کہ آخرین تجلیات است "حتی تضحی اظہار قدم فیقول قف" اشارت بآنست۔ ہوش در دم پاس داشتن نفس است در دخول و خروج کہ بغفلت مقتدی نباشد یا مراد آنست کہ ہوش در نفس الہی داشتہ باشد کہ مادہ ممکنات و فیض ذاتست و ظاہر در ہمہ از آن حیثیت کہ حقیقت حق مطلق است و بصورت ظہور اول بذات۔ وہم وے گشتہ کہ اسم عظمہ انا (ے) تست وہمہ جا ظہور اوست۔ و ظہور آنا انانیت بوجہ اتم و اتمل در انانیت انسانیت بلکہ ہمین انانیت انسانی است کہ ظاہر در کلست، فافہم۔ وہم وے گفتہ نسبت کہ بیواسطہ بذات قائم است۔ نسبت علم است بعد از آن حقائق اہیہ و کونیہ کہ ہمہ نسبتہا بتوسط این نسبت بذات قائم اند۔ و حقائق کونیہ کہ در خارج می نمایند اعتبار نمود و در آنہا افزودہ است و ال از قیام بہ نسبت علمی مستغنی نشد و اند۔ حقیقت علم نسبت است دیگر نسبتہا علمی اند یعنی نسبتہا اند کہ علم سبب وجود نہاست۔ کمال کمال آنست کہ ذات بکثرت ملاحظہ ب بود۔ درین مرتبہ علم (ہم)

بگلّیت می رود (این جا) و نام و نشان علم نیست همه جهل و حیرت است۔ نسبت حضرات خواجہ ہا این است۔ ”اللہم ارزقنا“ وہم وے گفتہ جمعے را از مجذوبان کارے می رسد کہ سرحقائق در لفظ لایستجری منکشف سرد۔ درین مقام افلاطون نے یعنی کہے کہ بغایت فکر و وصول یافتہ و فرجی از ذوق تیز و اردبان طفل ماند کہ الف را از باطن شناسد و دور از ما باز نداند، در مرتبہ کہ اوست چہ رسد۔ درین مشہد حرفے نوشتہ می شود گم نم آنست کہ آنرا کس نہ نوشتہ (زین قبل) از افراد اُمت محمد۔ و آن حرف آنست کہ کون و حصول حقیقت وجود است اگر چہ نادانان چند در نیافتہ اند و من معقول باتو گفتہ فہم من فہم و ذاق من ذاق وہم وے گفتہ کہ در شب یکشنبہ ہفتم رمضان سنہ ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ) در خواب دیدم کہ ”را الر و صیم المر“ یک معنی (وارد) واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وہم وے گفتہ کہ در خواب دیدہ شد کہ طف محمد و قرب محمد آمدند۔ فقیر استقبال کرد۔ اول لطف محمد را دریافت بعد از آن قرب محمد را۔ ذوق و وجد این فقیر را گرفت و می گوید کہ شاطف محمد بود و شاقرب محمد بودہ اید و این ہر دو بصورت بزرگان ماورالنہر بودند۔ وہم وے گفتہ۔ شبے در خواب دیدہ بودم کہ این چنین دعا باید کرد۔ الہی بحرمت محمد نقشبند و صاحب محمد نقشبند۔ (و) باین آیت شاہ می شود۔ ”و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً...“ تا قدیر۔ وہم وے گفتہ کہ شبے عبدالحکیم را در خواب دیدم بحجت دفع بیماری و سواس کہ ماہہ اضعف دست و جازت داد کہ پنجاہ مرتبہ سورہ فتحہ وقت سحر یا صبح ورد باید کرد۔ گفت کیے را شدہ بود خواندہ دفع شد۔ و گفت بروحانیت

حضرت النساء عالم فاطمہ زہرا ثواب آن یا بد گذارنید۔ وہم گفتہ کہ در واقعہ دیدم خود را سرو پا برہنہ شبانگہ در زیر وادی رگزار، خازدار و آفتاب در غایت حرقت تابان و از سوے آسمان می گویند مرا، بدین را ہے کہ تو میروی راہِ محبت است و ابو بکر صدیق بدین راہ رفتہ و من خوش و خرم و آزادانہ می روم۔

وہم وے گفتہ کہ شبے در واقعہ دیدم خود را در صحرائی بزرگ کہ عمارت ہائے کلدن و مصنف و ایوانہایش بلند و باغے عالی با طافت دارد۔ آن مقام، مقام بہشت بودہ است و من در آن مقام در آمدہ ام و یاران و منتسبان من ہمہ با من در آمدہ اند مگر یک تن کہ اورا نیافتہ۔ و در آن ایام او برقتہ بود از دنیا۔

وقتے در مبادی حال شیخ من بعیادت شیخ محمد قلی کہ بیماری تپ داشت، رفت چون وے را بسیار دوست می داشت و دارد۔ متوجہ وے شد و تپ وے بر خویشتن گرفت در لمحہ وے بصحت رفت، برخاست و شیخ من با تپ بخانہ آمد۔ آن شیخ محمد قلی گفت کہ روزے ہند وے بد طینست مردم آزار کہ خلقے از دست او بجان آمدہ بود و در پیش شیخ من گستاخانہ فرا آمدہ ہے بے ادبی تمام بایستد من بغضب در آمدہ دست بخشیر مردم خواستم کہ بروز نم شیخ من فرمودہ چند روز صبر باید کرد تا چہ شود۔ بعد روزے چند آن ہند و را با جمع را چپوتانہ کار افتاد، کشتہ شد، بچشم رفت۔ روزگارے حافظ مہر علی کہ از یاران شیخ من بود سفری شد، در سنجہل شنید کہ در فلان صحرا قطع اطریق راہ می زنند متالم و متامل شد خواست بیشتر نرود۔ شیخ مر بخواب دید کہ حافظ را در حمایت خود گرفتہ گفتہ بدان پائے کہ قصد داری برو مترس در جائے خطرناک کیت

سوارے تیر و کمان بدست گرفته از دست چپ پیش خوابد آمد از (نگرانی) او
 سلامت خوابی گذشت۔ ازین خواب قوتے بدش پیدا آمد و روان شد و رہمان
 صحرائے مخی طرہ سوارے بہمان کیفیت در پیش آمدہ سو فر تیری بزود داشته بے بیج
 مزاحمتے از آن جا در گذشت و بحفاظت و بسلامت بمنزل منصور رسید۔ وقتے شیخ
 من در باب درویشے مستحق، رقعہ بحاکم دہلی نوشت و آن مردے بود پر از نخوت و
 جاہ و مغرور بقرب بادشاہ۔ گفت ما معتقد این جماع نیستیم و رقعہ بینداخت چون این
 حرف بشن من رسید دلش بگرفت و بدر آن ایام آن حاکم بیمار گشت و اہل وے
 چون بیشتر درین چنین امورش شیخ من رجوع آوردہ و شیخ من بحافظ موسی کہ مخلص
 است و یگانہ و نیک طبیعت یکے از خدام، امر با عمال و توجہ کردے۔ مقصود
 حاصل گشتے، این بار ہم رجوع آورد و حافظ صادق کہ از یاران خاص شیخ من
 است بامعنی، و ذکر وے خوابد آمد۔ درین باب (سفارش) نمود۔ ہایشان شیخ من
 بیچ نہ گشت وے مکرر سرد۔ باز تنخل و رزید چون موکد شد فرمود کہ این بار وے بر
 نخواستنی است و وے اندر آن مرض جان و دے۔ وقتے خادم شیخ من در باب ادک
 وے از دستور بادشاہ سندے درخواست دستور گفت۔ ما این را نمی فہم و تا مشخص
 نشود سند نمی دہم۔ خادم حقیقت حال، آمدہ بوے گفتہ ازین معنی تغیرے بوے راہ
 یافتہ و گشتہ در گور خوابی فہمید۔ در ہمان ایام آن دستور بہ بیماری سخت بیمار گشت و از
 دنیا در گذشت۔ یکبار بل دنیاے گلہ شیخ من بانیاے کلان کہ از قرباے وے
 بود۔ نمود۔ چون شیخ من شنود فرمود وے در روز کے چند رفتنی است و در ہمان

مدت متعلقانش زہر دادند۔ بختی تام زود جان داد۔ روزے خادم شیخ من در بیشہ
افتادہ ناگاہ بشرے غم ہندہ از پیش وے برخاست و قصد وے کرد۔ ازین حال لرزہ
باند امش در گرفت۔ وے شیخ مرابشفاعت یاد آورد۔ درین اثناء صورت مبارک شیخ
من حاضر گردید۔ وے را سلامت در گذر نید۔ شیخ نظام الدین گوید کہ من در
خدمت خواجہ خورد (خرد) حاضر بودم۔ روزے یکے از بزرگ زادگان شہر دہلی شیخ
من نوشت کہ اگر دستورے دہند بخدمت شایقے از عربی گذرانند شود۔ وے
در حاشیہ آن رقعہ نوشتہ فرستاد کہ تا نصف ماہ رمضان توقف باید کرد۔ بعد از آن انچہ
ہست بظہوری آید و این حرف در اوایل رمضان بوقوع آمد و پس از روزے چند آن
جوان گفتہ فرستاد کہ تا نصف رمضان را چیست نذر کہ بتوقف اشارہ رفت و نیز وے
حمل برگزشتن از دنیاں بخاطر آورد۔ وے گفتہ این چنین بخاطر رسید۔ آخر الامر
در چار و ہم رمضان آن جوان برفت از دنیا در سال ہجر و ہفتاد و سہ
(۷۴۰ھ / ۱۶۶۳م) شبے در باورچی خانہ شیخ من آتش افتاد و ہر چہ در آن خانہ بود،
پاک بسوخت۔ پس سرد شدن آتش صاحبے مسواک شیخ من ازان خاکستر سلامت
برآمد، و بیچریشہ ازان سوختہ بود۔ درویشے گفت کہ من در لاہور وقتے بیماری صعب
داشتم، امید از زندگانی برید و بودم آہ ہاے سرد از دل پر درومی برآورد متا شبے در خواب
دیدم کہ جمعے درویشان نشستہ اند و میان ایشان بزرگے باشکوہ مریع نشستہ، پرسیدم
کہ این بزرگ کیست و چہ نام دارد۔ گفتند خواجہ خرد است نقشبندی۔ چون باین نام
آشنا بودم بزرگستم و پاپاے وے در افتادم استعدا بدفع بلاے کہ داشتتم کردم۔ وے

دست خود بسر من فرود آورد و چیزے خواند و بر من دمید۔ چون بیدار شدم کلفت بدنی بالکلیہ رفتہ بود و بعد از آن درویش پیش شیخ من بدایلی آمدہ و این رباعی خواند

رباعی

بر پاکہ بخداحت رسد سر گرود مقصود دو عالمش میسر گرود
ما سیم و کیمیائید شہا ہر مس کہ بکیمیا رسد زر گرود
درویشے گشت کہ من سیر عالم بسیار کردہ ام و بسیارے از مشائخ کبار و دوستان حق
را در یافتہ، اما انچہ مراد در صحبت خواجہ خرد ظاہر شد از کیفیت و وجد و حال پنج جا ظاہر
نشد و نیز گفت کہ روزے از سفر در آمدم و صحبت دے رسیدہ و سلام کردم و دے بہنسم
دری نگریت و گفت۔ پیشتر آئی، رستم۔ دے چیزے می خواند، آواز بگوش من رسید
حال من متغیر شد بروے در افتادم و از خود رستم و چون با فقت آمدم دے برخاستہ و
رفتہ بدو۔ تشخیص کریم زمان غیبت را کہ چار گھڑی بیش گذشتہ و آن حال را مدت
مدید کشید۔ ہم آن، رویش گفت کہ وقتے در سفرے بودم تا چار کس بنا گاہ جمع از
تحت آتش قیقاہ بر شدند ہمراہان مضطرب گشتند۔ حرامیان گفتند ہر چہ دارید ہما
بد بید و آرزو رکب ز شاخوانیم رفت۔ تا حیران ایستادیم۔ درین اثناء من متوجہ
بجانب خواجہ خرد شدم، دیدم کہ دے در پیش ایستادہ است و غضب تمام بر آن
ساخت می نمود، ہمہ آنہا متفرق شدہ می نختند۔ ماہارستگاری یا تقسیم۔ خواجہ سلام اند
پیش من گفت۔ بار دوم کہ من با پدر خود بلا ہو ر رستم سخت پیہر فدا دم، مشرف

بر موت گشتم خواجہ کلمۃ اللہ برادر من از مشائخہ این حال بغایت مضطرب شد۔
 درین اثناء پدر من از در آمد و بر من بایستاد و چیزے خواند ذر لمحہ بے تکلف
 برخاستم بتعظیم وے۔ وے ہم گفتہ روزے عزیزے پدر من گفت کہ دیروز پیش
 فدان فاضل قرآء بودم پرسیدم کہ در باب مسئلہ وحدت وجود چہ می گوی؟ گفت۔
 گمراہان شدہ چند برین رفتہ اند و سررشتہ دولت سعادت از دست دادہ۔ گفتیم۔ در
 کلام بسیارے از اکابر ادبیاء این سخن واقع شدہ است۔ و مشرب مولوی جامی ہم
 ہمین است۔ قرآء گفت۔ گفتہ جامی خامی چہ اعتبارے دارد از شنیدن این حرف
 تغیرے در چہرہ پدر من پیدا شد و تا دیر سخن نگفت پس گفت۔ ما وے را محضرت مولا
 جامی سپردم کارے وے ساختہ خواہد شد۔ در ہمان ہفتہ بے آنکہ یہ رشود آن قرآء
 بُرد۔ وقتے جوانے از مریدان شیخ من، زن خواستہ است و اندر آن کار در ماندہ
 شد۔ ہر چند او یہ باہ خوردہ و علا جہا کردہ مفید نہ گردید تا دو سال کشید۔ روزے از
 سر مہربانی، وے بآن جوان گفت برو بزن بخواب۔ از بس کہ خجالتے کہ کشیدہ بود
 راضی نہ شد۔ آخر بمبالغہ تمام، جوان را فرستاد و در ویش را فرمود۔ امشب مراقب
 ہنشین و متوجہ شو۔ خود ہم متوجہ شد نماز باہر خبر رسید کہ فتح شد۔ سید غلام محمد امر و بگی
 (امرو ہوی) کہ از خلص تلامذہ و اجلہ اصحاب شیخ من است و یہ وقتے سید و سال
 محمد برادر خرد من بیمار شد در دہلی۔ صبیح حاذق ہر چند علاج وے کردند ہیچ سود مند
 نیامد آخر ہمہ اطباء دست از وے برداشتند و مرض وے را مرض اخیر انگاشتند۔
 چون ما با از زندگانی وے نومید گشتیم۔ بنا گاہ روزے خواجہ خرد شریف آوردند،

عیادت بیمار کردند۔ من حقیقت حال بالی ح و عجز تمام بے قیاس عرض نمودم ساعته متوجہ نشستند آخر فرمودند، آب گرم بخورانید بہ خواہد شد و از فرمودہ ایشان چون وے را آب گرم خوراندہ شد۔ در همان وقت تخفیف در وے بہم رسید و در روز سوم نیک بہ شد۔ وقتے من در خانقاہ شیخ خود بیمار افتادم اما اندرین بیماری ہر روز چہارونچ بار کہ وے می آید تعظیم وے برمی خاتم آخر شبے حال خود نیک دیدم چنانچہ ہدیہ ان گنتی گرفتہ چون شعوری آمد با خودی گفتہ کہ وے را طلبید و بگویم کہ شیخ! عمرت در از باد۔ زمینے کہ برائے خود اندیشیدہ چون من بروم پائیٹ آن مرا دفن کنی۔ چون صبح شد وے بر سر من رسید و توجہ فرمود تخفیف یافتہ و بہ شد۔ پوشیدہ نمازد کہ آنچہ دیدہ ام، ہم خورق و دات و احوال و قبال شیخ خود از مبدی حاکم از محاسن شیخ شنیدہ و از تصنیفاتے کہ بعضے این مطلب اور ضمن ذکر شیخ من نوشتہ اند بر چیدہ امر بر وجہ تفصیل جملہ درین باب نویسم کتاب بطول می کشد، کام آن ر بر وقت دیگر موقوف داشتہ می آید و امید از عنایت حق سبحانہ تعالی آنست کہ ہمین مطلب را در وقتہ بعدہ تفصیل تحریر در آرم اکنون آنچہ مقصود از تحریر این کتاب است آنکہ بچہ انتصار بہ بیان درمی آرم۔ اللہ ولی التوفیق و بہ نستعین۔

چون در میان بنام رو بہ فتا و وسہ رفتن من بدلی پیش شیخ خود از سبب مانع قوی میسر نشد، آخر رتاریت یازدہم ربیع الآخر از ساب مذکور، وے از را دلطف و کریمہ مستجمل تشریف ارزانی فرمود و مرا نیک بنواخت۔ مصرع

”شہان چہ غیب گر بنوازند گدار“

و بیک ماہ و یک روز بغریب خانہ گذرانندہ، باز روانہ بدہلی شدند۔ من (ہم)
 تا بحسن پور رفتیم۔ وقتے کہ مراوداع کرد۔ بکائے بسیار بے اختیار بر من غالب آمد
 چنانچہ نفس اندر گلوگرہ می بست، آخر سر این گریہ غیر معبود معلوم گشت کہ در سال
 دیگر شیخ مرا چندین مراض لاحق شد و باوجود آن از طریقہ افادہ کہ بابل فضل و
 مستعدین ین راوی رسانند متوجہ بودہ است و در آن مدت مکرر می فرمود کہ ما
 اندرین نزدیکی از دنیا می رویم مستمعین ازین حرف در اضطراب می آمدند۔ و لا ساء
 و تسی شان می کرد و می گفت کہ این حرف بغرض راہ نمودن (بہ) صبر و رضای
 گویم۔ خاطر را سراسیمہ نہ سازند و پسران خود را طلبید و ہر کدام الطاف و اعطاف
 می فرمود۔ روزے صباے پسران خود را طلبید چون خواجہ غلام بہاء مدین نزدیک
 ترمی باشند زودتر رسید۔ وے را فرمود۔ بیا پیش ما و فرمود انچہ از خواجہ بیہ نگ و شیخ
 حمد (سربندی) و خواجہ حسام الدین و شیخ اتدد و بہار سید و است بتو بخشید۔ وے
 گفت، من تصدق شامی شوم چہ می فرمایند (وے گفت) قبول باید کرد۔ تا وے
 خود پاپے پدر خود مایید و گفت آنچہ می فرمایند۔ ما قبول کردیم و بہر آن وقت کاتب
 ین حروف را بیا آورد و فرمود ما از وے راضی ایم، از وے فعلے کہ نامرضی باشد
 بنظہور نیامدہ است۔ و ہم فرمود کہ وے پس از رفتن مادر ین جا خوابد آمد و در آن
 ایام در سنجھل تا سہ شب شیخ من مرا متصل بنواب آمد و دست مرا می گرفت و می
 گفت۔ "خاطر خود جمع دار کہ با تو کار ہادر پیش است و نصائح ین را می فرماد،
 چون در حال حیات خود۔ مرا چند کثرت فرمود و بود کہ چون من بروم تو ینان و انیش

بہل خواہی آورد من می گفتم کہ من میخواہم کہ بحضور شما روم وزمینے کہ برائے خود
 اختیار کردہ اند پائین آن دفن کنند۔ ازین حرف می فرمود (کہ باتو کار ہادر پیش
 است)۔ ہم چنین وصایا می فرمود۔ آخر الامر وے دوروز از خانہ نہ برآمد و ہا مردم
 اندرون وصایا می فرمود و کلمات مسنون مثل ”امنن باللہ و غیر ذالک“ از
 کلمہ طیبہ و اسم ذات بر زبان می راند۔ چون پیش از رفتن بعض عزیزان شنیدہ بود
 کہ بے خودی از دنیا رفتہ بودند می فرمود کہ ما رفتن از دنیا خواہم نمود کہ چہ
 طور است۔ آخر روزے صبح فرمود کہ طعام وافر پزند و بفقرائ قسمت کنند چون
 چنین کردند۔ وے کلمہ طیبہ اسہ مرتبہ بر زبان راند و گودری بر سر گرفت و گفت البتہ
 در روزہ شند۔ حاضران دانستند کہ بآرم استراحت دارند چون بعد بحدیدند وے
 بخند و اصل گشتہ اند۔ رحمة اللہ تعالی رحمة واسعة۔ خواجہ غلام بہاء الدین
 گوید کہ من نعلش پدر را یک پایہ گرفتہ می بردم چون نزدیک بطنقہ خواجہ بیرنگ رسیدہ
 مع من مردم کہ ارواح طیبہ حضرات (نقشبندیہ) استقبال کردہ اند و هجوم آوردہ
 بہت تابوت بر تن من بہادیم پدر را دیدم کہ نزدیک مقبرہ خواجہ بیرنگ نشستہ
 و متوجہ است۔ می گوید کہ اسے صاحب در آن وقت من بے خود شدہ بودم چنانکہ
 خود را مطلق نمی یافتہ و در برابر قبر خواجہ بیرنگ بطرف مغرب مدفون ساختہ و آن
 تاریخ بہست و پنجیم روز چہارشنبہ ماہ جمادی الاولی از سال ہزار و ہفتاد و چہار بودہ
 است (۱۰۷۱ھ) و عمر شریف وے شصت و سہ سال و دو ماہ و نوزدہ (یوم) بود

چون این خبر جہانگاہ سنبھل رسید چند روزے من دیوانہ وار مسلوب العقل اتا دہ بود و
 این جہاںس دراز است۔ القصہ شب اول عبدالوہابی پسر خرد من در خواب دید کہ شیخ
 من در باغیچہ کہ یک ماہ و یک روز ماندہ بود بصورت خواجہ نقشبند با لباس فی خرہ ایستادہ
 است و ہمدراں حال می بیند کہ بصورت خواجہ بیرنگ برآمدہ است۔ و بعدہ بصورت
 خود ظہور فرمودہ و وصایاے معارف می فرماید۔ و کاتب این حروف چون بعد وصال
 شیخ خود بزیارت مرقد منور بدہلی شدم و نزدیک قبر مبارک نشستم طرفہ چالے پیش آمد
 چنانچہ کہ در آن وقت خود را فی مطلق می یافتم و صورت مبارک شیخ خود را در پیش خود با
 بشاشت تمام دیدم پس از آن سنبھل رفتم و از شبہاے بسیار شیخ خود را اندر خواب دیدم
 و ہر مرتبہ بطنے و عنایتی کہ در حالت حیات از وی یافتم، یافتم و تفصیل آن خوابہا
 دراز است و تواتر شیخ من بعضے عزیزان چنین دریافتہ اند ”بہ نقشبند ثانی“
 (۱۰۷۴ھ) این فقیر گفتہ ”خواجہ ماہ عرف پابند شیخ محی الدین بود“ (۱۰۷۴ھ)

شیخ احمد سرہندی

از اجلہ اصحاب خواجہ بیرنگ است۔ جامع بودہ میان علوم ظاہری و علوم باطنی،
 صاحب احوال عظیمہ است۔ وے لسان الوقت بودہ۔ مکتوبات وے عجائب

۱۔ معروف بہ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی ابن شیخ عبدالحق درویشی۔ احمد نام ”بدر الدین“
 لقب، ابوہرکات کنیت، امام ربانی عرف، ولادت ۱۳ شوال ۹۷۱ ہجری ۳۶ رضانویہ
 ۱۵۶۳ میلادی وفات ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ ۱۰ دسمبر ۱۶۲۳ میلادی مزار مبارکش در سرہند (پنجاب)
 آن را نخستین بار مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ”مجدد الف ثانی“ گشتہ ست۔

وغریب بسیار دارد کہ عقل از ادراک آن عاجز است۔ وے واقف اسرار الہی است و مورد فیض لامتناہی۔ شیخ من گفتہ کہ وقتے شاہ کمال کی عقلی کہ از کاملان وقت بود بسر ہند آمدہ و در ان زمان شیخ احمد چند ماہہ بود پدرش شیخ عبدالاحد وے را در نظر شاہ آورد و شاہ وے را قبول کردہ و فرمودہ: ”وے فرزند ماست“ و آب و بان مبارک در دہن وے انداختہ۔ از آن باز وے کشای شبہا یافت۔ وے شیخ، شیخ من است۔ مریدان کمال بسیار دارد، قادر کار شیخ من و در فراست شیخ من (فریفتہ اوشد)۔

شیخ من گفتہ کہ من دواز دو یا سیزدہ سالہ بودم کہ شیخ الہد او بے سابقہ طلب مرا متعین ذکر فرمودہ و آثار جمعیت پیدا شد چون مکتوبات شیخ احمد دیدم میل دیدن وے بہم رسید۔ و روان شدم و در ہر منزل، وے را بخواب می دیدم و مہربانیہا می یافتم، چون داخل سر ہند شدم کیفیت غلبہ سرد۔ چون بیدار وے مشرف گشتم حالت عظیم و کیفیت بزرگ ظاہر شد۔ اول چیزے کہ بعد از کشف صور یہ ظاہر گشت، توحید بود و در توحید مراتب بسیار است و از صحبت وے اکثر مراتب ظاہر گشت۔ در یہ ولایت محمدی کی حاصلش محبوبیت یا ولایت موسوی کہ عبارت از محبتے است جمع شدہ و باین اجتماع حجاب غریب بہم رسیدہ۔ شعر

از ان ایون کہ ساقی در مئے افلند / یغان را نہ سر ماند نہ دستار

و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ ظاہر عارف مشرک و باطن عارف موحد (بود) و ہم شیخ من گفتہ کہ وے فرق می کرد میان خطرہ قلبی و خطرہ دماغی و در انوقت تحقیق

ازوے شنودہ شد بوجدان یافتہ می شود کہ خطرہ از و مانع بجانب دل می آید و در آن نواحی دل گم می شود۔ و وقتِ رخصت بدہلی این اجازت نامہ نوشته داد۔

”الحمد لله و السلام علی عبادہ الدین اصطفیٰ اما بعد!
فان الولد الاغر الا مجد والا کرم، الارشد محمد عبد
الله لما سلك طريقه اولياء الله و وصل الى مقاماتهم
العلی من طريقه اندراح النهاية فی البداية آجزته لتعلم
هذه الطريقة العلیہ النقشبندیہ کما اجازنی شیخی و
مولائی قدس سرہ، المسئول من الله سبحانه استقامته
علی جادة اکابر هذه الطريقة العلیہ. شکر الله تعالی
سعیهم و السلام علی من اتبع الهدی ولده متعابرة
المصطفی علیہ و علی جمیع اخوانہ و اتباعہ الصلوات
والتسلیمات العلی والتحیات والبرکات.

کہ (طریقہ آن ہا) وراء سلوک و جذبہ است و وراء فن و بقا است
مخصوص بان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و از برست صحبت آن حضرت در
اصحاب ایشان بروجہ اتم آن نسبت ظہور کردہ و بزرگانے کہ گذشتہ
انداز آن نسبت خاصہ کمترے بہرہ داشتہ اند۔ بعد از ہزار سال بہمان
نسبت آن حضرت از ظنیل ایشان بروجہ اتم و اکمل در ما ظہور کردہ۔

و در عقب آن (اجازت) نوشتہ کہ وقتے کہ من در صحبت خواجہ بیرنگ بودم آن
نسبت ظاہر شدہ بود و ایشان قبول فرمودہ۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ اگرچہ

حقیقت مارا با حقیقت کعبہ اتحاد واقع شدہ (است) اما صورت، مشتاق صورت است و حج بر ما فرض شدہ اما رسیدن آنجا دیدہ نمی شود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ روزے رابعہ بصری را در واقعہ افضل مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اے رابعہ مارا دوست نمی داری؟ گفت یا رسول اللہ محبت حق سبحانہ چنان در دل من جا کردہ است کہ محبت شمارا گنجائش نیست و حال من وقتے بر عکس این بودہ و از سخن رابعہ بوے ز نقصان می آید و حال من اصست و بوے کہاں دارد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ یا دداشت عبارت از دوام تجلی ذاتیت کہ شیخ ابن عربی آن را برقی گفتہ۔ و (از) دوام منع کردہ چنانچہ در رسالہ ”فصوص“ نوشتہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ مرا خطرہ از دماغ نیز بالکل مرتفع شدہ است۔ شیخ من گفتہ کہ از بعضی کلمات دیگر شیخ ابن عربی جواز دوام نیز مفہوم می شود۔ ہم شیخ من گفتہ کہ در صحبت شیخ خود چون سیر من بمرتبہ وحدت رسید آن جا نہایت قرب یافتم۔ و زن جا ترقی شدہ بمرتبہ احدیت رسیدم، درین مرتبہ اقربیت یافتم کہ تنزیہات شرعی بروجہ اتم ظاہر شد۔ درین مقام شیخ حمد گفت کہ چون مارا از مرتبہ علم کہ وحدت است عروج واقع شد اما شاء اللہ، بعد از تنزل دیدم کہ شیخ ابن عربی در مرتبہ علم کلبہ ساختہ و نظر فوق وارد و امید چنین است کہ آخر ہا از مقام فوق بہرہ یافتہ باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ ”ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکس ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“۔ علوے کہ تعلق بمقام فنا فی اللہ و البقا بہ داشتند حق سبحانہ عنایت خود متکشف ساخت وہم چنین معلوم کردم کہ وجہ

خاص ہر شے چیست؟ وسیر فی اللہ بچہ معنی است؟ و تجلی ذاتی برقی چہ باشد؟ و محمدی
 المشرّب کیست؟ و امثال آن۔ و در ہر مقامے لوازم و ضروریات آن را می نمایند و
 می گذرند و کم چیزے مانده باشد کہ اولیاء اللہ آن را نشان داده اند (در راہ)
 فرو گذارند و نمایند قَبْلَ مَنْ قَبْلَ بِلَاعِلَیۃ۔ ہم چنان کہ ذوات اشیا را مجعول
 میدانند اصل قابلیت و استعدادات را مجعول و مصنوع می داند، او سبحانہ محکوم
 قابلیت نیست۔ و نشاید کہ چیزے برو حاکم باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے
 گفتہ۔ ”و اما بنعمت ربک فحدث“۔ این درویش در حلقہ یاران خود
 نشسته بود و نظر بر خرابی ہائے خود داشت و این نظر غالب آمدہ بود بحدیکہ خود را بہ
 بے مناسبتی تام باین طائفہ می یافت درین اثناء بحکم من تواضع لیلہ رفعہ اللہ۔
 این دور افتادہ را از خاک مذلت برداشتند و این نداد را در سر او در دادند کہ غفرت
 لک و لمن توسل بک الی بوسط او بغیر و وسط الی یوم القیامۃ و
 بتکرار این معنی نواختند بحدیکہ گنج نش ریب نما ند ”والحمد للہ حمداً کثیراً
 طیباً مبارکاً علیہ“۔ بعد از ان بافتشائے این واقعہ مامور ساختند

اگر بادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سہلت ممکن

ان ربک واسع المغفۃ۔ پوشیدہ نما ند کہ غفلت عارف نہ چوان غنمت غیر
 عارف است۔ چنانچہ در کتاب ”نجات الانس“ می آرد کہ شیخ الاسلام گفت از ابو
 عبد اللہ خفیف پرسیدند کہ تصوف چیست؟ گفت۔ وجود اللہ فی حین الغفلۃ
 ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ ”بفصوص الحکم“ میل خاطر داشتند و

مطالعہ می فرمودند۔ روزے می گفتند کہ مردم درین گمان خوابد بوند کہ ما از ”فصوص“ فائدہ بری داشتہ باشیم مقصود این است کہ سرعتی خود را غافل سازیم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ در خانہ کہ خواجہ بیرنگ نشستہ می بودند کیفیت بنوعی ظہور می کرد کہ مستقیہان چون در آن خانہ می درآمدند گمان می کردند کہ گویا در پافتاوند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند کہ بر ما خاہر شدہ کہ از شما سلسلہ باقی خوابد ماند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بتقریب بیماری دراز کہ مرا واقع شد و بامتداد می کشیدی فرمودند کہ شما دائرہ بیعت را وسیع ساختند، ضعیف شد۔ گفتم۔ تا بدستہ نیمہ پیر نگروند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ پدر وے شیخ عبدالاحد از اصحاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی بود۔ وہم در زمانش سرآمد ہند بودہ۔ و در سال نہ صد و نو و ہشت (۹۹۸ھ) برفتہ از دنیا پس او شیخ من بشیخ احمد سرہندی نوشتہ دو ہرہ

احد ہوت شش میم پرت مورت ہوئی ویکھو کہت کوئیں پر بھوکھو تر روپ موی
و من در اوایل ہادر منقبت شیخ خود خواجہ خورد (خرد) این شعر ہندی گفتہ ام۔ و دہرہ
بہو احمد پیہ بدہ جنس چھاتہ تن مانہ ہنس پر کنہ موتھ پر کہو احمد کو بر چھانہ
شیخ من گفتہ کہ من پیش شیخ خود بود بسر ہند روزے بسیر باغ حافظ رحمت شدم و
در آن جاتپ بر دم و حرارت طلب کرد۔ باز قصد صحبت شیخ نمودم، دیدم کہ پیش من
برآمدہ است و منتظر ایستادہ، مرا اندرون برد و متوجہ من شد، در لمحہ تپ بر طرف
گشت۔ وہم شیخ من گفتہ۔ ضعیف ہم برآمدہ از آن بعد مرا در وقت مشغولیت در
مجت شیخ کیفیات و احوال بنوعی ظہور کردہ کہ گویا صاحب مترشح در بار آن ہمہ

جہات را در گرفته۔ وفات شیخ احمد بست و نہ صفر سنہ ہزاروی و چہار است
(۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ / یکم دسامبر ۱۶۲۴م)۔ قبر او در سر بند است۔

الموت هو الجسر یوصل الحبيب الى الحبيب

تاریخ ویست و مریدانے کہ از حضرت شیخ احمد سر بندی مستفیض اند امروز در تمامی
ہندستان بلکہ در دنیا برتر از دیگران و اسبق اند۔ چنانچہ ظاہر است۔ شیخ من گفتہ
کہ من وے را پس از وفات بخواب دیدم، پرسیدم کہ با منکر نکیر چہ معاملہ
گذشت۔ گفت۔ منکر نکیر آمدہ پرسیدند کہ ”من دیک“، گفتم نمی بیدایں دریا
را کہ جوش زدہ می رود۔ بعد ازین سرنگون برگشتند۔ روزے من در آوان شباب باد
و دوستان سید فیروز و شیخ مصطفیٰ بر بام مسجد فرید آباد نشسته بودم، دیدم کہ بزرگے با
طلعت نورانی از مسجد بر می آمد۔ سید گفت شیخ احمد سر بندی ہمین است۔ من بے
اختیار از آن جا فرود آمدہ بر دویدم و پاپوس وے مشرف شستم وے بہر دو دست
مبارک سر مرا برداشت و الطاف و مہربانی باے بسیار فرمود۔ امروز چہل سال پیش
است کہ صفائی طلعت منور وے در چشم منست و لذت دیدار پر انوار وے در دل
من همانا۔ و رابطہ اخلاص و اعطاء ارادت و محبت کہ نسبت صاحبان خواجگان مد فیو
ضہم قدس اند اسرار ہم واقع است بہر کتب آن نظر و فیض آن اتفات بود و باشد و
امیدی دارم کہ بدولت ہمیں رابطہ در زمرہ محبان و مختصان این مقربان عظیم الشان
محشور گردم ”بمنتہ و جودہ“ روزے در مبادی حال کہ بصحبت شیخ خود بودم
ذکرے از شیخ احمد بمیان آمد۔ شیخ من این قدر از عجیب و غرائب احوال وے

برگفت کہ سامعون متحیر ماندند کہ چنان احوال و مقامات از ہیج بزرگ در ہیج کتب تاریخ ندیده شد و از کس نشنیده شد چون شب رسید من نزدیک شیخ خود خواب شدم و شیخ احمد را در خواب دیدم با شان بس بزرگ ایستاده (است) و غایت تجرد و تفرد و حیرت و جمال از وے ظاہر است و در آن حالت نظرے خاص بر من انداختہ چنانچہ از اثر آن کیفیت عجیب روے داد و تادیرے کشیدہ و ہمدراں حال بیدار شدم و آن خواب را شیخ خود گفتم، گفت۔ مبارکت باد کہ ین خواب باعث قبول الہی است۔ پس از آن ہر گاہ مرا بر ہند سعادت واقع می شود، ہم بدانسان کیفیت و حال از مراقبہ قبر شیخ احمد ظاہری کردو۔

خواجہ حسام الدین احمد

از کبار اصحاب خواجہ بیرنگ و از عظمے مشائخ و کبرائے اہل تصوف است۔ سید این بزم نور و سراین طائفہ۔ لقب وے خواجہ ابرار است۔ نسب وے بمرج سلاسل خواجہ ابوالحسن بصری می رسد۔ خیر المقرین امام زاہد از اجداد مادری وے است۔ بعضے از آبائے کرام وے مصاحب و ہم نشین سلاطین تیموریہ بود و بعضے امرائے کار گزار نیز گذشتہ۔ مبارک شاہ نام یکے از اجداد وے پیش صاحب قرآن عزت و آبروے تمام داشت۔ چنانچہ از فرامین کہ بوے صادر شدہ ظاہر و پیداست۔ چون خواجہ ابرار پش سالہ شد والد وے میر نظام الدین احمد از وے

۱۔ این جا ز "صاحب قرآن" سلطان تیمور مراد است۔

پرسید۔ کدام چیز بہترین چیز است، اندر دنیا۔ گفت۔ یاد خدا و محبتِ او۔ و والدِ
وے میر نظام الدین احمد مشہر بغازی خان از امرائے اکبر بادشاہ بود و در علم و
دانش از اکابر سر حلقہ دانشمندان و علمائے وقت۔ چون میر وفات یافت در سال نہ
صد و نو و یک (۹۹۱ھ/۱۵۸۳م) یادو، بادشاہ خواجہ ابرار را مستعد و لائقِ خدمات
شائستہ دیدہ، خواست تربیت کند، وے را داخلِ امرء نمود۔ چون وے را داعیہ
این راہ پیدا شد خود را بدیوانگی زد و کار با مخلف رسم و قاعدہ فراموش کرد۔
روزے وے را بد آن حالت پیش بادشاہ بردند۔ موسم نوروز بود۔ دیوانگانہ این
طرف و آن طرف نگاہ کردن گرفت و این بیت خواندہ

این ہمہ طمطراق کن فیکون ذرہ نیست پیشِ اہل جنون
بادشاہ چون مطلع شد، این (بطور) خود دیوانہ شدہ است، رخصتش داد۔ وے از
قباپوشی برآمدہ عبا پوشے گشت۔ و بصحبت خواجہ بیرنگ در پیوست و در اندک فرصت
بمرتبہ کمال و تکمیل رسید شیخ من گشتہ۔ کہ وے گشتہ۔ روزے کہ بادشاہ مرا از
نوکری برطرف ساخت و جاگیر و منصب باز گرفت، آن چنان روزے با شادی
و انشراح ہرگز ندیدیم۔ شیخ من گفتہ کہ شاہ ابوالمعانی قادری در وقت ترک وے
بوے این بیت نوشتہ

در عالم پیر ہر کجا بر نائست عاشقِ یادا کہ عشق خود سودا نیست
و ہم شیخ من گفتہ کہ وے در مہادیٰ حل شے مصطفیٰ راصلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدہ
بود کہ بوے فرمودہ کہ پدیر تو مقبول است لیکن تو مقبول تری از خواہی شد۔ شیخ من

گفتہ کہ خواجہ ابرار اگر چہ از خواجہ بیرنگ مجاز بود و از ایشان مازون بود اما بمشیت و ارشاد متوجہ نشد۔ و بروجہ می زیست از روش حسن کہ باور کردن متصور نباشد با غلبہ بسیار عشق الہی و طغیان شیوہ محبت حقیقی کہ اگر اندکے از آن در دیگرے جا کند می رود۔ چنان و چندان (بہ) اعماب ظاہرہ و وظائف بدنی مقید بود کہ از ہیچ یکے از اقران وے دیدہ و شنیدہ نشد۔ زہے معیت استعداد ظاہر و قوت باطن۔ بعد از وصال خواجہ بیرنگ جانشین حقیقی او وے بود۔ وے از اقوی الکافیہ است۔ حال سرمدی بین درویشی و تصوف آن بود کہ وے دشت۔ تمام احوال وے با حوس نبیاء موافقت دارند۔ و زیادہ تر ازین منصب نباشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے یکے از خواص اصحاب خواجہ بیرنگ از احوال و کیفیات اصحاب جد گانہ پر سیدہ است۔ خواجہ بیرنگ بقرب ہر یکے لفظی فرمودہ اند و اور بوصفے و کمالے تعریف نمودہ، چون نوبت بوے رسیدہ بذوق تمام گفتہ۔ و اندوے جامع این ہمہ کمالات ست۔ و اختیار (نہ کردن) مشیت و ارشاد۔ اگر چہ وے را اجازت است۔ ظاہری شود کہ محظر بطریق نسبت وحدت وجود بودہ است از آن محبت کہ وے را با خواجہ بیرنگ بود، برجستہ شنیدہ و گفت۔ اگر من این سان بودہ در صحبت شریف آنچہ نا چیز یافتہ باشد ظاہری شود آن ہم داشتہ۔ وہم شیخ من گشتہ کہ روزے بتقریب خو جبہ بیرنگ میان خواجہ حسام الدین احمد و شیخ تاج الدین فرق می کردند کہ خواجہ در علم و معرفت زیادہ است و شیخ در حال و سکر۔ گفتم پس افضل کیست؟ گفت کہ صاحب علم و معرفت افضل است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ تاج الدین بآنکہ در صحبت شیخ الہہ بخش

در سلسلہ عشقیہ سلوک تمام کردہ بود بعد فوت شیخ خود از بلندی استعداد بوسیله ترغیب و معرفت خواجہ ابرار بصحبت خواجہ بیرنگ پیوست و در اندکے مدت بمراتب عالیہ و الطاف غیر متناہیہ مشرف گشت۔ و در اتحاد طریق و صحبت خواجہ بیرنگ مغبوط ہمہ اصحاب بود۔ بعد از وصال خواجہ بیرنگ بعد چند سال متوجہ حریم شریفین شد و یک قرن بیش آن جانب ہا بودہ و عالمے در صحبت وے اہل این طریقت و نسبت شد۔ وے شیخ حرم بود و از کبار صوفیہ وقت و صاحب تصانیف عالیہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ تاج الدین گفتہ کہ حقیقت کعبہ فوق حقیقت انسانیت و حقیقت محمدیہ فوق حقیقت کعبہ۔ شیخ تاج الدین بروز چہار شنبہ قبل از مغرب سیزدہم جمادی الاولی سنہ ہزار و پینجاہ و یک (۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱م) برفقہ از دنیا۔ و نوزدہم روز پنجشنبہ در مکہ معظمہ نزدیک حرم شریف در رباطے کہ خود ساختہ بود مدفون شد۔ یزار و یسوک بہ۔ شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار در خواب مرایا کردند و بیعت نمودند۔ چون خواہش طریقہ کردم۔ فرمودند کہ شامی دانید۔ وہم شیخ من گفتہ۔ در خواب دیدم کہ روے مبارک خواجہ ابرار چون ما و شب چہار دہ دمیدہ است۔ در آن وقت القا شد کہ دعاء چنین باید کرد۔ الہی بحرمت آن خاک کہ خواجہ حسام الدین احمد بر آن خاک قدم نہاد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ روزے از وے پرسیدم کہ بعضے از مردم اہل این راہ می گویند کہ سلوک ایشان تمام شدہ است۔ و حال آنکہ آن مردم را غیورے بدین نیامدہ چون (است) این معنی؟ وے گفت۔ مراتب فنا بسیار است۔ بر بعضے از مراتب آنہا راستحق ساختہ باشند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ از خواجہ ابرار پرسیدم کہ

محبت افضل است یا معرفت؟ گفت محبت افضل است کہ حق سبحانہ تعالیٰ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خود گفت۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ روزے از دے پرسیدم کہ از اصحاب ہیچ کس بر نسبت باطنی خواجہ بیرنگ مطلع بودہ و متحقق بآن نسبت گشتہ؟ گفت گاہے از من یا از شیخ تاج الدین از احوال کہ از موصوف خواجہ بیرنگ می رفتے می پرسیدند۔ ناچیزی گفتیم۔ آنچہ در باطن قلب مدفون بود غیر خدا کسے بروے اطلاق ندارد۔ بار بار خواجہ بیرنگ می فرمودند کہ بود در ہر سلسلہ کہ باشد از ما فیضے لائقے می رسد وہم ایشان فرمودند کہ قطب وقت را نیز از ما فیضے می رسد۔ وہم مشایخ سلسلہ مختلفہ نسبتہاے خود بخواجہ بیرنگ رسانیدند ایشان باین رعایت بہ طریق باقصی الوجود می کردند۔ وہم شیخ من گفتہ۔ در وقت وصال خواجہ بیرنگ خواجہ ابرار در آن وقت دیگر جرح ضرر بودہ است (بحالت استغفرق) خداوند پا دے در آن وقت بچہ خصوصیات (معدہ) فرمودہ باشد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ در آن وقت وصال دست خود را بروے خواجہ ابرار فرد آورہ و دست وے را بدست خود چنگ گرفتہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ مرتضیٰ سنبھلی گفتہ۔ کہ روزے ہمراہ خواجہ ابرار از آشیانہ شریفہ خواجہ بیرنگ بتلوع می آدم۔ سخن اندر توحید افتاد از وے توقفے کردن عیب نمود۔

پس ارکان زمان بزمانے سر کی نیست ازین معرفت از (باطن) وے بر من منعکس شد۔ در حیرت افتادم آن چہ بود این چیست؟ وے بجانب من نگاہے کرد و تبسم فرمود۔ از و این فہم کردم کہ بحسب خاطر آن چنان باید بود و بحسب باطن این

چنین۔ این همانست کہ در کتاب ”رشحات“ می آرد کہ خواجہ احرار قدس سرہ فرمودند کہ روزے بشیخ بہاء الدین عمر در آدم چنانچہ عادت ایشان بود پرسیدند کہ در شہر چہ چیز است گفتیم ”دو چیز“ فرمودند کہ امست۔ گفتیم شیخ زین الدین واصحاب ایشان می گویند کہ ”ہمہ از دست“ و سید قاسم و اتباع ایشان می گویند کہ ”ہمہ اوست“ شاہچہ می گویند؟ شیخ فرمودند کہ شیخ زین الدین واصحاب ایشان راست می گویند و در ایستادن تا دلیل گفتند بتقویت قول شیخ زین الدین۔ چون گوش در داشتیم ہمہ دلائل ایشان مقتوی سخن سید قاسم و اتباع ایشان بود۔ گفتیم این دلیل بارے تقویت سید قاسم و اتباع ایشان کند۔ شیخ تجدید بدلیل قوی تر زبان بکشادند ہم در تقویت قول سید قاسم و اتباع ایشان۔ درین محل بنی طر من افتاد کہ بحسب باطن معتقد قول سید قاسم و اتباع ایشان باید بود اما بحسب ظاہر خود را براعتقاد شیخ زین الدینیان فرامی باید نمود۔ انتہی۔ وہم شیخ من گفتہ۔ ”الحمد لله والمنّت“ این بندہ ہر چہ دارد از ایمان و حصہ از علم و طریقہ نیاز مندی بدرویشان بطشیل عنایت خواجہ ابرار دارد۔ بندہ رسالہ ”قدسیہ بہائیہ“ بر آن حضرت قرأت کردہ و اجازت ختم معروف خواجگان از وے دارد۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے از وے پرسیدند کہ فلان جوان را بدختر فلان میخوابند کہ نکاح کنند، رضا بست؟ وے گفت آن جوان فن سباحست نمی داند، ازین

رشحات عین الحیات رضوی الدین علی متخلص بہ صفتی ابن حسین بن علی کاشفی بہمنی۔ رشحات در احوال

خندان خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ / ۱۴۹۰ میلادی) و مناقب بزرگان سلسلہ نقشبندیہ در سال ۹۰۹ ہجری

۱۵۰۳ میلادی نگاشته است۔ صفی الدین صفی در سال ۹۲۶ھ / ۱۵۲۰ میلادی وفات یافت۔

حرف ساکنان بشکفت آمدند و بار دیگر ہم ازوے ہمان سوال کردند و ہمان جواب شنیدند۔ آخر نا فہمیدہ عقد بستہ شد۔ چندے (روز) نہ برآمد کہ آن جوان برائے غسل روزے بدریا جون رفت و غوطہ خورد و در آب برفت۔ چون عمر خواجہ ابرار شصت و شش رسید گویند۔ روزے بخواجه سراج الدین محمد پسر خود رفت۔ وقتے کہ پدر من از دنیا برفتہ بود، پانزدہ سالہ بودم و امروز تو ہم پانزدہ سالہ (است) اتفاقاً ہمہ رآن ایام در اکبر آباد بیمار شد۔ روزے کہ طاقبت وے بر سیدہ بود مولود خوانان را اشارہ نمود و در حضور نشاند و حسن و ایمان فرمودہ کہ این غزل را بخوانید و خواندند۔

این است غزل

اے دل من صیدِ دامِ زلف تو	دامِ دلہا گشتہ نامِ زلف تو
زلف تو بالائے مہ دارد مقام	پس بلند آمد مقامِ زلف تو
لائق رخسارِ گلرنگ تو نیست	جز نقاب مشک فامِ زلف تو
دادہ تشریف غلامی بندہ را	زلف تو اے من غلامِ زلف تو
رم کند از دامِ مرغان، وین عجب	جان بے آرام، رامِ زلف تو
بندشد در زلف تو دلہا تمام	دام و بند آمد تمامِ زلف تو
صبح اقبال است حال، ہر نفس	
بندہ جامی را ز شامِ زلف تو	

۱۔ ایں عبارت در نسخہ ندوہ بدین طریق است "بر بستر علامت افتادہ شرہ بخواندن غزل جامی کرد و خواندہ شدہ۔"

وہم در آن وقت یکے از خلفائے وے قاضی افضل کہ فاضل است، این بیت خواندہ است

دل آراے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند
از شنیدن این بیت وحشتے در پیشانی وے ظاہر شد۔ درین اثناء محمد دوست گفت۔
پنجاہ و شصت سال است کہ ایشان چشم از عالم بردوختہ اند۔ ازین سخن بشارۃ چشم
نعم گفت و اشراح در چہرہ وے نیک پدید گشت۔ دوم روز برفت از دنیا در غزہ
ماہ صفر از سال ہزار و چہل و دو (۱۰۴۲ھ / ۱۶۳۳م) لغش اوراپس از مدتے بدہلی
آوردہ و بجوار قبر خواجہ پیرنگ مدفون ساختند۔

”شیخ جنید“ (۹۷۷ھ) تاریخ ولادت وے گفتہ اند۔ تاریخ وفات وے من گفتمہ
کہ ”شیخ جنید ماکجا“ و این قطعہ نیز گفتم۔ قطعہ

سال ولادت بزرگ خواجہ حسام دین و حق شیخ جنید گفتہ اند بر حسب کماں او
روز وصال او بدہ شنبہ ۱۶ غزہ صفر ”شیخ جنید ماکجا“ گفت کماں سال او
در اوایل ہا کہ من خواجہ ابرار را در یافتہ لطف و عنایتے فرمود و از احوال من پرسید۔
شیخ ابا بکر (سنبھلی) کہ ذکر وے خواہد آمد گفت۔ لشکریست و چہنیں و چہنان۔ وے
از روے کرہ (خاطر) گفت۔ ”لشکری“؟ این گفتن وے گویا تیرے بود کہ در دل
من زد۔ و آن تیر غیر از روز ترک از دلم نہ بر آمد۔ روزے من بصحبت شیخ خود
بودم۔ وے در آمد و نشست و از شیخ من مرا پرسید کہ این جوان کیست؟ شیخ من

گفت یکے از نیاز مندان فقیر ست غریب و نامراد۔ من از غایت ادب سر بگر
 بیان فرو برده بودم۔ اے تیز تیز در من می دید و بذوق تمام این بیت بر من بخواند۔
 من از دے پیاد گر فتم

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظهر کل

شنیدن آن رسید آنچه بر دل رسید۔ امید بسیار قوی بهم رسانید۔ شیخ من در این م
 شباب بر بعضی از مواضع "تفسیر بیضاوی" شرح نوشته بود با حقائق و دقائق نیک۔ و
 بخواجه ابرار برده چون دے خواندہ خوشوقت گشتہ و آفرین با کرد و شکر خد و ند سبحانہ
 بجا آورده گفت۔ خواجم این عطا نیست محض از عطا باے الہی لیکن مصلحت نیست
 کہ روز کے چند این سخنان را با خود دارید و بکس نہ نمائید تا از شر العین عزیزان
 نا انصاف این روزگار فراغ حاصل شود۔ در بیان شر العین است این کریمہ
 "وَقَالَ يَابُنَيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَاَدْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ
 مُّتَفَرِّقَةٍ"۔ روزے پیش دے سخن اندر تصوف می رفت۔ وے بہ نسبت شیخ من
 گفت کہ ص این حقائق و دقائق برو جہ اتم از وے می توان کرد کہ این علم غریب
 صوفیہ متحققین با سر بانصیب دے گشتہ و امروز درین عرصہ جز وے پیدا نیست۔
 وہم روزے پیش دے سخن در ذات بحث می رفت۔ شیخ من گشتہ بے کہ از
 ذات بحث است یافت او واقع است اما دریافت آن ممکن نیست۔ وے بسیار
 محفوظ شد۔ درین اثناء عزیزے آمد درین مقولہ چیزے گفتن گرفت۔ وے
 گفت۔ باش باش، نیچہ باید گفت خواجہ برگفت، و آنچه بہست خواجہ نیک می داند، و

بس۔ شیخ من گفت کہ شیخ نعمت اللہ شیخی گفتہ کہ من بعد از وفات خواجہ ابرار را بخواب دیدم کہ انچہ از بدن وئے ظاہر است ہمین عبارات ہائے قرآن مجید ظاہر است کہ بمرقداو بمشک نوشتہ اند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ وقتے کہ من با جمیر بودہ ام خیمہ زدہ بزمینے نشیب۔ شبے مردے بزرگ نورانی از بالا گڑھ بزمینے کہ دران جا مرقد سید حسین ”جگ سوز“ است و شہدائے کبار بسیرا سودہ اند و قضیہ شان معروف و مشہور است۔ مرا اشارہ کندومی گوید کہ بالائے این مقام برائی من آن خیمہ را ویران ساختہ بشور بر آن گڑھ رفتہ ام و خیمہ برپا نمودہ۔ اتفاقاً ہمدراں شب باران سخت در گرفتہ و اکثر اشیاء متاع مردمان کہ در آن نشیب بودہ اند سیل در رہودہ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے شخصے نسبت چاہ فیروزی بوئے خرخشہ داشتہ کہ نصف چاہ از آن من است و نصف از آن تو۔ وے تحمل می کردہ آخر گفتہ کہ بہنم تا چہ شود۔ اتفاقاً ہم در آن ایام آن چاہ در ہم افتادہ است تا وے باتفاق شیخ زادہ ہائے خود از سر نو بر آراستہ است و از خرخشہ کسان فارغ شدہ۔

شیخ الہداد

از اعظم اصحاب خواجہ بیرنگ۔ در تہذیب اخلاق و تصوف باطن و دوام حضور رسوخ تمام داشت۔ صفائے وے بجائے رسیدہ بود کہ پیوستہ بار و اح مشائخ ربط می داشت و باندک توجہ ہر چہ کہ می خواست تحقیق می کرد و در استخارہ نیز روشے

خاص می داشت کہ در لمحہ رضا و عدم رضا معلوم وے می شد و در جمیع جزئیات کار ہاے طریق استخارہ مرعی می داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے را بخوارق نتوان ستود بلکہ خوارق را مزیت از التفات خاطر وے (است) وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتے کہ من اوایل وے را در غایت صلاح و سلامت و تہذیب صفات و استقامت (وقتے) کہ می دیدم می گفتم کہ کما اولیای ہمین است۔ پس از آن وے در صحبت خواجہ بیرنگ بس بالتر از آن فرارفت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بہ نسبت وے می گفتند کہ از غایت لطافت، وے فرشتہ است۔ خواجہ ابرار تقریباً بہادشہ صاحب قرآن ثانی در صفت وے گفتہ کہ وے اگرچہ درین عالم است لقا ازین عالم نیست از عالم دیگر است۔ پس از آن شیخ من بہ نسبت وے گفتہ کہ وے سراپا نور بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے بزیارت قبر خواجہ بیرنگ رفتم۔ ایشان از قبر بر آمدند بگفتند بسم اللہ۔ شیخ من گفتہ کہ بقاے انسانیت (بہ) بقاے حقیقت^۱ است و استغراق در وحدت کبریٰ۔ وہم شیخ من گفتہ کہ من روزے پیش وے نشستہ بودم و از دل وے ذکر اللہ اللہ بگوش سرنیکی شنووم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ از بس طافت و صفائی حال وے جمع کثیر را بحضور خود نمی طلبیدند و پر سیدن احوال حوالے بوے بود۔ وے تحقیق کردہ بعرض ایشان می رسانید و صاحب حلقہ وے بود۔ وہم گفتہ کہ وے گفتہ کہ یکے یاران خواجہ بیرنگ را دوسہ روز حال این چنین نہج بود کہ در آئینہ صور عالم بصورت آئینہ

کہ خبر نہان با خودی دارند بس عظیم مشہودی شد و روز مرہ آئینہ صورت حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم می دید و در او صور اصحاب کبار و دیگر بزرگان علی الترتیب و در خلف صوت حضرت خاتمیت صورت خواجہ بیرنگ (می دید)۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ بے رنگ آخر با بنش نفیس خودم متوجہ می شدند حوالہ ارشاد تکلفاء می نمودند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ در ان ایام خواجہ بیرنگ بیٹے را نزد خود طلبیدہ فرمودند، میان دو ابروے ما نظر کن۔ بجز دفتر کردن ذرئی و اثبات بدل او ظہور نمود و کیفیت غریب رونیداد۔ وہما نا این ذرا انعکاسی بود و خواجہ بیرنگ در آن وقت بزبان ذکر نہ کردہ باشند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می گفتند کہ شیخ الہدای از جلال محشی صاحب رسالہ قدسیہ علوم این حاکفہ کشف کردہ بود اما تحقیق حال نہ فرمودہ بود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بعضی آدمیان در حلقہ ذکر خواجہ بیرنگ در آمدہ می نشستند (ہم) بہرہ می گرفتند و آنہا را غیہ از ایشان کم کسی می دیدہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ مدت توجہ خواجہ بیرنگ از صبا تا شب دو سال بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ یکے از مشائخ شہر بہ خواجہ بیرنگ محبت تمام داشت و مورد تصرفت غریبہ گشتہ بود، عادت داشت کہ پیش از دیدن ماہ نو کسے را کہ یک ماہ او دیدن روے او بعد آوردن ماہ نو مبارک بودے پیدا کردے، بعد از آن نظر بہ ماہ انداختے۔ شب ماہی بود با اتفاق نظر بر ماہ افتادہ است بے آنکہ آن چنان کسے حاضر بودہ باشد مضطرب شد و خواستہ چشم پوشد تا گاہ صورت مبارک خواجہ بیرنگ را در ہوا مشاہدہ کردہ و ازین دغدغہ بر آمدہ۔ وہم وے خواجہ بیرنگ را در عرس شیخ نصیر الدین

چراغ دہلوی در زمانے کہ آن حضرت با کبر آباد تشریف بردہ بودند بصورت شاہبازے در کمال بزرگی دیدہ کہ در تمام مجلس ہال کشودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ از بعضی اصحاب شنیدہ شد کہ روزے خواجہ بیرنگ بر چار پایہ (استراحت می کردند و چادر) برد رند چون مدت مدید گذشتہ چادر بر خاستہ شد جز چار پایہ چیزے نبود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ عزیزے بود از موالی شہر بسن پنجاہ سالگی رسیدہ و درین مدت ہرگز بکارے کہ در میان مردوزن می باشد آشنانشد و درین سن بامر شیخ خود دخترے در نکاح آورد۔ ہر چند علاج کرد و ادویہ باہ خورد فتح نمی شد قریب یکسال گذشت و ادویہ مشروع و نامشروع باوجود نہایت تورع بکار بردہ فائدہ ظاہر نشد از غایت حیا قرار بر فرار داد۔ روزے این خن کسے بمع شریف خواجہ بیرنگ رسانید کہ وے از شرم می خود کہ از شہر آورہ شود۔ ایشان را بر حال وے رحم آمد فرمودند بیچارہ بچہ محنت گرفتار شد۔ روزے ایشان سوارہ براہے می گذشت ناگاہ آن مردو چار شد۔ چون عام بود بقصد تعظیم زمرکب فرود آمدند۔ وے بانیا زمندی بسیر دست پائے مبارک دراز کرد۔ در کنارش گرفتند دوسہ نوبت سینہ بر سینہ وے نہادہ چیتخن کردند و آہستہ بوشش فرمود کہ امشب ہر دو شاہر ہنہ شدہ بخواب روید۔ وے گوید کہ ہمہ لحظہ در خود قوتے مشاہدہ کردم و بابل خانہ بہ صد حیا و خجالت گفتم کہ بزرگے چنین فرمودہ است۔ بتہسمی واستہزا این مقولہ گفت۔ مصرع

آن ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

بمجرد امتثال امر خواجہ بیرنگ فتح شد و قوتے یافتم کہ تا مدت کم نشد۔ وہم شیخ من

گفتہ کہ در سال ہزار و پتجاه و یک کہ سال فوت شیخ الہداد است پیش از فوت بدو ماہ
 ایں بندہ را طلبیدہ لطفہاے تمام نمودند فرمودند کہ آنچه از خواجہ پیرنگ بہار سیدہ بتو
 گذرانندیم وہم چنین از الطاف غوث الاعظم و مشائخ چشتیہ بہا دارند بتو گذرانندیم
 رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ایں فقیر تواضع نمود و عنایت ایشان را بجان قبول داشت۔
 ایں فقیر الطاف شخی و مولای شیخ احمد (سرہندی) و عنایت و مہربانیہاے ایشان را
 یکے دانستہ امیدواری ہا برائے خود و برائے دوستان خود پیدا کرد۔ و آن کا غذا جازت
 نامہ رانجات خود یقین می کند۔ و آنچه مہربانی ہاے محبوب الکبار خواجہ حسام الدین احمد
 بر خود گمان می کند و امید ہاے کہ از انجا بہم رسانندہ اند، امید واریست الحمد للہ ثم
 الحمد للہ۔ کہ چون عنایات ایں چنین بزرگان شامل حال خود می یابم امیدوارم کہ
 مدت نیم چشم زدنے جہنم ندیدہ باشم و رحمت کردہ شدم۔ وہم شیخ من گفتہ کہ شیخ
 الہداد گفتہ کہ مرا اشارت بخواندن سورہ یسین شد با عددے معین و آن عدد گشت و
 تعین مواضع اجابت نمودہ و مرا اجازت خواندن آن داد و بشارت عظمیٰ بزرگان
 دے رفت و گفت نتوانستیم، تو بخوان۔ و ایں حضرت نوح (علیہ السلام) را در خواب
 دید فرمودہ قطب نوحی ہمین است۔ ہمانا کہ از آن مقام نصیبے داشتہ و از روحانیت
 اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم استفادہ داشت و می گشت اوس مرا خواجہ تشبہ
 تلقین نمودند۔ شیخ الہداد خواجہ خرد را اجازت دادہ اند۔ اجازت نامہ ایں است۔

۱۔ اسم مبارک عبدالقادر کنیت ابو محمد است۔ نسب ہوی الحسینیت۔ ولادت ۱۰۷۵ھ

۱۰۷۸ میلادی۔ وفات ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ میلادی

”بسم الله الرحمن الرحيم“

الحمد لله رب العالمين والصلوة على خير خلقه
 محمد وآله واصحابه اجمعين۔ اما بعد معلوم ہوا
 اخوان طریقت باد کہ بشارت نبی و اذن بزرگان قدس اللہ
 امرار ہم انچہ ز حضرت پیر و شکر قطب رفان و عثمان حضرت
 خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہ فقیر اہل درین راہ رسیدہ بود بفرزند
 عزیز خواجہ محمد عبداللہ را کشید و گذرانید ایشان را خلیفہ خود ساخت
 و وصیت نمود کہ بعد از من ہمہ مردم کہ من رہے طریقہ دارند (بأن
 عزیز رجوع نمایند) و اجازت بداد آن فرزند عزیز را کہ ہر جہتی را
 کہ بطلب بیعت مجر و یا بہ تعلیم طریقہ نشینند یہی رسد قبول نمایند و
 شجرہ بیان (سلسلہ) بدہند و نیز اللہ فی رکہ ز حضرت غوث
 الاعظم رضی اللہ عنہ باین فقیہ است بآن فرزند عزیز گذرانید و ہم
 چنین احوال و عنایت کہ حضرات چشتیہ دارند بآن فرزند گذرانید
 و وصیت نمود آن فرزند عزیز را کہ ہر جہاں بعد از من بفرزندان
 من و برکات من تحقق قرابت و رابطہ یقینہ محبت و رعیت و خدمت
 بر قدر قدرت و امتان مرق و رندہ از خدای خواہم کہ آن فرزند
 عزیز بر احکام شریعت و آداب صریقت و نور حقیقت استقامت
 بدہد و متانی و آلہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

تاریخ و ہازدہم شہ شعبان المعظم تحریر یافت

وہم شیخ من گفتہ کہ وے شے در نماز تراویح از مولود خوانے کہ بعد ہر تسبیح بخواندہ
انداین شعر شنیدہ است

جذبہ عشق رخس بر دز خود جامی را یاد آسود درین خواب گران تادم شور
بتواجد بر خاستہ است و گشتہا زدہ۔ خواجہ ابرار و دیگر بزرگان بتعظیم برخاستہ اندہ
کیفیت حاب وے در ہمہ حاضران سرایت کرد۔ شیخ عبدالحق دہلوی نوشتہ کہ خواجہ
بیرنگ می فرمودید کہ میاں الہداد مادر توجہ و حضور آب روان اند کہ ایستادگی ندارد۔
واز ہمہ یاران درین صفت منفرد و مختار اند۔ وفات وے بست و سوم ماہ شعبان
است از سال ہزار و چنبد و یک (۱۰۵۱ھ ۲۰ نوامبر ۱۶۴۱م) و قبر وے برصہ
خواجہ بیرنگ است و تاریخ وصال وے شیخ من "شیخ فانی" گفتہ است "من ہمدرد
سنجیل گفتہ ام بتوارد۔ قطعہ این است

جنید وقت طینور زمانی فرید نہ قطب الدین ثانی
جناب شیخ اللہ داد را بود بہ ہرے ہدایت میزبانی
مہ شعبان روز بست و سوئم شد از دنیا بہمک جاودانی
دریغ بچ کس از رفتن او بچہ رضوان نکردہ شد دہانی
چو پر سیدم ز دل تاریخ فوٹش ولم از غیب گفتہ "شیخ فانی"

۱۰۵۱ھ

وقتہ خواجہ ابرار را ہوائے شرمندہ خاستہ است و برائے استخوانین عزیمت بود
گفتہ۔ وے را در واقعہ این آیت ظاہر گشتہ "و جعلا من بین ایدھم سدرا"

من خلفہم سدا“ کیفیت را، خواجہ ابرار گفت۔ خواجہ ابرار تا با کبر آباد رسیدہ و دو سال آنجا گذرانیدہ و درین مدت ہر چند قصد سفر کردہ اما میسر نیامدہ۔ شیخ حسین سنبھلی گوید کہ محمد صادق۔ و ذکر ہر دو خواہد آمد۔ مدتہا آرزوے فرزند در سر داشتہ بہمن گفتہ کہ درین معنی یوے التماس نمای۔ من در وقت نیک یوے ملتی شدم۔ وے بعد از زمانے سر را فرا گوش من آورد و گفت با محمد صادق بگو کہ اگر در تقدیر است خواہد شد۔ و زیادہ ازین ہیج مگو، چہ بر من چنان ظاہر شد کہ ہیج فرزندے نصیب او نیست۔ باخر چنان شد کہ ہیج بچہ او بچہان نیامد و او از جہان بر رفت۔ گویند وے سرے از خانہ بر آمد و خواست کہ دورعت بگذار د قدم بر صف نہاد و جدا شد و بنی دم گفت نیک نگاہ کن آلائی کہ بصف رسیدہ است پاک گردان۔ تنخص کرد و گفت کہ ہیج نیست۔ چون موکد شد نگاہ کرد و دید کہ۔ کیلے زیر صف رسیدہ است زود دور کرد تا وے بر آن صف آمد و نماز گذارد۔ چون در اوایل ہ خوا جہ گاہے اہل خود را بلفظ دیوانی یاد می فرمودہ اند آخر با آن بی بی رانوسے از جنون بہم رسیدہ است۔ چنانچہ بسبب این (مرض) درشتی ہاے سخت می نمود۔ وے تحمل آن نیجے می نمود و سلامتی و مہربانی پیش می آورد کہ جز اہل کمال را میسر نبود۔ چون آن بی بی از دنیا رفت در سال ہز و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳م) من پیش شیخ خود بودیم برگور این مصرعے تاریخ ششم ”فانیہ رقتہ زین جہان بچنان“۔

۱۰۶۳ھ

ہم گمان پسندید۔

خواجہ عبید اللہ

معروف بخواجه کلان۔ وے برادر شیخ من است۔ صحبت داشتہ بخواجه حسام الدین احمد۔ عالم است بعلوم ظاہری و علوم باطنی۔ اخلاق سخت نیک دارد و فضائل و کمالات او بیش از حوصلہ بیان اند۔ تصانیف عالیہ از قلم وے ظاہر شدہ۔ بس باقیمت و ندرت۔ از جملہ مصنفات وے یکے ”طبقات حسامی“ است و بنام شیخ خود نوشتہ و در اندک مدتے با انصرام رسانید۔ بسا اسرار و تحقیق و بیان احوال مشائخ سلاسل مختلفہ بہ بسط تمام اندر آن ایراد یافتہ۔ اگر احوال مشائخ جملہ سلاسل را جدا جدا سازند چند مجلد کتاب بظہور می آید و اہل ہر سلسلہ را آن کافیت بتفصیل تمام۔ روزے وے مرا بخضور خود طلبیدہ و از راہ لطف و کرم آن کتاب را نمود۔ از بزرگی و کلانی او عقل و فہم حیران می شود و من بسیار مخطوط شدم و وے ہمیشہ بزاویہ ہمت و استقامت و معاملت قدم راسخ دارد۔ صفت کرم و جود ذاتی و یست و طریق غربت و شکستگی طریقہ اصلی وے۔ شیخ من گفتہ کہ در زمان وصال خواجہ بیرنگ وے دو سالہ بود و چہار ماہہ۔ وہم شیخ من گفتہ۔ کہ شیخ محمد ہاشم سنبھلی گفتہ کہ خواجہ بیرنگ می فرمودند کہ از ما چیزے یوے رسیدہ است و اشارت بخواجه کلان می کردند۔ وفات خواجہ بیرنگ بست و پنجم ماہ جمادی الآخر است از سال ہزار و دوازده

۱۔ محمد رضی الدین ابن عبدالسلام بدخشی حضرت خواجہ محمد باقی باندہ معروف بہ خواجہ بیرنگ (بے

رنگ) ولدت ۵/ ۵/ ۱۵ جولائی ۱۵۶۳ م در کاش۔ وفات ۲۵/ ۲۵/ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ

۳۰ دسامبر ۱۶۰۳ م در وہلی۔

(۲۵/ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ)۔ وہم شیخ من گفتہ خواجہ پیرنگ را با وجود بیماری ہائے مزمنہ دیرینہ کہ نظر بظاہر صحیح می نمودند تپے نیز لاحق شد۔ در مرض اخیر بودند ہمدراں مرض می فرمودند کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ بخواب آمدند و عنایات بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیرا بن پوشید۔ این واقعہ را فرمودہ تبسم کردند و گفتند اگر زندہ ماندیم ہم چنین کنیم والا کفن ہم پیرا بنی است۔ وہم در آن بیماری روزے بشیخ عبدالحق دہوی فرمودند کہ شب گذشتہ اضلاع بدن بغایت برہم زدہ شد و حالت نزاع بظہور رسیدہ۔ تا نیم شب این چنین بود آخر آرام شد۔ اگر مردن عبارت از نیست چہ نعمتی بودہ است کہ از آن برآمدن خوش نمی آید۔ بعد اتمام ”اسرارِ یہ“ خواجہ کلان بآرام و جمعیت برفتہ از دنیا در ہیزدہم جمادی الثانی از سال ہزار و ہفتاد و سہ (۱۸/ جمادی الثانی ۱۰۷۳ھ/ ۱۸/ جنوری ۱۶۶۴م) وقبر وے در جوار قبر خواجہ ابرار خواجہ حسام الدین احمد شیخ دوست قدس سرہم۔ چون شیخ من در سال مذکور بسننہل تشریف آوردہ یکماہ و یکروز بفقر خانہ گزارندہ بود۔ بعد از مراجعت بدہلی در خانہ شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ کہ جوانیست با صلاح و غریب و از نبیر شیخ الہد او قدس سرہ است روز شنبہ نزول کرد و در آن شب از کجی زنیہا پاے وے را آسپے سخت رسید و همان شب خواجہ کلان اندر دہلی برفت از دنیا بدین تقریب مراد نامہ این عبارت نوشتہ کہ ”سبحان اللہ، ہم پاے مرا شکستند و ہم باز وے مرا“۔

من تارخِ دے این گفتم۔ قطعہ

چون رفت خواجه عبداللہ از سراے فنا کدام دیدہ ز مرثگان کہ وز اشک نسفت
ہزار جان ز فراقش چو گل گریبان چاک ہزار دل ز جدائش بچو زلف آشفست
کمال از پئے سال وصال آن خواجه چون فکر کرد "بشد خواجه کاین" برگشت

۱۰۷۳ھ

خواجه حجت اللہ

دے پسر شیخ من است۔ ولادت (در) سلخ ربیع الاول از سال ہزار و چہل
(۱۰۴۰ھ ۱۳ اکتوبر ۱۶۳۱م) دے دولت مادر زاد یافتہ، شیخ مراد دے محبت بود
خاص۔ از و از خردی باز آثار ہدایت و ولایت ظاہر و پیدا بود۔ و طریق صحت و
سلامت آن قدر از دے بظہور آمد کہ کم کس را بد آن صفت و خوبی درین جزو
زمان دیدہ و شنیدہ بود۔ دے بلعب و بازیہا کہ متنتناے و وایت کم متوجہ بود دے
و معنی عصمت را دریافتہ شد۔ پیوستہ بعدوم دینیہ و شغل باطنی اشتغال بداشت۔
چون بعمر یازدہ رسید در آن مدت شیخ من بسنبھل آمدہ۔ درین جا دے را چنان
نمودند کہ زود بیاید بدیدار آن پسر شوید۔ و در رسید و خود یہ رکشت و بعد از مدت
آن پسر ہم یہ رشد و پسر از سہ روز بر رفت از دنیا روز جمعہ دواز دہم ماہ جمادی الاول

۱۔ از دے وزن شعری این جا نام او شان "عبید اللہ" نامی شاید۔

نوٹ گمان غائب این است کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ و برائے نصرتِ امت و محبت
شیخ خود بخواجه عبید اللہ احقر اقدس سرہ نام نخستین فرزند خواجہ عبید اللہ داشت باشند۔

از سال ہزار و پنجاہ (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) شیخ مرا از غایت اندوہ و صبر اندران حال بیمار یہا برافزود و ضعف دل بنہایت رسید و این حال تا پنج سال کشید و در جدائی آن پسر اشعار گفته اند از آن جملہ است این یک غزل و یک قطعہ

بیگانہ گشت حیف زہ آشنائے ما نتوان بصر داد قضاے جدائے ما
گر وصل و گہ فراق گہے ناز و گہ نیاز عدست ہر چہ می کند آن بت بجائے ما
رفت آنکہ بود روشنی چشم و دل بدو خالی گذاشت خانہ ما کہ خداے ما
عہد ظہور در نظر عشق یکدم است این ابتداے ماست یکے انتہائے ما
حجت برفت معکف کوے دوست شد اے وائے ہاز دوری او وائے وائے ما

قطعہ

پدرم در چہل برفت و مرا در چہل رفت چون پدر پسرے
پسرے مہربان من کہ چو او در جہان نیست مہربان پدرے
رفت و از رفتش چنان گشتم

شیخ من گفتہ کہ از شیخ الہداد شنودم کہ گفت در آن ایام کہ خواجہ حجت اللہ بیمار بود، دیدم کہ حضرت خواجہ بزرگ (بیرنگ) را بوے عنایت بسیار است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ پس از رفتن وے دختر نامزد کردہ وے را خواستہ کہ بخواجہ غلام بہاء الدین برادر خرد وے نسبت کنند۔ عزیزے وے را بخواب دید۔ وے گفت آن دختر کہ را می خوابند

۱۔ درین جائز "خواجہ بزرگ" مراد است حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ

بدگیرے نامزد کنند۔ ولے، گفت من آن را بنکاح خود درمی آرم، در آن نزدیکی
(وفات) پسر ما، آن دختر ہم بیمار شد و برفت از دنیا۔ و قبر آن ہر دو نزدیک بقبر
خواجہ بیرنگ است۔ بالاے صفہ مغرب رویہ۔ شیخ من پس از رفتن ولے مجھے از
احوال ولے با سخنانِ معارف مقام صبر و رضا و نذر الہامی وغیرہ ذالک بمن نوشتہ و
عقب این بیاید و من موافق آن چہل جمعہ بمجھے با تمام رسانیدم و آن مہم بانصرام
رسیدہ و ہمدراں مدت من بارستم خان دہلی بقندہار شدم کہ لشکری بودم و غاہر حمزہ
سلطان زمیندار سیستان با جمعے کہ تعیین کردند پنج فرسخ از قندہار آن طرف رفتہ
بودیم و حالے پیش آمدہ بود کہ تا چہل پنجاہ فرسنگ ماہارا آب و دانہ و علف بایستہ
برداشت و چون بزمین سیستان رسیدہ اگر فوج رستم خان بند بدست آوردہ خواہد
خود مدتے در جنگ و جدل باید بسر برد کہ پنج ہزار سوار ایرانی قزلباشی بجنگ حمزہ
آمدہ بودند و اگر بدست نیامد خرابی و رسوائی انواع در پیش بود۔ درین اثناء عرب
اول خواجہ حجۃ اللہ در رسید و من بوصیت شیخ خود طعامے مہیا کردم و بضیافت فقراء
صلی اللہ علیہ وسلم را طلبیدم۔ بعد فراغ طعام جمع حاضران دست دعا برداشتند و
فرید بر آوردند۔ یا حجت اللہ تو ولی مادر زادی بحرمیت آن نسبتے کہ با خدا داری ماہارا
ازین مہم خلاص گردان (یعنی بدعا متوجہ شو) ازین دعا ساعتے گنداشتہ بود و آن
جماعت متفرق نشدہ کہ از حاکم قندہار بر طریق حکم بادشاہ صاحب قرآن ثانی
(بسلسلہ) منع آن مہم، مکتوبے در رسید و دیگر روز باز بقندہار آمدیم و روز سوم را
سحبت با ہم وطنان ہندستان نمودیم۔ اما وصیت ششم بتخصیہ تقدیری کہ رفت اینست

کہ دو بندہ اگر چہ از رفتن او آزرده خاطر و شکستہ دل شد کہ دشمن او خذلم (اللہ)
 ہمیشہ ز بدخویہا روز افزون بحسب اقتضاء نفس چالاک کہ آدم را بعد ز تقدیم
 عزت از قسمت ازلی باندک چیزے در ورطہ غفلت انداختہ۔ در فکر ہائے عجیب کہ
 نہ مرضی خالق است و نہ مستحسن خلق می درآمد و آزار و ملال بے آرامی بود۔ ازین
 واقعہ (تا حال) چندان خوشحال نشدہ باشد اما بکرم الہی باعتراف قصور از دوست
 رضا بالقضی از سعادت صبر بے بہرہ نماندہ و واقعہ را محض عدل دانستہ کہ ع

ہر چہ ساقی مار یخت عین انصافست

از اقسام جزع و فزع درین قسم مصیبت کہ از زمین تا آسمان در زیر بار غم آمدہ ام
 بحض فضل ربانی اتقی میسر شد۔ چون آن برادر را دوست حقیقی خود یقین تصور
 کردہ شریک غم و ماتم خودی دانم تا کام بصبر بلکہ رضا کہ از استعداد آن عزیز وجود
 متمنی است، وصیت می کنم و میدارم بلکہ پیش از وصیت ضرورتاً اب بخشندہ باشند
 اکنون می خواہم کہ اندکے از سرگذشت این واقعہ ذکر کنم و از احوال آن محبوب
 روحانی خود کہ چند روزے دوری نامرادان از خود پسندیدہ است دوبارہ بنویسم۔

اے برادر اے جان برابر پیش از آن کہ این بل بمن حوالہ شود از اول محرم مرا بہار
 ساختند و بحسب بد آشنائی دادند۔ چنانچہ محرم و صفر و ربیع الاول تمام شدت عجیب
 گذشت و در ربیع الآخر اندک تفاوتے یافتم چون جمادی الاولی درآمد کہ ماہ وصال
 آن محبوب جا نیست۔ ششم این ماہ تپ محرقہ بر من غلبہ کرد و ہمہ اعضاء مرا کوفتند
 شب دہم کہ شب چہارشنبہ بود اثر تپ در بدن مبارک او ظاہر شد و روز چہارشنبہ

غلبہ کرد چنانچہ تمام روز بے شعور بود۔ شب پنجشنبہ بدنبود و روز پنجشنبہ خود تمام روز بخن مشغول بود و از ہر طرف حرف می زد و خوش و خرم نشسته بود چون شب جمعہ در آمد حالت بطرز دیگر شد و حرفہائے عجیب بر زبان وے می رفت و زیچ کس آشنا نبود الا بمن ہر چہ من می گفتم یا می پرسیدم بجواب معقول می فرمود چنانچہ پرسیدم چہ حال در آید؟ گفت شکر است۔ و گفتم شب بسیار گذشتہ است آسائش بکنید و بخواب روید۔ گفت بسیار خوب و چنان ظاہری شد کہ صور غیبیہ ظاہر شدہ اند۔ و آنہا حرف می زدند و یکبار در آن بے شعوری آیہ الکرسی تمام خواند و بدعا، دیگر کہ وے را یاد دادہ بودیم نیز خواند۔ بعد از آن خاموش شد و اصلا حرف نمی زد تا آنکہ یکپاس روز کما بیش بر آمد و تغیر عظیم ظاہر شد در آن وقت زبان بکشت و و بذکر اسم اللہ اشتغال نمود و بہ جمعیت حق و رضوان او پیوست۔ بالجملہ چنانچہ صلاح آثار حافظ مہر علی در خواب از بزرگے شنید کہ فرمود کہ وے و لی مادر زاد بود و درجہ شہادت یافت۔ ہم چنان بود و راست گفتمہ است و راست دیدہ است و چیز ہا بیشتر نیز دلالت بر شہادت دارد کہ لباس شہدائی گویند سبز است و رنگ از رنگہائے خوب بہشت۔ و نیز یقین معلوم فقیر شد کہ وے مظلوم رفتہ است و شب جمعہ کہ آن روز او از عالم گذشت ازین باب حرفی بر زبان وے گذشت۔ اے برادر پیش از تولد او بندہ خوابہا دیدہ بود کہ دلالت بر آن داشت کہ وے برزیدہ در گاہ خداوندی خواہد شد۔ و از روز تولد تا روز وصال کہ مدت یازدہ سال و چہل و دو روز بودہ است چندان خوارق از وے دیدہ ام کہ چہ نویسم۔ و از آن بعضی در اوراق

ثبت کردہ ام ان شاء اللہ تعالیٰ وقتے بشما خواہم نمود یا فرستاد و در جناب کے از
ازین قسم چیز با حکایت کردن حجاب می کشیدم و ز شر الیمین ملاحظہ می کردم "خرہم
چنان شد۔ شعر

قد کان ما اخاف بکون انا الی اللہ راجعون

و بعد از فوت ایشان بیک روز فقیرے گفت کہ ایشان را در خواب دیدم و یک تنہ
قرض دو کس بر خود و انمودند و نام آن دو کس تعین کردند و گفتند کہ برو برو کہ ادا
نمایند۔ چون تحقیق کردہ شد ہم چنان بود۔ فقیر خود تا پانزدہ، بست روز متصل وے
را در خواب دیدم ہر روز بر روش خوب می دیدم کہ ایں فرصت نوشتن آنہا نیست و
بقالے در قلعہ مادکانے دارد۔ وے اکثر از وے ہر چہ می خواست می خرید۔ وے
را بعد از واقعہ وے بیماری تپ لحق شد و شا نزوہ روز تپ متصل داشت چنانچہ
ہمہ اہل خانہ وے و آشنایان وے جزم بمرون وے کردند۔ شبے وے را در خواب
می نماید کہ دست وے می گیرد و می فرماید کہ بر خیز کہ صحت خواہی یافت۔ کہ نذر
ہمان بیماری است۔ وے را ہوشے پیدا شد و تپ مفارقت کردہ روز سوم پیش بندہ
آمد تمام قصہ حکایت کرد۔ ہم چنان خدمتگار، جانی نام کہ خدمت بندہ می کند بہ
بیماری یکماہ گرفتار شد آخر وے را در خواب دید و گنت کہ صحت خواہی یافت و بعد از
دو سہ روز صحت شد و پیش بندہ آمد و بکارے کہ داشت مشغول شد غرض کہ از خوبی
باے آن مرحوم نمی توانم نوشت ین قدر بتین معلوم شد کہ وے را قبول عظیم

در درگاہ ربوبیت بخشیدہ اند و بہر کارے کہ اور اوسیلہ کنند و نذر او بندند امید غالب است کہ آن کار شود این قدر باید کہ حسن ظن داشتہ باشند۔ فضائل مآبی خواجہ محمد صدیق بن خواجہ محمد صادق سوگند باو کردہ فرمودند کہ شب عرس حضرت خواجہ پیرنگ قدس سرہ من ایشان را پنجم خود دیدم۔ اسے برادر این حکایت از غریب امور است۔ کہ ولایت ظاہر بر شہادت و ولایت اودارو۔ پیش از واقعہ وصال یک ماہ بلکہ بیشتر آن قدر نماز مقید شدہ بود کہ پنج وقت بمسجد می رفت و بجماعت نماز می کرد و در آن ایام اکثر از احوال آخرت و قبر، از فقیری پر سید و تحقیق می کرد و عقاید ضروریہ اہل سنت و مسائل نماز را یاد گرفتہ بود۔ و روش عجیب دروے دیدہ می شد (کہ زوے) امیدواری ہائے قوی شدہ بودند آنچنان از روش اطفال بیچہ نہ شدہ بود کہ از شر العین ملاحظہ بسیاری شود۔ و آن چنان کہ حافظ دیدہ بود امشب کہ شب سہ شنبہ بست و یکم رجب است در خواب دیدم۔ ہم دست را ایشان بنہ بود و ہم جا مد۔ یک شبے مادرش در خواب دیدہ کہ در خانہ آمدہ است۔ رفتہ و بوے چسپیدہ و می گوید۔ اے فرزند (تو) کجا بودی؟ و چہ گونہ آمدی؟ می فرماید کہ چون شاہ بسیار گریہ می کردند مرا فرستادند۔ بعد از آن گفتہ کہ آنجا چہ می کردی؟ فرمود اگر بویم شاہ خوابید فہمید؟ گفت کہ من فکر فہم سخن ندارم۔ گشت فہم سخن دارید، اما فہم سخن عائے کہ من در آن عالم ام ندارید۔ بالجملہ از حال آن برگزیدہ درگاہ خداوندی چہ نویسم کہ نہایت ندارد۔ مصحف را آنچنان ضبط کردہ بود کہ از ہر جاے پر سیدند یک سطر و وسط از برمی خواندہ می گفت کہ فلان سپارہ است۔ و زین حالت کم سواد خالے را میسر باشد۔

و قواعد صرف را عبارات یاد گرفته بود امیدوار بودیم کہ در چارہ پانزدہ سالگی فاضل شود۔ نصیب اعدا چنین بود چہ توان کرد بعد از واقعہ او بندہ آن قدر ضعیف یافتہ شد کہ خوشنود شدہ کہ یوے لاحق خواہم شد اما بخت، مساعدت نکرد و حال خیالی می شود کہ چند روزے را گذارہ درین عالم بودہ تا نصیب چیست و فقیر قرار دادہ است کہ چون قوت روے دہد عزم زیارت حرمین شریفین نماید تا خدا چہ خواستہ ست۔ عیشے کہ از معشوق خود جدا شود چارہ او غیر ازین چیست کہ سر بصر از مدو کوہ غم خود را بہ بیان برد۔ اے برادر چون وے را مخلص زادہ بلکہ برادر زادہ شامی دانم و خود را برادرش از امید داری با ہم التماس می کنم کہ بدعا و استغفار و توجہ مدد او کنند اگر تو نہ ختم "لا الہ الا اللہ" کہ ہفتاد ہزار بار است بروحانیت مقدمہ او بخوانند و دیگران ہم فرمایند خاصہ بحافظ مہر علی کہ نسبت شاگردی بایشان داشت از جانب بندہ بگویند کہ این ختم بکنند ہر چند مکڑ رشود بہتر و ختم قرآن (ہم) اگر میسر شود بس غنیمت۔ و وصیت این بندہ بشما این است کہ روز وصال او کہ تاریخ دواز دہم ماہ جمادی الاولی است البتہ اورا یاد می کردہ باشند و بفرزندان خود نیز این وصیت بکنند و گویند کہ این تاریخ یاد دارند و ہر چہ ممکن باشد در آن روز بے تکلف بروحانیت او بخشند۔ معلوم شماست کہ در صدقات اموات را انتفاع است۔ چنانچہ در کتب عتقاد نوشتہ است۔ چون بندہ اورا بسیار دوست می دارد و شما را نیز با خود یکے می داند، این قسم گستاخی ہامی کند۔ و طریق نذر او این است۔ کہ اگر کسے مطلبے داشتہ باشد اول یک چیزے بر خود لازم کند۔ بعد از حصول مطلب ادا کند و این نذر

بستن بروز جمعہ باشد کہ روز وصال است و از ہمین جمعہ ہر جمعہ طعمے کہ یک مسکین سیر شود پختہ بروحانیت اوقا تہ خواندہ بمسکین دہد کہ بخورد تا چہل جمعہ بکند ہر طعمے کہ باشد و مقدور بود اگر شیرینی باشد بہتر۔ روز ہائے جمعہ مسکینے و فقیرے در ماندہ اگر صالح باشد بہتر والا ہر کہ باشد اما مسلمان باشد می دادہ باشد امید داری چنان است کہ از چہل جمعہ نذر کہ مقصود حاصل شود۔ ان شاء اللہ سبحانہ بعد حصول مقصود ہر چہ نذر بستہ باشد ادا نماید۔ اگر ممکن باشد بہادر، یا برادر حقیقی او برساند و آں بہ فقیر صالح۔ این طریق نذر الہامی است کہ حق سبحانہ در دل القا کردہ۔ امید قبول آن بسیار است حالامی خواہم کہ برخے از معارف کہ بمقام صبر بلکہ بمقام رضا بلکہ بمقام محبت تعلق دارد بنویسم۔

تذکیل۔ بدانکہ صبر از مقامات عشرہ سوک است کہ طریقہ شطاریہ منحصر در آنست چنانچہ در رسالہ دہ اصل حضرت نجم الکبری مقرر شدہ است۔ و رضا نہایت مقامات است کہ مقام عاشق است۔ و معنی صبر بازداشتن نفس است در وقت ورود بل از جزع و فزع و ارتکاب امور ناملائمہ و این معنی با کراہیت باطن و الم دل جمع می شود۔ اما رضا با کراہیت و الم جمع تواند شد چہ رضا بمعنی خوشنودیست و خوشنودی با کراہیت اصلاً جمع نشود و رضا اصلاً متحقق نشود تا بمقام محبت نرسیدہ باشد۔ چہ محبت از ہمہ افعال محبوب راضی است و بہر او آن معاملہ دارد کہ بالطف او بکند در غلبات محبت چنین دیند کہ قبر لذت بخش تر از لطف نماید۔ از آن کہ در لطف مراد نفس با مراد محبوب ممزوج است و در قبر خالص مراد محبوب است۔ چہ از محبت مراد خود را برداشتن است و از ہمہ مرادات

خالص شدہ۔ بمقام محبت رسیدہ است۔ و اگر مرادے می داشت از محبت بہرہ نمی یافت بلکہ محبت سرے دیگر است کہ صاحب مراد را از ان اطلاع نیست۔ مصرعہ

در عشق چنین یواجمی ہا باشد

اے بر در محبوب و محبت عاشق و معشوق را با یک دیگر بدان سر نسبت است کہ لذت محبوب آزار محبت خواہد، و معشوق الم عاشق طلبد چون عاشق برین سر مطلع گرد و نا کام از قہر او بیشتر از لطف اولذت یابد۔ آن عزیز بار بار دیدہ شدہ است کہ ہر چند عاشق آزار کشد معشوق از آزار اولذت یابد۔ الم عاشق موجب لذت معشوق است و لذت عاشق موجب الم معشوق۔ چہ حال عاشق آئینہ حال معشوق است و حال معشوق آئینہ حال عاشق و آئینہ شے، جز ضد او نہود۔

”الاشياء بتسن بأضدادها“ این معادہ تا وقتہ است کہ قوسین عاشق و معشوق برخاست۔ چہ عاشق تا عاشق است و وظیفہ او الم است و معشوق تا معشوق است شمر اولذت۔ و ہر چند الم ازین جانب زیادہ لذت در ان جانب افزون۔ اما چون عاشقی از قوسین بگذرد و پا بہر کشد لذت اولذت اوست و الم و الم او۔ لیکن این حال را دوام میسر نیست۔ و کالبرق لحاظف گاہے طلوع کند و زود پوشیدہ شود کہ استقرار در مقام وحدت خلاف متغی حقیقت انسانہ مالہ است چہ جامعیت، غیر این را اقتضا کند۔ اے برادر چون مجزا مراآت حقیقت گفتہ اند، بتیقین دانستہ و دیدہ این معنی را در مجزا مطالعہ کند و از آن جا حقیقت پے باید برد۔ لذت الم و مجاز خود ظاہر است اما در حقیقت ادراک آن سخت مشکل است، و در

از فہم ہا و وہم ہا، بلکہ از کشف ہا۔ و وجہ این کہ حاصہ ادراک الہم در مرتبہ مقدسہ بشنود و اعتبار محفوظ است۔ و حکماء اہلین گفتہ اند کہ چون ذات و صفات الہی بلا کیف است سبحانہ لذت الہم ہم بلا ادراک و بلا کیف باشد۔ باطن او ہمیشہ ادراک آن می کند لذت دائم در حق او متحقق باشد۔ این معنی باندک تا مل می توان دریافت۔ اما کیست کہ ادراک بہ معشوق حقیقی کند و علم معشوق حقیقی را تواند دریافت۔ ہما کہ ہیچ عبارتے مطابق او نیست۔ لفظ الہم مطابق او هست اما اضافت مطابق او نیست کہ شرع از آن مانع است بلکہ حقیقت نیز از آن منع می کند۔ چہ توان کرد کہ بے اسرار از آن باب است کہ ہیچ عبارتے برائے او موضوع نیست و اگر عبارت در آید الحاق و زندقہ بود۔ بلکہ بعضی اسرار دیگر از آن قبیل است کہ فوق تخیل و اعتقاد است۔ نہ آن را اعتقاد و بردن درست نہ تعقل توان کرد و نہ تصور و تخیل چہ جائے لفظ و تعبیر۔ اللہ، اللہ عبارت چہ بود کہ اشارت نیز قاصر است۔ این جانشین را باین تنگ و ستمی دیگر پیدا شد۔ بدانکہ عبارت و اشارت کہ در طور بیان است ہم در لفظ و تکلم توان اعتبار کرد و ہم در تصور و تخیل و ہم در اعتقاد و تعقل چہ این سہ مرتبہ مراتب شدہ اظہار و بیان است۔ نیک فہم کن کہ بس دقیق است و بمقتضای وقت در بیان می آید و حال محی طیب بدہ حال متکلم نیز بان نمی رسد مگر بوجہ از وجوہ کہ آن را جز حدید البصر در نیابد۔ عبارت و اشارت در لفظ و تکلم خود ظاہر است۔ ”إِنَّ الْقُرْآنَ ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ“ و در تصور و تخیل و ہم چنین

در تعقل و اعتقاد مخفی تر از آن است کہ جز معذوری از افراد انسانیہ آن را نہ توانید دریافت۔ این جا باید دریافت کہ اشارت تخیل بہ اشارت اعتقاد بآن الہم (چہ گونہ) می رسد چون عبارت ز آن قاصر است و اہل تعقلہ با اہل استدلال با ہمہ اہل کشف بآن نہ رسیدہ اند۔ حاشا للہ۔ بلکہ آن مرتبہ قصوی از اعتقاد و تعقل وراء الوراہ متقل قہیں اہل کشف و اصحاب وجدان و ارباب فنا بآن عاجز است۔ اشارت از ادراک آن الہم بہرہ نہ داشت۔ چہ عاشق حقیقی چون نزد معشوق حقیقی برسد ز دقائق اوصاف معشوق خبردار شود مگر معشوق الہم خود را کہ غیرت، مزین اوست، بر نرخصہ بر بند۔ اے بر در عشق ستیزہ الہم است و عشق چنانچہ در عاشق ظاہر است در معشوق نیز ظاہر بکہ حقیقت مطلقہ در عاشق، معشوق عشق است کہ بصورت بر دو برآمده است و چون معشوق بیشتر و بیشتر از عاشق خود بر عاشق خوا، عاشق است باید کہ ز الہم خالی نباشد۔ در وقتی کہ عاشق از وصال معشوق لذت دارد از عاشقی بریدہ آمدہ نہیں معشوق می شود و عاشق از خود خالی گشتہ با ما معشوق خود رفتاری می رود۔ ین معنی در مجاز بہ پیش وقوع باش و زیادہ برین نوشتن با فعل ہمان قصد دارد کہ بزرگے ہزار از اخبار اسرار بر زبان آوردہ است شعر

وص بعد هذا ما یدق صفاتہ ما کتمتہ احطی لدی واجمل

اے برادر بعضی اسرار دیگر ہم ز آن باب است کہ اشارہ اعتقاد نیز بآن نمی رسد و طاعت بدان نمی بخشند۔ نہ آن را اعتقاد توان کرد و نہ تخیل و نہ بآن تلفظ ممکن باشد و باین ہمہ نفس الامری باشند این جامع و جہل یک غنی (واحد) متحقق شدہ است۔

ہیہات ہیہات عقل بے چارہ غافل در ماندہ، درین کارخانہ حیران است۔ جز دیوانہ کسے این معنی را (فہم) نتوان کرد۔ حیف صد حیف کہ زبانے دیگر نداده اند۔ ہمہ زبانہا درین سہ زبان منحصر است و مراتب دریافت نیز سہ مراتب است و بس۔ شریعت و طریقت و این برسہ مرتبہ ازین مطلب عالیہ در آن اسرار خفیہ کوتاہ دست است۔ و اگر ہم زبانے دیگر بودے و مرتبہ دیگر ورایے این سہ مرتبہ متحقق گشتے در آن مرتبہ از آن اسرار بآن زبان حکایت مینر شدے مخی طرب بہم رسیدے و کتے۔ بفہمد، موجود نبودے درین مقام چہنمین می گویند کہ زبان او خاموشی است و مخی طرب، متکلم او۔ حقیقت موجود عارف معدوم۔ اے برادر شنودہ باشی۔ از قرآن خواندہ کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ صلوٰۃ والسلام از جدائی حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چہ قدر آزار کشیدند و این خود ممکن نیست کہ مقام عبودیت و مقام رضا ایشان را حاصل نہ شدہ باشد اما این جاسازیست کہ جز عاشق عارف از تہاتات نندارند۔ دیگرے در کلمات سابق فی الجملہ بیانہ گذشتہ است کہ حل این مشکل نماید۔ اے برادر نسبت رضا در عین بلا و اہم متحقق است کہ مراد معشوق است۔ مگر دانستہ کہ ہر لذت یک صورت دارد و در یک باب منحصر است اور اندک تہاتات بسیار است۔ کہ با یکدیگر مغایر و مختلف است۔ اینکہ می گویند در قبر لذت بیشتر یا بد نہ آست کہ الم نیست المے است بصورت لذت و لذتے است بصورت الم۔ الم کہ قوی تر و لذیذ تر از لذت خالص است بر کہ این معنی را ہوائی آکا تی دریافت است دور نیست کہ از لذت و الم، الم ترکیب (داشتہ باشد) الم ترکیب را خاصیت

است کہ در انفراد نیست۔ نمی بینی کہ عالم ظہور بترکیب وابستہ است۔ بذات و الم
 این جا صورت وحدت گرفته رنگے عجیب پیدا کردہ کہ سائر اہل صبر و رضا از آن
 خبر ندارند۔ آنچه از بعض کتمل اولیاء ازین قسم حکایتے منقول شدہ باشد محمول برین
 تحقیق است۔ فہم در مقام سابق لذت و الم مقابل و مزاحم اند و ہر قدر لذت
 ایشان قوی بود الم ایشان نیز قوی باشد۔

خواجه رحمت اللہ

پسر بزرگ شیخ من است و عالم است بعلوم ظاہری و علوم باطنی و اندرین طریق
 مستقیم۔ و حق و دقایق صوفیہ با مصطلحات مقررہ نیک و وزیدہ و بیان شافی و دافی
 و بس با عذوبت و صداقت فرامی نماید بسامستعدان این راہ بہرہ ازوے برمی
 دارند۔ ہمت عالی دار۔ بے تعلقی و آزادی از آن عالی تر۔ از شیخ من اندرین کار
 وے را بسیر می ستاید و می فرماید کہ معنی فقر و فنا و تجرد بروجہ اتم دروے ظہور یافت
 و این حالت روز افزون است اندروے و شیخ من وے را در اجازت ہر دو سلسلہ
 شریعہ این نوشتہ کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و سلام على عباده الذي اصطفى۔ اما

بعد فقد اجزت الولد الاعز الاكرم الخواجه

رحمت الله ان يا هذا للمريد و يعطى البيعت في

السلسلتین النقشبندیہ والقادریہ و یکتب
 الشجرتین فی سلسلۃ المریدین یلقن الزکر
 خاصۃ فی سلسلۃ النقشبندیہ و اسأل اللہ استقامتہ
 علی طریقۃ التصوف. وان اراد المرید بیعت
 القادریہ فاعطہ.

ووے اخلاق سخت نیک دارد۔ و در وقت سخن آن صاحب انصاف است
 چنانکہ روزے جمعے از تیز ہوشان سخن شناس پیش وے نکشے باہم داشتند۔ بعضے
 ازین میان می گفتند کہ یافت اوسجانہ از راہ عقل (بود) نہ کہ از راہ نقل بود چنانچہ
 مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ذالک دانستن بعقل است اگر تعلق بہ نقل داشتہ جمیع علماء
 ظاہر عارف باللہ گشتے و بعضے برعکس آن وامی نمودند کہ کلام ربانی واحدیت نبوی و
 علوم این قوم ہادی راہ اند۔ پس می توان بوسیلہ آن پنہ بہ حقیقت ہر کار برد۔ چہ
 اکثر نہ چنین بود کہ جمعے آن واقف اندہ اراہی و متحقق معرفت نامناہی گشت۔ و فریقین
 تائیدات قوی بہمان می آوردند۔ و وے بہ دو مقدمہ راہیز ان طبع و شوار پسندی سنجید
 و انتظارے می کشید کہ چیزے دیگر ہم اندرین بارہ می باید۔ درین اثنا من رسیدہ و
 بحث را شنیدم وے مرا گشت ”تو ہم ازین متوالہ چیزے کہ دانی فراوی۔ شتم
 خداوندگار من کیاے این کارہ ام و در پیش چون قوی مرا چہ حد و مجال۔ چون وے
 مرا از فقراے این راہی انگار دو بر من لطفے و عنایتے خاص دارد باز بتاکید گشت۔ ہ
 چہ کہ بنی طرست آید نہای کہ راہ گفت و شنفت و سررشتہ سخن بس دراز است۔ پس

گفتم۔ ”جے کہ یافت اوسے نہ تعاد ست آن جانہ کار عقل است و نہ نقل۔ نہ ذکر نہ فکر، نہ ریاضت نہ مجاہدہ، نہ کشف نہ مشاہدہ، نہ وجد نہ مراقبہ، نہ این نہ آن۔ گشت۔ پس چوست؟ گفتم۔ اشارت است بے عبارت، ایمان است بے رمز چنانچہ ہر آن را کہ دادہ می باید کدام یکے طریقہ را ازین ہا کہ مذشت بکار می برد۔ بے پیچ ظنن و بے پیچ شبہ است این کار و خود بخود (است)۔ بے خودی خود۔ ہمہ است بے ہمہ در ہمہ۔ ”وہو آلان کما کان“۔ وے انصاف بخشد و گشت احسن۔ دید و در بہتر از تو ندیدہ ام۔ در ما ذہ انصاف درین وقت حکایتے پیدا آمد کہ گویند مولوی جاجی شبہ عید رمضان با سلطان حسین مرزا اولی ایران برات ہو و مضامے برات برآمدہ اند او ما در دیدہ این مطلع فرمودہ

طاق خم ابروت مرا پشت دوتا کرو در شہر چو ماہ نوام گشت نہ اکرو
چون ین بیت شہرت یافتہ و بخواں شیراز، ازین مقام، باندک مدت، تازہ رسیدہ بود۔ مجذوبے رسیدہ وے گشتہ کہ اگر مولوی بجے ”طاق خم ابروت“۔ ”شاخ خم ابروت“ می گشت بہتر بود۔ چون این حرف بمولوی رسید خوشوقت گشتہ اند و پیش مجذوبے آمدہ اند و زروے انصاف فرمودہ بآرک اند۔ شاہ بابا خیابان دید و وے را با سلطان حسین مرزا کہ معتقد مولوی بود و ملاقات دادہ و کارش بندہ رفتہ۔ و از آن باز، وے بابا خیابانی اشتہار دارد۔

خواجہ کلمت اللہ

وہ ہمہ پرسی شیخ من است و ہمارے مشغول و مشغوف این کار بافتوت و شجاعت و جوانمردی و چون شیخ من از قوم ترک خلق است۔ وقتے پائے مرام وے بہار است عایہ معزز و مکرم بودہ اند و سلطان فیہ ورزش با تخلق و دیگر بادشاہان ہند و غیرہ و ذالک ہمہ ترک خلق بودہ اند پس احوال ترکان خلق، از تواریخ سلاطین ہند بہ تفصیل می توان دریافت و خوا (خواجہ کلمت اللہ) سیدہ زادہ است۔ (از) دختر میر فواد کہ مردہ بودہ است بس بزرگ و یگانہ زمان و قوی شان۔ امروز خواجہ کلمت اللہ لشکر است بدرگاہ بادشاہ صاحب قرآن ثانی و بادشاہ وے رانیک می شناسد و تشدد حاصل وے می فرماید و وے در قبا پوشی ہمہ کار اہل احتیاج می کند و ہمہ ورزش در میدان فخر و معرفت می نماید و بر موافقت این رباعی مودعی جانی با دوست صوری و معنوی نییہ ہاں دارد و خط وافر۔ رباعی

نہ رشید دوست اے برادر بکف آر این عمر گرامی بخشارت مہذار
دایم ہمہ جا با ہمہ کس با ہمہ کار می دارن بہشت چشم دل جانب یار
منتقوں مست کہ در زمان پیشیں سیاو لے بودہ بدرگاہ بادشاہ کہ بت منتظومان ر
حق وے ہمہ ادر سیدے و بسا محتاج بوسیلہ وے روزی مند بودے و خواجہ خضر
عایہ السلام ہر شب بے آمدے و با ہم صحبت داشتے۔ وے دوست نصیبت خواجہ خضر

علیہ السلام را مقتنم دانستہ ترک آن خدمت (مذاہمت شاہی) کرد و بزایہ در نشست۔ پس از آن خواجہ خضر صحبت وے را ترک داد۔ شبے وے بالبحر بسیر خواجہ را دریافت و پرسید از من چه تقصیر بوقوع آمد کہ شاہ ترک من گرفتند۔ گفت در آن زمان کہ تو در پئے خدمت محتاجان بود و در کار مظلومان سعی می نمود من آمدیم و اکنون کہ تو ترک من کار کردی من ترک تو کردم۔ چون وے این سخن بشنید ترک عزلت کرد و باز بہان شغل اختیار نمود۔ خواجہ کلمۃ اللہ گفت، معتقد من آنست کہ مرد کامل آنست کہ صاحب شریعت و طریقت بود۔ چون درین دو امور در یکنے فتور وے واقع شد اورا کامل نمی توان گفت۔ وہم وے گفتہ۔ خطرہ کہ دل مردم را از جے می برد و متفرق می سازد مرا آن خطرہ مزاحمت نمی رساند و فقر امور متعدّدہ ہم بیچ گا و مرا وسوسہ نمی دہد۔

در کتاب ”رشحات“ می آید کہ خواجہ اولیاء کبیر بر در مسجد سہ صرافان در بازار بنی را یک چہ خواطر بر آوردہ اند کہ در آن مدت چہل شبانہ روز بیچ خاطر مزاحم ایشان شدہ است۔ خواجہ احمر قدس سرفا این اقرار از خواجہ اولیاء بغایت غریب و عظیم می داشتند و می پسندند و نگشت بدندان مبارک می گرفتند و می فرمودند کہ اشغال بطریقہ خواجگان قدس اللہ ارو جہم در اندک فرصت باین مرتبہ می رساند کہ ہمہ آواز با بگوش می آید و ہمہ ذکر می شود۔ وہم خواجہ احرار می فرمودند کہ معنی خواطر کہ از خواجہ اولیاء، منتقل است نہ آنست کہ مطلقاً بیچ خاطر نمی آید بکہ مراد آنست کہ بیچ خاطر مزاحم نسبت باطنی ایشان نہ شدہ، ہم چنان کہ خس و خاشاک بر روی نہر مانع جریان

آب نمی شود۔ فرمودند کہ از خواجہ علاء الدین غجدوانی کہ از اجلہ اصحاب خواجہ بہا الدین قدس سرہ بودند پرسیدم کہ (آیا) دل شاہرین وجہ است کہ غمیرے دروے خطر نمی کند؟ فرمود کہ گاہ گاہ چنین می شود و این بیت خوانند

چون بغایت پیر شد این خوردان غم نباید در درون عاشقان
و فرمودند کہ گفتہ است غم نباید، نہ گفتہ کہ غم نباید۔ و مویذ آن مشغولیت آنچہ خواجہ علاء الدین عطار فرمودند کہ خطرات مانع نبود احترام آن دشوار بود با تبار طبعی کہ قریب بست سال است مرا، نفی آن نمودم گاہ ایست خطر و گشت اما قرار نمی یافت۔ خطرات را منع کردن کارے قویست و بعضے بر آن اند کہ خطرات را اعتبارے نیست۔ اما چنانکہ گذشت کہ اگر متمکن شود از آن سُدہ در مجاری فیض پیدائی شود۔ و ہم در ”رشحات“ است۔ کہ خطرات چند نوع است۔ رحمانی، ہلکی، نفسانی، شیطانی۔

خواجہ کلمۃ اللہ گفتہ کہ

”روزے پیش پدر آدم۔ در دست وے مہیضہ بود کہ اشعار
بغایت عالی داشت۔ بخاطر آوردم کہ این مہیضہ را بہ ہنم۔ رو
سوے من کرد و گفت، بہ بین و آن را بمن داد باز بخاطر آدم
اگر چند روز نزد من باقی باشد انتخابے از آن کنم۔ باز فرمود چند روز
نگاہ دار۔ برداشتم و تعظیم کردم و دانستم کہ مشرف التذوب است“

پوشیدہ نماںد کہ من ازین قسم اشراق باطن از شیخ خود چندان دیدہ ام و از یہ را بہ وے
چندان شنیدہ کہ اگر جمع کنم کتابے مرتب گردد۔

وخواجہ کلمۃ اللہ بر من چند ان لطفے و عنایتے دارد کہ نمی توانم از عہدہ شکر بیرون آمدن
و آن قدر تفقد حال من می کند کہ نمی توانم گفتن و نوشتن۔ روزے و نئے مراد و خلوتے
گفتہ کہ فلا نے! سالہا است کہ من نسبتِ تومی اندیشم با خود می گویم کہ پدر من
مریدان و یاران بسیار دارد و لیکن مثل تو دو سستے صادق و طالب موافق در ان میان
نس نیست چون ہمیں حرف بے تکلف مکرر از زبان پدر بشنودم شکر کردم کہ فقر من
و فراست من بدرستی بودہ است۔ وفات وے در روز پنجشنبہ ہفت دہم رمضان ز
مال ہزار و ہفتاد و یکہست (۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۱م) بعد اتمام ”اسرار یہ“ بسہ سہا در
قہ بہ انگ و بعد از مدتے نعش وے را از آن جا آورده بر صُفّہ خواجہ بیرنگ مدفون
ماخذ نزدیک شیخ الہدای۔ من تاریخ وے گفتم

۵۔ اللہ خواجہ راہ ہدی چون برفت اندر جہان شادی نماند
۶۔ تن را از تن آسائش گذشت بید لان را در دل آزاوی نماند
۷۔ تاریخ و صالحش عقل گفت کلمۃ اللہ عارفی ہادی نماند

۱۰۷۱ھ

وے پسرے ماندہ خواجہ محمد تقی نام مشہور بخواجہ میر۔ وے نبیہ میر عماد است کہ ذکر
وے در ذمہ خواجہ احمد آمد۔ آثار سعادت و ہدایت از ناصیہ آن پسر پیدا ہویدا است۔

خواجہ سلام اللہ

وے ہم پسر شیخ من است۔ عالم است بعنومِ حقائق و بل این کار و این راہ

وے در خط عارف

است۔ وے مشرب عاشقی را با تشرع نیک بہم۔ آمیختہ۔ علم را با حال جمع کرده سفر ہا نیکی می کند۔ با فقر او مشائخ وقت صحبت می دارد و از پدر خود اجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ یافتہ۔ بساطِ آلاب مستعد از صحبت وے بہرہ می برند۔ بعضی از مصنفاتِ دقیق پدر خود مثل "قراہع عربی و طریق الوصول الی اصول الاصول" وغیرہ ذالک پیش پدر گذرانندہ و بان علوم غریبہ توحید و معرفت متحقق گشتہ و بیانے شافی و وافی وامی نماید۔ وے سخنان پدر را جمع کردہ است بطریق ملفوظات۔ در آن نوشتہ کہ شبے در واقعہ دیدم کہ پدر من در خاقیہ نشستہ است و در خدمت صادر و وارد مشغول۔ گفتم شیخا! اگر سنا ام، مرا سیر کن۔ وے چیزے از بغل جیب بر آوردہ و بمن دادہ، بخوردم، چیز ہا بر من ظاہر شدہ کہ تلفتن انسب است و نہفتن اولی۔ پرسیدم شیخا! توحید چہ باشد و چہ معنی دارد؟ والد بگفت۔ وقتے کہ تو نباشی توحید بود، وقتے کہ تو باشی شرک و کفر ہمین است، اگر نیک فہم کنی۔ و ہم وے نوشتہ۔ شبے در خواب دیدم کہ پدر من بصرامی رود، یکے بوے گفت کہ توحید وجودیست یا شہودی؟ گفت اول صحیح است، چہ در ثانی نسبت است و نسبت در توحید غلجہ۔ وے را این سخن در گرفت و بیہوش گشت پس از آن روے بمن کرد و گفت تو مرد این کار نیستی، برو بکار خود مشغول باش۔ مشائخ فعلیے را کہ بدتر از گنہ شمرودہ اند و دانند تو آن را پیشہ گرفته و بان چنگ زدہ۔ انتہی۔ این سخن بنا برین گفت کہ در همان روز حرکتے از من صادر شدہ کہ تمام رعونت بود۔ مرا شورے بسر رسیدہ و گریہ وزاری نمی گذاشت۔ پس گفت از من وقتے نکل آید کہ از آن تو بہ کنی۔ آخر

توبہ کردم و کار از سر گزفتم، پس از آن بود آنچه بود۔ وہم وے نوشتہ کہ وقتے پدر من بیماری شکم داشت و (وزیج علاج فائدہ نمی شد) یکے گفت۔ فلان دارو نیست بسیار نافع و فلان علاج نیک مفید است۔ پدر روے بمن کرد و گفت۔ آنچه حق سبحانہ خواستہ است خواہد شد۔ کدام کار ازین نیک تر و بہتر خواہد شد کہ دوست بدوست رسد و یار یار۔ وین دو بیت ملاً (مولانا) روم قدس سرہ بخواند۔ قطعہ

گرا جل مرد است گو پیش من آی تا در آغوش بگیرم تنگ تنگ
من ز او جانے ستانم جادوان او ز من دلے بگیرد رنگ رنگ
پس از آن گفت مولانا چون مختصر شست ملک الموت از دور نمودار شد بر زبان مولانا
این بیت گذشت

پیشتر آ پیشتر آ جان من پیش رود حضرت سلطان من
وہم وے نوشتہ کہ عزیزے از پدر من پرسید کہ مشاہدہ حسن و جمال آیالذات نفسی
است یا روحیت۔ این فقیر گفت تواند کہ مشاہدہ حسن و جمال بعضے را نفسی باشد و
بعضے را روحی۔ پدر من گفت۔ فرضاً اگر لذت روحی است نیز ازین باید گذشت کہ
ہیچ نیست۔

آنچه می باید و نمی آید آنچه می آید و نمی شاید
یار می باید و نمی آید غیر می آید و نمی شاید

وین بیت ملاً روم خواندہ

ناشتی باز پے رنگے بود عشق بنود عاقبت رنگے بود

وہم وے گفتہ کہ روزے بعضے سخنان "نفحات الانس" از پدر پرسیدم۔ وے ہر ہمہ را (بہ) بیان واضح گفت۔ اشتغال باین کتاب سعادتے بہ از آن است کہ در گفت آمد۔ باز گفت۔ اے پسر میخوایم کہ مثل من جاہل نہائی۔ و از الف تا با فرقے کنی والبتہ کہ من نمی توانم از الف تا با فرقے کردند۔ الف و با نزدیک من یکے است۔ چہ الف مرتبہ اطلاق است و با، مرتبہ تعین، و نزدیک من تنزیہ و تشبیہ یکست۔ پس از آن گفت کہ امیرالمومنین می فرمود۔ وَقَعَ النُّقْطَةُ بِالْبَاءِ التِّي تَحْتَ الْاَلِفِ۔ تعین اوّل مرتبہ وحدت حقیقت محمدی است۔ و امیرالمومنین یعنی شیخ محی الدّین ابن عربی در تعین اوّل شرکت داشتہ چنانچہ خود بآن اشارہ کردہ۔ وہم وے نوشتہ۔ کہ پدر من گفتہ۔ فقیر کسے است کہ با دشمن خود دوستی کند و ہمہ کس را اعزاز و اکرام نماید۔ و بیچ فردے را بچشم دوستی نمی بیند۔ فرضاً کہ اگر کسے دشنامے داد فقیر را باید برائے او دعاے نیک کردہ یا چیزے دادہ (باشد) تا دلش شاد و خرم گردد۔ بعدہ این دو بیت از خود خواند

ہر کہ با دشمن نورزد دوستی رہ نیا بد در جناب کبریا
ذرہ سان می بودہ سرگردان شدم تا کجا او آفتاب کبریا

وہم وے نوشتہ کہ پدر من گفتہ۔ فاضلے بود۔ خواست کہ "نفحات الانس" تفسیر و

۱۔ در نسخہ "تحت اسباب" ۲۔ وے قدوہ قاکلان بوحدت وجود است و بسیارے از فقہا و

علمائے طہر ہر وے طعن کردہ اند و اندکے از فقہا و جماعتے صوفیہ وے را بزرگ داشتہ اند۔ ولادت

۱۷/ رمضان ۵۶۰ھ / ۱۱۶۵ء بمقام مرسیہ اندلس و وفات ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ / ۱۲۴۱م در دمشق

(از نفحات الانس)

تبدل دادہ مشائخ (یک) طبقہ را از غیر طبقہ اصلاح کند و باشارہ بعضی اہل دول شروع کرد۔ بعضی دوستین وے ازین کار منع کردند ہیچ سود نکرد ہم در آن ایام وے رابدستے کہ می نوشت لشی ظاہر شد و روز بروز زیادہ ظاہر شدن گرفت و بہمان عقوبت برفت از دنیا۔ وہم وے نوشت کہ روزے کن پیدر مردوحی کردم ایستادہ و وے سرزیر کردہ نشستہ۔ ناگاہ مردوحہ بر سر وے رسید جمعہ کہ حاضر بودند۔ غیر شدند مگر از و ہیچ حسے و حرکتے ظاہر نشدہ بود سر بر آورد و گفت۔ شخصے کہ (غلبہ) استہلک و استغراق دارد از وے اطلاع و خبر و شر (غیر) برداشتہ اند۔ ہم وے گفتہ کہ روزے معشوق من بجرہ من درآمد و بنشست و جلوہ گری خوش کرد و در لمحہ غائب گشت۔ وہم وے گوید کہ روزے در ادایل در وقت خواندن دعوت (ادعیہ) چہر گل چنبیلی در دست من افتاد۔ وے لطفے و عنایتے کہ با من دارد و من رازے و نیازے کہ با وے دارم آن را شرح نیست

وے ہی دند مرا یارے کیست من ہی دانم بوے کارے چیست
و وے دو پسردار دیکے خواجہ فضل اللہ و دیگر خواجہ کلیم اللہ ہر دو نو گلاہائے باغ ولایت
و معرفت اند۔ سلم اللہ تعالیٰ

خواجہ غلام بہاء الدین محمد

وے ہم پسر شیخ من ست۔ نام وے بہاء الدین محمد۔ در ایام طفولیت بشیخ الہداد

بیعت کردہ۔ پس از آن از صحبت پدر خود فیضها گرفته و صاحب احوال عظیمه شده و قانع عجیب و غریب بروے وارد می گشت و اسرار سخت شگرف مشاهده می کرد۔ وے ہم گوید که خوابه بیرنگ را بر من لطفها است، ہم از وے کرم ظاہر و باطن۔ و ہم وے گوید که روزے من از پدر من بمنز لے دور ترک بودم که از آن جا آواز کس شنیدن ممکن نبود۔ من از زبان پدر اسم اعظم را بوش سر نیک شنودم۔ و ہم وے گوید که روزے من در خواب با خورشید ہم آغوش شتم و در نور آن نیر اعظم مستهلک گردیدم۔ ہم وے گوید که روزے نکلین سلیمان پیغمبر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر خواب بانگشت من پوشانیده اند۔ و ہم اندر آن خواب عظمت سلیمانی ظاہر شده و وحوش و طیور حاضر گشته۔ و ہم وے گوید که در بعضے اوقات شبها تنها کجره بوده ام و احوال غریبه روے داده۔ چنانچه سقف و دیوار شگافه است۔ ماه و ستارگان اصلا گمشده اند۔ و ازین قسم وقائع در اوایلها بسیار بروے وارد می شد کہ تفصیل آن بطول می کشد و در صحبت وے تاثیرے است نیک۔ و قتی شیخ من از احوال وے بمن این نوشته که نسبت وے بسیار بلند است و توجهات بزرگان همیشه شامل وے۔ چنانچه آثار توجه قوی او بسیار مردم در خود یافته و از صحبت وے کیفیت تمام و احوال غریب داشته اند۔ و این حقیر نیز از صحبت وے متاثر شده۔ چنانچه روزے بوے گشتم که می خواهم بمن توجه نمای تا جمعیتے بیایم وے تو اضع می کرد اما چون بسیار بجد شدم و گشتم ازین مرانه این مطلب است که بر من حالت کیفیت ظاہر شود بلکه تحقیق شود که نسبت (اکابر) چگونه است۔ وے مرا متوجه شد و فقیر خود را تمام گذاشتم باندک توجهی

کیفیت عظیم ظاہر شد چنانچہ ساعتی ذہولے تمام بندہ را واقع شد و بعد از برخاستن از آن صحبت نیز تا دیر اثر آن کیفیت ظاہر بود۔ غرض کہ وے ہمہ تن مورد الطاف الہی است و ہمہ وقت وے مشغول بیا حق و حضور الہی است و در تعمیر اخلاق چندان توفیق یافته است کہ در شرح نگیند با تقید شریعت مطہرہ۔ الحمد للہ علی ذالک۔ انتہی۔

من دوسہ مرتبہ از صحبت وے کیفیت کہ با ما تر از آن کیفیت نیست، یافتہ ام۔ امروز وے ہمت بلند وارد و معارف وے از آن بلند تر است و خن حقائق سخت عالی و اضافی فرامی نماید کہ فہم ہر کس بدان نرسد۔ در ”نفحات الانس“ است کہ شیخ الاسلام گفتہ۔ صوفی ویست کہ بحال وقت زندگانی بردہ باشد۔ انتہی۔ وے گفتہ ہیچ بمطلب نہ رسید مگر آنکہ فرار از مخلوق نمودہ باشد۔ چہ مخفی نیست کہ صوفی بحال وقت زندگانی بدون عبارت است از شوق و ذوق و کیفیت کہ از دل خیزد بتوسط او زندگانی می گزیند۔ آخر بتوسط این اشواق و اذواق بہ ہستی مطلق کہ فناے فنا در آنجا است متحقق و محق می شود۔ این مقام، مقام منتہی است۔ و آن مقام، مقام مستوسط و منتہی را گاہے از مقام متوسط بہرہ مند و سعادتمند گردانیدند و از صحبت و توجہ متوسط بارنگے وے رنگین می شود۔ چہ منتہی آئینہ ایست پاک از جمیع کدورات و ہر چہ در مقابل آن درند رنگ آن گیر و صورت آن پذیرد۔ و ازین مقولہ قول یکے از مشائخ خبر دہد کہ خرقانی منتہی بود مرید از وے بہرہ کم گرفتے۔ ازین جا معلوم می شود کہ منتہی ہیچ نسبت ندارد و از جمیع احوال و کیفیات مبر است۔ ارشاد را نسبت و کیفیت از ضروریات است کہ از آن بمریدان و مسترشدان تواند پرداخت۔ اگر چہ منتہیان را خداے عز و جل

برآن دارد کہ ہر گاہ خواہند از مقام خود تنزل فرمایند و بہر نسبت کہ رضا ایشانست متصف شوند و بہ طالب منعکس سازند۔ لہذا این تنزل موقوف بر ارادہ حق است جل شانہ و عادت ایشان اکثر و دائم تعطیل از جمیع نسب و کیفیات می باشد۔ وے اشعار عارفانہ دارد و ”شناسا“ تخلص می کند این چند بیت از وے است

قید بود از علم رسمی در حجاب زان سبب عارف بغم الفت گرفت

رباعی

تا چند بگرداب تمنا باشی مانند حباب بے سرو پا باشی
چون موج بہر سو چہ روی سرگرداں یک چند ہی نشیں کہ دریا باشی
من نسخہ ”اسرار یہ“ تا این جا نوشتہ بودم کہ مفاوضہ وے بدین دو بیت بمن رسید در سنجہل و این از جملہ تصرفات وے دیدم و این ست

شب و روزم چہ نالم از شب و روز کشم خود را بدر یا شام جان سوز
چہ از روز و شب تارم کہ دارم فراغ از مہر و ماہ گیتی افروز
اشعار پارسی وے بسیار است این دو بیت عربی نیز از وے است۔

رایت لکل موہوم وجود هوالموجود والموہوم حقاً

ولم یقبل لما جاء ت بفہم

وقتے در اوایل من این رباعی گفتہ بوے نوشتم تا پسند فرماید۔ رباعی

گویند کہ ذات صرف بے رنگ و نشان دین کثرت اشیاء ہمہ وہم است گمان

گر بے رنگ است ذات و اشیا دہم پس و پیش چہ ہندکن سرے از آن
وے پسند کرد و شرح بغایت غامض و دقیق بتفصیل نوشتہ فرستاد کہ آن شرح را
شرح دیگر بیايد۔ تا با حاطہ فہم در آید۔ درین وقت مثلے رئیس مرا بیايد آید این است
کہ شکر می بود از شہر لاہور، یکے از مردم ہند از وے پرسید کہ عوفہ مقررہ تو چند
است۔ وے بزبان خود گفت۔ و نریہ روپیہ۔ ہندی گفت۔ و نریہ (روپیہ) چہ قدر
را گویند۔ گفتہ ”ویہ فی دہ“ ہندو گفت۔ یا عزیز، در یافتن ہمین یک مشکل بود
چون شرح کردی دو چند مشکل شد۔

خوجہ غلام بہاء الدین دو پسر دارد یکے خوجہ عبد المدین محمد و دیگرے خوجہ حسام
الدین محمد۔ ہر دو متبوع و محبوب شیخ اند و آثار و ولایت و ہدایت از ناصیہ ہر دو پیدا
است شیخ مسن در باب علایکی خوجہ این غرض فرمودہ۔

بہ از دست زبان فصیح خوجہ علایکی	زبان کجاست کہ گویم بدت خوجہ علایکی
ز بے لطافت طبعش کہ بازیافتہ گرد	بزار اشارہ لفظ صریح خوجہ علایکی
بمیشہ باد مصون تا بود زمین و زمان	ز ہر فساد مزاج صحیح خوجہ علایکی
بشام و صبح بود صحن دو و کسب جان	جہاں ماہر و وجہ صبح خوجہ علایکی
باو بر بر کی ماہ از خسارت ہست	بزار ماہ غلام صبح خوجہ علایکی

تاریخ ولادت خوجہ علایکی، ضیاء بھوی کہ از فہرست است و ذکر وے خود آمدین گفتہ

تاریخ ولادت خوجہ علایکی ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء

تاریخ ولادت خوجہ علایکی ۱۰۶۰ھ

قطعہ

خواجہ غلام بہاء الدین محمد آنکہ در گیتی بسان او گل از باغ معرفت نشکفت
 یگانہ، کز واسرار گفتم ذات و صفات خدای عزوجل پیچ رنگ برونہ نہفت
 بلند منزلتی کز کمال جذبہ شوق زہر قدم خس و خاریات عشق برفت
 چون از عنایت دلدار رفت فرزندے کہ گوہرے بدین حسن نظم نباید سفت
 ز روے شوق نمودم طلب ز ہاتف غیب ز سال مقدم او نقشبند ثانی گفت
 من ہم در سنجہل بتوارذ ہمین تاریخ یافتم با تاریخ دیگر در قطعہ کہ بیت آخرش این است
 سال ولادتش را پر سیدم از دل و جان دل غنچہ بہا گفت ہاں نقشبند ثانی
 و تاریخ ولادت خواجہ حسامی، پدر روے، شناسا، این گفتم۔ قطعہ

چوں حسام الدین ما از لطف حق آفتاب آئین رسید و ماہرو
 نقل با ماہ و ز سال مقدمش خواجہ ابرار آمد گفتگو
 و من در تاریخ ولادت وے از سنجہل این قطعہ فرستادم قطعہ

چون حسام الدین برون آمد ز غیب شادی آمد در دل و غمہا نہفت
 دیدہ ہاے دوستان شد باغ باغ سینہ ہاے مخلصان گل گل شہفت
 صد دعای خیر از راہ نیاز این دل من گفت کان مژدہ شہفت
 ہم دلم تاریخ وے از روے صدق خواجہ ابرار باز آمد جہفت

۱۔ در نسخہ ”عقل“ ج ۲ ”خواجہ ابرار آمد“ مادہ تاریخی ویت ازین مادہ تاریخی، ولادت آن

حق سبحانہ جمیع ولد شیخ مرا بکمالات صوری و معنوی برسانا و و عمر و راز بخشا و

خواجہ عبدالقادر

وے ہم پسر شیخ من است۔ از ایام خردی طریقہ وے آزادی وے تعلقی افتادہ
است۔ بغایت غربت و نامرادی موصوف است و باوصاف حسنہ معروف و بیجا
تقدیر و تعین متعین متعین

تعلق حجاب است وے صلی چون پیوند با کسی واصلی
وے ہمد آشن است و از حد بیگانه۔ ستر باے از او نہ می کند و با فقر صحبت می
کند۔ شیخ من گشت چون یام و مدت وے نزدیک رسید شب در خواب دیدم کہ
بزرگ مرئی نوید کہ ارتقا و غوث اعظم مرئی یعنی مرید ایشان شو ششم اخلاص و بندگی
(کہ) بہ نسبت آن حضرت و مریدان و زان است کہ نسبت در آید۔ لیکن ارتقا و
معنوی و خواجہ تشبہ می دارم۔ باز گشت۔ مرید غوث اعظم باید شد تا سہ ہزار زمین گشت و
تا آن جو ب شنید و در ہان مدت آن پس متولد شد من رجوع بشیخ لہدا و آدم و گشتم
من ین پس مرید غوث اعظم می نمیشد اندرین مرتوبہ نمیدانم وے ہم آنچہ
نی ہر مرید و آمد۔ شیخ بعد از قوجہ نست۔ در واقعہ دیدم کہ روح طیبہ خواجہ تشبہند و
غوث اعظم و خواجہ چہ نکند اس اندر ارتقا و مریدان سہ ہزار شد و ست خواجہ چہ نکند
و صاحب را غوث اعظم عرض می کنند۔ ایشان و خواجہ تشبہند اش را می کنند کہ این پس از
سلسلہ ایشانست۔ خواجہ (تشبہند) می فرمودند ما و شہ سلیم۔ ما خواجہ (شیخ لہدا و) خود

بشمار جوع آوردہ۔ غوث اعظم فرمودند پس کاروے مشتمل بر ہر دو ولایت باشد۔
خواجہ عبدالقادر ہم چنین شد۔ ہر گاہ من پیش شیخ خودی شدم آن خواجہ عبدالقادر بر من
آن قدر لطف و عنایت دارد کہ در شرح گلنجد و شکر آن نمی توانم گفت۔

خواجہ محمد عاشق

وے ہم پسر شیخ من است۔ اگر چہ نام وے عاشق است اما معشوق
شیخ من است و مقبول شیخ من است۔ اخلاق سخت نیک دارد و ہمت نیک تر۔
طریقہ سلام و پیام از وے ظاہر و پیداست۔ ہر کہ بصحبت وے برسد از خلق و
مرآت و فتوت وے خوش بر می خیزد۔ وے بزاویہ قناعت با یاران طریقہ و صحبت
زندگانی خوش دارد و بار و ایات سلسلہ غیب آوردہ است کہ طریقہ غیر در بہمتش کمی
پیوند۔ و پیروی عالم و عالمان اصلا دامن گیر ہمت وے نیست۔ این زمان طریقہ
صابران بر حال وے صادق است۔ رباعی

جانان بقرار خانہ رندے چندند

فرمودند کہ اصل بے پیوند نیست (از غیر)۔ پس فرمودند کہ پیش من بیج شعر بہتہ
ازین رباعی نیست۔ پہلوان محمود نور بار علیہ الرحمۃ گفتہ است کہ

جانان بقرار خانہ رندے چندند

بعد از آن فرمودند کہ اگر کسے حقیقت یعنی لا الہ الا اللہ را داند زین سخن داند کہ

باقی بہ سہ شعر رباعی در سہ سہ "ہمراہیہ" من یافتہ

حقیقت پہنچان محو و گرفتار ہیج قیدے نبودہ و تجلی ذاتی مشرف بودہ اند۔ یاران
وے ہر ہمہ اہل صدق و صلاح اند۔ مداح و ناطق بر راستی و فلاح وے۔ و محبت
خا ہر با ہمہ است و بوجہ باطن بے ہمہ چنانچہ روش بل این سلسلہ است
از درون شوخا و از بیرون بیگانہ باش این چنین زیباروش کم می بود مدر جہان
شیخ من و رطوی وے کہ در سال ہزار و پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ) بوقوع آمدہ۔
نشاے خوش و بشارتے و کش داشت و مجلسی از یاران خواجہ بیرنگ و شیخ من نیک
بارونق بود۔ چون وقت نکاح رسید بنی طر من گذشت چہ شود کہ تاریخ طوی مشتمل
بر مبارکباد و بظہور آید۔ فرصت بسیار کم بود، استمداد از باطن شیخ خود نمودم و در لمحہ
تا کہ عقد بستہ شد برگفتم کہ "صاحب من طوی محمد عاشق جیو مبارکباد" برخاستم، بہ
شیخ خود عرض کردم۔ فرمود۔ تاریخ ہم ہمیں است۔ گفتم۔ بلے۔ شیخ من و جمیع
مجلسان خوشوقت گشتند۔ وے ر مروز بر من عنایتی است و کرے کہ از زبان نہ
توان گفت۔

خواجہ عبدالرؤف

وے ہم پسر شیخ من است۔ بصفت غربت و تشنگی و مسکینیت و نیاز مندی موصوف
است۔ و مہر غفلت و کم ہا مردم صحبت و شستن و رزش کردہ۔ ہمت بلند دارد و پاہر خرد و
بزرگ متواضع است و نیاز آور۔ پیوستہ اراق مت صفات می کوشد و حاست
۱۔ در سبب "شفت" ۱۰۵۸ھ کے مصرعہ تاریخ نیم درست نیست۔

باطن را از نظر اغیار می پوشد و اندر سایہ خمول و گمنامی و سے را با خود سرے خوش است
و اندر آن غریبی و نامرادی ملتجی کس نیست۔ گویند بزرگے عالی مرتبہ گفتہ است کہ
انچہ مایا فتم اندر غربت یافتیم۔ شعر در وصف غربت

ما غریبا نیم و غربت کار ماست بکہ غربت رونق بازار ماست
سرور جہان و جہانیاں علیہ افضل الصلوٰۃ و اٰمل التّحیات بترغیب این صفت
باصحاب فرمودے۔ ”کن فی الدیہا کانک غریباً او عابری سبیل و
عد نفسک من اصحاب القبور“۔ زہے سعادت و نجات۔ وزہے
شرافت و نظافت۔ خواجہ عبدالرؤف با تصاف آن صفات حمیدہ صبر و تجرد، ہمت و
فتوت پسر شیخ من خواجہ خرد است و نبیرہ خواجہ بیرنگ چنانچہ شعار بزرگان اہل
سلسلہ عالیہ است۔ در ”رشحات“ است کہ خواجہ احرار قدس سرہ از مبادئی حال خود
می فرمودند کہ ”در زمان میرزا شاہ رخ در ہرے بودم و مرا بر فلسے قدرت نبود۔
دستارے داشتم کہ پارچہ بازوے آویختہ بود ہر بار کہ یک پارچہ را بند می کردم
یک دیگرے بروے می آویختم۔ روزے در بازار ملک می گذشتم گداے از من
سوال کرد۔ من بیچ نداشتم کہ بوے دہم۔ دستار را از سر خود برگزفتم و پیش آتش
پزے انداختم و گفتم این دستار پاکست، بعد از دیگ شستن می

۱۔ میرزا شاہ رخ وید امیر تیمور گورگانی ولدت ۱۳ ربیع الآخر ۷۹۷ھ / ۱۳۹۵م بمقام سمرقند۔
حاکم خراسان، ماژندران، بختان، اصفہان و شیراز بود۔ تخت نشینی ۸۰۷ھ / ۱۴۰۳م وفات
۸۵۰ھ / ۱۴۴۶م عمر ۷۹ سال یک روز (بحوالہ ترک جہانگیری)

توان در دیگ مالیدن۔ آن را نگاہ دار وین گدرا چیزے دہ۔ آتش پڑ گدرا خوشنود ساخت و دستار مرابوب تمام آورد و من قبول نکردم و بگذاشتم۔“

شیخ الہداد

جدہ مادری خواجہ سراج الدین محمد بن خواجہ ابرار است۔ آثار برکات و انوار و استقامت بدرجہ اتم ازوے لائح بود۔ او ہمیشہ استقام داشت کہ نماز جماعت در مسجد جامع فیروزی حاضر شدے۔ و سالہا تا آخر حیات مبارکہ بروش سابق شدہ و ضعف بصارت ہرگز نکرده و جمیعت مکفل اوقات (او بود)۔ در اوایل شیخ بہلول مجذوب صحبت داشتہ۔ بعد زوفات شیخ کہ در سال وادوت شیخ من است بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ بشغل طریقہ نقشبندیہ منقن گشتہ و در اندک فرصتے بہواہب عالیہ بہرہ وافر گرفتہ است۔ و شیخ من گفتہ استقا متے وچذے کہ در کار ازوے مفہوم می شد جز اہل کمال را میسر نباشد۔ و شیخ من ازوے حکایتے گفتہ کہ در اوایل بخواجہ بیرنگ عشتیہا علت داشتہ۔ خواجہ بیرنگ بنا بر مصلحت وے را دوری انداختند و می فرمودند کہ استعداد وے بسلاسل دیگر مناسب است۔ (ازین سخن) وے سرگرم تر می شد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ روزے شیخ تاج الدین از وہابی متوجہ سنجہل شد و بمنزلے وے شب نزول کرد۔ وے حرفے از صفات خود از شیخ بشنید، سر اسیمہ

اسم شریف آن شیخ عبدالرزاق۔ مرید و خیفہ شاہ قمیص قادری۔ واقف علوم مادری۔ وفات

در شب پنج شنبہ چہارم رجب ۱۰۰۷ھ ۵۹۹ م (بحوالہ ذکر جمیع اولیاء و علی)

گشت و از کثرت شوق افغان و خیزان در رنگ مست طاف آمد، و دوزانو پیش خواجہ شد چون نظرش بر جمال خواجہ بیرنگ افتاد چون خرمن گل تنگ در کنار گرفت و در محن خانہ می غلطید ایشان لختے خود را وا گذاشتند۔ گاہے بر بالا و گاہے در تہ می شدند و آزار ہا بدن شریف راہ یافت چہ وے مردے زبردستے بودہ۔ ایشان فرمودند بہ ما ہیج کارے داری؟ گفت۔ کارے کہ دارم بتو دارم و مقصود من توئی۔ گفتند۔ پس مارا خود میکشی۔ فائدہ نکرد۔ آن گاہ فرمودند بجانب روے من بہ بین۔ بگردیدن، از جاے برجست و بر خاک ادب بنشست۔ و ازین جرأت ندامت ہا کشید۔ وے گوید کہ آن روز در چشمان ایشان چیزے دیدم کہ بنوز لذت آن فراموش نمی شود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بی بی دولہ اہل وے را در صحبت اول خواجہ بیرنگ کشف ملکوت واقع شدہ و در اندک فرصت بمقامات عالیہ رسیدہ و ایشان نسبت وے می فرمودند کہ مردم قدر وے را نمی دانند۔ وے چنان شدہ کہ اگر رابعہ بصریہ درین وقت می بودے بایستے کہ در حلقہ ایشان می نشیند۔ وہم شیخ من گفتہ چون خواجہ بیرنگ خواستہ کہ بی بی (دولہ) را خلافت عطا کنند، شیخ تاج الدین را بوے فرستاید کہ اولاً در توجہ و تصرف وے را امتحان تمام (کنند) کہ اعتماد شود آنگاہ خلافت دہند۔ ایشان بہ بی بی فرمودند کہ شخصے را بردر خود نشانده و بوے متوجہ شو وے چنان کردہ است و آن شخص بخود شدہ و افتادہ آن گاہ بی بی را خلافت دادند و بارشادِ مسترشدان امر فرمودند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بشیخ الہداد می فرمودند کہ پیش ما جرمی آئی تو خود شیخ کامل در خانہ داری چرا نہ بوے رجوع

می کنی۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بسیار زنان صالح در صحبت بی بی دولہ بشغل باطنی
مستفید شدہ بودند و بکیفیت بے خودی رسیدہ۔ شیخ اہد او در سال ہزار و چنجاہ و اند
(۱۰۵۰ھ ۱۶۳۰م) برفتہ از دنیا و بی بی در سال ہزار و چنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ
۶۳۹م)۔ من شیخ (اہد او) آشنا بودم و وے لطفے و شفقتے بر من می فرمود۔ گاہا
وے رامی دیدم کہ در ترشح باران با وجود گل و رے با خادم رجب نام نماز خنتن
بمسجد می آمد با شوق تمام۔ من از مشاہدہ دیدار وے شگرمی کردم کہ یادے از
اویاے سابقین می داد۔

شیخ رستم

وے بسیار بزرگ ست۔ از کادان است۔ صاحب احوال عظیمہ است۔ شیخ
من گفتہ کہ وے در طریق استقامت و تجرد و اخفای نسبت بے نظیر است۔ در چند
روز سوک طریقہ نقشبندیہ بہ کماں رسانیدہ در صحبت خواجہ بیرنگ باشارہ نمیی۔ بعد
از خواجہ بیرنگ با خواجہ ابرار تا آخر عمر وے صحبت داشتہ و استفادہ زیادہ از نچہ در فہم
قصران در آید نمودہ۔ وے از اصحاب ہمت و تصرف است۔ با رواج طیبہ
نسبت قوی درود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ از من سخت
می پرسیدند و من نمی توانستم۔ در حین جواب گفتن بر رے مبارک ایشان نظرمی کردم
کہ چشم خیر می کرد و آب چشم رون می شد چنانچہ در حین نظر کردن آفتاب۔ وہم
شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابرار گفتہ کہ وے در زمان خواجہ بیرنگ خرو سال بود، اما ہم

منجملہ اعظم اصحاب بود۔ خواجہ بیرنگ بعد از تمامی سلوک همان سلوک کہ (در مجلس)
تخلفاء می نمودند بوے می نمودند و در عقب آن نیز۔ شیخ من گفته کہ یکے از خصائص
شریفہ وے آنست کہ آنقدر محبت، خواجہ بیرنگ و از خورد (خرد) و کلان خاندان
وے اور است توان گفت کہ ایفاء حق ارادت می کند و باین صداقت از کم کسے
ظاہر است۔ وہم شیخ من گفته کہ روزے من ساعتی نزدیک تربت مقدسہ خواجہ
بیرنگ نشستم چون از آن جابر خاتم باوے گفتم کہ آنجا غیر از ذات حق ہیچ چیزے
نہ۔ وے ازین حرف بسیار مخطوط شد۔ وہم شیخ من گفته کہ وے گفته کہ من بعد
فوت شیخ رفیع الدین شے وے را بخواب دیدم کہ مرا گفت، پیش ما بیا۔ درین اثناء
خواجہ بیرنگ ظاہر شدند و شیخ رفیع الدین فرمودند کہ فلانے (مرا) روز کے چند
باوے کار ہا است۔ وہم شیخ من گفته کہ وے را باین (خوبی ہا) بندہ امروز از
اصحاب خواجہ بیرنگ (دانستہ) رجوع بوے دارد و آثار عنایت وے در خود یافتہ و
وے را لذت خود می داند در امور بسیار از ظاہر و باطن۔ وہم شیخ من گفته کہ بی بی
قطب والدہ وے را در احتضار دیدہ شد از غلبہ نسبت و سطوت حال در نظر چنان نمود
کہ گویا بشیرے نشستہ است و در آن صحن مغلوب محبت خواجہ بیرنگ بود۔ سخت با حال
شگرف و بانور، مردان راہ۔ وہم شیخ من گفته کہ خواجہ ابراہیم از بہمت و توجہات وے
کہ بنسبت بادشاہ صاحب قرآن ثانی در استقرار امور خلافت و سطنت و غیرہ
ذالک نمودہ بادشاہ ظاہر ساختہ و آگہی دادہ و آشنا کردہ و بادشاہ امروز وے را از
نیکان زمان می انگارد و بتلطف و کرم سلوک می فرماید۔ چنانچہ ظاہر است۔ روزے

وے بمن گفتہ کہ شکر است وقت آن مانده کہ مردم حسبہ لند از شت فنگی قدم بری
دارند و خود را بدوستان او سبحانہ برسانند و براہ مردان گذشتگان فرامی دوند۔ من از
وے خوارق دیدہ ام وہم از زبان دیگران بکرات شنیدہ۔ وہم من یقین می دانم کہ
اگر عقل مردے بودے بصورت وے بودے۔ وے پس دارو شیخ محمد قلی نام کہ
سہ روزہ کلمہ طیبہ را بزبان فصیح گفتہ بودہ ست، و حضران شنودہ۔ وے منظور نظر
خواجہ ابرار است و مقبول خاطر شیخ من۔ امروز بہرہ مند ظاہر و باطن و مصاحب
مزان فہم۔ شیخ محمد قلی گوید کہ روزے در ایام جہا پیدر گفتم۔ ازین جا جبرو کہ
بادشاہی پُر دور است تماشائی تو انم کرد۔ گفت ساحتگی باش۔ درین اثناء پیل
دمان بے پیلہان از اکبر آ پا دور رسید و پیچہ دیگر ہم چنچان مست و بے پیلہان از
سکندر آ پا دفر آمدہ با ہم بجنگ در پیوستند تا دیرے۔ آخر ہر دوزالہ کنان در دریاے
جون با ہم در آب افتادند و این تماشای بے نظیر در نظر آمدہ۔ وہم وے گفتہ کہ شبے
بجواب دیدم صحراے ضخیمہ و حوضے کلان پر آب و رو بہ شد۔ بر آن حوض چنے کثیر و
بتعینہ زمشخ کبار و درویشان عالی مقدار نشستہ اند و خواجہ ابرار متصل برن
جنوبی آن حوض بطریق شش نشستہ درین اثناء خواجہ خرو خوش بخت تجرید و بے
تعینن با سوارئی شیعے بدتجائی آمد۔ از مشاہدہ تن ہمہ خلایق بتعظیم قیام نمودہ
اند و می گویند کہ خواجہ خرد آمدند و چنان ثو ظمی سرد کہ مردم بسیار در ہوا بر آب حوض
ایستادہ اند و حوض از آن مردم پُر است و وے تحتی تحت "شرح مشکوٰۃ" پارسی شیخ
مہد حق دہوی را با فوائد چنیدہ احادیث شائستہ و زہ جمع نمودہ است و الحق آن

طرز نواست و خوش آئندہ و آن تالیف را "سراج المشکوٰۃ" نام کرده۔ و ہم این نام تاریخ آن کتاب است۔ وے در سال ہزار و ہشتاد و دو (۱۰۷۲ھ ۱۶۶۲م) برفت۔ من تاریخ او گفتم

اے خوشازیستن و مردن آن زندہ دے کہ بدر و غم او عمر نہ برباد گذشت
 شد محمد قلی آزاد ازین دیر فن دوست یافت کہ دے با غم دل شاد گذشت
 زان دوئی کردہ ز دل دور بگفتم تاریخ آہ صد آہ محمد قلی آزاد گذشت
 بعد اتمام "اسرار یہ" پچہار سال حافظ عنایت اللہ پسر محمد قلی کہ مردے غریب و نادار
 ست، گوید۔ کہ شبے من بخواب دیدم کہ خواجہ ابرار در مسجد جامع فیروزئی آمد و یکے را
 طلب داشتند، شیخ حسن خسر پورہ شیخ رستم کہ از دنیا رفته بود مرا آورد و شیخ یوسف برادر
 زاوہ شیخ الہداد کہ ہم از دنیا رفته آنجا حاضر بود گذشت حافظ را نہ طبیبہ و بیکہ شیخ رستم را
 طبیبہ و تاوے را بکسور خواجہ ابرار آوردہ اند۔ اتفاقاً در بہان آیا مکہ وے از یہاں رہی بہ
 شدہ بود (قدرے) نقابت داشت، روزے بزیارت حضرت قطب الدین قدس
 سرہ رفته بودہ است و از آن جا یہاں شدہ بہ علالت بخانہ آمدہ است۔ من بعیادت وے
 شدم۔ نیک با ہوش بود۔ بر من لطف بسیار فرمود۔ (متعلق من) بمیر حسن پسر میر محمد
 زاہد گفت کہ فلا نے کس خوب است و فی تحہ خواند و مرا رخصت داد۔ ہم شیخ من کہید کہ
 من در شب یازدہم جمادی الاولی بعیادت وے رفته ہستم و دو با ہوش و آگاہی بود، در
 بہان شب برفت از سال ہزار و ہشتاد و دو (۱۰۷۳ھ) و چون وے را در گور مردند

بکنار صفہ خواجہ بیرنگ، باران ترشے داشت بطافت۔ و بر روی وے چون وے را
 در (گور) کردند بس نور نیت بود (ازین) و من بسیار خوشوقت شدم۔ شیخ من گفت کہ
 من شبے وے را خواب دیدم کہ جائے ایستادہ است و دریافتہ ام کہ وے از دنیا برفتہ
 بوے شدم و پرسیدم کہ حال بر تو چون گذشت، گفت، خوب گذشت، گفتم ہیچ تشویشے
 خود بر سید۔ گفت اندکے رسید لقا احمد لہد بخیر انجا مید۔ باز پرسیدم کہ خواجہ بیرنگ را
 دید و، گفت، دیدم و خواجہ ابرار را دید، گفت۔ آرے۔ گفتم پس چشم شمارا بید بوسید کہ
 بیدار ایشان مشرف شدہ اند و تاریخ و مات وے این قطعہ گشتم۔ قطعہ

شیخ رستم صاحب صدق و صفا چوں بسوے خدا اعلیٰ برد راہ
 سال تاریخ و صالح عقل گفت کو حبیب خواجہ ابرار آہ

شیخ مرتضیٰ سنبھلی

اے صاحب عشق و محبت و معرفت و وجدان است۔ چہ شرب عذب و چہ ذوق
 طیف و چہ حال و چہ نسبت قوی داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ چون
 ملازمت خواجہ بیرنگ مشرف شدم بے آنکہ طلب در میان آید، رابطہ ایشان مرا
 فرا گرفت۔ زن صحبت چنان بر من ستم و بخانہ آدم بنا گاہ می بینم کہ صورت
 مبارک ایشان ہمہ جہات را فرسرفتہ۔ جیہ ان شدم۔ و ہنوز نوکری را وانگذاشتم، و
 خواستہ کہ بروے نظرے کنم، صورت مبارک ایشان از میان غائب شد۔ و این
 معاملہ در آہ بہ بود۔ چون ایشان بدلی متوجہ شدہ اند، من برخصت آمدہ ام

والتماس طریقہ کردہ۔ در آن وقت ایشان برپا ایستاده بودند مرا بگوشه بردند و فرمودند، رابطه بکنید۔ عرض کردم۔ رابطه چیست؟ کیاے تمام فرمودند حفظ صورت ماکنید۔ حقیقت حال را عرض کردم۔ لطفها نمودند و (دوباره) اشارت بآمدن دہلی کردند و فرمودند کہ رمضان نزدیک است اگر توانید خود را در آن ایام برسانید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ در آخر رابطه صورت مبارک جدا شدن گرفتہ است، مرا ازین معنی اضطراب تمام روئے داد۔ بخواجه بیرنگ عرض کردہ ام۔ فرمودند کہ کار خود کرد دیگر چه کند؟ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ چہل روز کمابیش بر من چنان گذشت کہ ہر روز صفتہ تازہ و حالے نومی فرستادند و چون آن وارد می رسید، متصل کس می آمد کہ خواجہ بیرنگ می طلبید چون بخدمت می رسید می فرمودند کہ این چنین چیزے بشمار رسید، عرض می کردم، آری۔ می فرمودند۔ بروید بکار باشید۔ سبحان اللہ آن چہ طریقہ ارشاد و تربیت بود کہ ایشان داشتند۔ بیک نظر کارے کہ سالہا میسر نشود پیش می آید۔ چون از مسجد بر می آمدند ساعتی می ایستادند و بہر کدام ازین مردم کہ بمشایعت آمدہ بودند نظرے می فرمودند و بہر کدام را حال و صفت تازہ می بخشیدند۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے در چنین وقت نظر انداختند مرا حالے پیش آمد کہ من خود را دیگرے دانستہ می دانستم کہ این مردہ است۔ و تا سہ روز این حال کشید و درین سہ روز با خود می گفتم کہ خدا نے کس خوبے بود حیف کہ رفت۔ در آن ایام کہ ہر روز حالے می فرستادند، روزے حالے رسید و کس نہ رسید۔ خود رفتم کہ عرض کنم اما وقت آن نبود ایشان در تہہ خانہ مسجد بودند و بر

چرا پیہ دراز کشیدہ۔ جزوے در دست داشتند و می دیدند چون مرا دیدند جزو از دست
نہاوند و باشار و گفتند، بگو۔ ہر چند خواہم چیزے تو انم گفت تو انستم۔ ایشان تیز تیزی
نگریستند و می فرمودند، بگو۔ لرزہ بر اعضا من افتادہ حالتے غریب روے داد و این
حالت تا دیر کشید بعد از مدتے آن اضطراب اندکے تسکین یافت۔ اما دست چپ
در لرزہ بود۔ این قدر تو انستم گفت کہ بیج نمی تو انم گفت۔ فرمودند۔ بروید نا طلبیدہ
نیاید۔ چون از آن جا برخاستم و بیرون آمدم دیدم کہ ہولے عجیب کشیدہ ام۔ ساعت
بر دیوار تکیہ روم بیت و متاعاں آدم و ازین چند روز بیماری تپ کشیدم۔

و ہمیشہ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے حالے عالی وارد شدہ بود و من
بان حظا تمام داشتم و خراہان خراہان در مسجد می شستم۔ ناگاہ ایشان در مسجد آمدند و
بان حال دیدند ہمہ مرضی نیست۔ بعد از ساعت سید احمد رسید، دوستے بر سینہ من زد
کہ ماں چه حال داری و رون شد۔ متصل این عمل، حال از من جدا شد، من
منقطع شد و من روم کہ این عمل از سید است و سید است (در زی) بروے
کرد۔ در عقب سید شتم، پوششت تمام شتم کہ این چه بود کہ مردہ۔ سید در خندہ و
آمد من بہ چند ارتقی کی روم سید می خندید۔ آخر چون دید کہ بسیار وحشت می نم
گفت کہ از من چیزے واقف نشد۔ ایشان مرا فرستاد و بودند کہ چه کردم بنمودہ
ایشان روم مرا در عقب (حال) داشتہ نیست۔

و ہمیشہ من گفتہ کہ رازے خواہہ پیرنگ را، زنی را واقف دید در غایت
ساعت و نامہ بی جہود بر شد و میل داشتہ۔ شیخ من بیغیت آن از حضرات پر سیدند۔

شیخ کمالؒ یکے از یاران ایشان گفت کہ حقیقت ذات احدیت بود ظہور فرمودہ،
خوشوقت شدند۔ ہم شیخ من بمن گفت ازین قسم احوال بر عارف کامل می نذرانند و
آن عارف در آن حال بہر رنگے و بہر کارے کہ متوجہ می شود لوجہ اندکند بلا حدث
(نفس) چہ از آن نجاست پاک گشتہ است

از غیر خدا چون غسل کردی خود بار در نجس گردی
و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ روزے یکے نزد خواجه بیرنگ رسید و گفت کہ شاہ
دھورہ کہ یکے از یاران است ایشان تہرے فے کردہ اند و وے بر زمین در افتادہ
است و روے سوے ایشان می دارد گفتند مہ تے کشیدہ است بے جہش دست و پا
۔ در آن حال جبین و سینہ وے خراشیدہ گشتہ و آغشتہ بخون۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ
روزے وے پیش خواجه ابرار اظہار در ماندگی خود می کرد و می گشت۔ خواجہ ایچہ حے
پنچ متے نصیب مانشد۔ ہمیں طور بیکار ماند۔ خواجه ابرار گشت۔ این سخن شہابان
مستے می ماند کہ روزے کیفہ خرید و بخورد و شورش آورد و بد مستی بہا کرد و بر بیان و جامہ
اش پارہ گشت۔ پس از آن نظرش بر آن کیف فروش افتاد و بغضب گشت۔ مرا کیفہ
دادی کہ اثرش پنچ ظاہر نشد۔ گفت آرے علامت بے کیفی و ہوشیاری از اوضاع ترا
ظاہر است۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ مرا بیش تر قنہی نیاز مندی بسیار واقع است
والطافے کہ در حق من می گردانید، در بیان نمی شاید۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وقت شیخ

۱۔ شیخ کمال قریشی۔ بہ طریق سیاحی بر قدم توکل بہ ہندستان شریف آورد و از یہ قلعہ بہہ ملی

برکنار جون سکونت گرفت۔ وفات آن در سال ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶م) (ذکر جمیع احوال، بیادلی)

تاج الدین در سنبھل بود شیخ مرتضیٰ صحبت دے می رسید و از دے تصرّفے و توجہے
ظاہری گشت کہ خلاف وقت خودی یافت و سوں می شد باخر ترک صحبت کرد۔ چون بہ
دہلی رسید خواجہ بیرنگ پر سیدہ اند کہ صحبت شیخ تاج الدین می رسیدہ اید، یا نہ۔ صورت
حال را معروض داشتہ است۔ فرمودند زین بعد برگاہ کہ شما صحبت شیخ می رسیدہ باشند
نمی توند در شا تصرف کرو۔ من بعد ستر چنان واقع نشد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ
مرتضیٰ گفتہ کہ من گاہ با سر قبر شیخ فتح اللہ ترین سنبھل مر قبری نشستم۔ روزے صورت
شیخ ظاہر شد، بر من توجہے کرد و انجذاب بہم رسید و درین شا بصورت خواجہ بیرنگ ظاہر
شدہ و میان شیخ و من حاصل گشت۔ شیخ فتح اللہ ترین مرا گشت۔ می خواستم کہ ترا ز من
نصیب رسد لیکن این تصرف نمی گذارد۔ روزے پیش شیخ من این رباعی مذکور شد۔

رباعی

ہمسایہ و ہم نشین و ہم رہ ہمہ دوست در دق گدا و الطس شد ہمہ دوست
ور انجمن فرق و نہان خانہ جمع باللہ ہمہ دوست ثم بامد ہمہ دوست
شیخ مرتضیٰ گفت، سہ دریغ مثل مودنا جامی عارف کامل بتا کید قسم خوردہ می گوید
کہ ہمہ دوست و "اوارامہ" بہ "ازد" نمی کرد و بیچ اعتبار آن نمی کند۔ و ہم شیخ من
گفتہ کہ مرا شیخ مرتضیٰ نیاز مندی بسیار واقع است و از الطافے کہ در حق من می کرد
میدواری با بیشمار دارم۔ گویند شیخ مصطفیٰ پدر شیخ مرتضیٰ کہ در دیشے بود صادق و
عاشق۔ دریا جوانی بردختہ بند وے فریفتہ شد۔ آن دختر ہم بوعے راضی گشت و
نہان و رختوش (بہ رضی و) مسلمان کردہ کجائے عقد خود را آورد و جماعتہ نمود فریاد

یہ کم شہر بردند و کار شیخ را بظلم فراموهند۔ حاکم ارباب شرع را طلبید و آن دختر را با پرودہ حاضر کرد۔ قاضی از دختر پرسید کہ اگر شیخ ترا از روزے تعدی بر کشیدہ اش بگیریمش و بقبیلہ تو حوالہ نمایم و اگر با شیخ راضی هستی و مسلمان می شوی آن چنان برگوی۔ دختر گفت قبول کردم مصطفی را و دین مصطفی را۔ ازین اقرار ارباب شرع وحکم خوشدل گشت و دختر را شیخ سپرد۔ شیخ مرتضی از آن دختر متولد شد۔ روزے شیخ مرتضی بہمن گفت کہ ہمت و توجہ را اثر است سخت خاہر و صاحب توجہ ہر کہ باشد۔ چنانچہ مشہور است کہ در ایام پیشین بر ہمنے بودہ است، بہت پرست، روزے بکارے، بجائے می رفت پسر خود را گفت۔ چنانچہ من در وقت طعام اقل بہت می خور اندم و پس من می خورم تو ہم آن چنان کنی۔ گفت۔ بے۔ چون وقت طعام رسید پسر تحقیق دانست کہ بہت ہم چون، می خوردند و اصطلاح کفرہ نمی فہمید، شہ در ظرفے نہ دو گشتن گرفت۔ ”دودھ پیو، دودھ پیو“ گویند، وے را چون مذت گذشت و انان از حد گذشت۔ بہت سر برد و در وقت رے بخورد۔ چون روزے دیگر بر زمین باز آمد ز پسر حقیقت طریقتہ پرسید گفت من الحاح بسیار کردم تا قدرے شہ بخورد (ستہر) خیال کردہ)۔ ازین معنی بر زمین پسر را نسیل کرد و وے در ویش صادق شد۔ در تبع مولانا قاضی محمد مسطور است۔ کہ حضرت احرار قدس سر ذمی فرمودند کہ بہت، تبع خاطر و تسلط قصد است بر امر واحد، بروجبے کہ خلاف آن در خاطر نیاید۔ چون چنین کند ابستہ سبب حصول مراد است۔ فرمودہ اند کہ رائے پیش آید می باید کہ مناسب آن مہم توجہ بحضرات اسماء نماید۔ اگر یہ راست باسم مبارک ”لشانی“

میکروز بجا مع طوس آمد۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر مہدی (بگفتن صفت او) می داشت این محمد بندے بر قباد او شیخ ابوسعید را خاموش کرد۔ زبانش نسبت او در گفتگو بخود برآمد و شیخ ابوسعید گفت۔ اے سلطان عصر و اے سرور وجود بند قباد و ابیشی کہ بند ہر ہفت آسمان و زمین نہادی۔ ہمدان کتاب است۔ از شیخ ابو عبد اللہ خفیف پرسیدند کہ سبب چہ بود کہ وے بشام نماز نمی کرد۔ گفت پیوستہ مطالعہ غیب می کرد۔ امور غیبی بر وے غالب آمد در مقام حیرت افتاد و از اعمال ظاہری باز ماند۔ روزے من بخاطر آوردم کہ شیخ مرتضیٰ باویم کہ ہر چند در اشتغال ذری باطن مداومت می نمایم چونست کہ چندان اثر نتیجہ آن بظہور نمی آید تا این سخن در خاطر مردم وے گفت در صحبت ابو یزید بسطامی مریدے دایم ذکر می کرد و بچہ اثر آن در خود نمی یافت۔ بایزید اورا ”سلطان الذاکرین“ لقب کرد، چون سبب آن پرسیدند، گفت۔ اگر یک از شہادر ذرا اثر نمی دید، کس می کرد۔ وے ہر چند اثر نمی یابد فرا پیش می رود۔ و ہمہ درین بابہ از ”نفحات الانس“ مرانقلے بنظر در آمد و آن وہم بر طرف شد و تسہیل خاطر شست و این است کہ شیخ الاسلام گفت کہ علی بن موفق را بہتد چہار بار بہ حج آرند وقت حج کردہ بود و با خود می گفت بتاسف کہ می آیم و می شوم نہ دل دارم نہ وقت (نمی دانم) من خواب در چہ ام۔ آن شب حق تعالی را بخواب دید، وے را گفت۔ اے پسر موفق تو بخواب خویش کسے را نخواستی نخواندی۔ اگر من ترا نخواستمے نخواندے و تو مردے۔ دریناری آخر شیخ مرتضیٰ، مرا اضطرابے سخت روئیداد کہ مبادا ازین صحبت جدا مردم اندرین معنی کتاب ”نفحات الانس“ واکشادم، زاتفاق این شعر آمد۔

گر نالد کسے نالد کہ یارے در سفر دارد تو بارے از چہ می نالی کہ یارے در بخل داری
روزے وے را ہم در آن بیماری بے خودی روزے داد۔ حاضران دانستند کہ
برفت۔ عزیزے گفت۔ حیف کہ این چنین بزرگ ہم چنین برود۔ وے چشم واکرد و
باشارہ گفت۔ مرا بنشینید۔ چون نشست ساعتی مراقب شد و سر بر آورد و ذکر جہر کرد و
برفت در شب شانزدہم ربیع الاول از سال ہزار و چہل و ہفت (۱۰۴۷ھ، ۱۶۳۸م)
شیخ من گفت کہ خواجہ پیرنگ نیز در وقت رفتن ذکر جہر کردہ بودند و نیز گفتہ کہ نیت در
ذکر جہر، جماعتی کہ بردہ اند، این است کہ ہر نفس را اخیری دانند۔ در نفس آخر ذکر جہر
سنت است۔ مگر چہ قدر و منزلت است این سخن را در نظر او یہ حق۔ در کتاب
”رشحات“ است کہ مولانا سیف الدین کہ از اکابر علماء آن زمان بود از حضرت
عزیزان سواں کرد کہ شاگرد علیہ بچہ نیت می گویند۔ فرمودند کہ۔ باجماع ہمہ علماء در نفس
آخر بند گفتن و متقین کردن بحکم حدیث ”لَقِنُوا مَوْتَا کُم بِشَہَادَتِ لَا اِلهَ اِلَّا
اللہ“ بانرا است و در ایشان را ہر نفس نفس اخیر است۔ من در تاریخ شیخ مرتضیٰ گفتہ۔

قطعه

آن صاحب کمال خدا شیخ مرتضیٰ	از عالم فنا چہ بدار القرار رفت
صبر و قرار رفت بہم در زعاشتان	ناگاہ ہم چو ماہ و شے از کنار رفت
ز عالم فنا چو شبلی بحال خود	چون رفت چون جنید بعالم و وقار رفت
تاریخ فوت او چو طلب مردم از خرو	باتف ز غیب گفت آہ ”قیب دار رفت“

شیخ نجم الدین پسروے کہ جو آنے است، فہم تحقیقت بردہ۔ گفتہ چون پدر من
مختضر شد۔ شیخ بہاء الدین ابن شیخ محمود حاضر بود۔ گفت شیخی پسرخود را بکہ می
سپاری؟ گفت پدر من وقت رفتن مرا بکہ سپردہ بود۔ گفت بخدا، گفت من ہم وے
را بخدای سپارم۔ وہم وے گوید کہ بعد از رفتن پدر من در زیر بالین وے این غزل
تازہ بخط وے یافتہ شد۔ غزل

نہ میل مُردن وے شوق ز بستن دارم	نہ ذوق خلعت و نہ خواہش کفن دارم
نہ دل کشد بسوے باغ و بیشہ و صحرا	نہ حظ غزلت و نہ عیش انجمن دارم
نہ حب صحبت مردم نہ حب تنہائی	نہ می گزم ز سخن نے سر سخن دارم
نہ عزم طاعت و نہ قصد جرم و عصیانم	چو نہ عرض دہم حالتے کہ من دارم
ہزار شکر رضاے بہر طریق گناہست	سر نیاز بدر گاہ ذوالہمنن دارم

حافظ جلال الدین

صاحب وجد و حال و ذوق است۔ در اوایل وے مرید عبدالشہید احراری بودہ
است۔ پس از آن بصحبت خواجہ بیرنگ رسیدہ و در اندک فرصت بہرہ فرا گرفتہ و
فیضہا یافتہ و بکمال رسیدہ۔ شیخ من گفتہ وے مصطفیٰ راصلی اندعیہ و ہم بسیر در
خواب دیدہ۔ بآن حضرت نسبت تمام داشتہ۔ از ضلعت وے نور حقانیت ظاہر
بود۔ وہم شیخ من گفتہ کہ از خواجہ ابرار روزے کہ حافظ وفات یافت شنیدم کہ وے
مورد تصرفات خواجہ بیرنگ بسیاری شدہ است۔ من از مرہم فقراء بسپار شنودہ م

و ذوق شریف و نسبت لطیف۔ شیخ من گفتہ بسیار بودے کہ خواجہ بیرنگ سید را می فرستادند کہ از احوال باطن یاران مسجد خبر گرفته بیاید۔ سیدی آمد و از کیفیات یاران مطلع شدہ می رسانید و ہم چنین سید را بمزارات اکابر اولیاء و مشائخ می فرستادند و جواب می طلبیدند بے آنکہ جواب پسند بگوید۔ گاہ بودے کہ آزرودہ بہ جواب بر شستے۔ تصرّفات انفسی و آفاقی خواجہ بیرنگ زیادہ از آن است کہ در شرح گنجد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ والدہ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بضویر مختلفہ بسیار ظاہری شدند۔ یکبارے در صورت آئینہ تصرّفات فرمودند و تجلی نمودند۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بر والدہ من نہایت عنایات و الطاف و توجہات عالیہ می فرمودند۔ شبے بنوبت شب باشی بخانہ دیگرے بودند و از آن جا توجہ بوالدہ من کردہ اند و وے را احوال عالی روے نمودہ و تجلی خاص مشرف گشتے۔ پگاہ آمدہ پرسیدہ اند کہ بشب چه حال گذشت۔ وے حقیقت را بعرض رسانیدہ، فرمودہ اند۔ وصل حق ہمین است۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ سید احمد باین فقیہ عنایت بسیار داشت و مکرر از وے شنودہ شد کہ داعی مرد بحق من۔ روزے کہ بر فتنہ ازین جہان روزے بود کہ از خانہ وے کسے کہ بر آید بوی فقر از وے می آمد و عقیدت شریفہ خواجہ بیرنگ داشت۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ خواجہ بیرنگ بمن وعدہ کردہ اند کہ چون بہ بہشت رویم ترا برابر خود بریم۔ گویند کسے از یاران خواجہ بیرنگ را حالے پیش آمد کہ مرضی ایشان نیست۔ در روزے سید حاضر بود کہ ایشان چیز کے در سوراخ دیوارے نہادند۔ فی النور حال وے از دست بشد و بنابر مصلحت و حکمت وے را نہ گفتند۔ وے مغطرب گشت و

حقیقت حال را سید گفت۔ سید در خلوتے عرض رسانید کہ آن بیچارہ خراب می شود۔ حضرت آن چیز را از سوراخ بر آرد ایشان بر روی تسمہ آوردند و آن حال باز فرا آمد از زیادتی۔ در "رشت" است کہ میر عبدالمالک از کبار اصحاب حضرت خواجہ احرار قدس سرہ بودند و بشفرف فرزندیت و دہادی مشرف گشت بودند۔ در مبادی حال کہ از نیش پور بہلا زمست حضرت ایشان بہا و را انہر آمدہ اند و طریق رابطہ اختیار کردہ مدتے ہفت سال متصل برزش آن نسبت شریفہ قیام نمودہ اند و بشرائط آن اقدام فرمودہ و اکثر اوقات از آن قبیل بودہ است کہ چون چشم مبارک حضرت ایشان بر خدمت میرامی افتادہ (است)، ایشان اورا ز مجلس راندہ اند و خنان درشت فرمودہ اند۔ بعد از ہفت سال ایشان را بفرزندگی قبول کردہ اند۔ و صبیہ شریفہ خود را کہالہ عقد ایشان در آورده اند۔ آن شریفہ بد خدمت بہ پسران امیر گرفتہ بود۔ پسران او بمیر گلن و میر خرد معروف و مشہور بودند۔ گاہ بودے کہ خواجہ بیرنگ از بیعت مشرف نمودہ، مردم را سید حمد حوالے فرمودہ و بخلوتے خاص تم کے از یاران در آمدے۔ (مگر) سید آمدے۔ و بسا کار کشد مریدان ایشان بالتماس سید مذکور بنظر رسیدے۔ و در سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ تا ۱۶۳۰م) برفت از دنیا۔ و اوایل من سید را پیش شیخ خود دیدہ ام۔ وے ز شیخ من مرا پدیدہ کہ کیست، این جون گنت۔ صاعے است نامراد۔ از آن وقت اے مراخت دوست داشتے و از ما جہا ہے کہ با خواجہ بیرنگ در خلوت

خاص بمیان گذشتہ بودے بیان فرمودے۔ روزے سید مرا گفتم کہ ”خواجه بیرنگ
شبے بعد از نماز خفتن بدر مسجد آمدہ ایستادند در عالم استغراق و دست در کمر آوردہ ماندند
تا مؤذن اذان بآید گفت و نمازی باز در مسجد نماز آمدند۔ (خواجه بیرنگ مرا گفتم
کہ) آن شب بر ما چون ساعتی بگذشت۔“

شیخ عبدالغفور سنبھلی

از یاران خواجه بیرنگ است۔ در کمال استقامت بودہ و صاحب نسبت عالی و
استغراق تام۔ طریقت و معاملات با جذبہ بہم داشتہ۔ شیخ من گفتم کہ وے گفتم۔
روزے در مسجد فیروزی بر صف نماز مراقب نشستہ بودم در واقعہ دیدم کہ اکابر سلسلہ
نقشبندیہ و چشتیہ قدس اللہ اسرارہم باہم جمع اند و ہمہ اکابر نقشبندیہ متوجہ ذات بکت
اند و از اکابر چشتیہ خواجہ معین الدین تا خواجہ نصیر الدین دہلوی نیز متوجہ بذات دارند و
باقی متوجہ صفات اند۔ و من از پیش خواجہ قطب الدین گذاراشدم خواجہ فرمودہ۔
اے فلان بیا، تا ترا چیزے کرامت کنم۔ درین اثنا خواجہ بیرنگ دست من گرفتند
و گفتند از ما ست۔ خواجہ قطب الدین گفتند چہ باشد کہ از ما ہم نفع بے برسد۔
درین وقت مؤذن تکبیر گفت و من با طاقت آمدم و این اندیشہ در دلم ماند کہ خواجہ
قطب الدین کدام چیز کرامت می کردند۔ بعد از سہ چہار روز خواجہ قطب الدین را
بخواب دیدم پرسیدم کہ آن چہ بود کہ شما لطف می فرمودند۔ فرمودند، آن سوز کہ در
سینہ تست۔ وے ہمیشہ منزوی بودے چون کوہ راسخ۔ و دریاے بودم مواج

مستقیم الحال۔ وے از رسومات (تکلف نہ) صوفیہ رستہ بود و بترہات آنان فریفتہ
نشدہ بود۔ وے فرمودہ کہ ”فوائد القواد“ آوردہ اند۔“ کار را از اصل گرفته اند زمین
کار باید فرار سیدن، در ”نفحات الانس“ می آرد کہ شیخ الاسلام گفت کہ ابو صالح
حدیثانی گفت کہ در خانہ ابوالخیر تین فی شدم بزیارت۔ مرا گفت۔ اکنون از سفر کجای
آئی؟ گفتم ز طر توس۔ گفت امسال کیجی نیت داری؟ گفتم۔ (نیت) مملہ دارم۔
گفت۔ حق تعالی شما را چیزے داد، حق آن ندانستید و آن را نیکو ندانستید۔
(نیتجنا) شمار در باد یہ با و دریا پارا گندہ ساخت۔ ابو صالح گفت۔ اے شیخ حج و غزرا
می گوئی؟ گفت۔ آری حج و غزرا می گویم۔ چرا نہ وقت خود را غنیمت گیرید و از آن
باز نشینید۔ شیخ الاسلام گفت۔ مریدے پیش ابوالقاسم خذال مروزی شد از وے
دستورے خواست کہ بسفر می شوم۔ پیہ گفت چرا می روی؟ گفت اگر آب زرد تیرہ
مرد۔ پیہ گفت۔ چہ دریا (بحیرہ) نباشی کہ زرد و تیرہ گردد۔“ شیخ عبد الغفور با شیخ
مرتضی احوات و محبت پٹہ داشت و بار بار ہاہلی می شدند بزیارت قبر منورہ خواجہ بیرنگ
در ایام عرس۔ اکثر سنان در سمنہاں بدیدار وے شدندے از خانہ چیزے خوردنی
یا جنس نقد آوردے و زہ دعوت شان کردے و اگر یکے از آنندگان سخنان این طریق
از وے پرسیدے از وے تجاہل شاربہ زرگ و دیگر مردے و خود را بیان نہا و وے

واناے راز، راز رزیہ بود تجاہل

من بسیار بوعے شدے و وے مرا سخت دوست داشت۔ و پیچ گاہ نفستہ مر کہ باز

۱۔ کہنا وے مارہن است۔ زنجیر است

برو۔ در خلوات سخنان این راہ بکنایہ و معنائیک بمن آوردے و حکایت خوابہ پیرنگ
بہ طافت خاص بیان کردے و مراد دل بر دے۔ و مرا ہمیشہ بوسے نیاز نامہ با بودہ
است در عرض احوال خود و وے را مفاوضات است بمن اکثرے و رتربیب انزوہ
و عزیمت۔ روزے وے این نوشتہ۔ اسامیہ فی الوحده

پشت بر دیوار کن خلوت نشین از وجود خویش ہم خلوت ترین
درین راہ ہر چہ بہت استقامت است۔ اندک حق نجیب نہاد۔ بکار مشغول با
شید و از خدا خد بخوابید۔

نمی خوابد کمال از یار جزیر بیاموزند و رویشان کدنی
وقت این نوشتہ

فقر آن بگزید ہر کو حائل است زن کہ در خلوت نہا ہا حدت
خلوت چہ بہ ز جہد تہا۔ خلق رہا ہا آن کہ یہا پے خلق
و روزے آن نوشتہ کہ متعجب کتاب بد۔ تا مدت قرآن مجید ہم (و ہدایت)
کار نکردہ است۔ فواجہ انی راہ مقصود ہمین است۔ میسر ہا۔ و از رشحات
ست کہ موافق مکرہ حق می فرمودند کہ وقت موعود ہرین کا شغری تہہ ہر آمدند
و متعجب بر کنار حق دیدند۔ فرمودند کہ آن چہ کتاب است۔ نہ تم صحت است۔
فرمودند (ابتد) تہات پیاری است یعنی مبتدی رہا پید کہ در ہدایت ہا
طریق نشی و اثبات مشغول بود، تہات قرآن کارے متوسل است و تہہ
گذاردن کار منہ بیان است۔ اہل ہدایت رہا تہہ تہات نشی و اثبات است۔

وفات شیخ عبدالغفور در ماه جمادی الاول از سال ہزار و پنجاہ و نہ است۔
(۱۰۵۹ھ / جون ۱۶۳۹م) قبر وے بر در وے۔ و تارخ وے این گفتیم۔ قطعہ

عبدالغفور چو از در جہان رفت بزرگ کابل و شیخ جہان رفت
بجای اہل شوق و عشق و عرفان بسا افسوس و فریاد و فغان رفت
نیمین بہمت بیرنگ خواجه ہمہ عمرش چو عمر عارفان رفت
چو پر سیدم ز دل تارخ فوٹش بہشتا "قطب سنہیل" رین جہان رفت

۱۰۵۹ھ

بعد از وے پسر وے عبدالواسع نام در ایام جوانی وے و من با ہم بدہلی شدیم۔
وے بطاب علمی پیش شیخ من مشغول شد۔ مردے نیک بود مدت با در آن جا
گذرانید۔ شیخ من گفتہ کہ عبدالواسع کے خوبے بودہ خوش فہم و ظریف۔ روزے
بخش شناسے کہ در علم حذاقت بے نظیر بود بخش خود باستہذا نمود کہ احوال مرا
در یاب۔ وے بخش وید و گفت۔ زود کہ خدا شو۔ ورنہ بصارت تو می رود۔ وے
این حرف را ہمہ تہذا دانست و بگشتہ نبض شناس عمل نکرد۔ چون بسنہیل آمد
بصارت او بکلی برفت۔ و در آن وقت من گاہ با وے را می دیدم صحبت نیک می
گذشت۔ وے سالہا زیست۔ روزے من بذیارت قبر پدر وے شدم۔ در آن
جا جنازہ دیدم پر سیدم، کیست؟ گفتند۔ عبدالواسع۔ نماز گزار دم۔ در پائین قبر
پدرش مدفون ساختند۔ در سال ہزار و شصت و ہشت۔ (۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸م) شیخ
عبدالغفور را برادر وے بود شیخ رفیع نام۔ پیر۔ بود روشن رتقائی و نیک منظر۔

خدمتِ خطاب جامع مسجد سنجل داشت۔ خطبہ باواز حزمین و دانش می خواند۔
روزے من بعرض شیخ محمد عاشق شدم چنانچہ ذرا حوال شیخ محمد صالح خواہد آمد۔

شیخ نعمت اللہ

وے مشہور بطنی است و از اولاد شیخ الاسلام خواجه عبداللہ انصاریست۔ در خرد سال
بطلب حق در آمدہ در سال ہزار و ہشت و ہفت خواجه پیرنگ پیوستہ و اخذ طریقہ
نقشبندیہ نمودہ۔ خواجه پیرنگ را بوی نظر لطف و عنایت بسیار بودہ۔ صفائی حال و
طافت نسبت از وے ظاہر بود۔ شیخ من گفتہ کہ وے گشتہ کہ روزے خواجه پیرنگ
مرا طلبیدند و خدمت فرمودند۔ بہان وقت ایشان قبض داشتند۔ و نصف ایشان
بر من منعکس شد چون بیرون آمدم کہ متوجہ آن کار شدم، حالتے روے داد بر من کہ
قصہ ہلاک خود کردم و لخطہ بلخطہ آن عزم قوی ترمی شد تا آنکہ اگر جا (بند) می
دیدم بنی طرمی رسید کہ خود را بزریر اندازم و ہمچنین وجود ہلاک منصور می شد و سبب
آن بیچ نمی دانستم و نزدیک رسیدہ بود کہ خود را ہلاک سازم بعد از مدتے بین
اندیشہ کم شدن گرفت تا آنکہ زایل شد۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گشتہ کہ روزے

۱۔ حضرت شیخ عبداللہ انصاری ابن ابو منصور ہمدانی ولدت ۲ شعبان ۳۹۶ھ ۶۰۶ م ۷۰۶ھ
نسب آن حضرت، معروف صحابی و میزبان رسول حضرت ابو یوسف انصاری متسلست۔ و درت
۲۲ روی الحجہ ۳۸۱ھ ۱۰۸۸ م است مشہور عالم دین ادیب و شاعر و جہت و ریاست و در شہادت
ست۔ خلیفہ عباسی مقتدی باللہ آن حضرت را در سال ۱۰۸۳ م استب "شیخ" سر ملاک و ...
بود چند تصانیف معتبرہ از آن یادگار است۔ ج ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲،

خواجه بیرنگ در آخر پاستانہ خواجہ قطب الدین رفتہ بودند آن جا متوجہ شدہ اند کہ
 بدستند کہ خاک ایشان از کجا است۔ رواج طیبہ منشخ بسبب حاضر بودند۔ از آن
 میان خواجہ مسعود بک گفتہ۔ خاک ازین شہر نیست و ہم چنین تعارف موانع و بار
 آورده اند۔ و آخر گفتہ بکہ خاک شما ازین عالم نیست۔ خواجہ بیرنگ تعبیرین معنی را
 از اصحاب پرسیدہ اند کہ آن جا حاضر بودہ اند۔ آنان وجہ گفتند مرضی ایشان
 نمیتاود۔ بعد از آن از من پرسیدند۔ چیزے گشتم۔ ایشان را خوش آمد و فرمودند
 چیزے خوب گفتی۔ ہمانا کہ اجساد مطہرہ یعنی اکابر را حکم ارواح می دہند۔ وقت
 وے در نیم ماہ ربیع الاول از سال ہزار و شصت و پنج (۶۵۰ھ تا ۱۶۵۵م) است
 من تاریخ وے گشتم۔ قطعہ

سدا کہ شیخ نعمت اللہ	برداشت رخت از زمانہ
معروف بہ شیخی ارچہ بودہ	شیخی بدہ پیش او فسانہ
“شیخی نہاد” گشت ہائش	تاریخ وفات آن یگانہ

۶۵۰ھ

۱۔ شیخ خان مسعود بک را از بانی سنان فیہ اور شاہ۔ مرید ہائے شیخ رکن الدین بن شہاب
 الدین نام بودند “مراتہ الاعلیٰ فیہ” التقریبات التالیف دوست و قسانہ غریبات بسیرہ را

۲۸۔ باب ۱۵۹ ص ۵۳۔ مہدویت یافت۔ (تاریخ ویرانی) این شعر ادست

چند رانی تہج مہمان برام ہوں من جو بد رفتن دانست

۲۔ تاریخ منشست است غرار منہد تاریخ۔ تاریخ وفات آن شیخی نہاد است و عدد آن ۶۵۰

ہجری تہج۔

وے را بر من لطفے بودہ است بسیار۔ ہر گاہ من بوے شدے سخنان بس دلاویز از احوال خود گفتے و تاثیر نسبت خواجہ بیرنگ را کہ حکم اکسیر داشتہ بہ نحو بہترین بیانے فرما آوردے۔ روزے می گفت در آن وقت اندر غلبہ حال چنانچہ چیز با پیش نظر در می آید۔ مرا پس ہم بنظر در آمدے۔ و پیش و پس یکسان نمودے واضح۔ و ہم وے می گفت کہ مجذوبے بودہ در دلی اہل استغراق ہمیشہ افتادہ می بود۔ گاہے کہ خواجہ بیرنگ بد آن کو چہ گذشتندے وے بر جستے و از پنے ایشان گامے چند بر رفتے و خوش خوش بگفتے۔ اینک سردار می رود یعنی بزرگ می رود۔

خواجہ محمد صادق

وے طفدے شیخ من است عالم بودہ و فیاض۔ خواجہ بیرنگ بوے التماس و عنایت بسیاری داشتند۔ و توجہات نیک می داشتند۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ در زمانہ خواجہ بیرنگ مرا حالے بود کہ در شرح نگیند پانہ بن ہادیہ بنین بود کہ از خود خبرے ندا شتم۔ باندک محرک رقت روے می داد۔ الحق، اثر نسبت خوبے خواجہ بیرنگ مفہوم می شد۔ در طریق نیاز و ارادت مستقیم بود۔ و ہم شیخ من گفتہ۔ بعد از آن کہ این نسبت واقع شد از صحبت خواجہ بیرنگ در پیوست و در ہم سائیں ایشان جا گرفت۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وے را فضل و کمالات بسیار بود۔ و تائیدات لطیفہ از قلم وے ظاہر شدہ۔ ”ناقد اسماء الرجال“ و ”کلمات الصادقین“ و غیرہ۔ در اوایل رمضان سال ہزار و پنچہ و دود، بہوش تام ذکر گویان بر رفت و ہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ وقتے مولوی جاتی بکوچہ میزند شتمند جوابے ”برہمند“ نام

بحسن و جمال، او با شانہ، بد شانہ دیوارے سوار نشتہ ایشان نگاہے عاشقانہ
 بوے کردہ اند۔ وے راجوش آمد، درستی از آن دیوار برآمدہ و بر سینہ ایشان ضم
 شد۔ ایشان دست دعا برداشتہ اند و گفتہ۔ الہی صد و بست سالہ شود پدر قلندر
 است۔ (دیدگان) ماجرا شنید و پس کشید و وے را کشان کشان بخدمت ایشان
 آوردہ و در پائے انداختہ و مد رہا خواستہ کہ این بے ادب کار رفتہ را غنوم نماید و توجہ
 فرماید کہ آدم شود۔ ایشان خوشوقت شدہ اند و غزل فرمودہ و یکبار وے را خواندہ۔
 وے نیک خواندن باز گرفتہ و صاحب علم و دانش گشتہ۔ وے بھر صد و پانزدہ یا
 شانزدہ بود کہ بدینی آمدہ من وے را دیدہ ام و آن دو غزل از زبان وے شنیدہ و
 بید گرفتہ بیک واسطہ از مولوی۔ و از آن دو غزل بیک مصرعہ این است۔ مصرعہ

”حقت مہمان نداشت خانہ بہمان گذاشت“

من بہ گاہ بدینی می شدم پیش شیخ خود، خواجہ محمد صادق مرا سخت دوست داشتہ و از
 احوال خواجہ بہ نگ حکایت غریبہ شنیدہ و مرادل نیک خوش کردے۔ وے در آخر
 رسالہ ”حکایات اشرار شہین“ خود کہ بہم تاریخ نسبت می نویسد کہ شکر خداوند سبحانہ
 بکہ ام زبان خواندزد۔ این رباعی، نقلی حال این مرہون الطاف ایزدیت

رباعی

صد شکر کہ شد دین نبی آئمہ و از رب یوحنیفہ شد تلقینم
 صد شکر کہ از راه فی و بتا در سادہ خواجہ بہاء الدینم
 نزد بل، انش و پیش چنانچہ دین محمدی از ادیان ممتاز است و مذہب یوحنیفہ از

گفتے و بر من لطفے و عنایتے داشتے۔

شیخ رفیع الدین

بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی قدس اللہ اسراہم در صحبت خواجہ بیرنگ نسبتہائے عالی پیدا کردہ و معرفت و سع و حال قوی نصیب وے گشتہ در علم ظاہر شاگرد پدر خود است و در علم باطن بہ از پدر خود۔ رسائل تصوف پیش خواجہ بیرنگ گذرانندہ بود و استفادہ نمودہ۔ شیخ من گشتہ کہ وے سخن ان صوفیہ من سبت تمام داشتہ است۔ و ہم شیخ من گشتہ کہ من مقدمہ ”شرح لمعات“ مولوی جامی را نزد وے گذرانندہ بودم۔ وقتے در آن شب بودے گفتم کہ مرا بحکم تصوف شوقست غالب می خواہم پیش فلان شیخ کہ درین دستہ تمام درو، بشروے رخت بندم و استفادہ نمودے گفت من آن شیخ را نیک می شناسم، شاخود بہتر دانید۔ و ہم شیخ من گشتہ کہ وے بآنکہ چند پشت شیخ و شیخ زاوہ و صاحب سجادہ است رعایت طریق تشبہد یہ رہنے می نمود کہ مان نمی شود کہ وے را بسلسلہ دیگر ہم نسبتہ باشد۔ و ہم شیخ من گشتہ کہ وے باین فتیہ مہربانی بسیر می نمود و بسیر در باب این بندہ لفظہا بر زبان مبارک وے گذشت کہ انظار آن مقدور نیست۔ حق سبحانہ بتفصیل خواجہ بیرنگ و اصحاب ایشان این گرفتار رہمراے کہ دارد برسانند۔ و ہم شیخ من گشتہ کہ در اوایل خواجہ بیرنگ بسنجمل شدہ اند و میان راہ شیخ اللہ بخش مرہ مکتبہری ملاقات شدہ خواستہ اند کہ بشیخ بیعت کنند۔ درین اثنا کیے گفتہ فلان نماز بسیار

می گذارد۔ شیخ گفته، نماز بسیار گذاردن کار پیران و زنان است۔ ازین معنی در توقف افتاد درین باب شیخ من گفته که خواجہ احرار قدس سرہ در اوایل خواستہ اند کہ سید قاسم جلال تبریزی بیعت کنند۔ دیدہ اند کہ جماعہ درویشان مخالف طریقہ ایشان بے تحاشی مرتکب امور نامشروع می شدہ اند اگرچہ آن مردم در گرد و پیش سید قباب ایشان بودند۔ چنانچہ در ”رشتات“ است کہ خواجہ احرار می فرمودند کہ سید قاسم می فرمودند کہ مرا شیخ زادہ ترکستانی گفتہ ہم چنان کہ این خویشان ما قباب ما شدہ اند۔ روزے باشد کہ خویشان تو قباب تو شدند۔ آخر خواجہ احرار بنی طرّ آوردہ اند کہ ”اتقوا مواضع التهم“۔ و بیعت موقوف کردند۔ و خواجہ بیرنگ شیخ اللہ بخش راجذ بہ می ستودند و بسیار تعریف می نمودہ کہ چون شیخ در ہندستان کسے ندیدہ ام۔ پس از آن سنجیدیان را بقدم میمنت از روم نواز شہا فرمودہ اند۔ چنانچہ مجملے در ذر سید محمد سرسوی بیاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بار دوم خواجہ بیرنگ بکدخدائی شیخ رفیع الدین با عظیم پور رفتہ اند۔ در آن جایشے بود غافلے۔ و سے بجمع تلامذہ خود گفتہ کہ

۱۔ در نسخہ ”عقب آن“ ۲۔ عظیم پور ہا سٹیک مقام مشہور بہ ناحیت ضلع بجنور است و این در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ در ریاست شیخ ابوالمناف است۔ در بارہ شیخ ابوالمناف صاحب ”نخبۃ التواریخ“ نوشتہ اند

”شیخ ابوالمناف از امرائے وقت خود بود و صاحب چہ دہ حشمت و زمانہ

اکبر جلال الدین از عظیم پور ہا سٹ برآمد و بتقریبی در امرہ ہند آمد و دشن

گرفت و نسش محمد بن سیدنا صدیق قسطنطینی بہ اند۔“

شیخ ابوالمناف مرید و خلیفہ شیخ عبد الحمید حبیبست و در سہ ۱۰۶۶ھ و ۶۳۶ھ وفات یافت۔ ہا

درین شهر جماعہ فصوصیان آمدہ اند، زہار پیش شان نشوید، چون این حرف بخواجه
 بیرنگ رسیدہ خوشوقت شدند۔ گاہ بابشخ رفیع الدین می فرمودہ اند از روئے طبیعت
 کہ فلانے! آن ملا چہ می گفت؟ کہ جماعہ فصوصیان آمدہ اند پیش آنہا نروید۔ گفت
 بے وایشان منبسط شدہ اند۔ گویند پیش زمان در آ عظم پور بزرگے بودہ است شیخ
 عبدالغفور عالم و عامل در سال نہ صد ہشتاد و پنج (۹۸۵ھ/ ۱۵۷۷م) ہفتہ از دنیا
 روئے معاصر شیخ عبدالعزیز چشتی است

شیخ عبدالغفور و اصل حق آنکہ بودہ است قبلہ آمال
 مرث روحش خورد نسیم وصال کام دل یافت گشت فارغ ہال
 ذاکرے سال فوت و وصلش گفت کہ شدہ محرم حریم وصال

۹۸۲ھ

از این تاریخ ہشتاد و دومی برآید۔ و ہند اعظم۔ چون رسالہ عینیہ شیخ عبدالعزیز و دیگر

جاری

و راجہ شیخ کئی مدفون شت برادرز و آں نور الدین ملا توری این قطعہ تاریخ و ذات گفت
 ابو المناف امیر، غیر امت و دین ز شہ وقت بدریافت منصب ہال
 بزرگوار جہان بود عمر مخدوم بتیر رفت ز دنیا بہ رتبہ وال
 نوشت بندہ نوری برآں ریب ابو المناف در آمد بخت اعلیٰ

۲۰ + ۱۰۲۶ = ۱۰۴۶ھ

۲۰

راقم الحروف اعنی مصباح احمد صدیقی زاد دین شیخ ابو المناف است۔ و دیگر و اباشیخ ابو المناف
 راقم بہ و دیار دیگر بسیار است۔

سخنانِ توحید بویے رسیدہ و خواندہ و این حرف بنظر وے آمدہ کہ (اے ارجمند و لبند
 این چہ دلاور شو۔ و در دل خود فروزو۔ و بے وحشت و بے خوف انا الحق بگو۔ و سرو
 پا در وحدت انداز و بمقصورسی و ہم چون کوران در راہ نمائی۔ قد علمنا هذا و
 حقیقتها بغایت التحقيق۔ انتہی۔ وے نامہ نوشتہ بشیخ عبدالعزیز و بعضے گویند
 کہ وے در مقابل ”عینہ“ رسالہ ”غیر یہ“ نوشتہ بود بصحت نہ پیوستہ۔ لہذا آن نامہ
 نیست کہ حضرت کریم و رحیم آن قدوہ طریقت محرم خویش را ہر روز ترقی بر مقامات
 ذات و صفات عالیات خویش عبورے و در منزل مشاہدات بے تصور اسماء و صفات
 حضورے کرامت فرماید۔ سرفراز نامہ در ترتیب مقامات اہل تصوف رسید۔ کہ
 استعدادی نگذاشت کہ آن را تمام فرو خورد۔ اے جانِ جانا! خداوند عزیز حکیم از
 مکنون حقیقت ما خبر دارد کہ ”ما قدر الله حق قدرہ“ چون وے تعالیٰ براعین
 ثابتہ ما از ازل از وے علم فایق بودہ کہ از حیثیت و کم نمی ما از معصوم سابقہ خود و نشیخ
 فرمودہ۔ ”انما انا بشر مثلكم یوحی الی“ یعنی حقیقت وجود ما در ممان خود
 بر وجود خویش فرض نکنید، و این تو برہ قرورات را بر من بر قدر نہید۔ ”وکل الناس
 فی ذات الله جاهل۔ جمیع خلق۔“ عقول عزواں خویش فرو بردہ (با عتاف بجزا)
 بر خوانیدہ اند۔ از کلام نارف ربانی و عاشق سبحانی۔

سبحان خالق کہ صفاتش ز کبریا بر خاک جز می گنند مثل انبیا
 گر صد ہزار قرن ہمہ خلق کائنات قدرت کنند در صفت عزت خدا

آخر بعجز معرفت آیند کائے الہ دانستہ شد کہ بیچ ندانستہ ایم ما
 اے جان محققان و روح مشتاقان، چون ما غریبان از یافت این نعمت گمیری
 و دریافت این سعادت عظمیٰ عاجز گشتیم و در دریاے حیرت لا یعلم الا هو۔ فرو
 رفتیم و بگوئیم ”فان لم یجدھا و ابل فطل“ جو یان حضرت وے شدیم پس آن
 بہتر کہ در خط قرآن و احادیث رسول رحمن دست بیعت ز نیم و دامن عقود
 ”اتقوا اللہ و یحذرکم اللہ بفسۃ“ و در پیش نیم و سخن بارگاہ ”الفقر
 فحوری“ (زودیم و گشتہ)۔ قد وہ محققان ذوالنون مصری ”یا بُنّی اذا صحَّ
 حالک مع اللہ لا یستغذک عنہ شاعلاً و لا تشتغل بما یقرب الحلق
 عنک و لن یغوا عنک من اللہ شیاً و اذا صحَّ حالک مع اللہ ار
 شدک الطریق الیہ و افقک بسنة النبی علیہ السلام و ظاہر
 العلم و ایاک و الدعاوی فیمالس لک من العلم۔ ہلک عامۃ
 المریدس لا ذعاء الباطلہ“ باور کنیم۔ و صحت حال بابتہ تعالیٰ فرورفتن است
 دروے براہ ذکر (اند) و آن معلوم این قوم است۔ (فرورفتن) دروے براہ ذکر
 سن ست کہ حررت ذر و در صمیم قلب ذاکر آن رسد۔ و مع بصر و علم ایشان را و
 مہایت حق بیہ۔ ”بہر را سوز و۔ و عیون ظنیات انی ہا، را از اعتبار و احتساب
 بنویس۔ سوز و غیرت و حیرت فراید و علم ایشان را و علم ہمہ عالم در طاقچہ علم قیوم مہوم
 فروریزد۔ از غلبات شوق و شدت محبت تو اند کہ ان الحق و سبحانی در زبان بے زبان
 شان برآرند و معذرت آن نیز کنند۔ الحق الحق و العبد عبد، لا یو

خذون بمعذرتهم ولو انه خطأ۔“ اگرچہ خطا است برچہ می گوید بگستاخی
روا است مگر از غلبہ نیستی است۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ می گوید۔ ”ما الايمان
بالله مني۔“ ”الارادت ترك الاراده“ بمرید صادق روی نماید ”فمن
كان ير جو لقاء ربه... احدا۔“ جز درین منزل میسر نیاید۔ و مشاہدہ ”قل
جاء الحق و زهق الباطل۔“ از ایتقان شریعت اُتیہ ذکیہ محمدیہ علیہ السلام بر
سراز و ضماز مخلصان و متعقدان تجبی فرماید۔ الفت توحید و انس تجرید نقد وقت
گردد۔ و بخداے رب العزۃ از شرح چیزے کہ دے دے را بطور سز واقع شدہ
بود شرم می یابد کہ این نوع مکنونات را از سر بکشد۔

و بحکم رابطہ اخلاص، ضابطہ اختصاص، روحانیت حضرت علیہ السلام را کہ ”من
رانی فی المنام فقد رای الحق“ در وحشت و غربت دستگیر خویش یابد۔
اللهم صلی علی محمد بعدد اسماء الحسنی“ دیگر آن روت دید و
مشاقق آن، در رسالہ ”عمینیہ“ نوشته اند کہ ”اے ارجمند و لبند این جادلا و رشو، و در دل
خود فرو رو۔ و بے وحشت و بے خوف ”انسا الحق“ بگو و سرو پا در وحدت انداز و
بمقصودرسی و ہم چو کوران در راہ نمائی“۔ جواب۔ چون من از دیر گاہ معتقد این
خاندان عظیم (مرا) این کلمات نہایت ناخوش آمد کہ آنچہ حق تعالی پوشیدہ آن را
تصریح کردن باز نتوانم۔ اہل این زمانہ کہ از دور قریب حضرت علیہ السلام دور
افتادہ اند و بہزاران با و بدعت مبتلا گشتہ اند۔ (عوام) از یک دو کلمہ از شا، چندین
شرک فہم کنند و راہ خود را بر با و دبند۔ نزدیک است آنچہ تحقیقات محققانست بہ شرک

اگر حق سبحانہ تعالیٰ درین باب ہمت بخشد تحقیق کنیم (حالا) در دل ہمتے ازین بیشتر
نمی شود و قصہ ذکر تماش کر دیم کہ بستہ نشسته است۔ والسلام علی من اتبع
الہدی)۔ شیخ من شیخ رفیع الدین محبت خاص داشتہ و حسب جہاے نیک بمیان
گذشت۔ روزے شیخ من ازوے پرسید کہ شیخا! اجلہ اصحاب خواجہ بیرنگ را شما
خوب دیدہ اند۔ آن نسبتے کہ خواجہ بیرنگ داشتہ در پیچ یکے از ہمہ اصحاب واقع بودہ
ست۔ گفت من جمیع اصحاب ایشان را دیدہ ام و مشائخ کبار و اولیاء نامدار را ہم
دیدہ و صحبت داشتہ ام آن نسبتے کہ ایشان داشتند در پیچ فردے از آن افراد نیافتم۔
آرے آن نسبت امر روز در شامی یا ہم۔ ہم روزے شیخ من باوے نشسته بود و وے
مراقبہ داشتہ بود چون سر بر آورد و گفت۔ آن نسبتے کہ در صحبت خواجہ بیرنگ حاصل می
گردید ایں الحمد للہ کہ در صحبت شاہان نسبت متحقق است۔ بارہا من با شیخ خود
بوے می شدم و صحبتے عجیب بمیان می گذشت۔ روزے در اوایل شیخ من بوے
می گفت۔ شیخا!.... در حق جوابے کہ مطلوب من است از لطف و سعی کار و ریغ
ند رہی۔ (گفت) بلے و ہم بطیبت گفت رضا ہست کہ اورا بدہیم (ترا) با چشم تو۔
شیخ من گفت۔ زنہار با چشم من نہ گیری۔ زین لطیفہ ہم گنان خوش گشتند۔ شیخ
رفیع الدین شیخ پدر من است۔ و پدر من ذکر باطن ازوے گرفتہ و جمعیت حضور و
آگاہی رسیدہ۔ پدر من گفتے کہ من بصحبت پدر وے ہم رسیدہ ام و مشائخ بسیار را
دیدہ۔ اما چیزے کہ با سیتے ازوے یافتہ۔ گاہ با پدر من و من بوے شدے
و اطفال و عنایات بسیار یافتے۔ وفات وے در روز عید قربان از سال ہزار و بست

وندہ است۔ (۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) و نقش وے را از برہان پور بدلی آوردند۔ وے
 را چند برادر و چند پسر بودہ اند ہمہ از نیوان زمانہ و اندر اخلاق نیک یگانہ۔ از آن
 حمد شیخ علاء الدین برادر وے کہ بصفات حسنہ و اخلاق عالیہ موصوف است باشد
 من اخلاص خاص دارد، و محبت نیک سالہا گذرانده است۔ شبے شیخ من بعرض شیخ
 عبدالعزیز رفتہ و مرا با خود گرفتہ مطربان و بہمال میر خسرو شروع کردہ اند۔ شیخ
 علاء الدین از شنیدن آن در افتاد و بے خودشت و مدتہ در آن حال بماند،
 دانستند کہ برفت۔ و وے را چندین سال است کہ بحسب تقدیر الہی بطرف بنگالہ
 رفتہ و بہان جا سکونت گرفتہ۔ بر من لطف و عنایت داشت۔ شیخ عبدالحی بن شیخ رفیع
 الدین بہنخان صوفیہ آشنا بود۔ من و وے عمر عزیز با ہم گذارندہ ایم۔ وقت وے
 در سال ہزار و شصت داند است (۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰م)۔ شیخ اطف الدنہ برادر خرد
 وے غریب و نادار بود۔ سفر ہائے آزادانہ کردہ است۔ باشد من نیازمند با خدای
 بود۔ وے جوان برفتہ در سال ہزار و پنجداند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔

شیخ محمد زاہد

وے ہروی الاصل است۔ پدر وے محمد صالح بہندستان آمدہ و وطن اختیار کردہ
 صاحب اخلاق عظیمہ بودہ است۔ گویند پیش، کہ بہ صحبت خواجہ بہنگ رسیدہ،
 میر محمد زاہد است۔ و ایشان بروے عنایات و لطافت بسیار می فرمودند و در اندک
 فرصتہ بمواہب عالیہ بہرہ ور گشتہ۔ صاحب ذوق و حال و استقامت بودہ و در

طریق معاملات راسخ۔ ہمت عالی داشت۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ از روحانیت مقدسہ خوبہ پیرنگ لطفہاے عظیمہ ہرے شد و ذکر کرد آنچه وے را وے دادہ بودہ است۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ خواجہ پیرنگ می فرمودند کہے کہ بشناے ذاتی مشرف گشت پاک و پاکیزہ شد۔ از وے بچ گناہے و بچ تقصیرے پیرز بنظہور نیاید۔ وہم شیخ من گفتہ کہ آثار و برکات در وے بسیار بود۔ طبع موزون داشتہ۔ آگاہی یافتہ بر معنی نسبت۔ بعضے اشعار وے را خواجہ ابرار خوش می کردند۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و اند است (۱۰۵۰ھ/۶۴۰ م)۔ من ہر گاہ وے را دیدے ادب و نیاز بسیار ہی آوردے کہ وقت بسیار با قیمت بود وہم در صحبت وے گاہ ہا کہ اثر جمعیت یافتے مرا آن حکایت یہ درآمدے کہ در ”رشتات“ است کہ خواجہ احرار قدس سرہ می فرمودند کہ بعضے اکابر رضوان اللہ علیہم اجمعین گفتہ اند کہ بعد از نماز دیگر (مرد نماز عصر است) ساعتے است باید کہ در آن ساعت بہترین اعمال مشغولی می سہ است۔ و محاسبہ آنست کہ اوقات ساعات شب و روز را حساب کند کہ چند از آن بجاغت صرف شدہ است و چندان بمعصیت۔ آنچه بجاغت گذشتہ بر آن شدہ و یہ آنچه در معصیت گذشتہ از آن استفادہ کند۔ بعض دیگر گفتہ اند بہترین اعمال آنست کہ خود را بصحبت کسی رساند کہ حقیقت دنیا از حق و غیر حق پیش وے نمودہ شود۔ و بجانب حق سنانہ لیل و شبذب شود۔ اہل تحقیق گفتہ اند بہترین اعمال آنست کہ بخایت اشتیاق بہ نیو حق بہانہ ہول شوند و بحق پہنچند ہا ہا۔

شیخ جعفر محمد

صحبت داشتہ، خواجه بیرنگ و از مقبولان خاص ایشان است و محل الطاف عالی گشته۔
 سخت اندر (معاملت و) طریق صحبت است۔ از اولاد شیخ یوسف قتل است کہ
 بزرگے بود صاحب آیات و مقامات۔ و در سال نہ صد و بی و سہ (۹۳۳ھ
 ۱۵۲۷م) برفتن از دنیا در بست و نہم ذی قعدہ۔ و شیخ ہاشم طغائے وے نیز از
 فرزندان شیخ یوسف قتل است۔ بزرگ بودہ اندر طریقت، صاحب اعمال و
 احوال صافیہ۔ من در اوایل وے را ہمراہ شیخ خود یکمرتہ دیدہ ام و از وے لطفے و عنایت
 بر خود یافتہ۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و یک است (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م)۔ شیخ
 من گفتہ کہ وے عزیزے بود بسیار با برکت۔ و آثار نیکی و پاکی از وضع وے لایح
 بود۔ و از دنیا و اہل دنیا بر کرانہ می زیست۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ جعفر گفتہ کہ روزے
 خواجه بیرنگ مرا فرمودند کہ از طفائے خود پرسید کہ امروز وقت صبح چہ حال پیش آمدہ
 بود۔ چون من از طفائیم پرسیدم، گفت حالے عجی کہ بیچ گاہ آنچنان روے ندادہ بود،
 روے داد۔ گریہ بسیار کردم و مخطوط شدم یعنی در آن وقت خواجه بیرنگ از مقامے کہ
 بودہ اند بروے توجہ خاص فرمودہ اند۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ خواجه بیرنگ در زمان
 حیات خود متقین بعضے از طالبان بہ شیخ جعفر امر می فرمودہ اند و توجہ وے در آن مردم
 سرایت تمام می کرد۔ و شیخ من گفتہ کہ بعد از وفات خواجه بیرنگ وے چون بحال
 بعضے متوجہ شدہ است فقر در آن مردم پیدا شدہ۔ و وے شر بے خوب داشت و صفات

نیک از وے ظاہر شدہ۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ داند است
 (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م)۔ من بوے آشنا بودم ہر گاہ اتفاق ملاقات افتاد وے سخنان بس
 لطیف آوردے۔ در میان شیخ من دوے صحبت بے تکلف نہ کہ گذشتے، بگفتے و مرا
 محفوظ ساختے۔ گویند روزے وجد و سماع کردہ است چون پرسیدند کہ تو در سلسلہ
 نقشبندیہ ارتباط داری و درین طریقہ سماع نیست، ترا از کجی رسیدہ۔ وے بصحبت
 گفت، من در خندان چشتیہ کد خدا شدہ ام سماع من از آن جا بمن آمدہ است۔

شیخ محمد ہاشم سنبھلی

از پیران خواجہ بیرنگ است۔ آثار و برکات از وے نیک ظاہر بود۔ اخلاق
 و مروت عالی داشت۔ و غربت و شستگی عالی تر۔ شیخ من گشتہ کہ وے از خردسالی
 بحسب خواجہ بیرنگ رسیدہ و از نسبت شریف متاثر گشتہ۔ صاحب ذوق و احوال
 غنیم بود۔ بعد از خواجہ بیرنگ بصحبت خواجہ ابر رتا آخر عمر پیوستہ و نسبتہ خوبے
 داشتہ۔ وہم شیخ من گشتہ کہ وے گشتہ کہ من خواجہ بیرنگ را در برہان پور در خواب
 دیدم بصورت شیرے و مرا بخود کشیدند و بے اختیار از آن جا بر آمدم۔ وہم شیخ من
 گشتہ کہ خواجہ بیرنگ را یکبارے بصورت فیلی در خواب دیدم و اصحاب کبار ہمراہ
 بودند وہم شیخ من گشتہ کہ شیخ عبدالحق گشتہ کہ خواجہ بیرنگ غوث اعظم را بصورت فیلی
 سفید دیدہ بود۔ وہم شیخ من گشتہ کہ محمد ہاشم گشتہ کہ روزے خواجہ بیرنگ در مسجد جامع
 فیروزی مراقب بود، فرمودند تحقیق کنید در این جا، بوے ہدی آید مگر کسے دعوت

می خواند۔ چون من تفحص کردم در تہ خانہ ہائے مسجد درویشے مسافر یک دور روز گذشتہ بود کہ بآشنائے یکے از یاران ایشان فرود آمدہ بود و روز دیگر خود بخود بدر رفت۔ وے را شیخ مرتضیٰ نسبت خواہر زادگی بود و وے در سال ہزار و پنجاہ و یک از ہائے کہ سکونت داشت، شبے بزمین افتاد و برفت از دنیا (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م)۔ من ہر گاہ در اوایل ہا بوے می شدم بہ نسبت وطن مرادوست گرتے۔ پس از آن گاہے کہ با شیخ من مرادیدے بہتر از آن لطف داشتے کہ داشتے۔

شیخ ابا بکر سنہلی

از یاران خواجہ بیرنگ است صاحب جذبہ و کیفیت و احوال۔ شیخ من گفتہ کہ وے در اوایل چندین سال در صحبت شیخ ابن کہ از خلفائے شیخ ملاء الدین چشتی است بودہ و ریاضتہا کشیدہ، پس از آن خواجہ بیرنگ پیوستہ۔ در وے آثار جذبہ ظاہر بود و در زبان وے تاثیرے بود و خواجہ بیرنگ التفات بسیر بوے داشتند۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ یکبار شیخ تاج الدین از طور دیوانگی وے از طعن اہل سنہل تنگ دل شدہ و خواجہ بیرنگ چیزے نوشتہ و خواجہ بیرنگ در جواب وے این رقعہ نوشتہ اند کہ "خشکی دماغ شمارا کہ در باب شیخ ابا بکر نمودہ بودید خواندیم۔ این نوع چیز با من سب مقام شفقت و کارشناسی نیست۔ اولیاء از کبار محفوظ ہستند۔ نامراد بے چارہ کہ روزے چند سلوک طریقتہ تصفیہ کردہ باشد از گنج محفوظ و معصوم باشد تا خلاف استقامت از و ظاہر نشود۔ خصوصاً آن کہ در عشق مولی دیوانہ و منحرف العقل باشد۔ استقامت

صفات از و نباید چشم داشت اگر چه بولایت برسد۔ خدا داند کہ در آن وقت چه نامعقول، معقول اوشده باشد۔ کارخانہ دیونہ با دیگر است۔ باین نسبت کہ تکالیف شریعہ مربوط عقل است، بالجمہ ہمہ (دیوانگان) را در مرتبہ اش معذوری باید داشت و نظر بر فاعل حقیقی باید گماشت۔ بل معیت وجود را دیدہ، ادب شناخت این است کہ نفوس مختلفہ کہ بعضی امارہ بعضی مطمئنہ و بعضی در میانہ کہ لواحد می گویند، اند۔ اگر چه ذوی العقول باشند (چونکہ صرف اصحاب) نفوس مطمئنہ اولیاء اند، اصحاب نفوس امارہ را نیز معذوری باید داشت۔ بل بنظر ظنف می باید دید۔ و در ہر کارے مطالعہ ہائے جمیل (عز شائے) بکار باید برد۔ و طعن اہل سنجہل و نیز انکاری باید مرد بل بنظر رحم ایشان را باید دید کہ از استقامت عقل برآمدہ اند، شیوہ مراتب نفوس فراموش کردہ (ائم) اگر ہا جزے یک گناہ بکند حکم بر بطلان (کلی) او چرا کنند و مجموع امور رہبرین (یک) چرا حکم فرمایند۔ الحمد للہ والمنة کہ ہدایت نصیب اویاء است، خود (وقت) ظہور این امور طریقے دیگر دارم، ہر گاہ ملاستے می رسد در خود می گرم آن صفت در خود می یابم و این شمارہ را موعظت نبی می دانم۔ چنانچہ درین بارہ نیز خود را متہم و متبر۔ بدین ت یافتہ و اتجا حضرت کریم او بروم۔ ایشان نیز متضرع شوید۔ بارے بوسید کہ از ہدایت سنجہیان چه ضرر لاحق خواہد شد، عبادت را قبول نخواہد بود یا صفائی توجہ بر طرف خواہد شد، یا ضرر در کار خداوندی خواہد شد۔ مصرعہ

معتوق تراء ویر عالم خاک

نہی کل منہ قدس سرور و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ ابابکر شبے، ماہ منور را نظارہ می کرد۔

خواجہ بیرنگ فرمودند چہ می بینی؟ این تجلی است از تجلیات صفاتی۔ پدر من باوے دوستی تمام داشت۔ بہ نسبت وطن و روزگاری در دہلی با ہم گذرانده اند در سرائے کثرہ شیخ فرید مرتضیٰ خان بخاری۔ پدر من گفتے کہ وقتے وے در منزل من بیمار شد۔ خواجہ بیرنگ بعیادت وے تشریف آوردند و ساعتے نشستند و من بیدار ایشان مشرف شدم و ایشان تفقہ وے نمودند و بر من الطاف فرمودند و نعمتے غیر مترقب دست داد۔ پدر من ہمیشہ شکر این نعمت بجا آوردے و حق وے بر خود ثابت داشتے۔ من از خریدی باز بوے آشنا بودم و وے مرا سخت دوست گرفتے و از مہادیٰ حال خود حکایات غریبہ آوردے و بعضے خیر مرابشارت دادے۔ روزے وے مرا گفتے کہ ترا چہار پسر آید۔ آخر ہم چنان بظہور آمد کہ وے گفتے بود۔ و وے گفتے کہ من در صحبت شیخ ابن ریاضات و مجاہدات بسیار کشیدم لیکن مقصود خود را در اندک فرستے در صحبت خواجہ بیرنگ فرایا فتم۔ و ہم وے گفتے مرا کہ عمر من از صد متجاوز شدہ و درین عمر مشائخ کبار و مجاذیب صاحب معنی بسیار دیدہ ام لیکن مثل خواجہ بیرنگ عارف و محقق کامل را ندیدہ و امروز مثل خواجہ خردینچ جاپیدا نیست۔ و ہم وے گوید کہ وقتے از خواجہ بیرنگ سفارشے گرفتے بخانخانان بیرم شدم در بر ہانپور۔ دیدم کہ خان بیل سوارہ بشہر در می آید، بر پشتے ہایتادام و نامہ بوے دادم۔ خواند (و گفت) کہ دیوانہ ایست۔ متوجہ وے شدم گرہ خاطر وے داشت۔ و گفت تو خود دیوانہ نہ، بیا، ہما نشیں۔ گفتم۔ لباس من شرمین است و ہد بودار۔ گفت۔ لباس تو نزد من خوشبودار است۔ گفتم۔ تعظیم در کار نیست۔ مراد ریاب۔

آخر بر نشستم۔ خان بسیار عالی ہمت و صاحب کرم و از افاضل زمان بود۔ گفت۔
 ترا با خود خواہم داشت۔ گفتم۔ نہ ساعتی بزم ہم با تو ام۔ چون فرود آمدم نفسم ہمین
 رخصت من است و ساعتی نیک (ہم صحبت) ہو دیم۔ بعدہ اسے وہی صدر روپیہ و
 صرہ و کتاب ”مجموعہ خانی“ داد۔ و روان شدم و تا اکبر آباد ہمہ مال خرچ کردم و
 بست روپیہ و روزے بشہرے برآمدم و بر سر قحبہ (خانہ) کان، مثال بے
 خیال۔ ایستادم۔ چند جوان گفتند بمزاج کہ اینک عاشق و خریدار نور سیدہ۔ گفتم
 بے من عاشقم، لمحہ حرف زدیم و چند روپیہ بآن قحبہ دادم و راہ خود گرفتیم۔ انتہی۔ و وے
 آن کتاب و آن صرہ را بہ پدر من داد۔ من دیدہ بودم۔ بعد از آن پدر من بہ پسر
 وے شیخ محمد کہ جوان شاکستہ و اہل این کار بود بداد۔ روزے من و وے پیش شیخ خود
 ہو دیم و مائدہ طعام بمیان بود کہ خواجہ ابرار در رسید و در وے ہمہ بنشست و
 بطعام مشغول شد و بوے گفت۔ بخور۔ وے گفت چہ خورم شمار از حاب من
 پرواے نیست و تشقہ من نمی کنید و من خادم خاص خواجہ بیرگم۔ خواجہ ابرار فرمود ازل
 طعام بخور پس در دہل بگو۔ وے لقمہ بخورد و بخردش در آمد کہ من خواستم یا شیخا خورم
 اما حرص نگذاشت و از ہر دوست شکم خود کو فتن رفت خواجہ ابرار گفت۔ ایو نہ بس
 کن، بس کن، چون بس کرد پدر یہ در آمد۔ خواجہ ابرار بہ تبسم گفت۔ ہاں، ایو نہ از
 بس کہ شکم خود کو فتنہ نیک رسنہ شد و باشی، بخور۔ شیخ حاضران خوشوقت شدند۔ گویند
 وے پیش ”اختیار خاں حسن پوری“ رفتہ و تکایف و ایقان بمیان آوردے۔
 خان آن ہمہ تحمل نمودے و بنیاد ہمہ را بہ پیش آمدے کہ مقدمہ (ہر) بشرے

نہا شد۔ و خان مرتبہ سخا و بردباری آن قدر داشت کہ درین جزو زمان ندیدہ شدہ و نشنیدہ۔ چنانچہ ہزاران جان ماندہ از بنیاد ہستی محروم جمعے را در گرد و پیش خود جادادہ بود و از روئے شفقت تفقید حال ہمکنان می نمود، و وے با شیخ من بغایت نیاز مند بود۔ شیخ من گفت کہ من در مرض اخیر وے را دیدم دہ دہ۔ ریش بر پشت آورده بود و سر ہمہ واشگافہ۔ وے آمد۔ (اختیار خان) سر بر آورد و چین با بر و نکرد و برضا جان داد۔ در سال (ہزار و) پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰م)۔ روزے من جائے نشستہ بودم۔ مردے آمد بصورت و لباس صلیحا و بنشست پر سیدم کہ اسم شریف؟ گفت۔ اختیار۔ گفتم۔ اختیار خانید۔ گفت آرے۔ و سخن از شیخ من بسیار گفتن گرفت۔ مرا بسیار خوش آمد۔ وے از امر اے نامدار بادشاہی بودہ است۔ روزگارے کہ من بدلی می باشدم شیخ ابا بکر آن جا رسیدے و حسبہا غریب گذشتے۔ روزے جوانے را بوئے نمودم کہ بتلاے ز نے بود۔ ناگاہ آن زن از پیش می گذشت۔ وے گفت بجوان کہ لمحہ محبوبہ خود را ایستادہ دار کہ نظارہ کنم۔ زن اندر حکم جوان بود۔ بیک اشارہ در ایستادہ کرشمہ ہا آورد۔ وے بتواجدہ درآمد و نعرہا زد و پانچہ بر روئے و سنیہ زد و گرفت و ریش خود را بدست گرفت و گفت۔ تف برین ریش کہ چند داند سالہ شدم و این مردیست و از پارچہ بر آورد و بجوان بخشید۔ وفات وے ہم در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰م) است و قبر وے در باغ آستانہ خولجہ بیرنگ۔

شیخ محمد طاہر

شیخ من گفتہ کہ وے صحبت دشتہ بخواجه بیرنگ بکمال صلاح و سعادت آراستہ۔
و مدت ہا بکسب کتابت قوت بہم رسانید۔ من بوے آشنا بودم بسیر غربت و
شکستگی داشت۔ بر من لطف و عنایت می فرمود۔ وے (ہم) در سال ہزار و پنجاہ
داند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) برفتنہ از دنیا و در باغ خواجہ بیرنگ مدفون شدہ۔

شیخ موسیٰ سرہندی

وے از مجاذیب بودہ۔ صاحب احوال و ذوق عظیم۔ شیخ من گفتہ کہ عجب استقامت
و عجب شورشے (داشت و) جامع این دو صفت بود۔ بوسیہ خواجہ ابرار (خواجہ حسام
الدین احمد) بصحبت خواجہ بیرنگ پیوستہ و در اندک زمانے کیفیات ہائے غریبہ
را نیاد۔ بعد از وفات خواجہ بیرنگ تا بود، در سایہ خواجہ ابرار بود و خواجہ ابرار نسبت
بوے رعایت بسیار می فرمود۔ چہ ریاضت ہا کہ وے داشت و چہ تقید بعبادت و
امور دینی با دیوانگی با مہمترینست خدمت الطاف لاریبی الہی نامتای۔ من وے را
در اوایل درساں ہزاروی داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) بصحبت شیخ خود دیدہ م عجب
حالے و عجب شکستگی داشت۔

شیخ عثمان جلندھری

وے بزرگ صاحب اخلاق و معاملات نیکوست۔ شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ کہ من

سہ ماہ کا بیش بخواجه بیرنگ صحبت داشته ام۔ صاحب ذوق و وجد و حال بوده است۔ رقیق القلب و چشم گریان۔ وہم شیخ من گفتہ کہ من وے را دیدہ ام و شنودہ ام کہ در صحبت وے جماعتی از طالبان می باشند و مستفید نسبت و کیفیت می شوند۔ من وے را در لاہور دیدہ ام در حجرۂ مسجد شیخ فرید بخاری چنانکہ شیخ من گفتہ کہ در صحبت وے جمعے از طلاب مستفید نسبت اند، یافتم و صحبت باے عجیب بمیان آمد، چنانچہ روزے بمن گفت کہ جاے مرتبط شدہ و شغلے گرفتہ (شو) چون مامور با خفایہ طریقہ و نسبت بودہ ام، گفتم امید وارم۔ وے گفت بقید ارادت مادر آئی و نعمتے فراوان فرمایم۔ من در شگفت شدم و بیچ نگفتم۔ پس از آن ہر گاہ مرادیدے ہماں سخن بتاکید گفتے، من درمی گذراندم۔ روزے مرا بوشہ بردہ گفت از تو طمعے و توقعے بیچ چیز نداریم۔ چون وضع تو خوش آمد و می خواہم کہ بہرہ خوبے بتورسد۔ گفتم۔ ان شاء اللہ و بمنزل خود آمدہ در فکر افتادم کہ من مرید عارف باندہ ام و این عزیز این چنین می گوید چہ باید کرد۔ و کلیات خواجہ بیرنگ کہ با خود داشتہ ام بر این معنی کہ باین عزیز چہ سلوک کنم بکشادم۔ این شعر برآمد

من از ان شہر کلانم، نہ از ان دیہ کہ توئی با ہمہ خلق جہان دار و ہمارے دارم
دغدغہ از خاطر بدر رفت۔ بوے شدم و گفتم۔ آنچہ می گوئی بروی۔ وے خود مشتاق این معنی بود۔ مرا خلوت برد و متوجہ شد۔ من نسبت خود محکم رفتم۔ در صحبت وے من دیدہ بودم کہ مردم از پای در افتادہ اند بخود شدہ، مرا بیچ تغیرے نشد۔ بعدہ فقط اللہ چند بار بمن گفت بیچ ظاہر نشد و گفتم بارک اللہ۔ وقت وے در سال ہزار و پنچہ دند

است (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م)۔ قبر وے در قصبہ وے۔ در "رشت" است کہ حضرت خواجه
احرار قدس سرہ فرمودند کہ شبے بخواب دیدم کہ در میان شاہ راہے بزرگے ایستادہ ام، و
ازین شاہ راہ شاہ راہے باریک ہر طرف رفتہ ست ناگاہ دیدم کہ حضرت شیخ زین الدین
خوافی علیہ الرحمۃ بر سر یک راہ ایستادہ اند۔ مرا گرفتند و گفتند۔ "قال النبی صلی اللہ
السماع لأهل الله حلالی" پس اشارت کردند کہ بیاتنا ازین راہ ترا بدہ خود برم و مرا
خاطر نمی کشد کہ از آن شاہ راہ بزرگ براہ دیگر روم ناگاہ دیدم کہ حضرت قاسم قدس سرہ بہ
لپے سفید سوار از آن شاہ راہ برآمد و گفتند این شاہ راہ شہر می کشد بیاتنا ترا بشہر برم بعد
از آن مراد ویف خود ساختند و بآن شاہ راہ در شہر آمدند "بعضے عارفین می گفتند کہ اشارت
باین معنی است انچہ حضرت سید قاسم در بعضے اشعار معارف شعار خود فرمودہ اند کہ

من زان شہر کل نم، نہ از ان دیہ کہ توئی باہمہ خلق جہان در و بدارے درم

شیخ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی

عالم است بعہوم ظاہری و باطنی۔ و فضائل و کمالات وے زیادہ از ازانست کہ بہ
بیان در آید۔ نسبت بہ پدر خود درست می کند۔ ہمیشہ در طریقہ مستقیمہ عبادات
و طاعات مشغول است۔ مشرب عالی و وسیع دارد۔ صدق و راستی از افعال و احوال
وے ظاہر و پیداست۔ اخلاق مشائخ کبار و اولیائے نامدار دارد۔ در یائے کرم و جود
است۔ باہر خرد و بزرگ بتلطف پیش می آید۔ شیخ من در سلسلہ قادریہ اجازت از
وے دارد۔ چنانچہ این شجرہ عالیہ در خاتمہ بیاد وے در سال ہزار و شصت و ہفت

(۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷م) بابر اور خود کہ پس ازین مذکور می شود و جمعے کثیر از اہل اصلاح
 ہریمت حج برآمدہ و در دہلی با شیخ من صاحبجہاے نیک بمیان آمدہ و بحرین محترمین
 رسیدہ در سال ہزار و شصت و نہ (۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹م)، و با جمعیت صوری و معنوی باز
 آمدہ۔ شیخ من وے را بسیاری ستایند و از بزرگان وقت می دانند و گویند ”زہے
 معاملت نیکو و زہے استقامت و زہے سعت مشرب کہ وے دارد۔ من در آمد و شد
 لاہور بدیدار وے می رسم۔ وے آنقدر لطفے و عنایتے بر من می کند کہ نمی توانم شکر آن
 گفت۔ روزے در اوایل از زبان وے شنیدہ ام کہ می گفت۔ اندرین راہ صدق
 و راستی بس مطلوب است۔ این سخن مرا بسیار کارگرافتاد۔ چون در سال ہزار و شصت
 و دو (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲م) شیخ من بشہر لاہور شد من ہم از سنبھل براہ سہارن پور
 روانہ لاہور شدم اتفاقاً روزے کہ بسر ہند رسیدم، آن شب، شبِ عربِ شیخ بودہ
 است۔ بہ شبِ بست و ہشتم ماہ صفر۔ وے را در یافتم بغایت لطف فرمودہ گفت
 عجب سعادت مند بود کہ بدین شب متبر کہ رسیدہ و رسم آن جا را چنین دیدم کہ در آن
 شب جمعے حفاظ را در میان مجلس نشاندند و بخواندن بعضے سُوَرِ قرآن مجید مثل یسین و
 کہف و غیرہ ذالک مجلس را با خر رسانیدند و مجلسیان را ہم برائے چنین سعادت
 در آن شب جمعہ مستعد ساختند و بمولود خوانی و غیر آن پُر داشتند۔ چون شیخ
 احمد (سرہندی) مولود خواندن را منع فرمودے۔ مخدوم زادہ بای بموافقت پدر خوانی
 روند۔ آخر چون من از آن مجلس برخاستم و آخر شب بگوشہ نشستم در خانہ، شیخ فیض
 درہ لیش سرہندی ہم آنجا آمد و نشست و اشعار ہندی و پارسی خود خواندن آغاز کرد۔

چندان باواز بلند و شوق ارجمند خواند و زمزمہ ہا کرد کہ من بسیار محفوظ و مسرور گشتم۔
در اثنائے بعضے شعر پرسی و ہندی خود را من ہم بر موافقت وے خواندم۔

گرفتم در پیش جگر چہ یا راست

و تا نماز با دعا و این صحبت گرم بود۔ بعد نماز شیخ محمد سعید مرا گفت جمعہ خواندہ بہ بستر خواب رو۔ چنان کردم و در آن روز بعد اتمام مجلس طعام از یاران شیخ احمد (سرہندی) و مریدان مخدوم زاد ہا و پسران و مریدان شیخ آدم بقوری و دیگر عزیزان شہر بخوشوقتی و جمعیت تمام نماز جمعہ ادا نمودند۔ پس از آن من شیخ فاضل را در دہلی دیدم پیش شیخ خود و دے بہم را ہی شیخ محمد سعید بغزیمت سفر حجاز بر آمدہ بود اما مانعے پیش آمد و برفت۔ شیخ من گفتہ کہ دے درویشے است نیک بہمت۔ بعد اتمام "اسرار یہ" سہ سال شیخ محمد سعید بدہلی آمدہ و آزاری شدہ بسرہند برفت و در سرائے سنبھالک برفت از دنیا در بست و پنجم ماہ جمادی اولی روز جمعہ از سال ہزار و ہشتاد و یک (۲۵ / جمادی اولی ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۱م) و نعش وے را بسرہند بردہ در گنبد پدر وے مدفون ساختند۔ و تاریخ وے من این گفتم "و اے شیخ سعید" (۱۰۷۱ھ)

شیخ محمد معصوم

وے برادر شیخ سعید است۔ وے ہم نسبت پدر (خود) درست می کند۔ و ہم اندر

۱۔ پیدائش ارشوں ۱۰۷۱ھ یعنی ۱۵۹۹م و وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ گشت ۱۶۶۸م۔

ناصر علی سرہندی این قطعہ تاریخ گفت جاری

علوم ظاہری و باطنی چون برادر، صاحب حال و کیفیات است۔ در صحبت وے تاثیر است بس قوی۔ مریدان صاحب نسبت و کیفیت دارد و چون برادر فی ضل و صاحب تقوی و وزع است و در معاملات سخت نیک۔ پیوستہ بعبادت و طاعت اوقات معمور دارد۔ و جماعت طلاب وے کہ در اطراف و اکناف اند، از وے بہرہ ہائیک یافتہ اند و آن جماعہ زیادہ از حد و شمار اند و روز افزون۔ گویند وے خرد سال بود۔ روزے پدر از وے پرسیدہ است کہ اندر جہان تعداد زنان بسیار است یا مردان، گفت۔ زنان بسیار اند گفت چون، گفت خداے تعالی یک مرد را چہار زن تجویز فرمودہ۔ میرزا خرمین بن میر عماد کہ از مریدان شیخ محمد معصوم است گوید کہ وقتے از خاطر برادر من شرف الدین حسین از بعضے سخنان غامضہ کہ در مکتوبات شیخ احمد مسطور اند تر و دو وقتے بہم رسانیدہ بود و حل معنی آن نمی شد۔ روزے شیخ محمد معصوم و فقہتا وے را بآن مکتوب طلبید و ہمان موضع اشکال را بر آوردہ بیان معنی فرمود چنانکہ زنگ از خاطر برآمد۔ و ہم میر گوید کہ وقتے سید محمد علی نام موے ریش شیخ محمد معصوم شیخ خود اندر دستار داشتہ بود، چون خواست بخلا جا رود آن موی را (از سر بر آوردن) فراموش کرد۔ در اثناء راہ بنا گاہ دستار از سرش بر زمین در افتاد و وے آن

چراغ خاندان نقشندان فردغ دین احمد خواجہ معصوم
بسوے گلشن عقبی قدم زد ازین ویرانہ آباد کہن بوم
ز دل پُرسیدم از سال وفاتش ندا آمد ز عالم رفت معصوم

موی از سر بر آوردہ بجای داشت۔ ہم میر گوید کہ وقتے مریدے از مریدان شیخ محمد معصوم در جالندھر بر دختر نے عاشق گشت و اورا قبول کرد و خطبہ نکاح خواندہ و مضطرب شدہ پیش شیخ خود بسر ہند آمدہ و حقیقت حال را عرض کرد شیخ گفت۔ ہر چند زودتر بجالندھر می روی کارت باسانی میسر است۔ وے تیز ترک بجالندھر رفت۔ (و) مردم خانہ دختر بے یقین تر دو، کن دختر بوے نکاح در بستند۔ من بارہا بیدار وے بر سیدہ ام و لطفے و عنایتے از وے بسیار دیدہ ام۔

شیخ محمد یحییٰ

وے ہم برادر شیخ محمد سعید است۔ ہم عالم است و فاضل و اہل این طریق و ہمیشہ باوراد و وظائف و معاملات نیک مشغول۔ وے نسبت خود با برادر خود شیخ محمد سعید درستی مند۔ کسب علوم متداولہ دینیہ و رزیدہ است۔ ہمت بلند دارد۔ با شیخ من سخت نیاز مند است۔ شیخ من در آمد و شد دل بور بمنز لے وے فرود می آید و صحبت با مین می رود۔ وے لطفے و کرے کہ بر من دارد زیادہ از احاطہ تقریر و بیان است۔ و برادر کلان ایشان شیخ محمد صادق رامی شتودم کہ صاحب سکر و حال قوی بودہ است و جذبہ خاص۔ قبل از پدر خود شیخ احمد چندین سال بر فتنے و قبر پدر و پسر در یک جا است۔ و وے در صحبت خواجہ بیرنگ مرزوق شد و چنانچہ از مکاتیب خواجہ بیرنگ کہ

۱۔ پیدائش ۱۰۲۴ھ ۶۱۳ م وفات ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۶ م مزار مبارکش در سر ہند

۲۔ شیخ محمد صادق پیدائش ۱۰۰۰ھ وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۳۵ھ ۱۶۱۵ م

شیخ احمد (سربندی) نوشتہ اند، ظاہر است۔ چون در اوایل در ایام صبا وے را جذبہ رسید۔ خواجہ بیرنگ بوے این نوشتہ اند۔

”قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن سرود و احوال او چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است۔ بر بہان حضور خود باشد و از غیبت و استغراق اندیشہ نیست۔ ان شاء اللہ العزیز از سکر بھو آید، وقت در شعور اندراج باید۔ برادران عزیز میاں شیخ احمد و محمد صادق دی۔ محمد صمد نہ قبول نمایند۔ کتابت کہ مشتمل بر شرح احوال مشائخ اہل بیت بود۔ رسید الحمد للہ و ائمہ کہ دوستان را بخود می دارد و در خاطر بود کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ بمفصل نویسم۔ غایۃ الامر بالمشافہ مذکورہ شود۔ شرح تام حاصل نمی شود بناء علیہ ترک نمودیم۔ بارے مجمل آنکہ حال محمد صادق بغایت اصل است۔“

محمد صالح بن شیخ ابراہیم سندھی

در لاہور سکونت دارد۔ عالم بعلوم ظاہر و علوم باطن۔ دقایق تصوف با مصطلحات این قوم نیک ورزیدہ، با شیخ من صحبت دارد و باحوال عظیمہ و وقائع غریبہ مرزوق شدہ۔ دوے لطیف و کرے کہ بر من دارد زیادہ از احاطہ تقریر و بیان است۔ وے گفتہ کہ من در ایام صبا منظور انظار پدر گشتہ ام و پدر در وقت احتضار بمن وصایا فرمودہ سہ چیز۔

یکے:- آموختن علوم دینی بے آنکہ مشوب باشد بہ نیت دنیا۔

دوم۔ عمل کردن بر آن ہے آنکہ مخلوط باشد، بر یا۔

سوم۔ نارفتن بخانه ملک و سلاطین بغیر آنکہ متصو و تمبر خود باشد و تحقیر شان و گفته کہ چیز باے بسیر در حق تو از خدا خواسته ام و ہمہ مقبول الہی شدہ۔ از برکات انفس پدر بعضے امور از قوۃ فعل آمدہ و بعضے را منتظم مومن در دیہ ساختگی "قواعد ضیائیہ" بہ استعداد تمام میخواندم۔ چون پدر از سر برفت بمقتضای عمر بہشت سال صرف امور حسیہ کردم۔ پس از آن بمن انفس نفیسہ پدر ناظر شد، برائے تکمیل قوت نصریہ پدر خود سابق شد و در آمد خزانه خیال و فکر کردم و خیال را از جواب محمدیہ منحرف نمودہ (ہاں خود) دست تا سلف بر کردہ و با کوشش سر برم تحصیل علوم تا جبران شدم و (ہم) مقدر کی پدر از کلام اللہ بدست آوردہ از راہ نیت کسب دنیا متوجہ علوم (و فنون) غریبہ گشتم بے توسط کسے مثل صرف و نحو و منطق و از جہت بے من سبقتی این علوم مذکورہ عزیزان از روی شفقت فرمودند کہ بہتر آنست کہ علوم اہلیہ خواندہ شروع درین فنون کنی۔ این سخن ناخوش آمد دست بدن برداشتہ باتصرع تمام گفتم۔ خدا یا چنانکہ شیاراب توسط آنست پیدا ساختہ، این کہینہ را نیز علوم (الہیہ) فیاض مردان بے توسط کسے، حق تعالی مستجاب کرد و کتاب "شرح و قایہ" کشادہ شروع در مطالعہ او کردم، مقدار یک ورق در نظر آمد و تیج از آن نامعلوم نمائند۔ پس از آن بیش از رزق اندم مشتق کہ صاحب صدقات و تقوی ست مذرا ندیم و بے ازین معنی متعجب گشت و آخر علوم دینیہ بویے سند کردم و بعضے علوم دینی و علوم حکمی در پیش فی خصل و غیر۔ اقدار تیج مصیب محتاج ایشان گشتم بلکہ (ہر گاہ) از ایشان (در مقامے) تو قنعمی باشد من

تقریر می کردم۔ ایشان بسیار تحسین می کردند۔ چون تحصیل علوم رسمیه مطلب (حصول) عظیم نمی داشتیم برائے این اکثر اوقات بصحبت فقراء بشهر می رسیدیم۔ ایشان مہربانی می کردند و دعائے خیر می خواستند و بعض عزیزان در اظہار طلب چیز ہا فرمودند۔ من بریاضت تمام بجا آوردم اما چیزے کہ آن را دل می خواست دست نہاد۔ بنا برین تصور استعداد خود دانستہ مایوس شدم و خواستم کہ (کنندہ صرف) علوم غریبہ را بدست آورده تحصیل کرده عمر جبر او را بوز زمین بگذارم۔ و شنیدہ بودم کہ میر ہاشم درین علوم دستگاہ تمام دارد۔ وے در بر بان پور بود۔ من متوجہ بر بان پور شدم۔ چون بدلی رسیدم بعضے آشنایان کہ در آن شہر بودند، گفتند۔ روزے چند درین جا بگذاران کہ شہر متبرک است۔ ہم اندم، اکثر مردم نشان خواجه شہر دادند کہ در دلی وے بجائے خواص و عوام و مستند عرف و عظماء است۔ ماے را از خضیفہ جہل بر آورده و برہ علم و معرفت برده و جہانے را از ظلمت بستی مجازی خدس ساختہ۔ بنور حق روشن گردانیدہ (است) چون وے شدم۔ صد چندین از آن یافتہ۔

سہارا چہ مجال کہ تعریف آفتاب کند

چون از وے مشرف تعرف شدم وے الطاف و مہربانی شاید فرمودہ و خواستم کہ اظہار طلب کنم لیکن مہابت وے مستولی شد۔ نتوانستم چیزے گفت۔ وے خطاب شیخ اللہ بخش کردہ فرمود کہ حق اقرب اشیا است بچہ از حق اقرب غیبت لیکن مردم خود را از جہل دور می اندازند و حق در ہمہ شیا ساریست بہر شے کہ توجہ تام کند حق را می یابد۔ بندہ در معاملہ او ہمہ توجہ سنگ معین می نماید تا کہ

کیفیت بے خودی از همان سنگ بروے ظاہری شود۔ و فرمود کہ توجہ بقلب کہ حقیقت جامع الہی است کہ آن را رابطہ گویند از ہمہ بہتر و بعد از توجہ تام وقتے کہ بے خودی دست و ہر، افناے وے می کند۔ وقتے من این کلمات شنیدم مشغول بر رابطہ صورتی وے شدم و سوم روز کیفیت معبودہ ظاہر شد بہ مرتبہ کہ زور طبیعت بالکلیہ از کار خویش معزول بود۔ پس از آن بوے بیعت کردم و واقعہ ہاے عجیب و غریب نمودن گرفتند و امروز ہمین بہت وے نہ وقت ماندہ است، نہ حاضر، نہ غائب، نہ گسستن بہ پیوستن و تجلی ذاتی دائمی کہ اثر آن ہماست می یافتم۔

سید قطب الدین

وے از ایران خاص شین من است۔ صاحب احوال عظیمہ ست۔ و (صاحب) معانی غریبہ۔ آزادی سخت شگرف دارد، وارستگی بس قوی۔ وے گوید کہ من در وایل بسید حاجی محمد امروہنگی (امروہوی) بیعت کردم و صحبت داشتیم و مشغول پاس انہاس گرفتیم بعدہ شش ماہ و کر جہر نمودم در طریق قادریہ و مراقبہ توحید و رزیدم و پس از آن گاہ گاہ غیبت بہمن روے می داد و از آن مرمتو ہم بودم۔ چون سید شنید گفت کہ فن ہمین است و تمامی سوک این (ست) کہ از علم تو خطرہ غیر بر طرف می شود۔ و فناے فن آنکہ شعور (فن) ہم نماند۔ پس از آن مرا ہواے صحبت خواجہ خرد پیدا شد۔ پیش وے بدلی شدم۔ اول آن را نہ شناختم کہ بہے تعینی و آزادی تام

مشغوف بود۔ چون حرفے از زبانش شنیدم شیفته آن شدم و دانستم کہ ویست۔
وے نہایت لطف بر من فرمود و گفت۔ فلاںے بر روز بھائی آمدہ باشی۔ روزے دیگر
بوے شدم، اثر صحبت وے مراد گرفت و جذبہ قوی بہم رسید۔ آن روز گشت کہ آن
چہ سید بتو گفتہ از مراقبہ تو حید آن خود می دانی۔ الحال ماہم چیزے خواہم گشت و ہم روز
بھائی آمدہ باشی۔ دانستم کہ این معنی از وے کشف بروے معلوم شد۔ چہ صحبت
خود را کہ با سید داشتم ہیچ ظاہر نکرد و بودم و دل من آرام و تمعیت بہ تر یافتہ بود۔ درین
اثناء کتابت سید بمن رسید۔ نوشتہ بود کہ من ترا گشتہ بودم از احوال خولجہ خرد و واقف
شدہ مرا خواہی نوشت۔ من در جواب نوشتم کہ از احوال خولجہ کی یا راست کہ چیزے
توانم نوشت اما مجمل آن کہ خولجہ عارف بامد عاشق صادق است۔ پس ز آن سید
بغضب تمام نوشت کہ من ترا بچہ در یافت حال خولجہ خرد در خدمت دادہ بودم و واقف
شدہ مرا خواہی نوشت تو خود آنجا رفتہ چنان در پیوستی کہ یکبار از حق من فرمایش
کردی۔ مثل تو چنان است کہ از زنے تحصیل اُمر زنا۔ واقع شوئی وید کہ این اس
یا رمن است و شوہر من دیگر است۔ و ازین قسم چیز باے بسیار نوشت۔ من آن کاخذ
را پارہ کرد در چاہے بیندا ختم۔ در ہمان مدت من شب بخواب دیدم کہ مجذوب
مداری نام مرا می گوید کہ سید حاجی محمدی آید، دیدم کہ سید با حق شہد ہاں سیاہ آمد بہ
سر حوض نالک کہ در ناحیت سری است۔ و نیز ہم در آن وقت می بینم کہ خولجہ خرد
شانے در دست گرفتہ بر ہمان حوض ایستادہ است و بمن می گوید کہ فلانے من و مرا می
گشتم و این سخن بسیار مرتبہ گفتہ و چندین مدت ازین خواب نہ برآمدہ کہ سید بہر غش

صعب ہرقتہ در سال ہزار و شصت و دو (۱۰۶۲ھ تا ۱۶۵۲م)۔ گویند شبے محمد صادق نام زیارن سید قطب الدین قبضے داشتہ ست در مراد آباد آخر شب دیدہ کہ سید در مقابل ایستادہ است و بوی می گوید۔ مصرعہ

آنجا کہ توی محال محض است و دی

و گشتہ کہ با نمی آئی۔ وے را شو قے غائب آمدہ و پئے سید دوان شدہ و در سری بسید ملاقات کردہ و سید از خانہ صلاۃ برآمدہ بود۔ پوشیدہ نمازد کہ ازین قسم احوال و وقایع از زیارن شیخ من بسیار می گذراند۔ چنانچہ فقیر بیست و سنجمل و پیشین کے کہ با شیخ من مرتبہ گشتہ وے است۔ شیخ فیروز سنبھلی مرید شیخ من گوید کہ شبے برنا یافت مقصود حقیقی در تاسف بودم و التجا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بر آورده خواب شدم دیدم کہ ز ہر طرف انوار ظاہر شدہ و بارگاہ محمدی با بنی رطافت پیدا است۔ از آن میان خواجہ خرد بر صورت محمد علیہ السلام برآمدہ و نام خود را گشتہ بمن می گویند کہ فیروز بمن رجوع کن کار تو نیک ساختہ خواہد شد۔ من رجوع بان آوردم و ملشمن با سم ذات گشتم و روز بروز نور و اسرار بر من ظاہر شدن گرفت تا کہ جمیعت و آرام تمام یافتم و صاحب احوال و وقایع عجیبہ و غریبہ شدم۔ وے گوید کہ وقتے در معنی حدیث۔ ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ مرا مشکل در پیش آمد و مدتها تلاش (حل آن) داشتہ از پیش بریزرگے کہ استفساری کرہم وے چیزے می فرمود لیکن تشنگی خاطر نمی شدم تا روزے در حجرہ نشستہ بودم و التجا بدرگاہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بردم کہ ین مشکل من حل شود۔ درین اثناء

اندر باطن خود ظہور الہی مشاہدہ کردم کہ محیط بدل من گردید و بدان نسبتی من تمامہ از نظر مخفی و منتشر گشت۔ و اندرین واقعہ ظہور نور محمدی (الہی) صورت من بصورت آن حضرت حق علیہ السلام ظاہر شد و فرمود کہ معنی "من عرف نفسه فقد عرف ربه" ہمین است۔ و ہمہ وے دید کہ در اوایل با مشغول بطن مدت با سعی تمام داشتم و نسبت انتہائی چنانچہ از مرشد خود یافتہ بودم، متوجہ بودم بیکان گاہ گاہ بنی طر خطوری کرد کہ آیا ہمین نسبت خانہ حضرات است یا سوا این است۔ درین تفکر روزے در مسجد جامع سنجل مراقبہ داشتم در واقعہ دیدم کہ دو مرد بزرگ نورانی ظاہر شدند و فرمودند کہ ہمین نسبت است۔ از آن باز آرام و دلجمعی دست داد۔ سید قطب الدین گفتہ کہ پدر من سید عبداللہ از فرزندان مادی شاہ جمال عاشق خیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی است۔ قدس اللہ اسمہ و رحمہ در "شہادت القدس" می آرد کہ شاہ جمال بروش دامتہ می زیست۔ وے لشکری بود از شہریان سلطان عداء الدین۔ چون سلطان بتخیر قلعہ چوڑ توجہ شدہ و می صرہ آن دراز کشید۔ شب التجا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، آورد۔ آن حضرت را در خواب دید کہ می فرمایند فتح این قلعہ وابستہ بدعاے یکے از فرزندان من است باسم سید جمال الدین۔ سلطان گشت مردمان این نام بسیار اند وے را بچہ نشان تو نم در یافت۔ فرمود فردا پس از پاسے شب بادے سخت خوابد و زید چنانچہ خیمہ بچہ کس برپا نماند مگر خیمہ وے و چراغ در بچہ جا نماند آرا در خیمہ وے۔ سلطان در وقت باد

سخت وے را بآن نشان یافت و آنچه حضرت فرمودہ بود بویے گفت۔ وے گفت
 سر احوال، حائفہ بزضاء آن حضرت است چون آن حضرت کشف احوال ما
 فرمود ما را ضی ایم و دست سلطان بگرفت و گفت بآلت حرب سوار شو۔ سلطان چنین
 کرد۔ وے پیش رفت، دو رکعت نماز بگزارد و سلطان گفت من دعا کنم تو آمین بگو
 بدعا در ایستاد۔ هنوز از دعا فارغ نشده بود کہ قلعہ از ہر طرف فروریختن گرفت۔
 وے از میان شان غائب گردید و مدّے از وے نشان نیافتند۔ آخر در شہر نمرود
 ظاہر شد۔ روزے قوائے غزلے می خواند۔ وے بتواجد سخت درآمد و رقص کنان
 بر روی آب دریا در گذشت۔ چون بافت آمد در کشتی باین رویے (کنار)
 رسید پس ازان در قصبہ سرئی آمدہ انجی می بود تا برفت از دنیا۔ در سال شش صد و نود و
 ہفت (۶۹۷ھ ۱۲۹۸م)۔ و "سیدی جمال عاشق باندہ بود" تاریخ ویست۔ و
 قبر وے ہمدان قصبہ۔ "ویزاد و تبرک بہ"۔ سید قطب الدین گفتہ کہ پدر
 من اوایل مرید شیخ احمد بود، در طریقہ شطاریہ۔ پس از آن بشیخ عبدالرحمن مرید شیخ
 تاج الدین مرتبط گشتہ و رسمہ نمشند یہ۔ پر ذوق و بل حال بود و در وقت تہجد
 این چنین اشعار باکان خوش می خواند

اے ز و صحت عارف مطلق شدم عارفی رفتہ تمامی حق شدم
 چون وے را شوق و محبت در دل گرفت می گفت حیف کہ سی سال در عم ظاہر
 بسر بردم۔ در اوایل روزے شیخ احمد بویے گفتہ کہ در وقت صبح چیزے از ما بطلب
 وے اتفاق باہل خود کردہ کہ چون پسران وے اکثر در طفولیت رفتہ بودند، گفت۔

پسرے مقبول می خواہم۔ گفت۔ خواہد شد، پس من بزمین آدم۔ چوں پنج سالہ شدم روزے گفتم (دیدم) کہ خالہ من مردہ ست۔ روز دیگر از افغان پو ر خبر رسید کہ مرد۔ وہم در آن سال گفتم (دیدم) کہ جد من مرد، وے را با سنان بردند۔ بعد از سه روز این خبر ہم تحقیق رسید کہ جد من در مسافت سی و چہل کروہ برفتہ از دنیا۔ وہم وے گوید کہ پدر من در متاعے دیگر دو روز بہ شہد خرید و خواست کہ بخانہ فرستد کہ مادر من حامدہ بود۔ روزے ہمہ آن شہد بر حضران قسمت کرد شیخ عبد اللہ مرید پدر من پُر سید بکارے کہ خرید بودید چہ نہ فرستادے۔ گفت ”آن کار، و آن بی بی برفتہ از دنیا“ وہم در آن مدت (آن) مادر من برفتہ بود۔ وہم وے گوید کہ چون من شش سالہ شدم پدر من بمادر (حقیقی) من گفت کہ این پس را پرورش و محافظت نیک نمای کہ وقت من با خر رسیدہ است وہم در آن سال در جنت اوقات می گفت۔ می آیم می آیم و برفتہ از دنیا در (سال) بہار و چہل (۱۰۴۰ھ تا ۱۰۴۱ھ) امروز مرا با وے اتحدیست قوی و صحبت باے نیک و اکثر با ہم پیش شیخ خود می رویم و می آئیم وہم در اوطان با ہم ملاقات و صحبت ہا است خوش آرمندہ۔

محمد صادق فرید آبادی

در اصل وے از سنجل است۔ مادر وے سید زادو (دی) است۔ پدر وے شیخ محمد بادل را شیخ فرید بخاری وقتے کہ فرید آباد، آباد شدہ است در آن جا وطن داد۔ وے را بر آبادانی و عمارات آنجا صاحب اختیار کرد۔ و شیخ محمود جلال جد وے با شیخ

بہ والدین کہ مجذوب بالمعنی بود صحبت داشتہ۔ روزے وے گفت کہ جلال بادل خدمت می کند۔ از آن باز لقب ایشان بادل افتاد و ہمہ آنہا از نیکوان وقت بودند۔ محمد صادق از مریدان شیخ من است و عمہ زادہ من۔ در چند روز احوال عظیم پیدا کردہ و عجیب این راہ دیدہ۔ روزے مریدے از شیخ من از احوال وے و از احوال مریدان دیگر استفسار کرد۔ شیخ من گفتہ کہ وے اندرین راہ چون اسپ تازی است تیز روان دیرے چون اسپ ترکی آراستہ و محکم رو۔ شیخ من وے را نیک می ستاند می فرماید کہ در اندک فرستہ احوال غریبہ پیدا کردہ، آنچہ دیگران را بسا اہر روے می نماید وے بر بہاد ہاروے نمود۔ وے صاحب ہمت بود۔ اخلاق و مروت، وقار و فتوت تحت نیک داشت۔ وقتے وے شیخ مرا و مرا از دہلی بسیر فرید باد برد و چند روز ضیافت و خدمت شاکستہ بجا آورد و برائے اہل خود درخواست تلقین ذکر کرد۔ شیخ من گفت۔ در اندرون خانہ تو متوجہ شوازی بیرون من می شمار چہاں چنین شد اہل وے را بخود می روے نمود و در واقعہ دید کہ بزرگ سپید ریش نورانی حاضر شد و یوے می دید کہ بی بی عاقبت تو بخیر است و وے صالحہ مخیرہ است۔ روزے محمد صادق پیش شیخ من آمد و تپ کرد، رخصت شدہ بنزد پادشہ رفت و چند روز در پیروی بنیان نیک رفت و در سالیان ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ تا ۱۰۶۵ھ) من این قطعہ شتم

در اہل جوان بزمین خاک شستہ است کز خاک شان شدہ بچمن بیشہ رشت
مجموعہ مروت و حلم و وفا و جود رفت از جہان چون صادق بادل نوہ رشت

در ماتمش شدہ جگر و سینہ ہا کباب لیکن چہ سودز آنکہ چنین بود سر نبشت
 کردم ز دل سوال چو از سال فوت او دل در جواب گفت بگو شد گل بہشت
 و وے را دو برادر کلان بود محمد صالح و محمد فاضل۔ محمد صالح از نیکان وقت بود۔
 صاحب ہمت و فتوت و اخلاق و مروت۔ مشائخ بسیارے را دیدہ و صحبت داشتہ۔
 دختر شیخ محمد عادل برادر شیخ کمال متوکل در خانہ ویست و با ہم دیگر نسبتہا است۔
 و وے با شیخ من نیاز مند بود با خلاص۔ گاہ با صحبت می رسید۔ یک بارے با شیخ
 با کبر آباد رفتہ است۔ و خوشوقت ساختہ۔ شیخ من و وے را از نیوکاران می گوید۔
 وقت و وے ہیز دہم ربیع الاول از سال ہزار و شصت و پنج است (۱۰۶۵ھ
 ۱۶۵۵م)۔ من تاریخ و وے گفتم۔ قطعہ

شیخ صالح محمد بادل اہل جود و یگانہ و یک رو
 چون برفت از جہان عزیزان را در جہاں گشت ماتمش ہر سو
 سال فوتش چون از خرد جسم خردم گشت ”شیخ صالح کو“

۱۰۶۵ھ

وے گفتے کہ بعد از وفات شیخ فرید من منظر ب شدم۔ چہ در سایہ دولت او در
 فرید آباد جمعیت تمام داشتم۔ درین حالت شیخ بہاء الدین بودہ را در خواب دیدم
 کہ مراد و رغیف حلوائی تر دادہ و گفتہ۔ بخور و درجائے خود مستقیم باش۔ از آن وقت
 من نوکر کسے نکشتہ ام و در فرید آباد نشستہ ام با جمعیت و آرام۔ و محمد فیاض البوبہ
 روزگار بود و از نفعیان زمانہ، خوش صحبت خوش کلام در فن پارسی و ہندی دستگاہ تمام

داشت۔ من در زبان ہندی واصناف آن شاگرد ویم و وے صاحب فنون عجیبہ و غریبہ بود۔ روزے نقوش دیباے فرنگی را در کاغذے برداشته و از آن در پارچہ نقوش اوساختہ۔ من آن را دیدہ بودم۔ از تازگی ہاے آن عقل حیران می شد۔ ستار ہاے و از ندگی را بدست خود می ساخت و خود می نواخت۔ نقش ہندی را نیک می بست و سبک ترمی گفت۔ چنانچہ اہل این فن شیفتہ وے بودند۔ ہمت عالی داشت۔ بسیار غرباء و مسکین از وے مرزوق بودند۔ من دیدہ بودم قلندرے ملہ ماہم نام را کہ بر سر بازار نخس لاہور صاحب فنون عجیبہ و غریبہ بود۔ روزے شیخ من مرا و دیگر یار ت را بوے برد کہ تماشاے غرایب وے کنیم۔ اولاً وے سفینہ بر آورد کہ بکاغذ تحریر اشعار بسیار نوشته و صنائع و بدائع آن سفینہ آن بود کہ در ہر صفحہ ابیات را بطرزے برگاشته کہ جاعے نقوش گلہ ظاہر بود جاعے دیگر درخت سرو و جاعے دیگر نقوش قباے و قس علی ہذا و دو حصہ از آن نوشته و یک حصہ سپید ماندہ۔ و عجب تر آنکہ می گفت کہ درین دو حصہ یک لکھ و بست ہزار بیت اندراج یافتہ و زخماتے چندان نداشت۔ بعدہ قلمدانے بر آورد کہ قلم تراش و مقراض و آلات دیگر ہم خود ساختہ و عذاف آن قلمدان را بکنہ ساختہ از سنگ عقیق مصفی برابر داشتہ بود، آن را شصت و دو پہلو داشتہ یکسان کہ در نظر با یک دری آید یک تفنگے ہم ساختہ وے بود۔ و تیر و کمان ہا غیر مکرر و شست۔ و تیر بقواعد مقررہ می انداخت۔ تیر اندزان گویند کہ درین فن گر چند چیز جمع می شود کامل شود۔ یعنی تیز اندازی و زود اندازی و بار یک اندازی و برق اندازی و غرق اندازی و دور اندازی و پست

اندازی و جمع اندازی۔ ہمانا وے سلیقہ آن ہمہ داشتہ۔ القصہ از مشاہدہ کار و بارے او عتقoul بشریہ حیران بودہ است۔ روزے آن محمد فاضل را با جوانے باقی نام صحبت ناخوش بمیان آمد۔ باقی زخمے بر سینہ وے زد و وے برفت از دنیا در سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸م)۔ من تاریخ استغہامی وے از ایماءے سیاق چنین گفتم۔ قطعہ

چون فاضل را باقی زخمے بجگر در زد صہبائے شہادت خورد از دست اجل ساقی
 ز ایماءے سیاق و ہم از شیوہ استغہام ہاتف بدلم گشتہ کو فاضل ما باقی
 پس از آن مرتبہ شہادت فاضل از زمین کہ می بود باقی را اُکسیل کردند۔ (بعدہ) باقی
 را یہا ری سکتہ شد و بجان آمد۔ دوداغ سوختی مربع بہ سرین و پشت پائے او ظاہر
 شد۔ من آن داغ را دیدہ بودم و کیفیت از وے پُرسیدہ۔ گفت مرا بردند و گفتند چند
 روزائے باقی ترا باقیست، بگذارند اما دوداغ کردہ۔ پس از وے بچند روز وے
 باقی ہم برگذشت۔ قطعہ

اگر دشمن نسازد با تو اے دوست تو می باید کہ با دشمن بسازی
 و گر نہ چند روزے صبر فرما نہ او ماند نہ تو می فخر را زی

حافظ صادق کشمیری

از یاران شیخ من است۔ شیخ من در اوایل وے را این ختم حضرت خواجہ نقشبند
 قدس سرہ فرمودہ کہ با تمام رساند و این است کہ روزانہ ہزار بار بخواند۔ این ورد

شیخ مرار سید از خواجه حسام الدین و وے را از حضرت شیخ صالح جبری و وے را از
 خواجه عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہم۔ وے حافظ کلام مجید ست۔ آہنگ و کش دارد و
 قواعد تجوید نیک و زیدہ۔ روزے از استماع قرأت با بجه (دکش) و وے وقت شیخ
 من خوش گشتہ و وے را مقبول خاطر ساخته۔ در رکعت اول بامداد آخر سورہ ہف
 خواندہ و در دوم آخر سورہ حشر و پس از آن شیخ مربکائے غالب آمدہ و گریہ با کردہ و
 این گریہ، گریہ غیر معبود بودہ۔ ویکے حافظ مہر علی بودہم از یاران شیخ من با بجه سخت
 نیک قرآن خواندے۔ نامراد و غریب بود و در غربت سفر بردہ از دنیا در سال ہزار و
 شصت و اند (۱۰۶۰ھ ۶۵۰ م) در سنہجں حافظے بود شیخ بھکاری نام نہایت خوش
 آہنگ و کش و روح بخش۔ گویند در آن زمان صاحب دعوتے در شہرے دیگر
 بتخییر جتنی عزیز می خواند۔ روزے در رسیدن آن جن در گئے واقع شد۔ چون
 آمدہ پرسید۔ چرا زود نزدی۔ گفت۔ حافظ بھکاری در سنہجل قرآن می خواند باواز
 و غریب۔ ساعتے آن جا بودم۔ وے در سنہجل آمد و شنید و محفوظ شد۔ حافظ را پسر
 بود شیخ عماد نام، ہم خوش آواز چون برفت "با حافظ" (۹۹۲ھ ۱۵۸۴ م) تاریخ
 (وے) شد۔ آن حافظ صادق امروز و ارستہ و آزدہ و صاحب معنی است۔
 رسائل و حدیث من شیخ من گذارندہ احوال شہرف دارد۔ سفر با نیومی کند با فقر
 و مشائخ صحبت می دارد یکن از غایت منامی در پیچ جا خود را منسوب پیچ نسبتے علم نمی
 سازد و با وجود اہل و فرندان و کم معیشتی پیچ اندیشہ دامن گیر ہمت و وے نیست۔
 بہر حال وقت خوش دارد۔ روزے در دہلی یک سنہ بر سر وے زد۔ وے صبر

وزیرید بل رضا داد۔ چون خواستند ظالم را بسزا رسانند وے مانع آمد۔ شیخ سعدی
علیہ الرحمۃ گفتہ است

بدی را بدی سهل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اساء
وہم شیخ در بوستان می آرد۔ حکایت

یکے بر بطے در بغل داشت مست بشب بر سر پارہائے شکست
چون روز آمد آن نیک مرد سیم بر سنگدل برد یک مشت سیم
کہ دو شینہ مغرور بودی و مست ترا بربط و مرا سر شکست
مرا بہ شد آن درد و برخاست بیم ترا بہ نخواہد شد الا بسیم
ازین دوستان خدا بر سر اند کہ از خلق بسیر بر سر خوردند
منقولست کہ یکے طپانچہ بر رخسارہ ابوحنیفہ زد۔ امام گفت۔ من می توانم این حال را
بہی کم گفت و سزا دہانید اما نگویم و ہم چون سز آگاہان توانم درد دل را بدرگاہ
جل و ملی عرض مرد و انتقام گرفت این نیز نکنم و ان شاء اللہ اگر فرداے قیامت مرا
رستگاری شود ہرگز بے اوقدم در جنت نبم۔ حافظ را بر من لطفے بس راست و عنایتے
کہ شرح آن نمی توانم گفت و شکر آن نمی توانم بجا آوردہ

شیخ محبتی نبی

با شیخ من صحبت دارو۔ عالم است بعلم ظاہر و علوم باطن۔ رسائل توحید پیش شیخ
من گذرانند۔ در غایت نامرادی و شستگی است۔ طریقہ اخفانیک دارو۔ کم کے

بر حال وے مطلع است۔ بہت عالی درو۔ فن طالب علمی حجاب حال وے
 است۔ بحسن صورت مایل است۔ من وے رانیک می شناسم۔ وے با من دوستی
 و لطف دارد۔ روزے وے مرا گفته کہ وقتے من اندرین راہ پانزدہ روز گلوخ خورده
 ام۔ فقط۔ چون آن، من مردے را می شناسم صوفی داؤد کشمیری مرید خواجہ محمود
 پیوستہ مشغوف بحسن و جمال است و آزاد و مجر دو ہیچ او بے از آداب شریعت از
 وے متروک نیست۔ با خواجہ سلام اللہ پسر شیخ من صحبت دارد۔ و درین حالت
 درویشی و تنگدستی و گرفتاری حسن مجازی محتاج و حاجی کس نیست و از کس چیزے نمی
 خواہد بلکہ چیزے کہ از غیب بروے می رسد بحمامہ اہل حسن و فقر او درویشان صرف
 می نماید۔ وے گوید کہ من در راہ محبت دوازده شبانہ روز چیزے نخورده ام۔ و ہم
 چنین سید عبدالعزیز بوده است از اقرباے من شیخ مرتضیٰ سنبھلی صحبت داشتہ و با شیخ
 من آشنا بود۔ بشریعت و طریقت و معرفت مستقیم احوال روی آمدہ بودہ۔ وے گفتے
 چون در احکام شریعت افعال طریقت قرار شد، شریعت فراموش کرد و چون احوال
 حقیقت قرار شد طریقت از وے بدر رود۔ چنانچہ اگر شیر بستہ شود جغرات گویند،
 شیر نگویند۔ چون روغن از آن بر آید جغرات نگویند روغن گویند۔ من بوے می گفتم
 کہ نزد صوفیہ حقیقین مقرر شدہ کہ شریعت و طریقت و حقیقت چون ہیئت اجتماعی پیدا
 می کند۔ معرفت است و جامعیت این امور ثلاثہ شریفہ کار مردم اقویاست و بس۔
 بر نئے جام شریعت بر نئے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان با نغشن
 خواجہ ابہر رگاہ ہا ین بیت خواجہ حافظ شیرازی بدوق می خواندہ اند

ہزار نکتہ باریک ترزمو این جا است نہ ہر کہ سر ہتر اشد قلندری داند
سید ہم چنان براعتقاد بود راسخ و شیخ مرقضی ہم آنچنان محسبہ داشتہ است۔ غائبانہ
اواخر از آن عقیدہ برگشتہ و برفتنہ از دنیا در غرہ صفر از سال ہزار و پنجاہ و نہ (۱۰۵۹ھ
۱۶۴۹م) و بدان حالت اندر ہواے تابستان من شصت شہار و ز آب نخوردہ۔

خواجہ عبدالرحیم ماوراء النہری

بسیار بزرگ بودہ، صاحب کرامات و آیات۔ با عظمت و شوکت در زمین توران
نشو و نما یافتہ۔ عالمے ازوے مستفید و مرزوق گشتہ۔ مریدان کامل دارد و مردمان
دیار خوارق بسیار ازوے ظاہری کنند۔ بسا دل مردہ، نور حضور و آگاہی زندہ بردانید
نزد صوفیہ محققین مقرر شدہ است کہ زندہ ساختن یک دل مردہ را برابر آنست کہ
مردہ صد سالہ را چون عیسیٰ زندہ سازد۔

گرمسیا مردہ را زندہ می کرد از دعا تو بیک و ششم کار صد مسی کردہ
شیخ من گفتہ کہ وقتے وے بزمن ایران رسیدہ است۔ بسا مستعدان آن دیار از
صحبت وے بشرف حضور و آگاہی رسیدہ اند۔ و از غایت بزرگی و شانے کہ وے
داشتہ است گاہ با شاہ عباس رکاب وے پیادہ گرفتے۔ در سہاں جہوس بادشاہ
صاحب قران ثانی کہ ہزار وی و ہفت است (۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷م) وے
بہندستان آمدہ و بادشاہ بعضے از اعیان مملکت را باستقبال وے فرستادہ و خود با عزاز
تمام فرا پیش آمدہ و یک لاکھ روپیہ بفضیافت وے دادہ و با ہم محسبتہاے خوش

افتادہ۔ من وے راروزے دیدم کہ با چہرہ نورانی با عزت و قار نزدیک سریر بادشاہ
نشست و بادشاہ چند بیڑہ پان از دست مہابت خاں بوے دادہ گرفتہ و خوردہ
و بہدراں سال وے بحریمت حج از اکبر آباد برآمدہ و در راہ برفتنہ از دنیا۔

خواجہ (محمد) محسن سمرقندی

وے از اول و خواجہ مسعود بن عم حضرت خواجہ احرار است قدس سرہ در قریہ النکر
اقامت دارد، و در میان لاہور و بہیرہ و خوشاب بزرگیت صاحب نسبت
و کیفیت۔ نور شرافت و لطافت از طلعت وے پیدا و ہویدا است۔ من یکسال
و چہار ماہ در جو رقریہ وے بودم در قصبہ جا کو در سال ہزار و چہل و یک۔ گاہے کہ
بصحبت وے می رسیدم لطف و عنایت بسیار می نمود و دستار تبرک و غیرہ، عطا فرمود۔
روزے از وے پرسیدم کہ خواجہ مولد و منشاء تو زمین سمرقند و بخارا است و سہا
گذشتہ کہ بہندستان آمدہ، چونست کہ در شہر ہاسے کدان مثل دہلی و لاہور سکونت
نگرفتہ۔ گفت در زمان جہانگیر بادشاہ از تقدیر الہی من بہند رسیدہ ام۔ دستور
بادشاہ از من ضمانت گرفتہ کہ باز بوطن نشوم و این قریہ را با مزرعہ تمہیب من کردہ
است و امروز بادشاہ (صاحب) قرآن ثانی است۔ و دستور بدستور سابق۔ و ہم
نمی توانم بے دستوری دستور پیش بادشاہ رفتن۔ و بویایت خود رفتن ممکن نمی نماید
و این پریشانی ابا عن جد رسیدہ چنانکہ خواجہ شہاب الدین سنائی جد خواجہ احرار در
وقت وفات از زبان برآوردہ اند۔ من کتاب "رشحات" با خود داشتم و این حکایت

کہ بیاد وے بود برگفتم۔ بگریہ بسیار در آمد و آن آنست کہ خواجہ شہاب الدین را دو پسر بوده است۔ خواجہ محمد و خواجہ محمود۔ چون وفات ایشان نزدیک رسیدہ است بفرزند بزرگ خواجہ محمد گفتہ اند کہ پسران خود را بپار تا ایشان را وداع کنم و خواجہ محمد را دو پسر بوده است خواجہ اسحاق و خواجہ مسعود۔ ہر دو را آورده است۔ خواجہ شہاب الدین ایشان را نواختہ اند و فرمود کہ محمد! فرزندان تو بے پریشانی و سرگردانی خواہند کشید خاصہ مسعود۔ و سبب سرگردانی وے خواجہ اسحاق خواہد شد و بعضی اوصاف نامرضی ایشان گفتہ اند۔ بعد از آن خواجہ محمود والد حضرت ایشان را کہ برادر خرد خواجہ محمد بوده اند گفتہ اند تو نیز فرزند خود را بپار و حضرت ایشان در آن محل بغایت خرد بودہ اند۔ ایشان را در خرقة پیچیدہ آورده اند۔ چون نظر خواجہ شہاب الدین بر ایشان افتاد، اضطراب کردہ اند کہ مرا خیزانید۔ ایشان را خیزانیدہ اند۔ ایشان آن حضرت را بر کنار خود نہادہ اند و روے خود بر تمام اعضاے ایشان مالیدہ گیر یہ بسیار کردہ اند و فرمودہ اند کہ آن فرزندے کہ من طلبیدم نیست۔ در یغ کہ در ایام ظہور وے نخواہم بود۔ زود باشد کہ این پسر عالمگیر شود و شریعت را ترویج کند و طریقت را رونق دہد و سلاطین روزگار سر بر خط فرمان او نہند و تن با مروئی در دہند و کارے کہ از وے در وجود آید پیش از وے از مشائخ کبار نیز نہ آمدہ باشد۔ ہر چہ از مبداء تا منتہا بر حضرت ایشان گذشتہ است ہمہ را یکان یکان بر کبیل اجمال حاضر کردہ اند و یک بار دیگر روے خود را بر ہمہ اعضاے ایشان مالیدہ اند پس بخواجہ محمود دادہ و

ایشان را وصیت کردہ اند کہ این فرزند مرا نیک نگاہ داری و تربیت دے چنانکہ
 بیدار شد بجا آری۔ بعد از ان رو بخواجه محمد کردہ اند و فرمودہ کہ بخاطرت نیاید کہ
 پدر، فرزندان مرا چندان نواخت و بفرزند محمود بسیار پرداخت، چه توان کرد کہ
 فرزندان ترا آن نوع ساختہ اند و فرزند محمود را این نوع ”ذالک تقدیر العزیز
 العلیم“ من چه کنم؟ انتہی۔ پسر خواجہ محسن را من در آنجائی دیدم و حیران می شدم کہ
 بود و باش وے با اہل آن وہ تنگ و تیرہ گشتہ بود و ہمہ اوضاع و اطوار اہل وہ خلاف
 مرضی دے بود۔ درین وقت حکایتی یہ دیدم آمد کہ حاجی محمود خیر آبادی کہ صاحب
 معنی است و آزد، با شیخ تاج الدین در مکہ صحبت داشتہ و مقابلہ ”فصوص الحکم“
 با ہم در ہمان جا کردہ است۔ و با شیخ من آشناست و نیاز آور۔ روزے بمن گفت
 کہ وقتے فقیرے سیاح در خیر آباد بمن گفت کہ من روزگارے در کوہستہ نے افتادم
 کہ تمامی کا فرستان غیر علمی بودہ است۔ رئیس آن سرزمین را دیدم جو آنے خوش
 روے نوارانی طلعت۔ پرسیدم کہ دین و مذہب این مردم چیست؟ گفتند درین جا
 بیچ مذہبے و مشربے معین نیست۔ آرے راجہ ما پرستش کتابے می کند فقط در وقت
 طعام خوردن و دیگر بیچ نمی دانم و آن کتب حوالے برہمنے کردہ کہ ہر روز وقت
 معہود حاضر می کند۔ من بآن برہمنے نیک آشنا شدم و آرزوے دیدن آن کتاب
 کردم۔ وے مرا بخلوتے برد و نمود، دیدم کہ قرآن مجید است بخط ولایت و بیک
 طرف آن نوشتہ ”منکہ میر سید محمد از دست تفرقہ ہائے روزگار آوارہ شدہ در ماہ
 قدن و ساں فلان بدین کوہستان آمدہ ام“ و نیز از مردم سال خورد معلوم کردم کہ

این رئیس نبیره آن سید محمد است و سید بعد از رسیدن آنجا براجہ آن سرزمین پناہ آورد و قرب و عزتے پیدا کرده۔ چون راجہ بمردیچ وارثے نداشت۔ سید بجایے او متصرف شد بر آن ملک و کد خدا شد و فرزندان پیدا کرده و برفت از دنیا پس از آن پنج مسلمانے بدان جا رسید کہ پسران سید را احکام دین و اسلام بیا موزد۔ پس کار بجایے رسید کہ ہمہ اولاد سید مجبول ماند چنانچہ بزرگان کار آزا ما گفته اند

جایے در شہر گیر کانبجا یہ سگ شہر از غزال صحرا یہ

خواجہ عبدالمنعم

وے خلف الصدق میر عبد اللہ احرار است قدس سرہ۔ بزرگ بودہ۔ ہمت عالی داشت و معاملت نیکو و اخلاق پسندیدہ۔ بادشاہ صاحب قران ثانی، قریہ چند از توابع سلیم پور بہر وجہ کفاف وے دادہ بود۔ وے اندران قصبہ اقامت ورزید۔ بہ خرد و بزرگ کہ بوے شدے الطاف و اعطاف بسیار نمودے۔ در صحبت وے تاثیرے بود۔ ہر طالبے کہ باوے نشستے بہ نسبت غیبت و بیخودی مشرف گشتے بسر و ہندی میلے داشت۔ گویند ہای نیک باوے بودند۔ من وے را دیدہ بودم و جیہہ طلعت نورانی داشت۔ از شیخ من مرانیک پرسیدہ و تفقد نمودہ۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و انداست (۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱م) و قبر وے ہمانجا است در باغچہ وے۔ شیخ من گفتہ کہ میر عبد اللہ از بزرگان وقت بودہ است و جانشین حقیقی قطب الاخیار حضرت خواجہ احرار قدس سرہ و خواجہ بیرنگ۔ در اوایل باوے صحبت داشتہ

اند و تقریبے از آن در ذکر شیخ قطب عالم خوابد آمد۔ وفات میر، در (سال) ہزار و بست و شش است (۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷م)۔ وہم شیخ من گفتہ کہ وقتے جہانگیر بادشاہ میر را بر حکومت صدارت دہلی و آگرہ کرد۔ وے از کرم و فتوت ذاتی خود بہر اہالی و موالی حسن سلوک و احسان نیک می فرمود۔ عزیزے شیخ نور نام از دنیا رفتہ بود۔ پس راو خواست کہ زمین ملکی وے را تصحیح دہند۔ متعلقانش یکے از دوستان او شیخ الہداد نام را برین آوردند کہ شیخ نور گویان تصحیح درست نماید و چند روز وے را بنام شیخ نور خواندن گرفت تا در وقت کار غلطی نخورد۔ روزے وے پیش میر رفت۔ ہر جمعہ تصحیح می کرد تا نوبت بوے رسید۔ گفت شیخ نور کو؟ حاضران اشارہ بوے کردند۔ وے برخاست و بحضور میر در ایستاد۔ میر، پرسید چہ نام داری؟ وے گفت شیخ الہداد۔ میر تبسم فرمود۔ گاہے مردم را دو نام ہم می بود و تصحیح کرد

فرماست ہمدہ جنت و امروز شد نقیب آری خدای و ہمدہ کریمان چنین کنند

و این نزدیک است بآنکہ وقتے شیخ عبدالحق دہلوی سید بھوہ بخاری نامہ نوشتہ باین بیت

منتظرم روز و شب بر سر راہ امید تاکہ کسے گویدم خیز کہ جانان رسید

سید آن نامہ را بکتب دارے معروف علی نام سپردہ و گفتہ این بیت یاد داری کہ خوش می آمد۔ روزے جمعے از امر او فضلاء در منزل رسیدہ بودند۔ صبحے نیک بود سید

۱۔ سید بھوہ بخاری مخاطب بہ "دین دار خاں" برادرزادہ مرتضیٰ خاں شیخ فرید از امرائے عہد جہانگیری و شاہجہانی۔ (از تاریخ محمدی)

از بزرگی و شان شیخ عبدالحق سخن راند و گفت شیخ درین ایام شعرے خوش بہا نوشتہ است۔ و معروف علی را بر خواند۔ اتفاقاً وے در آن وقت بقالے در گفتگوے حساب حویلی می بود بقال می گفت ہفدہ تنکہ تو باقیست بر من۔ و وے می گفت ہیزدہ و نیم تنکہ۔ درین اثناء کس رسید و وے را در آنچنان مجمع برد۔ سید گفت معروف علی آن شعرے کہ شیخ عبدالحق نوشتہ است بر خوان وے گفت۔ ساڑھے اٹھارہ تنکے۔ سید و حاضران متعجب ماندند۔ اما میر عبد اللہ گفت۔ چہ جے تعجب است بیچ رہ نامراد در حساب حویلی مشغوف خواہد بود کہ بدش در گرفتہ چون پرسیدند شعر بخوان گفت۔ ساڑھے اٹھارہ تنکہ و مجلس بخند و در گشت۔ من در آن مدت بسید بھوہ بودم لشکری بہم مہاربت خان در ملک رعن بمقابلہ مغلان۔ می گفتند روزے سید در شکارے بمصاحبان می گفت۔ چند ماہ است بکوہ و بیابان سرگردان ایم و بیچ کار انجام این مہم در نظر نمی آید چونست کہ چیزے بر عن بنوہسم کہ قہر این وے نماید و ازین سرگردانی خلاص گردیم۔ من حاضر بودم بطیبت گشتیم ارا این بیت بر عن نویسند کافیت

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را کہ سر بکوہ و بیابان تو دادہ مارا
سید و حاضران خوشوقت گشتند و سید بیشتر بر من لطف نمودن گرفت۔ پس از آن

۱ مہاربت خان حاکم کابل بود و بسلسلہ گرفتاری مجدد بنوہ مت کردہ۔ آٹھ امراء و حمیدیداران ہم خیال او بودندے مغلان کابل و پشاور لشکری او بودند۔

روزے در صحرا بشکار سے رفتند و در آن شکار گاہ دو طفل توانا شیر خوار ہ یافتند سید مہر ورزید و شکار را وا گذاشت و طفلان را در آمد و در پاکی داشت و تیز ترک روان شد تا بمنزل رسیدہ طفلان را بزننے شیر دار حوالہ کنند۔ ناگاہ در راہ زنے را دیدند کہ لنگان ہی رفت۔ پرسیدند حال چیست؟ گفت بچہ مرا شیر نبرده اند و مرا در پستان شیر فرود آمدہ کہ نمی توانم راہ رفت۔ سید زن را ہم در پاکی نشاندا طفلان از شیر سیر شدند (معلوم شد کہ آن زن اسیر قید مغلان بود) و مردمان فرستادہ کہ مادر طفلان را بمیلغے از بند مغلان خلاص گردانند۔ وے گفت دو پسر چارده و دو ازده سالہ من اسیر مغلان اند۔ آن را ہم خلاص کنید۔ سید آن ہر دو را ہم بمیلغے کثیر بدست آورد و ہر پنج کس را با جمعی لشکریان ہمراہ در مسافت دشت بعدہ یوٹن شان فرستاد۔ این واقعہ در سال ہزاروسی و شش ہودہ است (۱۰۳۶ھ ۶۲۶ م)۔ در "فوائد الفوائد" می آرد کہ شیخ نظام الدین اویسا فرمودہ اند قدس سرفہ کہ (والد) مولانا علاء الدین بدایونی کثیر کے زں نو بردہ از موضعے کہ نزدیک ہداؤں است، داشت۔ روزے آن کثیر ک گریہ می کرد۔ مولانا پر سید چون می گری۔ گفت پسرے دارم از وجہ افتادہ ام۔ گفت اگر ترا بر سر حوضے کہ یک کروے بہ شہر است برم از آن جا راہ خانہ خود ہدائی؟ گفت بدانم، مولانا سحر وے را بر سران حوض گذاشت۔ شیخ چون بدین جا رسید چشم پر آب کرد و گفت علمائے ظاہر این معنی را منکر باشند لہذا توان دانست کہ او چہ کرد۔ ہم شیخ فرمود وقتے کہ مولانا علاء الدین کوک بود در کوچہ از کوچہاے بدایوں می گشت۔

امو۔ نا علاء الدین بدایونی از سادات حضرت نظام الدین اویسا قدس سرفہ بودند وفات آن ۹۴۰ھ

شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ در دہلیز خانہ نشستہ بود، چون نظر او بر مولانا افتاد،
 بخواند و جامہ کہ خود پوشیدہ بود مولانا را پوشانید، آن ہمہ اوصاف و اخلاق وے از
 برکت آن بود۔ انتہی۔ و آن سید بھوہ مرید سید محمد نبیرہ شاہ عالم گجراتی بود قدس سرہ
 مردے بزرگ بود مخیر و نیاز مند فقرا۔ باوجود حکومت دہلی بزیارت مشائخ درویشان
 شدے۔ براعراس بزرگان مولع بود۔ مجالس عالی برپا نمودے و سرودے بمعنی کلام
 معرفت خوش بمیان بودے۔ روزے بخانہ جلو دار خود کہ عرس پیر خود کردہ بود، رفتے۔
 من ہم باوے بودہ ام۔ و وے کتابے جمع کردہ بود از اعراس بزرگان چنانکہ از غرہ
 محرم تا آخر ذی الحجہ آسامی آن اعراس تاریخ، تاریخ نوشتہ و ہر صبح آن معروف علی
 بعرض رسانیدے کہ امروز عرس فلان و فلان است تا بعد فراغ طعامے کہ ضیافت
 کردے با رواج آنہا فاتحہ خواندے و تفصیل احوال وے در نسخہ ”تذکرۃ الابرار“
 کہ بعضے از فضلاء تالیف نمودہ اند مسطور است۔ پس از وفات وے کہ در سال ہزار و
 چہل داند است (۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۱م) عزیزے وے را در خواب دیدہ بابا، خوش
 و خرم و مرتبت۔ پرسید کہ چہ حال داری و این منزلت بچہ یافتی؟ گفت از دولت درود
 کہ ہر شب سہ ہزار و سی صد مرتبہ بر آن حضرت ہدیہ می فرستادم و ہر شب جمعہ ہزار
 بار، و وے باوجود حکومت دہلی و خدمت سلطانی حافظ کلام مجید بود۔

خواجہ جامی

وے از اولاد احمد جام است قدس سرہ۔ از قتیان روزگار است و عالی ہمت۔ شیخ

است بظاہر و باطن قلندر۔ و صاحب مشرب و سبب، صاحب سیرت ظریف و
جہت لطیف۔ بادشاہ صاحب قرآن ثانی وے را پیش پایہ سریر خود برپا داشته و
طلعت زیبا وے را خوش انگاشته۔ وے بے تکلفانہ زندگانی کردے و بے
تعلقانہ بسر بردے۔ آن بیت بروے صادق است

تکلف گر نباشد خوش توان زیست تعلق گر نباشد خوش توان مُرد
ہر روز فتوح از اغنیاء حریفانہ سرفتن و باحضران بکار بردے۔ روزیکہ بدستش پیچ
نیشہ دے پیرا بن بدست رگبر و فرست دے بجگم روز نوروزی نو، پروا و فردا فراموش
و در شب پیچ خوردنی با خود نگداشته۔ مشرب وے دل رُبا می ابل و لہا بود طلب دنیا
وے بر عکس ترک آمد دنیا و نیا بود

خوردہ کہ چیزے بر آید ز دست بہ از صد ایم الد ہر دنیا پرست
من وے را در سنجہیل دید و دوم در ساں ہزار و چہل و سہ (۱۰۳۳ھ ۱۶۳۲م)۔
چہ صورت معشوقانہ و قدر شاہانہ داشت و چہ کلام عرفانہ و عاشقانہ می انگاشت۔
بر من عطف بسیار می فرمودے آخر زندانم بکجا شد۔

خواجہ ابوالخیر کشمیری

وے بسیار بزرگ است۔ در طریق موعظت و ورع سخت نیک۔ و اندرین راہ
مستقیم الٰہی (است) بہمت علی وارو۔ با شیخ تاج الدین سنجہیلی صحبت داشته و
منہ۔ نسبت پیدر خواجہ احمد درست می کند۔ صبیہ مولانا خواجہ امکنی شیخ خواجہ بیرنگ

اہل خانہ خواجہ احمد است و خواجہ ابوالخیر نیسے مولانا است۔ و خواجہ احمد بعد زیارت حج بحدود گجرات در سال ہزار و ہشت ہفتہ (۱۰۰۸ھ ۱۶۰۰م) و وے عظام پدر را بہتہ بردہ و در معالی دفن کردہ۔ وے گفتہ کہ پدر مرا مولانا گفتہ بود کہ در پنجہ سالگی ترا سعادتے روے دہد و در عمر پنجہ سال ہم مرا زیارت حرمین محترمین میسر گشت۔ شیخ من گفتہ کہ مولانا خواجگی ہمیشہ عمل عزیمت نمودہ اند و از رخصت و بدعت پرہیز فرمودہ اند۔ در غایت معنی اخلاص و صدق می پوشیدہ اند و طریقہ خود را از مردم می پوشیدہ۔ و ایشان نسبت بمولانا در ویش محمد پدر خود درست می کنند و ایشان بخواجہ مولانا محمد زاہد خاں خود و ایشان بخواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار و ایشان بمولانا یعقوب چرخ و ایشان بخواجہ بہاء الدین نقشبند و ایشان بامیر سید کلال و ایشان بخواجہ بابا سماسی و ایشان بخواجہ علی رائتی و ایشان بخواجہ محمود زنجیر فغنوی و ایشان بخواجہ عارف ریویری و ایشان بخواجہ عبد الخالق غجدانی و ایشان بخواجہ (ابو) یوسف بہدانی و ایشان بخواجہ ابو علی فارمدی و ایشان بشیخ ابوالقاسم و ایشان بشیخ ابوالحسن خرقانی و ایشان بخواجہ بایزید بسطامی و ایشان بامام جعفر صادق و ایشان بقاسم بن محمد بن ابی بکر و ایشان بسلیمان فارسی و ایشان بحضرت ابی بکر صدیق و ایشان بحضرت محمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ وقتے پیر محمد خان و ان ماوراء النہر بر باقی خان والی سمرقند لشکر کشید باقی خان پناہ بمولانا خواجگی آورد و ایشان پیش پیر محمد خان رفتہ طریقہ مصالحت بمیان آوردند۔ وے از غایت تکبر و شوکت نہذیرفت۔ ایشان بغضب برخاستند و آمدہ بباقی خان گفتند کہ از

قلت عسکر خویش منیدیش و این کریمہ بر خوانند و کم من فیة قليلة غلبت فية
 كثيرة باذن الله "تو جے نمودند و عنایت تام فرمودند۔ برو فتح تست۔ وے ر قوتے
 بدل پیدا آمد و بالشکر سہ چہار ہزار کس بر پیر محمد خان صاحب لشکر چہل و پنجہ ہزار کس،
 تاخت و در اڈل بر ش فتح یافت، و مولانا عمر نو در سیدہ اند۔ وفات ایشان در سال
 ہزار و ہشت (۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰)۔ بادشاہ صاحب قرآن ثانی خواجہ ابوالخیر را از غایت
 وینداری وے بر خدمت عدالت آگرہ کرد۔ وے سالہا آن خدمت را از روے
 حساب راستی و درستی نیک بجا آورد وے لمے را بحق خود رسانید باخر ترک نوکری کردہ
 بزاویہ خود نشستہ و پائے ہمت بداد بن قناعت کشید۔ گاہ ہا وے شیخ من آمدے و صحبت
 ہاے نیک بمیان بودے۔ من وے را می دیدم کہ از طمعت با بہاے وے صفائی
 نسبت باطن وے سخت ظاہر و پیدا بود۔ روزے شیخ من مرا بوے فرستاد بمجھے دوے
 آن قدر مروت و حسن سوک در آن کار آورد و مرا چین منت ساخت کہ یقیناً پنداشتم
 کہ اکابر اولیائے سلف ہم برین قیاس بودہ باشند۔ تفوتے کہ ہست از راہ تقدم
 است و تاخر۔ وفات وے در سال ہزار و قہر وے در

خواجہ فولاد

وے بخاری الاصل است۔ صاحب نسبت عاں و استغراق تام۔ من وے را در
 مسجد شیخ فرید بخاری دیدہ بودم۔ از بخاریاں لاہور بسا مردم اہل این راہ آرزوے
 صحبت وے می داشتند۔ وے با بیچ کس در نہاختے و بیچ کارے پیر داخے و خود را

از جمیع مقاصد و مطالب مستغنی فرامودے و بحالت یاس و نومیدی مبتلی بودے۔
شیخ من گفتہ

بجز دربارِ نومیدی ندارد گوهر و صلش

تو خواہی در بیابان گرد خواہی در چمن بنشین

گاہ ہا کہ وے را تنہا یافتے سخنانِ این راہ در آوردے و حقائق و معارفِ شیخ خود بیان
کردے۔ احیاناً متوجہ من شدے و از غرائبِ احوال و دقائقِ این علوم نیک
برگفتے و شیخ مرا نادیدہ بستودے و صحبت ہا با قیمتِ بمیان بودے و رفتے پس آنچہ
رفتے رفتے۔ بادی النظر و حاضر وقت از مشاہدۂ احوال وے مرا این سخن بدل
آمدے کہ صوفیہ محققین گفتہ اند کہ سخن شنوان در جہان بسیار اند این حدیثِ جد
است۔ ترا از آن می باید بود کہ روز را شب آری و شب را بروز چنانکہ۔ و ہم مرا از
دیدارِ نورانی وے مشایخِ سلف ما و راہِ نہر پیدا آمدے و وقت خوش گشت

اے سرو بتو شادم قد تو، بکے آری اے گل بتو خرسندم تو بویے کسے داری
پس از آن وے مرا سخت دوست گرفت و از احوالِ باطن خود سخنانِ باشارہ و کنایہ
فرامی نمودے و از شیخ خود نیز حکایات بس بلندی آورد۔ روزے من بویے شستم
بعضے مطلب از راہِ باطن در پیش است تو جہے نہای کہ بوجہ نیک بظہور آید۔ گفت
امشب من متوجہ می شوم تو ہم متوجہ شو۔ اندر آن شب مراد و چیزِ ظاہر شد کہ مقدورم
نمست گفت۔ چون وے بجای شد من حسرت بسیار خوردم و قدرِ آنچنان صحبت
دانستم۔ النعمۃ اذا فقدت عرفت۔

شاہ میر لاہوری

وے بسیار بزرگ است۔ حضور بودہ، صاحب جذبہ قوی و احوال عظیمہ۔ پیش اہل ظاہر ظاہر و متحقق در باطن۔ اول قدم مریدان را بتجربہ و تفرید و رالت کردے۔ بامردم صحبت کم می داشت۔ چون کسی بدیدن وے شدے نفسے نہ نشستے بودے کہ فاتح خواندے و رخصتش کردے۔ از دامن تربیت وے درویشان مجذوب برخاستہ اند و صاحب معنی و مستقیم الحال و بعضے از آن با خوارق ظاہری کند۔ جہا نگیر بادشاہ بیدار وے خورسند گشت و روش وے بسیار خوش کرد۔ بادشاہ صاحب قرآن ثانی بدیدن وے رفت و مخطوط شد و معتقد برخاست۔ گویند در اوایل بحسن صورت میلے داشت و بند و پسرے را انتظارگی بود۔ روزے بہ عبدالعزیز کہ از یاران شیخ حسین دہد بہ بود گفت می توانی کہ آن پسر را بمن آری گفت شاہا مردم بوسیله تو بخدای رسند چون قوی را چہ مناسبت کہ بدین کار متوجہ شدی گفت چنانکہ مردم بوسیله او بخدای رسند یا وسیله تو یاومی رسم و آن بند و پسر از تاثیر صحبت وے بشرف اسلام مشرف گشت و صاحب حال عظیمہ شد۔ وہم چنین در صحبت وے تاثیرے بود بس قوی۔ گویند روزے وے در لاہور از شیخ عبدالحق دہلوی پرسیدہ کہ شیخ! حقیقت حدیث ”سور المؤمن شفاء“ بمن بر گوی چہا کہ سور المؤمن بیمار را می خوراندند بہ نمی شود۔ شیخ گفت۔ کتب حدیث بہ پنجم تا ہویم۔ وے بگفت بخاطر من وجہ رسید یعنی مؤمن از خوردن سور مؤمن از مرض کبر کہ در دل خود وارد غلاص می شود۔ این معنی را

شیخ پسند کرد۔ نیز گویند کہ روزے عالمے در بازارے ہی رفت (در راہ سلعہ خود برداشتہ) بوے ملاقات کرد و نخل شدہ گفت۔ شاہا اینک چیزے از دوکان می خریدم و بخانہ می برم تا موافق آن حدیث کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یک مرتبہ سلعہ خود را برداشتہ از بازار بخانہ رسانند از آن برین عمل نموده باشم۔ وے گفت۔ تو این کار ممکن چہ این فعل پیغمبر است و تو این را از پندارد انشمندی حقیر پنداشت و این معنی از ادب (نبوی) دور است۔ روزے من وے را ملازمت کردم و در آن مدت من لشکری بودم لیکن طب فقراء و امسکیر جان و دل بود۔ وے از نام و مقام من پرسیدہ فاتحہ خواند و رخصت کرد۔ من در شگفت و تحیر افتدم چہ طریقہ وے را نمی دانستم و برخاتم افسوس کنان کہ این روش لشکریانہ (اورا) برین آورد۔ درین اثناء خادم وے مرا ازین معنی آگاہید کہ روزے من با وے بودم بدیدن شاہ رفت اما (ملاقات نہ کردہ واپس آمد) کہ از بعضے صفاتش کبر ظاہر بود۔ وفات در سال ہزار و چہل و سہ است (۱۰۴۳ھ ۱۶۳۴م) و قبر وے در ناحیت لاہور جنوبی شہر۔ ملک احمد کشمیری از یاران وے گوید کہ سید سرخ نانائے من جذبہ قوی داشت در وقت احتضار دختر خود را طبیب و دست گرفت و گفت آنچہ من داشتم بتو دادم۔ از همان وقت وے را حالتے و کیفیت دست داد چنانچہ در ہوائے برف در حوض باغچہ خود، اکثر بامی گذرانند آخر از آن دختر من بزمیں آدم و وے از حال من غافل گشت تا دیگران مرا پرورش بردند۔ چون دوازده سالہ شدم روزے مرا بالباس فرخورد نظر وے بردند کہ مہربان گردد۔ وے گفت اے جوان از خدا شرم دار این جوانی و خود آرای برائے چہ می نمایی، خدا طلبی

پیش آر۔ از همان وقت مرا حالتی دست داد کہ رفتہ بگورستان صحرا در خزیدم۔ چہل و پنجاہ روز گذشت و هیچ کس از حال من خبر نگرفت تا دل جدہ من بر من بسوخت و بہادر من گشت این قدر نامہربانی و تغافل چہ می کنی۔ بطلب او را و حوالے سیکے از فقرا کن کہ تربیت نماید۔ تا مرا طلبید و گفت پیش شاہ میر بلا ہور و خدمت وے را لازم گیر۔ من پیش شاہ آدم۔ قبول فرمود و مرا حوالے بجذوبے کرد۔ چند گاہ باوے بودم۔ آن مجذوب مرا پیش مجذوبے کہ نزد ہور جا داشت فرستاد۔ خدمت وے را ہم لازم گرفتم۔ روزے وے خر بوزہ ولایت از من طلب کرد۔ پنج روپیہ باوے بود، گرفتم و خر پزدہ داغی خریدم و آوردم۔ چون خواستم کہ اولاد آنخے ببرم وے بغضب گفت۔ کجا است داغ و برخاست و نمایندہ ایدم کہ نشان داغ ییچ جا نبود۔ باز شبے وقت سحر مرا گشت برو و دی برہ (بڑہ) بیار۔ حیران شدم کہ درین وقت ییچ بازارے برپا نیست، کجا روم۔ وے برخاست و بعضب مرا سنگ انداخت کہ برو۔ من روان شدم۔ وراں نزدیکی در یچہ پیدا شد و رفتم۔ دیدم کہ شخصے زیر درختے دی برہ (بڑہ) می فرد شد۔ مرا گشت اگر خوابی بگیری من گفتم نہ نقدی دارم نہ جامہ۔ طبّاخ بلطف گفت تو خود پیش فلان مجذوب می باشی ہر قدر خوابی بگیر۔ من قدرے برگرفتم و روان شدم۔ چون پس نگاہ کردم نہ طبّاخ بود نہ درخت۔ و من از صحبت آن مجذوب کششہا یافتم۔ من حکایتے از سید زاہد بن سید ابراہیم بھکری شنودہ ام کہ گفت۔ روزے کو کنارے مفلوک پیش مجذوبے رفتہ احوال در ماندگی بگفت۔ وے مہربان شد و بر ناخن سر انگشت وے از سیاہی برم کردہ حرفے نوشت و گفت برو، ہر چہ خوابی

بخور و بنوش، تراکس نخواهد دید۔ اما بخانه بادشاہ مرو۔ وے اولاً بردکان بقالے رفت
کوکنار مالیدہ و بخور و بقالش ندید و ہم چنین اطعمہ خوردن و لباس فاخرہ پوشیدن
گرفت تا کہ فریبہ شد۔ روزے بخانه بادشاہ رفت دید کہ با محبوب خود در خلوت شطرنج
می بازو۔ درین اثنا کاسہ آتش و دوقش آوردند و ہر دو خوردن گرفتند۔ وے ہم
بدست خوردن آغاز کرد۔ از آتش گرم آن حرف از ناخوش برفت شاہ وے را
در گرفت و گفت۔ کیستی؟ گفت مجذوبے چنین و چنان کردہ۔ آن مجذوب را ہم
وہ آن جا طلبید و گفت۔ این چنین تماشا مرا ہم بنمای۔ گفت سوے فلان خانہ
شطرنج نگاہ کن چون نگاہ کرد خود را در صحرایافت۔ زن چہار دہ سالہ بکر شدہ۔ حیران
در ماند۔ درین اثناء جوانے سوارہ در رسید۔ وے را رو بہ خود ساخت و بخانہ بردہ
بنکاح خود را آورد و از وے بہشت فرزند متولد شد۔ روزے سر بچپ تفکر فرو بردہ از
ہجر اے سلطنت یاد کردن گرفت۔ درین اثناء آن مجذوب گفت چشم بکش چون
بکشاد، دید کہ آن مجذوب و محبوبہ و کوکنارے با ہم نشستہ اند، حیران شد و پیای
مجزوب افتاد و سلطنت گذاشتہ اندرین راہ درآمد۔ واللہ اعلم۔

ملا خواجہ لاہوری

وے از یاران شاہ میراست از مجاذب وقت بود۔ صاحب معنی و اندرین طریق
سخت نیکو۔ کم کسے بوے راہ یافتہ۔ در زبان وے تا شیرے بود۔ جذبہ را بہ
معاملت بہم داشتہ۔ ہمانا این معاملہ تلخیص و قباب حال وے بودہ باشد۔ باشیخ من

اخلاص نیک داشتے و نیاز و مدار افرامدے و خدمت شاکستہ کردے، شیخ من گفتہ کہ روزے من بوے شدم، بخن این راہ بمیان آمد۔ وے بجوش و خروش گفتن گرفت کہ در کثرت ہمہ جنگ است و جدل و تنافست۔ و درین اثناء دستہاے جنگیانہ گردانیدن گرفت و گفت در وحدت ہمہ آرامست و جمعیت و صلح۔ شیخ من گوید کہ مرا این دایستہ و محققانہ وے خوش آمد کہ باقیمت بود۔

چونکہ پیرنگی اسیر رنگ شد موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چون بیک رنگی غم افراشتی موسیٰ و فرعون دارند آشتی
روزے من این حکایت را بنحمد نعیم کہ درویشے است، آراستہ و آزاد از یاران مولا
خواجه، شستم۔ وے گفت آری گاہہا (خواجه لہوری) در آچنان وقت ہمین دو
بیت مثنوی مولوی را ز سر ذوق می خواند، و این نوشتن تو درین محل از اتفاقات حسنہ
بودہ است۔ محمد صالح لہوری کہ ذکر وے گذشت، گفت۔ روزے پیش مولا
خواجه بودم کہ دو تن مسافر در رسید و بروے سلام کردند۔ وے را از بس کہ وحشت و
نفرت از خلق بود۔ و در دور کردن گرفت۔ آنہا گفتند ما لمے گریدہ ایم۔ درویشان
و مشائخ وقت رویدہ در صلب یک نختہ۔ و مید چنان بود کہ کار کشاں از تو خواہد
شد تو خود چنین سوک می کنی۔ گاہ بہ نرمی پیش خواند و گشت چہ می گوئید۔ ایشان
گفتند۔ طریق موصل بحق کہ در عایت خفاست چیست؟ گفت۔ جواب این را در
مثالے نمایم و این است کہ شمع زریا نقرہ یا مثل این در جاسے پنهان می کند۔ ہم
خاتہ و ہم مطیع نمی شود اتفاقاً و زرد دست بر تہان می رسید و وے را این قدرت از

دولت بیداری شب دست می دهد و ہم چنان سالک این راہ اگر برین (شب بیداری) مداومت کند۔ دست ادراک وے براو سبحانہ کہ اخفی الخفاء است می رسد۔ آن باز شنیدن این سخن شائے بحد برین عطیہ گفتند و روان شدند و من مدت بابدیدار ملا خواجه شدہ بودم، (ازو) بہ ازین حرفے نشنیدم و الحق این سخن سخت زیبا گفت

ہر گنج سعادت کہ خدا داد ہی فقط از من دعاے شب ورد سحری بود

سید عبداللہ بمسایہ وے گوید کہ من در آوان شباب بخط شیخ تعین مشق می کردم روزے بوے شدم کہ توجہ نمایند کہ بدین سلیقہ بدرگاہ بادشاہ وقت برسم۔ چون مرادید بصورت شیرے مہیب بر من ظاہر شد، بترسیدم و لرزیدم و بغضب گفت قرب بادشاہ را می خواہی۔ گفتم ازین مطلب باز آدم و پشیمان شدم۔ و ہم وے گوید کہ در شب عرس شاہ میر از کثرت باد چراغ با سر شدند۔ یکے گشت عجب کہ در درگاہ۔ این چنین شاہ تصرف کترین ہم ندارد۔ (وے گشت خا مان) شاہ را میسر است چه جاے شاہ۔ درین سخنان بودند کہ چہ امان خود بخود فروختہ شدند و روشنی بحال ماند۔ و ہم وے گوید کہ روزے ملا خواجه طعاعے بخت و بجا ضرائق قسمت کرد و خود بخورد و پس از آن دستے یکے از آنان را کہ گاہ با اندرین حدیث بوے بحث داشتند بر گرفت و بگفت شاہا کہ می گویند کہ دوستان او سبحانہ چون بمیرند۔ بہ بنید چنین میروند۔ ”اللہ“ گفت و برفت در ماہ شعبان در سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ / جون ۱۶۵۷م) و قبر وے در جوار شیخ وے است۔ من روزے وے را در خواب دریافتہ مرا نیک پرسید و لفظے فرمود۔ رستم خان دکنی کہ من با وے لشکری بودم

وے بجہتِ فتحِ مہمِ قندھار بوے آمد و التجا آورد۔ وے گفت برد کہ حضم ترا کشتہ اند ما کشتہ ایم۔ تا بقندھار نرسیدہ بودیم کہ خبر وفاتِ شاہِ سفی (صفی) والی ایران در رسید و این واقعہ در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) بودہ است۔

شیخ بکلا و ل قادری

از اجلۂ مشائخِ وقت است۔ در معاملت مستقیم، صاحبِ احوالِ عظیم۔ طلعتِ نوارنی داشت۔ و متورع با شکوہ بود، باریاضتِ شاقہ۔ ہر سال بصرہ رفتے بجائے معین و چلہ نیک بر آوردے و باز بمنزلِ اقامت آمدے در لاہور۔ باہر خرد و بزرگ اخلاق و مہر و رزیدے۔ ہر کہ بیدار وے شدے دورِ غیف با حلوہ بدو داد۔ مریدانِ صاحبِ احوال و کیفیات داشت۔ از بعضی یاران وے خوارقِ ظاہر می کنند۔ وقتے کہ بادشاہ صاحبِ قرآن ثانی بیدین وے رفت و درخواستِ سخن نمود۔ وے دالتِ بعدل کرد و این حدیث خواند "العدل ساعة خیر من عبادت الثقیین" و گفت قصہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کہ در زمانِ خلافت ایشان کہ پے گویندے را شگافے از یکے رسید و بود و آن در کتبِ معتبرہ مسطور است۔ بادشاہ عادل را صحبت وے کارِ آرام و خوشوقت برخاست

شاہ را بہ بود از طاعت صد سہ و زہد قدر یکساعتے عمرے کہ در و داد کند
ہمانا اخلاص و خبیجہ کہ سلاطین تیموریہ را با فقراء باب اللہ واقع است رعایت آن

و آدائے آن حقوق بود کہ حضرت امیر سید کلال قدس سرہ امراء تیموریہ را بتوجہ
خاص خود مرتبہ سلطنت عنایت فرمودہ اند۔ چنانچہ در مقامات ایشان مسطور است
کہ روزے حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ بعد از گذاردن نماز از شہر بخارا متوجہ خانہ
خود شدہ بودند۔ و چون بکلاباد رسیدندی بنیند کہ در سبزہ زارے کہ در میان فتح آباد و
کلاباد است، جماعتی نشستہ اند و صحبت مشروعی می دارند۔ و در میان ایشان از
مقامات درویشان مخنی می رفتہ است و از ولایات و کرامات اولیاء اللہ نقل می کردہ
اند و درین جماعہ میر تیمور بودہ اند و حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ با جماعت خود می
گذشتہ اند۔ چون چشم امیر تیمور باین جماعت افتادہ است۔ پرسیدہ اند کہ این
جماعہ چہ درویشان اند، یکے از آن میان گفتہ است کہ ایشان را حضرت امیر کلال
می گویند و چون امیر تیمور دانست، فی الحال چون باد صرصر برفتند و بنزد یک حضرت
امیر آمدند و نیاز پیش آوردند و چنین گفتند کہ اے بزرگوار دین و اے بادی راہ یقین
توقع از کرم شما این چنین در خاطر دارم کہ مرا کارے بفرمایند کہ تا سبب تسکین خاطر
درویشان باشد۔ بعد از آن حضرت امیر کلال فرمودند کہ طریقہ درویشان استغناء
می باشد و مرا وظیفہ آن نیست کہ از خود مخنی گویم۔ تا از روح نیت عزیزان اشارت
نی شود چیزے نمی گویم چہ کہ جد ما بزرگوار از خود منفستہ اند۔ اما شافقتظر باشید، کہ در
پیش کار شما روشنی عظیم می بنیم و چیزے با شما خواہد رسید۔ چون حضرت امیر کلال
بخانہ خود رسیدند و در زاویہ خلوت درآمدند و بعد از آن بیرون آمدند و نماز نخستین
بجماعت بگذراندند و بعد از نماز گذاردن از روح نیت مشائخ قدس سرہ ارواحہم

حضرت ایشان پرسیدند و یکے محرمان خود را کہ شیخ منصور نام داشت و او در خانقہ ساکن می بود طلب کردند و گفتند۔ زود برو و امیر تیمور را بگو کہ بیج توقف نکنند و فی الحال متوجہ خوارزم شوند و بیج چیز نظر نکنند و اگر نشسته باشند برخیزند و اگر ایستاده باشند نہ نشستند کہ ارواح ضعیفہ مشائخ ہم چنین اشارہ فرمودہ اند کہ تمام مملکت را سر تا سر با شاہ و فرزندانش دادہ اند۔ و چون خوارزم در تصرف شاہ شود، متوجہ بہ سمرقند شوید۔ چون شیخ منصور با امیر تیمور رسید، می بنید کہ امیر تیمور ایستادہ اند و منتظر جواب بودہ اند۔ چون شیخ منصور این ماجرا را تمام و کمال تقریر کرد تیمور بگریختند و ہر چند طلب کردند بیج نیاقتند و بیج کس ہم نشان اونداد۔ بہمان بود کہ خداوند تبارک اللہ تعالیٰ مملکت را بایشان داد و چون از خوارزم منظر و منصور باز گشتند و بسمرقند آمدند و ساکن شدند کار ایشان ساعت بساعت و روز بروز زیادت می شد و امیر تیمور از سمرقند قصدے بہ بخارا نزد یک بہ حضرت کدل فرستادند کہ اگر حضرت امیر لطف فرمایند و بدین جانب بیایند ہمہ اہل این ولایت بمقدم میمون ایشان مشرف شوند و اگر عنایت فرمایند کہ آن جا رویم جماعتی از تشویش با (تفرقہ) شوند کہ "ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها" جماعت با این سبب منتظر رشوند و دیگر ایشان حاکمند بموضع کہ حکم فرمایند ہم چنان نمہ۔ چون این قاصد خبر نزدیک حضرت امیر کدل رسانید حضرت امیر عذر در میان آوردند و چنین فرمودند کہ ما درین جا بدعا مشغولیم و ما را وظیفہ آن نیست کہ جا برویم و یکے از فرزندان خود را کہ امیر عمر نام بود بطریق عذر خواہی روانہ ساختہ اند فرمودند امیر تیمور را بگوئید کہ اگر می خواہد کہ شمار

کہ در دل اہل اللہ جائے باشد ز تہارتقوی وعدل را شعار روزگار خود گردانیدند و دیگر آنکہ اگر تیمور شمارا معائنہ خواہد داد قبول نکنید و اگر قبول می کند نزدیک مانیائید از ہر نوعی کہ باشد و در قبول کردن مخالفت جد خود می کنید و دیگر آن کہ درویشان وایم الاوقات بدعائے مومن مشغول می باشند و اگر بدنیامیل می کنند دعائے ایشان در حجاب می ماند چون امیر عمر را این وصیت با کردہ، روانہ ساختند و چون نزدیک امیر تیمور رسیدند، چند روز امیر تیمور ایشان را توقف فرمودند۔ بعد از آن (بوقت اجازت رخصت) امیر تیمور فرمودند کہ بارے ہمان قریہ کہ شمارا آن جا ساکنید قبول بکنید۔ قبول نکردند۔ بعد از آن امیر تیمور فرمودند جامہ با چیزے دیگر فرستم کہ مناسب ایشان باشد کہ مارا در آن حضرت قرے باشد۔ چون امیر (تیمور) این سخن در میان آوردند امیر عمر فرمودند کہ حضرت والد این سخن فرمودہ اند شمارا کہ اگر می خواہند کہ ایشان را در دل اہل اللہ جائے باشد، ایشان تقوی وعدل را شعار روزگار خود گردانند۔ سبب قرب بحق سبحی نہ تعالیٰ ہمین است و باین معنی قبول ہمہ دہا است۔ قطعہ

وین قدر ندارد کہ بر و دست زنند با وجود و عدمش غم بیہودہ خورند

نظر آنہا کہ نکردند برین مشتے خاک اہل انصاف توان دانکہ صاحب نظر اند

”ما زاع البصر و ما طغی“ مقتوی بھی معنی است و در حدیث حضرت

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است کہ فتر اہل اہلیم کہ روز حساب نیم روز پیشتر

از انبیاء و ربہشت می در آیند نیم روز آن جہان مقدار بست و چنانہا رسالت این

جہان می باشد باعتبار روزے دنیا۔ پس درویش را می باید کہ درین معنی تامل

فرماید و بادنیا و اہل دنیا مغرور نشود کہ سببِ بُعدِ حق است۔ اتہی۔ شیخ بلاول را مریدے بودہ تاجر کہ بیع و شرا از روے دیانت و راستی کردے وقتے در دریاے راڈی کشتی بہ خریطہ ہائے شکر پر کردہ خواست بملتان برو۔ ایام طفیان آب بود۔ کشتی غرق شد و بریگ در پوشید چون آب فرو نشست و زمین سیلابی خشک شد گاہ بہ آن تاجر بکنارہ دریا بھی رفت و این طرف و آن طرف نگاہ می کرد و باز بخانہ می آید۔ مردم را وہم آن شد کہ ز تلف شدن مال جنونے بہم رسانندہ۔ ونہ چنان بود۔ چہ وے پیاران خودی گفت کہ خرید و فروخت من ہمہ بر طبق شریعت است و این چنین مال را می گویند تلف نمی شود، از آن می شوم و می آیم۔ اتفاقاً روزے خوردگان بکنار دریا چہ ہائے خرد، خرد کنندہ آب بر آوردند۔ از چاہے رسن محکم ظاہر شد۔ دیگر کنندیدند تا چوب کشتی رسیدند کہ بریگ برآمدہ بود۔ چون این خبر تاجر رسید جمعے مزدوران با خود آورد و کشتی از ریگ بسل مت آورد۔ خریطہا ترناشدہ بسلامت (بود) چون وزن کرد ہر یک من یک پاؤ سیر کم برآمد۔ وے گفت این رسم بدعت رائج لاہور بودہ است کہ بائع بر غبٹ خویش ہر یک من پانویسیر زیادہ می دہد۔ (و مشتری این زیادتی را حق خودی داند) الحمد للہ کہ مرا ازین کاریقینے نیک رسید و ازین بدعت تا بگشتم۔ شیخ بلاول را من دوبار ملازمت کردہ ام۔ وے مرا نیک پر سیدہ است و ہر دو بار از لطف و احسان خویش بہرہ مند و مرزوق گردانید کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ وفات وے در بست و نہم ماہ شعبان است سال ہزار و چہل و شش (۱۰۳۶ھ / ۲۵ جنوری ۱۶۲۷م) و قبر وے در شرقی کنار شہر لاہور۔ من در تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون شاہ بلاول یگانہ بودہ بکیمان جنید دوران
 بگذشت ازین سرای فانی در بست و نهم ز شہر شعبان
 از رفتن او بگفت ہاتف رفتست بتن زلفۂ از جان
 تاریخ وفات او خرد گفت یا شاہ بلاول خدادان

۱۰۴۶ھ

سید نظیر محمد

از فقراء باب اللہ است۔ کامل است، صاحب آیات و کرامات و اندرین راہ مستقیم۔
 وی منزوی مستغنی بودہ است۔ بدنی و اہل آن سرفرو نیاوردے و با مردم نیاختے و بیچ
 کس را بوے راہ بنود۔ مولد و منشاے وے قصبہ قصور است در مضافات لاہور۔ باخر
 در زمین مکھی متصل دہلی سکونت گرفته و بہ مخمولی و گنمی در ساختہ۔ من در لاہور شنیدم کہ
 ہندوہست در محلہ بنی را کہ ہر کہ بوے می شود وی گوید کہ من مطلبے دارم در دل بگو آن
 چیست؟ و کے خواہد برآمد۔ وے آن مطلب را بعینہ فرامی گوید و ہم وقت ظہور آن
 مطلب را۔ من بادوتن بوے شدم۔ الحق ہم چنان دیدم کہ مردم می گفتند۔ عداوہ من
 آن دو کس ہمراہان پر سیدند کہ چونست؟ یکے را گفت آقا شہ برائے خریدن دو اسپ
 بلاہور فرستادہ است و خواہد خریدا اگر خواہی رنگ و قیمت اسپان ہم بگویم و دیگرے را کہ
 ہندو بود گفت بروے مصادرہ خواہد شد سہ صد روپیہ۔ بوقت

شام من تنہا رتم و از مطلب دل خود ناگفتہ پرسیدم گفت بالفعل خود ترا حجرہ نشینی
میترا نیست و مطلب من ہی بود کہ ترک نوکری کنم و بزاویہ خود در نشینم و نیز مرا
گفت تو خود احوال بدان طرف می شوی و بہمت مکی جنگل اشارہ کرد و ہم ازوے
پرسیدم کہ این حال ترا از کجا بہم رسیدہ است کہ مطلب را ناگفتہ در می یابی گفت
بصحبت فقیرے کامل احوال ماضی و مستقبل و حال بعینہ در می یابم و ہمہ از دل من می
خیزد۔ اتفاقاً آنچہ بہ نسبت آن دو کس گفتم بود بظہور آمد و من بزمین مکی جنگل
افتادم۔ آنجا از احوال فقراے آن سرزمین استفساری کردم۔ سکنہ آن جا سید نظیر
محمد را نشان دادند و گفتند وے با بیچ کس نمی پردازد، خاصہ کہ لشکری باشد و نیز
گفتند پیش ازین محترم خان مرتضی خان کہ حاکم فرید آباد و این طرف ہا بودند بر
درے وے رفت و نشست وے از اندرون در را محکم بر بستہ و خود را از سردیوار خود
فرانداخت و سر بصرہ زد۔ خان مایوس برخاست۔ من روزے از سر شوق بدر
وے۔ شدم و خادم وے گفتم نیاز من بسید بگو۔ ابا کرد۔ باز گفتم حقیقت را ہر گاہ
خواہی برگوی۔ روز دیگر رفتہ از آن خادم ماجرا را پرسیدم گفت۔ ذکر ترا می گفتم بر
آشفست و گفت، مارا بلشکریان چہ کار است۔ چہ اشتولیش می دید؟ پس از آن من
نیز نامہ با حقائق و دقائق این راہ نوشتہ بخادم سپردم کہ بگذرانی چون بار دیگر رفتہ
گفت۔ سید نامہ ترا بر خواند و گفت ہر گاہ لشکری بیاید مرا خبر کنی و خبر کرد۔ سید بیک
دست بوریہ و بیک دست کتابے در گرفتہ برآمدہ۔ دریا فتم و پنشستم۔ وے بہت
گشتن گرفت کہ مرا کہ طریقت چنانکہ دیدی و سبب نداشتن صحبت با مردمین

است کہ خود را با خدا نارسیده ہزار با مخلوقات می یا بم پس۔ جبرائیل کو ان را از صحبت بدم دور سازم۔ لیکن از آن گاہ کہ معاوضہ تو خواندم بدل گفتم کہ باین لشکری باید صحبت داشت اکنون تو عہد نمایی کہ در ہر ہفتہ چند بار بمائی آمدہ باشی۔ روز جمعہ و دو شنبہ مقرر شد۔ من مسافت یک نیم کرہ در ایام معبود بوے می شدم و صحبت می داشتم۔ بسا بزرگ صاحب مقامات و احوال و در معاملت سخت نیک دیدم و اندرین طریق صادق و مستقیم الحال یافتم۔ مطالعہ کتب احوال مشائخ "رشحات" و "کلیات خولجہ بیرنگ" و غیرہ ذالک کہ با خود داشتم بمیان می آمد۔ وے ہم رسالہ ہائے سوک با خود داشت۔ صحبت عجیب و غریب دست می داد چنانچہ روزے با وے طعام می خوردم بدل گفتم طعامے کہ از وجہ حلال توان گفت این است کہ وے دارو۔ وے ہشتم گفت طعام از جمیع وجوہ حلال بہم رسیدن بس دشوار است چنانچہ در "رشحات" است کہ روزے خضر علیہ السلام پیش خولجہ عبد اللہ اقی قدس سرہ آمدہ است۔ خولجہ بہ دو قرص جوین از خانہ برون آمدہ و بخولجہ خضر فرمودہ تناول فرمایند کہ لقمہ حلاں است۔ خضر گشتہ ہم چنان است لیکن خمیر کنندہ وے بہ طہارت بودہ است، مرا خوردن این روانیست۔" وے از جد خود شاہ نور کہ مجذوب ساک بود و نسبت خود با و درست می کند۔ حکایات غریبہ آورد۔ روزے گشت کہ روزے شاہ (نور) پس امام نماز پیشین می گذرندہ بعد از رکعت نماز و اگذاشت و بنشست۔ بعد فراغ نماز پرسیدند شاہ این چہ بود کہ کردی۔ گفت چہ کنم اول ہمراہ امام بعراق رفتم و وے آن جا سپان خرید و روشن آمد

من ہم آدم چون خواست اسپان رایہندستان برد و بفروشد من مانده شدہ بودم
 ہمراہ وے زفتم لاچار بنشستم امام شرمندہ شست و حاضران معتقد شدند۔ من ہمیشہ
 یاد شیخ خود با سید فرامی آوردم وے نادیدہ شیفۃ می شدہ و برنایافت صحبت شیخ من
 چہ امید ہا و چہ آرزو ہا کہ ظاہری ساخت۔ روزے من از راہ نیاز بے گفتم کہ حال
 من بس حیران نیست و سراپا از گنہ پر شدہ ام عنایتی و توجہ فرما یند تا خلاص شوم
 وے از روزے لطف فرمود کہ تو می کہ از چون تو می گناہ نیاید و درین ضمن بعضی خبر
 بشارت داد کہ امید وارم۔ پس از مدتی مرا بوطن حاجت سفر شد بے شدم۔
 وے ناگفتہ حال را در یافت و بگریہ درآمد و مرا گریان ساخت و گفت درین عمر من
 بتلاے کسے نکشتہ بودم مگر تو صید کردی نصیب چنین بود و گفت اہل این قریہ ہمیشہ
 بتغیر این حاکم کہ تو باوی از من دعا می خواستند و من بتلا او شان را بے می گفتم لیکن
 از خیال نسبت تو دل من از آن دعا یکسو بود و اکنون بنا گاہ تیر فراق بر فرق دلم زدند
 چہ توان کرد۔ و گفت ترا بخدا سپردم۔ من بوطن رسیدم۔ چون باز بجا ہور شدم از
 احوال سید خبر گیران می بودم می شنودم کہ بعافیت است۔ پس از آن خبر رسید کہ
 وے برفت از دنیا از سال ہزار و چہل و یک یادد (۲-۱۰۴۱ھ/۳۲-۱۶۳۳م)

شیخ عبدالحق دہلوی

وے مجمع فضائل و کمالات و منبع آثار و برکات بود۔ جمیع علوم عقلی و نقلی از
 عنفوان جوانی تا آخر عمر درس گفت و در سال نہصد و نو و پنج رہگراے سفر حجاز گشت

وبعد از طواف حرمین محترمین پیش محمدتان عالی اسناد تصحیح کتب احادیث نمود و در بعضی معاملات از سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم استماع حدیث نموده بہ نشر علوم دینی بشارت یافت۔ و با شیخ عبدالوہاب متقی خلیفہ شیخ علی متقی صحبت داشته و خلافت یافتہ و در طریقہ قادریہ و شاذلیہ مجاز شدہ و برخصت شیخ خود بدلی آمدہ چون در سال ہزار و ہشت خواجه بیرنگ بدلی تشریف آوردند مستعدان و خداپرستان گرد آن مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند۔ وے را اخلاص و محبت خواجه بیرنگ پیدا شد و بعد از اشارہ غوث اعظم از خواجه بیرنگ اخذ طریقہ نموده ملقن شد و اجازت ارشاد طریقہ نقشبندیہ یافت و وے تمثیل می نمود کہ نسبت از خواجه بیرنگ بمن رسیدہ بانسبجہاے دیگر آنکہ یافتہ ام نسبت روح بحسد دارد و خواجه بیرنگ نسبت وے کمال لطف و احسان می نموده اند۔ بعد از وفات خواجه بیرنگ در زاویہ خویش بارشاد طالبان و افادہ مستعدان توجہ نمود طلاب و تلامذہ وے در علوم باطن و علوم ظاہر بہرورگشتہ بکمال رسیدند۔ وے گفتہ حقائق و دقائق این طریق کہ از زبان خواجه بیرنگ ظاہر شدے بفہم در نمی آمدے۔ و ہم وے گفتہ کہ جمیع مراتب کمالات صوری و معنوی در عبدہ و رسول مندرج است۔ عبودیت خاصہ مخصوص ذات شریف اوست (ﷺ) کہ بندہ حقیقی چند کس نتواند بود۔ خدا خود (یک) است و بندہ او (ہم یک است) و دیگر ہمہ طفیلی اویند۔ و ہم وے گفتہ کہ روح عمل سنت است کہ شخصے بے عمل کالبدے بے جان ماند و حقیقت عبادت امتثال امر و موافقت سنت است۔ قیلولہ در نقش بموافق سنت فاضل تر است از ذکر و نماز در آن وقت با وجود و لعل

بدان۔ وہم وے گفتم کہ اجر بر قدر اتباع است نہ بر قدر مشقت نہ بنی کہ اعمال
 تقیہ کی ایمان و معرفت است چہ فضل دارد (برائی و قباہی) نوز کرو تلاوت را از
 اعمال بدن چہ ثواب است بآنکہ در غیر این ہا از حرکات جسمانیہ تعب و مشقت بیشتر
 است۔ وہم وے گفتم کہ دوم شے زیادت است بدان ہا اعتبار عمل اگر چہ عمل
 امروز ہمان عمل دیروز بود نے زیادت پس تدویم عمل واحد در ترقی و مزید بود
 غمیش روے در افزونی دارد و از حیثہ استواء کہ "من استوی یومہا فہو
 مضمون" پیرون باشد۔ محبوب آن بود کہ در ہر دو روز پنج عمل نلکند و آنکہ امروز عمل
 دیروز نلکند آن را محروم گویند۔ وہم وے گفتم گویند بندہ را باید کہ بر پروردگار تخیرو
 تحکم نلکند و بصلاحت حالی از احوال متعینہ خبر نہا شد، چہ وے جاہل مطلق است۔
 گاہے خیر را نکر وہ دارد گاہے شر را محبوب پندارد۔ سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی فرمایہ
 اگر اختیار باید کرد اختیار کن این را کہ اختیار کنی و مگریز از مختار او، مگریز از گریختن نیز
 سوے خدا۔ "و ربک یختار و یخلق ما یشاء"

وہم وے گفتم کہ دعوات انبیاء صوات اللہ و سلامہ علیہم بدو چیز است یک از اعتقاد
 بساختہ جمل و حق یا صفات کہ وے خود را بآن ستودہ و بیان نمودہ است و یادداشت
 وے چنانکہ از ما سوی سبب نرود۔ دوم طاعت و عبادت و بجا کی آوردن خدمت
 چنان کہ فرمودہ است۔ نہ بحث کردن از حقیقت ذات و صفات و کیفیت و۔
 عمل کار ذراست کہ ز آن شوق و ذوق و محبت خیزد۔ و بحث گفتگو وقت قلب
 کردہ و این طریق در تصنیع وقت، نزدیک بطریق فلہ سفہ است کہ در تحقیق حقائق

اشیاء سخنان کردند۔ انتہی۔ شیخ من در اوایل استفادہ علوم ظاہر گاہ از وے می نمودہ است و وے بہ نسبت شیخ من گفتے کہ خدا تعالی وے را از طفلی باز قبول فرمودہ است و وے را مصنفات است عالی در عربی و فارسی اندر علم احادیث و تواریخ و غیرہ ذالک و تمام تصانیف صغیر و کبیر وے نزدیک بصد رسیدہ و اکثرے از ان مجمع واردات الہی است و منبع فیوضات نامناہی۔ "شرح مشکوٰۃ" فارسی وے رحمتے است واسع بر جہانیاں۔ من بار بار بیدار وے رسیدہ ام و از الطاف و اعطاف وے بہرہ ور گردیدہ۔ وفات وے در ماہ ربیع الاول است از سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ / ۹ جون ۱۶۴۲م)۔ و قبر وے بر بالائے حوض شمشکی۔ و از وے چند پسر ماندہ عالم و فاضل و اہل اخلاق نیک۔ ذکر شیخ نور الحق پسر گلن وے علیحدہ خواہد آمد اما شیخ علی محمد از پسران وے تملکہ در احوال حضرت غوث اعظم جمع کردہ در آخر آن کتاب اشارہ تملکے از احوال پدر خود چنین نمودہ است کہ آنچہ احوال و فضائل و کرامات قبلہ گاہی شیخ عبدالحق از ابتدای سنی (عمر) و بعد از قدم مکہ معظمہ تا این زمان کہ سنہ ہزار و پنجاہ و سہ است (۱۰۵۳ھ) نوشتہ شدہ اند بعضے از سن حوال بر کاتب حروف ظاہر گشتہ و بعضے از اہل ولایت و معرفت بآنها خبر دادہ و بعضے از مجاذیب معلوم شد و بعضے از تلامذہ و مریدان اطہار گشتہ بتدریج دریافت خود جمع نمودہ است و بعد از مطالعہ آن معلوم اہل صلاح و سعادت ظاہر خواہد شد کہ حق سبحانہ قادر

۱۔ تاریخ ولادت آن ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱م "شیخ اویا" تاریخ ولادت است و وفات ۲۱ ربیع

الاول ۱۰۵۲ھ / ۹ جون ۱۶۴۲م تاریخ وفات "فخر العالم" است۔

است کہ بعضے بندگان خود را باحوال و اطوار خاص مخصوص داشته بفضل و کرامت
اعلیٰ ممتاز و سرفرازی گردانند۔ ”ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“ انتہی۔

مولانا عبدالحکیم

وے اعمم العلما، زہانت، صاحب احوال عظیمہ است۔ واستقامت و معاملت
سخت نیک گذاشت۔ رقیق القلب بود و چشم گریان۔ نسبت بہ پدر خود شیخ شمس
الدین درست می کند در علوم ظاہر و در علوم باطن یگانہ است۔ فضائل و کمالات
وے در ہندوستان و ولایت از آن مشہور تر است کہ احتیاج بایراد داشته باشد۔
وے سخنان این طاقتور اہل باقیمت در میان می آرد۔ و ہر چہ می گوید از سر حاست
نہ کہ علم۔ شیخ مرا بسیار دوست داشتہ و در صحبت بیان حقائق و دقائق با مطالب
غامضہ بمیان آوردے۔ اگر آن سخنان بقلم آمدے، جمعے عالی و لطیف شدے و
دستور این قوم گردندے و ہم شیخ مرا ”قدوہ محققین“ گفتے و گفتے کہ من اہل تحقیق
معرفت و توحید بسیاری را دیدہ ام چہ از ایران و چہ از توران و چہ ہندستان و با ہم
صحبت و شتہ سخن حالتے و صرافتے کہ اندر آن علوم غریبہ خواجہ خرد و ردیج
جانیافتم۔ و ہم وے گفتے کہ اگر خواجہ خرد مدتے متید بدرس و افادہ علوم و فضائل
گشتے و این قدر متوجہ بدرویشے نگردیدہ در اندک وقتے کارخانہ مولویت علماء
ہایت و ہندستان را بر ہم زدے۔ شیخ قاسم سہارن پوری کہ ذکر وے خواہد آمد
گوید کہ اگر خواجہ خرد بر مسہر شنی توجہ داشتے، کار و بار شخوہیت و مشیخت مردم این

بجز وزمان پنج رونق نگر فتنے۔ روزے در اوایل یکے از علماء فحول کابل خواجہ فضل اللہ
نام شیخ من آمد و مرا گفت کہ اجمال و اشغال خویش پیش روانہ رود من بیدار خواجہ
خرد رسیدہ ام اور اخیر کن بحر ذخیر شیخ من برآمدہ و با ہم صحبت داشتند۔ وے شبہ چند من
از دقائق غامضہ کہ از علماء کابل والاہور تسلی نیافتہ بود، در میان آورد۔ شیخ من بے
تامل ہر ہمہ را جوابے شافی و بیان وافی فرمود۔ وے متحیر شد پس از آن مطبے چند از
حقائق علوم تصوف پیش آورد، آن را ہم چنانچہ باید و شاید برگشت و نشان خاطر وے
بخوبی شد وے بیشتر از بیشتر در حیرت افتاد و از غایت تحیر گفت۔ خواجہ! آنچه از تجر و
اتعمق وجودت طبع و فراست فہم مولانا عبدالرحمن جامی بگوش می شنیدم اکنون یکشم دیدم و
گفت۔ خواجہ! تو مرا صید کردی و بادل خود عہد بستم کہ مطبے کہ پیش دارم از آن فارغ
شدہ بازمی رسم۔ پس از آن دست من و دامن تو، و رخصت شد۔ در ”رشحات“ است
کہ روزے در ہرات مولانا علی فوشچی بہیشت و رسم ترکان چنارے عجیب بر میان بست
بمجلس شریف مولانا جامی در آمدہ است و بتغیر ب شعر چند بغایت مشکل از دقائق
افن بیات استفسار نمودہ۔ ایشان بدیہہ ہر یکے را جواب شافی گفتہ اند چنانچہ مولانا
علی ساکت شدہ و متحقق۔ و ایشان بر سبیل مطابہ فرمودہ اند کہ مولانا در چمنے شا بہتر
ازین چیزے نبود۔ مولانا علی بعد از آن بشاگردان خود می گفتہ است کہ از آن روز باز
مرا معلوم شد کہ نفس قدسی درین عالم موجود بودہ است۔ شیخ من گفتہ کہ ملاے ایرانی
بدعوی علوم بسیار پیش بادشاہ صاحب قرانی ثانی آمد و گفت۔ در ہندستان پنج ملاے
ندیدم کہ از عہدہ جواب علمی من تواند بر آمد۔ بادشاہ ازین سخن بہم بر آمد و مولانا

عبدالکحیم را از یہ لکوث طلب داشت و فرمود ملاء ایرانی سخنے دقیق از علوم غامضہ
 بمیان آورد کہ دعوی علم سخت فراترک در سردار ذ۔ وے در حضور پادشاہ از حل تدقیق معنی
 و ترکیب سریمہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔ سوال کرد، ایرانی ہر چند
 بدلائل قوی سخن می گفت وے رد می کرد۔ و علماء و فضلا در گاہ قرار برین آوردند کہ دوروز
 مہستے بپاید او تا ایرانی تنقیح مطلب نموده جواب گوید۔ وے گفت من دو سالہ مہلت
 می دہم کہ ایرانی بولایت خود رفتہ از علماء آن دیار تحقیق کردہ بپاید۔ پادشاہ خوشوقت
 شد۔ باخر ایرانی از عہدہ آن توانست برآمد و وے میزے را پیش کردہ بحضور پادشاہ
 جوابے واضح و لطیف بر گفت۔ پادشاہ خوشدل تر شد و وے را معزز ساخت و بعضے خسود
 کہ تہمت بردے بستہ بودند کہ خزینہ و افریغور خانہ سپردہ، ست از سر آن در گذشت۔
 وے متمول بود جمعے شیر از طلبہ اندر خاتقاہ وے با جمعیت تمام می گذرانندہ اند و کسب
 فضایل و علوم دینیہ یقینہ می کرد و بسا تلذذ وے ملاءے نامدار شتند۔ وے را با وجود
 افادہ مستعدان و درس متداولہ با درواین راہ سرے خوش بود۔ شیخ مرا گفتہ کہ وقتے من
 با وے بطرف حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ شدم در مسجد حضرت خواجہ معین
 الدین قدس سرہ نشستہ بودیم۔ و وے بگویندگان گفت نقشے حسین دہدہ یاد دارند
 بگوید۔ آمان این نقشے شستن رفتند۔ خیال

فقیر حسین بنو ابا۔ ناس مول نہلا ہا۔ نا گھریارے نامہ مسافر۔

ناوہ مومن ناوہ کافر جو آہا سو آہا۔

وے بگریہ در آمدہ چنانکہ نفس اندر گلویش گرہ می بست۔ چون سخن سخت با قیمت بود۔

درد ب مرد صاف معنی مرفقہ۔ حاضران را بہمتا شیعہ آورد۔ و رفت آنچه رفت۔ و ہم
 شیخ من گفتہ کہ وے گفتہ۔ کہ وقت پدر من و من بجای شدیم و من دو زودہ سالہ
 بودم، دیدم کہ بتعین فتر اسرا پا بر بندہ و غریبان میر وند و مقتداے باشکود پیش شان۔
 پدر من بان گفتہ کہ بدین حالت عزیمت کی دارید؟ گفتند۔ ما بطلب کسی روی
 کہ تو طاب اوی۔ ازین معنی پدر من بجای خود بنشست و گریستن گرفت و با خود
 گفت۔ اگر از اینان خدا خوابد پرسید کہ بدین حال چون می گشتند چه خواہند گفت
 باز گفت کہ ہمین خواہند گفت کہ مادر راہ تو از ہمہ باستی با برآمدہ ایم و بیچ چیزے و
 بیچ تعلقی با خود نداریم جز تو۔ در ”تفحات الانس“ است کہ وقتے خیر چه برسر پل سنگی
 شدہ بود و می گفت۔ خداوند، ہر کہ را سیم باید سیم دہ و ہر کہ را زر باید زر دہ و ہر کہ را
 غلام و سراے وزمین باید و ہر چه باید (دہ) خیر چه را ہمین تو بس۔ شیخ الاسلام گفت
 حال آن کرد محفل غیرت است۔ اما اجتباء حق سبحانہ تعالیٰ بندگان را بے سبب و
 علت است۔ بلال (رضی اللہ عنہ) را با آنکہ غلامے بود حبشی، بخواند و ابو جہل و غتبہ و شیبہ را
 کہ سادات مکہ بودند براند۔ وے چه کرد و اینان چه نہ کردند بیچ ہمہ بعنایت و
 قسمت او باز بستہ است و کس را در کار او مجال سخن نرسد۔ شیخ عبدالرحیم بہاری کہ
 فی ضل است و عالم و نیاز مند فقر او از خلص تلامذہ مولانا عبدالکحیم گوید کہ مراد را یہ
 صبا پیش شاہ نعمت اللہ بردند مہربانی فرمودہ بہ پدر من شیخ عبدالرشید نیک آشن بود۔
 وے نقلے گفت کہ وقتے من و وے با ہم بودہ ایم، اہل این کار بود و صاحب
 کشف۔ روزے بر کنار آب گنگ نشستہ می گشت کہ گنکیا مہربانی، بخوابی کرد دران

انشاء ماہی بزرگ سراز آب بر آورد و آن را گرفتند و کباب کردند و خوردند و در آن وقت وے بد یہہ این بیت گفتہ۔

چون نہنگ عشق من سر بر کشد از بحر شوق ماہیان ماہی و شان آیند پیشش بستہ طوق
بعدہ شاہ مرا گفت عبد الرحیم کسب علوم دینی بکن کہ مؤلاً بشوی و این بیت خواند
خاتم ملک سیمان است علم جملہ عالم صورت و جان است علم
از ان گاہ مرا شوق خواندن در سرافقا و بطلب علمی افتادم و در ایام جوانی پیش موی
عبد الحکیم بسا لکوت رفتم و نہ سال و چند ماہ تلمذ نمودم و ہم استفادہ علم این طریق
کردم و عنایت و اطاف وے را بر خود بسیار دیدم و ہم وے گوید کہ موی گفتہ کہ
بادشاہان بر در خود حجاب کے دارند و خدا بیچون از در و دربان مقرر است لیکن انسان براد
وصول حق موانع زن و فرزند و علائق دنیوی در پیش دارد۔ ہر کہ خود را ازین خواص
ساخت ببادشاہ حقیقی واصل گشت۔ و ہم وے گفتہ کہ موی (عبد الحکیم) گفتہ کہ
بر اے وصول حق، دو طریقہ داریم۔ یکے عبادیہ دیگر شرطیہ۔ عبادیہ آنست کہ صوم
و صدقہ و قیام لیل و جمیع فرائض و نوافل بکار برند و اکل حلال و صدقہ متاع مرتی
دارند۔ و شرطیہ دس بدست آوردن است و ہم وے گفتہ کہ روزے ابالی و موی
بر در موی جمع آمدند و التجاہے آمدند کہ مساک باران غالب آمد و اندرین امر
توجہ نمای کہ رحمت مہم بہر آید۔ وے گشت۔ من عاجز مجرم بدمام روم
کہ اہم مثلین و خواہم لیکن مشب ہمہ شاہ زندہ دارید و یہ خدا گذرانید من ہم
چنین نمہ وے تمام شب بدین کار مشغول بود۔ صبح دمیدن ہمان و ابر و باران

آمدن بہمان۔ وہم وے گفتہ کہ من وقتے قصد دریا کردہ بودم از رسیدن آب، پا
 آماں کرد و درد و الم بغایت ظاہر شد مولوی اطباء فرستادہر چند علاج کردند کارگر
 نشد۔ آخر شبے من گفتم کہ این درد بے توجہ مولوی بہ شدنی نیست۔ صبحے تن
 مولوی ادویہ سرخ رنگ بدست کردہ آمد و شست من ملاجے آوردہ ام خاطر جمع دار
 چون بعمل آورد یک پہر نگذشتہ بود کہ درد بر طرف شست و نیک بہ شد۔ ملاحظہ خواہ
 بیرنگ جمع شیخ اسماعیل دہلوی مسطور است کہ اگر خواہہ بیرنگ می خواستند تشریف
 کنند یا خارق عادتے می نمایند، بخود نسبت نمی کردند بلکہ با سبب حوالہ می فرمودند و
 داروے آن می فرمودند و ہمت عالی می گماشتند، بجز استعمال آن دارو و گاہے پیش
 از استعمال سختش روے داد۔ طفلی از قلعہ فیروز آباد بجانب دریا کہ ارتفاع آن
 طرف زیادہ از نہ قدم باشد، افتادہ بود از راہ گوش و بنی وے خون می آمد و ششش
 تنگی می کرد مادرش اورا در نظر مبارک آورد۔ برین حال شفقت فرمودہ قدرے
 متوجہ حق بباطن خود شدند و کتابے بدست گرفتند و فرمودند کہ درین کتاب چنین
 نوشتہ اند کہ او زندہ خواہد ماند۔ طفل تا حال زندہ است و از مشاہدہ حال وے بچہ
 عاقلے حکم زندہ ماندن اونمی کرد۔

من مولانا عبدالکریم (عبدالحکیم) را در لاہور بسیار دیدہ ام در زمانے کہ بعضے امور صوبہ
 پنجاب وابستہ بر فتوی او بودہ است۔ دل من از دیدار وے محفوظ و مسرور شست۔ پس
 از آن در دہلی ہمراہ شیخ خود دیدہ ام۔ روزے وے سخنان مشائخ طریقت را بد انسان
 بیانے ادا نمود کہ وقت شیخ من خوش شد و مرا خوش تر۔ وفات وے در سال ہزار و شصت

وہفت است (۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷م) وقبر وے در سیالکوٹ۔

مولانا شا کر محمد

علم بود معلوم ظاہر۔ و در عمل و معاملات سخت راسخ۔ اخلاق نیکوان داشت۔ نسبت
 پدر خود شیخ وجیہ الدین درست می کند۔ از بہار مہمین شیخ عبدالعزیز چشتی است و از
 شاگردان رشید شیخ عبدالحق دہلوی۔ گویند وے کتاب مطول را چہل بار درس گفتہ
 از بابے بسم اللہ تا تائے تمت۔ شیخ عبدالعزیز از کبار مشائخ وقت خود است۔
 صاحب حوال و مقامات و کرامات و وجد و سماع و ذوق۔ ولادت وے در سال
 ہشت صد و نو و ہشت (۸۹۸ھ/۱۴۹۳م) است در جوپور۔ وے یک و نیم
 سالہ بود کہ ہمراہ پدر خود شیخ کمال الحق بریلی تشریف آوردند و در زمان خود یادگار
 مشائخ چشت بود و در انجام کار محتاجان سعی کماں داشت۔ بآن شان قوی بر در انگیہ
 و حکام رفتے و اہل احتیاج را بمقتضو دش رساندے۔ گویند وقتے وے بہ تاتار خان
 حاکم اہلی برائے کار چند بار رفتے آخر اے تنگ آمد۔ گفتے شیخی! مارا این قدر تصدیق
 مدو۔ اگر ترا ضرورت شود رتبعہ نویس۔ گنت کار ہمیں محتاج بر آ۔ پس زین نمی آیم
 و مہد کرد چون فارغ شدہ و روان شدہ نزد یک ہخانہ رسیدہ کہ پیر زالے بہمت
 تمام گفت کہ برائے خدا پیش حاکم شا کہ لشکری گا وے از من خریدہ بہ رو پیہ
 را پیہ دادے نمی دہد وے زہمان جا برگشتہ بر در خان رفتے و در آفتاب نشستہ بہ در
 حایت کرمی بود۔ خدمتکاران وے را دیدہ متعجب رفتے و از روے تحسیر بخان گفتے

کہ آن شیخ عہد کردہ رفتہ بود باز آمدہ و در آفتاب نشسته است، خان بے اختیار از
 خس خانہ بیرون برجستہ و بوے آمدہ و گفتہ بان چہ می گوی بر گونہ گفتہ یک روپیہ
 این پیر زال پیش لشکری ماندہ، بدہان۔ خان زال را خوشنود کرد و از غایت شوق و
 اعتقاد در پائے شیخ افتاد و وے را در خس خانہ بر دو مرید شد و مسجد و خانقاہے و حجر با کہ
 پیش قبر وے است بنا کرد۔ نیز گویند کہ روزے حاجت مندے وے را گفت کہ
 برائے این کار پیش فلان عامل آن روے دریا رفتہ بگو وے بے تا ممل برخاست
 و روان شد سلخ رمضان بود۔ پسران وے کہ ہر یکے شیخ و بزرگ بود الحاج کردند کہ
 فردا نماز عید ادا کردہ خواہی رفت۔ وے نہانند و از کشتی فرو آمدہ شب در قصبہ سوئی
 ماند فردا نماز عید آنجا گذاردہ پیشتر رفت و کار آن محتاج از عامل بر آورد و این
 چنین نقل ہا از وے دیگر ہم است۔ وفات وے ششم جمادی الآخر از سال نہ صد و
 ہفت و پنج است و "ذرة نا چیز" (۹۷۶ھ ۱۵۶۷م) تاریخ وے گویند کہ در وقت
 رحلت ہم بذوق و حالت رفت و ختم وے برین آیت شد "فسبحان الذی
 بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون" قدس اللہ سرہ العزیز۔

روزے بادشاہ صاحب قرآن ثانی از ملا شا کر محمد پرسید کہ تو خود شیخ فانی شدہ روزہ
 رمضان ہم می توان داشت؟ گفت تا زندہ ام روزہ نگذارم آخر چنان شد کہ در
 اوسط ماہ شعبان بیمار گشت و در آن بیماری گفت حیف بر من اگر من درین سال
 بیمار زندہ باشم و روزہ ادا نشود و بدین حالت بیماری برفت از دنیا در سلخ شعبان از

سال ہزار و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ/۱۵ فروری ۱۶۵۳م) من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ
 شیخ شاکر محمد آنکہ بعلم گوی از فاضلان عہد ربود
 چون سفر کرد از جہان خراب ساخت معمور قصر بخت زود
 سال تاریخ آن عزیز زمان گفت ہاتف کہ ”شیخ فانی بود“
 در ”نہایت الانس“ ست کہ شیخ ابو عبد اللہ خفیف^۱ گفتہ است کہ بو بکر اسکاف^۲ سی
 سال روزہ داشت چون وقت نزاع آمد پارہ پنہ باب ترکرودہ پیش دہان وے
 بردند آن را بنیداخت و بروزہ رفت۔ شیخ من گفتہ کہ در زمان پیشین بزرگے
 عالی مرتبہ مختصر شد ایام رمضان بود پارہ پنہ باب ترکرودہ در لبہاش تہاوند وے آن
 را انداخت و پاروزہ رفت۔ شیخ من در اوایل زیر کئے ”تفسیر بیضاوی“ بمونا
 شاکر محمد گذراند و است۔ در آن مدتے گاہے من ہمراہ می شدم و نظر رہ می کردم کہ
 مواضع اشکال گاہ از شیخ من حل شد۔ و گاہ از وے۔ روزے در اثناے سخن این
 عبارت بمیان آمد۔ ”واحسن من وادلت الاضدع علی حدود الامر
 الملاح“ وے در ایستاد و کل لفظ اضدع ”صراح“ خواست۔ شیخ من بے تامل
 گفت اضدع جمع ضدع کہ میسو است یعنی زلف پیچن بر رخسار ہاے امر و ملیح،

۱۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیف نام وے محمد خفیف بن اسقلشار انصاری است کا بر مشائخ شیر زبوں تاریخ
 وفات آن ۲۳۱ھ/۹۴۲م ست۔ شیخ الاسلام گفت کہ بیچ کس را درین علم (تصوف) چندان
 تصنیف نیست کہ وے راست اعتقاد و پاک سیرت نیون دشتہ ثانی مذہب بودہ (نہایت الانس)
 ۲۔ در نہایت الانس نام آن ”ابو بکر اسکاف“ ست

وے گفت احسنت نیک دریافتی۔ شیخ من گفت چون ندربا بم کہ این کارک مرا
بسیار می افتد۔ من درجا معیت علم و عشق شیخ خود این بیت استاد بر خواندم

لب لعل و خط سبز و رخ زیبا داری آنچه خوبان ہمہ دارند تو تہا داری
شیخ من گفتہ کہ من در مبادی حال در علوم نحو و صرف چیزے کم پیش استاد گذرانده ام و
پس از آن ہم اند کے در پیش بعضے از افاضل خواندہ۔ و در حقیقت حق استادی پیچے
بر ذمہ من ثابت نیست آنچه مرار سیدہ از عالم غیب است۔ در ”رشحات“ است کہ
کیفیت مطالعہ و قوت مباحثہ مولوی جامی و غلبہ استیلاے ہم سبقان بلکہ استادان
امرے مشہود بودہ است۔ ایام تعطیل ایشان بفرارغت بال و آسودگی حال می گذشتہ و
جمع اوقات ایشان باندیشہ ہائے دیگری پرداختہ مگر وقتے کہ (بدرس می رفتہ اند بسیاری
بودہ کہ جزوے یکے از ہم سبقان می گرفتہ اند و لحظہ مطالعہ فرمودہ اند و چون) بدرس حاضر
می شدہ اند بر ہمہ غالب می بودہ اند۔ مولانا مہین بسوتی می گفتہ است کہ ایشان چون
بدرس مولاناے خواجه علی در می آمدہ اند، ہر شبہ از نتائج صبح مستعدان در میان می افتادہ و در
بدیہ ایشان آن رافع می کردند۔ ہر روز دوسہ شبہات و اعتراضات در یک مجلس از آثار
مطالعہ خود در دل وے می گذشتند و می رفتند۔ و ایشان بنا بر بعضے از علوم ربی کہ باز بستہ
بسماع بودہ اند۔ بمجلس درس ابائی روزگار حاضر شدہ اند و اگر نہ در نفس الامر ایشان را
احتیاج بتلمذ کسے نبودہ بلکہ بر مدرس آن خواجه غالب می بودہ اند۔ روزے شیخ از
استادان و معلمان ایشان در میان افتادہ بودہ است۔ ایشان فرمودہ اند کہ ہمیشہ پیچہ کہ
از استادان چنان سبقتے گذرانندہ ایم کہ ایشان را بر ما غلبہ استیلاے بودہ باشد بنا

ہمیشہ ہر یکے در بحث غالب بودیم، احیاناً بما استفسار می کرده اند و بیچ یکے را بذمہ ما حق استادی ثابت نیست و ما کھقیقت شاگرد پدر خودیم کہ زبان از وے آموختم۔ چنین معلوم شدہ است کہ ایشان صرف و نحو پیش والد خود گذرانیدہ بودند و بعد از آن در علوم عقلی و معارف یقینی ایشان را چندان بکسے احتیاج نمی شدہ است۔ انتہی۔

شیخ عبداللہ بہتہ

اول حال وے سیاحت بسیار کردہ و مشائخ کبار را دریافتہ و از صحبت آنان مرزوق گشتہ۔ آثار و برکات و انوار بر وجہ اتم از وے ظاہر بود و سخاے عالی داشت۔ مرجع خواص و عام بود و ہر کہ بوے شدے، یک فلسفے عام بوے دادے و بعضے را زیادہ و ما حضرے پیش آوردے۔ مریدے بسیار گرفتے و از اسم بدوح (بدھو) فرمودے۔ سہا کوس مشیخت قادر یہ نواخت و برکت نام غوث اعظم در ہندستان شہرتے عظیم یافت۔ گویند در اصل وے از چشت است۔ در جوانی بہندستان آمد و بر مسجد فتح پوری مقیم بود۔ سفر حجاز رفتہ و پس از دریافت شرف حرمین محترمین باز بہند آمدہ و ہم با شاہ شیخ (خود) در اجمیر نزدیک بروضہ خواجہ معین الدین قدس سرف چلہ با کشیدہ و از آنجا با شہرت خواجہ بدہلی آمدہ و نزدیک بروضہ خواجہ قطب الدین قدس سرف چلہ کشیدہ و ازین جا با شہرت خواجہ در قریہ بہتہ رفتہ و سکونت اختیار نمودہ و تا آخر عمر ہمدان قریہ بود۔ پدیر من گفتہ کہ وے بعد از نزول اندران قریہ خواستہ کہ عرس غوث اعظم بکند۔ فقر بردے غالب بود فقر شے از

انہیں ساختہ و چندے از قوالان طلبیدہ من فرسخی از آنجامی باشیدم و آن عرس شنیدم
 بمقدارے غلہ خام و صنف کلان نذر بردم۔ وے بسیار خوش شد و بر من مہر و شفقت
 فرمود و پس از آن در اندک فرصتے اصاغر و اکابر و فقرا و انعیادہی و مضافات آن
 بوے آمدن گرفتند و از اطراف و اکناف ہندستان رجوع خلایق شد و روزے
 بادشاہ صاحب قرآن ثانی و رایام شاہزادگی بوے آمد۔ وے شمشیر شاہزادہ عنایت
 کردہ۔ از آن وقت کار وے بطمطراق کشید۔ گویند جہانگیر بادشاہ بشکایت کسے
 را از روے غضب طلبداشت وے چون بادشاہ را دیدہ دعای خواند و دستک زد
 بادشاہ گفت این چہ بود۔ گفت برائے دفع بلیات خواندم۔ بادشاہ را دل نرم شد و
 بتلطیف رخصتش فرمود و این از رامت بود کہ از دست یکے از درویشان باین حال
 (فقیرانہ) از پیش آن بادشاہ غیور برآمدے۔ شیخ من گفتہ کہ خواجہ ابراہیم گشتہ کہ من
 در پیش بادشاہ آن روز حاضر بودم کہ شیخ را آوردند و وے سلامت دل معزز برآمد
 و این تصرف بودہ است۔ شیخ من وے را بسیار دیدہ است۔ وے با خدائے و محبت
 شیخ من پیش آمدے۔ وہم شیخ من گفتہ کہ بر بان قبول وے در درگاہ الہی چند چیز
 بودہ است یکے آنکہ وے مرتبہ قناعت و توکل بہ مال داشت کہ از مبادی حال
 تا آخر عمر بر در محقوق نرفت و بہ بیچ کس نیچ وجبے از وجوہ بتقی و محتاج گشت۔ وے
 سید عبدالعزیز چشتی کہ بزرگ عالم و عامل بود بحسب اشارت غوث شمس مریدہ
 معتقد وے شد۔ امروز برادر وے سید عبدالحکیم مردیست عالم و فیاض در وطن
 خود منزوی شدہ مرجع خلایق کہین و مہین ہندستان است و اکثر مردم مرزوق احسان

وے اند۔ در ”رشحات“ است کہ روزے در او ایل مولانا شیخ حسین و مولانا داؤد و مولانا معین کہ اصحاب المشارکین فی الحجث بودہ اند اتفاق کردہ بجہت محفل طیفہ بدرخانہ آن میرزمانی انتظار کشیدہ اند بعد از ملاقات چون بیرون آمدند ایشان (یعنی شیخ حسین) فرمودہ اند کہ موافقت و اتفاق من باشما ہمین بودہ دیگر این صورت از من امکان ندارد و بعد از آن دیگر ہرگز بدیر ہیج کس از اہل جاوہ از اہل دنیا باز نہ گشتند و تو در کردند ہمیشہ در زوایہ فقر و فاقہ پایہ ہمت در دامن صبر و قناعت کشیدند تا مضمون سخن شیخ نظامی الدین قدس سرہ در حق ایشان بظہور آمد کہ

چون ز عہد جوانی از فر تو بدر کس نرفتہ از در تو
بمہ را بر درم فرستادی من نمی خواستم تو می دادی
من بسیار خورد (خرد) بودم کہ پدر (من) مرا شیخ عبداللہ بردے و در حق من از وے دعا با خواستہ و وے بر من الطاف و عنایات فرمودے بعد از آن تا آخر عمر وے بوی شدم و مورد کرم و احسان می گشتم۔ وفات وے در دہم ماہ ربیع الاول است ارسال بہ ارواق و ہفت (۱۰۳۷ھ ۲۹ نومبر ۱۶۲۷م) و قبر وے ہمدان قریہ۔ و یزار و تبرک بہ۔

شیخ پیر میر تہی (میرٹھی)

صاحب ذوق و وجد و شاع بود و احوال عظیم داشت در طریقہ شطاریہ سلوک گفتہ (کردم) و صحبت بسیارے ز مشائخ کبار رسیدہ و مرزوق گردیدہ۔ شرب و سبج

ولطیف داشتے۔ گاہ ہادر اردوے جہانگیر بادشاہ گذارندے و بادشاہ وے را معزز
و مکرم داشتے۔ در اعراس بزرگان مجلسہاے عالی برپا نمودے و سرودے خوش بہمان
بودے۔ وے نقش بندی بر بستے و نیک تر بکشتے۔ چنانکہ در دل اہل دل تاثیر
آوردے و در کار حاجت مندان و مستحقان سعی کمال نمودے و از خوان احسان خود
عطایا فرمودے۔ وقتے وے یک صد و بست من آورد را بکمان پختہ بود و بر فقر او غربا
قسمت کردہ فقیرے ذرہ از آن مرا ہم خوراندہ و من وے را دیدہ ام و بپا یوس وے
مشرف گردیدہ و نیاز مندی بجا آوردہ در آوان جوانی وے دعاے کہ نیک درمی
بایست در حق من کردہ۔ وفات وے در نیم ماہ رمضان است از سال ہزار و چہل
(۱۰۴۰ھ ۹ اپریل ۱۶۳۱م) و قبر وے در شہر وے۔ یراء و یتبرک بہ۔ گویند
وے در ایام جوانی در عشق مجازی شغفے تمام داشتہ و آزاد گیسہا را پیشہ کردہ۔ یکبارے
بعشق مغنیہ گرفتار گشت و ساز باے وے را چون مزدوران بسر کردہ ہمراہ وے
رفت۔ شبے یکے از اہل دنیا آن مغنیہ را بر قاضی طلبید و وے بارہ سر ہمراہ رفت۔
اتفاقا آن دنیا دار مرید وے بود و وے را بشناخت و از جاے برد وید پچاے در افتاد
و بہ مسند خود تکلیف کرد الحاح نمود و وے قبول نفرمود۔ نیز گویند کہ وقتے وے
ہمدران آزادی بشہرے در آمدہ بہ جاے نشست و شبے بدوکان بازارے بخواب
رفت۔ اتفاقا اندران شب جمعے دزدان بہ یغمای بجای افتادہ اند عسس شہر بردہ
دیدہ است و از ان دزدان کسے بدست نیامدہ لیکن وے را بدکانے یافتہ و بر گرفتہ و
دست و پایش بستہ و بحاکم شہر خبر رسانیدہ کہ از ان دزدان یکے را گرفتہ ایم، حاکم

حکم بکشتن وے کرد صبحے وے را بیرون شهر بسیار گاہ می بردند کہ بردار
 بکشند۔ وے خندان خندان ہی رفت عسس متعجب شدہ خبر بحاکم رسانید کہ حال
 اینست۔ حاکم گفت وے را پیش ما آرید چون آدروند، دید کہ شیخ پیراست پیرمن،
 برجست و پپایے وے در افتاد و عذر ہا خواست و گفت بجایے وے عسس را بردار
 کشند کہ چرا این چنین کار نا فہمیدہ کند۔ وے گفت اندرین امر گناہ عسس نیست
 من می خواست کہ ترا بہ بنم، حق سبحانہ عسس را برگماشت تا بسبب وے ترا دیدم
 لحال از سر آن در گذر و در گذشت۔ روزے سید تاج الدین نبیرہ سید علی قوام
 الدین شیخ من می گفت کہ وقتے من ہمراہ شیخ پیر در میرٹھ آردوی بادشاہی ہی رفتم
 یکے در نزدیکی وے گا وے را بچو بے محکم بزد وے آہے و ردناک بر کشید چون
 شب در آمد وے را مالیدن گرفتہ در پہلو وے وے آما سے دیدم۔ پرسیدم شیخا! این
 چیست؟ گفت ہیچ نہ۔ گفتم حسبنا اللہ۔ یکے برگو۔ گفت آن چو بے کہ برگاوے
 زدہ بود اینک اثر آنست۔ در ”اخبار الاخیار“ است کہ میر سید علی از ارباب مال و
 سکر و وجد و حال بود۔ وے تا چہل سال ہیچ خادم را امر نکرد و خدمت نفرمود۔ شبے
 خفتہ بود و تشنہ شد۔ کہے کہ ہر شب آب خوردن در جائے خواب می نہاد آن شب
 فراموش کرد و آب نہاد۔ او دست بہ جانب آن طرف کرد، آب بدست نیامد باز
 خفت تشنگی غلبہ کرد باز آب جست نیافت چو تشنگی بہ نہایت رسید و کار بہلاکت کشید

۱۔ میر سید علی جون چری از سادات سوانہ است بطلب حق جون پور آمد و شیخ بہاء الدین جون

پورنی مرید شد۔ ۱۱۱۱ھ کن ۸۲۷ھ ۱۳۲۳م ۱۰۱۵ھ ۱۳۹۹م مزر مبارک در جون پور است

آب نہ طلبید و نقض عہدے کہ با خدا بستہ بود نکرد (حالان) کہ بمرگ تن در داد
گفت بیا اے مرگ وقت تست بار دیگر بحکم اضطراب دست بر آب قراز کرد۔ کوزہ
پر آب یافت۔ آب بخورد و خدا را شکر کرد۔ وے می فرمود کہ پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم
در خواب دیدم کہ می فرماید علی دُبل بر دل خود میزنی و از احوال خلق خبر داری شوی؟
گفتم یا رسول اللہ اگر دُبل است از آن (او)، و اگر در است ہم از آن (او) (سبحانہ)
علی بیچارہ درین میان چیست؟ فرمود۔ برائے خلق دعا کن کہ دعائے تو در حق ایشان
مستجاب است۔ و انتہی قبر سید قوام الدین در قریہ علی پور چند این است بر یک
فرنگی مشرق روی و وفات میر در سال نہصد و پنجاہ پنج (۹۵۵ھ / ۱۵۴۸م)
است و قبر وے در جون پور۔ یسار و یتبرک بہ۔ گویند دنیا دارے ہم شہرے
شیخ پیر خواستہ است کہ جوے را کندہ از زیر آن شہر جاری نماید چون از ان بعضے
عمارات شہر و ساکنان عمارات را در طغیان آب و ہم خرابی بودہ است وے بزبان
ہندی بس لفظ ”ندی ندی“ گفتہ است۔ از آن دنیا دار من ہم واقفم یک لکہ و چند
ہزار روپیہ اندرین کار صرف نمود و مکرر سعی بجا آورد لیکن آن جوے جاری نشد و
خشک ماند و این قصہ مشہور است کہ از تصرف شیخ پیر بود۔ نیز گویند روزے وے
خواست کہ عرس بزرگے بکند لیکن بیچ سرانجام طعام و حوائج آن نہ داشت برخاست
و بخدام گفت۔ دیگہارا بردیگ دان نہید و باب پر کنید و سر پوش سازید و در زیر
آن آتش کنید۔ چنان کردند۔ بعد از فرصت معبود طعام اقسام پختہ شد چنانکہ بر
ہمہ مجلسیان قسمت کرد و وقت خوش گذشت نیز گویند روزے از پیش وے قصابے

مادہ گاوے را می بردوے می گفت کجی روی و این گاوے را کجی خواهد برد گفته کہ
 بکشتن کہ ہیج شیر نمی دهد۔ وے گفت کہ مکش کہ شیر خود داد۔ از آن روز آنقدر شیر از
 آن گاو پیدا شد و مدت ہا از آن کم نگشت۔ گویند مردے در شبے بوے آمد و در خلوتے
 بتجی شد کہ مرا کرتے بیاموز و طریقے فرا نمای کہ شیخی من رونق پذیر و مشہور شہر ہا
 شوم۔ وے از وسعت مشرب گفت انچہ من گویم بعمل آر۔ او گفت، آرے۔ گفت
 مریدے را کہ در شہرے کہ چند فرسخ از تو باشد در نشان و بیاموز کہ روز عید پس از آنکہ
 مردم از نماز باز آئند، خانہ خود را پنہانی آتش درودہ و با تفاق جمعے سرد گردان و تو در
 جائے کہ بستی در همان زمان کوزہ بای آب را بر زمین در انداختن گیر و مجذوبانہ
 شورے برانیز کہ سرد شو، سرد شو، چون حاضران پرسند کہ این چیست؟ بگو، خانہ
 فلان مرید مراد فلان شہر آتش در گرفته بود و مرا از روے کشف معلوم شد من از ہمین
 جاسرہ ساختم تا چون مردمان آن جا باین جا آیند و ازین جا بآنجا شوند و فرمودہ ترا
 موافق بینند بکرامات منسوب سازند شہرت خواہی یافت تا وے چنین کرد و چنان
 شد۔ وہم چنین من چند تن شناسم از شیخان مرائی کہ خود را بکرامات شہرت دادہ
 بودند۔ یکے آنکہ روزے امیرے وے را دید کہ بر اسپ خرد سوار شدہ می رود و مہرور
 زید و اسپ عراقی بوے داد و گشت تو شیخ بزرگے تو چنین بہتر۔ چون بارے دید
 آن میر دید کہ شیخ بر ہما اسپ خرد سوار است گفت شیخ! بر اسپ کلان چون سوار
 نشوی۔ وے زیونی و ترسندگی خود در پوشید و گفت من بر ہمان اسپ کلان سواری
 شدہ امین شبے در وقت دیدم این اسپ خرد را (کہ) بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

استغاثہ نمود کہ شیخ بر من سواری نمی کند۔ آن حضرت فرمود مرا کہ گاہ گاہ بر اسپ خرد
سوار شوی از آن روز سواری شدم از این حرف امیر معتقد برگشت و این کرامات
بے شہرت یافت۔ دیگر شیخے بود کمان سال روزے در جمعے از مریدان و غیر
الک گرد از لباس خود افشانیدن گرفت۔ پرسیدند۔ این چیست؟ گفت فلان امیر
کہ با من اخلاص دارد امروز از فلان جا کہ چند فرسخ زیادہ است بر غشیے یورش
کرده و از من مددے خواستہ رستم و فتح دادم این گرد از لشروے بر من رسید۔ دیگر
در ویش شیخ چوکھا نام در قریات گشتے و سخنان غیب گفتے و خود را بکرامات شہرت
دادے و فتوح و ندور بزور گرفتے جمعے از اہل (دین و) ہوش پاوے بد (گمان)
بودند من (در) نوجوانی اورا دیدم معتقد شدم کہ چیزے چند از کرامات خود وانمود۔
ایکے آنکہ رنگے شوخ از انگشت سبابہ خود در کفہاے من بچکایند و گشت۔ در روے
خود بہال، مالیدم و خدمت کردم و نذرے نیک از من گرفت و این چنین جا بجا کرد
و عمروے تخمینا ہشتاد سال بود۔ پوشیدہ نہاند عجیب نیست کہ در ویشان درین فن ستر
احوال خود کردہ باشند بنا بر حکمت و مصلحتے چنانچہ مسطور است کہ اکثر چنین واقع
ست کہ اولیای حق سبحانہ ستر حال خود بصورت بے سرو سامانی می کنند۔ حکایت
تجو جہو در نسخہ بموقع دیگر درین نسخہ نوشتہ خواہد شد ان شاء اللہ تعالی۔ روزے
بجذو بے پیش شیخ من آمدہ بنشست و بہریان گوی در آمد چنانکہ حضران بہ تنگ
آمدند الا شیخ من کہ بہ بناشت تمام متوجہ وے بود چون وے برفت و حضران ہم
رفتند الا من۔ شیخ من گفت ہاں دیدی کہ این مرد یکے از ابدال بودہ است۔

(من) ازین معنی حیران شدم۔ من جوانے ویدوام شیخ جھولن نام از آن مشغولی کہ نوشت طرز جدای و نوے دارد۔ قصہٴ مجملش آنست کہ وے ذریا م صبا پیش شیخ من آمدے۔ در جوانی مجذوبے شد و صحبت وے را لازم گرفت۔ حال آن مجذوب بروے فرود آمد مذتے در یکجا ایستاد و خرام می نمود از آن لقب وے جھولن افتاد۔ الحال مذت با است کہ تصرف وے در دیوانہ با اثرے تمام دارد و آن را قریب صد گرہ برائے اصلاح می آرد۔ مردے بسیر وے رجوع دارند و فتوح نیک می آرد۔ گاہ با پیش شیخ من می آید و از ادبای شیرین خود خوشوقت می سازد۔ روزے جمع از دیو شدہ بر آستان بستہ با خود آورد و گشت زین میان یکے حفظ است و یکے مود و خواند و گشت زین با ز صد صد گرہ روزیانه شش ہفت رسید و اندو نزدیک بہ شدن آمد۔ حفظ را گشت تا آیت چند بر خواند و گشت نزدیک بہر ر دیوانہ از دست من بشیر شد و از تصرف خود دیگر ہمہ گشت۔ در آن وقت بنی طر من رسید کہ اگر چه در باب حدیث جنون و مانجوسیا ادعیہ و امثالہ ادویہ مہجونات در کتب مستور است لیکن این گرہ کاری فتنہ ست تازہ و علاجے است بر ہمہ غائب۔ درین وقت حکایت مشہور یہ دم آمد کہ عالمے موحدے در اثبات وجود باری تعالیٰ اہل شیعہ بسیار جمع کردہ بود و ویند پی ر صد رسید۔ روزے بیلدارے را دید و پرسید اگر کسے گوید کہ خدا دواست پس تو بیج دلیلے بر یگانگی خدا داری۔ وے گفت من خدا را یکے می دانم و بیج دلیلے مراد کار نیست لہذا تو این حرف اگر باز از زبان بر می آری این بیل را چنان بر سر زنم کہ دوشق گردد۔ عالم ازین حرف خوشوقت گردید و

این سخن نیل دار را داخل دلائل خود کرد و قصہ کوتاہ ساخت۔ نیز حکایتے تازہ بیا دآمد کہ گویند دو کس را پیش بادشاہ صاحب قرآن ثانی بامید و وظیفہ استدعا کردند۔ یکے مرد پیر عالم و فاضل دیگرے جوان کم تحصیل۔ بادشاہ از آن پیر پرسید کہ اندر شرع ریش را بچہ مقدار باید نگاہداشت وے با بستگی موافق کتب فقہی تقریر کردن گرفت چنانکہ بمع بادشاہ خوب نمی رسید بادشاہ را خوش نیامد و بغضب گفت چہ می گوی۔ درین اثناء آن جوان پیش آمد و دلیرانہ باواز بلند برگفت بادشاہ ہا! صاحب "ہدایہ" می گوید "يجوز علی الواجب و جب قطعہ" و صورت قطعہ را بدست خود نیک وانمود۔ بادشاہ را دل ازین ادا خوش شد جوان را پنج روپیہ و پیر را یک روپیہ روزیانہ فرمود۔ شیخ سعدی گفت۔

قطعہ

کہ بود کز حکیم روشن راے بر نیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کود کے نادان بغلط بر بدف زند تیرے

شیخ قطب عالم

بن شیخ عبدالعزیز چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ مرید شیخ چانکدہ سنگی است۔ و وے مرید شیخ عبدالعزیز۔ از علم و عمل بہرہ تمام داشت۔ اہل طریقت بود و احوال عظیمہ واستقامت (داشت)۔ چون شیخ چانکدہ را اوقات نزدیک رسید و در سال نہ صد و نود و ہشت (۹۹۸ھ/۱۵۹۰م)۔ برفقہ از دنیا۔ شیخ قطب عالم را کہ ہنوز لشکری بود

از دہلی طلبید خرقہ و عصا و سایر لوازم مشیخت وے را داد و گفت۔ امانت پدرتست،
وے ترک نواری کرده بر سر قبر پدر نشست و بدرس و افادہ مشغول گشت۔ خواجہ
بیرنگ در مبادی حال کہ بدہلی تشریف آوردہ اند چند گاہے بوے صحبت داشتہ اند۔
چنانچہ ایشان در جمدہ صحبت داشتن بمشائخ اشارہ بوے ہم کردہ نوشتہ اند۔ و آن
تست کہ ابتداء تو بہ از معاصی در ملازمت خدمت خواجہ (خواجہ احمد بسوی) جمدہ
آردہ شد یک خیال رجوع و عزم ترک در باطن بودہ و التماس فتحہ در خط ہر ایشان
ز خفا۔ مولانا ظنف اندہ بودند و مولانا ظنف اللہ خلیفہ مولانا خواجگی و سیدی علیہ
رحمہ بودند چون توفیق ستقامت نیافت بار دیگر تو بہ در ملازمت افتخار شایخ کہ در
نہ قند شریف داشتند و ز کبار خانوادہ خواجہ احمد بسوی بودند آردہ شد کہ چہ ایشان
رضاء داشتند ای فرمودند کہ تا جوانید بیکان چون عزیمت فقیہ منعم بودہ بنظر دست فتحہ
خواندند و فرمودند کہ استقامت بدید۔ موافق تقریر آن بزرگوار آن عزیمت بر ہم
خورد و غریبی ما۔ ثیب روبرو دوبار دیگر بے منع (ارادہ) اختیار فقیہ در بندگی
حضرت امیر عہدہ مذکور مدخل تجدید تو بہ بظہور رسید متروک مصالحت آن نعمتے بود غیر
مترقب۔ امید کہ برکات آن موجب "الی یوم القیام" بہاند۔ القصہ چند گاہ
دیگر در مقام نکاح داشت حد و بود۔ تا شیر اسم امضی آن سد را شکست۔ عاقبت
بہدایت صمدیت در خواب بشرف ملازمت حضرت خواجہ بہاء الحق والدین
صورت تو بہ منعقد شد و میل طریقہ اہل اللہ بظہور رسید بحکم "العریق یتعلق مکل
خسک" بہر طرف دستے کی انداخت عاقبت بعینے از منی دیم فرمودند کہ ذکرے

کہ معنون بحضرت رسالت می رسد نتیجہ منداست۔ تعطش بر آن داشت کہ از همان عزیز طریق ذکر و مراقبہ اخذ کردہ شد مدت دو سال بر آن ذکر و مراقبہ و افراد سلسلہ آن عزیز مداومت نمودہ شد، شنیدہ شدہ بود کہ تا سالک مدتے پچہل سال میدان ”لا الہ“ قطع نکند بمنزل ”الا اللہ“ نخواہد رسید۔ سادہ لوحی بران می داشت کہ آن ورد و ذکر غنیمت می شمرد و بہمان صورت عبادت قناعت می نمود۔ ہر چند کہ درین میان اشارت غیبیہ در سلوک طریقہ دیگر ظہور می گرد و قدم استوار از جاے بر جا داشت و در زمین کرم بزرگوار آن طبقہ تخم ”و فیہا ما تشبہی الانفس“ می کاشت کہ ان شاء اللہ العزیز عاقبت دست کرم آن تخم را از جو بہار ”مالا عین رانت ولا اذن سمعت“ سیراب گرداند باخر۔ یکشمیر رسیدہ شد و بہلا زمست حضرت شیخ بابا والی قدس اللہ سرہ العالی اتفاق افتاد و از برکات نظرش بہرہ مند شد۔ ”الحمد للہ والمنة“ کہ آن نظرات متجلیات قبول آمد چون حضرت شیخ از سلسلہ عیہ نشینند یہ نیز می ربوندند (پیوستند) و استعداد طلب متوجہ آستانہ آن بزرگواران فحیات ربانیہ از در پچہ همان خانوادہ اقبال فرمود و بعد از انتقال آنحضرت بدار انقرا نسبت معبودہ حضرات خواجہا جلوہ گر شد و اراح طیبہ ایشان در مبشرات نمودن گرفتند و متقین ت فرمودند و نیمین توجہ ایشان آن نسبت راقوے پیدا شد و دائرہ عینیت وسعت پیدا کرد و راہ روشن شد و فی الحمد جمعیت دست داد تا آئندہ بکذب عنایت ایشان بخد مت مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی مولانا خواجگی امکنی رسیدہ شد و بطوع و رغبت

حضرت مولانا خواجگی امکنی ابن حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ پیدا شد ۹۱۸ھ ۵۱۳م

وقت ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰م

خود بیعت و مصافحہ بدست آورده طریقه خواجگان اخذ کرده شد و بطریق ملازمت آن حضرت بارواح طیبہ خواجہ نقشبند و خدای ایشان در سلک افتدگان این راہ و نیازمندان این درگاہ درآمدہ شد "اللہم احسنی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احسنی فی رمرۃ المساکین و السلام علی من تبع ابہدی" اتنی۔ پدر من با شیخ قطب عالم بسیر صحبت داشته و مورد نظریات عنایت وے شدہ۔ پدر من گفت کہ تا من نماز ترا تو نرفتنے وے (کے را) نلگفتے کہ تکبیر بوجل منع کردے ازین معنی جماعت بسیار کہ در ہوا گرم منتظر می نشستند بر من حسد می بردند۔ من شش ہفت سالہ بودم کہ پدر مرا پاپاے وے سپرد و دید۔ طلعت نورانی داشت از دیدار وے مشائخ کبار سلف پیدا آمدے و امروز پنجہ سال پیش است کہ طلعت منور وے در چشم من است۔ وقت وے در سال بنار و بست و سہ (۱۰۲۳ھ تا ۱۰۶۱ھ) است و قبر وے نزدیک پدر وے۔

خواجہ محمد صدیق کشمیری

وے مرید شیخ حمد سہ مندی است۔ خواجہ پیر تنگ راویدہ و صحبت داشته۔ بزرگ بودہ با طلعت نوارانی و احوں نیک۔ با خربا و بزرگ قبیہ خود بسفر حجاز شدہ و بہ حریم محترمین رسیدہ و مشائخ آن جا را دریانہ با جمعیت صوری و معنوی باز آمدہ۔ گویند وقتے در مہ ہجرتوے وے رسید۔ بر اے متعلقان تنگ دل گر وید۔ و روز بفاقت گذشت۔ شب سوم را یکے برار وے دیکھے زد، وے بر آمد و گفت کیستی؟

گفت۔ حسبہ للہ قدمے بردار۔ (وے) عذر آورد کہ آشنا نبود و بعضے مردم آن جا با وے عداوتے داشتند۔ باز بجد شد کہ البتہ بیاید آمد۔ تارفت۔ بیرون شہر دید کہ عزیزان چند نشستہ اند و دو آنبان پر از زر پیش شان نہادہ گفتند این نذر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است بر گیر۔ وے زہرہ نتوانست برخاست۔ یکے از آن ہا ہمراہ شد و بخانہ باز رسانید و ہج معلوم نشد کہ آنان کیان بودہ اند۔ من وے را گاہ گاہ با شیخ خود می دیدم و از لقائے با بہائے وے خوشوقت می گشتم۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۲م) است۔ و قبر وے در باغ آستانہ خواجہ بیرنگ۔ امروز از وے دو پسر ماندہ یکے خواجہ عطاء اللہ و ذکر وے علیحدہ خواہد آمد دیگرے خواجہ محمد فاروق کہ از معزز سلطانیان بودہ است و شاعر خوشگوی۔ روزے وے در اوایل پیش شیخ من این مصرعہ خواندہ۔ مصرعہ

خدا را با محمد بود میلے

شیخ من بے تامل گفتہ مصرعہ

بد انسان کہ مجنون را بلیلے

وے گفت بلے مصرعہ دوم از خاطر مرفوہ بود۔ شیخ من گفتہ کہ من نشیندہ بودم و از خود گفتہ ام و این چند شعر یست از وے

ہج چیز آزادہ را زنجیر نتواند شدن بوے گل را خردا من گیر نتواند شدن

بہر رویش مصرع ثانی برسد آفتاب مطلع حسن ترا آئینہ موزون می کند

من آن صیدم کہ باشد آشیان در چنگل بازش

از آن چنگل بدان چنگل بود معراج پروازش

قطرہ بگریست کہ از بحر جدا نیم ہمہ بہر بر قطرہ بچندید کہ ہا نیم ہمہ

تا جدا نیم ز نیم صورت نیم می نگریم بہر دیدار نیم از خویش جدا نیم ہمہ

ہر کہ از خویش برون جست بے دور افتاد گرد خود گرد چون پرکار کہ مرکز این جاست

خواجہ عبدالرزاق

وے نسبت او یکی داشت۔ تربیت وے از روحانیت خواجہ احرار است قدس

سرف۔ وے از اول و خواجہ بادشاہ ہست۔ صاحب اخلاق عظیمہ و اوصاف حمیدہ

لشکری بود در اردوے بادشاہ صاحب قرآن ثانی۔ بادشاہ بسیار خواست کہ وے

(بطور مشائخ) بجائے نشیند و اورارے قبول کند۔ وے برین نیامد و ہمیشہ در

تپا پشی موافق کریمہ رجال لا تلہیہم تحارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ

”زیستے و عبق قوں“ دس بیار دست بکار“ زندگانی می کردے و مطابق کریمہ

ادعوا ربکم تضرعوا و حفیہ“ و رستروا خفا بسر بردے چنانچہ روش اہل

طریقہ نقشبندیہ است

از ورون شو آشنا و از برون بیگانہ وش این چنین زیبارش کم می بود اندر جہان

در ”رشتات“ است کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ می فرمودند کہ من دو

نفس دیدم در مکتب مبارکہ ز اواللہ تعالیٰ شرف ذکر متا کیے بغایت بند ہمت و دیگرے

بغایت پست ہمت۔ پست ہمت آن بود کہ در طواف دیدم شخصی را کہ دست در حلقہ خانہ خدادادہ بود و در چنان جاے شریف و چنان وقتے عزیز از حق سبحانہ غیر حق سبحانہ چیزے می خواست و بلند ہمت آنکہ در بازار منی جوانے دیدم کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش سودا خرید و فروخت کرد و در آن فرصت یک لحظہ دلش از حق سبحانہ غافل نشد۔ از غیرت آن جوان خون از درون من برآمد۔ انتہی۔ روزے متصوفے، خواجہ عبدالرزاق بخٹے داشتہ کہ کافر عارف می شود۔ وے ابامی نمود و می گشت۔ کافر بہرگز عارف نشود تا مادام دو جناح شریعت و طریقت بہم نرساند طیران در فضاے معرفت حقیقی میسر نیست۔ من گفتم تمثیلاً مرا بیا دآمد اگر فرمای بگویم گفت، بگو۔ گفتم این است کہ منقولیست کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ روزے وے حاکمے عظیم داشتہ و سکرے قوی و بانسٹا بالیدن گرفت تا تمام خانہ از وے پر شد و پس از ساعتے بکمر شدن آمد و از آنچہ کہ بود ضعیف تر گشت خادے کہ برین برد و حاس واقف بود گشت شیخی! حال تو چنین و چنان شد بگو کہ چہ بود۔ گفت در واقعہ دیدم کہ قطب وقت از دنیا رفتہ گمان بردم کہ اکنون لائق این کار منم و بنسٹا بالیدم چنان کہ دیدی۔ درین اثنا کافرے ہفت و سالہ را آوردند و باسلام مشرف ساختند و مقام قطبیت نصیب وے کردند من از مشاہدہ این معنی نحیف و نزار تر گردیدم و ترسیدم کہ مبادا ظلمت کفر و حالت آن کافر از وے بر آوردہ فرامں دہند وے گفت۔ ”آرے تا مسلمان نشد عارف نہ شد“ شتم چہ عجب کہ کافرے را اگر خواہند کہ مشرف معرفت رسانند و در یک آن مسلمان نشوند۔ عارف سازند و لباس ظاہرش ہنوز بکفر ملوث بودہ باشد۔ شیخ من گشت اسفند بخنے

سخت نیک آوردی۔ خواجہ عبدالرزاق بہ شیخ من اخلاص و دوستی داشت و حسبہاے
 نیک بمیان بودے و ہر کس از خرد و بزرگ کہ بوے شدے از نہایت خلق خوش
 ساختے۔ محمد مراد کیے از یاران دے گفت کہ روزے دے در کشمیر در مسجد خواجہ خاوند
 محمود بعد از نماز جمعہ با پسر خواجہ نشستہ بود من و جمعے یاران ہم مجلس بودیم۔ اہل مجلس
 اول آیات قرآنی و بعدہ ”مثنوی معنوی“ و ”حدیثہ الحقائق“ و سخنان مشائخ خواندند
 بامید آنکہ مجلس گرمی پیدا کند بچہ خط ہر شدہ درین اثنا دے این بیت بر خواندہ

شدیم پیرز عصیان و چشم آن داریم کہ جرم ما بجوانان پارسا بخشند
 از استماع آن بر مجسبان حے پیدا آمد، رقت باو گریہ کردند و تا شام آن حال
 باقی ماند۔ من بار بار بیدار وے رسیدہ ام۔ روزے در مسافت فرستے پیادہ بوے
 شدم وے آن قدر تفقد و خلق نمود کہ کوفت راہ با شراح مہد شست و سخنان لطیف
 بمیان آمد۔ در آن اثنا قریب سرود ہندی شد۔ وے گفت۔ سید فیروز، گویند
 باے خوش بمن آوردے و اوقات بنشاط مذشتے و سید (کلام ہندی ر) بمعانی
 نیک آوردے۔ وقتے من این سخن سید گفتم۔ گفت ہلی این چنین بودے۔ روزے
 منغیے ن را بوے بروم، این ہندوی شیعہ محمد بمیان آورد۔ خیال

جہار برویتہ آنکھیں جھنیہ و یکھیں اور گگ گوانہ میرین جووے دجہ نمور
 دے گفت عجب کہ حال آن مرد باین سخن بچہ موافقت نہ ردا متا بتوجہ کے این چنین
 معانی از وے سری زند گفتم ین ہما طور است کہ وقتے صاحب رامت بخانہ کے
 از کاروان سرایان شے فروومی آید و رازانہ برمی خیزد و می رود صاحب خانہ را بچہ

آگاہی از احوال آن ولی نمی شود که بود و خوش شده گفت نخ نخ کلام نیک
آوردی من از دو مصرعہ خوش دارم۔ و آن دو مصرع (شیر محمد) اینست۔

خاک در چشمی که جز رویت بغیرے واکند آتش افتد در دلے کو غیر عشقت جا کند
و من آن شیر محمد را بسیار دیده ام مرید شیخ نصیر الدین اکبر آبادی بود۔ سماع بے
موزون داشته نقشبایے بندی نیک می بست و نیک می سراید و آن نقوش شہرت دارد
و اندر مجالس سماع می گویند۔ و وے اندر زمین مشرق برفتن از دنیا در سال ہزار و
شصت و اند (۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰م) وفات خواجه عبدالرزاق در سال ہزار و پنجاہ و اند
است (۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱م) و قبر وے نزدیک بقبر خواجه بادشاہ۔ خواجه مسعود
پس وے کسے خوبے بود۔ بعضے سخنان مجذوبانہ داشتے کہ کم بفہم در آمدے۔ وے
گفتے کہ خواجه خضر با من می آید و صحبت می دارد و وہم چنین بزرگان سلف را ہم گشتے۔
و وے بہ نسبت شیخ من گفتے کہ اگر مولوی جانی درین وقت بودے استغاثہ معلوم
معرفت و توحید از وے نمودے۔ وے بر من لطف داشتے۔ وفات وے در سال
ہزار و شصت و اند است (۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰م) و قبر وے نزدیک بقبر پدر وے۔

محمد شریف خان

پیرے بود باشکوہ، روشن طلعت صاحب وجد و حال۔ چشم بربیان، رقیق القلب
و راندک سخن ذوقی بذوق سخت در آمدے۔ با شیخ محمد فضل اللہ و شیخ عیسی سندھی
صحبت داشتے و اجازت از ایشان یافتے۔ میر محمد مومن کہ از مشائخ کبار و کمالان

وقت بود از ولایت خلافت فرستاده و از آن مروے را کشاد و بستہاے این راہ نیک دست دادہ۔ وے در اوایل حال لشکری بودہ است با معصوم خان کابلی مقرب و معزز بودہ و در آن مدت جنگہاے عظیم دیدہ است و کارہاے شجاعت بل تہور را با نصرا م رسانیدہ۔ آخر الامر ترک نوکری کردہ بزاویہ خود نشست و تا آخر عمر با خواجہ ابرار صحبت داشت و استقامت نیک یافت۔ شبے در مجلس نکاح شیخ محمد دوست کہ دوست شیخ من بود بصدق و راستی تصدق پوشیدہ بفقرا دادے۔ بس فہمیدہ بود۔ در سال ہزار و پنجاہ داند، رفتہ (۱۰۵۰ھ / ۱۶۳۱م) روزے من با شیخ خود بودم۔ شیخ من با خان بہم نشستہ بودند و درین اثناء خواجہ ابرار در آمد و ہر سہ بزرگ یکجا شدند محلے بس بارونق بود و صحبتے بس خوبتر۔ من جوان بودم و اوایل صحبت من با شیخ من بود۔ وے اختیار این مضمون زدلم برزد

دیدار این سہ مرد مرا یاد حق نمود آرے باجماع ہر اراست معرفت
درین وقت مرا بیتے یا داند از غزل خود کہ در تتبع گفتہ بودم، مطیع استاد این
است۔

کہنہ شد خرقہ و تسبیح و مصلّا ہر سہ باید مہیکدہ و ساقی و صہبّا ہر سہ
و بیت من این کہ

تا بدیدیم رخ و سبزہ و لعل لب تو یوسف و خضر، مسیحا شدہ نیجا ہر سہ

وفات محمد شریف خان در سال ہزار و سی داند است (۱۰۳۰ھ / ۱۶۲۱م) و قبر وے نزدیک بقدم گاہ مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ۔ امروز از وے پسرے، ماندہ محمد ابو نصر

بیک مرد و شاعر خوشگوی و از سلطانیان معزز۔ این غزل و رباعی از ویست

گلزارم تا گذارے کردہ کاشانہ ام	بوے گل می آید از دود چراغ خانہ ام
شمع و گل را چون بر خسار تو باشد نسبت	در گلستان بلبلیم، در انجمن پروانہ ام
ساغر چشمم مدامت از شراب اشک تر	بیچ گہہ در دور تو خالی نشد پیکانہ ام
ہر طرف آرد بجوم اندوہ جان غالم	سنگ طفلان ہر کجا بار دسر دیوانہ ام
نخست من از دیدن من چشم می پوشد مگر	از برائے نخست خواب آلودہ خود افسانہ ام
شمع رویش ہر کجا پر تو فلک گرود بفور	مستعد سوختن ہمچون پر پروانہ ام

رباعی

آنم کہ قفایم ہمگی گشتہ چو زو خورشیدم نور می دہم از ہمہ سو
 من آننہ سکندر و جام جم پوشیدہ نہان نیست زمن یکسر مو

ابوالفیض بہیرہ خان کہ مردیست غریب و نیک نہاد، گفت۔ در آن مدت کہ خان
 ترک نوکری نکرده بود، روزے در برہانپور در مسجد شیخ عیسی در آمد، آن زمان شیخ
 برہان یکے مرید شیخ (عیسی) قبضے داشتہ از دیدن خان در پس ستونے خزیدہ کہ
 لشکریش دانستہ۔ خان وے را دیدہ و بروے رفتہ و گفتہ اگر کسے قبضے داشتہ باشد
 نباید وے را کہ سلام گفتن را ترک کند و درین اثناء دست بر پشت وے فرود آوردہ
 است۔ بر فور قبض وے بر طرف گشت و بجائے آن حالت بسط پیدا شد چون پیش
 شیخ عیسی رفتہ۔ شیخ گفت۔ ہاں، شیخ برہان محمد شریف خان قبض ترا چون بر طرف
 ساخت۔ بدانکہ کہ در لباس لشکریان ہم این چنین مردم با معنی باشند۔ و ہم وے

گفت کہ آن شیخ برہان امروز صاحب کمال است۔ وقتے کہ من بردیروے شدم
 در دل آوردم کہ ازوے التماس کنم کہ اندرین ممے کہ در پیش آمدہ است فتح بطرف
 من باشد و دیگر در رزق خود کشایشے یا بم۔ وے از خانہ برآمد و اول سخنے کہ بمن
 گفت این بود کہ فتح این مہم می خواہی، و کشاد اندر رزق۔

شیخ محمد یوسف

بن شیخ عبدالوہاب بخاری از اولاد سید جلال الدین مخدوم جہانیاں است۔
 علی فطرت بود و بندہ ہمت۔ معاملت سخت نیک، اخلاق و اطوار سقیہ داشت۔
 شرافت و نجابت خندان وے در ہندستان از ان مشہور تر است کہ احتیاج بایہ
 داشتہ باشد۔ وے صاحب سجادہ پدر خود است۔ مجمع فضائل و کمالات و مقامات
 بود و مرجع اکابر و علماء و امراء۔ گویند در اوایل وے را از غایت بلند ہمتی، استغنائے
 عجیب و بے تعلقی ناوردست دادہ بود۔ چنانچہ پارچہ باے قبائے زرین مکلف را در
 آتش انداختے و بخسور خود خاکستر ساختے و ہم از بالاے بام ظرف (ظروف)
 چینی را در صحن سرا افکندے و از آواز شکستن آن محفوظ گشتے۔

۱۔ حاجی سید عبدالوہاب از او، سید جلال بخاری۔ تقریبی پدہائی تشریف آورد و سلطان سکندر
 راہوے اعتقاد درست پیدا شد۔ آن جناب تفسیر قرآن و شتے کہ تمام قرآن را بر نعت محمد صلی اللہ علیہ
 و سلم فرود آورد۔ در سال ۹۳۲ھ، ۱۵۲۵م وفات یافت۔ "شیخ حاجی" تاریخ دوات ایشن
 است۔ مزار مبارک در دہلی ہند است (و کرمجمع اولیاء دہلی)

نیز گویند۔ وقتے خانخانان بیرم شیشہ قیمتی کہ بصد و چند روپہ ساختہ بود
 بوے فرستاد۔ وے در تہہ خانہ نشستہ بود، خدمتگارے بوے می برد۔ ناگاہ از کجلاک
 نقابی پایش بلغزید و شیشہ در افتاد و بشکست۔ خدمتگار سراسیمہ گشت و لرزہ
 در اندامش افتاد۔ وے آہ بر آوردہ و رو با سمان کرد و گفت خداوند بحرمت شکستگی
 خاطر این جوان بر یوسف رحمت فرمای و خدمت گار را بتلطیف خوش کرد و
 بخانخانان نوشت کہ شیشہ بسلامت رسید خوشوقت شدیم، چون ماجرا بخانخانان
 رسید آفرین کرد و معتقد گردید۔

نقل است کہ روزے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بر سر ماندہ طعام بود۔
 اقلایے آتش گرم می آورد پایش بلغزید، آتش بر روے (لباس) امام افتاد غلام
 بلرزہ در آمد۔ امام از راہ تادیب نہ از راہ تعذیب در وے دید۔ وے خواند
 "لکاظمین الغیظ" امام گفت۔ غصہ را فرو خوردم۔ وے بخواند "والعافین عن
 الناس" گفت، عفو کردم گناہ تو۔ وے تتمہ آیہ بر خواند "ان اللہ یحب
 المحسنین" امام فرمود کہ از مال خودت آزاد کردم۔ من جمال با کمال محمد
 یوسف را بسیار دیدہ ام و از شان لطیف وے محفوظ گیریدہ۔ وفات وے سال ہزار
 و بست داند است (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲م) و قبر وے در روضہ بخاریان کہ در سرای شیخ
 عبداللہ قریشی کہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریا (ملتان) است قدس اسرار ہم۔ من
 بر قبور بزرگانے کہ اندر آن روضہ پُر انوار آسودہ اند بار بار دیدہ ام۔

شیخ عبدالوہاب

بن شیخ محمد یوسف بن شیخ عبدالوہاب بخاری۔ وے صاحب سجادہ پدر خودست۔ عالم
 است بعلوم ظاہر و علوم سبک این قوم۔ صاحب خلق است و گیر۔ بسا تلمذہ
 مستعدان از صحبت وے مستفید اند، و وے بر سر افتادہ علوم دینیہ مشغوف۔ و
 در سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰م) با جمعی کثیر بسفر حج ز رفت و شرف
 حرمین محترمین مشرف شت و باز با جمعیت صوری و معنوی در وطن خود بدہلی رسید۔ من
 از ہی مخر و سائی وے وے را می بینم۔ آثار و برکات و انوار و آیات از وے
 پیدا است۔ و من در ایام صبا سالہا در محکمہ بخاریان با شیدہ ام کہ پدر من با شیخ فرید
 بخاری بود۔ پدر من گئے کہ جد شیخ عبدالوہاب را دیدہ ام جو او بود و کریم، آرزو
 سخاوت وے تا بملک و دیت رسیدہ و قلندران آن دیار ب وے می آمدند، و رشتہائی
 کردند۔ برائے امتحان تکالیف مالا یطاق می نمودند۔ وے با وجود حکومت دہلی و شان
 بزرگ، تنہا تن ہمہ می رود و ہر کدام را بمطلب می رسانید۔ وفات وے در سال ہزار و
 بیزد و است (۱۰۱۸ھ / ۱۶۱۰م) و ہم پدر من گفتہ کہ در ایام حکومت وے ملاحان آمدہ
 گفتند کہ سارو دریا۔ جون نزدیک ببندہ خولجہ خضر کشتی شستہ افتادہ است و چوبہ از
 صندوق طاہر شد۔ وے جمعہ را فرمود تا بیاورند۔ آن تابوت بود کہ طول آن مقداردہ ز
 بودہ و عرش آن کم از آن۔ چون آوردند، کشت دیدند بوسیدہ و خاک شدہ و ریختہ و مردہ
 بہ تمام اعضا درست ماندہ و گران کشتی ہزار پایش (ریزہ) خاک شدہ و ریختہ۔ وے با

جمعے اکابر و اعیان شہر آن تابوت را در جوار قدمگاه رسول اللہ صلی علیہ وسلم برده (و) دفن کردند۔ پس از آن ونے بحاضران گفت کہ بر این مرور روزگار بسیار گذشته است و عجیب کہ ریختہ نہ شدہ بہتر آنست کہ جمیع مردم در استکشاف احوالش استخارہ ہا کنید تا چہ ظاہر شود۔ چون شب درآمد شیخ بہاء الدین غوری کہ عزیزے بود صالح و بزرگ و راقم این حروف اورا دیدہ بود، آن مردہ را در خواب دید و از ماجرای احوال وے پرسید، گفت۔ من در عہد سلطان علاء الدین لشکری بودم بدرگاہ شاہ۔ وہمہ اعمال و افعال من ہر موافقت شریعت و طریقت بودہ است و ہیچ جاندارے را نہ نجات دہتی کہ نوکران خود را کارے نمی فرمودم کہ بر آن ہا گران می آید۔ این حالت من از آن کم ازاریست۔ ہا ز پرسیدم کہ انگشت پائے شاہ چون بوسیدہ شد، گفت۔ روزے محکم شدم و غزل می کردم کہ اتفاقاً ہا نوقت بادشاہ سوار شد مرا می بایست ہمراہ رفت (رفتم و در عجلت انگشت پائے مرا خشک ماند) بدین انگشت پائے من (بوسیدہ شد و جبہ) این است۔ وہم پدر من گفتے کہ من از عزیزے قصہ آن رفتم قدمگاہ چنین شنیدہ ام کہ وقتے جمعے کفار از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ خواستہ اند کہ فلان زمین گل ولایے (قدم) را منجمد سازد۔ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک بدان گل نہادند ہمہ آن زمین سنگ گشتہ و نشان ہر دو قدم در آن سنگ ماندہ۔ قدم گاہ راست را در عرب داشتہ اند۔ چپ را سید جلال الدین مخدوم جہانیاں بیاوردند۔ سلطان فیروز خلیج چند فرسخ پذیرہ آن برآمدہ و فرا سر برداشتہ بمنزل خود بردہ و از آن جا کہ بر سر داشتہ دے آباد نمودہ ست موند نام والاں آن دہ در تملیک این بخاریا نسبت و سلطان فیروز در وقتے خوش

فتح خان پسر خود گفته ہر مرادے کہ در خاطر دارد از من بخواد (خیال کرده کہ) مرادے ہمیں بادشاہی خواہد بود۔ وے گفته نشان قدم مبارک بر خاک من نصب سازند۔ بادشاہ متحیر گشت چه ین مراد برائے خود خواستہ بود تا ہم چنین گفت از من، تو ہر کہ پیش بمر و بر سینہ وے دارند۔ فتح خان برخاست و ز فقرائے مجذوب آرزوے رفتن خود خواست آخرتیت دلی کارگر آمد و برفت از دنیا۔ سلطان بنابر عہدے کہ بستہ بود بر سینہ وے داشت والآن آن زیارت گاہ علیہ بیان است۔

بر زمینے کہ نشان کف پایے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود در "اخبار الاخبار" است کہ در "تاریخ فیروزی" می نویسد کہ مخدوم جہانیاں در عہد سلطان فیروز کرات از محروسہ چہ بدہلی آمدہ و سلطان مراسم اعتقاد و اخلاص انچہ باید بجای آوردند۔ پوشیدہ نمائد کہ مخدوم جہانیاں در سال ہفت صد و ہشتاد و پنج (۷۸۵ھ / ۱۳۸۳م) برفتہ از دنیا و سلطان فیروز ہفت صد و ہشتاد و نہ (۷۸۹ھ / ۱۳۸۷م) "فوت فیروز" تاریخ وے و ملاقات ہمہ گراہم مقرر شدہ پس غالب آنست کہ مذکورہ بالا قصہ قدمگاہ وقوع داشتہ باشد و اللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شیخ عبدالرحمن سنبھلی

مرید شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ صفائی خاہر و باطن بکمال داشت۔ در طریق معاملت یگانہ بود۔ وایم بشغل نقشبندیہ مشغوف۔ آثار و برکات از وے بسیار ظاہر بود۔ عمل عزیمت نمود و از رخصت ہا و بدعت ہا احتراز کردے۔ قریب بدو

قرن پائے ہمت بدامان قناعت در آورده برج نشست و بخانه اہل دنیا و غیر آن
نشد۔ و از خانہ ہیج کس طعام نخورد۔ مرجع فقراء و درویشاں و اکابر و اصاغر بود۔
اعنیاء و حکام بدیدار و س تبرک می جستند۔ اخلاق سخت نیک داشت۔ در اوایل شیخ
تاج الدین تریف جو آنے طیار را کہ بہ آن خولجہ پیرنگ نوشتہ و ایشان در جواب
نوشتہ اند کہ آن جوان طیار را ہمراہ ترید، مراد از آن جوان ویست۔ در اوایل صحبت
شیخ تاج الدین ربغایت کے ہا وے غارے و غبارخ طرے بودہ است۔ آخر
الامر غار برخاست و شیخ از منہ مکرمہ خوشنودی گشتہ فرستاد۔ وے گشتہ کہ در اوایل
شیخ تاج الدین بصحبت خولجہ پیرنگ رسیدم و از عنایات ایشان بہرہ مند شتم
چند گاہے بخولجہ ابراہیم (ابراہیم) حجرہ بودم مرا رابطہ صورت خولجہ پیرنگ در
گرفت خولجہ برار مطلع شدہ مرا گشت ترا حلقہ صورت شیخ خود باید کرد و درین اثناء
خولجہ پیرنگ مرا طلبید و فرمودند اگر صورت ما بیاید و پس بخوانی کرد۔ و ہم وے گشتہ
روزے با خولجہ پیرنگ معامے می خورم، گوشت سخت خام بود، بخاطر آوردم کہ چہ
شدے کہ این گوشت در (از) نظر ایشان نرم شدے پس از آن ہمہ گوشت را مثل
پنبہ نرم یافتیم۔ و ہم وے گشتہ۔ روزے تاجرے پُر از نخوت و غرور خولجہ پیرنگ را
بے دلی کہ باید نہ گشت، گفتن گرفت از شنیدن آن شیخ تاج الدین بہم برآمدہ
تنگدل برخاست و پیش ایشان آمد ایشان در یافتند و پیر سیدند حال چیست؟ شیخ بے
دلی آن تاجر بعرض رسانید۔ فرمودند، آشنے ہست و وے را بکنور خود صبیہند
چون نظروے بر جمال مبارک ایشان افتاد بے اختیار سجدہ کنان و بہ نیاز تمام بر

خاکِ ادب نشست و غیر از بجز پیش نیاورد۔ چون رخصت شد ایشان تبسم فرمودند، ہاں شیخ تاج الدین انتقام شمارا از آن متکبر چون گرفتیم۔ وہم وے گفتہ شیخ تاج الدین، دایم کہ در خدمت خواجہ بیرنگ بودے خود را از جمیع نسبت و کیفیت خان ساختے و فقط بصحبت و دیدار ایشان پرداختے۔ وہم وے گفتہ کہ وقتے باصناہی کہ شتے من بود، مرا از راہ ضرورتے، اتفاق مرافقت افتاد۔ چون بدلی رسیدم خواجہ ابرار، جہرا پرسیدانچہ (بود) گفتہ شد۔ گفت۔ فلانے تا بتوانید خود را ازین مردم دور دارید۔ این حرف بسیار کار گر آمد۔ وہم وے گفتہ کہ روزے بر رخصت وطن بخدمت خواجہ بیرنگ شدم۔ ایشان بر چارپائی استراحت داشتند۔ عادت ایشان نبود کہ دست کسے را پائے خود برساند۔ مرا واگذاشتند تا بمرا دول برسیدم و خوشوقت گردیدم و روانہ وطن شدم۔ وے نام مبارک خواجہ بیرنگ ہمیشہ (از روے صدق و محبت بر زبان داشتے و محبت یاد وے و گفتے مرا یقین تام است کہ ہر کہ خواجہ بیرنگ را یک نظر از روے صدق دیدہ اورا نجات ست۔ در ”نفحات الانس“ است کہ محمود سبکتگین بسر قبر بایزید (بسطامی) شد۔ درویشے دید در آن جا۔ گفت ین استاد شہاچہ گفتے۔ گفت وے شتے ہر کہ مرا بہ بیند وے را ہاتش نسوزند۔ محمود گفت این بیج نیست ابو جہل مصطفی را دید صلی اللہ علیہ وسلم وے را بسوزانند۔ آن درویش گفت۔ اے امیر او براور زادۃ ابوطالب را دید نہ پیغمبر خدا و گرنہ وے را نسوزندے۔ شیخ عبدالرحمن در مدح خواجہ بیرنگ اشعار دارد۔ این بیت از انست

”ن خواجہ ما کہ نور پاکست یا رب ز کدام آب و خاکست

در تاریخ وفات ایشان قطعہ گفتہ۔ این مصرعہ تاریخ آنست۔ مصرعہ

بند را بکست تائی نقشبند

وہے را بابا شیخ من اخلاص نیک بود و پیوستہ از روئے محبت پیدا آوردے و گشتے گلوے
مبارک خواجہ بیرنگ و گلوے وے ہمرنگ بودہ است۔ اتفاقات ملاقات من
باوے در ایام جمعہ در مسجد جامع و میدان کاہ بودہ است۔ آن جا بابا یاد خواجہ بیرنگ و
مستعدہ رسائل تصوف شیخ من صحبت باہ نیک کردہ بودے۔ وہے مرا بسیر
دوست رفت و گشتہ اندرین شہر چون قوی پنج آشناے ندارم۔ یکبارے من ز
پیش شیخ خود سنبھل آدم و آن سال فوت وہے بود من نماز جمعہ شدم وہے نماز
نرسید کہ فعنے داشت چون از نماز فرخ شتم دیدم کہ وہے آمدہ است و عقب من
نشستہ، در یافتہ و پرسیدم شیخا! حال چو نہست۔ گشت فعنے داشت کہ نماز تو انستہ رسید
لیکن بحبت تو بخت رسیدہ ام۔ و قتم خوش شست و معلوم شد کہ وہے نیت خود را درست
ساخت برائے (عذر) نماز جمعہ و ہم برائے حق محبت۔ در "فحیات ایام" می آرد کہ
عبداللہ احرار ہم سفر با بست کس از مریدان عزیمت مکنہ داشتند۔ برائے منزلے
بقریے رسیدند کہ تا بکہ ہمیر وہ میل ماندہ بود گشت یا صحب "استود عتکم اللہ"
گفتند اے استاد کجای روی و میان تو و مکنہ اند کے ماندہ است گشت من از روے
نسبت مشائیتہ شما آمدہ ام تا بہ این جا خاطر من بہم رانجی شما خوش بودا کنون سفرے باز
(پس) می کنم و از آن جا نیت حج خواہم کرد و بشما می خواہم رسید شاء اللہ تعالی۔
در آن وقت تا موسم حج پنج ماہ ماندہ بود۔ انتہی۔ من در بیماری آخر شیخ عبدالرحمن

بعیادت رستم۔ وے اولاً خود را بحد و دیگران باوجود ضعف تمام از چار پایہ فرود آورد۔ گفت چون تو کے اگر بیاید مرا واجب است کہ فرود آئیم۔ و نیز گفت ہر قدم کہ نہادی بر سر ماست۔ و در آن وقت ہیچ حسے و حرکتے در اعضاے وے نہاندہ بود الا پچشم و زبان۔ یاد خواجہ پیرنگ و شیخ من بمیان آمد۔ خوش وقت گشت و در اثناء سخن گفت فلا نے حیف کہ حپ جاہ در گور و کفن از سر نمی رود کہ کفن چنین باید و گور چنان۔ و سخنان دیگر بمیان آمد کہ آخر را بکار آید آخر من از وے فاتحہ در خواستم (فاتحہ) خواند و بگریہ در آمد و مرا گریان کرد و گفت ترا بخداے کریم سپردم۔ و وے در ماہ رمضان کہ مرض اخیر داشت آن چنان ضعیفی کہ گذشت و عمروے پشیمان و اندک شیدہ بود ہیچ روزہ نخورد و ہیچ نمازے از وے متروک نشد و وے ہیچ عملے از اعمال شریعت مطہرہ فروغنداشت "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" و وے پیش از رفتن پچند روزے در خوب دید کہ شیخ وے شیخ تاج الدین آمدہ است و وے پذیرہ برآمدہ۔ شیخ بوے اشارہ بعمار تے مصفا کہ در چمنے بس باطراوت واقع است اشارہ می کند و می فرماید از روے بشارت و لطف تمام کہ این جای برائے تست۔ شیخ عبدالرحیم برادر وے گفت آن شبے کہ وے خواہد رفت در اوّل شب بمرا و پسران خود گفت۔ شمارا بخدا سپردم۔ و بحالت استغراق در آمد۔ دانستند برفت۔ و وقت سحر کلمہ از زبان بر آورد و برفت۔ روز پنجشنبہ بہنتم ماہ شوال از سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ/ ۸ اگست ۱۶۵۷م) من در تاریخ وے گفتم

شیخ اہل طریقت و کامل عبد الرحمن کہ داشت قدر بلند

پنجشنبہ و ہفتم از شوال بچنان رفت زین سرای نژند
 ہمگی عمر با محبت حق مانده خورسند رفتہ خود خورسند
 سال تار بخش از خرد جسم خردم گفت ”شیخ بے مانند“
 سید محمد سرسوی کہ ذکر وے خواہد آمد گوید کہ در وقت رفتن وے من در سری بخواب
 دیدم کہ مرارامی گوید بیا و با ملاقات نمای۔ چون روان شدم و سنبھل رسیدم دیدم
 کہ وے رفتہ است۔ روزے کہ وے را دفن کردند ترشح باران بود بس با طراوت و
 لطافت۔ من این حرف را در وقت ملاقات بشیخ خود گفتم۔ گفت ترشح باران علامت
 قبول است۔ بعد از دفن وے در همان روز شیخ حسین سنبھلی کہ ہم ذکر وے خواہد آمد در
 خوابش دید کہ در آنچنان چمن و عمارتے کہ وے بخواب دیدہ بود بابا بس فخر
 بر چار پایہ دراز کشیدہ پان میخورد۔ پرسید شیخا! چہ حال داری؟ گفت خوشم و محفوظ۔
 باز گفت مرا می شناسی گفت آری می شناسم تو شیخ حسینی۔ شیخ حسین دانستند کہ وے
 از دنیا بر رفتہ است خواست کہ از احوال آن عالم پرسید۔ نماز دیگرش بیدار کردند۔
 شیخ عبدالرحیم گفتہ کہ روزے وے بر سر چاہ باغ خود نشستہ بود بن گاہ آب او
 بر جوشید و در ساعتگی بالٹ چاہ برابر شد و باز چنان کہ فرا آمدہ بود فرو نشست۔
 امروز شیخ محمد علی پسروے بر جائے اوست۔ صالح و تالی قرآن و منزوی۔ با شیخ
 من صحبت وارد و شیخ من وے را خواجہ محمد علی می گوید۔ رسید ہاشم سنبھلی از جملہ
 طلاب شیخ عبدالرحمن است صالح و غریب۔ با من آشنا است و تاریخ رفتن وے
 در ذکر شیخ حسین محمد ایراد یافتہ و پدر (او) سید علی اکبر از نیکان بود۔ من وے را دیدہ

بودم درساں ہزار و چہل و شش ہفتہ (۱۰۳۶ھ / ۱۶۳۷م) شیخ عبدالمومن سنبھلی از
 خاص یاران شیخ عبدالرحمن، مریدیت فہمیدہ و سنجیدہ و اہل این کار و از معزز
 سلطانیان۔ گوید کہ من از آوان شباب صحبت وے داشتہ ام۔ پس از آن مرید شدہ
 و از لطاف و عنایات وے بہرہ ور گشتہ و بسا احوال غریبہ و اسرار عجیبہ از وے
 مشاہدہ نمودہ تفصیل آن سخنان بطول می کشد۔ روزے بوے شدم۔ وے اندرون
 بود۔ من احیاناً کاغذے کہ در زیر قلمدان وے بود بر آورده خواندم کہ مسودہ است
 کہ بشیخ تاج الدین شیخ خود نوشتہ بدین مضمون کہ حق سبحانہ تعالیٰ از توجہ شیخ اکثرے
 از مقامات سوک طریقت عطا فرمودہ و بر ہمہ عبورے فرمودہ لیکن مرتبہ ضمن گرفتن
 بیمارے را کہ در طریقہ خواجہ ہاے بزرگواران است بنور صورت نہ پذیرفتہ۔
 اتہی۔ من آن مسودہ را آن جا گذاشتم و تفہیم شد کہ وے مستحق آن شدہ کہ مرتبہ
 ضمن (گرفتن بیماری را) نصیب وے خواہد گرد۔ و این حال است کہ یکے را از
 اہل این راہ کہ من زل سیرالی اللہ طے کردہ اند (است) و بمقام سیر فی لند رسیدہ،
 دست می دہد۔ پوشیدہ نماںد کہ معنی ضمن گرفتن بیمارے را کہ در طریقہ نقشبندیہ مقرر
 است مجسم نسبت کہ بعضے کمل اولیاء بر سر بیمارے کہ بایشان رابطہ خلاص و محبت
 راسخ دارد می نشیند و متوجہ بوے می شوند و وے را بمنزلہ بعضے اجزاء خود می گیرند و وے
 زان بیماری مخلص یافتہ بحیاتے تازہ و مشرف می رود۔ چنانچہ در ”نہایت الانس“
 است کہ حضرت خواجہ احرار ادام اللہ تعالیٰ بقاء ہم فرمودند کہ حضرت مولانا فی م
 مدین نشند کہ یکے از اکابر سمرقند کہ نسبت بہما خلاص و محبت و ارادت بسیار

داشت، بیمار شد و مشرف بر موت گشت۔ فرزند ان و متعلقان وے نیاز مندی بسیار کردند۔ مشغولی کردم دیدم کہ وے را امکان بقا و حیات نیست مگر در ضمن وے را در ضمن گرفتہ و صحت یافت۔ بعد از چند گاہ نسبت بہما تہمت واقع شد کہ مقتضی باہانت و اذالہ گشت و آن شخص بتوانست کہ در آن باب سعی نماید و آن را دفع کند لہذا خویشتن داری کرد و خود را بآن نیاورد و خاطر ما از وے گرفتہ شد وے را از ضمن اخراج کردیم بپشت دو بہرہ۔ صاحب ”رشتات“ این نقل را از ”نحیۃ الناس“ می آورد و در عتبہ آن می نویسد کہ پوشیدہ نمایند کہ آن بزرگ از اکابر سمرقند کہ در بارہ خدمت مولانا خویشتن داری کردہ خواجہ عصام الدین شیخ الاسلام سمرقند بودہ است و آن تہمت و باہانت کہ بخدمت مولانا رسیدہ بواسطہ فرزند ایشان بودہ است کہ بدعوات و عزایم خواندن و تسخیر جن منسوب بود و از آن جہت بمعظمت اہل حرم پارشتہ و جمعہ از ارباب غرض وے را بکبت بعضی از اہل حرم نسبت می کردہ اند و تہمت می نہادہ و شکایت از آن حال بسمع الف بیگ رسانیدہ اند و فرزند خدمت مولانا فرار کردہ و اثر شامت آن شکایت و تہمت بخدمت مولانا نظام الدین نیز سرایت کردہ۔ میرزا الف بیگ را غیرت شد و بغضب بر چہرہ تمام تر خدمت مولانا را طلبیدہ۔ قصد ان، ایشان را سر بر ہنہ در عقب اسب سوار ساختہ بودہ اند و نزد مرزا الف بیگ بردہ۔ ایشان در بان میدان جاے نشستہ بودہ اند و سر پیش افکندہ مراقبہ داشتہ اند کہ میرزا الف بیگ از پیش ایشان گذشتہ برنخی ستہ اند۔ بعد از آن میرزا ایشان را طلبیدہ و بخندان عتاب آمیز کردہ۔ خدمت مولانا نظام الدین فرمودہ کہ جواب این ہمہ سخنان یک کلمہ است می گویم۔ من

مسلمانم اگر باورداری خوب و گرنہ ہرچہ خاطر تھی خواہد بفرما (کہ مرا ازین ممریچ
 اصداغ نیست) مرزا از آن سخن متاثر شدہ فی الحال برخاستہ و گفتہ کہ دے را بگذازند۔
 یشان می فرمودند کہ بعد ازین بے ادبی ہمرزا رخ بیگ شکست و تشویش بسیار رسید و
 دران ایام پسر وے عبداللطیف میرزا وے را آشت۔

خواجہ نظیر

وے مشہور بخوجہ نذیر ست در طریقت و معیلت نیک۔ در طریقہ نقشبندیہ و
 کبر و یہ اجازت داشت۔ جمعے از یرن وے مشغول این کار بودند۔ در محبت
 وے تاثیرے بود۔ صحت نورانی داشت۔ من وے را در شبہ اجین ویدم در سال
 ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۷م)۔ چون وے دست کہ من در ہمد
 نیازمندان این طریقہ ام و شیخ احمد سر بندی شیخ شہ من است و نہ شکایت ز شیخ
 احمد میان آمد و گشت شیخ رہایت کہ سخنان شیخ را بحدے واکشید کہ بادشاہ
 وقت و مشن زمان در سوزش آید و وے این قدر مدت بقلعہ گوالیار محنت بکشد
 من در جواب وے شتم کہ اگر کے اند کے اصاف داشتہ خواہد بود شیخ بدخواہ گشت
 چہ وے بعضی از مکاشفات خود را بشیخ خود، خواجہ بیرنگ نوشتہ بودند و آن را جمعے از
 حامدان و اصحاب غرض بعبارتے و مطلب مخالف بیان پیش بادشاہ رسانیدہ و
 بادشاہ وے را گوالیار فرستاد۔ لیکن وے در آن جا با جمعیت تمام بودہ و حافظ کلام
 مجید شدہ۔ و اکثرے از مسلمانان کہ در آن زندان بودند مرید وے گشت و بدولت

اشغل باطنی مستفید شدہ۔ مکاتبتے کہ وے بمریدان خود نبشتہ است۔ (برین شاہد
 عدل اند) آخر الامر بادشاہ چون دانست کہ وے از کمالان است و این رنج ناحق
 بوے رسیدہ از گوالیارش طلبیدہ عذر خواست و با عز از باز بوطنش فرستاد۔ و درین
 ضمن سزے بودہ است کہ او سخاۃ داند و بس۔ اما انکار عا میاں کہ نسبت او یہ
 اللہ واقع است آن را علابہ نیست چنانچہ بزرگے شتہ۔ شعر

قِيلَ اِنَّ اللّٰهَ ذُو وَلَدٍ قِيلَ اِنَّ الرّسولَ قد كُنْها

ما نجا الله والرسول معا من اللسان النہوی فكيف انا

ازین معنی دیدم کہ خولجہ نذیر (بغیر غرض) آمد و یاد اے من گشت کہ یہ از مکاشفات
 را فراموشی۔ پیوستہ من نقل آن مکتوب کہ بخولجہ پیرنگ نوشتہ اند با خود داشتہ بر خواندم
 سامت شد۔ و این است خلاصہ آن مکتوب۔ چون از جانب حضرت مامور بود
 ”امثالاً للامور“ در بعضی امور جرات و ستاخی نمود و ایام مصر

من همان احمد پاریہ کہ ہستم ہستم

ثانیاً معروض آنکہ در اثنا عمل حطہ آن مقام مرتبہ ثانیۃ مقامات دیگر ”بعضیها فوق
 بعض“ ظاہر شدند بعد از توجہ بہ نیاز و شستگی چون بہ مقام فوق آن مقام سابق رسیدہ
 شد معلوم شد کہ این مقام حضرت ذی القورین است و خفا بدیدہ در آن مقام
 عبورے واقع شدہ است و این مقام ہم مقام تکمیل و ارشاد است۔ و ہم چنین
 مقام فوق ہم کہ اکنون مذکور می شوند و بالاے آن مقام مقام دیگر در نظر آید۔ چون
 بآن مقام رسیدہ شد معلوم گشت کہ آن مقام مقام حضرت ذی القورین است و خفا

دیگر راہم در کن جا عبورے واقع شدہ است و فوق آن مقام مقام حضرت صدیق اکبر ظاہر شد ”رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین“ پان مقام نیز رسیدہ شد و از مشائخ خود حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرۃ الاقدس را در ہر مقامے با خود ہمراہ کی یافت۔ و خفاء دیگر را ہم در آن مقام عبورے واقع شدہ است تفاوت نیست الا در عبور و مقام و مرور و ثبات و بالاے آن مقامے پنج مقامے مفہوم نمی شود اِنّا مقام حضرت رسالت خاتمیت ”علیہ من الصواب اتّماہا و من التحیات اکملہا“ و محاذی مقام حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامے دیگر نورانی بس شرف کہ ہرگز مثل آن در نظر نیامدہ بود و ظاہر شد و اندکے از ان مقام ارفاع داشت چنانکہ صفہ را از روے زمین بندی سازند و معلوم شد کہ آن مقام مقام محبوبیت است و آن مقام رنگین و منقش بود، خود را ہم بانعکاس آن مقام رنگین و منقش یافت۔ اطراف را در گرفت و حضرت خواجہ بزرگ در مقام صدیق اند۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و خود را در مقام محاذی آن می یابد بکیفیت کہ معروض داشت۔ انتہی۔ و ہمدان سال از جہین بکبر آباد آمد۔ آن جا عزیزے دیدم حافظ محمود نام۔ وے ہم در گفتگوے خندان مذکورہ شیخ احمد بود چون خواجہ نظیر و در جماعہ علماء و فضلاء آن بحث بدرز آوردہ۔ مرہر سواسلے و جوابے کہ بخواجہ نظیر در میان شد، بوے شد مجلسیان از روے انصاف قبول داشتند و وے ہم موافق حوصلہ خود در یافت

ترا چنان کہ قوی ہر نظر کج بنید بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک پس از آن من بحسب تقدیر الہی باجمیر رستم۔ چند گاہ بروضہ مقدسہ حضرت

خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس سرہ گذارندم۔ وسعات اندوز شدم۔ در آن جا
دو تن دیدم۔ شیخ فضیل و شیخ مہتا۔ شیخ فضیل ہمہ کار و بارش بزد و ورع آراستہ بود
و معاملت نیک۔ لیکن یوے از توحید نداشت۔ روزے من از راہ نیاز در طلب
محبت حق ازوے فاتحہ درخواستم کہ در آن مدت شوق عالی در سر داشتیم و شورے
عالی در دل۔ وے فوراً بر من این مصرعہ را فرمود خواند۔ مصرعہ

فکر معقول بفرمای گل بے خار کجاست

وے را دیدم کہ ہر ہمہ معاملت و مکالمت بر ظاہر شریعت داشتہ است و بس۔ بعدہ
از شیخ مہتا پرسیدم صاحب فنا نیستی کہ بمعاملت ظاہر متوجہ و متعبد می باشد چون
است؟ وے گفت۔ با وجود مرتبہ فنا معاملات ظاہر و بیچ در کار نیست کارے کہ
ہست ہی کار باطن است و بس۔ من بنی طور آوردم کہ اگر اعتقاد این دو تن را در
باطن و ظاہر جمع نمودہ آید، کمال ہمین است و بس۔ شیخ من گفتہ، خبر بخش نیست
و محض قدر ہم نے، چنانچہ امام جعفر صادق اشارہ فرمودہ۔ گویند یکے از موحدان کہ
درین روزگار شائع شدہ اند با جمیع رسیدہ از مردم آن جا پرسید کہ درین جا بیچ فقیہ
ہست کہ عبادات و طاعات ظاہری کار نداشتہ باشد۔ شیخ مہتا را نشان دادند،
بوے شد و صحبت داشت و معتقد گشت و وے را در کمالان گرفت و بایارن خود گشت
کہ با عقاد ما مردم کامل بہانست کہ ازوے بیچ اعمال ظاہری و فعال صوری اصلاً
ظاہر و پیدا نگردد۔ شیخ من چون این سخن بشنید بر موافقت آن مثلے زمین آوردہ
آنست کہ روزے مرد سادہ از مردم ہوشیار شنید کہ ہر گاہ روزے بخندہ کسے میرود،

کار خود را بہ آن چنان سبک پائی می بر آرد کہ هیچ حرکتی و حتی از وے گوش صاحب خانہ نمی رسد آن سادہ دل شبے بیدار گشت و آن سخن بیادش آمد و گوش فرا ہر سوداشت۔ هیچ اثرے از دزد نیافت۔ شمشیر از نیام بر کشید و فریاد برداشت و بدوید۔ ہمسایگان گرد آمدند و پرسیدند حال چیست؟ گفت من از مردم معتبر شنووم کہ ہر گاہ دزد بخانہ کسے می رود کار خود را بہ آن چنان آہستگی می کند کہ هیچ اثرے از وے پیدا نمی شود۔ چون بیدار گشتم و گوش بہر سوداشتم هیچ اثر نیافتم۔ دانستم کہ دزد آمدہ است، این بود کہ فریاد کردم۔ وہم شیخ من گفتہ حاشا کہ توحید من فی اعمال ظاہرہ بود، باطن مستغرق و حدت و ظاہر ہمیشہ محتاج شریعت۔ وہم شیخ من گفتہ کہ باطن گرفتار غیب الغیب باشد کہ آنجا از اسم و صفت اثرے نیست و از تعین و ظہور نشانے نہ۔ و ظاہر در مشاہدہ اسماء صفات او در تعین محفوظ باشد۔ ہمہ او را باید دانست و بے ہمہ او را (باید) دید۔ ہمہ اوست و از ہمہ منزہ است۔ وہم ظاہر است و جمیع صفات و تعینات وہم منزہ است از ہمہ، بلکہ مطلق است از ہمہ اعتبارات، چہ اعتبار تنزیہ و چہ اعتبار تشبیہ چہ اعتبار اطلاق و چہ اعتبار تنقید۔ این حقیقت کلیہ در اصطلاح صوفیہ سہمی است بہ حدیث بلا تعین۔ مربی انظار سالکان طریقہ نقشبندیہ این مرتبہ است۔

خواجہ جمال الدین حسین

پیر بزرگ خواجہ ابرار خواجہ حسام الدین احمد است۔ نسبت عال پیدا بر خود درست

می کند۔ نور فراست و لطافت از طلعت وے ظاہر و پیدا است۔ ہمت اعلیٰ دارد
 و اخلاق نیک۔ در معالمت مستقیم است۔ و در طریقت راسخ۔ با شیخ من رابطہ
 و خلص و محبت تمام دارد۔ و شیخ من اب زت ارشاد و در طریقتہ نقش بند یہ بوسہ عنایت
 کرده۔ و ہم شیخ من رسالہ "نور وحدت" از خلص منہ نقیسات خود در علم تو حید نوشتہ
 بودے عطا فرمودہ۔ شیخ من اندر آن رسالہ می نویسد کہ ہر چہ ہی منشیہ را آمد و در
 ذات پوشیدہ بود۔ بعد از آن انچہ پوشیدہ بود در ذات او در علم اولہ در مشہور دنیا جمود
 و فرمود۔ ذات رنگ او رفت و اورنگ ذات و آنچہ پوشیدہ بود در ذات منصف حسین
 ذات بود کہ غیر شے (ذات) در شے بنود۔ پس آن ذات خود بخود معالمت کرد
 و عاشقی و زرید و بندگی و خدای در میان آورد و کارخانہ ازلی وابدی برپا کرد۔ خواجہ
 جمال الدین حسین لطفی و عنایتی کہ بر من دارد زیادہ از گفت و نوشت است۔

خواجہ سراج الدین محمد

وے ہم پسر خواجہ حسام الدین احمد است و نبیہ شیخ الہدای ولی بی دولہ کہ ذکر شان
 گذشت۔ خواجہ ابرار تربیت وے از راہ ظاہر و باطن کرد و وے در علوم صاحب
 علوم باطن از مہین شاگردان شیخ من است و داماد شیخ من۔ عالی فطرت است
 و بند ہمت۔ امروز بس مردم غریب ماوراء النہر و بدخشان در ظلی عنایت وے بہرہ مند
 و مرزوق اند۔ خدمت فقرا و مساکین بجان بجائی آرد۔ کار کشادہ بسیار آشنایان
 دوستان در درگاہ صاحب قرآن ثانی بوسیلہ ویت و وے معزز سلطان است۔

وے را گوشہ خاطر بست با من کہ دل من می داند و دے۔ در روز سعادت
ترک (نوری) نامہ مبارکباد، بمن نوشتہ بس لطیف مشتمل برین رباعی استاد

الجوهر فقر و سوى الفقر عرض الفقر شفاء و سوى الفقر مرض
العالم كله خداع و غرور والفقر من العالم سر و غرض

شیخ نور الحق

وے خف الصدق شیخ عبدالحق دہویت۔ عالم است بعموم ظاہر و باطن۔ فضائل
و کمالات وے زیادہ از حوصلہ تحریر و بیان است۔ بعد از فوت پدر بجائے پدر
نشست و افادۂ علوم دینیہ از تفاسیر و احادیث بمستعدان نمودہ۔ بسا تلامذہ وے بپایہ
فرا تر رفتہ اند۔ و تصنیفات عایہ و تالیفات لطیفہ از قلم وے ظاہر شدہ مانند ”شرح
صحیح بخاری“ و حاشیہ بر حاشیہ میر (زابد) و غیر آن و آن شرح در غایت وقت و
متانت واقع شدہ است۔ و وراے (آن) اشعار پارسی دارد بس (بہ) فصاحت
و سلاست۔ این چند شعر بست از وے

سب از نگاہت مل شود آتش بیویت گل شود
گل در گشت بمل شود بے شک چہ رعنا دہرے

ز بس کہ نشاء معنی ز علم ما پیدا است نشان صبح سعادت ز شام ما پیدا است

۱۔ ت آن ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء وفات ۹ شوال ۱۰۷۳ھ ۷ مئی ۱۶۶۳م مزار مبارک در
جہار پور بزرگوار خود است۔ ۲۔ نام آن شرح بخاری ”تیسیر بخاری“ است مشتمل بہ شش جزو۔

زما جدا مشوائے طالب مدارج قدس سراب سدرہ نشیند ز بام، ما پیدا است
 امداد کن کہ طے شود این رہ و گرنہ ما یک گام رفته ایم و بصد جانشتہ ایم
 از آتش من جان نصیحت گر من سوخت چون نس کہ با صبح چراغ آید و سوزد
 شب پر اگر روے تو بیند بخواب بچہ دبد در بغل آفتاب

رباعی

از شیوہ ہمدان این دہر خلاف گویم رمزے اگر تیری بڈاف
 چون شیشہ ساختند پیوستہ بہم دلہا ہمہ پر غبار و روہا ہمہ صاف
 من در وقتے کہ مرا این رباعی خوش آمدہ بود و ترتیب رباعی گفتمہ ام و این است۔
 از شیوہ عاشقان معشوق اوصاف گویم رمزے بشنو بوش انصاف
 در آتش شوق کیمیا بوتہ و شند روہا ہمہ پر غبار و دلہا ہمہ صاف

مولانا حسن کشمیری

ہے از اقربائے شیخ من است۔ عالم بود معلوم ظاہر و باطن و علوم این قوم و از
 فیاض صوفیہ۔ مرید شیخ چاندہ سنگی است۔ صحبت داشتہ بخواجه بیرنگ۔ سخت
 ست اندر طریق۔ مشرب و سماع داشت۔ با فقر و اخیا، نشست۔ خوش صحبت و
 شیرین کلام بود۔ اشعار عارفانہ دارد۔ شیخ من شعروے را خوش می کند۔ این شعر از
 وے است۔ رباعی

ہر ذرہ کہ در جہان بعنوانے ہست بر خوبی آن، نوشتہ بر ہائے ہست

زہار چشم کج نہ بینی زہار کین سلسلہ را سلسلہ جنباے هست
رباعی (شعر)

آن باغ فضیلتی کہ خرم من است وان پر ہنرم کہ ننگ و عارم سخن است
خود را بشناس ورنہ این چاروہ علم دانی معلوم ورنہ ندانی معلوم
وہے را در علم حقائق زبانت سخت نیکو۔ ”اتفاقات حسنہ“ از تالیفات وہے بس
باعذوبت واقع شدہ۔ ہر فقرہ از آن کتاب و فترت است از معانی۔ در آنجائی نویسد
کہ صدق من قال ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ یکے از علامات
شناخت نفس کہ مقدمہ فلاح و شناخت حق است آنست کہ ہمہ کس بلکہ ہمہ چیز را
بہ از خود دانی و بر ہیچ بدے بل بد نہاے انگشت اعتراض نہادہ بدیدہ (عارف) این
کار بد و زیبا چہ؟ این قدر خود بسیر شنیدہ باشی۔ در کتابے نوشتہ دیدہ ام کہ تو عالم
صغیری و ہر چہ در عالم کبیر ہست و تو ہست۔ پس ہر بدی کہ بنظر احوال تو آید در تو
خواہد بود و تو ز دیدن آن کوری

ہر چہ در فرعون بود اندر تو ہست لیک از درہات محبوب چہ ہست
سوے من منکر بخواری ست ست تا گویم انچہ در رگہاے تست
و ترا بین جا معیت اگر چشم بر بدے آمد کہ حکم جزو تو دارد۔ و من ترا بقدر تو سخن گفتہ
امحق خوانم از روے انصاف از من ناخوشنود شود بلکہ حقیقت حماقت ہم (آوردہ)
برنجد حق بر طرف این ہر دو باشد۔ چہ جزو خود را بعیب دیدن و خود را با نکل از آن
نیب مقدس دستن نہایت ب انصافی بچندین پایہ از تحت الثری حماقت پایان

تراست آہ آہ

ہر چہ می گویم بقدر فہم تست مردم اندر حسرت فہم درست
 و اگر از من می پرسی من خود بمرہ را آشنا شدہ از خدا جدا نمی دانم و کفایت حق - و مقولہ
 "فرقة مقبولہ" "من عرف نفسه فقد عرف ربه" "را دوی پلہ میزانی می یابم
 بدست دانا کہ بآن قدر ہر دو شناخت را می بخیر و زین جا شناسی کہ "ما خلقت
 الجن والانس الا ليعبدون" "چہ معرفتست و نیز این جا سخن "فاما من ثقلت
 موازينه فهو في عيشة الراضية وامام من خفت موازينه فامه هاربه"
 چہ اشارت است - پس ہر سعادت مندے را کہ پلہ میزان خود شناسی گران باشد
 پلہ خدا شناسی ہم گران خواہد بود و او در بہشت دانی زندگی خواہد داشت و بہ کہ را
 پلہ میزانی آن سبک پلہ میزان این ہم سبک - چہ بہشت دانی و دوزخ نادانی نیز
 بخاتم "من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى واضل سبيلا"
 چوں بہشت و دوزخ مومن و کافر دانی است و خطا بہ است کہ بہ کہ تو اورا نادان تر
 دانی فی الجملہ دانی بوجود سمع و بصر خود دارد و ہمین قدر دانی علم بعضی از صفات
 ذات خود اگر داند و اگر نداند پیدا کردہ است چہ ہر چہ درین است از اوست ہی نہ و
 عمی دوزخ این ندانستن است - پس تیغ فردے از دائرہ "من عرف نفسه
 فقد عرف ربه" بیرون تواند آمد و کریمہ "وما خلقت الجن والانس الا
 ليعبدون" صادق المضمون شد و علامت صدق شناخت آنکہ ہر چند دانی ترین
 شو، علم بجمال خود بیشتر پیدا کنی و اگر از من باور نداری از حضرت داؤد نبی بشنو کہ میند

کہ ارزبور او نگارش یافته است کہ دانش پڑوہ چون بر سر حد دانای رسید در معرفت
ایزد و بیچون نادان تر شد۔ مصرع

بانگ دو کروم گردوده کس است واللہ اعلم۔ انتہی

من (وے را) بسیار دیدہ ام و از لطافت کلام و الطاف و انعام وے بہرہ ور گردیدہ
ام۔ روزے من ہم خ طر بودم در مجلس بسم اللہ گفتن خواجہ کرامت اللہ پسر خواجہ
کلاس جمعے از مشائخ و علماء جمع بودند و آن پسر را ہر یک کلمہ دعائے قرآن بہ ترتیب
خواندن رفتند شیخ اہداد "بسم اللہ الرحمن رحیم" خواجہ ابرار "الرحمن
"شیخ عبدالحق" علم القرآن "خواجہ کلاں "زب یسر" خواجہ خرد "ولا
تُعسر" شیخ اہداد "زب زذنبی" شیخ نورالحق "علما" خواندہ اند۔ مولانا
حسن بوس بطبیت گفت۔ شیخ! علم بقہمت شما آمد و فہم بقہمت ما۔ مجلسیان خوشوقت
گشتند و مجلس بخیر و خوبی تمام شد۔ وفات مولانا در سال ۱۰۵۱ ہجری و پنجاب و بیست
(۱۰۵۵ تا ۱۶۴۱ م) و بجوار روضہ ملک یار پڑان بجائے سادۃ خود مدفون شدہ۔ شیخ
عبدحق در عزیت وے بخواجہ محمد صادق طفاے شیخ من کہ وے ہنڈے ویست
راقعہ نوشتہ مشتمل برین بیت

کر نہ قضا بود کہ باہم رویم می رسد آن وقت کہ ماہم رویم

شیخ عبدالحق در اخبار اخبار می آر د کہ شیخ نور الدین ملک یار پڑان شیخ بود بزرگ

از تہہ متصل بخوابان مرشد خویش و بدینی آمد و بر کنار جون زیر قلعہ کہنہ دہلی رو بہ راس

ماند و ہر صبح قرآن گرفت۔ مرید و خاندان شیخ ایماں است۔ شیخ کامل و عارف اکمل و...

۱۸ سالہ ثانی ۶۸۰ تا ۱۵۴۵ م بعد غیاث الدین حسن وفات یافت۔

و از آن جا باذن شیخ خود و روہلی آمدہ۔ وے از مشائخ زمان سلطان غیاث الدین بلبن است۔ شیخ نظام الدین اولیاء بزیارت روضہ اوی آمد و ظاہر آنست کہ زمان حیات او را نیز دریافتہ باشد اما ملاقات ایشان بیک دیگر معلوم نیست و در وقت کہ شیخ ملک پیر پزان بدہلی آمد در آنجا کہ مقام اوست جا گرفت شیخ ابابکر طوسی قندرے در آن زمان بود با او نزاعے کرد۔ او گشت مراپیر من فرستادہ است او حجت ظہید مسافت از دہلی تا آن جاے دراز بس دور بود و در اندک زمانے کہ نہ بر مجراے عادت بود از آن جا حجت آورد۔ از آن روز اورا ملک یا سپزان گویند۔ و اندام۔ اتنی

محمد حافظ خیالی

وے ہم از اقربائے شیخ من است۔ خولجہ پیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ زانجاے فضا اے وقت است۔ عالم است بعضی عوالم فریبہ۔ استغناء ذاتی را۔ تاب بطمع دنیاے دون بابل آن کردنیہ را۔ در جمیع اجوں بزاویہ خویش منہوی است۔ اندیشہ معیشت و امن یہ ہمت وے نیست۔ شیخ من از عوالمت و نیک زندگانی وے و فضیل و کمالات وے می راند و می گوید۔ چون وے نیست اندرین جزو زمان۔ وقتے شیخ من مقابلہ "نجات النس" پا چٹے از پیرن خوانی کردہ است و من ہم کے از آمان و افادہ می فرمودہ و در بعضے موضوعات خوشی می نوشتہ

زبدہ دیہ کامل، صوفی مذہب، قنندر مشرب است۔ تاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ۔ ۲۰ اپریل

روزے وے ہم بود در محلے دخلے نیک نموده۔ شیخ من در آن حاشیہ نام وے را ہم داخل کرده است و آنست۔ ”سئل الجنید یكون العطاء من غیر عمل فقال کل العمل من عطاء ہ“ از جنید پرسیدند کہ عطا بے عمل بود پس گفت عمل نیز عطاء ویست۔ چہ وجود عمل و مبادی عمل از دست سبحانہ تعالیٰ۔ ”کل العمل من عطاء ہ“ درین جواب اشارت است بآنکہ عمل کہ عطاء ویست عطاے است کہ عمل بر آن مرتب است۔ ”کذا افاض المصطفیٰ مولانا حافظ سلمہ۔“ نتیجہ۔

بعضے از مقربان در گاہ بادشاہ قرآنِ ثانی خواستے کہ وے باما بودہ از احسان سلطان بہرہ اندوزد۔ وے ابا نمودے و بود و نبود وے در ساختے چنانچہ گذشت۔ وے اشعار یست فصیح و لطیف۔ این دو بیت از دست

ہم عزیز ہا ہمہ در تیرگی گذشت در شب نبشتہ اند مگر سر نبشت ہا
 بچشود کشتی و بازم بخمرہ جاندا دی گرا از خدای مترسم ترا خدا گویم
 من ہر سالے کہ از وطن پیش شیخ خودی شوم وے مرا تفقدے و عنایتے کہ باید و شاید
 می فرماید و آنقدر ولبری می نماید کہ پیوستہ من ممنون ویم بعد از رفتن وے از دنیا من بگشتم
 ”آہ آہ محمد حافظ خیالی بے مثل“

شیخ سلیم دہلوی

(بن سید احمد) وے سید است و بخاری الصل از نیار حاجی عبدالوہاب۔ صالح

بود عالی ہمت معاملت نیکوان داشت۔ وے از دوستان شیخ من بود۔ شیخ من وے را نیک امی ستاند۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و انداست (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) من وے را بسیار دیدہ ام، یادے از بزرگان سلف می داد۔ بر من لطف فرمودے۔ امروز از یاران وے شیخ فتح اللہ اہل صلاح و سلامت و عمل استقامت است۔ شیخ من گفتہ کہ وقتے سید احمد پدر شیخ سیم از خواجہ بیرنگ پرسیدہ کہ اگر در مجلسی سید است غیر صلاح و صالح است و غیر سیادت پس کہ را باید ازین ہر دو در آن مجلس با ما تر نشاند۔ خواجہ بیرنگ گفتند چہ طور صالح خواہد بود کہ از سید بالتر خواہد نشست و خود را بزرگ تر از وے خواہد داشت، سید خوشوقت گشت۔ در جمع میر عبد الاول مسطور است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرمودند کہ یکے از بزرگان دین یکے از سادات بسبب اہمال احکام شرعیہ معرض می بودہ۔ حضرت فطمہ راضی اللہ عنہا در واقعہ دیدہ و سلام گفتہ۔ ایشان روے خود گردانیدہ اند و جواب سلام نگفتہ اند۔ آن عزیز پرسیدہ کہ از من چہ بے ادبی صادر شد کہ شما جواب نمی گوئید، آثار تغیر از شما ظاہر است۔ ایشان فرمودند چرا فلان کس را ایذا و تشویش می رسانی۔ آن بزرگ گفتہ پیش شما معلوم است کہ ایشان احکام شرعیہ نمی کنند۔ حضرت فطمہ رضی اللہ عنہا فرمودند تو نمی دانی کہ وے فرزند ماست۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرمودند مقصود ازین سخن سقوط امر معروف و نہی منکر نیست، مقصود احترام سادات است بملاحظہ کبرائی اہل بیت رضوان اللہ جمیعین۔ انتہی۔ در ”رشحات“ است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ روزے

بتقریب توقیر و تعظیم سادات می فرمودند کہ اگر در دیارے سادات می باشد من نمی خواہم کہ در آن دیار باشم۔ زیرا کہ بزرگی و شرف ایشان بسیار است و من بحق تعظیم ایشان قیام نمی توانم نمود۔ پس فرمودند کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ روزے در مجلس درس خود چند بار برپاے خاستند و کسے موجب آن ندانست آخر یکے از تلامذہ امام سبب آن پرسید۔ فرمودند کہ طفلے از سادات علوی در میان این اطفال ست کہ بدست می رسد و چون نظر من بروے می افتد تعظیم وے می خیزم۔ اتھی۔

گویند شیخ تہباز بھی گل پوری عزیزے و بزرگے بودہ است عالم و عامل و صاحب کرامات و مقامات۔ وقتے یکے از سادات بارہہ کہ در بھی گلپور حاکم بود بشکایت بعضے از باب غرض بہ شیخ در پیچیدہ است و وے در راز کشیدہ و آویزان ساختہ۔ شیخ اندر آن حالت با مریدان و یاران خود کہ اہل این کار بودہ اند ہمین حرف بتاکید فرمودہ کہ ز نہار کسے در باب آزار سید توجہ نہاید و (بد) دے سے غریب و ہارا از روت مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ سازد۔ و وے از آن عمر آزار بسیار کشید۔ خبر سید ز آن جا تخیر شد و بچاے دے بند وے حکم آمد۔ بعد از چندے وے ہم ہشتہ دفعے از حسان نا فہم صاحب غرض با شیخ ادا ہاے ناشائستہ نمودن گرفت۔ شیخ بشنید و بکندید و شست این بند و بہ تبعیت سید این چنین بہا پیش می آورد۔ نمی داند کہ آن ہر دینہر بودہ ست۔ درین اثناء یکے از یاران شیخ غرض کرد کہ شیخا! آن بند و را ہمین من بسم و امشب وے را بہا لم چون شب شد، از تقدیر ابی سقف حجرہ بروے در افتاد و وے را با خاک برابر ساخت۔ شیخ دوست محمد

امروگی (امروہہ) کہ مردیست حافظ و قاری باخلاق نیک بمن گفت کہ من شیخ شہباز را دیدہ ام، بس بزرگ بود۔ یکے از یاران وے سید مصطفی کہ در اوقات استماع سرود از سر حال سر بسجده بر وے و قطرہ ہائے خون از دامن وے بیرون افتادے وہم گفت کہ من مجذوبے از یاران شیخ را دیدہ ام روزے از وے پرسیدم کہ تو در پیش شیخ کدام خدمت داری گفت شیخ پنج وقت کہ در اوقات صلوٰۃ بمکہ حاضر می شود من کشتش وے را نادمی دارم۔ آن شیخ سیم دو پسر داشت و یک داماد۔ ہر سہ جوان قابل۔ کس خبر آورد کہ ہر سہ در اکبر آباد کشتہ شدند۔ از شنیدن آن پنج تغیرے در وے راہ نیافت۔ پرسید نعلش (ہائے) شان کی اند؟ گفت نزدیک رسیدہ گفت این جا چرامی آرید، ہر یزد و در گورستان دفن کنید و چنان کردند و وے آہ یک نہ بر آورد و چشم بگریہ تر نکرد و ماتم نہ داشت بل قبیحہ را مانع آمد۔ وقت شب این قدر گشت کہ دماغ من برہم می شود، شور باطنیدہ و صوت قدیم بخورد۔ قلت کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ در پیرے برشت از دنیا از ستغرائے کہ داشتند بعد از دفن پسر از آواز گریہ مادرش آگاہ گشتند کہ حال چیست؟ دوستے دارم شیخ معظم نام سنبھلی اشتریست مرید شیخ من، صاحب صدق و راستی۔ کار بروفق شریعت دارد۔ بس فہیم و ظریف است وے را پیرے بود جوان قابل عادل نام، ہم مرید شیخ من۔ و در سال بنار و شمت و شش برشت از دنیا (۱۰۶۶ھ ۱۶۵۶م) آن روز من حاضر بودم با شیخ خود دیدم کہ وے بچہ آہے نکرد و چشم بگریہ تر نمود و تجہیز و تکفین پسر را نہی می کرد کہ بچہ اثر ماتم نہ ہو و در بان

آستانہ خواجہ بیرنگ مدفون ساخت۔ وقتے شیخ معظم مصر عے گفته بمن گفته کہ
رباعی تمام کن۔ کردم و اینست۔ رباعی

در مکتب عشق قدس دانای نیست تعلیم توی و خواندن مای نیست
از پرده علم بگذر و بین شناس کانبجا رموز بین گنجای نیست
(کانبجاز من و تو گنجای نیست)

شیخ جلال الدین کسکی

وے بزرگ بوده بابرکات و انوار۔ اوصاف و اطوار کاملان سلف داشت۔ صاحب
السمع بود۔ نسبت پدر خود شیخ محمد درست می کند۔ وے خیفه و واد شیخ چنده
شکی است و زنیار شیخ عبدالعزیز چشتی۔ با شیخ من دوستی نیک داشته و با خاص و
محبت فراپیش آمدے۔ روزگارے مہریت خان حکم دہلی بوده است و آن
مردے بود شجاعت و شوکت و تہور و جلالت و قوی طالع دنیا چنانکہ این بیت قدیم
جمع نگین خود کرده و موافق افتاده

مہریت من اگر بانگ بر زمانہ زند قطار ہفتہ ایام بکسلند مہار
وہم خان در اوایل بابہ خواجہ بیرنگ آشنہ بود وہم صحبت و در آخر بابیکے ز بزرگان
از سر حیف می گفت کہ من با خواجہ بیرنگ مصاحب بوده ام و ایشان ولی شدہ اند و من
نشده ام۔ آن بزرگ گفته شہادہ را در دنیا بکمال رسیدہ اند و خواجہ بیرنگ در راہ خدا
وہم چنان حال معتقد و نیاز مند شیخ جلال گشتہ بودہ است کہ پیوستہ بدیدار دے

تبرک می جستہ و پیلے نذروے کردہ و این از خوارق و یست۔ پدر من در اوایل کہ واروغہ عمارت کثرہ شیخ فرید بودہ است باوے محبت و اخلاص تمام داشتہ و در بچہ در آن سرا گذاشتہ برائے ملاقات وے کہ خانہ وے متصل سرا می است و وے پدر ہمراہم سائیکی خود جائیکہ تعیین نمودہ بتوطن اما سرا انجام نیافت۔ من از ایام صبا و وے را دیدہ ام و از لطف و احسان وے مرزوق گردیدہ۔ روزے بوے شدم و وقتے خوش داشت دیدم کہ وصایا (با) ے دلکش سخنان این راہ از وے بمیان است و ہر کدام از مجلسیان خفے وارد من ہم محفوظ شدم۔ آخر وے این بیت را بر زبان آورد و معانی نیک گفتہ و تعبیر ہائے موثر

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبست
وفات وے در سال ہزار و پنجاہ داند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) است و قبر وے نزدیک بروصہ شیخ عبدالعزیز

شیخ بہاء الدین پرتاوہ

پیرے بود صاحب ذوق و وجد و حال۔ نسبت پدر در دست می کند و سجادہ نشین پدر خود است۔ اشعار ہندی وے ذوق بخش و باہست۔ خیال ہائے وے موافق صوفیہ واقع شدہ و تاثیرے عجیب دارد۔ و سازے را کہ وے اختراع کردہ است ہم خیال نام دارد۔ و آواز حزین و نغمہ شرین از آن پیدا است۔ و وے با خیال ہائے خود خیال خوشے داشتہ و پیوستہ درین خیال بودے۔

خیال تست در خاطر کہ جز از ندہ می دارد و گر نہ در زمان میرم من تنہا ز تنہائی
 شیخ من در رسالہ ”نور وحدت“ می آرد کہ دوریشی تصحیح خیال است چون حجاب
 جز خیال نیست۔ رفع حجاب تیز بخیا لے باید کرد و شب و روز در خیال وحدت باید
 بود۔ من در وقتے بر طبق این دقیقہ یا معنی شعرے گفتہ ام از ہندی وین است

جو توہ لاگے پریم دکھ کرا پاؤ نہ لاگ

جیون لو ہو کون سوہی اک جری کوں آگ

نقل است کہ افراطون گفتہ ”الارض کرة والانسان والا فلاك قواس
 والحوادث سهام والرامی هو الله فاين المهر“ چون این نقل بحضرت
 امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ رسیدہ فرمودہ اند فقہ (فتیہ) ”الی اللہ“

روزے من در اوایل شیخ بہاء الدین را در راہے کہ سفری بودم دیدم و گامے چند
 باوے شدم و از تقاے باہرے وے خوشوقت گشتم لیکن ہیبت وے مرا نلذاشت
 کہ ہم کلام شوم۔ و در آن ایام من خرد سال بودم و وے سال خورد۔ و فت وے در
 سال ہزاروی و چہار است (۱۰۳۳ھ/۱۶۲۵م)۔ چون شیخ من رفتن وے را
 شنید بر فور این مصرعہ تاریخ بگفت۔ مصرعہ ”آہ شیخ بہاء الدین آہ“ و من قطعہ
 گشتم۔ قطعہ

شد ز دنیا چون بہاء الدین شیخ بود او واقف ز اسرار الہ

شیخ من گفت ز سال فوتش آہ شیخ بہاء الدین آہ

میر ابراہیم اکبر آبادی

وے خف الصدق میر (محمد) نعمان است۔ صاحب صدق و راستی و معاملات نیک۔ در سال یک ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷م) ہمرافقت مخدوم زاد ہائے سر بلند بشرف زیارت حرمین محترمین مشرف گشتہ و باجمیعت صوری و معنوی باز با کبر آباد وطن خود آمدہ۔ با شیخ من دوستی اخلاص نیک دارد۔ من وے را روزے در صحبت شیخ خود دیدہ ام۔ نور باطن از چہرہ وے ظاہر است۔ و میر محمد نعمان مرید شیخ احمد سر بندی است خواجه بیرنگ را دیدہ و صحبت داشتہ۔ گویند بزرگے بودہ صاحب نسبت عالیہ و اخلاق عظیمہ۔ آثار و برکات از وے ظاہر بود۔ در صحبت وے تاثیر نیک بود وے زندگانی خوش داشتہ و بس ب تکلف زیست و خود را با تمیاز نگر فتنے با شیخ من نیاز آور بود۔ مریدان اہل نسبت دارد و اقربا کی حد مرتبت۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ داند است (۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۱م) و

از ظاہر عصر از جانب بادشاہ عالمگیر برائے ایصال نذر بحرین تشریفین رفت و بعد مراجعت در حدود ۱۰۵۰ سال ۱۰۵۰ھ / ۱۶۶۱م فوت شد۔ ۲ میر محمد نعمان ابن شمس مدین یحیی معروف ابیہ بزرگ است میر محمد نعمان در سال ۱۰۵۰ھ / ۱۵۷۰م بمکہ متہمم قند۔ تہاش مشہد سندھ تان آمد خدمت حضرت خواجه محمد باقی باندہ نقشبندی حضر ششت و داخل سلسلہ نقشبندیہ شد بعد وفات خواجه مذکور بخدمت حضرت شیخ احمد سر بندی آمد، مرید شد، حقیقت یافت۔ در سال ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸م وفات یافت۔ ۳ در تاریخ محمدی ۸ رجب ۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵م در سن ۶۰ اندوآن ماہ و تاریخی ین است "فوت امیر نعمان حان" "وفات امیر نعمان سانی" از این ماہ تاریخی ۱۰۵۹ھ برآمد۔ ممکن است کہ از کاتب درین جا بھی ۱۰۵۹ھ نوشتہ۔

قبر وے در اکبر آباد است۔ نیز گویند میر ہاشم مرید و داماد وے صاحب ذوق و
وجد بودہ و صاحب نسبت۔ اشعار ذوقیات دارد۔ این غزل از وے مشہور است
گر از خلق پنهان کنم درد خود را چہ در مان کنم چہرہ زرد خود را
خوش آندم کہ چون سر و در جہود بنیم سہی قامت ناز پرورد خود را
ز ہستی چنان در غبارم کہ خواہم بر آرم ازین خاکدان گرد خود را
چنین زار از درد چندین نالم کہ آگہ کنم ماہ شب گرد خود را
مکن ہاشمی نالہ از درد چندین بہ بیچرگی چارہ کن درد خود را

مولانا عوض وجیہ بلخی

عالم است و فاضل و بزرگ، صاحب دانش و ہنیش۔ در درجہ وے ملایان
بند پایہ استفادہ علوم دینیہ می کنند۔ در سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م)
وے بہ قسطنطنیہ دیر از ملک توران رسیدہ بشرف حضور بادشاہ صاحب قرآن ثانی
مقرر شدند و وے وے قربت و عرض از ہمہ در ربودہ کلمۃ الحق کہ از زبان وے
بظہور می آید باعث افتخار و اغزاز دینی و دنیوی وے است امروز بسا مستعدان
ایران و توران و ہندستان از وے مستفید اند۔ روزے وے بشیخ من آمد، نیازے
کہ باید و اخلاصے کہ شاید فرا آورد۔ حاضران و من حیرت۔ ہرچہ رعونت ملای کی کہ
با قربت بادشاہی جمع شود کراے آن نمی کند کہ با فقرائے باب اللہ سر فرود آرند۔
در آن وقت مر حکایتے بید آمد و آن آنست در ”نجات الانس“ در ذکر

شیخ نجم الدین گبرنی قدس سرہ می آر د کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وے رادر واقعہ
 بوالجنتا مشدودہ کنیت بخشید و وے را شیخ ولی تراش نیز گفته اند۔ نظر مبارکش بر
 ہر کہ افتادے، ہر تہہ ولایت رسیدے۔ روزے نظرش بر سگے افتادہ در حال در جنبش
 آمد متخیر و بے خود شدہ قریب پنجاہ و شصت سگ گرداگرد وے حلقہ کردندے و پیش
 رست نہادندے و آواز نکردندے و بیچ نخوردندے و بادب پستادندے، عاقبت بآن
 نزدیکی ہر د شیخ فرمودتا وے را دفن کردند و ہر سر قبر وے عمرت ساختند۔ روزے شیخ
 با اصحاب نشستہ بود بازے در ہوا صعوہ را دنیاں کردہ بود ناگاہ نظر شیخ بر آن صعوہ
 افتاد۔ صعوہ بر پشت و باز را در گرفت و پیش شیخ آورد۔ در او ایل حال و رطب مسافر
 گشت و بہر کس کہ می رسد ارادت حاصل نشد و بخدمت وے رستم

این عبارت از نجات انفس نقل کرد وے سنت "بسیب آئندہ شمنہ ہم، در خواب س ف،
 نامی آدم و چون بہک خورستان (خوزستان) رسید دراز پول آدم نجی رنجور شد، ایچ س مرتے
 نامی داد کہ نزول نم۔ ہر جز شتم، ز کے پسید کہ درین شہر ایچ مسلمان باشند کہ ہر رنجورہ غریب
 ر جائے بدنامن آن جا روز۔ چند بیایم۔ آن کس سنت این جاننا ہے بہت و شے بہت قرآن
 جا ترا خدمت کنند، گفتم نام او چیست؟ گفت شیخ اسماعیل قنبری۔ آن جا رستم و مرا جائے دادند اصفہ میاں
 سرے مقابل صفہ درویشان و آن جا ساکن شدم و رنجوری من دراز کشید باین ہمہ از رنجوری چندان رفت
 من نمی رسد کہ ز آواز سماع ایشان کہ من سماع را بجایت مکر بودم و قوت نقل مکان کردن نہ شتم۔ شب سماع
 می کردند۔ شیخ اسماعیل از ریمی سماع با بین من آمد و گشت، می خوانی کہ تندرست شای؟ شتم۔ ب۔
 دست من بگیرفت و مرا بکن رکشید و میان سماع برد، و زمانے نیک مر بمرانید۔ و ہر وے و رگیدہ من
 (بدل) گفتم کہ در حال خواہم افتاد و چون بخود آدم خود را تندرست دیدم چنانکہ بیجیاری در خود نمی دیدم۔

و دست ارادت گرفتیم و بسلوک مشغول شدم و مدّتے آنجا بودم چون مرا از احوال
باطن خبر شد و علم وافر داشتم مرا شبے در خاطر آمد کہ از علم باطن با خبر شدی و علم ظاہر تو از
علم شیخ (در) زیادتیست۔ باید ادشّیخ مرا طلب کرد و گفت۔ بر خیز سفر کن کہ ترا بر
(شیخ) عمار بیدرفت۔ می دانستم کہ شیخ بر آن خاطر من واقف شد اما بیچ نگفتم و بر فتم
بخدمت شیخ عمر و آن جا نیز مدّتے سلوک کردم و آن جا مرا شبے ہمین بنی طر آمد
باید ادشّیخ عمر فرمود کہ نجم الدین بر خیز و بمصر رو بخدمت روز بھان کہ این بستی ترا
وے بسیلے از سر تو بیران برد۔ برخاستم و بمصر رفتم چون بنی تھاد وے در رفتم شیخ
آن جا نبود و مریدان او ہمہ در مراقبہ بودند۔ بیچ کس بمن پرداخت۔ آن جا کسے
دیگر بود و وے پرسیدم کہ شیخ کدام است؟ گفت شیخ در بیرافست و وضوی سازد۔
و من بیرون رفتم و شیخ روز بھان را دیدم کہ در آب اندک وضوی ساخت مرا در خاطر
آمد کہ شیخ نمی داند کہ درین قدر آب وضو جائز نیست چگونہ شیخ باشد۔ او وضو مقام
ساخت و دست بر روے من افشاند چون آب بر روے من رسید در من نیخودی
پیدا شد۔ شیخ بنی تھاد را آمد من نیز در آمد و شیخ تحیہ وضو مشغول شد بر پائے بودم
منتظر آنکہ شیخ سلام را بدید و سلام کنم ہم چنان بر پائے ایستادہ غایب شد
دیدم کہ قیامت قائم شد۔ دست و دوزخ تمام گشت و مردمان را می گیرند و پاتاش می
ندازند و باین رنڈر نش پشتہ ست و شتے بر سر آن پشتہ نشستہ است۔ ہم کہ می
نوید۔ من تعلق بوسے دارم از دوزخ خلاص می شو (و دیگران را در آتش می
ندازید) تا ہمہ بر رفتند و شاید چون آن جا رسیدیم شتم۔ من تعلق بوسے دارم

سہارہا کر دند) بر پشتہ بالار فتم ویدم کہ شیخ روز بھان پیش است۔ رتم ودر پائے او
افتادم او سیلے سخت برقائے من زد چنانکہ از قوت آن بروے در افتادم او گفت
پیش از این اہل حق را انکار کن۔ چون از غیب باز آمد شیخ سلام نماز باز داد و بود
پیش رتم ودر پائے او افتادم شیخ در شہادت نیز ہم چنان سیلے برقائے من زد و ہمان
لفظ بگفت۔ آن رنجوری از باطن من برفت بعد ازان مرا امر کرد کہ باز گرد و
خدمت شیخ عمار رود چون باز ششم مکتوبے شیخ عمار نوشت

”ہر چند مس داری بنہ ست تازیخ لصل می گردانم و باز بر تو بفرستم۔“

شیخ بدیع الدین سہارن پوری

وے صاحب نسبت است و کیفیت و مستقیم الحال اندر طریقت۔ شیخ من گشتہ کہ در
ایل وے بطالب علمی پیش شیخ احمد رفت بسر بند۔ مدتے استفادہ نمود۔ در آن
ثناء وے را طلب حق در دل پیدا آمد و در طریقہ نقشبندیہ از شیخ احمد ملقن شد و
احوال نیک بہم رساند و پس از آن اجازت ارشاد و گیران یافتہ باز بوطن مراجعت
نمود و استقامت یافت۔ گویند وقتے وے عزیمت مہ برآمد در دہلی و از زاد سنہ
ست داد۔ با امیرے اتفاق ملاقات افتاد (وے وادو ز دسفر کرد) پس از آن
بان امیر صحبت ناخوش بمیان آمد و ترک ایراد کرد و خود را از دہ و باز بوطن شد
تا برفت از دنیا در سال ہزار و چہل و اند (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) و قبر وے اندر شہرست
در ”تاریخ محمدی“ از میرزا محمد بن رستم حنفی بدخشی و در ”مہر جہان قاب“ (از مولانا حکیم سید
نور الدین حسنی رائے بریلوی) سال وفات آن ۱۰۴۲ھ درج است

من وے را وقتے در خانقاہ وے دیدہ ام بلطف و احسان خویش مرا خورسند ساخت۔

شیخ آدم بتوری

وے نیز مرید شیخ احمد است۔ صاحب احوالِ عظیمہ و کیفیات۔ وے را زبانست در حقائق۔ سخن بس بلند گفتے و بعضے معارف ^{مصطلح} وے تازہ و دقیق اند کہ فہم ہر کس بدان نرسد و درین مقدمہ حکایت وے بسیار است۔ درین وقت گنجائش آن نیست۔ وے را با شیخ من مناصات است اندر مراتب معرفت و توحید۔ و شیخ من اندرین باب سخنان غامض و دقیق بوے نوشته و من آن ہمہ را دیدہ ام و معانی شنیدہ۔ گویند کہ وے بیاران خود گفتے کہ راست گوئید کہ مردمان (با) کدام کدام عیوب را یاد می کنند۔ انچہ یاران وے گفتند از آن عیوب پرہیز کروے۔ من وقتے وے را دیدہ ام در صحبت شیخ خود کہ باسی تن داند از یاران خود آمدہ است و چند روز صحبت ہائے گرم داشتہ۔ یاران وے ہمہ صاحب کیفیت بودہ اند۔ وے در سال ہزار و پنچہ دواند بسفر حجاز برآمدہ و بحرین محترمین مشرف گشتہ و در آن جا با بعضے زعمایان عرب در طریقہ تشہید یہ از وے ملقن شدہ اند وے در مدینہ معظمہ برفت از دنیا در همان سال (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) و قبر وے نزدیک قبۃ (مرقد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ گویند وقتے نیادارے نزدیک بمسجد وے چاہے کندہ بودہ است ندرت، رپہاں نزدیک با تمام رسیدہ روزے وے زخانہ خود تیار تر بر آن چاہے کندہ و بختے مزدورن کہ در آن چاہے کاری کردہ اند یاواز بلند

گفت زود بیرون بر آئید اتفاقاً بیرون آمدنِ شانِ همان بوده و چاہ بہم در افتادنِ
ہمان۔

شیخ وجیہ الدین

بن شیخ نصیر الدین اکبر آبادی مرید و سجادہ نشین پدر خود است۔ عالم و فاضل
و صاحب ذوق و وجد و سماع در طریقہ فقر و توکل قدم ثابت دارد۔ مولد و منشای وے
محلہ دولت آباد اکبر آباد است۔ گویند پدر وے بسیار بزرگ بوده صاحب احوال
عظیمہ و اطوار سنیہ، مریدان صاحب ذوق و سماع داشتہ و در صحبت وے تاثیرے
بود قوی۔ طلعت نورانی وے فرحت بخش دلبہا بود۔ روزے شیر محمد مرید وے کہ نام
وے در ذکر خواجہ عبدالرزاق رفتہ در تعریف وے بشیخ عبدالحق چنین گشتہ است کہ من
مشائخ و درویشان بسیارے را دیدہ ام لیکن آنچنان چشمہ و غریب ندیدہ۔ گویند شیخ
وجیہ الدین در وقتے کہ شیخ فانی شدہ و بصارت وے خصل پذیرفتہ یکے از امرائے
بادشاہ بوے شد و مسجد وے شکستہ بود گفت مسجد را چرا نہ درست می کنی وے آن امیر را
گفتہ از روے طبیعت کہ این مثل بندی موافق حال من است کہ ”اندھاموآن
پھوئی مسیت“ روزے وے پسر خود را دیدہ کہ موے سرش دراز شدہ است گفتہ
اے پسر چرا سر را مخلوق نمی سازی، نمی دانی کہ سر را ”موئڈ“ می گویند۔ عزیزے نقل
کردہ کہ روزے ہا سہ کس بوے شدیم دو کس بیرون ماندند و من اندر رستم۔ مرا وقت
رخصت سہ بیڑہ پان داد تا برسد را برابر رسد۔ من وے را سہ مرتبہ دیدہ ام یک مرتبہ

اندر عرس پدروے کہ وے اندر سماع آن چنان گرم گشته بوده است کہ تاثیر حالت وے در جمیع مجسبان سرایت کرده و دو مرتبہ دیگر در خانقہ وے دیدہ۔ ہر سہ مرتبہ بدیدار وے خورسند گشته بودم۔ بعد از اتمام ”اسرار یہ“ شنودہ شد کہ وے برفتنہ از دنیا در سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/ ۱۶۶۲م)

شیخ عثمان بنگالی

بسیار بزرگ است صاحب آیات و کرامات و احوال و مقامات۔ از اجلہ این قوم است و مستشہد مشائخ۔ در صحبت وے تاثیرست تحت قوی مولد و منشاء وے شہر ڈھاکہ، ست در زمین (بنگال)۔ نیک نیک مریدان صاحب نسبت و کیفیت در۔ روزگارے وے را ہوائے سفر مکہ خاست و از وطن برآمد و باشائے شیخ عبدالمومن منبہ و سنبھلی کہ بارستم خاں دکن بود در دامن کوہ مایون عبورے فرمود، در آن یام بدات سرزمین باکند کوہستان دارا حرب کارزار داشت، بوے باقی شد کہ روزکے چند درین جا بیانی چہ این وقت جہاد است و غزواتا مسلمانان از برکت قدم میمنت از و متویر کافران حربی فتح و نصرت یہ بند۔ وے در جواب گفت کہ ہر گاہ من بر شش کافر خانگی خود از روے جہاد فتح نیافتہ باشم از ہاشیدن من بر شش ریائتہ دار حرب چہ فتح خواہد شد و زیادہ زدہ، دو زدہ روز در پنج پست و بدین حایت معبود سرفی شد۔ من وے را جان جاہ زمت کردہ و در صحت اوق در یافتہ کہ تپہ در کتب تاریخ معتبرہ از احوال مشائخ کبار و اصحاب مہم خواندہ می شود،

وے داخل آن جماعت است۔ بے تکلف (با) جمال با کمال یادے از اولیے
 سلف می داد لطف و عنایت فرمود کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ شیخ عبدالمومن گوید کہ من
 در بنگالہ از وے خوارق دیدہ ام۔ از آن جملہ یکے آنست کہ وقتے بعضے مسلمانان
 بصلاح وے دے "کرم پور" نام را کہ در تصرف جمعے از بنود بود بر آوردہ موسوم "مچی
 الدین پور" کردند۔ پس از ان خاصان بندوان بقاسم خان حاکمے آن جا کہ
 مردے جو از زمان بود و مخیر آفاق بود و صاحب سخن گشتہ و نذرش نمودہ بگمراق سم خان
 آن دو را باز بتصرف شان در آوردند۔ از وقوف این معنی وے بغضب درآمد و
 تنگدل شد۔ و ہمدران اثناء بنا گاہ قاسم خان را کوفتے سخت و مرثے صعب روے
 داد و دریافت کہ این صعوبت مرا از مریخی طر وے در پیش آمدہ۔ مرا طہید و گفت
 پیش وے برو و بگو کہ اگر بیچ تقصیرے از من بظہور آمدہ باشد از روے بر مغلوبہائی و
 نیز از وے استفسار نمائی کہ مرا ازین رنج مخفی بہست یا نہ و متب خان زین
 استفسار آن بود کہ اگر من ز دنیا رفتہ باشم بقیہ خیرینہ خود را برائے این روہ وقف نم
 کہ من عادت وے را نیک می شناسم۔ (ششم) حال پیش وے (تہا) نمی روم۔ از
 شنیدن این حال دیگرے را بے فرست دو مرا ہمہ اہم اہلداد۔ رفقہ و مدد را پیش آوردیم
 و استغفار تقصیرات نمودیم وے از بسکہ رنجیدہ شدہ بود تشدد کردید و در جواب ہمین
 گفت کہ فقر او درویشان درین جا بسیارند با نہا رجوع کنند و این خان را چہ نہ و
 اگر کان اندرین پیوری رفتنی خواہد بود کس چہ خوبہ کرد۔ ما بیوس بر خستہ و نان در
 نزدیکی گرفت از دنیا۔ شیخ عبدالحکیم برادرش عبد الرحمن سنبھلی گشت کہ من وے در

شہر وے چند مرتبہ دیدہ ام۔ بزرگے بود نامور۔ بسا اہل این راہ در صحبت وے
 بکمال رسیدہ بودند۔ طریقہ وے طریقہ ہدایت و ارشاد سلسلہ چشتیہ بود۔ وے مرا
 بطرف خواندے و بر سر ماندہ خود نشان دے و سخنان عالی بمیان راندے۔ صحبت وے
 تاثیرے داشت پُر ظاہر۔ گویند وے ہمدان سفر مکہ از اکبر آباد آن طرف گذشتہ
 بود کہ برفت از دنیا در سال ہزار و چہل و اند (۱۰۳۰ھ / ۱۶۳۱م) و گویند پنجوہمان
 اول درست تراست۔

شیخ عثمان بنگالی سنبھلی

و یکے شیخ عثمان بنگالی در زمان پیشین بود در سنبھلی، صاحب علم و اہل کمال۔ گویند
 ، رایام صبا پدروے کہ قاضی بود در بنک (بنگال)۔ از سر برفت وقف بر عیش مقرر
 شد وے بگفتہ بعضے اقربا پیش حاکم آن جارفت و متاعے و کتابخانہ پدروے کہ عم
 وے بتصرف خود آوردہ بود، درخواست حاکم بہ قاضی گفت آن چہ میراث پدروے
 است باز دہ۔ قاضی بہ برادر زاوہ خود گفت اولاً این حرف بہن چرا نگفتی کہ من
 دادے و ہمہ متاع پیش آورد۔ وے شرمندہ شد و ہیج از آن نگرفت و فی الحال در
 طلب علم از خانہ خود برآمد و سنبھلی رسید و پیش شیخ حاکم استفادہ علوم نمود۔ پس از

۱۔ از اکابر علماء ہند است۔ تقریباً ہفتاد سال مسند درس و تدریس و ارشاد در رونق دہ و در سال

۹۶۸ھ ۱۵۶۰م وفات یافت مرید و خلیفہ شیخ عبداللہ تبلیسی سنبھلی است۔ در علم کلام و دب عربی بے

نظیر بود۔

امد سے ازین جابر آمدہ شیخ وجیہ الدین گجرات رفت و کسب علوم زیادہ از آن کرد و
از آن جاباز بسنجمل رسیدہ و صحبت علمی (آنجا) را با شیخ حاتم در میان آوز و دوق لقت
تازہ کہ در گجرات بہم رساندہ بود، در پیش کرد، شیخ حاتم چندان بیان آن علوم بدقتے
و صراحتے فرمود کہ وے در شکفت آمد و گفت۔ حیف اگر چنین می دانستم گجرات نمی
رفتیم۔ بعدہ وے را طلب این راہ بدل پیدا آمد۔ خود را بصحبت درویشان رسانید
و در اندک فرصتے بمرتبہ کمال رسید و صاحب لفظ شد ہر چہ از زبانش بر آمدے
شدے۔ چون شیخ حاتم مختصر شد وے را طلبید۔ گفت یچ حق ما ہم بزمہ تست؟
گفت۔ بسیار است۔ گفت۔ پس از من، پسر من عبدالحکیم کہ عیست و در ناز و
نعمت پروردہ شد اگر بہ نسبت تو گستاخی یا بے ادبی نماید، در حق وے دعائے بد کنی،
گفت۔ آری۔ بعد فوت شیخ حاتم چون شیخ عبدالحکیم بہ نسبت وے بے ادبی
کردے وے گفتے صاحبزادہ بس کن۔ چکنم حق پدر تو مانع است والا رفتے انچہ
رفتے۔ گویند روزے دو طالب علم با ہم در سخنے بحثے داشتے اند با خریے گفتے دامن
من موافق قول شیخ عثمان است وے گفتے کہ شیخ عثمان قطب نیست کہ سخن او
بایقین تحقیق (شدہ) باشد۔ چون این ماجرا بشیخ عثمان رسیدہ است برآشفتہ و
گفتے، او خود جوان مرگیست۔ همان روز اوتے کردہ است و مردہ۔ وفات شیخ
عثمان در سال نہ صد و ہشتاد است (۹۸۰ھ ۱۵۷۳م) و قبر وے در سنجمل و این
قطعہ تاریخ وے۔

قطعه

شیخ عثمان کہ بود مخزن علم بچو گنجینه بویرانہ
 عایے عالمے چو او نڈشت نکتہ دانے درین کتب خانہ
 خواستم ساس فوتش از مردان مہ گفتند "رفت مراونہ"

۹۸۰ھ

شیخ ط

ابن کمال توکل دہوی۔ در طریق تامل از پدر بر مذشتہ و در علم و عمل بہ از پدر بود۔
 ہر چہ پیدائی شد بحکم "یوم جدید ررق جدید" تامل نمودے۔ قسمت خویشان
 درونی را با درویشان بیرونی مساوی داشتے۔ وے صاحب وجد و سہا بخ بود و ذوق و
 حال۔ خولجہ ابرار بہ نسبت وے گفتے کہ قول درویشان را امروز وے
 نگاہ داشت است۔ در وقت سہا آئینہ پیش روے وے داشتندے وے اندر ن
 نگاہ با کردے و زمزمہ با خوش آوردے و موبایے ریش وے جدا جدا برخاستے
 چنانکہ حاضران متحیر گشتندے۔ وے مرید پدر خود بدو وے مرید شیخ نظام نارون
 چشتی و شیخ اسرار اعظم بر منہ استے بر طریقہ پیران خود۔ و بعضے از امرایہ بہا را اندر
 (این) امر تجر بہ کردہ بودند و در سلسلہ "مداریہ" ہم مرید گرفتے۔ و

حضرت شیخ محمد مدین نارونلی ار کا بر مشائخ و مہا بود و مرید و خلیفہ حضرت شیخ خاوند وایاری

ست۔ وفات شیخ محمد مدین نارونلی در سال ۹۹۷ھ ۵۷۹ء۔ (بحوالہ تذکرۃ انکرام ص ۶۵)

”اخبار الاخیار“ است۔ گویند کہ شاہ بدیع الدین مدار در مقام صمدیت کہ از مقام سالکانست بود تا دوازده سال طعام نخورده و لباس کہ یکبار پوشیده بار دیگر تجدید او احتیاج نشده اکثر احوال برقع بر او کشیده بودے۔ ہر کرا نظر بر جمال او افتادے بے اختیار سجدہ کردے۔ سلسلہ او بہ سبب کبر سنی او با جیتے دیگر بہ پنج و شش واسطہ بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم می پیوندد و بعضے مداریان بے واسطہ اورا بحضرت منتسب دارند و بعضے چیزے دیگر گویند کہ اصے ندارد و از دائرہ شریعت و طریقت خارج است۔ واللہ اعلم۔ انتہی۔ یکے از خلفاء شاہ مدار تاریخ تولد ایشان گفتے۔ قطعہ۔

آمدہ خوش شاہ ثقلین آمدہ رہنمائے قرۃ العین آمدہ
چون طلب کردم ز دل تاریخ سال گفت باتش شاہ کوئین آمدہ
و تاریخ وصال شاہ مدار ”ساکن بہشت“ نیز گویند کہ شاہ مدار را در وقت شش طیفور شرمی است وے را شیخ یحییٰ الدین و وے را شیخ عبدہممد دارو وے را ”بتاسی الاثنین اذ ہما فی الغار“ (یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبر علیہ السلام) واللہ اعلم۔
وقتے عبد الواحد در ویش در خانقاہ شیخ طہ بیمار افتاد و وے تعبد یہ ررداری بر خود گرفت و چون وے گذشت مابین گور پدر و مسجد مدفون ساخت۔ و آن عبد الواحد قنندرے بود مست بے پاک درشت گو، سخت با فہم و ہوش۔ روزے وے از شش ماہن پر سید کہ ہر گاہ عبد از میان برفت واحد ماند، پس واحد کرا فرمان برد و عبودیت بدہ آورد۔ شیخ

من گفت همان واحد در مرتبہ وحدت معبود است و همان واحد در کثرت عابد۔
 پس عبادت خود را خود (می کرد) و غیرے (او) موجود نیست۔ وے گفت
 "اخصسنت" خواجہ اعارف قوی۔ شیخ من گوید کہ من اندر آن یاری روزے
 بعد اواحد شدم مرض "اسباب سہی" داشت۔ پرسیدم چہ حال داری۔
 گفت۔ خواجہ ابداً تے پیسے دارم مگر کہ در دہان من بکار دہائے می یزند۔ روزے
 من آن عبد الواحد را دیدہ ام کہ بالے قبر عزیزے نشستہ است سر بر بندہ و بروت
 دراز چون شیرے مہیب و کاسہ شراب بدست دارد و می خورد و بعضے اشعار مثل این
 می خواند

اسرار خدایق بر بے سرو پا نیست بر بے سرو پا باقی اسرار خدا نیست
 و از اقرباء آن عزیز بیچہ راتاب رو برویش نیست چہ جائے گفت و شنفت۔ شیخ
 علاء الدین سنبھلی کہ با شیخ قیوم محمد پسر شیخ طاہا (طہ) صحبت داشتہ گوید کہ (من
 بخودی گشتم وقتے کہ) از قرضداری خلاص شدہ بخاطر جمع در خدمت و صحبت
 درویشان بسر برم ہمدین اندیشہ شبے شیخ طاہا (طہ) را بخواب دیدم و گفتم شیخ بر
 حال من سٹھے فرمائی۔ وے گفت تو خود با مائی باشی اما این درویش را کہ می بینی
 سرو پا بر بندہ ایستادہ است یعنی عبد الواحد بر شب چیزے از ہر رکروہ می آرد بعدہ
 مرا گفت این چیخاں بو ترے کہ افتادہ است بر گیر۔ من دامن خود از آن پر مردم
 چون روز شد از اتفاقات حسہ از فتوح مرا آن قدر مبلغ بہم رسید کہ از تمامی قرض
 خلاص گشتم و از تفرقہ ہائے درستم۔ وہم وے گفتہ کہ من چند شب و روز درود

تواندم بامید آنکہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب بہ ہنم تا شبے بخواب دیدم کہ در همان مقای کہ من ہستم آنحضرت نشستہ اند، وضو می سازند۔ من سر بر زمین نہادم ولاے وضو خوردن گرفتم تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اتمام وضو تبسم فرمود۔ دست مبارک بر پشت من فرود آورد و فرمودند خاطر خود جمع دار تا بالکلیہ از ہمہ وجوہ خاطر جمع شد۔ من بیدار شدم (ط) بسیر رسیدہ ام و از وے لطفہا دیدہ۔ یک دوبار۔ باشن خود بوے شد۔ وے در اثنا سخن گفتن سر بجیب مراقبہ فرود بردے و باز بر آوردہ حکایت در پیوست۔ وفات پدر وے در سال ہزار و ست و پنچ است (۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۷م) و وفات وے در ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱م) گویند شبے وے غسل کرد و پارچہ پاک پوشید و خوشبو مالید و ازین خود را ہم بعد غسل جامہ باے رنگین پوشانید و بہ دو بہم آغوش بخواب رفتند۔ صباے دیدند کہ وے بر فتہ است۔ وے را بمسایہ بودہ است محمد نام روزے بعدت خویش رقص کنان با دف و دایرہ قصد زیارت خواجه قطب الدین قدس سرہ ہی رفت در راہ با وے ملاقات کرد و از وے پرسید شیخی! سر راخی را چہ نام است۔ وے ازین سخن بتواجد درآمد و خوشوقت گشت۔ در پنجابی گویند۔ نظم

عین صبر چنین شرم سب جاے

تاب قرار، سونا رہے عشق جو بُری بلاے

صاحب ”نزهۃ الارواح“ می گوید کہ معرفت را عقل آست است و عشق ہمہ حالت۔ بہ آن بتدریج بہشت بر سر آب می زنند و بہ این تجرید آب بر سر خشت

می اندازند۔ عقل رنگے است بے بوی۔ عشق بوے است بے رنگ۔ عقل سنگے
است بے نمک عشق نمکے است بے سنگ۔ عقل مرغے است در ہوا۔ عشق
ہوائیست در مرغ۔ مرغ در ہوا نظر کی، و ہوا در مرغ آوارگی۔ مثنوی

چون عشق آمد ہوا اے عقل بگریز نہ مروے آتشی اے چنبہ پر ہیز
روان شد باد تند اے پشہ بُشد ار عقابے می رسد اے صحوہ ز نہار
عزیز من عشق سخن گفتن دیگر است و سخن عشق گفتن دیگر۔ ہر کہ عشق سخن داشت بر
قبر آمد۔ آنکہ سخن عشق داشت از ما و من بر آمد۔ آنکہ گفت ہیچ ندانست، آنکہ
دانست ہیچ نغفلت۔ سخن عشق را شکری دان در دہان سخن گوی و در دہان (دل)
سخن دہاں۔

حرف عشق از سر زبان دور است شرح این کیمینہ از بیان دور است
مدعی کہ رسد بدعوی عشق طالب نامہ ازین جہان دور است
اے بحر ص و ہوا کمر بستہ این حکایت ازین بیان دور است

شیخ عبدالمجید امروہیہ

صاحب ذوق و وجد مست و یگانہ است اندر زبد و درغ۔ گویند وے او ایل در طب
نعم بنار نول تدوین جا مرید شیخ نظام نارنولی گشت۔ شیخ نظام مرید خوبہ خانو
گواہیاری است کہ قریب پچھل سال بر مسند ارشاد و ہدایت استقرار داشتہ و در

سال نہ صد و نو دو ہفت (۹۹۷ھ تا ۱۵۷۹م) برفتنے از دنیا و خواجہ خانو مرید خواجہ حسین گوری ست و خرقہ شیخ اسمعیل فرزند شیخ حسین سرمست کہ در چندیری بود برداشتہ۔ آخر شیخ عبدالمجید باشارہ شیخ خود با مروہ آمدہ در روضہ سید شرف الدین قدس سرہ بختہ است و چلہ با بر آوردہ و ریاضت شاقہ کشیدہ۔ پس از آن ہم در جوار روضہ بہ کورہ اقامتے رفتہ و آن جا خانگی ساختہ۔ وے را در اندک فرصت قبوے پیدا آمدہ۔ بمعیت خان طر و نیغیت عظیم پید کرد و مریدان صاحب احوال و مقامات بہم رساندہ۔ سے پیش از فوت خود بہ و ماہیہ ران خود نوشتہ با فرستادہ و در اطراف و جوانب کہ وقت آخر من است بر سید و ہمہ یاران و مریدان بر سر وقت وے رسیدند و وے در شب یازدہم ربیع الآخر از سال ہزار و چہل و پنج برفت (۱۰۴۵ھ تا ۲ اکتبر ۱۶۳۶م) از دنیا بہم اندران جا مدفون گشت۔ شیخ من گفتہ کہ من در ایام جوانی بہوے سید فتح محمد مروہگی (امروہہ) کہ جوانے بود مقبول با مروہہ شدم و با شیخ عبدالمجید ملاقات کردم و پرسیدم شیخ! نہایت این را تا کی است؟ وے گفت تابعی لم ملکوت و مشاہدہ ارواح نبیاء۔ گفتم زیادہ ازین ہم می باشد گفت زیادہ ازین چہ خواہد بود۔ باز گفتم شیخ! شنیدہ باشی کہ در کتابے مسطور است کہ درویشے مرید امام غزالی بخوارجہ یوسف ہمدانی آمد۔ خوارجہ از احوال امام پرسید گفت روزے وے بوقت افطار روزہ رمضان مراقبہ داشتہ طعام بر چیدہ بودند و حاضران منتظر نشستہ۔ امام چون سر بر آوردہ گشت۔ یاران شما طعام تناول نمائید کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بدست مبارک خود مرا طعام سیر خوراندہ۔ خوارجہ فرمود "تلك خیالات ترب بہا طفال الطریقہ" و این

نزدیک ست بان کہ خواجہ بیرنگ درمبادی حال طلب پیش سید شی بودیانه
 (بدخانه) رسید اند۔ سید خیفہ شیخ عبدالرزاق بخشجہانہ کہ از مشائخ کبار بوده است
 بود و شیخ در نہ صد و چهل و نہ (۹۴۹ھ ۱۵۴۳م) برفقہ و سید در ہزار و دو
 (۱۰۰۲ھ ۱۵۹۴م) و خواجہ بیرنگ از سید صلب طریقہ نموده اند سید مراقبہ توحید بیان
 کردہ و در آن ایام ایشان ازین مقام مقدم بالاتر نہادہ بودند۔ گفت چیزے دیگر
 بیان کنید۔ سید گفت بالاتر زین چہ می باشد۔ ایشان ساست شدند۔ سید ولی محمد
 امر و بگی (امروہوی) کہ جوآنے است سخن شناس و صحبت داشتہ بسید عبدالکحیم کہ مرید شیخ
 عبدالجید ست۔ گفتہ کہ سید گشتہ کہ شیخ سید مجید در آخر باز انچہ نہایت این راہ عالم
 ملکوت و غیرہ مذکور شدہ قدم بالاتر نہادہ بودند و از وحدت سخن می گفت۔ شیخ من در
 رسالہ ”نور وحدت“ می آرد کہ اگر سہا بہ عبادات و طاعات و اذکار اشتغال نمای و از
 وحدت غافل باشی از وصل محرومی اگر چہ حول و کیفیات غریبہ روئے نماید و انور و
 واقعات جہوہ گر در دو حالے کہ آن را وصل تو ہم کنی و ثمرہ آن حال علم وحدت نباشد
 حقیقت آن وصل نیست۔ آنچہ ظاہر شدہ مرتبہ ایست از مراتب ظہور و مقصود حقیقی کہ
 مطلق است و ظاہر در ہمہ و بین ہمہ تا چیزے ظاہری شود کہ بوجہ از وجوہ باشی از
 اشیا مغایرت در رد (از حقیقت)۔ آن منزل و مقصود نیست۔ انتہی

شیخ رکن الدین سندیلہ

مرید شیخ عبداللہ خیر آبادی است۔ اہل صلاح تقوی بود و در معاملات مستقیم۔

ایک قرن بیش در مسجد جامع فیروزی اقامت ورزیدند اندر دہلی۔ پنج گاہ بنیاد کس
 فرستے و بکار دنیا ہر گز نہر آمدے۔ پیوستہ بتلاوت کلام مجید مشغول بودے و
 ہم کتابت آن نمودے چون با تمام رسیدے باطل صلاحتے بدادے۔ من وے را
 ہم در آن مسجد بدیدے کہ نماز فرض پنج گاہ نہ جماعت در رسیدے و بعد واسے
 نماز (فرض) بزاویہ خود شدے و بقیہ آن جا گزاردے ہمیشہ کار و بارش این بود۔
 وفات وے در سال ہزار و شصت و اند است (۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰م) و قہر وے ما
 بین صفہ خولجہ بیرنگ۔

شیخ امین لاہوری

مرید شیخ عیسیٰ سندھی است از اہل تمکین و استقامت بود۔ در صحبت وے اثر
 جمعیت و آرام تمام ملحوظ می شد۔ وقتے کہ من با شیخ خود در لاہور بودم۔ وے بدیدار
 شیخ من آمدے با اخلاص و محبت۔ گاہ با شیخ من بوے شدے و صحبت با و خلوت با
 بس آرا میدہ گذشتے۔ شیخ وے شیخ عیسیٰ شطاری بودہ است از مشائخ کبار
 برہانپور۔ و با شیخ محمد فضل اللہ قادری عالم ربانی معاصر بودہ در آن شہر لیکن بہ سبب
 اختلاف مشارب با ہم ملاقات میسر نشد۔ چون شیخ مختصر شد پرسیدند شیخ! نماز شمارا
 کہ بگذار و گفت شیخ عیسیٰ و برفت از دنیا۔ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۴۹ھ
 ۱۶۲۰م) و شیخ عیسیٰ در سال ہزار و سی و یک (۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲م) و شیخ محمد امین در
 ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰م) محمد صالح لاہوری کہ ذکر وے گذشت

گفت کہ یکے از اقربای من بسبب عظام دنیوی بمن دشمنی داشته است و حال آن
کہ مرا از دنیا بیچ پروای نبود۔ آنکس بر اے ایذاے من دعاے سیفی شروع کرد
چنانکہ بر من اثرے آورد۔ ازین معاملہ شیخ محمد امین واقف گشت مرا چار قل
آموزخت کہ بعد صلوٰۃ خمسہ خواند دو بر خودی دمیدہ باشی۔ چنان کردم آن اثر مرتفع
شد۔ شیخ محمد امین عنایت و لطف بسیار بر من داشتے و (از) اشعار ہندی خود مرا
خوشوقت ساختے ہمیں تخلص کردے این چند شعر است۔

ملکا جل نے ہوئی پہن جل کبے لگائی	مونی بنی چہیدی سمند نہ پیو جانی
مٹی جانی پریم رس اور نہو چھسے کوئی	مور گہ لگ نجاتی ہم سادہ کھا ہوئی
مٹی رین نریلی بست چت لے سند لالی	بے راون کی باری بہور ہوئی جن جانی
کدڑی بکل سریر کر مصری سنگ لائی	سنگ کے سن کار منہ کی بے قول بنائی
مٹی گھٹ گھٹ ہر بے ہر مورت پہچان	جہاں جیسا پرکھت بہیا تہاں مہا کر جان

وے مشتمل بر (معرفت) از اشعار ہندی من محفوظ و خوشوقت ترمی شد خصوصاً ز

پیم تھا۔ چو پانی

پہلی کہوں یک کر تارا	جا کے ہم رژیو سنہارا
پر نیم احباب مٹی جا نو	پت امینہ بھید بھو نو
بہیں پرست ہوئی آپ دیکھو یو	آپ نے سارک خیا یو
نی انوپ او پاؤ دکھائی	چپے بھید سو سب پر کائی
نت کار کے ماس ہو یو	سویہ کشور راپ سرا یو

مانس تج کے کیس جو چالو پیم رنگ ہوئی پاؤں آو
 ایش ایک ہوئی گیو سومانس دو جو کوئی نہ تسمہ مانس
 واہی پاہی آپ نہ رہا یو آپ پاوت واہی پاو
 یہ سب حیرت پیم کو کہتیو اپنے روپ آپ میں بیو
 ہمت کراپنے پیم نہ یہ ست ست آبائی آئی اسی آپ نہ کانہوں بھید بنائی
 سمجھ تو جو کمال درین دو جو ناہتہ کو تیری وہم کہیاں دو جو ہو جو پائے
 چاکت متواری پہچانے متواری ناہتہ نیناں لاگے بے ست بل ست کس لگانہ
 ہی بہوم نہ انکری رنجک بل انگ آنسوخت بہرہ بری چھانکے بھ انگ
 رہر روے مٹھ چشتی چھید کرے اور کور ای سب پیم سنگار ہیہ پیم پیر چھ اور
 نامن موت نمین تو نا آنکھیں نا کان بے انہ منہ پیشہ بہت ہے سونہ میر کات
 بد بنائے مت حکمت سمجھ سکت نکوئی سبھی کو سوچا یو جو پتھ ہوئے سو ہوئے

شیخ وزیر محمد خاندیسی

اوے نیز مرید شیخ عیسیٰ است۔ صاحب معنی بود و مستقیم الحال۔ معطلت نیک راز
 اسعت شرب با عشق و محبت آمیختہ بود۔ گویند در ایام جوانی بے قید نہ وقتاً شا نہ
 زیستہ و مستانہ گردیدے۔ گاہ وے را وہم شربا نش راسخے در مسجد عیسیٰ یا قندے
 و آن مسجد بود پر احتیاط کہ وقت شب بچ کس را غیر از نگہبان در آن گنڈا شتندے
 و مقفل داشتندے۔ چون وے را بان مردم دست بستہ پیش شیخ بردندے شیخ وے

را بگوشہ بروہ چند روپیہ یا فلسے چند بدادے وکیل کردے۔ وے زین مدارات شیخ
 از آن پخہ کہ بود برگشت و تائب۔ و شیخ وے را بریدی قبول فرمود۔ شیخ من گفتہ کہ
 وقتے سید زادہ عالی نسبت کہ اوضاع و اطوار با تمامی مخالف شرع بودہ است
 بخد مت خواجہ آمد بعضے از حاضران گفتن گرفتند کہ تو از خاندان والای، اوضاع
 تو این ہمہ مخالف شرع چونست خواجہ بیرنگ گفتند سید غایت خوب کسے است و ہمہ
 نیکیہا است اندروے و در طعام شریک خود کردند و مدارا بسیار فرمودند۔ وے تمام عمر
 کہ بان روش مخالف خو گرفتہ از حسن اخلاق ایشان از آن برگشت و تائب شد۔ پس
 از آن شیخ وزیر محمد بفرمودہ شیخ خود کہ خدا شد و فرزندان بہم رسانید لیکن از بسکہ طور
 زادگی داشت از آن تعلق تنگ دل گشت و از خدا ہی خواست کہ مرا مجرد گرداندا
 و روز کے چند آن زن و فرزندانہں بمردند و وے پاک گشت، اندرین را دآمد وے
 باوجود تہجد بہادت و تلووت مشغوف حسن صوری بودہ، نقش ہاے پاری و بندہی در
 پردہ بانیک بر بستے و نیک تر گفتے۔ وے صلح ظاہر را با عشق باطن بہم آمیختہ بود،
 این شعر خواجہ شیخ از۔ از بس موافق حال وے افتادہ

بے سجاد و رئیس ن برت پر مغن گوید کہ سہاک بے خبر نبود ز را و در سم منہا

وے شب با درخانہ مغنیہ ہاے صاحب حسن بروز بر آوردے و زانکار ح عنان
 فارغ بودے۔ شبے وے درخانہ مغنیہ بود۔ اتنا قانعے از دزدان بر آن ریختند و
 مقدار صد شمشیر بروے زدند وے بخوشی تمام بر خود گرفت، یکتا رمیوے وے
 بریدہ شد و پنج سپے ہوے نرسید۔ پگاہ بسلامت برخاست و این از خوارق وے

بود۔ وقتے شعرے را در پرده باختر بسته بود و گنجر و دل کش می سرود جمعی گویند ہاے
بادشاہی و بادشاہ زادہ در آن جا حاضر بودند۔ من می دیدم کہ چون آن کس گفتن نمی
توانست۔ ہر ہمہ گوش گرفتہ بودند و شعر انیست

محمد عربی کا بروے ہر دوسراست کے کہ خاک دیش نیست خاک ہر ہر اوست
شیخ من وے را خوب دانستہ و از نیک مردان شمر دے کہ صاحب مشرب بود و
وے گوشہ خاطرے داشتہ است بمن کہ دل می داند و من می دانم۔ و مدتہا با ہم
مجلس و صحبت نیک برآمد داشتہ اند کہ تفصیل آن بدرازا شد۔ گویند چون وے ر
وفات نزدیک رسید جذبہ پیدا کرد از ہر چہ کہ داشت پاک برآمد اتنی کہ ہستہ شہابی
ہم مقید نبود و بیچ شعورے ازین عام نہ داشت مگر ازین قدر گاہ بارفتہ در بازار چار
سوق نشست و پارچہ کہ در برداشتہ بر آوردہ بزنے رقعدہ صاحب ہماں
بخشید۔ آخر بر زمین کہ الحال کو رویت رفتہ می نشست تا برفت درساں بخارہ
پنجادہ داند (۱۰۵۰ تا ۱۶۴۱ م) و قبہ وے در ہر ہانپور است و یکے از مریدان شیخ
مسی سیدونی بود صاحب نہمت و کیفیت و ذوق و وجد۔ وے جذبہ رابطہ طریق
سوک بہم آمیختہ بود۔ بے تعینی و آزادی نیک داشتہ است، در زبان وے
تاثیرے بود ظاہر۔ روزگارے کہ من لشکری بودم درم آدہ بود۔ وے بر من تنہا
عنایت فرمودے و در منزل من غزوے نمودے و از ہوس خواہش خود حیایات
غریبہ آوردے و ہم من می شنودم کہ وے نہمت من بایران خود داشت کہ ما را باین
لشکری سرے خوش ست و جیسے بشارت می داد کہ خوش می شدم و امیدوارانم۔

وفات ہوئے ساں ہزار و پنجاہ و انداست (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۱م) و قبر وے در قصبہ بنور
 و من از مریدان شیخ عیسیٰ چندے را دیدہ ام نیک معاشرت۔ از آن جملہ سید حاتم
 نام دوستے است باصلاح و سلامت از مریدان شیخ فرید کہ از مریدان شیخ عیسیٰ
 بود۔ وے گوید کہ شبے در مجلس مولود درویشے بسماع در آمد۔ بعدہ شیخ فرید را ہم
 وجد در گرفت و بگریہ درآمد و این حال بر حضران چنان اثر کرد کہ بچہ مردے بے
 گریہ و سماع نہاند۔ کسے خوبست۔ و ہم وے گوید وقتے کہ من بارستم خان لشکری
 بودم و آقا مرا بکارے و مہی دور دست متعین کرد و من کارہ آن مہم شدم کہ از دست
 من نمی آید۔ درین اثنا و توجہ با حسن شیخ فرید کردم کہ ازین مہم خلاص شوم۔ درین بود
 کہ آقا مرا گفت کہ تو بآن کار مرو۔ و بجای من دیگرے را فرستاد۔ و ہم گوید وقتے
 کہ من بارستم خان دہلی لشکری بودم۔ خان مرا بجهت مطلبے گفت کہ استی رہ کھن،
 کردم و محمد مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ بر آب سوار شدہ می خواہند
 بجای تشہیف فرمایند۔ درین اثنا خان ہم در آن خواب بمن گفتہ کہ مطلب من
 کہ حکومت سنجہش است عرض کن بردویدم و عرض کردم۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم بہ دوست مبارک بدعا برداشتند چون بروے مبارک بر آوردند من ہم بہ
 تبعیت بہ دوست بروے آوردم۔ اتفاقاً در بیداری دوست بروے خود
 دیدم۔ تشریف آن کہ موقوف ماندہ بود جان روز ہدشاہ صاحب قرن ثانی خود بخود
 حکم داد و تا ہر حکومت خود باز آمد۔

شیخ شاہ محمد جامی

مرید شیخ جلال تھانیسری است۔ اہل زہد و تقویٰ و ورع بود۔ معامت سخت شگرف داشت۔ ہمیشہ تلاوت کلام مجید قیام داشتے۔ در اوایل ہر روز پانزدہ سیپارہ خواندے و در اوسط یک ختم قرآن وظیفہ داشت۔ در آخر چون سن رسیدہ شد باز پانزدہ کی پارہ قانع گردید۔ روز و فوات بست و ہفت سی پارہ خواندہ پیوستہ بطہارت بودے و صوم، ہر داشتے اکثر بیماری و سہ در ایام تشریق و غرہ بود و در ہمہ بیماری ہاشمہ خوردے یا شربت شہد، غمہ از شہد بہ بیچ چیزے دیگر علاج نکردے و سہفت در خبر است کہ روزے صیہی بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم آمد و عرض کرد: "یا رسول اللہ" تپ دارم۔ بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود شہد بخور۔ روز دیگر باز آمد و گفت شہد توردم تپ زیادہ شد باز فرمود شہد بخور۔ روز سوم تپ زیادہ تر شد باز بہان حکم شد تا تپ بکلی زایل شد۔ پس از آن فرمود مرا بدین کریمہ کہ در باب شہد آمد یقین تام است "فیہ شفاء للباس"۔ وہے از وجہ سب زندگانی کردے۔ نذر و فتوح نکردے و موافق کار خود قوت ابد از دوست مندے پسندے (کمر بستے)، وجہ کفاف خود و عیال بہم از ان نمودے۔ گاہ با طعام غمہ ترک کردے۔ ہند و پائتہ قنہ کردے و در کار شریعت زیادہ از حد و حساب سخت و در شت بود و در صریق شریعت نرم

۱۔ شاہ جامی مرید و خلیفہ شیخ عبد القدوس جامی، دہلی، درویشی، قس، ہند، ۱۹۵۷ء

۱۵۸۱ء مصنف "تحقیق ارشاد" (بموجودہ کریمہ، ہند)

و درست۔ در تصفیہ و صفائی قلب یگانہ بودہ است کہ اگر روزے لقمہ یکام بردے کہ مشتبہ بودے بیمار شدے۔ روزے پدر من کہ باوے محبت و اخلاص تمام داشت و خواجہ تاش وے بود، بوے گشت۔ شیخا! چونست کہ امروز بوقت افطار با ہم طعام خوریم۔ گشت بشرطیکہ با احتیاط تمام پختہ شود۔ گشت آرے و ^{مطبخ} گئی را چنانچہ باید تاکید کرد، چون طعام حضر آوردند وے بود و پدر من و من چون وے لقمہ فرو بردا گشت۔ آہ! و مراد آمد نیک تحقیق نہاسید کہ اندرین طعام شبہ بست۔ ہر جزوے را از آن طعام بشمار آوردند۔ حتی آب و آتش ہم در گذشت و تاکید بسیار دید و گشت، یکے پارہ چوبے نیم سوختہ در آتش کرد آمدہ ام بہ سوختہ وے گشت همان چوبہ (درد) بر آورد۔ دوسہ روز تپ کرد و بہ شد۔ روزے من دیدم وے را در زمستان کہ آتش افروختہ بود و خود را گرمی ساخت ناگاہ بر گشت شب را با در آتش انداخت وے دست از آتش برداشت و بر گوشہ نشست در سہا کہ تن بر آب از درخت دیرے بودہ است۔ روزے وے بدین مادہ و با بخت بر سر عمارت نیم کارہ برفت از آتے یکے گشت جدا شد و پائین افتاد وے با تن گشت بروویکے نشست از خود بیارہ و درین عمارت جند رتا دیدن بلال ترا حلال کرد و ہم چنین را خبر آمد۔ پدر من گشت وقت کہ من دار و تعدادے شد و شن فرید بخاری بودم وے ہم آج بود۔ روزے تنہ چوبے را از عمارت سرای ہمدان جاور طاقچہ گذاشتم و قرآن مجید بر آن داشتم، رآن وقت نارہ و امن من از آن چوبہ پارہ شد چون بوے شد و بیدار گشت از آن تاری کہ امنست پارہ شدہ است تو بہ کن۔

چون من در سال ہزار و یازدہ ہزارمین آمد در کجیل پیدر من خبر رسید در دہلی وے
 وے گفت کہ نام آن پسر چچی نبی گشت۔ محمد نام من و در کجیل مرا کمال نام مردہ
 بودند۔ پدر من مرا ہر دو نام مر سب خواندے من محمد۔ روزگارے وے پید مسلم
 بھکری کہ خواہر زادہ شیخ فرید بخاری و معزز ز سادات نیات بودہ در ہنگالہ ہر رفتہ ز دنیا در ماہ
 ربیع الاول از سال ہزار و بست و اند (۱۰۲۰ھ تا ۱۰۶۱ھ) و غرض وے را شیخ چچی
 بدہلی آوردہ کہ متعلق (او) بود و نہا حسب مدار کار و نیوی او۔ در باغچہ کہ وے نشست
 درخت یمو بود کہ شبانکار نشیمن ہزار بخشک یا زیادہ بودہ است۔ وقت شام
 سید (مسلم بھکری) از کثرت آواز بخشکان بر تشفت و گفت قسم بخدا مہ کہ تب
 دیگر تمام درخت را بدام درستم و ہمہ بخشکان را بر یہ نیمہ مانع سیمہ و خوریم۔ وے
 ازین حرف تنگ دل شد کہ از مدتہا آب و دانہ فرا درخت بر نہا وے از زیادہ
 آمدن بخشکان خوش شستہ وے ویدم خواب نہادہ نمین فتی و ہندم شاق روز
 دیگر در وقت شام یک بخشک بر آن درخت نیامدہ ازین آتہ۔ پدر من امن و انت
 دیگر متعجب ماند۔ شیخ من گشتہ کہ روزے متعینی نسلی اندہ عیہ و کسم ہوچہ ہمار
 فرمودہ۔ مادہ آہو، من بستہ فریاد مرد کہ یا رسول اللہ مرا از بندہ ربا من کہ چہ خور
 شیر خور اندہ باز آمیم آن حضرت فرمودہ عندہ من کہ باز آئی، گشت بستہ و ہر روز
 و خود نشست تا باز آمدہ و کلو پیش آورد آن حضرت باز بہرہ است و تاقہ استانی
 اورا شکار کردہ بود یہ مد آن حضرت وے فرمودہ این رہمن بخشک است یہ رسول اللہ
 تمامی خاندان من آن تست چہ آہو۔ گشتہ است اور خدش کردہ است۔ وے

اودن خون رقص کنان بشعر ارفت۔ در اوایل مہربان شیخ جامی نثارے بودہ است۔
 بسیار کہ وے شیخ مہربان شمر د۔ یعنی روزے پھر شتم کہ وے را بگوید یک
 طریقہ زاهدان و بیرون عابدان دیگر است و کارخانہ شتان و رفان دیگر و شیخ مسن
 ز شتم اخیر است و وے ہمراہ بیب قیاس شمر د۔

نہ بہ زن ز نست و نہ بہ مرد مرد خد شیخ انگشت یکسان نکرد
 و ما اورا قبول کرد و ایچہ دیگر چہ می خواہد۔ وقت شیخ جامی در شاہزادہ ہماہ صفر است از
 سال ہزار و پنجاہ و ہشت (۱۵۰۸ھ) (۱۱۰۷م) و قہرمان در جوار قدم کاہ۔ امروز شیخ
 مہربان تہذیب و ہر قدم و ہر ساعت و ہر قہرمان و نیک و ہر تہذیب و ہر قدم کہ
 پدر من و بیہاری خیر بر خلاف وقت و روز بہ زمان سنت سامعان متغیر شدند و
 وقت افتاد و شیخ پخت و بہا با خوردن شمر بندے بریم یہ و ہم وقت شب
 در پیہوش کارش شد۔ من است بہ تیل چرب کرد و مالیدن گرفت وے گفت
 من کہ تمام حلقہ بیہاری نمود و با شمعان چون نمود قبول نکرد۔ درین اثنا چہ و
 زہر شمر رفت من یار چہ ہر وے پوشیدم شمر قبول نکرد کہ از دیگرے بود و در
 یک چہ ہر وے شب و ہر وے شست و ویر و بیان گرفت۔ جنازہ اورا
 ہر وے (ب) و ہر وے ہمہ جانب برآمد و ہر وے شمر شد کہ حال چون
 خود شد درین تہذیب است و ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر
 چہ ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر
 ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر و ہر وے شمر

فلان کس بگویند کہ بیشتر از قسمت کند و نام یثی داشت۔ اما قاضی ب طاعت این
واقعہ بہمان کس ششم کہ قسمت بن۔

سید شاہ محمد آچینی

صالح مادر زاد بود۔ متورن و متوکل و بخت کامد و یداری مصوف۔ وے اختیار
داشت کہ از جے کہ وہم و شبہ بود و معونہ را وے و نتیجہ مشتبہ بہرنہ وے۔
نیز و سوسہ داشت کہ ہم کاہتہم شد۔ ہاتہ و شے و چار پایہ را بدریا برد۔ و پایہ
ہشت و وے (حد درجہ) سادہ داشت۔ و کتاب امریہ رقت یا رقت حق بر
آمدے بخوش وقتی و بہ ہشت و شاہ بن حسن بہر بندہ است "نہی نہی" یعنی
خاص شدید۔ و وے بسیار و ہوا و ہوا حدیث اکثر اہل الحمد مدد انہ ہر
بود۔ و وے نعم شصت و ہشت رسید و ہا شد و درین مدت مہر بندہ است و میاں نامہ
زن چہ صحبت است۔ گاہے کہ بخیرید پارچہ یا نشہ یا رشتہ بندہ است۔ صاحب
آن کا از یادہ از بہا می گوید بہر چہ ہستہ بدادے ہستہ باین ہا رشتہ شدہ۔

صاحب کا از بزبانہ گفستہ آرے بہتر و والا بہ قدر نیز و وے تا سہ بار و ہمان نتیجہ
بدادے۔ و وے شمار فلوس را تا وہ نیک ندانستہ و نہ کرد۔ و وے ہا رشتہ
خیانت کسان حرف زدے قبول ندانستہ و تمین ہمارہ ہستہ رشتہ ہا رشتہ
ندانستہ کہ مہر و صفات بدی ہمہ ارندیا (ہستہ) غرض ہا رشتہ ہا رشتہ ہا رشتہ
شیخ ابن عربی در بعضی از مصنفات خود می آرا کہ ندرین مہر و ہا رشتہ ہا رشتہ
از آن جملہ قطبے است کہ بہر جو کشف آرند ہا رشتہ ہا رشتہ ہا رشتہ ہا رشتہ

کہ این گناہ چہ اگر دی و اگر وے می گوید کہ من این گناہ نکرده ام پس آن قطب گوید
 کہ تو راست می گوی حاشہ بصر من خط کرده است و این صفت اندروے بہ تبعیت
 آن صفت الہی است کہ حق سبحانہ تعالیٰ در روز قیامت گناہگارے را خواهد پرسید کہ
 این گناہ چون کردی وے خواهد گشت خداوند!۔ آن گناہ من نکرده ام تا حق سبحانہ جل
 شانہ بکمال کرم خود بویے خواهد فرمود کہ خوب اگر گناہ نکرده برو بہ بہشت رو۔ انتہی۔
 وقتے کہ شیخ من این نقل فرمود من از روے ذوق این بیت گفتم

باش خوش چون ز حق بہشت نی سبقت رحتی علی غضبی

این اگر حدیث است راست می آید اگر حدیث قدسی است ہم راست می آید۔
 شیخ من وے را دیدہ بود و خوش داشتہ و ز نیک مردان شمرده وے گا و با پدر من
 آمدے و مدتہا بودے و گفت من سے جہا می دانم کہ تمہہ حال است یکے در جہے
 تو بودی جہے دیگر را نشان دادے نیکن آن دو جہا مر رفتہ و این جہا بسیار رسیدے و
 در مواسم مبارکہ کہ مثل ماہ رمضان و ایام عاشورہ وغیرہ ذاک را درین جا
 نذرانیدے و در نذران صلوة خمسہ در انداز رکعات خطہ کردے و از دیگران
 پرسیدے کہ من چند رعت نذر دم۔ این حالت یا از راه تہو بود یا از غلبہ
 استغراق۔ و اندام۔ پدر من با وے یکبار بر وقت من بسجمل رفتہ بود مراب
 بہتہ سوار کی قبول نکرده و روزے در اثنا را وے را بر اسپ سوار ساختم کہ قدے
 چند در رکاب قوی روم۔ وے اسپ را تیز راند و مرا فراموش کرد تا نیم کردہ قوت
 پیادہ رفتن اشتہا رستم پس آن حیہ ان شد و در ماندم آخر یکے را برد و انیدم تا یک

فرخ رسیدہ باشد چون خبر کرد کہ فلان پیادہ رفتن نمی تواند و یک قسم خورد و سنت مر
 قراموش شد و اسپ باز فرستاد۔ من خورد سال بود و یک مہ اتر شیب بجا آید و بدستی
 کردے و ازین مہ بشارت بادادے۔ روزے من بادے بود کہ بحرف
 و ریایے نمی رفت و در زراعت بہ خواشا نیچہ زن و زریہ پادے و پدید شد۔
 وے بہ نشست با ملال خاطر۔ شا نیچہ ریت و کر و مگوشت پند و زمران شام
 بر چید و از من پرسید کہ باز بجا خواهد آمد؟ شتم۔ ترے۔ تا قدم پیشہ نہادے۔
 یقین از دوستان خدا بودہ است و مہ کے زخوں با من وے آبی داشت
 سادی وے ہمانا قباب حاس وے بودہ باشد۔ چون کے بر افیس سادی وے
 خندید وے در نمی یافت یا غماش نمی کرد۔ اقامت کا وے کجہ مہ پورنی و علی
 بودہ ست۔ ساکنان گن مجتہ ہم چنکے وے وے۔ وے یافتہ واندے۔
 کارے و تعلقے نتیجے کے نبود و بنی بہ باجمہ شہ بود خوش و خرم۔ اقامت (وے)۔
 ساں ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ تا ۱۰۶۱ھ) ست و قبر وے و رجمہ رقد مہ ۱۰۰۰ ہزار
 خوش جنوب رویہ۔ من دیدہ بودم عزیزے رایش چلی نام۔ صاحب مہ مت نیل
 و استقامت خوش وے ہم طر فہ سادی بہ داشت۔ شش من وید کہ وے زو اتان
 خدا بود۔ پوشیدہ نمادے۔ یعنی از دوستان خدا در پاں سادی متہ بان و ہمارے
 ند۔ چنانچہ شش جاہا (طہ) نہ بندی کہ مہیت سادی و غریب۔ وے سادی
 گفت کہ درویشے بودہ است در شہر ہور زو اتان خدا سادی سادی۔
 روزے و ایل وے تنہ بدست وے وے کہ گفت۔ وے سادی سادی۔

پیار۔ وے از نیمہ راہ برگشتہ آمد و بزان گشت ہمانا از فلوس کدام را روغن
 نو (کدام) فلسے را صابون خرم۔ وہم عزیزے شیخ من می گفت کہ روزے مرا
 صالح راست و درست و اہل این کار با خود می رفت وقت نماز در رسید، وید
 کہ چہوترہ ایست مصطفیٰ خواست کہ نماز گذارد تا از صاحبہ آن بکے طلبید کہ وضو
 سازد و نماز گذارد۔ خادم گفت اے شیخا! این فجبہ است چہ می کنی؟ وے گفت
 چون تہمت می نمی کسے را کہ ہم آن نداری، تو خود برین کار پرسیدہ خواہد شوی۔
 فجبہ چون بر سادگی آن نیک مطلع شد بمطابقہ گشت۔ شیخا! انصاف نمای کہ خادم تو
 بنا حق مرتہبت می کند۔ گفت آری خواہر، خادم دروغ می گوید، سلام کرد و پیشتر
 رفت۔ و مولانا محمد حفظ خیال کہ ذکر وے گذشت گفت کہ میاں جمال خان مفتی
 دہلی کہ از صابون ربانی بود و ہفت پسر حفظ و عام و فی ضل داشت۔ روزے بر
 سر درس فدیہ مستعدان می فرمود۔ در ان اثناء بہتم قریہ تکی وے آمدہ بایستاد۔
 وے پرسید چون آمدی؟ گفت پنبہ طیار شدہ است کسی بندست تا حصہ ترا بپارو۔
 پرسید انہ زجا بر آورد و اند۔ پیش ازین چون بہتم مزارعہ بحوال غلہ رسیدہ وے
 پرسید وید کہ پاس را چہ شد

مفتی محمد خان دہلوی ان شیخا کیسے آمدین۔ زمین و رعد مکتبہ ہندوستان
 دہلی ۱۹۶۵ء میں جب کہ تھیں بہبود "شرح غلہ" "شرح مکتبہ" "شرح غلہ" "شرح غلہ"
 تصدیق است۔ دہلی ۱۹۶۵ء۔ ۱۵۶۱ء (بہار ۱۹۶۱ء)۔

شیخ شاہ محمد ڈھکہ

مرید شیخ تاج الدین سنبھلی است۔ در معاملات راسخ بود و در استقامت، اثبات و عے صاحب اخلاق عظیم است و اطوار لطیف۔ وے با شیخ ممن خاص تمام داشت و از معتقدان خاص بود و نیازمندان نیک۔ شیخ ممن وے در زمان این راوی فرمایند چنانچہ کہ بایدمی ستایند۔ وے از قوم مختار است۔ از دشمنان و فتنه خواہ بھواسے شیخ خود برآمد و در قصبہ ڈھکہ برادر سہ فرستے از سنبھل قامت گرفت۔ بے از اہل سنبھل در کارے و مہمے کہ بے رجوع آورد۔ وے جب نمودے وقت بر۔ آن کاروان مہم بزودی با خبر رسیدے۔ ممن در آمد و شد بلی پیش شیخ نمود۔ بدیدے و صحبت نیک بمیان بودے گاہ با وے سنبھل آمدے و روزہ یہ ممن ب زحمت اغیر آمدے و رفتے آنچہ رفتے۔ چہ بر ممن نیک با من داشتے۔ وے منہبط الحال بود۔ فارغ البال زیستے با وسعت مشرب بحسن صوری رہے داشتے و از عاشقیہ بے جوانی خود حکایات نیک گفتے۔ وے با جوانان جوان بودے با ہم ن پیڑ۔ روزے وے اندر وہی در رفتے جوانان عاشقان در حجرہ نشستے۔ صاحب جمالے ہمہ در آنچہ نشست پون آن جا بے تین نشستے۔ بدیدن آن جمال متوجہ شد و تہا بے را از بغل بر شید و عین راس۔ اورات منہ۔ چہرہ آن صاحب حسن را با دایے بھاری شد۔ وے من نہ تمناقت شدند و تہا من خوشوقت شد۔ این شعر است و موافق وے آمد۔

عنیک نہاد پیر فلک ز آفتاب و ماہ تا بر خط عذار جوانان کند نگاہ
وے مقبولی داشتہ است خاص کہ خاص و عام وے را بجان و دل خواستندے و این
علامت قبول او سبحانہ است

خوشی و خرمی و کامرانی کے دارد کہ خواہاش تو باشی

شیخ احمد ستامی

وے سیاح بود، صاحب تقوی و صلاح۔ در طریق فقر مستقیم و در معاملت ثابت
قدم۔ وے حضور بود۔ از صحبت اہل دنیا نفرت داشت۔ ہمہ ہائے الفت گرفتے
و موانست دارندے (داشتے) و اگر اتفاق صحبت افتادے زودتر بر شکستے۔ فقر را
ملازم بودہ۔ بر قدم تجرید زیستے۔ حالت تفرید خاصہ وے بود۔ وے مرید شاہ میر
ا۔ ہو ریست و صحبت حاجی عبداللہ سیاح رسیدہ باخرا از صحبت خولجہ پیرنگ بہرور
گشتہ و بکس رسیدہ۔ با شیخ من بہ اخلاص و بصدق پیش آمدے و محبت خاص
داشتے۔ وے آزادانہ بودے، تنہا سفر کردے۔ در شہر ہا عاشقانہ گردیدے و
بکس صورت ہایل بود۔ ہر جا صاحب جمال را شنیدے، رسیدے، عمر دراز
یافتے۔ وقتے من وے را دیدہ مکہ بدان مہر کن بدیدار صاحب جمالے شامزدہ
نمودہ پیاہ رفتے در پیروز و روز و پیر را باز آمدہ۔ آن روز من بوے آشن شدہ بودم
و تمام شب با ہم مذاکرانہ پاکہ آن از بقیعنی کہ داشت وے بجایے دیگر رفت و
رفت آنچہ رفت۔

گویند شیخ رزق اللہ دہلوی صاحب ”تاریخ مشتاقی“ در رسالہ ”پہچان“ ہندی کہ
 من (وے زا) دیدہ ام عمروے بنود (۹۰) رسیدہ بود۔ وفات وے در ۱۰ صمد،
 ہشتاد و نہ است (۹۸۹ھ / ۱۵۸۱م)، روزے بخیرید اجزائی کے زمان را
 وقت زادن بکار آید بازار رفت کہ ز نش حامدہ بود و وقت زادن نزدیک
 دکان عطارے رسیدہ است بن گاہ صاحب جمال تہراتی کہ تہراتی رفت بنظر
 در آمد شیفۃ اوشد و کار خود را فراموش کرد و نہال او گرفت تا رسید تہرات بدن
 کبر سن و پس از چند گاہے دوستان وے سراغ یہ ان تہرات رفتند وے
 شدت بسیار باز بدہلی آوردند

ہر کجا عشق سر بر افرازد پیر صد سالہ را چون سازد

۱۔ حضرت شیخ رزق اللہ دہلوی ابن شیخ سعد اللہ (متوفی ۴۲ ہجری ۹۲۸ء
 ۲۲ فروری ۱۵۲۲م) معروف ضل، یادگار سنہ ۱۰۰۰ ہجری ۹۸۹ء
 ۵۸۱ م۔ برادر زادہ شیخ رزق اللہ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلی ”مشتاق قمر“ تاریخ اوقات
 گفت۔ قطعہ تاریخ وفات این است

مخدومی عارف زمان مشتاقی وے گفت بہت تل مشتاقی
 حقی چو تاریخ وفاتش عمریست نوک قلمش

۲۔ ”تاریخ مشتاقی“ را پر فیسور شاہ عبد سوم ہندی نے تہرات میں لکھا۔
 پورچاپ کردہ ست۔

۳۔ شیخ عبدالحق نام مجموعہ کلام ہندی، کے بیرون انبوت زکائی میں ہے۔

تخلص شیخ رزق اللہ درپاری ”مشتاقی“ است و در ہندی ”راجن“ و این شعر چند است۔ از پیا بن وے چوپاکی

ابھوں بات پیم کی کہوں	کب تک من منہ را کھی رہوں
جب میں دو وہ چھی اپنبائی	تیسے پیم کئی اوک بکائی
جو ہر جنسہ وانت و ہر جاپوں	چاند کند ایس کیسیں ڈہانپوں
جنہ تن آگن پیم کی ہی	تینہ تن آگن نہ کاہو رلی
اور آگن پہونکی سند بکائی	پیم آگن بن پہونک سوائی

دوہرہ

چنک ایک جواپچی پیم آگن جنہ دیہ	گیان وہان سہبہ تجھ جہر کرے سیہ کہہ
جونی کھیل موہ پیم کھلاوے	سوئی کھیل موہ کھیا بھوے
نہ جب پیم کھیل جو جانی	دو نہ جگ ما نہ ہوک سومانی
بتے ہیں کھیل میں دیکھے	ایک نہ بنو پیم کے لیکھے
پیہ ہیں جوتن کے کھیے	اپن سیس پا دوہر بنیے
پیہ ہیت بتے ہی لئی	پیہ کھیل تو کھیا چائی

دوہرہ

پیہ ہیں جو کھیل ہی	دوہی جگ لاوے داد
سک جاسے پیہ جوا برپاؤ

و این چند شعر ز پیہ او پیا بن من۔

چوپائی

ابھون کہون پیم کی باتا جانی بدھ سنہ پی نانا
 پیم ہوئی تو بدھ گنہ پاوے پیم ہوئی تو بدھ گنہ بھوے
 پیم ہوئی تو ہوئی نہتہ پاوے بھید آوی و انتا
 پیم ہوئی تو منبر ہوئی وہ چوان پرست بھوے سوی
 بنا پیم جب تب سب کورا پیم ہوئی تو بدھ سب ہے را
 بدھ پدہنت ہوئی جو کوئی بنا پیم کچھ سدھ نہوئی
 مورھ کیا گجے ہے باتا گجے پیم چیم ن باتا
 پیم لاک سنسار او ماوا پیم لاک سب روپ او
 موہیں لوگ اپے آجے نند پیم کے بات بات
 پیم بھید جو کوئی جانے سو بدھنا کہ سب جانے

دوبہ

تین تو کہنڈہ ڈھونڈ پھرے جو کوئی کچن بدھ کو پاکو بنان پیم نہ ہوئی

سورٹھ

جو کرو رگن ہوتا ایک پیم جنت نانہ جو کہ کمال بدھ سنانہ بدھنا کہتے یہ کہتے ہیں
 ای کمال کس بولت باتا چاہ نہجائے تھیں یہاں
 کوو کوں کہاں کو کوو جہاں ایک تھیں سب کوو
 آپ ہوئی تو پاوے آپ جیے آپ اینو کر جاپ

اپنو دھیان آپ میں لاوے دھیان لائے چُنہ آپ پاوے
 آپے آدی آپ ہیں اُنٹا آپ ایک ہیں آپ انٹا
 اپنے روپ آپ رجھاوے آپ سنہ آپے سناوے
 آپے جو ہیں آپے سو ہیں جو من پاوے سو چُنہ ہویں

دوہرہ

جہاں تہاں آپے آپ ہوں ناہیں اورن جات
 آپے آپ سہاں تین آپے آپ چہات

سورٹھ

آپ سمجھو مہاں ہم باقی آپ سہ ہے مہاں وصال آگن تو اللہ ہی بس
 شیخ معروف فیضیہ بوداں قرباں شیخ احمد (سنائی) گوید کہ در سنہ ۷۱۷ ہجری
 گشتہ کہ من بچہ فتنیہ سے اس صاحب خوارق ندیدہ امروے ازین معنی بر شغفہ و غفلت
 فتنہ را فتنیہ یا فتنہ چہ بر مستی خوبی بخواہد گفت آرزوے فرزند ان در سردارم
 وے نہت متعجبوں نہت شہیدہ بہت روپیہ بخوان بیوہ دی کہ دو دختر خواہ
 نکاح برآوردہ بہ آن عزیز چنان برآوردہ و پسر ازوے پیدا شدہ و آن بہ دو زندہ ان
 تمام عمر ازوے ہمین یک خارق نہا شدہ و رائی این سرخز و در رشتہات اسے
 کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ تہ فتنہ خود را ہمیشہ بواسطہ (پہ سب) و
 پوشیدہ نہوارہ حقیقت آن مہاشائی می شنیدہ بین یک و بار حسب سہارت شہ
 نہاں ازوہ ندیدہ فتنہ نہارت آن تاریخ کہ مرزا خلیل پسر محمد جہانگیر کہ فرزند ان

امیر تیمور است در سمرقند پادشاہ بود و مرزا شاہ رخ در خراسان می بود۔ حضرت خواجہ گاہ
گاہ بچہ کفایت مہمات مسلمانان رقعہ بہ مرزا شاہ رخ می نوشتند۔ مرزا خلیل را از آن
ناخوش می آمدہ است آخر بشکایت اہل حسد بغایت متاثر و متغیر شدہ است چنانچہ
کسے را بہ بخارا پیش ایشان فرستادہ کہ عنایت کردہ شمارا بجانب دشت می باید رفت
شاید کہ جمعے آنجا ہر کت قدم شاہ رخ فاسلام (توفیق) یابند۔ حضرت خواجہ فرمودہ
اند۔ خوش باش اول مزارات را طواف کنیم بعد از آن روی ان سوار شدند و
جمعے از خادمان در ملازمت ایشان روان شدند۔ اول مزار حضرت خواجہ بزرگ
قدس سرہ رفتند چون ز مزار بیرون آمدند نہایت بیست و غضب از بشر و مبارک
ایشان ظاہر بود و از آنجا بسوے خارج رفتند و زمانہ بر سر قبر امیر کمال علیہ رحمۃ
توقف نمودند و چون از مزار ایشان بیرون آمدند تا زیانہ براسپ زانند و بر دامن پست
رانند و روی بجانب خراسان کردہ این بیت خوانند

ہمہ را از یہ زبردتن نہ زبردانند و نہ زیر تابہ اند کہ مہر ازین میدان نیست

و از آن جا بہ بخارا آمدند ہمان خطہ نشان (فرمان) میرزا شاہ رخ بر سر میرزا خلیل
در رسید مضمون آن کہ ایک کہ رسیدیم باید کہ جاسے جنگ مقرر سازد۔ حضرت
خواجہ فرمودند تا آن نشان (فرمان) را در مسجد جامع ہا سے منہ خوانند پس سمرقند
پیش میرزا خلیل فرستادند و میرزا شاہ رخ متعجب آن نشان (فرمان) در رسید و
خلیل را بتسل رسانید۔ انتی۔

روزے آن شیخ احمد ستامی را پادشاہ صاحب قرآن ثانی بکنور خواجہ صدیق و استادن

وے، بالباس مکلف بروند باشاہ پرسید این لباس آن تست۔ گفت نے از دوستان
منست۔ بادشاہ خوش شد و مبلغ کثیرند زوے کرد۔ گفت نے مرا ضرورت نیست
چون موکد شد کہ چیزے بگیر، یک روپیہ برگرفت۔ بادشاہ از استغنائے وے
خوشوقت گشت و باعز از تام رخصتش کرد وے روپیہ بہ حجاب شاہ داد و گفت مرا
ہمین مرحمت شدہ و بدوستان خود گفت کہ من خود بدرگاہ بادشاہ ظل اللہ رسیدہ بودم
اما چہ کنم کہ بیچ بزرگی من رونق نیافت۔ وقتے وے منکارنگین شیخ من گذرانده و
درہمان مدت منکائے زرین مکلف را بادشاہزادہ نیز شیخ من گذرانده این
منکا (ے) مکلف را شیخ من بمن بخشید۔ روزے بخاطر من آمد کہ چہ شود کہ اگر
آن منکارا بمن عنایت کنند و مکلف را از من رفته بدیگرے بخشند چہ آن از فقیر
است و این از اخیاء۔ شیخ من بر خاطر من مشرف گشت و آن را بمن عطا فرمود
و آن پامنست و آن مکلف را از من رفته بسید قریش بخشید، و سید مرید و مقبول شیخ
من است۔ و برادر (سید حامد شہید) فہمیدہ و سنجیدہ۔ وقتے کہ وے از قبل رستم
خان دکنی حکومت قلعہ کول یافت شیخ من وے را فوطہ خود بخشید کہ بر سر عم بندو۔
وے چنان برود و بر سر کاردار احرب یورشبا نمود و از یمن آن فتح ہائے عظیم دیدہ و
متمردان آن زمین را کہ در مواضعات بودند سزائے سخت رسانید۔ آخر سید قریش
در شب پانزدہم ماہ ربیع الثانی از سال ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۲م) بعد
اتمام "اسرار یہ" در قصبہ ایرج برفت از دنیا و تابوت وے را پس از چہل روز از
زمین بر آوردہ و بسنجمل و مدفون ساختند در پہلوے سید حامد شہید برادر وے۔ سنین

عمر آن شیخ احمد ہشتادرسیدہ بود کہ در جامع مسجد فیروزی می گذرانند و آن جا بمسجد
 شیخ عبدالنبی جائے کہ شیخ صالح می باشد رفت و سکونت گرفت و آن جا ہفت از دنیا
 در سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) و قبر وے در جوار قدمکہ حضرت
 امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ۔

شیخ صالح ملتانی

با پدر خود شیخ ظاہر صحبت داشتہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریا ست۔ فقہی ے بود
 وارستہ و آزاد و صاحب معنی بر قدم تجرید زندگانی کردے۔ وے را طریقے بود
 خاص در تلبیس۔ ہمہ اہل ظاہر بوے نیک بودند۔ وے بہمہ صلح و مدارا پیش
 آمدے۔ ترہات صوفیان را فرا چشم نیاوردے۔ دائم فرغ الہال و شغف بودے
 بر عکس مشائخ وقت وے بعلمائے ظاہر گفتے کہ شایانہ بیان (حاصل) ہمہ شیخ کدہ
 بیش نمی دانند۔ علم توحید و معرفت نصیب اعدائے شایستہ۔ بعضے وے را با حق و
 زندقہ منسوب ساختندے کہ ناگفتنی با بسیار گفتے طعن بعضے در اصل در۔ اعتقاد وے
 بودند کہ در معاملت۔ وے سخن چنان گفتے کہ بفہم عام در گنجہ و اہل سوک قبول آن
 نماید از آن مردم را انکار پیدا آمدے۔ وقتے شیخ صالح سندہی کہ روایت بود
 صالح مختصر شد شیخ الہداد و شیخ من و وے جمعے زین قوم برہنہ نمودے
 بسند ہی گفت خدا را بیا دآور۔ وے (صالح ملتانی) بغضب گفت کہ عمر این اتخوان
 بگلوش بستہ (در اشتیاق) خراب گردد و این حال و گذارندش کہ آرام رود۔

وہ بزیارت اہل قبور کم شدے اگر احیاناً رفتے گئے، ”گربہ زندہ بہ از شیر مردہ“۔ این مضمون را صاحب ”رشحات“ ہم بستہ است۔ قطعہ

تا کے بزیارت متابر عمرت گذرانی اے فسرده
یک گربہ زندہ نزد عارف بہتر از ہزار شیر مردہ
در جمع حضرت خواجہ محمد پارسا است کہ حضرت خواجہ بزرگ می فرمودند قدس اللہ
ارواحہم

تو تا کے گور مردان را پرستی میروز کار مردان کن و رستی
شیخ من وے را از اہل مدامت بر رفتے و منبع فقر دانستے و سخت دوست داشتے و از
وے خوارق آوردے، اگرچہ وہ بدین کار توجہ نکردے و بدیدن وے
شدے۔ گاہ باوے شیخ من آمدے از سر شوق و صحبت باے نجیب و غریب بمیان
گذشتے۔ روزے شیخ من از وے پرسید کہ استقامت و اندرین طریق کیست؟ وچہ
گفتہ است بتو؟ گفت خاہر نام فقیرے بود باوے صحبت می داشتہم چون بعضے
خارق از من خاہر شدن گرفت وے بر آشفت و گشت۔ دیگر خواہی کہ شیخ شوی و مرا
برند۔ پس از آن وے چون منتظر شد۔ من آمدہ و پرسیدم کہ بآن بابت چہ می گوی
برگویی گفت۔ با با صحت چیزے۔ پر خط در پیش است ورنہ با تو ما جراہا داشتہم، سخن
تعمین است وے۔ شیخ من در ایام جوانی بجوانے صاحب جمال سرے داشتے
است و آن جوان اشکری بجانبے سفری شد۔ شیخ من با قلق و اضطراب پیش وے
رفت و گفت حال این است و جب نہی کہ آن جوان باز رسد۔ وے خود را دور

فرا گرفت کہ من نہ این کاره ام، این کار ز باد و عباد را سزد۔ شیخ من بجد گفت۔ ترا نکذارم تا مراد حاصل شود۔ چون ناگزیر شد۔ گفت آئے اگر اسپ آن جوان لنگے آرد خود باز آید۔ روز دیگر خبر رسید کہ آن جوان باز بجی نہ آمد کہ اسپش بکشت۔ آن جوان شیخ شہاب نام داشت مشہور بشہاب بن ازبائرش شیخ عبدالعزیز چشتی و در سال ہزار و سی و ہفت (۱۰۳۷ھ ۱۶۲۸م) در آب چون غرق شدہ من تارت بخوے ششم

افسوس کان شہاب بعد شباب رفت گل دیر تر رسید و یکن شتاب رفت
تاریخ فوت او چو پر سیدم از خرد برداشت آہ و غشت شہاب بن باب رفت

۶ - ۱۰۲۳ = ۱۰۳۷ھ

شیخ من گفت کہ من در بیماری اخیر بوے شدم چنانچہ کہ باید یا فتم و اینست یارن ازوے پر سیدند کہ اگر وقت برسد کجا دفن ملتئم وے بر آئند و گفتہ نو ز این رسم شہانرفہ است من ہر گاہ بروم در ویرانہ اند زند کہ رہان و شفیق خورند یا در جہان (کہ) ماہیان بکار برند۔ ازین معنی بنی طہ من کہ رقم این حرفہ رسید کہ جہان بخت روح لطیفہ را با جسم کثیف انصیانغے وارد مشوف وے رود باشند تا بدین عبارت گفت آنچہ گفت۔ در "نجات الانس" است کہ شیخ ابوسعید منبت۔ زبان در سر ذکر شد و ذکر در سر مذکور و دل در سر مہر شد و مہ در سر نور و جان در سر تین تدوین بیان دور و بہرہ حق بحق رسید و بہرہ آدم با مہ۔ آب من۔ باقی تدوین باقی با مہ۔ رسد۔ "رجع الحق الی اصحابہ" منہ مد و بقیۃ المسکس فی التراب۔ انتہی۔ وے در مسجد عبد بنی سہبوت۔ شہادت دیدن نمود۔

بہشت رسید روزے بیمار شد یاران وے ازین ممر متالم و متفکر گشتہ وے
گفت غم مخورید کہ وہ سال از عمر من مانده است و چون بنود بہشت رسیدہ در همان
مسجد برفت از دنیا در سال ہزار و پینجا و دو (۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲م) و قبر وے نزدیک
بقعہ مگاہ است در سر راہ و بر سر قبر وے مسجد ساختہ اند و جمعے از صلحا و فقراء درین بودہ
مشغول اند نماز ذکر اللہ۔ شیخ من گفتہ ازین سخن شیخ ابن عربی کہ در ”فتوحات“
نوشتہ کہ پس از حشر و نشر ہمدتے دوزخ را و بان چہ دردست خواہند بہ بہشت در آور
و ہمہ ظن کسان اندر بہشت خواہند گشت و عذاب را بکلیہ خواند برداشت مرا بنی طر
رسید کہ در خود نار چند جادو کلام مجید نصوص قطعہ واقع شدہ چونست کہ شیخ اکبر چنین
گفتہ آخر بعد فوت شیخ صالح، شبے وے را خواب دیدم و از ان شبہ پرسیدم گفت۔
درین جا خود بیچ قدر تے (دوزخے) نیست، از رحمت حق ہمہ را بہشت و بس
و من درین امر بوے در جہنم۔ و ہم شیخ من گفتہ کہ شیخ الہداد بمن گفتہ کہ شیخ صالح
اندر نور ہم تصریفے دارد۔ روزے بادشاہ صاحب قرآن ثانی از شیخ من پرسید کہ
شیخ صالح را شامی دانید۔ گفت می دانم۔ گفت گا بہ من بوے می شدم و گا بہ وے
ہن می آید۔ بادشاہ گشت چہ طور مردے بود۔ گفت فقیرے بود آراستہ و آزاد و
مجرد۔ شیخ من گفتہ کہ سید محمود امر و بیگی (امر و نبوی) کہ مرید و داماد شیخ تاج الدین
سنہجلی بود و از علوم صوفیہ بہرہ مند با شیخ صالح محبتے خاص داشت

۱۔ سید محمود ابن مولانا سید محمد اشرف، اشمند۔ جامع علوم و فنون و مستندات وقت خود بود۔ سید

مسلمت اللہ حاجتی محمود و فرزند صاحب کمال و یادگار بودند۔

بیمار شد و در آن بیماری وے را بسیار یاد می آورد که باشد که بر سر وقت من
 فراشدے۔ وے در همان ایام از وہلی با مروید رسید و با سید اندر خلوت صحبت
 داشت و کس واقف نگشت کہ با ہم چه صحبت گذشت و سید ہمدان بیماری رفت از
 دنیا در سال ہزاروی و دو (۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳م)۔ گویند سید اندر آن بیماری لیموے
 ترش آرزو کرد و کس بباغچه فرستاد کہ پائیدہ پیرو وے برفت و بسیار پائیدہ باز آمد
 کہ نیافتم چه موسم لیموے مدّتے بود کہ رفتہ بود۔ سید غت باز روان درخت راز
 من بگو کہ لیموے بدہ۔ از این باز کہ رفت لیمو بیافت و پیرو وے گویند شیخ عبد الباقی
 کہ از یاران شیخ تاج الدین است و در مکہ اقامت دارد نوشته است کہ من و سید
 وقتے در روضہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بودیم)۔ و ہم وے نوشتہ کہ سید است
 کہ شبے در روضہ منورہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ بودم۔ سہ بار ز روضہ
 مقدسہ این آواز بگوش دل رسید کہ "قبلتک یا ولدنی" سید ہاشم من اخلاص
 و محبت تمام داشت و شیخ من وے راحت نیک می ستایید و با ہم منافات و شتمند
 در عربی و پارسی۔ من اکثرے از آن دیدہ ام۔ یک بارے شیخ من این بیت خوا
 نوشتہ بود

می ترسم بگذری گنشم بخنے ورنہ با تو ما جزے و تم
 برین سخن وے مرا وجد (آمدہ) است۔ و من وے را ندیدہ ام میندایت وے
 از شیخ خود شنیدہ و پدر وے را دیدہ و دو پسروے را۔ پدر وے سید (محمد) اشرف
 عالم بودہ و فقیہ و بزرگ۔ بسیار بر من مہربانیت داشتہ۔ کہ چند وقتے

خرد کے راکہ جی پائی میں داشت پیش وے آوردند و گشتند۔ دعا کے سن کہ پائش بہ
 شود۔ وے پائے اور آفرشت و گشت۔ خرد کا پائے درست بند۔ این گشتن بہمان بود و
 درست شدن پاهان۔ گویند در وقت اختصار وے گشتند سید شاہ متبرک بودہ اید و
 وجود شاہ مقتنم بود۔ گشت آری پیشتر آن خود بانجام بہم رسیدن دشوار، خوبست این
 سخن سادہ وے راست و درست۔ سید اشرف ذکر پسر کلان وے سید عصمت اللہ
 در ذراحوال شیخ جلال سنبھلی خواہد آمد۔ اما سید حاجی محمد پسر خرد وے اہل ذوق و
 سماع بود صحبت داشت بسید عبدالحییم تینی کہ وے مرید سید عبد العزیز برادر خود
 است۔ شیخ من سید عبدالحییم را دیدہ است و گشتہ کہ از نیوان وقت بود۔ من
 سید حاجی محمد را بسیار دیدہ ام و گشتہ شدہ۔ نیک بامروت و فتوت بود۔ وقت زخم بہ
 شدہ در سینہ وے خاہ شدہ پرسیدند این چیست؟ گشت اہل غیب در واقعہ سینہ
 مرا شکافتند و زہرہ را آوردہ و صاف کردہ باز بجائش نہادند وے در سال ہزار و شصت
 و دو (۱۰۶۲ھ تا ۱۶۵۲م) برفتہ از دنیا۔ در اوایل ہا کہ من شکر کی بودم شیخ صاحب را
 در یافتہ و نہوز گشتہ نہ بودہ وے مرا گشت اکنون پدر ترا باید کہ ترا واکند و دو ترا داند تا
 تو خود را از قوسی غی و از دوست لقای مبارک وے خوش وں شود۔ چون مرا
 سعادت نیک نصیب شد۔ رہزے این سخن تعامل را شیخ خواہد گشت۔ شیخ من گشت ہان
 فلان دیدی کہ نفس درویش چہ کار مرآمد۔ پس زبان من وے را بسیار دیدہ ام

سید اشرف انشمنہ بن سید حمید خان متوفی ۱۰۶۸ھ تا ۱۶۵۸م مزار مبارکش در مسجد محمد

انشمنہ است۔ مزار مبارکش در مسجد انشمنہ مرہبہ واقع است۔

گاہ با شیخ خود دیدہ و من بوئے نئی جنم (نشینم) چہ شیخ من بوئے چنانست کہ پیشم
نوشتم و من چنانم کہ حالے ششم۔ یک بار شیخ متعین گشت کہ از روی خود آمد و من
بہوای شیخ خود از فرید آباد بدلی رسیدیم کہ شیخ من بتماشائے کل رفتہ است در باغ
سید فضل اللہ و قرار (اتفاق) سمیت افتاد۔ شب رسیدہ بود۔ بہ دیش صبح شدیم
و از خان عجیب وے خوشوقت شستیم۔ ختہ ذکر حسن یوسف بنیمہ عالیہ اسرار مبین
آمد۔ وے گفت در ہر زمانے ہزار یوسف در جہان می رسد۔ از نشتات اسرار
است کہ روزے شیخ ابوسعید و شیخ ابوالقاسم قدس اللہ عنہم و در طوس با ہم نشستہ بودند
بر یک تخت و جمع درویشان در پیش ایستادہ۔ بروں درویشے گذشت کہ یہ مناست
این دو بزرگ چیست؟ شیخ ابوسعید روی بان درویش کرد و گفت ہم کہ خود ہم
بادشاہ بہم بیند در یک وقت در یک جا۔ بر یک تخت کو، در عمر۔ آن درویش پند
بشنید در آن ہر دو بزرگ گریست۔ حق تعالیٰ بآب ز پیش پائے ہر دو نشستہ
صدق سخن شیخ بروں وے کشف گشت و بزرگ روییشان بدش بند گشت کہ خداوند
تبارک تعالیٰ را امروز در زمینے بچہ بندہ نیست بزرگوارتر ازین ہمہ دانش۔ شیخ
سعید روی بان درویش کرد و گشت مختصہ منکے بود کہ ہر روز در آن ملک پند بود
و ابوالقاسم ہفتاد ہزار فرار رسیدے۔ روزے شیخ مودہ رفتے۔ و رستہ در آن
صالح بہمن گفت کہ یکے پیش وے خواند۔ شعر

پس از سی سال این معنی محقق شد بخقانی کہ میدہ با خدا بان بہ زہد سیمانی

وے مصرع دوم چنین خواند

”کہ یکدم خود خدا بودن بہ از ملک سلیمانی“

من شیخ مودود گفتم همانا اول مرتبہ سلوک و دوم فنا و سوم مقام بقا اما ہر سہ یک است۔ چنانچہ شیخ من در سالہ ”رموز التوحید“ نوشتہ است کہ ”لا الہ الا ہو۔ لا الہ الا انت سبحانک۔ انی انا اللہ لا الہ الا انا“ دیگر چہ ماند۔ ویکے از یاران وے شیخ مراد است نامراد و غریب و آزاد بر قدم وے و بر جائے وے۔ و دیگرے حیرانے بود بر اعتقاد وے راسخ و با شیخ معشوم کہ از مریدان شیخ من است می گذرانند لیکن شیخ با تشریع و فتاہت و وے بر عکس وے بود و در سال ہزار و شصت و چہار (۱۰۶۴ھ ۱۶۵۴م) برفقہ از دنیا۔ و در باغ آستانہ خواجہ بیرنگ مدفون ساختند وے بعضی اشعار ہندی نیک داشت و از انست این

کون کین چپ بابت ہو بنی ہر ہیرت ہوورین کون در جائے
جنائے جو موسوں جن جائے زنائے ناتھ ناتھ ہو جہت ہو بن بھید کن کہے زنج مانے
گرنا کہانی ہوں کہے نوندی بھی او جل نکست نت روپ رنگ بانے
ہست جیہ اسے ہر ہی جو مری اور بن تو تبہم ہری آپ چیم پچانے
وے از دوستان وے حاجی قاضی بود و راست و آرمیدہ و آزاد و باہوش۔ شیخ من
گفتہ کہ حاجی گفست کہ روزگارے درایہ جوانی مغلان مرا اسیر کردہ بولایت بر
ندہ و در بندگی رفتند آخرازان جا خلاصی یافتہ و بچ رفتہ و باز آمدہ۔ وہم شیخ من

گفتہ کہ حاجی گفتہ کہ وقتے در دہلی مرا ہواے سفر خاست ہنر پید آہد شدم شب
تو اوجہ قطب الدین را بخواب دیدم کہ تیر و کمان بدست دارند و مرا می گویند کہ
اگر از دہلی بیرون می شوی ترا باین تیر میزنند . . . و دروازہ ریشہ بزانوے من
بر آمد کہ از رفتن در ماند و از آن جا سوارہ بدہلی آمد . و ہمیشہ من گفتہ کہ ہم
حاجی بنود (۹۰) کشیدہ بود چون وے از خدائی خواستہ کہ در دنیا محتاج نس
نشوم . الحق در بیماری اخیرش آن چنان یافتہ کہ محتاج نس بنود و برفتہ بعد از شش
صالح بچندین سال . قبر وے از اتحاد و یگانگی کہ با ہم داشتند از پہلو وے شش
صالح است . من حاجی را بسیار دیدہ ام . عجب سکون و عجب آرام داشتہ و
وے بہ بڑا از پسر وے پیرانا سر وے داشتہ متصل بدروازہ کاہلی و پیوستہ بدن
پیرانہ سر (سالی) آن جانشستہ .

پیرانہ سرم عشق جوانی بر افتاد . و آن راز کہ در دل ششتم بدرقت

شیخ فتح اللہ سنبھلی

وے انکی بود صاحب ذوق و وجد و سماع و احواص خفیمہ . وے از ۱۰۰ سالہ ہونہ
شے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دید کہ بر چہوترہ حسن (رش) است .
زیر سایبانے و اصحاب کرام و مشائخ وقت کبر و پیش وے را در وے است
با دہب ترم ایستادہ و انتظار شش کبیرہ کلمہ روان ، میان دست تا آمدہ
آنحضرت (ﷺ) فرمودہ بفتح اللہ کہ این شش تست و در آن زمان از زبان

حضرت عمر یا صحبہ دیگر رضی اللہ عنہم این حدیث بخوش وے می رسد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید "من رآنی فقد راء الحق" وے بیدار شده بیدار گفته که مراد بیدار همه مشایخ سمنهیل بنمای و در آن ایام مشایخ کبار مثل شیخ علی شیخ محمد عاشق، و شیخ فتح الله ترین و غیره ذالک معاصر بوده اند و احوال شان بجای خود خواهد آمد، پدر وے "شیخ جیا" وے را پیش هر بزرگے که می برد وے اشارا بجای دیگر می کرد تا رسید در آخر شیخ کبیر و شناخت و بپای شیخ در افتاد۔ شیخ گفت: "فتح الله مشتاق تو بودیم"۔ خرقه و کلاه و لوازم مشیخت برآے وے طیار داشته بوا حواله نمود و وے را تربیت فرمود۔ در اندک فرصت ابواب علوم این قوم بر دل وے کشاده گشت۔ وے سخن بصطلاح صوفیه گفتے چنانکه علماء و مشایخ از شنیدن آن در شگفت شدند۔ وے صد ساله بود با چهره پر نور و در ریش وے یکتا رموی سفید نهد۔ این حرف بجما نگیر بادشاه رساندند۔ بادشاه وے را طلبیده بیدار خوشوقت گشت و گشت شیخ! سخن ازین راه برگوی وے گشت

آن بادشاه اعظم در بست بود محکم پوشیده و لقا آدم ناگاه از در آمد بادشاه پرسید این در شان کیست؟ وے تا زبان بجواب در کشاید۔ سید احمد قادر، شیخ پیر میرخی که از متربان بادشاه بودند گفتند در شان ظل الهی است۔ بادشاه گشت، نے، آن چه بست وے وید۔ وے چندان حقا قق غامضه ظهور وحدت در شات حاوی برین حدیث قدسی که "كنت كنزاً مخفياً فاحببت اد اعرف و خلقت خلقي لاعرف" در بیان آورد که بادشاه و حاضران بنش طرد

آمدند، بادشاہ گفت۔ تعریف وے باید کرد و بادشاہ وے را از روے لطف در پیش خواند و انعام و زمین و قدر زیادہ از معبود فرمود و بعد از آن رخصت نمود۔ پدر من با وے بسیار صحبت داشتہ و سخنان نیک از وے بیان آوردے۔ من خرد بودم و ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمسایہ من است بر من لطف فرمودے و مہر نمودے۔ روزے مرا گفت امروز کدام سبق خواندہ بر خوان۔ بخواندم از گلستان باین دو بیت، قطعہ

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرتع خود را از غل باے نکوبیدہ بری دار
حاجت بکلاه برکی داشتنت نیست درویش صفت باش و کلاه تتری دار
وے معانی این قطعہ چندان بدلیل و دقائق غیر متعارف بیان در آورده و از روے ذوق غرہ ہازدہ کہ حاضران خوشوقت گشتند و تا شیر حال وے بہمد حاضرین در گرفتہ و ہمد آن مدت وے مرا این بیت استادموختہ و معانی فہمایندہ کہ دریافتہ بودم
سر برہنہ من نیم دارم کلاه چار ترک ترک دنیا ترک عشقی ترک خوش ترک ترک
در وقت تحریر این بیت مرا بیتے از سید بیاد آمد مناسب حال و این است۔

منہ بترک دو عالم کلاه فقر بسر کزین دو ترک نمی گرد این کلاه تمام
پدر من گفتے شاعرے در سنجہل شعرے گفتہ بود بدین مضمون کہ اگر معشوق من چہ
بر شاید معشوقان دہلی روے از شرم خود را در پوشند۔ چون این شعر را شیخ فتح اللہ شنیدہ
بر شفتہ و گفتہ معشوقان دہلی خواجہ قطب الدین و شیخ نجم الدین اند۔ عجب کہ آن
شعر دیوانہ نکشتہ است۔ پدر من گوید کہ من آن روز حاضر بودم و خبر آوردند کہ آن

شاعر دیوانہ شدہ است و کسان کسان می برند۔ شیخ عبدالمومن گوید کہ وقتے شیخ را
اندو من در یکجاے بودہ ام۔ شبے وے در نماز تہجد بود کہ مارے سیاہ پیش وے
فرار سیدہ سر خود فرا انداخت چون وے سلام نماز باز داد و گفتن گرفت کہ اگر حکم چنین
است بیا و کار خود بکن معطل (تعطیل) چیست؟ مار از شنیدن این حرف سرخ
جنبا نیدہ بدر رفت۔ موکی نام حیاطے ہمسایہ وے بود کہ کار بدیان
کردے۔ روزے پارچہ برائے پیراہن وے قطع نمود و نہانہ برد و یک و صد ہس
بگذاشت آن را وے از روے مطاہ نگاہ داشت۔ موکی چون نیافت نزد وے آ
وے کیفیت را از موکی پرسید موکی آنچہ بود بہشت۔ وے و صد و یک روپیہ بموکی ان
کرد۔ چون موکی رفت از دنیا درویشے صاع وے را در خواب دید کہ بان درویش
گوید کہ درین عام از روے حساب ہمگی سیزدہ درعہ پارچہ بر سر من آوردہ اند آ
رینہ یہا و تار باقی آوردہ در ہمہ عمر و تو ہمیشی پسر من ہو کہ سیزدہ درعہ پارچہ بخ
متہنبا (کتبہا) بسز و فتر را بخشش کن عیسی ہم چنین کردہ است۔ من دران ایام خم
بود می شنودم کہ این معنی بقوت آمدہ بود۔ پدر من گفتے کہ من شیخ جیا پدر شیخ فتح اللہ
ہم دیدہ م بزر بودہ با ستقامت و من در خردی نماز و روزہ از وے آموختہ ہو
وقتے وے را در آج آباد ہر سال میرے بردند بہانہ چیزے خواندن چون در ش
نہر قند کہ عیت (تعویذ) بنویس کہ آقاے ما بخلان حرم خود محبت ورزد۔ وے گفہ
من نمی دانم چون حد درجہ سے درخواست کہ خود را از انجا وارہانند۔ این سخن بزبان ہند
نوشتیہ و پیچیدہ کہ بملویش بندید۔ ”جو میان حرم سوں پیا رنگرے تو ملّا جیا بچارا آ

کرے“ و خود بدر جست از وقت بستان عزیمت آن امیر بتلاے آن حرم گشت آخر خاتون خانہ ماجرا را بشنید و شورے و غوغاے برانگیخت و امیر را برین آورد کہ آن ملا را کہ سحر کردہ است باید گرفت تا شیخ جیارا کہ در زمرہ فقراء بود در رفتند و پیش آوردند و توبیخ کردند کہ و انہی تا چہ سحر کردہ گفت آنچه ہست بگلوے آن حرم است در کاغذے نوشتہ چون تعویذ آوردند و خواندند حیران ماندند و ازوے حذرے خواستند و مبلغے نذر بوے آوردند گرفت و بدر رفت۔ این معنی نزدیک است با نکہ می بیند۔ وقتے سلطان طریقت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سفری بود و در باران سخت روزے بدہے رسید۔ بچہ کس جانداد۔ اتفاقاً زن رئیس وہ در روز داشت۔ معلوم شیخ شد فمود اگر مارا جائے پناہی (دادہ) باشد چیزے نوشتہ دہم کہ در روزہ خاص سرد۔ رئیس جہاں شیخ این حرف نوشت کہ ”مارا جہاں را جہاں رئیس خواہ را خواہ ترا“ این کاغذ بستان بگلویش جہاں بود و پس آمدن جہاں۔ گویند این کلمات الآن بدان مطلب ہا را راست و گویند مجموع امراض نوشتہ می دادند و مراجم را جہاں زت دادہ است اتھی۔ وین دویہ منسوب مخدوم جہاںیان می کردند کہ نافع است۔ بگلوے یہاں باید بست۔ دویہ

جو کچھ کرے وہ کرے اور نسا کے کوئی جو کوئی کہے کہ مجھے کیا کہہ دو یا مولیٰ عمر شیخ جہاں۔ بصدد اند کشیدہ بود و شیخ فتح اللہ ہمہ صد و چار دہ سہ شدہ کہ روبرے با مروہ رفت و در آن جام معلوم وے شد کہ مرا بہید رفت از دنیا و از جہاں جہاں تکلفین خود کردہ باز بجہاں آمد و یہاں رفت و چون مختصر شدہ مولیٰ میں کہ کرے جوابہ آمد گفت۔ شیخا! خدا را بیاد آور۔ چشم بر کشد و گفت۔ ہاں ملا مرا غافل می پندری

بدانکہ غافل نیستم و سخنان نیک آورده و برشت از دنیا در ماه ذی الحجہ از سال ہزار و ...
 بست داند (۱۰۲۰ھ فروری ۱۶۱۲م) و قبر پدر و پسر یکجا ست پیش مسجد۔ بعد فوت
 شیخ فتح اللہ مردے بخواب دیدہ کہ بتے کثیر از مشائخ بر صف نماز نشسته انتظار امام
 می بردند درین اثنا، وے رسیدہ است با شان قوی و امامت کردہ۔ شیخ احمد و شیخ محمد
 پسران وے از نیکوان بودہ اند و قبر شان پائین قبر پدر است۔

شیخ حبیب اللہ وارستہ

از اولاد شیخ اہدیہ است کہ از مشائخ کبار بود و وے مرید شیخ علم الدین و وے
 مرید خولجہ حیدر و وے مرید شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہم و وفات شیخ اہدیہ
 در بست و سوم محرم است از سال ہفت صد و نو و نہ (۷۹۹ھ ۱۳۹۷م)۔ شیخ
 حبیب، صاحب ذوق و سماع بود، در طریقت راسخ و در معاملات مستقیم سماع وے
 تاثیرے داشت قوی در وقت سماع آیات و احادیث و اقوال بزرگان و اشعار و و
 قیامت خواندے آہستہ چنانکہ نزدیکان او نیک شنوے۔ من ہم در بعضے از شب
 باے عرس وے بودہ ام کہ در وقت سماع این خواندہ است "و فی انفسکم افلا
 تتصرون من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ ان اللہ جمیل و یحب
 الحمال" شے وے اندر سماع شت بازوہ است۔ شیخ من بعبادت خویش از مجلس
 جدا بگوشہ ایستادہ می دیدے۔ وے در آن جا رسیدہ (دست شیخ من از) ہر دو
 دست خود مشبک بر فتنہ نہ کردہ اندن آغاز کرد۔ شیخ من دست از وے باز کشید و

بمن گفت کہ حال وے بر من فرود آمد و بود خوش نیا از آن خود را واکشید و شب
 دیگر ہم من با شیخ خود بودم کہ وے در سماع شست زد و شیخ من رسید و بطور سابق
 دستہا مشبک گردانیدن گرفت۔ این مرتبہ شیخ من تخت خود را بوسے و گذاشت و مانند
 گشتہ و گفت۔ ما را حال وے سخت موثر است و اصل و ذوق بخش۔ مرتبہ اول در
 عرس شیخ عبدالعزیز چشتی در شب ششم جمادی آخر (بد ملاقات) دست ۱۰۰۔
 بار دوم در شب عرس خواجہ معین الدین در شب ششم رجب در مت م خواجہ قصب
 الدین قدس اللہ اسرار ہم۔ پوشیدہ نمائند کہ آنچہ شیخ من و از خود زبان و شیدہ
 ہما نا حفظ و رعایت طریقہ خود بود و است چہ نسبت این طریقہ مدیہ مراتب با تراز
 مقام سماع است و ثانیاً از سعت مشرب عارفانہ کہ از ہم رنگ گشتہ و فری
 داشت و بہر صفت از صفات ہی و کونی متحقق و منہبط می رود و از آن نسبت مدیہ خوا
 فرد و آمدہ مختلطی و منشرح شست و حقیقت قوس خواجہ بزرگ خواجہ بہ الدین تثنیہ
 قدس اللہ سرہ و ظہور آمد کہ ایشان در باب سماع فرمودہ اند کہ این جاری من
 انکاری کنم۔ اتنی۔ در رشتہ است نسبت کہ خواجہ من فرمودہ می باشد۔
 ملزمت حضرت خواجہ بہ الدین قدس سرہ بسیار می بود و خدمت ایشان می
 و میل بسماع بسیار داشتم۔ روزے بہت زیاد است ایشان تہنات و تہنات
 دقات و زبانی حاضر سازیم و در مجلس خواجہ مشغول شایم۔ پانی پانی۔
 کردیم و گویندہ و نوازندہ آوردیم، حضرت خواجہ در آن مجلس تہنات و تہنات
 نفرمودند و در آخر فرمودند۔ "نداین کاری نمائید باری مائے اتنی

مولانا عبدالغفور لاری

از خدص اصحاب مولانا عبدالرحمن جامی بود قدس سرہم در "تکملہ حاشیہ"
نجات انیس "نوشته" کہ مووی چند نوبت سماع فرمودہ اند بطریق حرکت دورویہ و
در آن مبالغہ نموده و بامتدادی انجا میدہ چنانچہ سازندہ و معنی بے مجال می شدند و
ایشان از آن حال بازی آمدند۔ نتیجہ در این معنی متعجب می بود تا کہ روزی فرمودند کہ
ما را حالت دست و دوشیہ روی نموده دفع وے جز بسماع میسر نبود۔ اتنی۔

شب خواب ابرار و شب ابدال و شب رفیع مدین و شب محمد با شمع و شب ابابکر کہ ذرہ آن با
گذشتہ و غیہ و ذاک بود و سماع در آمدہ اند و ابابکر را خود از سنک باب مسجد از بس
کہ غشیہ و اکثہ اعتقاد مجروح گشتہ بود و آن حال و آن کیفیت در در و دیوار اثر
کرده و اکثہ آن شب بدان ذوق و شوق گذشتہ و من اندر آن شب عرس خواجہ
یہ نک حاضریہ بودیم و بندہ بیہودہ و موہود خوانان این غزل می خواندند۔

غزل

چہست می، فی سداے چلب و مو	انت ہی انت کافی یا دور
نیست در فہمگان ذوق ساق	و نہ حاصل گرفت است ین سرور
آہ ازین مطرب کہ ز یک نغمہ اش	آمدہ در رقص زرات وجوہ
در باس حسن ایلی جہوہ کرد	عبودہ آرام از دس مجنون ربود
میتن رویہ خود از حذر پراہ دست	درہ و غم سعد بر رخ واقع کشود

در حقیقت خود بخود می باخت عشق واقع و حذر بجز نامے نبود
 هست بے صورت جناب قدس ذات یب در بہ صورت خود ر نمود
 عکس ساقی دید جامی زان قند چون صد اقی پیش جام اندر تبو
 نقلست کہ روزے شیخ نظام الدین اویا، قدس سرہ ہو چہ مذ شیتہ اند دیدہ اند کہ شے
 کو دکان بہازی سماغ می گردند۔ ایشان از مر کب فرد آمدہ اند کہ اب و رایت وہ
 اند۔ من در ایام خرد پیرے مغلوب منسوب کتب را دیدہ ام ہا بھی نامہ ز سنجہل
 بودہ۔ پدر من گفتے کہ وے در مجلس شہزادہ دانیال بن اکبر بادشاہ داشتہ
 بمقلدی و ہزاراں ممتاز بودہ۔ روزے شہزادہ و وے گفتے کہ در تہدید صوفیان سہاٹ
 بکن۔ مغنیان نغمہ سرا بودند وے نعرہ بزدہ و شیتہ وہ فی انور منسوب شیتہ است
 گنگ۔ گویند روزے فقیرے آزاد ہونے چند نحوہ بیان ہاں شیخ حبیب، اکبر نو
 ماہ رمضان بود وے بے حامل بخور و تا بہ وقت انہ را میریق فرما رہے ہیں ہندستان
 این چہ بود کہ کردی گفت بخورم بہ نیت تہذیب انسان در پیش خواتن را و من
 شصت روزہ کفارت بدارم و آخر بد شست۔

وے ہا پدر من سخت دوست بود۔ (من) بسیار شہزادہ بود کہ وے را بہ دیدم۔ وے
 بود مطبوع دلہا۔ بر من الطاف و اعطاف فرمود۔ پس از آن وے آتش شہد و سپہ
 بیدار مخطوط شدم۔ وفات وے در سال ۱۰۴۰ (۱۶۳۱ م)
 است۔ شیخ نور پسر وے را ہم من آشنا بود صاحب بود ہندو قدم پیر رفتہ در وے
 وے۔ ہا شیخ من نیاز آور و صادق اندر خاس۔ وے ہا ہوا کہ فی بہ بدن ہوا ہوا۔

مکسوش بشوق گزاروے۔ و درد و محبت این راہ دروے ظاہر بود۔ در کتاب ”
نجات الانس“ است کہ شبلی را گفتند ترا خوش فر بہ می بینم و محبتی کہ دعوی می کنی
تقاضای لاغری می کند گفت۔ شعر

احب قلبی و مادر ی بدن ی و لو دری بدن ی ما اقام فی السمن
وفت شیخ نور در سال ہزار و پنجاہ داند است و قبر پدر و پسر (شیخ) نور بان قصبہ۔

شیخ عبدالوہاب لونی

مرید شیخ عبدالعزیز چشتی است۔ صاحب وجد و سماع و حال بود۔ طریقت نیک
داشت۔ وے بسماع آن قدر مشغوف بود کہ اگر نغمہ شنودے از دست رفتے۔
وے سخن ذوق را بطالیف و صرافتے بہ بیان در آوردے کہ در سماع اثر
کردے۔ شیخ من وے را از صادقان می شمرد و وے را با شیخ من اعتقاد و اخلاص
را تہ بود۔ وے بہشت دو چار (۸۴) سالہ بود و من نو جوان پیش وے دیوان حافظ
نذر اندے۔ وے شتے کہ من ز صند من معتقد خوابہ شیہ از مہر گاہ معنی شعروے
کہ من خوابان آنم حاصل نشدے، شب را از روح نیت خوابہ استعانت خواستے
، شتے اندر خواب ہر حاصل شتے۔ و ہمہ وے شتے کہ روزگارے من با سلطان یان
می بودے روزے اندر سنہ، چنی محرق بہتہ شتہ، و یر روز را کوچ بودہ است۔
، وستان ملک من بشہبت قند و کباب آمیہ فرامودند۔ من بخاطر آوردم کہ ہر چہ
نذرین دیوان حافظ بر آید من آن نمہ بکشادم۔ این برآمد

تنت بنار طبعیان نیاز مند مباد و جو نازت کرنا کرند مباد
شفار گفته شکر فشان حافظ جوی کہ حجت بجان کاب مقدم باد
من دست از معالجه برداشتم و دیوان را در بغل گرفتہ و حق بر دم و بہ
شدم۔ روزے وے طعام می خورد و من بہے بود نہاد و چند چیزے بہشت
وے بتواجد سخت درآمد و از دست بشد۔ چون خوابیدم شینا این حال ز
کدام بزرگ تر رسید و از صحبت کہ دریافتہ گشت۔ روزگار کہ من سنانیان
بودے عبور من بقصبہ راجہر (راجہر) افتاد شہود کہ درین جا بزرگست
صاحب احوال و تراہات "شیخ فتح الدین نام و در وقت سحر وے بہ در آمدے۔
مطلب خود را بدل آورد و وجہے بوے می آردے۔ بوب آن رہا کار و دیدہ
بوے می گوید کہ خاطر وے بشاش می برد۔ من بے شدم دیدم کہ دست
بدل آورد کہ وے نھرے در کار من بند و زبہ نہایت مناسبت دارد
گوشہ مجلس ایستادہ بودم آن متعجب بدن آورد کہ وے حق برد من رسیدہ
دست خود برد و شہاے من نہاد و بہ بستہ بوش من فروخت کہ ہاں سے ہاں حلق
این راہ را ششما ہے بہاید تا بوے گشت کرد و چون است کہ سے ندرین من سے
می باید بکار آورد کہ از آن ناہستہا خدیش سازد و ہاں طرف نہانے
کار فرمود کہ مرا از من درر بود و ساحت نیک فتادہ ہند و در ساحت ہاں
است کہ آن ذوق و آن حال با من بہست۔ و نہات شینا حلق ہاں
داند (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) است۔ و قہر وے در قہر بہر بہر (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱م) است

شیخ عبدالوہاب (ہم) در سال ہزار و سی داند (۱۰۳۰ھ / ۱۶۲۱م) است و قبر وے (در) لونی۔ وے گشتہ کہ شیخ فتح اللہ از اکابر صوفیہ بود مشرب ذبیح و لطیف داشتہ بیست مستغرق و مشغول بسماع بودے تا در خانہ بودے از سرود کنیران زمزمہ داشتہ و چون خواستہ بیرون شدن کنیران با ترنم بدر سرائی رسانند و از بیرون آن در سرائے مغنیان بہمان آہنگ در می گرفتند۔ وظیفہ وے سرود بود و سماع، وے ہمیشہ منبسط، احوال زیستہ۔ و ہم وے گشتہ کہ شیخ با کنیز خود خستہ داشتہ۔ وقتے پیش شیخ زادہ خود، شد بشیر دیگر و بگشتہ وے محقق شد۔ خاقان فرصت یافتہ سران کنیر تراشید چون نہانہ مد از سیلے پرسید کہ آن کنیز کجاست۔ گفت خاقان سر وے تراشید وے از شرم (در گوشہ خانہ) خزیدہ۔ ازین سخن شتاب در خانہ رفت و پیش کنیز آمد و گفت کہ سر من صاحب من تراشید و سر تو صاحب تو آئینون ہمرنگ شدیم و فارغ اہال منم۔

سر تراشید و فارغ اہال است

بیت

ہ کہ ہم رنگ در خویش نیست عشق او جز رنگ بوی میش نیست
 ہم وے شتہ کہ شیخ بار بار شتہ کہ پسران من فی فعل شدند و معزز در کاہ بادشاہ، وے درین نشاندہ از انہاء بے را کہ عاشق سے شتہ است و خراب و رسہ در کوچہا
 می روا۔ شیخ من شتہ۔ کہ وقتے شیخ فتح اللہ در بازار بود شیخ حسین دیدہ کہ مجذوب با معنی بود و ملاقات واقع شد۔ شیخ حسین پرسید کہ فتح اللہ رقیص توی؟
 گفت، نم۔ منت پس اندک برقص، تا تماشا کنم وے مطہ بانے کہ ہمراہ بودند

اشارت کرو تا بہتر نم آئند و خواہ سماع در شد۔ درین اثنا شیخ حسین را احمد نامق در گرفت۔ ہر دو بر قہص در آمدند و مستی بہ آوردند و حسب ہن شعری را ہزار مذشت۔ گویند وقتے شیخ حسین را با مخدوم الملک، اتفاق ملاقات افتاد۔ مخدوم اہل شریعت بود فرا خواست تا وے را از روے مسائل دینی آزمایدہ از آن جا کہ مذشت تنجیب نماید پرسید کہ بنائے مسلمانی چند است؟ وے گفت "یک" مخدوم سنت۔ چار کجا شد؟ وے گفت۔ دو تو خوردی، حج و زکوٰۃ، دو من خورد من از روزہ۔ پس ہمین کلمہ طیبہ مانند آن را تو می گوی و من۔ مخدوم را ہر خود گرفت و وے را بخود من وقت "ما دھو" آزاد کہ معشوق و مقبول شیخ حسین بود ہر سر قبر وے رہنجامہ عس وے۔ آوان بسنت کہ اجتماعے خوشے بود، دیدہ ام، عیب آراء و عیب سہوے داشتہ۔ یکبار دیگر ہم دیدہ ام وے مرا انیک پرسیدہ۔ آن شیخ عید و باب گفت کہ وقتے من ہم خود کہ اہل دنیا و معزز سلطانیان بود گفت کہ مرا شنیدن رہو تا آن بین آرزوست۔ وے مرا بتان سین برد و انظہار مطلب کرد۔ وے نہت مشبہ ہفت شعر سعدی در آشنائی محبوب دہر پدرے بستہ ام و بتہ نمود در رعایت عاشق و در ہنشی کہ چو آن در عمر خود نشنودہ بودم۔ و دہر پداین است۔

شمسہ جان جان جب میں دیکھی، سے سارنگ ہن

۱۔ تروچن واس ابن مکرند چاہے بر شہدہ سے مستان نمود۔ ۱۰۰۰
سنہ ۹۳۸ھ متون شد۔ در فن موسیقی کہاں، مذشت۔ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰
یافت و پائین حضرت شیخ نوٹ گویری مدفن شد۔ (۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰)

ہا میں کے سٹھی سہیلی سنی منی پہچان

موبن روپ موتی واری کرت ناہین کچھ کان

تان سین پر مجھو درست اندین ہوت درس سکھ ہان

و تن شعر سعدی این است

زان گہ کہ یرم کے خویش خواند و ر ہا کے آشنائی نماند

من از ذوق و صحبت (وجد و سما) پر شد و بوم بے اختیار سر و زدم و این بیت فرا
پیش خواند م کہ

تشنش کہ تا حق جہم نمود و ر ہا چہ دیدم خیالم نمود

مجلسیان خوشوقت شدند و تان سین خوشوقت تر و مراد بری نمود و نیک بستود۔ درین
اثناء ملاے رمی از در و آمد و نبشست۔ تان سین پر سید از بجائی؟ و چہ نام و رمی
گفت از فقدان جایم و نام من مبداء غنور است مخرج "مین" را شدید قرا یا نہ اور
و فی را بٹم پر با و اف۔ وے گفت بسیار خوب۔ برادر گھر کے نام تر ابر تشنش فسر و
بر وید تشنش بر فروزد۔ ازین ایشیہ مجلسیان بخند و قہقہہ درآمد و مکتوظ شدند۔ ویند
روزے اکبر بادشاہ از حاضری پر سید جماعت بنمود کہ بوقت پر تشنش جس را
می نوازند۔ چیست؟ کس جواب ندو۔ تان سین گفت۔ جواب آن بنی طر من
پائین آمد و است

کس ندانست کہ من در معشوقی ہاست این قدر ہست کہ بس با ننگ جس می آید

پادشاه و حاضران از این سخن خوشوقت شدند و آفرین با کردند بر فهم او۔

شیخ سراج الدین لونی

مرید شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی است و نبیہ کا شیخ شرف الدین خاموش صاحب وجد و سماع بودہ۔ اندر طریق فقر و توکل مستقیم الہی۔ در اوقات سماں صبحجاے سخت زدے و گریہ ہا بسیار کردے۔ وے ب نغمہ سرود ہم آوازے اشعار ذوقیات خواندے نعر بازو دے و در افتادے و بتواجد درآمدے۔ وے ہمیشہ باور او و طائف کہ در رسالہ "عزیزیہ" شیخ عبدالعزیز مسطور است شمعوں داشتے۔ شیخ من اور از نیکوان و راستان روزگار کشتے، مخمض و دوست کرتے۔ وے با پدر من بسیار دوستی داشتے و ہمیشہ در مواسم متبرکہ مثل ایام رمضان و عاشورہ عرفہ با پدر من گذراندهے۔ من از خوردنی (خرابی) بازوے رائی شناسم، نے (۹) سالہ بودم کہ وے مرا نمازا مؤختہ بادکما آن و از صحبت وے بہرہ نیک رسید۔ من سبقتے چند بوے گذرانده ام از نزبت الارواح و "غنیۃ" (غنیۃ الساعیین)، وغیرہ۔ وقتے کہ من نزہ (نزبت الارواح) را بوے می گذراندم، بہر من رسید۔ بر سخنان حقائق و معارف ز عقبازو دے و مستگشتے، ب خود افتادے۔

این بیت بمیان بود

عجب حال این پاسبان را است بنگر
ببحر اوز و در خانه نیمه

وے از مکان بلند چنان بر زمین در افتاد کہ دانستم کہ برفت و وے خود برخاست
و بوجد و سماع درآمد۔ وقتے وے پیش شیخ عبدالرحمن آمد بسنجمل، گویند ہا سرود آغا
کردند وے، سماع درآمد و گریہ ہاے دراز نمود۔ در اثنا، تواجد دستار وے بر زمین
در افتاد و دور و پیہ کہ وے را از فتوح رسید و بود از دستار بر افتاد۔ شیخ آن را بر گرفت
و با خود داشت وے چون وے با افتاد آمد۔ دریافت کہ دور و پیہ از دستار گم شد
گریہ با کرد۔ شیخ مصرعہ مشہور را بطیبت بر خواند۔ مصرعہ

”غم مخور شیخا کہ من برداشتم“

من دایہ داشتم سال خوردہ کہ از ثمر و سالی مرا پروردہ بود۔ و در محبت من ہر (فرد)
قابل من حتی کہ پدر من ہمیشہ (بدو) محبت نمود وے و ہر ہمہ بار تحمل می کردند۔
روزے پدر من، شیخ سمران آمدین گشت۔ شیخ این دایہ را مرید خود کن و در وصاہ
بنفرما کہ صفت خشم را از خود بدر ساز۔ ہر کہ درشت گوید تو، آن را تحمل نہی۔
گشت آری۔ و دایہ را ترغیب بمرید شدن کرد چون شیخ شجرہ و دامنہی بوے
پیرد، وصیت مذکورہ برگشت۔ وے شجرہ و دامنہی بدست گرفت و گشت۔ شیخ
این را باز یہ کہ مہتاب آن نمی آید کہ درشتی کسان را تحمل کنم۔ حاضران بخند و
درآمدند و شیخ چندان خندان گشت کہ از اندازہ در گذشت۔ (روزے) در
راست کہ در زارے (آوینتہ بود) پستاد و پاپ و زد بوسیدہ و گشت۔ رحمت
باد۔ بر جوانمردی تو و ہمت تو کہ در راستہ کہ در آمدی بی پایان رسانیدی۔ در باب
عجب حسب، خوبہ شیہ از اشارہ می کند کہ

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

شیخ سراج الدین (شرف الدین) جدوے را از آن خاموش گویند کہ وہ میراث
عبدالعزیز بود، صاحب احوال نیک لیکن در سخن کردن بحث داشت و غلو مردے۔
روزے شیخ بوے گفتہ شرف الدین "خاموش" از آن باز تا آخر عمر کہ ساہا بسا،
زیست جز نماز جہر و تلاوت قرآن مجید، سخن نگشت۔ پدر من گفت کہ در قصبہ کڑھ
ملکیسر مجذوبے بود سخن مطلق نگفت و بزبان بندی۔ وہ راموتی گشتندے در اصل
از ولایت بود۔ وہے بہ جا بودے با اختیار خود نہ جمیدے چون بر دندے رفتے و
چون خوراندندے خوردے۔ خوردان گاہ باوے را در ریگ مرموشن بردندے۔ تا نہ
بر آوردندے نیامدے۔ وقت وہے را بردہ بدرخت خاردار موے سرش در آویختند۔
شب و روز آن جا ایستہ وہ ماند، بعدہ بر کشیدند۔ روزے حاکم فی مآں فقیر رز جہر
کہ سخن گوید، گفت۔ پس از آن فست را در آتش مرموشن ساختہ بر ریش نہا تا ساختہ
با تنخواش رسید پچ سخن گفت و چمن بچمن بر نہ آورد آن فی مرموشن یا مرموشن
بچندین بابا مبتلاشت و در گذشت۔ آرے بہ گاہ (کہ) پیش آن مجذوب کے
بنیاز آمدے در چہرہ با جمال وے نشاط پریدشت۔ وہے کارے کہ با اختیار خود
ابن است کہ روزے بنا گاہ باب دریا کے کتبہ در رفت تا غرق شد۔
گذشت۔ بعینے چنین بگویند کہ وہے رپس ز غرق شدن بقسم مرموشن کے بہ
مقامے دیگر دیدہ بودہ اند۔ و اندک حقیقت اس۔ شیخ من کہ مرموشن روزے
مجذوبے مستہمک را دیدہ ام کہ ز اختیار خود متعلق گذشتہ بود۔ خاموش رفتے کو اند

وہ جائیداد نشاندہ نشست۔ چونکہ من از مبادی حال وے پرسیدم خدائش گفتند۔
 وقت مجذوبے صاحب معنی در بہترہ (متھرا) رسید، یکے این مرد و یکے دیگر
 بخد مت وے در پوستہ و مد تہا بہ اہانت وے قیام نمودہ۔ شبے وے خوشوقت گشت
 و گشت شاہ بدو متب کہ در دہ دارید از ما بخوابید۔ آن مرد گفت مراد نیا آرزو است
 وے مرد در دست زدہ مرد بر افشاند و گشت وادم و آنچنان شد و این مرد صق حق کرد۔
 وے در خلوت برین مرد متوجہ گشت تا این حالتے کہ می بینی پیش آمد و امروز چہا رود
 سماں است کہ چون می خوراند می خورد می برند می رود، و می چپانند، می چپد۔

روزے پدر من مرد در خردسان بدویشے صاحب احوال برد۔ وے رات چپ می
 گفتند۔ وے ہمراہی موش بود و ما شین گشتی را بہانا آہستہ و نرم گشت و ہاتے چند از
 زندہ پوشان زوق و رن ہارم و ہجیت تا منشتہ من در آن وقت بنی طرا آوردہ
 آمد، او بہا بہا بقیہ ہم ہرین قیاس خوانند بود درین اثناء وے بر من نظر ظف
 ندخت۔ مردان زدہ۔ خورق نقش می کردند۔ چون آن شیخ سراج الدین را
 وقت رفتن نزد یک رسید۔ روزے شیخ قیام الدین پسر کلان خود را گفتن گرفت کہ از
 زندہ من پانزدہ روز پیش نامدہ، تو بچی بہا بہاے نرو کی چہ ترا برادر میا نہ قطب
 الدین ہمراہی تہا بہا بہا رفیع الدین برادر خورد (خرد) تو بہا بہا رخواست۔ آخر
 ہاں زندہ من مدت شب وقتے بہا بہا رسید۔ و خصوصاً سخت و تہجد گزار و سورہ
 یسین خواندہ ہر وقت در بہت وادہ سفر از سماں ہزار و پنجاہ و پنج (۲۲) صفر
 ۵۵۵ھ (۱۱۶۵ میل ۱۶۵۵) من سے سراج الدین دیگر (را) شناسم۔ از آن

میان دو تن صاحب معنی و وارستہ و آزادند و ہر دو از زمین مشرق کیے از آن برفتہ در
سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) کیے نشست تائب و از بدین باغ
خواجہ بادشاہ۔ سید است و عالی ہمت و صاحب اخلاق منہجہ استقامت۔ مہ
سراج الدین سوم گجراتی است، صاحب علم و عمل و معیت نیک و زہد، شیخ محمد
غوث گوالیاری و این سہ تن را من بسیار دیدہ ام۔ با شیخ من با خدشہ نیاز اند،
بر من نظر عنایت و لطف دارند۔

شیخ مہر علی نیشاپوری

وے سخت بزرگ است۔ صاحب وجد و حال۔ کیفیت حالت مستی وے کہ اندر
سماح دست دادے بس بدیر کشید۔ وے متمول ہو۔ چون از آن مہر
عزیمت ہندستان نمود در راہ شکار گمان می آید۔ روزے وے در شمار ہو۔ قانع
طریق ہر متاع وے را بغارت برند۔ باہل فی رخ و منی حد آرزو و مراد بہا و تدویر
سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) وے سہا بہا۔ چند مرتبہ جا قیامت
رزید۔ عجب شورے و عجب و لب و در وے داشت کہ بہشت نہ آید۔ چنانچہ وے
استماع نغمہ بتواجد درآمد۔ مست برجستہ و بدریا و افتخار و فرات آسائے خود
خوران برفت تا بعد از سہ شبان روز در حیران یافتند کہ ستانہ می آید و پادشاہ
و آوردند تا سہ روز دیگر بے خبر و مست بودہ است۔

وے چون بخود آمدے صلوٰۃ قضا را ادا کردے و بیچ دقیقه از دقیق شرعیہ فرو
نگذاشتے۔ نقلست کہ خواجہ بایزید بسطامی را قدس سرہ حالت سکر و مستی غالب
بودہ است چنانچہ اندر کتب مسطور است، چون بافاقت آمدے پرسیدے کہ چند
نماز قضا شدہ و ہمہ را ادا نمودہ۔

یک مرتبہ آن مہر علی در کنج جامع مسجد مراد آباد چلہ نشست دو کوزہ پر آب با خود
داشت آن ہم برائے شستنِ اعضاء کہ در مستیہا مجروح می شد و خون بر می آید و در
آن کنج را بگل مسدود ساخت و بیچ منفذ گذاشت۔ وے آن جا بے نغمہ ہم تواجد
می کرد، و رفتے آنچہ رفتے

گلش پیش شوریدہ سر بر نزد کہ او چون گلش دست بر سر نزد
تا بر آمد در روز عید فطر با حالت مستی و رفت بعید گاہ و دو گاہ نہ گذاشت و باز آمد۔ من
دیدہ بودم درویشے را در عرس شیش نظام الدین اویا، قدس سرہ کہ از بندی چند قد
آمد و سخن سنگین مسجد در افتاد، دانستند کہ برفت و وے خود بر فور برخاست و تواجد
را نہ۔ من شیش مہر علی را در مراد آباد بسیر دیدہ ام۔ وے را اپنے بود عراقی کس وے
از آن خبر گرفتے و وے بے خبر بود۔ روزے من از حقائق فارغ ابالی وے و
نیست اپنے وے بر تم خان شتم کہ شمری وے بودم۔ خان برائے اسپ وے و
کس وے اور ارے معین کرد۔ وے از آن باز مر است دوست گرفتے و از
عجب حوال خود بخوان نشسته خرمند انم لیا شد۔

سید غلام محمد نانوتہ

صاحب ذوق و وجد بود۔ سماع وے خود موزون و دلکش بود۔ وے چند قہاں
سازندہ یا خود داشتے، یکے رتا بے دیگر دقاف۔ سہ دیگر نثار و خور دور کر بست و چہار
می سارنگی نواز۔ گاہ با بر آواز باے مذکورہ فقط سماع کرد۔ و گاہ با بر و وے مثل
اشعار و ہمال

سانگر لبور نگر متوانی کھٹائی
ہیوں نو تری اتھن بھر و ہ جانی
بابل جن چیت نہمہ ثونت ہی کن دور
کجا وہ کونان ہتھہ دی پی سہ نہور
وے دیکھ بالموے گئے ندی کنار کنار
تپن پار نرنگی ہم چہاے در ہار
کانت کنبل کورا موروں تو زہار
توٹن باموس سے میں یوں نری پار
بن بالمون کے سنسرا تو سر برو ہچاک
تور پڑھیں مار جوتیا ایو جانے
ہی پست کی ہر دانوہ تورون چیتکانے
نمین مور تیر ارندہ مارن کہاں
ہری مان تم ہری کنک بیدان توہ
جوری پھلی تو سارس اور کچھہ و کالے
پہو مانس پکھیہ یں بہوہ نیل و رتہ
اوپر پھولی از ہر تر پھولی کیا
چاند تو پیر من قواب سے نباے
گوری بیٹھی پنک پر کھیراے کیس
ننہ ماری تیر رتہ ماری وے تہ
پس خسہ تہ آپے مانجری کی سہاس
روزے من درنا نوتہ رسید مشنید مکہ مجلس
پس خسہ تہ آپے مانجری کی سہاس

تو اجداست و از تاثیر سماع وے واستیلاے گریہ وے ہمہ مجلسیان قریب بصد کمر
 گریان بودند و من ہم یکے از آنان و سید صابر علی برادر وے کہ از فضل و ظرف
 وقت خود بود، وے را در آغوش گرفته نعر زدہ۔ ہر دو گریہ داشتند کہ نفس اندر گلو۔
 شان گروہی بست۔ و صحبت آن روز بس باہا گذشت۔ آخر سید غلام محمد در عرس ز
 شکر در روضہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ در سال ہزار و سی داند (۱۰۳۰ھ)
 ۱۶۲۰م) اندر سماع گرم گشت و زعتہا زدہ و در لمحہ برفت از دنیا۔ حکایت رفتن علی
 احمد بن شیخ حسین نخشی و بلوی اندر سماع مشہور است برین بیت میر خسرو دہلوی۔
 گویند روزے مسلمانان بعرض خواجہ قطب الدین قدس سرہ می رفتند و جمعی بنوا
 بسمت کاکہ (مندری) می رفتند۔ شیخ نظام الدین از دیدن آن ہر دو قوم بدیہ
 فرمودند۔ مصرعہ

”ہر قومے راست را ہے، دینے و قبلہ گا ہے“

و از سر ذوق کلاہ بر سر می گردانند۔ میر خسرو ضرب بود از غلبہ شوق و محبت کہ با پیر خود
 داشت این مصرعہ دوم بر گشت

”من قبلہ راست مردم بر سمت کج کلہ ہے“

و در تارت و فیت مای علی احمد مویان حسن شمیمی گشتہ۔ قطعہ

حسن یاد کن ز چنچہ مرگ	ز انکہ چنجاہ شہر دہ ام سالت
فکر آن کن کہ زود از زود	این جمیع می رسد ز دنیاالت
این نین آن ہمہ کجا رفتند	پدر و مادر و عم و خالت

بہ یقین دان کہ دشمنان تواند زن و فرزند و ناز و نبات
 نادر عصر خود علی احمد کہ نظیہ نہ داشت در حالت
 رفت در حالت سماع نازان بیچ ویر گشت اجوات
 سال تاریخ از عرب جسم قال لی مات و هو فی الحال
 در "فحات الانس" می آرد کہ شیخ الاسلام گشت کہ او انون مسہبی و شبلی و خزر
 وینوری و در آنج ہمہ در سماع بر فتنہ اندر صہبہ اندہ حق۔ سہ تن از ایشان سہ روز بہ سماع
 بودہ رفتند و غیر از ایشان نیز بودہ اند از مشائخ و مریدین کہ در سماع رفتہ اند چہ در
 سماع قرآن و چہ در سماع غیر آن۔ زرارہ بن ابی قحطی بنصرہ و در محراب بودہ و قن
 می خواندند۔ یک بر خواند۔ "فإذا انصرف فی المأثور"۔ یہ۔ و۔ بات ز۔
 بیچتا و مرده۔ شیخ الاسلام گشت۔ سماع کہ دیدار آن را مدد بودہ و چہ کہ پیش و بودہ
 دیدہ با و بود۔ چہ جے حاکت و ہوش بود۔ صاحب "کشف کباب" وید۔
 بغات درویشے دیدہ ام کہ در جہاں آذربایجان می رفت وین بیت می خواند۔ شعر

ولا ما طعت الشمس ولا عورت
 ولا جلست الاقوام أحدث هم
 ولا ينفسست محزوننا ولا فرحا
 ولا هممت بشرب الماء من عطش
 الا واست هي فلي ووسوسي
 الا واست حسبي من حاسي
 الا و ذكر كسمبر ر...
 لا رب حديك في كس

ناگاہ بیفتاد و بمرو۔

سید اخلاص فرید آبادی

سید ست، بخاری الاصل، نبیرہ سید شریف بخاری است و از اقرباء وے۔ وے
 سینہ وہ سہاہ بہند آمدہ و در دہلی نشوونما یافتہ۔ بزرگ بودہ رقیق القلب، چشم
 گریبان۔ مشائخ بسیارے را دیدہ و صحبت داشتہ۔ با شیخ من آشن بود۔ شیخ من
 وے را از نیکان می گوید۔ وے باختر در فرید آباد دہلی سکونت اختیار کرد و بعضے از
 قریبے (وے) در دہلی می بودند۔ عمر وے نزدیک ہندسہاں کشید و ہرقت زد دنیا
 در سہاں بنار و پنچہ دانند (۱۰۵۰ھ تا ۱۱۶۰ھ) وقبہ وے در فرید آباد است۔ من
 وے را بسیار دیدہ ام و از سخن درویش و شوق انگیز وے مکتوب شدہ۔ وقتے کہ شہ
 فیضی عمرزدہ مرزا باقی گذشت چنانچہ در ذکر محمد صادق گذشت۔ از جدائی وے
 مراند و بے بس بدل پیدا آمد و قبضت روستا نمود، کہ روزے (نہایت) خاطر
 پریشان شد، روزے میر (سید خالص) پیش من دہانیت گشت چنانکہ آن عمر کمی
 کرد و فوت زجر روستا نمود۔ و آن یں ست کہ منتوں ست کہ دو کس پیش
 ماں سندرہ و ترائین خردشہ آمد و جو بخواستند۔ یک می گشت کہ تقدیر را
 تغیرے بہت داند۔ می گشت چہ تقدیر است بہر تغیر نمی شود۔ سلطان
 است فوجہ بپاشی و امیر این بات و رایت بردارے۔ ہاں۔ تہا خیر و رافقاہ کہ
 ین نین را چہ خوب است۔ و ین شہا بہ فورے غایت بزرگ منتش در آمدہ بر
 راہ رستن با مہوشہ ست۔ ماں را خوش نمود و ین ست و ہاں پائے جا نور ہرقت

و خواست که بر طرف خود در کشد، جا و رتوی بود بر پرید که سلطان نه توانست
 گذاشت و با آن همراه رفت، تا رفته رفته در میان دریا بجای رسید و سلطان را
 بگذاشت و روان شد، و دید که قلعہ ایست بس محکم و نو ساخته و یک دریچہ خور (خر) (خر)
 آہنی در او از اندرون بسته و متشنل۔ او از سلطان چند آواز کرد کہ کس از درون
 بکشاید، چون نکشاد۔ بنگ ہا کو فتن گرفت تا بیرون آید (از درون) منت
 کیستی؟ سلطان اندیشید کہ اگر راست می گویم اعتبار نخواہد نمود و بنو بدشاه۔ منت
 من تا جرم و کشتی من تباہ شدہ، بر شستہ۔ و عیال و اطفال و ماں و من من غرق
 گشتہ۔ ہمین من تنہا ماندہ ام۔ بواسطہ خدا بر کشی۔ آن بیج بکش و اندرون گرفت
 و باز بر بست۔ سلطان دید کہ جوانی با حسن و جمال در آن جا نشسته و یاد
 پی زال با او۔ و آن پی معلم (او) بود، خرپزہ و گوردہ بہ۔ خوردن رفتہ و یہ
 گفتند تا طعمہ پزد۔ معلم باز رفت تا خرپزہ و شیرین تر آن بیرون آید و این شہ
 سلطان قلم (قاش) خرپزہ و ربوک کار در آن بیرون خوردن رفت۔ تا
 جوان عطشہ زو چنانچہ کار و بکاش در شدہ و بیستہ و سالن ز قش ہر حالت۔ پدن
 معلم در رسید و حال بدین منوال بدید، بدید و منت۔ مرد بڑاے خد۔ تا
 شو و حقیقت حال آن را برگو۔ سلطان آنچه را تی ہوا منت۔ معلم انت پس یاد
 مخور (سلطان پرسید) این چہ قلعہ است بڑو معلم انت فتن با شہ کہ نہ رفت
 جزیرہ سکونت دارد وے را پس از گرز وے بسیار تن یہ منت شدہ و من منت
 فدان سال از دست سلطان سکندر رشتہ خوب شد تا ز سال چندین قلعہ در میان

دریا پر آراستہ و آزوقہ از ہر قسم (سامان ضرورت) و خوراک و پوشاک یک سال
 بیش کشتیہا پر کڑوہ آورده درین جا گذاشتند و من معلم و این دایہ را باو داشتند۔
 آخر الامرا نیچہ در تقدیر بود بظہور آمد۔ سلطان از آن قلعہ برآمدہ بکنار دریا باز رسید،
 دید کہ ہمان جانور نشستہ است سزا کار را بدل دریافت و ہر دو پاے آن جانور بگرفت
 بر پرید و بر ہمان دیوار بام باز رسانید۔ سلطان را جواب آن دو کس نیک حل گشتہ
 بود۔ روز دیگر بان دو تن گفت کہ آنچہ در تقدیر است تغیر نمی شود۔ اتنی۔ (شیخ
 الاسلام) در ”نجات الانس“ می آرد کہ شیخ فخر الدین عراقی در روز وفات، بپیر الدین
 پسر خود را با اصحاب بخواند و حسبہا (نصیحتہا) فرمود و دواغ کرد و این رباعی بگفت

در سابقہ چون قرار عالم دادند مانا کہ نہ بر مراد دلم دادند
 زان قاعدہ و قرار کان روز افتاد نے بیش بکس وعدہ و نہ کم دادند
 من خرد بودم می دیدم کہ شیخ بدر الدین لونی کہ صاحب درد و معنی بود این چوپائی
 بندی می خواند و می گریست۔ چوپائی

اب کیا ہوتین ہمارے روئین کسیت نپاے بن بیچ روئین
 روزے من بامیہ اخلاص از فرید آباد بدلی شدم۔ وے تمام راوا از حکایات جوانی
 خود و قصہ باے عشق خود و از دیران (گشت) از ان جملہ حکایتے بس عزیز آورد
 کہ در تخیل شبہ۔ از شبہ باے مشرق جوانے (ترک) شیفۃ جمال بندوزے شد
 و دُنبال وے رفت۔ زن تنگ دل سرودید و گفت ”ترک باور و بھو ہے“ جوان را
 این سخن بدل گرفت و، پوانہ گشت و ندانست کہ آن زن کی است؟ و من کجا ایم جامہ

چاک کردہ و خاک بر بدن مالیدہ بر در بت خانہ بہ نشست بہ کہ از وے ہم چہ می
 پرسید، وے ہمین گفت۔ ”ترک باور و بھویو ہے“ غیر ازین حرف جملہ از دیش پاک
 بشد و آن زن را ہم جاذبہ عشق نحیف و نزار ساخت و در کج خانہ خود عشق با عاشق ہم
 باخت تا پس از سالے بہمان روز نو برسم (قدیم) مردان و زنان بندوان بدان
 بت خانہ آمدن گرفتند۔ زن را صبر بر سیدہ بود۔ در ہواے آن جوان مستانہ و دیوانہ
 (وار) از خانہ بر آمد۔ چون دو چار گشتند ز عتہا ز دند و خرابا برداشتند و ہم آغوش
 گشتند و در آنے جان بدادند و بندوان جمع آمدہ خواستند کہ زن را بسوزند و مرد
 شہر مسلمان بود، رخصت نداد، تا ہر دور متصل در گور ہا کردند۔ نیم شب بے ہوش
 پنبانی آمدہ گور زن را بشکاقتند (بکاقتند) کہ بر آوردہ پنبانی بسوزند، آن روز
 گور نیافتند در شگفت شدند۔ یکے گفت، گور مسلمان ہم بکاوند چون بکاقتند ہم
 ہم آغوش یافتند متحیر تر گشتند و همان جا بخاک اندودہ بگذشتند۔ من سے نہایت
 غریب دیگر یاد دارم و درین جامی آرم یکے در بیان عشق ست و دو بتورہ بیان۔
 یکے آنست کہ عزیزے شیخ خضر نام دہوی کہ صاحب و غریب بود آنست کہ من روزے
 در بازار لاہور جوانے دیدم سخت نزار و نحیف و زرد و نحیف کہ بدرومی آنست۔
 ہمید، خدا ہمید۔ پرسیدم حال چیست؟ گفت تیج نہ۔ چون بار بار پرسیدم
 کرد و روان شد۔ دُنباب وے گرفت، چون دید کہ نہشتنی نہ آنست یہی نہ
 گفتم از احوال خود خبر دہ۔ گفت دست از من بردار، تیج پس کہ تبارک و تعالیٰ
 گفتم ”حسبنا اللہ“ برگو۔ مرا بگوشہ برد، بہ نشستیم۔ آنست بشو من تا جہ پچہ رسید

مَن در فدن ساس در فدن بند دریا با تمامی قبیلہ و متاع بسیار بکشتی در نشست
و خواست بفلن مقدم روز و بیج و شرا نماید بنا گاہ کشتی بر شکست و پارہ پارہ
جا بجا شد۔ مَن تنہا تختہ را گرفتہ در چند شبانروز بجہیرہ افتادم۔ طاقت بر سیدہ بود۔
فغان و خیزان چہشتہ شد و کاد و برک را قوت خود ساختم باغی دیدم پُر از
میوہاے و ناگوس اچہ بدست افتاد خورد و پیشتر رفتم۔ قصہ ی مصلی یافتم و در شدم،
دیدم کہ دخترے چارہ سالہ چون ماہ چارہ بر تختہ نشستہ با چہرہ زرد و نحیف گشتہ
چون مرادید آہ کشید و گشت اے جوان از جا آمدی؟ و خود را چون خراب ساختی۔
ختم، حال چیست؟ گشت صاحب این باغ و قصہ دیو بست قوی کہ ہزاران اہل
کشتی را کشتہ ست و در (آب) انداختہ و مرا مذتیمست کہ از کشتی تباہی (تباہ
شدہ) بر گرفتہ و ہمہ قبیلہ مرا کشتہ و مرا اندرین جا تنہا گذاشتہ و خود ہر روز بجای می
رہ و اطعمہ و شر بہ نفیس می آرد، پیش مَن می گذارد و مَن از ترس جان خود بویے در
می سازم، وے خود را در عشق بہ نکاہے و کلاے بس کردہ است و مَن بجان آمدہ اما
چہ چارہ۔ وے اہل ترا خوابد کشت اگر چارہ داری، باین۔ گفتم۔ قبیلہ مَن درین
دریا غرق شدہ است ہمین مَن ماندہ ام۔ بویے درمی افتم و می جنگم اگر وے را کستم
خود قصود حاصل است و اگر وے مرا کشت غیب تر ندارم۔ و این وقت غنیمت
می شمارم کہ بدیدار چون قوی پری زادہ دیدہ و دل روشن ساختم (سازم) درین اثناء
آن دیو نزدیک رسید مَن سلاح بزستم چہ در آن قصہ ہمہ اشیاء از اطعمہ و شر بہ و فواکہ
و میوہاے و اسب و غنیمت و ذاکہ مہیا بود۔ بر آمد واسم انغمم کہ از استاد آموختہ بودم پیاد

آوردم و از خدا استعانت خواستم تا کہ آن دیو در رسید با مبیت و مہابت۔ من پیش
دستی کردہ بوے در افتادم گا بنے وے بر بالا و گا ہے من تا بدیرے تخر وے را بشتم و
بسو ختم و خاکسترش بہاد و ادم و بان پری پیدر نشستم و عند نکاح بہ بستم و از اندیشہ
کشکش وارستم و بفراغ دل عشق ورزیدم و سلطان وقت مر دیدم

بفراغ دل زمانے نظرے بہ خوبوے بہ از انکہ چہ شہابی ہمہ تم باے ہوے

تا نداستم کہ شش ماہ چون بگذشت۔ پس از آن با تفاق وے پو بہای و تختہ ہای
جملہ (جمع) کردہ بار سنبہاے استوار، پیہ مخلمہ بر بستم بر لب دریہ و شش ماہ دیر
بر آمد گفتم کہ با ہم سوار شدہ ہیے در رویم کہ باشد کہ روے آبادے بہ بنیم و از
ماکول و مشروب و اجناس دیر بار مرودیم و من اول بر آن پیہ اشدم کہ جاے نیک
بسازم و وے پرکنار بکارے مشغول بود۔ بن کا و از تختہ بر اہی موے بہ تختہ
بیڑا کہ بدریا انداختہ بودیم برزد۔ وے تو نست جہ را بر سن کا بدشت تا بر آن
سوار شود من حیران تر از وے نکران در وے و وے در من۔ نہ مثل یاری کر کہ من
خود را بیندازم و پیہ اخود تیز بدریا روان شد۔ تنش تصویریت حیرت نکران دیدہ دیدہ
در افتادم و نداستم کہ من چہ شدم و وے چہ شد۔ و این کار چیست؟ بعد از چند
بہنر آمد موخاک بہ مردم و چندین بار در شقیبہ بہ بند رہاے جاے ہا و شہادہ
و شد مردم لیکن ہیچ آن متا منیافتہ۔ آہ آوے را چہ حال پیش آمد و باشد
خضر (دہلوی) گوید چون وے شن بدین جا رسانید نس اندر کلویش بر بہت اند
نماید، خدا نماید، گوین برخاست و بجای رفت و من گریوں بہ اندم

چون شیخ خضر سخن تمام کرد تمامی حاضران و من گریان و حیران در ماندیم۔

دوم آنکہ یکے را دیدم در ساس بزازوسی و شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۷م) شیخ مصطفیٰ نام، بس بطافت بود با طلعت نورانی۔ وے را پیش جہانگیر بادشاہ می بردند و می گشتند کہ وے از زن مرد شدہ است و قصہ چنان بود کہ آن زن در، دے ہے از دہ باے زمین مشرق می باشد۔ شبہ وقت صحر (سحر) برائے غسل برودے کہ در زیر دہ جاری بود، در آمد۔ ناگاہ مردے بلباس فخر بکن برود، رسید و پرسید کہ کیستی؟ زن گفت۔ مردم۔ تو ہم آنکہ از من در گذرد۔ آن مرد خضر بود و یہ اسلام گشت مرد شو۔ بر فور مرد شد و حیران در ماند آخر بخانہ آمد و قصبہ او شہرت یافت و زنے رہنکار خود در آورد و فرزند ان بهم رسانید۔ وے می گشت حالت سابقہ زمین حالت رجوعی کہ من دارم نڈ بود۔ سوم آنکہ من شنودہ ام از سید پیغمبر سوی کہ مردیست راست گو و فہمیدہ و ہم از سید قطب الدین کہ ذکر وے مذشت و از مردم معتبر دیگر کہ بد امن کوہ ماہوں آمد و شد۔ درند کہ بخت ز قریات جنگل آن جا پس از سالہا زنے دشمن تمام در می آید۔ پتہ رزاق آن زمین بهم رسانید و با فسونی می خورد بر فور تبدیل صورت کرد و شیہ ہادی کرد و بدان جنگل در می شود و از فرزند ان و شوہر گرامی یا بدی شد و می خورد و برادر شای و برادر خواہ را و ملاحت از آن از موی سر و چیزے دیگر بحال می ماند و وے را بزبان آن جا روئی می ویند۔ چون مدت مدیدی گذرد دشمن وے فراموشید و مان دوس پتہ دیگر مہیا کرد و با خودی برند و در ظرفے کشادہ و بان شب پری کنند و آن طرف و بر و با خودی گیرند و بہ دشمن گاہ می گذرانند و خود

شان بر درختے نزدیک بدان سواری شوند تا وے می رسد و شراب می خورد و بزرگ را می کشد و مست شده بخواب می رود تا آن پتہ را بہ ہیتی وے می رسانند چون وے آن بمشامہ وے می رسد چشم و امی کند و مضطربانہ در زمین می غلطد تا کہ بصورت اصلی عود می کند و آن دو کس پارچہ وے را کہ با خود می داشتند بروے می پوشند و بخانہ می برند مشعور نام شخصے از حالت تبدیل و کیفیت آن از وے پرسیدہ بود وے گفت لذت گوشت فلان گاؤ و فلان کس فراموش نمی شود۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ پوشیدہ نہاند کہ خداوند سبحانہ تعالی اندرین عالم چندان عجیب و غریب (پیدا فرمودہ) است کہ عقول بشریہ از ادراک آن عاجز است چنانچہ در "نجات الانس" می آرد کہ موسیٰ شیخ را در شب و روزے و رداست کہ بفتادہ ارقان ختم می کند۔ شیخ عماد الدین محمد بن شہاب الدین سہ وردی قدس سرہ فی دیدہ پیش زین سخن را شنیدہ بودم و در خاطر من فی ائمتہ انکارے بود تا آن وقت کہ شب شامہ را در طواف دریافتم و در پے وے افتادم بحوان وے ایستادم و دیدم کہ (وے) تقبیل حجر الاسود کرد (بعد از) از فاتحہ نماز تلاوت کردہ می رفت ہمینان کہ معبود است کہ مردم در طواف می روند تلاوت می کرد چنان تلاوت (تاوت)۔ حرف بحرف را فہم می کردم، چون وے در آن صواف وں زبیرہ در خانہ اسود تا آنجہ مقدار چار گام باشد ہمیشہ در مذمت یہ فقراتین می آیند۔ من تمام آن ختم را حرف بحرف شنیدم۔ خدمت و مدائن با ہمہ صاحب تہذیب وے کردند و انچہ گفت قبول کردند بعد از آن (ز) آمد مردم درین مکان و

گفت این از قبیل بسط زمانست کہ نسبت بعضی اولیاء اللہ واقع می شود۔ ہم در ”
 نفحات الانس“ است کہ می آرد کہ صاحب ”فتوحات“ قدس سرہ ذکر کرده است
 کہ شخص جوہری از خود حکایت کرد۔ مقدارے خمیر از خانہ خود بقرن برد تا نان
 پزند۔ وے را جنابت رسیدہ بود بکنار نیل رفت (آمد) و بآب فرو رفت تا غسل
 کند از خود غائب شد و دید کہ کسے ہم چنان کہ در خواب می بیند کہ وے در بغداد
 است آن جا کہ خدا شد و مدتے شش سال با خاتون خود بسر برد کہ (و) از وے
 فرزندان آمد۔ بعد از ان با خود درآمد۔ در میان آب دید و غسل تمام کرد و جامہ
 پوشید و بقرن رفت و نان گرفت و بخانہ آمد و با اہل خانہ این واقعہ را باز گفت چون
 ماہے، چند برآمد آن خاتون از بغداد آمد و فرزندان را ہم ہمراہ آورد و خانہ جوہری
 را پرسید چون با ہم ملاقات کردند جوہری خاتون و فرزندان را بشناخت از آن زن
 پرسیدند کہ چند گاہ است کہ ترا زن کردہ است۔ گفت شش سال۔ انتہی۔

حکایت حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مشہور (است) کہ در وقت سوار شدن
 تاپا۔ مبارک از آن رکاب بآن رکاب می نہادند یک ختم کلام مجید تمام می کردند۔

شیخ آدم سنبھلی

وے آدمی بود صاحب معنی و نسبت قوی و در طریقت راسخ، بصحبت بسیارے از
 مشائخ کبار رسیدہ و مجذوب اہل کرامت را دیدہ و مرزوق بودہ۔ سفر ہائے نیکو
 کردہ بر قدم تجرید۔ وے را وقتے بود عظیم و قبول۔ بسیار اخلاق نیکوان داشت۔

وے با شیخ من آشنا بود شیخ من وے را از مردان این راہ شمر وے و قدر وے را
 بزرگ داشتے۔ شیخ من گفتہ کہ شیخ مرتضیٰ گفتہ کہ وے درویشے است مستقیم الحال
 و اہل این کار۔ من وے را بسیار دیدہ ام و از احوال و اوضاع نیک او مکتونہ شدہ۔
 وے مرید در سلسلہ ہمداریہ است و اسمائی مجذیب صاحب معنی را کہ صحبت داشتے
 بود بہ تفصیل مبین گفتے۔ از آن میان دو تن را مد داشتے۔ شیخ فتح اللہ چو کھا، شیخ ر
 زانی را۔ و چیزے از وے آوردے۔ و گفتے شیخ از زانی نماز گزاردے یکے گشت
 نماز چون نمی گذاری از روے مطاہبہ گشت کہ یکے از آبائی ما نماز گزارد و بود مال
 وے تلف شد از آن وقت نماز ترک کردہ ام۔ شیخ من گفتہ کہ من شیخ رزانی را
 دیدہ ام اگر چہ بحسب روش بیگانہ گذرانده و چیز ہائے نا خوردنی را خوردے و
 نا کردنی را کردے و نا گفتنی را گفتے چنانچہ طریقہ مجذیب است لیکن نیک با ہمت
 بودہ و اہل معنی و صاحب باطن و مردم از وے تصرفات نقل می کنند۔ و بندہ وقتے
 درویشے شتے (شاہے) بر بندوزنے عاشق شد و در حلقہ پرور میان این شہر چند مرید
 ہم جاری است۔ درویش ہر روز آن جانب رودے پُر آب رفتے و بدیدر
 مظلوم بہ رسیدے و باز آمدے۔ آخر بندہ ان ازین سزا مطاع شد و زن پرور شد
 و درویش را بزجر مانع آمدند۔ او در دل را شتے رزانی گفتے۔ شیخ را بروے آمد
 گفتے ساعتگی صبر نمای و خود کج و در شد و بعد از ساعتے برآمد۔ وے گشت و رفت
 و بہ بین کہ چیست؟ چون رفت آن زن را در حجرہ یافت نشست و ہمراہ
 ذریغہ خا طر صحبت داشت۔ بندہ ان از ممشدن زن تہ ان ماندند۔ بجا بہ

رفتند۔ آخر در حجرہ شیخ ارزانی یافتند و پسر و شوہر و بے زن را بخانه بردند۔ شیخ آرا
 زن را (پیش) در ویش روز دیگر ہم در حجرہ حاضر ساخت۔ آخر ہندوان عاج
 گشتند و از سر آن درگذشتند، زن مسلمان شد و بنکاح وے در آمد و طسب
 بمصوب رسید۔ نیز گویند شیخ را روئے بود کہ ہر صبح کہ بے رسیدے، و۔
 پرسیدے کہ چہ قدر قرش بر خود داری۔ ہر قدر گشت تا صد یا دو صد روپیہ از تاجر۔
 بدبانیدے و فتوحے کہ بے رسیدے در قرش تا جردادے نیز گویند وے گاہ ہاک
 بصرار فتنے درویشان کہ ہمراہ بودند بے یافتندے ما گرسنہ ایم مارا طعام کی
 باید۔ وے شاربہ بہ پشت یا بہ نشیپے دیگر کردے کہ ہر چہ در انجا است بیاورید۔
 چون رفتندے، طعام پختہ در دیہا و گاہ در طبعا یافتندے بیاوردندے و سیر
 بخوردے۔ شیخ ارزانی در زمین مشرق ہرفتہ از دنیا در سال ہزار و قبر وے ہم و
 شرق۔ گویند شیخ کوہ را یکے ضیافت کرد طبقے از برنج و شیر بہم پختہ آوردہ بود، از ان
 طبقے تہی بخورد۔ گفتند چون نمی خوری؟ گفت بنی طرئی آید کہ بخورم۔ بعدہ ظاہر شد
 کہ ایٹہ زمین در آن افتادہ بود۔ روزے من بے شدم، جوآنے کتابے از احوال
 شیخ بدترین سہیلی پیش وے می خواند۔ وے معانی آن را با سہار خفیہ بیان می کر
 چنانکہ حاضران و من ہمہ متحیر می شدیم۔ چہ وے ناخواندہ بود۔ در "نفحات الانس"
 است کہ شیخ با سہار گشت۔ من از (احباب) خرقائی شنیدہ ام کہ وے امی بود۔
 اتمدندی توانست نہ وے سید و ثروت روزگار بود۔ وقتے من رسالہ ہندی "پیہ
 چرت" (۱۳۴۴-۱۳۴۵) در تصوف مشتمل بر مباحثہ عقل و عشق شیخ آدم بردم و

خواندن آغاز کردم وے بذوق شنودن گرفت و در اثنا مراقب شد۔ من توقف
کردم وے سر بر آور و گفت برخوان کہ من توان معارف شدہ ام و گفت خوبست
کہ تمام باید شنید و تمام شنید۔ این چند شعر ایست از ان۔ وہ ہ ہ

کثرت وحدت ہوت ہے تپن وحدت ذات بند جو پڑی مند میں سو مند مولیٰ جات
احمد سدا پار ہے جو ذات کی نامت تائیں بریں تپن کی سنات جات

سورج

برست واحد الہ حکمت احمد روپ جیس سکندر شاہ پہ تپ وکیل ہوت
پیم نون چل سنگ دیون ڈوے جون ہو۔ بد مدیون یہ دیون تپن پتی بد نہ
کہنے لاک دکھ سندھ کی سہانی دیون پانی اور آب جہر ن میں

وہ ہ ہ

مجنون لیلیٰ مل بسنے ایک تن من پران انی بد و تمہی پیت بات نہ جان
تیم پتھ کے مل جل ہوئی سب ہوئی یہ مین دیون آری نئی مل ہوئی
احمد مند را پار ہے تاملت ترنگ وہ ترنگ تیار کی ہیں سنوہ نیم کے رنگ
کہہ دیون تہو ہم نے رند سیان سوت کروڑ کی ست میں تہو یا چار ست
ماہلت رہی پیم کی زرد سر سوخی بدو چہ کس تپن دیون آری تپ کے تہو
وحدت مند وہ ایک ہے کثر مند وہ سب تپ تپ دیون تپن نہ دیون نہ دیون

بار دیگر من بوے شد مہ سے ہمارے نہ وری کی رفت پہن مہ دیو جات
کارے کہ در پیش داری بر آری۔ من تمین۔ تپن کی۔ کثرت مہ نرین پہ ہمارے

باشد و با من نشست و لطفها فرمود و بشارتہا داد۔ گاہ با من ضیافت فقرا کردے۔
وے چون دور ترک باشندے وے را تصدیق ندادے اما بدل آوردے کہ کاش
وے ہم رسیدے بر فور وے رسیدے و این چنین چیز ہا چند بار از وے دیدہ شد۔
شبے وے در خواب من گفتہ کہ ”ضیافتے کن“ و وے در حالت حیات بود۔ پگاہ آن
بخانہ سید کاظم پسر من، پسرے متولد شد۔ ”عبدالقادر“ نام تہادم بہ بشارت شاہ
عبدالقادر قدس اللہ سرہ چون تاریخ ولادت سید کاظم، ”سید کاظم“ (۱۰۳۲ھ)
است۔ تاریخ ولادت پسر (او) عبدالقادر این قطعہ گفتہ شد

آمدی پور مبارک در جہان تا جہان عمرای جانی بزی
چون بشارت داد شاہ محی الدین از طفیل قطب ربانی بزی
نام عبد القادر ت ہم شد ز غیب از قبول شاہ گیلانی بزی
سہا تاریخ تولد ہا تف بگفت سید عبد القادر ثانی بزی
روزے وے در نو و دانہ سا لگی۔ نماز عید آمد بخافت بسیار، مرا گفت بعر آمد بنود
تین براسے قدین حالے کہ می بینی رسیدہ ام آن روز ہم عنایہا فرمود۔ وے مرا
تحت دوست داشتے۔ و وے معتقد من بود و من معتقد وے۔ وے در ماہ ربیع الآخر
بحرے حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہ ہا مرو بہ برفت و بیمار گشت در آن وقت
نفتہ عزیزان مثل سید عبد اعظم و شیخ فیضی (امروہوی) و شیخ عبد اللہ گجراتی و
شیخ کرم علی داتیا پوری بوے آمدند تا سخن ازین راہ بشنیدند۔ گفت ہاں اے
دوستان شمارا باید کہ از ما قطع نمایند و با او سخنانہ مشغول باشند و بنا مرادی خوشید

(کیند) و در آن اثناء مثل این اشعار خواندن گرفت

نامرادی را بجان بر بستہ ایم خدمت غم را میان بر بستہ ایم
و آن دوستان وے را ہر چند نگاہ داشتند (بہ امر وہ) نہاند و گفت عرس را دیدم و
سنبھل آمد۔ بیماری برافزود و یکے از یاران مقبول وے شیخ اسحاق نام وید در آن
شبے کہ وے خواہد رفت من حاضر بودم، دیدم کہ او از وے ذوق و حال این ابیات
استاد می خواند

عشق سودا گر بنودے در میان _____ کوے دلبر کس ندیدے در جہان
من ہمان دم کہ وضو سا ختم ز چشمہ عشق چار تکبیر ز دم یکسہ ہر دم چہ بہ بست
و در آن زمانے یار دیگر گفتن گرفت کہ از شیخ اندرین وقت وصیت بخوانیم۔
دیگرے گفت ازین حال این چنین حرف زد و ترک ادب است چہ بچہ رسیدنی
بود بہر رسیدہ۔ شیخ چشمہ وا کرد و گفت۔ یاران خدا خدا او بہ کہ بظرف فیہ رفت
ہلاک گشت۔ یاران دیگر ہم بروے حاضر بودند ہمہ گفتی و مسرور شتند۔ ہمہ ر
احوالے نیک پیدا آمد و وے با ذوق و شوق بر رفت در بست و یک ربیع الآخر ز
سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ ۲۸ دسامبر ۱۶۵۷م) و نغش وے را با
سرور و ذوق خوش آوردہ در باغ وے مدفون ساخت۔ من چون فتنی وے را چیت
(شیخ) خود بہ دہلی شنودم، این بگشتم

قطعہ

وفات شیخ آدم چون ششم دور اشک از سر مژگان ہشتم

پس آنگہ سال تاریخ وصالش ولی اللہ شیخ آدم بگفتیم
 و شیخ خود گفتیم، شیخ من خوش گشت و گفت نیک گفتی و مناسب حال وے گفتی۔
 از آن چهار عزیز احوال سید عبد الحکیم و شیخ فاضل بجای خود خوابد آمد۔ اما شیخ عبد اللہ
 گجراتی مردے فاضل بود و اہل این کار۔ وقتے وے خواستہ بود کہ در سنجل توطن
 اختیار کند لیکن سرانجام نیافت۔ من در آن وقت بوے آشنا بودہ ام بمن اخلص
 دوستی نیک و رزید۔ آخر از (سنجل) مراد آباد آمدہ اقامت اختیار کرد (وقتے)
 من بمراد آباد شدم کہ صبیہ ملّا حاجی محمد مرید شیخ احمد سرہندی اہل خانہ وے رفت
 (بود) ملّا مردیت نیک معاملت و غریب و موفّق۔ من پاوے بسیار آشنا ام۔
 وقتے آن شیخ عبد اللہ بدہلی رفت و از انجا بازمی آمد بکشتی نشستہ چون ایام طغیان
 آب بودند کشتی بشت و وے با ہمہ اہل کشتی الا یک تن غرق شد در سال ہزار و
 شصت و نہ (۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹م)۔ اما شیخ کرم علی دانی پوری مردیت صاحب
 سماع مطبوع و نیک معاملت۔ وے مرید شیخ اللہ بخش لاہوری است و وے مرید
 شیخ نیک مہتابیسری۔ وے گوید کہ وقتے شیخ نظام و شیخ اللہ بخش و جمعہ درویشان پہلخ
 رفتہ بودہ اند در آن جائے از مشائخ وقت وفات یافت و وصیتش این بود کہ مردے
 بچندین صفات کاملہ موصوف باشند نہ از من بگذارد تا بر سر جنازہ وے مشائخ بسیار و
 خلفے روزگار جمع آمدہ شیخ نظام را اختیار کردند۔ شیخ برخاست و شیخ اللہ بخش را
 اشارہ کرد کہ وے بجا آورد، ازین معنی ہمکنان گفتن گرفتند کہ ما با شیخ نظام را
 بامامت قبول کردہ بودیم و وے مرید خود را با این امر خطیر تجویز کرد و وجہ چیست؟

شیخ گفت وے پچہار وجہ افضل از من افضل است۔ اول آنکہ وے سید است،
 من نہ، دوم وے عالمست و من نہ، سوم وے حضور است و من نہ، چہارم وے در
 وطن منزوی بودہ است کہ از زاویہ خود بیچ گاہ قدم بیہ وان نہادہ بود (است) و من
 این حالت ندارم۔ ہر ہمہ پسند کردند۔

میر محمد مراد بدخشی

وے سید است از اکابر زادہ ہائے بدخشان، مرید خولجہ خاوند محمود است و رسیدہ
 نقشبندیہ۔ صاحب معنی و وارستہ و آزاد۔ معاملات خود را در خاکساری و بے تعینتی در
 پوشیدہ و اندران حالت خمول و گمنامی سخت عم خود با خر رسانید۔ گویند او ایں وے در
 اندر دبیرستان جاذبہ (الہی) رسید و دیوانہ وار بچہ و بازار و صحر او و ہزار مریدین
 گرفت۔ وے را در گرفتند و زنجیرہاں کردند آن ہمہ وے را سوارند نید وے۔
 ”میر دیوانہ“ اشتہار یافت۔ در ایام شباب پیون وے رہنما بر مناصات خود تہ
 کہ خدا سازند۔ از آن جا گرینختہ بہندستان آمد۔ خواہ زادہ وے پیش از ہجرت
 سہ ہزاری منصب داشت، وے را بحیلہ در ترقیے بکتہ رہا شد و وے را
 عرض کرد۔ بادشاہ گفت ”میر دیوانہ“ چند گاہے بہا ہاش و ہاش و ہاش و ہاش
 وے گفت بادشاہ ازین پیش و عشرت کہ من را مہمہ است

گر چہ گرد آلود فقرم شرم باد از مہتمم کر باب پوشیدہ خورشید از من تہتم

من کہ دارم در گدائی گنج سہانی بدست سے آیت در ہاش و ہاش و ہاش و ہاش

از آن جانیز برجست و در لباس قلندرانه بملک و کن رفت۔ آخر سیرکنان بسنجھل آمد و صحرائی آن را خوش کرد و بز پشتہ کہ مشہور است بنام مغل مابین سنجل و امر وہہ جاے است نیک خوش و مقامے بس دلکش دوسہ سال آن جا گذراند۔ پس از آن در شہر سنجل رسید و در جاے کہ متصل بدروازہ بداؤنست نزدیک بچہ شیخ فرید سکونت اختیار کردہ و یک قرن بیش در آن مقام بسر برد۔ عمروے بصد سال کشید آخر بانہ زنشستہ گذاردے و غیر از جان پاک ہیچ بشر (شے) نداشتے و شبان روزے خود را اندر آن جا گذاشت۔ وے باہمہ آشنا بود و از ہمہ بیگانہ۔ طریقہ وے طریقہ باہمہ بودن و بے ہمہ بودن بود۔ بحسب ظاہر از روے معامت در غیرت بود و بحسب باطن از راہ غیب در حیرت بود۔ ظاہر در افتادہ فرق بود و باطن وے اندر جمع الجمع غرق۔ آثار نسبت نقشبندیہ اینست۔ چنانچہ در ”رشتات“ است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ، می فرمودہ اند۔ کہ در نسبت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم در ملا صورت تفرقہ بیشتر ظاہر شود سر آنست کہ این نسبت محبوب را بخلوت خوانی در حجاب شود۔ اتہنی۔

محمد مراد روشے (دارد) کہ اگر کسے چیز کے بوے فرستادے، گرفتے خواستے نخواستے۔ و بار دیگر فرستادے ابا کردے کہ نفس عادت نہذیر و خطرہ باقی رہ نہشد۔ ہمیں طور بعضے انہی خواستے و ادرا رے وے معین نہاید، وے قبول نداشتے۔ من در آمد و شد وے را بدیدے وے مرا نیک پرسیدے و الطاف و عنایت فرمودے و شیخ مرا نادیدہ با خلاص یاد آوردے و بخنان این راہ بمیان

آوردے و رفتے آنچہ رفتے۔ وے سحر با کہ آن مجید بآئینہ مجربت خواندے
 من از زاویہ خودہ پر تاب تیر شہود۔ وقت من خوش شد۔ در اثر با تہیدہ
 پشت در کجا گذراندے از برد و پیش وے من با شیدہ گفتند۔ اثر مار چہ خواہد بود
 دریاب و یکے بر گوی "گفت

من بچندین آشنای مخورم خون جگر آشن را حال رسولی بر بیاتہ
 پس از آن یکے را از دوستان قندرنہ مطلقید و گفت۔ مہ بر نشان و باز وے من
 بگیری تا بنشست بکشور و آگاہی ہر مسجد و برد و گرفتہ شتم ماہ ہمدانی از آن از ساس
 ہزار و شصت و پنج (۱۰۶۵ھ ۵ مارچ ۱۶۵۵م) قبہ وے بجای مسکن و است۔
 من این قطعہ در تاریخ وے شتم۔ قطعہ

چون محمد مراد صاحب زید و زمرہ من میان
 رفت و تاریخ فوتش از ہر صدق شد " مراد میر درویش "۔

۱۰۶۵ھ

شیخ حاجی محمد نکیہ

وے در علوم خاصہ و باتن شائرش شہباز بہا چہری ست۔ صاحب من حافی
 و اطوار سنہ و اندرین طریق مستقیم۔ با چندے زمانہ شستہ و ہمہ دین
 بیان وافی درس گفت و در طور فقر احرف زدے و شتیں با من رہا و فقر رس

پہنان داشتے چنانچہ مقرر راست کہ اہل نسبت باطنی راقبا بے بہتر از صورت طالب علمی بیچ نیست۔ وفات وے در سال ہزار و شصت و ہفت است (۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷م) و قبر وے در گمینہ۔ من وے را در مسجد جامع سنجل دیدہ ام۔ سخنان این راہ نیک بمیان آوردے شیخ مرانا دیدہ با خلاص و محبت پر سیدہ و از احوال استاد خود و از مبادی احوال خود سخنان گشتے و حسبے خوش بمیان گذشتے۔ وے بر علم و دانش خویش وضع و اضع و نیاز و شستگی غالب داشتے و بر مولویت و قرامی وے نسبت کیفیت و احوال وے در فوقیت بود

گر نہ صحت فوق قال بودے کدے بندہ، اعیان بخارا، خواجہ نساج را وے را حوصلہ بود بس بند و واسع کہ ہر چند ابواب مکاشفات بروے کشودے، وے بیچ اظہار نہ نمودے۔ وے بکمال حالت جذبہ، استقامت تمام اندر شریعت داشتے۔ قول بزرگانست

یا ربم ملک استقامت ده کاستقامت ز صد کرامت ہے وہ آئینہ این مشرب، عالی تر و تصاف تر از انست کہ در اندک کیفیت خود را از مرتبہ عبودیت فرا تر کشیدہ، دم زمستی و انانیت می زندہ شخیصات بے محابا ببا ننگ بلند می گویند۔ شیخ من گشتہ کہ شاہ مال مستکی صاحب جذبہ و تصرف قوی بودہ اند و نام ایشان در سلسلہ قادریہ اندرین کتاب خوابد آمد، روزے درجے بول می کردہ اند، اتقا قاندرین زمین خاک یکے از مہذب وقت بودہ است و زآن جا آواز برآمدہ کہ "ہوں، ہوں" ایشان از روے غضب فرمودہ اند کہ باش باش ہنوز این

انانیت ”ہوں ہوں“ از تو نرفته۔ در ”نفحات الانس“ می آرد کہ مولانا شمس الدین تبریزی در تاریخ سنہ اشنین و از بعین و ستمہ (۶۴۳ھ / ۱۲۴۵م)، در اثنا مسافرت بقونیہ رسید و در خان (خانہ) شکر ریزان فرود آمد و خدمت مولانا جلال الدین رومی در آن زمان بتدریس علوم مشغول بودند۔ روزے با جماعتہ فسخ از مدرسہ بیرون می آمد و از پیش خان (خانہ) شکر ریزان می شست خدمت مولانا شمس الدین پیش آمد و عنان مرکب مولانا را گرفت و گفت: ”یا مہد مسلمین! بایزید بزرگتر است یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا گفت از ہیبت آن سون وید کہ ہفت آسمان از یکدیگر جدا شد و بر زمین ریخت و آتش عظیم از باطن من برداشتن زد۔ و از آن جا دیدم کہ دو دے تا ساق عرش بر آمد، بعد از آن جواب دادم کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید ”ما عرفناک حق معرفتک“ و ابویزیدی گوید: ”سجانی ما اعظم شای و انا سلطان السلاطین“ نیز گفته است، گفتم بایزید را تشنگی از جرمہ ساکن شد، دم زید بنی زو و وزہ را ربہ از آن پر شد و آن نور بقدر روزن خانہ او بود، اما محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم استقای عظیم و تشنگی بسیار بود کہ سینہ مبارکش بشرق ”الہ شرح لک صدرک و ارض اللہ واسعة“ گشته بود، لہذا جرمہ تشنگی زو و وزہ را در دستہ در استدعاے زیادتی قربت بود۔ مولانا شمس الدین فرمود: ”وہو بہت عظیم و عظیم“

۱۔ مولانا جلال الدین رومی بن سہروردی، مدینہ منورہ، سنہ ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴م، وفات ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴م، مدینہ منورہ۔
 ۲۔ ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴م، وفات ۶۷۲ھ / ۱۲۷۴م، مدینہ منورہ۔

فرود آمد و شاگردان را فرمود تا او را برگرفتند و بمدرسہ بردند تا بخود باز آمد، سر مبارک
 او را برزانو نہادہ بود۔ بعد از آن دست او را گرفت و روان شد و مدت سہ ماہ در
 خلوتے ”لیلاً و نہاراً“ بصوم وصال نشستند کہ اصلاً بیرون نیامدند و کسے راز ہرہ
 نبود کہ در خلوت ایشان در آید۔ انتہی۔

شیخ ابوالقاسم ردولی

وے عالم است بعلوم ظاہر و علوم تو حید و معرفت۔ و یگانہ است در طریق تلمیس
 و اخلا۔ صاحب کتب متداولہ را درس گشتہ وافی و مستعدان نمود۔ مولد وے زمین
 مشرق است۔ وے چون منزویست آن جا کس نخواست۔ من وے را در خانقاہ
 شیخ خود دیدہ ام و مدتے ہم جوار گذرانیدہ۔ وے خود را بطور علماء ظاہر فرامودے
 بدہ مخالف ایشان بودے و سخن اندر تو حید سخت شگرف آوردے و غالب اوقات
 ہیست نمودل و تحیہ مشغوف بودے و مرتبہ استغراق و استہلاک داشت۔ مشرب
 وے تسلیم و رضا بود۔ بعضے از علمائے ظاہر وے را بالحد و زندہ منسوب ساختے کہ
 حرف زدن وے نہ بر سنن سبک مشائخ بود۔ وے از بد گفتن کسان ناخوش نکشت
 و از نیک گفتن خوش نہ۔ و بہرہ مند و خواہش را حاصل و مرہبانشت و بے گفت بر سنن دے
 ہ کہ زار زار و اسافل خورے۔ وے راے توارنیہ فرمودے۔ از رفتن چیزش غم
 نہ و از آمدن شادی نہ۔ شمشیر قیمتی از وے بدزدی رفت وے بیچ تلفت و من
 دیدم کہ زان مہر وے ہر مہی فکرے و ترے۔ نبودہ۔ نقل است کہ روزے

خادمے بخدمت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ عرض کرد کہ آن دولعل کہ بادشاہ
نذر شیخ فرستادہ بود گم شد شیخ از شنید آن، سر بمراقبہ فرو برد پس گشت الحمد للہ۔ تا بعد
از مدتی تہمان خادم باز بعرض رسانید کہ آن دولعل در فلان جا یافتہ شد، این بار ہم
شیخ سر بمراقبہ فرو برد و گفت۔ ”الحمد للہ“۔ چون از حقیقت دو مرتبہ الحمد للہ گفتن
پرسیدند۔ شیخ گفت۔ چون لعل با گم شدند از آن مرد درخا طر خود بیچ تکلیف و تردد
نیافتم و چون یافتہ خوش نشدم پس در ہر دو حال الحمد للہ گفتم۔ انتی۔ ابو القاسم
با وجود آن حالت با فقرائے باب اللہ متواضع بود و با اعتیایے مستغنی بر عکس مردم،
گرچہ روش اکثر مردم این روزگار چنین واقع شدہ است کہ آن بار از سب حوم
(دینی) آن قدر علمے بہم سایند کہ (بدو) بدنی دارے ششای پیدا شود و رنجش و
تخریب زبانی و خوش آمدگوی امتیاز بہم رسد تا کار خود بدعاے دل بر آوردہ شود۔ کیف
از آن جماعت کہ از حکم آیات قرآنی و حدیث نبوی ()، اقوال بزرگان غرض
می نمایند و از آن حمد آیات کریمہ اغیست کہ ”مثل اللہ حملو السورۃ ثم
یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا“۔ مولانا حسین واعظ دہلوی
حسینی ”در شرح این کریمہ از عارف روم این ابیات می آید

گفت ایزد تکمل اسفار	بار باشد علم جان بود ز
علم ہائے اہل دل جمال شان	علم ہائے اہل تن جمال تن
علم چون بر دل زند یارے بود	علم چون بر تن زند یارے بود
چون بدل خوانی ز حق گیری سبق	چون بدل خوانی سیہ سازی ورق

واز جملہ احادیث این دو حدیث است کہ "العلماء انصار الله ما لم یخالطوا
 بالاعنیاء و لو یخالطوهم فاحذروهم فانهم لصوحن الدین۔" دیگر
 "من تواضع العنی لغناء فقد ذهب ثلث دینہ" در کتاب "رشحات"
 است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرمودند کہ حقیقت عبادت خشوع و شکستگی و نیاز
 است کہ از غیور و عظمت حق سبحانہ بروئے ظاہر شود۔ این چنین سعادت موقوف
 بر محبت است و ظہور محبت موقوف بر متابعت "سید اولین و آخرین علیہ من
 الصلوٰۃ اتمہا و من التحیات ایمنہا" و متابعت موقوف بر دانستن طریق
 متابعت پس ضرورت ملزمت عامہ کہ وارثان علوم دینی اند برائے این غرض
 بی باید کرد و ملزمت عامہ کہ علم را وسیلہ معاش دنیوی و سبب حصول جاہ گردانیدہ
 نہ، دور باید بود و از صحبت درویشان کہ قص و سماع کنند و ہر چہ باشد بے تحاشہ
 یہ نہ و خورند، بجنب نیز باید کرد و از شنیدن سخن توحید (وجودی) و معارف
 کہ سبب نقصان عقیدہ در مذہب اہل سنت و جماعت شود دور باید بود۔ تحصیل علم
 برائے ظہور معرف حقیقیہ کہ باز بستن بمتابعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 است، باید کرد۔ و سبب در کتاب "نخبات الانس" است کہ ابو ہاشم شریک
 قاضی را یہ کہ زخانہ قاضی مدبریہ ان می آید، بمریست و غفلت۔ "اعود باللہ من
 علمہ لا یسع" و خواجہ ابرار بنی شیعہ آن می نویسند کہ علم نافع آنست کہ مانع آید م
 از صحبت اہل دنیا و موجب کر بستن ابو ہاشم محبت خلق بود و شفقت کہ فساد عام
 مستند بہ نفس عامہ خارق می شود۔ و اللہ اعلم۔ خواجہ پیرنگ فرمودہ اند۔ از علمائے دنیا

کہ غلم را وسیلہ جاہ و تقدیر و زبان آوری ساخته اند، چنان اجتناب نمائی کہ آدمی از
 غیر گزیند قزاقے گران جانے کہ در صحبت دنیا دارے بسرمی برد۔ بر غم یکے از
 حکمریان کہ بصفت جہل مرکب موصوف بود این حدیث بر خواند کہ "الدنیا حیفة
 طالبها کلاب" معنی اش نہ فہمیدہ۔ آن جہل گشت۔ آ رہے، طالبان دنیا
 نو دسگانند لیکن آن ملا کے کریان خوش آمد گویان کہ در صحبت دنیا داران بذوق می
 گذرانند سگان اند (پس حیفة خوردن) می مانند۔ وقت سن قزاقے را دیدم کہ در
 صحبت اغنیا بمراود خاطر بسرمی برد و خود را بطور آمان می سپرد۔ روزے بطریق
 استفادہ از وے پرسیدم، معنی این حدیث را کہ در کلام شیخ ابن عربی آمدہ بود
 "لقيم بجبل لھط علی اللہ۔ وے بر شفت و شفت موشوع ست۔ باز
 گفتیم۔ این حدیث مشہورہ را چہ می فرمائی کہ "اذا احمدنا صبح، و من
 انی فقد راء الحق، و من عرف نفسه فقد عرف ربه، و ان اللہ
 یخلق آدم علی صور تہ" تا ہم بر شفت و چیز ہا شفت تا شفت تا شفت تا شفت تا شفت تا شفت
 بشنود معنی آن برگوی "وفی انفسکم اثلا تصرون، و ما رمیت الا رمیت
 و لکن اللہ رمی، و هو الاول والاخر و الظاهر و الباطن، و فایضا تو
 یوفئتم و جہہ اللہ" دیدم کہ معانی آن را برخلاف متہم مونیہ، یعنی آری
 بجنگ در پیش می آید۔ دست از صحبت وے بر اشتہ کہ نیتہ نہ

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را ہزینہ
چون ندیدند تہیت را فسخ کردند

باز چون شنیدیم که آن قزاقها مغرور و فتنه‌ناز خود شده است، من منسوب زمان این را

راگرفتہ و باین قوم صحبت نداشته۔ گفتم الحق الحق۔ و سخن ”نفحات الانس“ بیادم آمد آنجا که نوشته که شیخ الاسلام گفت فلاح نباشد مریدے کہ ذل استاد و پیر نکشیدہ باشد و ققائے وے نخوردہ باشد و لعنک اللہ او نشیدہ (باشد) و بہ رحمک اللہ برنداشتہ (نہ گفتہ) بود و بدرونا کامی ارزندہ نکشتہ باشد۔ اتھی۔ این مصرع در کلام خواجہ بیرنگ آمدہ مصرعہ

اے پیر من، بخداے من از تو بحق رسیدہ ام

روزے مرا قرأے کہ بطمع حطام دنیوی ہند و پسرے را تعلیم می کرد و برد و بے خوشان خوشان ہی رفت، روزگارے اتفاق ملاقات افتاد بے۔ از علوم معارف و توحید شیخ امان اللہ پانی پتی بمیان آمد و شیخ از گمل موحدین و محققین بود و در یکے از تصانیف خود نوشتہ کہ اگر اہل روزگار طریقہ انصاف پیش گیرند، مقدمات وحدت وجود را بدلائل عقلی و نقلی خاطر تسکین کہ وہ کردہ آید۔ وفات شیخ در سال نہ صد و پنجاہ و ہفت (۹۵۷ھ ۱۵۵۱م) است۔ آن قرأ اؤشناے غلیظہ شیخ داد۔ من بر ششم و ششم کہ شیخ اکابر صوفیہ است و از توابع شیخ محی الدین (ابن) عربی و مولانا عبد الرحمن جامی و بر قدم ایشان رفتہ در سالہ ”لواتح“ مولوی را بہترین بیان شہتی کشتہ و داو علم و حید و معرفت دادہ، نمی ترسی از خدا کہ دوستان اورا سبحانہ بدین قباحت یا بیشی۔ وے از روے مناد گشت کہ در مادہ سخن ابن عربی کہ ”سبحان من اظهر الاشياء وهو عینہا“ شیخ مداء اللہ کہ گفتہ کہ این اعتقاد ہمانست کہ

نام عبد صمد و متب امان اللہ بود ابن عبد افتخار مصنف رسالہ ”اثبات الاحادیث“ و شرح و تفسیر جامع است

فضیلت شیخ (اشیاء) را عین وجود (الہی) دانند و دیگر ناگفتنیہا گفت چنانچہ عامہ
خلاق بر شیخ اکثر طعنہ می زنند بر سخن "صات فرعون طاہرا و مطہرا"۔ و
بنسبت مولوی جامی گفت کہ ما معتقد حال وے نیستیم معتقد علم وے ایم۔ من گفتم کہ
این انکار توبہ نسبت اولیاء اللہ ہماست کہ گویند شیخ عبد اللہ دس گنہگار ہی کہ از مشائخ
کبار بودہ و صاحب وجد و حال و اہل کرامات و مقامات۔ روزے در سماع بود،
زنان آن قصبہ بہا شاہ آمدہ بودند، چون شیخ را در مجلس رقص کنان دیدند، از آن
میان پیرزائے گفت "می بینند! این مرد پیر و ضعیف را کہ بواسطہ شکم، جیج می شود
چہ طور می رقصد (خود را) قربان سازم اے شکم ترا کہ برائے تو چہ کار بانی کنند او
نیز گفتم کہ ہاں قرآن ہم برین قیاس اعتقاد خود باد و ستان خدا شناس

کار پاکان را قیاس از خود مگیر گر چه باشد در دوشتن شیه ، شیه
مقرر است که محبت دوستان خدا بهمین محبت خدا است ، این فتنل کی وابسته به نیکی
علی نیست و هیچ آلتی نیست بدست دوست به که را خواهد بد بد ، که نخواهد بد بد
حسن ز ابصر و بدل از جیش ، صهیب از روم ز خاک مننه ابو جهل این چه بود ، بیست
آخر چون دانستم که آن قزاق هم در صحبت جوان مردی (راه خدا) نرسیده ، تشیب فرما
این راه ندیده و از نیز دست بر شستم که در " فحاشات اناس " است نشان بدست
جوان مرد باید تا جوان مرد بنید ، هر که جوان مرد را دید او را دید زن که وند ، دست -

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی صاحب حمہ، ریس، جامعہ اسلامیہ، لاہور۔

”انوارالعین“ وفات ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸م

سید احمد غرب (غریب)

مرید سید عمر بیجا پوری است و اندر تصوف شاگرد سید حسین سورتی۔ با شیخ محمد فضل
مدق درری و با سید محمود امرونگی (امروہوی) صحبت داشت و مرزوق گشته و از سید محمود
سورتی اخذ طریقہ تشبندیہ نمود و بسیارے از مشائخ کبار در ریافتہ۔ وے بزرگ
بود با استقامت، خلاق عظیم داشت و مروت و فتوت مان تر۔ وے بہ سخنان این
طریق شنائی تمام داشت۔ حدیث و حید و سلوک را در گفتہ۔ با جمعیت صوری
و معنوی بود۔ با رویشان و آئینہ کار نیک مد ر کردے۔ وے در شہر سورت سکونت
داشتہ۔ آخر امر با شنائی رستم خان و کئی در مراد آباد نزد یک بسنجمل آمد و اقامت
گرفت و در آن جا مدوم بسیار بوسے نسبت ارباب پیدا کردند و از صحبت وے بہرہ
ور و مستنید شدند۔ وقتے وے بدلی شدہ است۔ و آن جا با شیخ من شن شدہ
است و اخلاص و رزیدہ و صحبت متعدد رسیدہ۔ شیخ من زوے حکایت می کند و می
فرماید کہ وے از خوابان بودہ۔ اول مرابا وے ناویدہ من و ضلالت است از سر
اخلاص و اتقائے بندگان این را و میان آمدہ و اسولہ و جو بہ حادی بندگان و قیق
می رفت فیما بین فیہ و رسیدہ و تنسیل آن پدر ز خود کشید۔ پس از آن من وے را
دو بار دیدہ م۔ مرتبہ افسانہ از زبانے فیہ و ز پور۔ وے از مراد آباد رسیدہ و من از
تسنجل۔ و من وے را نشان نمزد وے م۔ چون حرف و حکایت بیان آمدہ
و درین فتنہ و صحبت نیک در فتاہ۔ و آن فیہ و ز پور رسید فیہ و ز بن کردہ ما بین سر

و سنبھل برکنار دریاے سوت۔ چہ جاے خوشے دارد و چہ عمارت و باغ و کاش۔ این
کار باعی آنجا گفته شد

فیروز پور است یا کہ فردوس برین معمور و بند گشته و فخر زمین
ہر قصر وے از قصر جنان داد و نشان ہم باغ وے از باغ رم و برین
مرتبہ دوم در شب غس غوث اعظم و امر و بہ با ہم بکوشے نشست بودیم۔ وقت
غایت خوش بود۔ آہستہ ہوے شتم "سیدی حسبہ ندوے در کار من کن"۔ وے
گفت "من یار اے آن ندارم ترا باید کہ مراد و کفی"۔ من باز ہوے ہمان شتم
و وے باز بمن ہمان۔ آخر ہوے گفتم۔ دعا کہ در آن مراد نفس نباشد و نفس خدا
را باشد ہر (گاہ سبب زیادت) شوق و محبت است بہی و بیاست۔ وے
وے گفت بدین نیت اُمروے میان آید چہ خوش است و تارفت نچہ رفت۔ و
"نفحات الانس" است کہ یک ز چہ ن وید مرند آن ہوے کہ و نیت کہ مر
بخوانید و از من خوابید (و نہ فرمود) "ادعونی استجب لکم۔ و ما حلفت
الحد و الانس الا بعدوں"۔ من بہ نزد آمد وے یکن نیت و فرمود کہ بخوان
می خواہم (و نہ، نخواستم) "شیخ الاسلام گنت"۔ وے نہ بہ نیت صوفیان۔ و
کہ ایشان حکم سابق را می نمرند کہ ہمہ بودنیہ، بودنیہ است۔ و انفس خدا و
تا پے از شب (گذشتہ) می گنت کار کہ ہوے است و بودنیہ نہ۔ و
خلق برانند کہ چہ خوابد بود۔ حکم (حکمت) در آن است کہ چہ ہوے۔ و
گفت این نہ آنست کہ دعا نباید کرد و در نباید خواند۔ من بہ شبان رہے و در آن

خواندم و آن دو بست فصل و عاست لیکن بیچ چیز نمی خواہم۔ آن ذکر زبان بود فرما برداری رانہ بہمت (دعا) غیر آن (بیچ نیست) ہم در ”نجات الانس“ است کہ علی بن موفّق گفتہ۔ خداوند اگر من ترا از ہم دوزخ می پرستم، در دوزخ مرا فرو دآر و اگر بامید بہشت می پرستم برگز در آن جا جائے مدد و فرو و میار و اگر بہم می پرستم یک دیدار نہمای۔ و پس از آن ہر چہ خواہی کن۔ انتہی۔ چون سید احمد را وقت نزدیک رسید، چند گاہ بس کے را پیش خود راہ داد و پس بہ ہمان نسبت باطنی مستغرق بودہ است کہ آن را فنا فی اللہ ویند و برفت در پانزدہم ذی قعدہ از سال ہزار و شصت و شش (۱۰۶۶ھ ۷ رستہ مبر ۱۶۵۶م) و قبر وے در پیش جامع مسجد مراد آباد بہست۔ من در تاریخ وے این قطعہ ختم

قطعہ

چون سید احمد اہل کمالات سلوک راہ حق بنمودہ بیشک
سفر کرد از مراے بے بقاے شدہ در باغ خلد آسودہ بیشک
بخستم از خرد تاریخ فوٹش خرد گفتہ ”بہشتی بودہ بیشک“

۱۰۶۶ھ

میر محمد جان

وے مشہور بمیرک جان است۔ سید بودہ صاحب معنی و پُر ذوق۔ در اصل وے از ولایت کشاں است و در آن جا نشو و نما یافتہ و صحبت بسیارے از مشائخ کبار رسیدہ،

مرزوق بوده از دیدار بزرگان صاحب آیات و کرامات۔ عمرے دراز یافته آخر
بہندستان آمدہ۔ در فرید آباد دہلی سکونت گزیرفته و سالہا در آن جا گذرانید و بہر ادوا
بسر بردہ و این رباعی چند مرتبہ از وی شنیدہ ام۔ ندانم از کی در گرفتہ بود کہ بدوق می
خواند۔ رباعی

گل گشت مرا ز باغ گلہ دستہ برید من نازک عالم مرا رستہ برید
در مجلس عاشقان اگر می طلبند گر بے ادبی کردم مرا بستہ برید

من وے را در سال ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ تا ۱۶۱۰م) بہان جاویدہ ام و وے
در ہمہ مدت برفتہ است از دنیا۔ پیرے بود خمیدہ پشت خداوند اخلاق و کرم و مہم
و عمل۔ من نوجوان بودم، ملازمت وے می نمودم۔ وے ہمیشہ مرا ترغیب بہ صفت
احسان و فتوۃ و مروت نمودے و از صفت ذمیرہ و آزاری کہ بدترین سنات
منع فرمودے و این دو بیت خواندے۔۔۔ رہائی

در راه خدا دو کعبه آمد منزل
تا بتوانی زیارت دلبها کن
یک کعبه مصورتست و یک کعبه دل
کافزون بود از کعبه قلوب متبل
شیخ سعدی گوید

باحسان آسودہ کروں دے پہ از انٹ رکت بہ شے
 این بیت سید جان کہ شاعرے بود مشکل دوی برین میہ محمد جان خوشی آید نہ دین
 اللہ اللہ ہر کہ جیند گوید جان سید شاہ کہ جیند وہ
 و میرک جان راحت رسنیدن بدلہ را بمرتبہ رساند و یوا کہ در تہم جنہ بر سر دین خوا

گرفتے و ازین صفت خود درنگذشته۔ خواجہ شیراز گفتہ

اگر شراب خوری جرعه فشان بر خاک ۱۰ ازان گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک
 شیخ من گفتہ کہ روزگارے دو بزرگ با خود قرار داده بودند کہ ہر کہ پیشتر از دنیا برود
 باید کہ خبرے از کیفیت آخرت بدہد و بگوید کہ در آن جا کدام عمل مقبول تر است
 چون یکے از آن برفت آن دیگرے بعد از سہ روز نزدیک بقبر وے رفتہ و متوجہ
 ایٹائی وعدہ بر نشست بعد از ساعتی کاغذے پیچیدہ پیدا شد چون واکرد این بیہ
 در آن نوشتہ

چندین فنون شیخ نیز زد بہ نیم خس ۱۱ رحمت ہوں رسان کہ ہمین مشرب ست دس
 حکایت دیگر بشنواز "بوستان" شیخ سعدی قدس سرہ۔ منظوم

یکے سیرت نیک مردان شنو ۱۲ اگر نیک مردی و پاکیزہ رود
 کہ شبلی ز دکان گندم فروش بدہ بُرد انبان گندم بدوش
 نگہ برد و مورے دران قلہ دید کہ سر گشتہ ہر گوشنہ می دوید
 ز رحمت برد شب نیار است خفت ما وای او ہارش آورد و گفت
 مروت نباشد کہ این مور ریش پراگندہ گردانم از جے خویش
 درون پرند کان بیع داد کہ جمعیت باشد از روزگار
 چہ خوش گشت فردین پاک زاد کہ رحمت بر آن تربت پاک باد
 میا زار مورے کہ دانہ شش است کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

۱۳ در تذکرہ دستان ذیل تہری این سرحد بدین طریق نوشتہ است۔ "کہ شبلی زحاکوت گندم فروش

اے دانائے ہوشمند زیادہ ازین چہ گواہی می خواہی کہ صاحب جہان و جہانیان
علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات فرمودہ۔

”ادخال السرور فی قلب المؤمن خیر من عبادة القلب“

نقل است کہ بعد وصال حضرت ابی بکر صدیق (ؓ) چون حضرت عمر (ؓ)
برجائے ایشان نشست رضی اللہ عنہم۔ ہمہ اعمال شبان روزی ایشان را از اہل ایشان
استفسار کرد۔ گفت چنین و چنان بود لیکن ہر روز بوقت زوال قدرے حلوۃ تر ساختہ
نخستین می برد۔ حضرت عمر (ؓ) در درون کعبہ مجذوبے نابینا لب ہا ورم کردہ، ج
ماندہ افتادہ دید، حقیقت معلوم کرد و نزدیک بے نشست و گشت، و بمن وائیں۔ واکرد تا
قدرے حلواید و انگشت خود در دامن وے تہاد، چون انگشت بلہباش رسید گشت ”آہ
ابی بکر از دنیا بر رفت“ گفت چون دانستی (کہ ابو بکر بر رفت) گفت ”وے ہر روزے
قدرے حلوار انبوک زبان خود می چسپاند و بدین (من) می نہایت آتی۔

وافر یاد ا کہ اندرین روزگار جماعت از سب اسفان چند بہم رسانند کہ
تکلیہ باعمال (ظاہر) شریعت کردہ بیچہ رگان رادل آزارند و ازین معنی انماش
دارند کہ در ضمن این کار باے نیک نماچہ باہا باست آوردہ و در میانین حلو چہ زہ
باست آوردہ آیانمی دانند و نمی فہمند کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم در مسند بہشت حد
نماز مقبول بدانگے رود۔ عارف روم گفت

ابہان تعظیم مسجد می کنند در عشاے اس دل جوی می کنند

حضرت مولانا جامی در ”سلسلہ الذہب“ می آرد

آنکہ شرع خدا از دست تباہ
 کرده در کوی و خانه و بازار
 کار باطل کند بصورت حق
 می کند پایہ شریعت پست
 میر بازار و شخنہ شہرت
 شرع را تیرہ سازد از نورہ
 کرد اسلام را وقایہ کفر
 ساخت یکسان ز نفس شور انگیز
 فی المثل گر کیے عوام الناس
 خالی از داغ، صاحب تمغا
 اول از شرع دست موزہ کند
 سازد او را نمرودہ بیچ گنہ
 کالہ اش را بگردش ماند
 بعد از بیش سوے عسس خانہ
 تا ستاند عسس بچوب از وے
 این و امثال این فراوان است
 نیست گویا کہ بہر شرع آگاہ
 شرع و دین را بہانہ آزار
 برد از شرع مصطفیٰ رونق
 تادہد مایہ طبعیت دست
 شرع از واد شرع بے بہرست
 قند را شیرہ ریخت در شورہ
 کرد طبعش بلند پایہ کفر
 دین حق را تنورہ چنگیز
 بفروشد سہ چار گز کر پاس
 در ہمہ شہر افکند غوغا
 زو سوال نماز و روزہ کند
 پشت و پہلو ز ضرب درہ سیاہ
 گرد بازار با بگرداند
 بندستہ برائے جرمانہ
 بہر شخنہ بہاء شاہد وے
 کہ بران بدنہاد تا وانست

۱۔ عنوان ین حکایت ین است "در مذمت آئانہ شرع را بہانہ زار مسلمانان سازند و کارہای
 باطل و بصورت حق چہ دانند" ج ۱ در سلسلہ الذہب "تنورہ"

نصم دین شد عکیلہ و دستان	اے خدا داد دین از وستان
شرع را خوار کرد و خوارش کن	شرم بگذاشت شرمسارش کن
خود چه حاجت که من دعا کنمش	بر جگر ناوک و غا ز نمش
پیشتر زین بهشت صد و ہفتاد	بدعائیش رسول دست کشد
کائے خدا ہر کہ کرد نصرت دین	در دو کوش نصیر باش و معین
وانکہ خذلان شرع خواست امروز	دل و جانش بہ تیر خذلان دوز
خود چه خذلاں ازان بر کہ کسے	باغ رضوان بدل کند بنتے
روے در خلق و پشت بر مولی	دین فروشی کند پنے دنیا
بدہد دین و دنیا اندوزد	شمع دین بہر دنیا افروزد

انتی

در ”رشتات“ است کہ مولانا سعد الدین کاشغری فرمود قدس سرہ فاکہ صحت موجب وصول جنت است و ادب در صحت سبب قرب ہی نہ (کہ) کا مدان مشائخ قدس اللہ ارواحہم براتند۔ می باید کہ باطن خود را صاف گردانند، تصنیف، تزکیہ مشغول گردانند تا دوام مراقبہ دست دہد و آنہر چہ از اعمال خود رہی نہ رہد، آب در خای زیادہ می کند مصرعہ

ہر چہ گیر و غلتی علت شود (انتی)

گویند فقہیے بود مدرس اندر شہر لاہور، روز یک غریب نامہ مسند حضرت مزہر

ہوے گی گذارند۔ در آن میان نام طنبور برآمد۔ مدرس پرسید ”طنبور چه شکل دارد“
 (آن غریب) نامراود گفت مثل کفچہ می شود۔ ازین حرف وے برآشفقت، کتابے کہ
 در پیش بود بر سینہ این بے چارہ زد و بقرہ گفت۔ ”اے نامعقول چیز کے حرام را
 کھیزے کہ طعام حلال از و برمی کشیدند تشبیہ می دی“۔ آن نامراود عاجز از آن ضربے
 کہ بسینہ اور سیدہ آہ بر آورد و برخاست و برفت۔ شیخ سعدی فرمود قدس سرہ

سرہنگ لطیف و خوش گفتار بہتر از فقیہ مردم آزار
 جاہل نادان، پریشان روزگار بہ ز دانشمند نا پرہیزگار
 کان ز ناہینای از رہ افقاد وین دو چشمش بود در چہ افقاد
 تمیز بے ارادت، عاشق بے زر، و رونده بے معرفت، مرغ بے پر، و زابد بے علم،
 خانہ بے در، و عالم بے عمل، و درخت بے بر، من عزیز۔ را دیدہ بودم کہ در بزرگی
 و شان و معاشرت انگشت نما بودہ است۔ میرسید فیروز گفت کہ من روزے در مجلس
 آن عزیز وے برآشفقت و بقرہ گفت۔ اے احمق مگر قدح (قدر خود) نمی دانستی
 کہ باین نام (عفت غرور) قبیح آب خواستی و این قبیح بر سر تو باید زد۔ وہم سید گفت
 امیر سے دینی کہ بصفات مسلمان و دینداری موصوف بودہ اند، اندر دیار خود۔
 روزے بر سر مائدہ طعام نشستہ بود خبر آوردند کہ عزیزے صالح بیدار امیر از
 بندستان رسیدہ است و بر در نشستہ (میرا ورا) بصبید و بر سفرہ بنشانید۔ در دکن
 رسمیت از مسلمان کہ یکے طعام خوردہ از سر سفرہ برخاست دیگرے آمد بجای او
 نشست و بخورد، ہم چنین تا آخر طعام موافق حدیث ”سور المومن شفاء“

آن عزیز رسم آن جارانمی دانست وے از طعام، طبق نیم خورد، و دیگرے (نیم) را از دست یکسو کردن گرفت۔ امیر بدید و بر آشفت و گفت۔ ازین طعام بیشتر را چرا یکسو بگیرد مرغکے خوردہ بود یا سگکے؟ و بخندہ ام گفت این را بر خیزانید و بدر ببرید۔ سرہنگان کشان کشان از سر سفرہ بدر بردند۔ و ہم از آن امیر یعنی مردہ غل می کنند کہ شبے در نماز بود و پسر خورد (خرد) سال وے را از شمع آتش رسید و تن پرہ پیش وے تمام بسوخت و وے نماز را ننگ داشت۔

حافظ صالح تھانیسری

مرید شیخ عبدالحی تہتی است و وے مرید شیخ احمد سرہندی۔ صالح است و صائم الدہم و حافظ کلام (مجید) مستقیم الحال، اخلاق نیون دارد با شش من آتش است و شش من وے را از راست کرداران و تیوکاران می گوید من وے را از ای سال دیدہ و شش ام۔ در اوایل شنودہ بودم کہ در دست وے ریشے بودہ است و نامک و مرہبہ اندر آن افتادہ و وے بیچ کرے را از آن ریش بر زمین نینداختہ و ہم چنان با در دوام نیک درساختہ۔ سخن وے قبول دارد و در ہر کارے و منے چنان کہ از زبان بر آید۔ آنچنان شدہ۔ وقتے وے بہ نیت خیر برائے شیخ اہل استیاج و صحبت را تمنا کرد بودہ است و آن امیرے بود خیر زمان کہ وے ازہ متشیع بودہ و بہیت محبوبی بل معنوی رسیدہ و وے با وجود مرتبہ سخا و جود متواضع و نیازمند فقر بودہ۔ وقتے وے قلعہ ”دورپور“ از دامن کوہ کمایوں فتح کردہ موسوم بہ ”رسول پور“ ساختہ۔

جمعے فقرا و صلحا آن جا آرزو مند وے بودہ اند۔ در شب جمعہ و دو شنبہ ہنگامہ مولود خوانی گرم بودہ است و وے ہم تمام شب اندر مجلس مولود بادب تمام نشستہ بودہ است ہمدان مدتے در زیر آن قلعہ پالہنگان ہنودان بفرمودہ وے میدانے را کہ تفرجگا ہے وے بودنگا بہانی می کردہ اند۔ اتفاقاً شبے حافظ عبداللہ دہلوی غریب و نامراد و نادانستہ اندران میدان رفتہ و بخلا جانستہ پالہنگان حافظ را از پارہ (بارہ) درو کشیدہ اند۔ ازین معنی جمع حفاظ و مولود خوانان رنجیدہ اند و خواستہ اند کہ آن پالہنگان ہزار سہند۔ امیر گفتہ پالہنگان بگفتہ ما آن جائیگاہ را نگہبان بودہ اند۔ دران امر گنا ہے شان نیست بہتر آنست کہ تا در گذرید۔ آمان گفتند ہند وے کہ اہانت مسلمانے کند، اورا ہزار رسانیدن واجب است۔ ازین حرف امیر از مسند خود فرو تر نشست و سرنگون کرد و گفت، انیک ما حاضر ایم، ہر سزائے کہ رسانیدن است، برسانید۔ ازین ادائے زہیدہ وے ہمکنان آفرین ہا کردند و بعضے آب اندر چشم آوردہ ریستند و بر تواضع وے شکر ہا کردم

تواضع ز گردن فرازان نکوست گداگر تواضع کند خوے اوست

پس از آن امیر بقوت و تدبیر میر سید فیروز فتح لشکر ایران نمودہ، خطاب ”بہادر“ فیروز جنسی“ یافتہ، معزز ترین امرائے شاہجہانی شدہ و بیج تگمین خود این نمودہ کہ

فتح لشکر ایران ز لطف شاہجہان شدہ بہادر فیروز جنگ رستم خان

باخورد ز ہفتہ رمضان از ہزار و شصت و ہشت (۱۰۶۸ھ ۲۵ مئی ۱۶۵۸م) جنگ

اکبر آباد برفت از دنیا۔ من چون پیش ازین بد وازدہ سال و دہ سال و چند ماہ

باوے بودہ ام لشکری۔ وے مرالطف بسیار کردے و ہمراہ وے بے جمعیت نبودہ
ام۔ در تاریخ وے این گفتم۔

قطعه

چون بہادر رستم فیروز جنگ عالمے در مدحت اولب کشود
در شجاعت رستم و سنان عصر در سخاوت حاتم آفاق بود
ترک تازی کرد در میدان ہند سر خرو گشت و بخت رفت زود
چون فریدے مرتضی خان در جہان داد، خورد و بُرد، راہ خوش نمود
سال تاریخ و فاش عقل گفت بُرد رستم گوے از میدان جود
ورفت خان پسرش و عظمت خان پسر برادرش و چندے از وفاداران باوے
برفتند۔ وقتے کہ آن امیر حاکم سنجبل بود یکبار بادشاہ فرمود کہ از سنجبل، راتھے
کرده ہجرات فرستند رجوع بحافظ صالح آورد۔ حافظ گفت بش طیبہ مرا رخصت
تھانیر کنی۔ وے گفت آری و در جہان روز بادشاہ باز وے را بر حکومت سنجبل
بحال فرمود و این واقعہ در اکبر آباد (بود)۔ یک بار دیگر ہم بادشاہ فرمود کہ سنجبل
بشاہراہ دہ بند و وے را در حضور بطلبند۔ این بار ہم رجوع بحافظ آورد و وجہ حافظ
بحال ماند۔ من ازین از دوبار واقفم۔ روزے شاہ ادب خواست کہ بحافظ آید۔ می
حافظ بھا آید، وے از ہر دو وجہ اپا نمود۔ روزگارے آن امیر میر سید فیہ و زراہیل
مطلق خود کردہ بود و عنان کار و بار سرکار باختیار وے سپرد۔ وے آن زمان کہ
بحافظ نیاز و اخلاص داشت و امروز زیادہ از است۔ سید در اوایل مدت مفت

سال در ہوائے بختان نام جوانے کہ بحسن و زیبای بے نظیر بود و بغمہ سرای عالمگیر۔ از سنجھل برآمدہ و بلباس درویشان گذرانیدہ و عاشقی نیک ورزیدہ و عجائب و غرایب دیدہ و من بختان را دیدہ و سرود او شنیدہ بودم، و الحق چنان بودہ است۔ روزے سید در ملک و من بصر اے خفته بود، پدر وے سید احمد در خواب لکدے بروے زدہ و گشتہ چہ خفته، بر خیز و خبر آن جوان بگیر۔ سید برجستہ و جوان را در قید دنیا دارے نکو میدہ کردارے یافتہ و از آن جا بقوت تہور و دلیری بر آوردہ و بمراد دل صحبت ہاداشتہ۔ میر سید امجد بزرگ بود باہمت و فتوت و صاحب اخلاق و کرم۔ وے خفاے پدر من بود و نسبت ہم جدی داشتہ چنانچہ در خانہ بیاید۔ پدر من گفتہ کہ وقتہ شمری پنجہ و روپیہ از من قرش خواست من بطنائی شتم، پر سید کہ آن شمری کیست و چہ نام دارد و ب تامل بداد۔ من، شمری و خانہ ان ازین ہمت وے حیران شدیم و سید امجد در سنجھل از جمیع اطفال قبیلہ نسبت رقم حروف شفقت و مہربانی بیشتر فرمودے۔ روزے بزیارت ڈھاک شہید کہ دو فرشتہ از سنجھل است، رفت۔ سید فیروز پر خود و سید جعفر پر سید اشرف برادر خرد خود و شیخ خلیل پر شیخ قانی نانائے من و من و دیگر خردان قبیلہ را با خود برد۔ سید فیروز از ہمہ کلان بود و ما ہمہ ہمہ و ما ہر ایک خوش سوار کردہ و در بر و تن شہید چہ جے خوشی بود و چہ درختان دشت و غیہ متعارف کہ اس نشناخت و آن روز در آمد و شد، خوشی و خرمی گذشت۔ وفات سید امجد در دوم ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و بیست و اند (۱۰۲۰ھ ۲۶ جنوری ۱۶۱۲ء) است۔ و قبہ وے در نہایت دہودس۔ میر سید فیروز گشتہ کہ

روزگارے من با عبدالرحیم خان دکنی کہ پنج ہزاری نامدار و نیک کردار بود، بودم۔
وہے را عادل خان بیجا پوری صاحب مدار کردہ بود۔ پس از آن بتشرعے وہے را
اسیر کردہ در قلعہ ہفتمی بیجا پور در زیر کوشک خود محبوس ساختہ و من در آن روز نہمین
غربت (حرب) زخمی شدہ افتادم، چون بہ شدم از غایت دوستی کہ باہے داشتم تا
شش ماہ در آن جا بودہ و تدبیر باہے عجیب و غریب کہ زیادہ از آن مقدمہ ریشی
نباشد براہنجمتہ۔ شبے وہے را از آن زندان بر آوردہ و بردیوار قلعہ شہ رفتہ و در غلہ و
زننے بستہ و فرو دآوردہ و از آب خندق پایاب گذرانندہ راست بدولت آباد آوردہ
و وہے بدولت و شوکت و جاہ ممتاز گشت و تفصیل این قصہ بس دراز است و درین
کتاب کہ سخن بس بہ اختصار رفتہ این قدر کافیست۔ و ہم سید گفتہ کہ من در اہل
شبے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم کہ با کمال عظمت و بدہار راہ
دروازہ ہداؤں سنبھل بیرون می آیند و من از مردم استغفار آمدن آن دست می
کنم، می گویند براہے دیدن مادر قوی بی حاشیہ می روند۔ کہ بر درخت در زیر
درخت اہلی آمدہ نشستہ اند و مادر من چہ در سپید بروے کشیدہ آمدہ و در قدم مبارک
آن حضرت افتادہ و مرا نیز در انداختہ و آنحضرت دست مبارک خود بر سر پشت من
و والدہ من گذاشتہ اند و عنایات و لطافت فرمودہ۔ زتن روز سید نعمت ساری،
معنوی از عنایت آن حضرت مشرف (شدہ) است۔ و ما رسیدہ صدق و رقی ۱۰۰
است و رسم قبیلہ پروری و خبر گیری را بکمال رسانیدہ۔ آنحضرت دست چہارم زین
از سال ہزار و شصت (واند۔ ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) برفت زین ۱۰۰

جِد (مادری) من می شود تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

چون ام المومنین دہراز دہر شدہ در روضہ قدس تبارک
غریبان جامہ جان چاک کردند بدر و ماتمش ہر خانہ یک یک
ہمہ اخلاق او بودہ بعالم چو خلق فاطمہ خیر و مبارک
چو پرسیدم ز دل تاریخ فوتش دلم گفتا ”بہشتی بود بیشک“

۱۰۶۰ھ

و امروز بہ سنت وے است رابعہ وقت۔ با غیرت و ہمت باطن و پیدا۔ (در)
معاملت و سخاوت روشن و ہویدا۔ و وے اہل سید فیروز است و خواہر من و ہم از من
ذکر باطن گرفتہ و مشغول است۔ (بعد رفتن سید فیروز) روزے تقریبے بوے گفتم
کہ در اوقات غم قبضے کہ بتو لاحق می گردد و بمن ظاہری کردہ باشی تا بتدارک آن بقدر
کوشیدہ آید۔ وے جوابے گفت کہ باب زر باید نوشت کہ اعتقاد من مطابق
اعتقاد ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام است۔ در آن زمانے کہ اور اور
آتش انداختند جبرئیل علیہ السلام اندر ہوا گفت اورا ”ہل لک حاجۃ
الی“ گفت ”بلی اما الیک فلا“ باز جبرئیل گفت ”سل ربک“ ابراہیم علیہ
السلام گفت ”حسبی سوا الی علمہ بحالی“ خواجہ اسرار (خرد) گفت

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجتست
ازین مقولہ وے بس خوشوقت گشتم و وے را از مقبولان خاص گردانیدم۔ میرسید
فیروز در اوایل باشنای من باش من نادیدہ محسبے کردہ بود و ازین راہ خود را اولی

گفتہ۔ پس از آن بصحبت شیخ من رسیدہ و از مقبولان خاص مرویدہ۔ سید (بمن) خاص گفتہ کہ وقتے وے بلا ہوری رفت خواست کہ خولجہ خورد را بسرا بنور برد۔ وے فرمود من آزارے دارم و بعضے خردان ہمہ یارند ازین ممر رفتن معتذر است۔ من از سر اخلاص از وے (اجازت) طلبیدم و ششم خواجہ آزارے شاہ و متعقدان شہر من فدائی کنم و شور باران ختم و وے را نوشانیدم۔ بر فور وے را صحت روے داد۔ من سوری پالکی و تیل و خرچ راہ پیش آوردہ وے را روان ساختم۔ بعد از شنیدم کہ یکے از پسران ارجمند وے را پس از کد خدا شدن تو قفے (وجع) روے نمودہ ازین سبب شبہ بر خاتمہ و سر نیاز بدرگاہ خدا آوردم و گفتم خداوند! من خود را در کار خولجہ فدائی نمودم درین اثنا جوآنے حیوانی شیر و مرغ را بندر من آورد ششم (درواہ خود) این فداے (بجای) فدا شدنے من است و آن را ذبح کردم و خوارندم در چند روز آن پس را فتح میسر شد۔ ہمدان مدت شیخ من از مطلوب خود کہ از دیر باز جدا ماند و بود اوقات نمود۔

و امروز سید (فیروز) مقرب و معزز در گاہ بادشاہ وقت است و سخنان این راہ بے خاری گوید، نیک می فہمد و در ہر رنگے کہ وے است نیتے را بخ و درست دارد و یقینی است کہ در قبا پوشی و عبا پوشی و اعمال ظاہر و باطن نیت درست مقصوب است۔ حدیث اصح نبویست علیہ السلام "انما الاعمال بالنیات"۔

گویند روزگارے دو تاجر با ہم بہ بیع و شرای بمسفری شدند یکے بخیر غلہ ۱۰۰۰ سے بخیرید چرم گاوان۔ شب پیش یکے از مشایخ کبار رفتند۔ وے از ہر دو واقف گشت طالب غلہ را طعام با خود خوراند و صنف بسیر نمود و صاحب چرم را

رونداؤ۔ ہر دو سو دایے خود گرفتہ برگشتند و بان بزرگوار باز رسیدند این بار صاحب
چرم رالطف فرمود و صاحب غلہ رانہ۔ ہر دو بعرض رسانند کہ شیخی! اول مرتبہ سلوک
بدان گونه بر فرمودند و این بار بر عکس آن ظاہر شد، درین چہ ہر است۔ گفت۔
وقت رفتن نیت خواہندہ (غلہ) چنین بود کہ پیشتر در آن سرزمین غلہ ارزان باشند تا
من بمرا دگیرم و نیت خواہندہ چرم کہ در آن دیار گاوان بسیار مرده باشند تا مرا دمن
بر آید پس موافق ہر دو آنچنان پیش آمد۔ و الحال نیت صاحب غلہ برین آمد کہ در
دیار من غلہ گران باشند تا فائدہ یابم و نیت صاحب چرم کہ در ملک من گاوان نمیرند تا
من منتفع شوم پس من مطابق نیت شاکل کردم ”نیت المومن خیر من
عملہ“۔ مقرر است پدر من گشتہ کہ شیخ فرید مرتضی خان در وقتہ کہ بخشی
اکبر بادشاہ بودہ است، سید محمد محتسب دہلوی را کہ مردے بزرگ بود نورانی طلعت
و در سال ہزار و ہفدہ ہفتہ (۱۰۱۷ھ ۱۶۰۹م) از دنیا با کبرآباد طلبید کہ از نظر
بادشاہ گذراند۔ شیخ (فرید) بوے شد و تعریف سید کردہ ہم در پیش آورد۔ نوڈرمل
بیک دیدن طلعت سید معتقد گشت و از روے نیاز گفت سید! دعائے درکار من
کن۔ سید دست بدعا برداشت و گفت۔ خدائے تعالی ترا مسلمان کند۔ شیخ ازین
حرف اند۔ شمند گشت و گفت (در دل خود کہ خدا نخواستہ) برہم شو و ازین مریجہ خللے
درکار من افتد۔ نوڈرمل بشی گفت بیجہ جے پشیمانی نیست کہ نیت سید درست
است ہر چہ پیش وے بہتر بود، برائے من خواست۔ من خواہ قبول کنم خواہ نلکم۔
بزرگ فرمودہ

من آنچه شرط بلاغت با تو می گویم تو خواه از خنم پند گیر خواه ملال
پس از آن دیوان نو ذریل سید را بخشور بادشاه برده فهم نیک نموده وزود با مقصود رخصتش فرمود۔

سید محمد سرسوی

وے بزرگیت با استقامت و معاملت و غربت۔ پیوستہ با اوراد و وظائف در
زاویہ خود مشغولست۔ آثار و برکات از وے ظاہر است۔ گاہ بامر اہل قدم خویش
خورسندی سازد و مہر و شفقت بسیاری آرد۔ حالت شگستگی و نیاز از وے ظہر
است۔ در طریقہ نیاز خواجہ شیراز گفتہ

در راہ ماشکتہ ولی می خرنند و بس بازار خود فروشی آن راہ دیگر است
شیخ من در حالت شگستگی و خاکساری سخن می گفت۔ در آن میان وجیب تازہ در
تفسیر کریمہ ”يقول الکافر یا لیتنی کنت قرآنا“ گفت کاش خاک بودے و
خاکساری خاصہ صفت مسلمان است یعنی مسلمان بودے۔ سید محمد ہم گاہ کہ مرا
بقدم خویش خوشوقت میسازد و من بہ نسبت بعضی از بزرگان ادب و نیاز کے کہ ارم
و ردل می گویم، بہ مقابلہ دیگر بزرگان بہ نسبت سید ادب نگاہداشتن اہم است،
صادق و راست باید بود با وے کہ وے بشف دیدار خواجہ بہ نیک رسیدہ است۔

در ”نہجۃ الانس“ است کہ وقت (حی) پندر (با) شیخ ابو عبد اللہ خفیف
بہ تنگی پلے رسیدند۔ شیخ ابو عبد اللہ خفیف وے را گشت۔ پیش رو، اے بو الحسن۔
گفت بچہ سبب پیش روم۔ ابو عبد اللہ خفیف گشت کہ تو جنید را دیدہ ام من ندیدہ ام۔

وہم در آن کتاب است کہ خلیفہ بغداد رویم را گفت۔ اے بے ادب۔ وے
گفت۔ من بے ادب باشم؟ نیم روز با جنید صحبت داشتہ ام یعنی ہر کس کہ با وے نیم
روز صحبت داشتہ باشد، از وے بے ادبی نیاید فلکف کہ بیشتر۔ سید محمد گفت۔ وقتے
کہ خواجہ بیرنگ از دہلی آمدہ و در سنجہل بمنزل شیخ تاج الدین نزول فرمودہ بودند۔
من دوازده سالہ بودم جدہ من سید مصطفیٰ کہ تربیت ظاہر و باطن (من)
از ویست۔ مراد در حضور خواجہ بیرنگ بردے و از دیدار منور ایشان روزی مند
ساختم۔ روزے ایشان فرمودند کہ بزیاارت قبور مشائخ این شہر باید شد۔ شیخ
تاج الدین وجہ من اشارہ بشیخ کبیر کلہ روان نمودند۔ ایشان بر اسپ مشکلی سر بلند
سوار شدند و اکثرے از اکابر و اہالی شہر قریب بصد کس در رکاب ایشان بودہ اند و
ایشان نزدیک روضہ شیخ از اسپ فرود آمدہ در ایستادند و لمحہ مراقب گشتند و بعدہ
نزدیک بقبر شیخ بہ نشستند و ساعتے مراقبہ نمودند۔ پس از آن جابر خاستند و بخوشوقتی
تمام فرمودند کہ شیخ بس بزرگ است۔ درین اثناء شیخ عبدالشکور نبیرہ شیخ کہ
صاحب جذبہ و تصرف بودہ باشان قوی۔ وے در سال ہزار و بست داند رفتہ از
دنیا (۱۰۴۰ھ تا ۱۰۶۲م)۔ پیش آمدہ و نیاز مندی نمودہ، ایشان را بردہ بر بالاے
چہر ترہ نشاند و عینیت فرمود۔ وہم وے گوید کہ روزے خواجہ بیرنگ مرا از جدہ
من پر سیدند کہ ترا چہ می شود؟ گفت۔ نبیرہ۔ دوات و قلم طلبیدہ سطرے چند نوشتہ
و مراد در پیش نشاندند و فرمودند بخوان۔ من نیونی تو انستم خواندن۔ ایشان از اول
تا آخر مرا خواندند و آن آنست کہ ”فرزند نور دیدہ ہمگی ہمت بر آن دار کہ ترا چچ

باستی در دل بغیر خدا سبحانے نباشد، ہرچہ غیر حق سبحانہ دل ترا بخود مشغول گردانداں
 ”لا الہ الا اللہ“ گفتن آن چیز را از دل خود دور کرده، باشی چنان (زندگی)
 کن کہ آن چیز را دشمن خود دانی، ہمیشہ از حق سبحانہ بنیاز تمام آن خواہی کہ بغیر خود
 هیچ چیز گرفتار نگردانند۔ طہارت پاک ساز و در خلوت نماز گزار و سر بر زمین نہادہ از
 حق سبحانہ طلب کن کہ ترا در دل بندگان خاص خود راہ دہد۔ سعادت خیر این بدان
 کہ بندگان حق سبحانہ ترا در دل خود جاے دادہ از حق سبحانہ بطلبند کہ محبت خداوند را
 در دل تو جاے باشد

ترا یک پند بس، در ہر دو عالم	کہ برناید ز جانت بے خدا، دم
اگر تو پاس داری پاس انفاس	بسلطانی رساندت (ہم) ازین پاس
تو مباحش اصلاً کمال این است و بس	تو ز خود گم شو وصال نیست و بس

سید بدہ فرید آبادی

بزرگ است صاحب زہد و ورع و معاملت قوی، خلق نیو دارد و تواضع نیو تر۔
 عمرے دراز یافتہ۔ وے باز یادتی تحافت و کمی بصارت از منزل خود بمسافتی مسجد
 جامع آن جابر روزی رسد و سہ، چہار نماز بجماعت می گذار۔ و پس از نماز نخستین
 وے را دست گرفته بخانہ اش می رسانند۔ وے پیوستہ باوردانہ و خانہ مستونہ
 و ادعیہ ماثورہ اوقات خود معموری دارد۔ من ہر گاہ بفرید آبادی شوم، وے را
 اندران مسجدی بنم۔ بر من لطف و عنایت می فرماید۔ (بچہ وقتے) از وے سخنان

غیر ضروری نہ شنیدہ ام و وے را معطل از اعمال دینیہ و اشغال یقینیہ ندیدہ ام۔
صلوٰۃ التَّسْبِيح کہ از غرائب اعمال دینی است و مستحبس از احادیث نبوی صلی اللہ علیہ و
سلم قال (ابن) العباس روایت است از ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عباس را فرمود۔ یا عباس، یا عماہ۔ الا اعطیک؟ الا
امنحک۔ الا اَجْبُک (آلا اُخْرک)۔ اے عباس اے عم من آیا، ندہم
ترا، آیا عطا کنم، یا خبر ندہم ترا الا افعَل بک عشر خصال آیا نکم بتو، وہ
خصلت یعنی چیزے کہ بہ شتم وہ خصمت است یعنی پیاموزم ترا چیزے کہ کفارت
وہ (۱۰) نوع ذنوبِ رُود۔ اولہ و آخرہ۔ پس ترا عشر خصال (دادہ باشد) و
آن قائم مقامِ وہ بہ راست۔ ادا انت فعلت ذالک غفر اللہ لک
ذنبک (اولہ و آخرہ قدیمہ و جدیدہ خطاہ و عمدہ، صغیرہ
و کبیرہ سرّہ و علانیہ) وقتے کہ تو کہنی آن را بیا مرزد خدا ترا گناہ ترا (اولہ و
آخرہ) گناہان کہ پیش ازین کردہ و گناہان کہ پس ازین خواہی کرد، گناہان کہ
پیش و پس یندیر کردہ قدیمہ و جدیدہ گناہان بہ نہ تو (گناہان جدیدہ تو)
خطاہ و عمدہ گناہان کہ ب قصد نادیدہ و نادانستہ کردہ و گناہان کہ بقصد کردہ
"صغیرہ و کبیرہ" گناہان خورد و کُدن "سرّہ و علانیہ" گناہان پوشیدہ و
آشکار "ان تصلی اربع رکعات" و آن انیست کہ بگذاری چہار رکعت را
تقراء فی کل رکعة فاتحة الکتاب و سورة "می خوانی در ہر رکعت فاتحہ و
سورہ از قرآن، ہر سورہ کہ باشد و شش جلال الدین سیوطی در "عمل الیوم

واللیلة“ گفتہ کہ بخواند دروے ”اللھکم التکاثر والعصر والکافرون
والاخلاص، فاذا فرغت من القراءة فی اول رکعة واست قائم
قلت“ پس چون فارغ شوی از قرأت در رکعت اول و حال آنکہ قیامت دہمی
گوی ”سبحان الله والحمد لله و الا اله الا الله والله اکبر“ خمس عشر
مرہ۔ پانزدہ بار و در روایت ”لا حول ولا قوۃ الا بالله“ زیادہ۔ ثم ترفع
و پستر رکوع می کنی فتقولہا وانت راکع عشر، پس می گوی این کلمات مذکورہ و حال
آنکہ تورکوع کنندہ، دہ بار و دہ بار بعد از ”سمع الله لمن حمده و ربنا لک
الحمد ثم سهوی (تہوی) ساجداً“ پس ترپان می افتی برات سجده۔
فتقولہا وانت ساجداً عشر، پس می گوی این کلمات را در سجده دہ بار پس زین
تجوود (سجده) ثم ترفع راسک من السجود (سجده) فتقولہا عشر
پستر بر میداری سر خود را از سجده می گوی آنرا دہ بار، ثم تسجد فتقولہا عشر،
پس ترسجده می کنی می گوی آن را دہ بار بعد از دہ سجده (دہ قعدہ) فعد الیک
خمس و سبعون فی کل رکعة“ پس بموع آن بنت دہ تن بار می شمارد
رکعت ”تفعل ذالک فی اربع رکعات“ می کنی آن را در چہ رکعت و ششم
این نماز بعد التختات پیش از سجدہ این دعا آمدہ است

”اللھم اسی اسالک توفیق اهل البی و عس من

الیقین و ماصحة اهل التوبة و عزم من التمس و حد

اهل الحشیة و طلب اهل البرعة و نعد من عرج و

عرفان اهل العلم حتی التاک نبعہ سی مسک معارف

تحررنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملاً
استحقق به رضاک و حتی انا صحت بالتوبة خوفاً
منک و حتی اخلص لک النصیحة حیاء منک و حتی
اتوکل علیک فی الامور (کلیها) و حسن ظن یک
سبحان خالق النور.

ان استطعت ان تصلی فی کل یوم مرة فافعل

اگر می توانی که بگذاری این نماز را در هر روز یکبار پس بکن آن را۔ ”فان لم تفعل
ففی کل اسبوع جمعة مرة“ پس اگر نتوانی تو در هر روز پس بکن در هر (جمعه) هفته
یک بار ”فان لم تفعل فی کل شهر مرة“ پس اگر نتوانی در هر جمعه پس بکن در هر
ماه یک بار ”فان لم تفعل فی کل عمر مرة“ پس اگر نتوانی در هر سال پس بکن
در عمر خود یک بار۔ رواه ”داؤد“ ”ابن ماجه“ ”وفی دعوات الکبیر“ رواه ”اترندی“
عن ابی رافع نخوی۔ بدان که مشهور و معمول در صلوة و تسبیح همین طریقت است که مذکور
شد و در روایت ”ترندی“ از عبد اللہ بن المبارک پانزده بار بعد از ثانی پیش از تعوذ و
تسمیه و بار بعد از قراة تا آخر ارکان و بعد از سجدتین تسبیح نیست و منتهی است که بیک
سلام بگذارد یا بدو سلام و موافق مذہب امام اعظم (ابو حنیفہ) بیک سلام است۔
بدانکہ حدیث صلوة تسبیح را در جامع اصول از حدیث ”ابی داؤد“ و ”ترندی“ آورده و
در روایت نہایت در هر سال یک بار داشته و در تمام عمر یک بار ذکر نکرده مولف این
حروف ”ابن ماجه“ و ”تہذیب“ نیز آورده و در ”حسن حصین“ بروایت ”ابی داؤد“ و
”ابن ماجه“ ”مستدرک“ و ”حاکم“ گفته و صحیح ابن حبان ذکر کرده و بعضی محدثان را

درین حدیث سخن است و "ابن جوزی" کہ وے نسبت بہ وضع از مستعجلان است
 آن را در موضوعات آورده و نزد اہل تحقیق سخن "ابن جوزی" مردود است و
 بسیارے از علماء محدثین آن را تصحیح نموده اند و از زمانہ سلف از تابعین و من بعد ہم
 الی یومنا ہذا معلوم و مشہور شدہ و مشائخ طریقت بدان وصیت کردہ و تذکرہ
 ابن حجر " (اسقلانی) در تقویت و اثبات آن مبالغہ نموده و جملہ از آن در شرح مذکور
 است این جا این مقدارے کافی است۔ واللہ التوفیق۔ اتمی

میر ابراہیم حسین

وے از خاندان شرافت نجابت است۔ مستقیم الحال بودہ۔ در معطلت و نفوت
 شانے قوی داشتہ۔ وے داماد خولجہ ابرار است بعد وفات خولجہ برادر مسجد جامع
 فیروزی سوک صحبت داشتہن بیاران این طریقہ و نماز گذاران بہمانعت وے برہ
 داشتہ بود۔ بادشاہ صاحب قرآن ثانی از غایت دینداری و دیانت بروے قنیت
 مقبرہ ہمایون بادشاہ راہنام او کرد و وے از راہ اتقوی و پرہیز غالبے باغ این مقبرہ
 نہ بوسیدے و بیچ میوہ و چیز ہاے اوقاف آنجا را خود نپسیدے وافر ہاے خوردن
 نپشنیدے بل آب ہم از چاہ با آن باغ نخوردے و ازین عمر بندانی و این
 گردیدہ بود و بپایہ عزت و وقار و عظمت و افتخار رسید۔ وقت بادشاہے رہید
 سپارہ کلام مجید کہ می گویند کہ بخط حضرت میر امین حق است رشتہ ہمایون
 یکے از حجرہ ہاے آن مقبرہ داشتہ اند بکنور خود را کہ آب صبیہ بہ آب آئینہ

برگرفت و بسید و کیفیت پر سید و باز حوالے ہوئے نمود و با عز از رخصت فرمود۔ من
آن سپارو ہائے را وقتے با شیخ خود خواند و ام۔ با عظمت و شان قوی بر پوئے نوشته
اند و آن خط بخط کوفہ مشابہت (وارد) و الآن آن سپارہ ہا در آن مقبرہ ہست۔
منقول است کہ نصیر الدین محمد ہمایون بادشاہ صالح و عابد و عادل بودہ است۔ و با
فترا و مشائخ و علماء و درویشان بہ نیاز و محبت فرا پیش آمدہ چنانکہ رقعہ بشیخ حمید مفسر
سنہجلی کہ بخط خود نوشتہ است حسن سلوک و اخلاق وے از آن معلوم می شود و نقل آن
رقعہ در ذکراحوال شیخ اسماعیل خواہد آمد۔ نیز گویند کہ شے آن بادشاہ محمد پیرم کہ
وے را شیخ زین الدین کمانگر قدس اللہ سرہ کہ از مشائخ کبار بودہ گفتہ اند
نست "پیرم" وے متوجہ سخن نہ بود کہ وے را استغراق در رفتہ (بود) بادشاہ بعنف
نست پیرم با قومی کویم۔ ح ضر شد و گفت۔ بادشاہ ح ضرم میکن چون شنیدہ ام کہ
پیش بادشاہان محافظت چشم باید برد، و پیش درویشان محافظت دل، و پیش عالمان
محافظت (زبان)، عمل برین بجا آوردہ ام۔ بادشاہ از شنیدن این جواب خوشوقت
شد، آئین فرمود۔ نیز گویند وقتے کہ آن بادشاہ از دست حوادث روزگار بحسب
تقدیر برہادر، طرفہ دیت می رفت روزے در منزلے گویندہ این دو بیت گفتہ

مبارک شورے کان حصدہ را شاہے چنین باشد

ہمایون منزے کان خانہ را ماہے چنین باشد

ز رنج و راحت گیتی مر نجادل بشو خرم

کہ آئین جہان کاہے چنان گاہے چنین باشد

وے خوشوقت گردید و قبضے کہ داشت بجائے آن بسطے بدش رسید و عمل قیمتی کہ در
 بازو داشت بگویندہ بخشید۔ آخر بادشاہ از ولایت باز آمد و بسطنت ہندستان
 مستقیم گشت۔ روزے بشنودن با ننگ نماز بر زمینہ بام در ایستادہ و غصائش بفرید
 و وے در افتادہ و برفت از دنیا در سال نہ صد و شصت و دو (۹۶۲ھ ۱۵۵۴م)
 و این مصرعہ تاریخ و نیست مصرعہ

”ہمایون بادشاہ از بام افتاد“

من میر ابراہیم حسین را بسیار دیدہ ام۔ وے صاحب نسبت قوی بودہ است۔
 صحبت وے تاثیرے داشتہ۔ وے را بآن شان و منزلت گاہ ہا من می دیدم کہ جادہ
 را بر کف انداختہ در وقت زوال گر ماتہا با حالت خمول مسجد جامع فیہ مزی می آمد۔
 وفات وے در سال ہزار و پنجا دانداست (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱م) و قبر وے نزد یک
 بقبر خواجہ ابرار مغرب روی۔

شیخ اشرف دہلوی

مرید شیخ تاج الدین و از نیوان بود۔ جمعیت صوری و معنوی داشتہ، طالب فتراہ
 باب اللہ بود و خدمت و ضیافت آن را موع و بخوشاقتی روی بنامی داشتہ و این
 کرامت وے بود چنانکہ شیخ سعدی گشتہ

کرامت جو انمردی و نان دہی است متانت بیسود و عمل آبی است

وے با شیخ خود حج گذاردہ است و روزگارے آن جادہ باز از آن بامانست

وطن نمودہ۔ وے در اوایل با شیخ من محبتے نیکو داشته است و مدت ہا ہم جوار گذرانندہ پس از آن کہ سعادت صحبت شیخ من مرادست داد وے چون مرادر خدمت و محبت شیخ من گرفتار ویدے حسد بردے و گفتے بادوستان خود کہ بنگرید این جوان را کہ چہ طورے در آمدی کردہ است۔ وقتے من از سنجہل بدیدار شیخ خود بدہی شدم و از بیماری تپ مرا فاقہ دوم بودہ، در سراے ڈاسنہ شنودم کہ شیخ احمد ستامی و وے بروضہ شیخ الہدیہ قدس سرہ ہستند، چہ شب عرس ایشان است۔ مرا ہواے دیدن آن ہر دو غالب آمد بدان حالت خود را در آن مجلس رسانیدم و تمام شب در صحبت شان خوش گذرانیدم۔ روزانہ وے و من ہم راہ روانہ دہلی شدیم و شیخ بجایے شد کہ معلوم نہ شد، و در آن منزل وے از ماجرای احوال خود کہ در سفر حجاز و غیرہ دست دادہ بود، نقل ہاے غریب آورد۔ چون من با فاقہ سوم پیش شیخ خود رسیدم در مجلس شیخ من طعامے مرغشن بہمایدہ آمد، خوردن من آن طعام بہان بود و بہ شدن من بہان۔ چون شیخ اشرف بیمار شد و بیماری بکنگ وے چند روز کشید و بصعوبت انجامید، روزے شیخ من بعیادت وے رفت و من ہمراہ وے۔ (دید کہ) حاست نیکو دی داشتہ است۔ شیخ یوسف برادر خرد وے کہ مردیست نیک و در اوایل ہا کہ من ہجر پانزدہ سالگی شیخ خود را ملہ زمست اول کردہ بودم و بعدہ جدا شدہ، وے تحریف شیخ من کردہ و مرا شوق غائب آمدہ و این حق ویست بر من و در اثناء آن این دو بیت کہ شیخ من در ایہ مخروی گفتمہ است، بر خوانندہ و مرا مکتوظ ساختہ

صوفی نند کہ مے را بستر نوش کنند نغمہ مطرب نو خاستہ را گوش کنند

آتش سوختہ دل را بنظر سرد کنند آب سرمازده راز آتش دل جوش کنند
 القصہ شیخ من گفتہ کہ اگر چہ نوے بے خود است لیکن چون نام عزیزے را بگوش
 وے بلندی گویند وے ہمین قدر می گوید ”جیو“ ”الحق“ ”ہو الحق“ چون نام شیخ
 من بگوش وے بگفتند گفت ”جیو“ ”الحق“ ”بیچ شعورے بخودنداشت و برقت از دنیا
 در بست و یکم ربیع الآخر از سال ہزار و شصت و یک (۲۱ ربیع الاول ۱۰۶۱ھ
 ۱۶۵۱م)۔ برضائے شیخ من متصل بزینہ باے صفہ خواجہ بیہ تک وے را مدفون
 ساختند و شیخ من این تاریخ وے گفت۔ قطعہ

شیخ اہل طریقہ شیخ اشرف چون ز تحید جسم شد مطلق
 سال و سلسل مطابق واقع گفت باتفاق کہ ”شیخ ہو الحق“
 امروز شیخ بدھو، از یاران ویست، صاحب عشق و محبت، تان قرآن و ہمن نت
 آشنا۔ بعد اتمام ”اسرار یہ“ وے در ماہ رمضان شد۔ یکے گنت۔ و نخت
 بیماری چیزے بخور و روزہ راقضا خواہی داشت وے نت امر مرا قضا برسد روزہ
 را کے قضا کند۔ در شب ہشتم بعد اظہار روزہ باہوش تمام در و خوانان برقت ز
 سال ہزار و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ مئی ۱۶۶۱م) و قبر وے در فرید آباد است۔
 متصل بقبر شیخ اشرف قبر خواجہ محمد محسن مرویست کہ از دوستان شیخ من بود۔ فرید آباد
 سنجیدہ، وقتے کہ وے دیوان رستم خان دہلی بود در سنجیل من بود۔ یہ آئینہ
 بودم۔ بر من لطف می نمود۔ در آن مدت شیخ من در متوہبہ مرانیین نہ شہید بود۔
 جواب نیاز نامہ من کہ (بندہ) از (اشتیاق) آن سرزمین (سنجیل) اندہ است۔

حقاً کہ خدمت و ملازمت میان شیخ مرتضیٰ را آن قدر مشتاقم کہ تنہا اشتیاق ایشان کافی بود کیف کہ مخدومی خواجہ محمد حسن آن جا بستند و آن برادر با جان برابر نیز آن جا بست، اشتیاق آن سرزمین متضاعف است اما حصول مطالب وابستہ برادہ الہی۔ انتہی۔ وے بمن گفتہ وقتے کہ من در وہلی از خدمت خواجہ خرد رخصت یافتہ باین طرف می شدم در خاطر من عبور کرد کہ اگر خواجہ تبر کے از تبرکات خواجہ بیرنگ بمن عطا فرمایند، چہ خوش گرد۔ این خطرہ تمام نشدہ بود کہ وے برخاست و اندرون رفت و جامہ دوتہی کہ چند بار بہ بدن مبارک خواجہ بیرنگ رسیدہ بودہ پیوردد، و مرا عطا فرمود۔ ازین عطیہ نفیسی و از اشراق خاطر وے غایت خوشوقت شدم و شکر ہا کردم

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دوکار

بآخر وے از معززان سلطانیان شد و برفت از دنیا در سال ہزار و چہل داند (۱۰۶۰ھ تا ۱۶۳۱م) و قبر وے در جاع مذکورہ است۔

شیخ جلال سنبھلی

وے ہمہ مرید شیخ تاج الدین است۔ در اوایل وے شیخ امجد سنبھلی صحبت داشتہ پس زان بخدمت خواجہ بیرنگ رسیدہ و از ایشان طریقہ خواستہ۔ ایشان بصحبت شیخ تاج الدین شاہ مردہ اند۔ وے صاحب و تاج قرآن بود و مستقیم اندر معاملات و مشغول این کار۔ وے کا بے خود را بعنوان درویشے فراتمردے و بکار خود کارے

داشته طریقہ وے ستر و اختفا بود، پیوستہ بز او یہ خود بسر مودے۔ وقتے کہ وے
 بصحبت شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم پسران شیخ امجد کہ ذکر ایشان بعد ازین بید،
 رسیدے من بز او یہ شان در ایام صبا وے را بیدے۔ طلعت نورانی داشت، مرا
 خوش آمدے و وے بر من لطف و عنایت نمودے۔ وفات وے در سال ہزار و
 بست و ہفت است (۱۰۴۷ھ ۱۶۱۸م)۔ شیخ جمال الدین پسر وے امروز بر قدم
 ویست۔ صالح و صائم و نیکو معاملت۔ مرید سید عبدالعظیم جبریت۔ وے گوید کہ
 سید مرا گفت کہ مرا بمرید کردن تو، حضرت امام جعفر صادق بشارت دادہ اند۔
 چون پس از مدتے کتاب ”تحیفہ کاملہ“ از مواعظ حاصل حضرت امام زین
 العابدین از عزیزے بوے رسیدہ و بور دوے اشارہ رفتہ ہما نا اثر آن بشارت
 عالیہ خواہد بود کہ بظہور آمدہ است۔ عصمت اللہ پسر سید محمود امرونگی (امروہوی)
 کہ مردیست صالح، نیک نہاد، گوید کہ روز گاہے من ہفت سال در جبرداشتہم گاہا
 کار نزدیک بہلاکت می کشد۔ شب در دہلی از حیات نومید شتم، بنی طر آورم۔
 آزرده گشتن روحانیت پدر آن از آزر دگی فرزند امریست معروف۔ اگر از نسل
 آئمہ ہائے عظام می بودہ ام دستگیری واقع خواہد شد و گفتم امشب اگر ایشان
 دستگیری شد، بہتر و الا ہرگز خود را سید نہ گویانم، درین اندیشہ بخواب شدم و دیدم کہ
 صفہ ایست میان باغے و بزرگے بر آن نشستہ و جمعے ہا، ہفتاد و ہشتاد و ہشتاد و ہشتاد
 وے و بکتہ بے کہ بدست داشتند مشغونند۔ من ہر مجموعہ رش و نجوم، تفسیر و دعوت
 بدست دارم۔ آن بزرگ پر سید چہ کتاب است۔ بدست وے در دستم دید

وگفت این بہ ہیج کار نمی آید، ہیج نفعی نمی کند۔ گفتم پس چہ کنم۔ وے کتابے بدست
 من داد وگفت آن (این) کتاب بخوان، گفتم چہ کتاب است گفت صحیفہ کامل
 امام زین العابدین۔ بجز دین سخن بیدار گشتم، چون در عمر خود نام ”صحیفہ کامل“
 نشنوده بودم تنگھص آن شدم آخر در کتب خانہ تقرب خاں حکیم نشان یافتم لیکن گفتند
 وے بسنیے نمی دہد۔ ما جرا را بہ رقعہ نوشتہ بوے دادم گفت صحیفہ دارم اما یکسے نمی دہم
 گفتم من از فرزندان آئمہ عظام و از حکم ایشان می خواہم اگر باوردارید بہتر والا انچہ
 بمن فرمودہ اند بشما ہم غالبست فرمایند۔ گفت اگر چنین باشد بدہم۔ بعد از ہفتہ
 بر درے وے رفتہ طلب صحیفہ نمودم از اندرون بعینہ آن صحیفہ را کہ بخواب دیدہ بودم
 مرا فرستاد بہ نقل رفتن وگفت مرا ہم معلوم شد کہ خواب تو درست است۔ من شکر
 ہی آورده بمطالعہ آن قیام نمودم، از آن روز نشتہ در مرض پیدا گشت دشروع بنقل
 برداشتن کردم لیکن چون نسخہ اصل اصح و خوشخط و محشی بود شغفے با و پیدا شد۔ ہر شب
 از حضرات آئمہ رضی اللہ عنہم بالتجائے عطائے نسخہ اصل بخواب می شدم تا شب
 نوزدہم در خواب دیدم کہ صحرانیست وسیع و اندر آن صحر اقلعہ عظیم و عمارتے عالی و
 بارگاہ بادشاہانہ است۔ استفسار آن کردم۔ گفتند۔ دربار امام جعفر صادق است۔
 داخل دروازہ شدم، دیدم کہ در ہر دو طرف پیرانے معمر سپید ریش۔ با عمامہ ہاے
 کلدن خاموش نشستہ اند ہر چند اتجا نمود کہ خبر رسانند مطلق کسے بحال من نمی
 پردزد، خطہ و سابقہ نمود نمود کہ اگر از فرزندان ایشان می بودم این قدر تغافل نمی کردند
 درین اثناء سید حاجی محمد برادر خرد من کہ از دنیا رفتہ بود از اندرون برآمد از دیدن

وے منفعل گشتم و خود را در کشیدم گفت چرا ایستادی گشتم کس خبر نمی رساند۔ گفت
فرزندان را خبر چه در کار است بیا و دست من گزفته اندرون برو۔ جمع غنیمت دیدم از
مردان و زنان و پیر و جوان و اطفال از قبیلہ سادات، نہ دیگر لیکن خاموش و کس
بکس نمی پردازد۔ درین وقت بر دل اتفاق گشت کہ حضرت امام در حالت مشاہدہ
ماند از حجرہ مردم بیرون بری آیند و در آن جماعت پدر و جد خود را نیز دیدم، چون توجہ
ببینج کس بر خود ندیدم، بر آمدم و در خاص و عام بکتابت مشغول شدم درین اثنا منغلہ
برخواست و حضرت امام بنورائیت تمام برقع سبز پوشیدہ کہ غیر از چشمان مبارک از
بدن شریف مری بنود بر آمدند و بر کرسی نشستند۔ آن بزرگان بہر طرف از روے
ادب در ایستادند و کس را یارای آن نیست کہ دم زند۔ من ہم آن جز بدست گرفتہ
بہ بیت تمام پیستادم چون وسیلہ ندا شتم دلیری کردہ در پای حضرت افتادم۔ بمسجہ
مگشت وسطی اشارہ بسر برداشتن فرمودند، مقابل ایستادم فرمودند عجیب چہ قدر نوشتہ،
جز را بدست مبارک دادم و گشتم تا این جا نوشتہ ام فرمودند بنویس۔ بنی طرہ آمد آہ منع
از راہ غضب است و ہراس بہم رسید و فرمودند منتوال عنہ بتو بخشیدم۔ باز در خاطر
گذشت کہ مالک آن نسخہ تقرب خاست از بخشیدن حضرت چگونہ بہک من در
آید۔ این خاطر تمام نشدہ کہ تقرب خان را حاضر کردند، بدوے فرمودند کہ تینہ
دیگر ہم داری این صحیفہ را باین فرزند بہ بخش۔ بعد ذہن فرمودند این نسخہ چند کاتب
دیگر ندارد، (از دیگر) خواہی نوشت۔ صبح آن ماجرا را نوشتہ بتقرب خان
رسانیدہ ام وے گفت این بتو گذارندم۔ ملک فصیح کس وے بر پشت تینہ

عبارت نوشت کہ بتاریخ دوم ماہ رجب از سال ہزار و شصت و شش بحسب اشارہ
حضرات (آئمہ) این صحیفہ را تقرب خان بسید عصمت اللہ ہبہ کرد۔ وہم وے گوید
کہ روز دیگر بتقرب خان گشتم کہ بطشیل شاہ باین نعمت مشرف شدم گفت منت من ہیج
نیست۔ دہانیدند تا دادم و بعدہ از تربیت (ترکیب) خواندن آن صحیفہ تشویشے
بخی طری رسید تا شبے در خواب دیدم کہ جوانے سید زاوہ می گوید، نہایت ختم آن
بمصول مہمات دو بست بار است۔ بارے دیگر مراد در خواب گفتند کہ در ہشت روز
دوازہ ختم باید کرد و ثواب آن را با روح طیہ و دوازہ امام باید گذرانید۔ وہم وے
گوید کہ وقتے در حالت بیماری صعب کہ شعورے ازین عالم نماندہ بود۔ بخواب
دیدم کہ در صحراے وسیع افتادہ ام و ہیج آدمی در نظر نیست و مرا تشنگی سخت در گرفتہ
بنا گاہ شخصی پیدا شد و مرا آب خوراندہ برخاستم تنگس آبادانی و در ہر طرف می گشتم
تا دیدم کہ صفہ است مصفا و عالی و بر آن صفہ سلاسل بے شمار بطرز طائب ہاتا با آسمان
رسیدہ در دیدن آن سلسلہ ہاشم تا شخصی دیگر پیدا شد سلام گفتم و استفسار این معنی
کردم شت این با سلاسل جمع مشائخ مختلفہ اند۔ این سلسلہ نقشبندیہ است و این سلسلہ
قدوریہ انی غیر ذاک۔ گشتم سلسلہ سادات ہم درین ہاست؟ گفت۔ ہست۔ گفتم
ہنمای۔ وے ازین ہمہ مرا طائب ہاے بسیار نمود بعضے لک (گجک) و بعضے نیک
بند و ت فاش۔ شتم سلسلہ سیادت بندہ راست۔ گفت۔ تشخیص (کن) گشتم این
قدر را بر علمی بود از تو نمی پرسیدم وے ریمانے تنگ نمود کہ این سلسلہ تست۔ متعجب
گشتم آیا این طائب ہا تنہا رسیدہ است انت آرے گشتم کہ چون در سیادت ہمہ برابر

اند لیکن این تفاوت چیست؟ گفت از راه عمل و تقوی و مجاہدہ است۔ شاہم این اعلان
بجا آرید این طنائت قوت می گیر و گشتم اگر بفرمای من بالا سے این تار بر آیم و تماشا می
عالم بالا نمایم گفت حکم نیست کہ کس باین جسد بعالم بالا بر آید و بنور وقت من رفعت
جسد نرسیدہ۔ چون بیدار شدم در (مرض) خود خفت دیدم و بعد سه روز نیک بہ شدم۔
و ہم دے گوید۔ وقتے در علاج مرض ادویہ می خورد و بہار سے آن شیر می نوشید من پسین بیچ
بہ نمی شدم تا شبے خولجہ خرد را بخواب دیدم۔ دے فرمود کہ آن را یہ را بہ شیر آمیز و
بخور۔ چون چنین مردم از آن مرض با کلیہ خلاص شتم۔

شیخ فاضل و شیخ عبدالکریم سنہلی

بزرگان بودہ اند، صاحب معاملات قوی۔ خدای تعالیٰ، اشتہار مستقیم۔ صاحبان بودہ اند
و اہل علم و عمل و فتوت۔ شیخ فاضل، فاضل بودہ اند، صاحبان بودہ اند، صاحبان بودہ اند،
مرید شیخ تاج الدین است و خولجہ بہ نیک رہیدہ است و نسبت داشتہ و مراقبہ
بہرہ ور گشتہ۔ شیخ جمال الدین گفتہ کہ دے گفتہ کہ وقت کہ من بدیش خود بدی بودم
گاہ ہادر صحت قدم گاہ مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہ در نماز من خستہ می
کرد۔ روزگارے مراقبہ، اشتہار، در واقعہ، ید منحتنی را صلی اللہ علیہ وسلم مراقبہ
مبارک خود نمود و فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ قدم من نیست نہ، شیخ بہ مدد
نسبت بہ پدر خود شیخ امجد درست می کند و ہمیشہ بزرگوارت و نامردی
گذرانندے و یکسب مکتب داری مشغول بودے و شغل با حسن و ندرین فن پاشیدہ

داشتے وخن اندر شریعت درست می گفتے و در مکتب داری شانے داشتے بس قوی۔
 در ”رشحات“ است کہ ”مولانا علاء الدین آنیری می فرمودند کہ در زمان سلطان ابو
 سعید مرزا حضرت خواجہ عبداللہ قدس سرہ بہرے (ہرات) تشریف آوردہ بودند
 اول بار کہ بملازمت حضرت ایشان رتم پر سیدند کہ کسی؟ و چہ کار میکنی؟ گفتم
 فقیرے ام از خادمان مولانا سعد الدین کاشغری و مکتب دار یک می کنم فرمودند کہ
 مکتب دار یک مگوی و (بہ) تغیر نام آن میر کہ مکتب داری کارے بزرگست بے
 فضائل و فوائد بر آن مرتب۔ اتنی۔ شیخ عبدالکریم پیش از شیخ فاضل بچند ماہے در
 سال ہزار و سی و اند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱م) برفتہ از دنیا و پس از ان شیخ فاضل برفتہ و
 قبر آن ہر دو برادر حقیقی بر در شان است ہم پہلو۔ شیخ فاضل با وجود درس و افادہ علوم
 ظاہر شعر ہم گفتے این دو بیت از وے است

آوینختہ زلفت کہ بچہ و فتن است این از بہر بر آوردن دلہار سن است این
 در زلف چیدپایے تو مسکین دل فتنی آرام چنان کرد کہ گوی وطن است این
 و وے قصہ عشق الماس باد و بے چند نیکو بستہ است اندر نظم و ”چند الماس“ نام کردہ
 ہمیش آنست کہ الماس از قوم مغول بود متمول و مردانہ۔ روزے در سنجہل بد کانے
 بزازے بخیرید پارچہ برشت۔ ہر بزاز از و بے چند نام صاحب جمال بود، بروے
 عاشق شد و ز ہر چہ کہ داشت پاک برآمد و دیوانہ وار در کوچہ و بازار ہی گشت۔ در
 اوایل و و بے چند از راہ حیات تک ول می شد و می خواست کہ چارہ برائے میزم کہ از
 دست،۔ خلاص شوم۔ روزے وے را گفت، برو از فلان کوہستان اسپ کوہی

و مشک نافہ، و پرچم، بیار۔ اندران کوہستان مسافر کم راہ یافتے خاصہ کہ مغول
باشد۔ وے رفت و کھمت بسیار خود را براجہ آن چار سانیہ و حال خود را و انمود۔ راجہ
را دل بسوخت و چیز ہائے مذکورہ حوالہ ہوئے کرد و وے بیاورد و پیش دو بے چند
داشت۔ دو بے چند واقرباںش متحیر گشتند و شرمندہ تر شدند لیکن دو بے چند، اندکے
لطف پنهانی نمودن گرفت اگرچہ بظاہر در تغافل بود

تغافل کرد یکچندے کہ کم گردد جنون من منش لطف نہان پنداشتہ دیو نہ تر شتم
روزے پدید دو بے چند بمرد۔ ہندوان ریش و برت تراشیدند۔ اماں ہم تراشید
و لغش بگرفت و بسوختگاہ بروازین قسم بار ملامت صادقانہ بسیار کشید و لذت بدنای
نیک چشید

گرت دل راست در عشق احتراے ز بدنای نکوتر نیست کات
آخر اماں محرم خانہ دو بے چند گردید و ہمہ نمود بروے مہر و زیدند و وے شش
بازی راسخت بکمال رسانید۔ در آن زمان وے نشش باے راہ زبان ہندی برستہ
شادان شادان زمزمہ کنان بنام معشوق بسر اسیدے و در کوچہ ہائے معشوق
گردیدے۔ وقتے وے نقشے بر بست بمضمونے کہ دو بے چند شادی کن و جشن
نمای کہ بخانہ تو عالم چند آمد۔ ہمدان ایام بخاتہ وے پرے متوید شدہ مہمند
نامش کردند۔ باخرد و بے چند بمرد و اماں بے خود رفتی و بیچ نکور و ہمدان
وے ہم رفت در سال نہ صد و ہشتاد و اند (۹۸۰ھ ۱۵۷۲م) و قبہ وے نزدیک
بدروازہ بداول است۔ مندرس شدہ۔ پیر من شستہ کہ من درای مصباح ماس رویدہ

بودم کہ جمعے خروان از پئے وے تماشا کنان می رفتند و چیز با خروان خوراندے و نغمہ
 ہا و ابیات خواندے و رقص نمودے، زیادہ از انچہ گذشت، پدر من فرمودے۔ شیخ
 مرتضیٰ گفتے کہ دیوانہ دیگر ہم عاشقی ز نے کشنیا نام بودہ است در سنجبل۔ روزے
 کشنیا گفتے ”باؤرو بھیو ہے“۔ وہم شیخ مرتضیٰ گفتے کہ وقتے مسافر سرائچہ لاہوری سعد
 اند نام در سنجبل رسید۔ روزے بخانہ من مہمان شد، بنا گاہ یکے نام ملہی بزبان بر
 آورد کہ او چودھری سنجبل بود۔ سعد اللہ آہ جگر سوز بر کشید و بلند گفت ”ہے مہا“
 پرسیدم کہ حال چیست؟ گفت۔ جوانے بودہ است ”مہبی“ نام از قوم ماحسن و
 خوبی کد خدا شدہ، و وے را بعروں خود کہ ہم صاحب جمال بودہ نسبتے مفرط پیدا
 گشت۔ وقتے وے ہمراہ اقربا بکسب تجارتے رفتہ بود بعد مدتے از آن جا بازی
 آید چون لاہور دوسہ منزل ماند جوان را دیدار شوق زن غلبہ کرد و از قافلہ جدا شد و تیز
 ترک روان گردید۔ ناگاہ آن زمان (راہ زنان) اورا بکشتند۔ زن وے از آمدن
 قافلہ در شوق شوی، خود را بزیب و زینت آراستہ و منتظر وصال عاشق بل معشوق
 نشستہ بود کہ یکبار غش وے بدر وے رسید از شنیدن آن زن را صبر بر سید و بے خود
 از خانہ برآمد و بہ دوست برداشت و فریاد بر آورد و گشت ”ہے مہا، ہے مہا“ از
 دیدن آن حالت وے، من از خود رقتم و مدتہا دیوانہ طور ماندم و امروز چند سال
 است کہ آن حال از چشم من زرفہ و شیخ مرتضیٰ ہر گاہ این حکایت گفتے، بدر دفتے و شیخ
 من این سخن از شیخ مرتضیٰ شنیدہ است ہر گاہ می گوید آن چنان می گوید کہ شیخ مرتضیٰ
 پوشیدہ ماند کہ زمین سنجبل زمینے است معشوق خیز عاشق رنگ (انگیز)۔ ہر چند

ویرانہ ایست این شہر و من از اوان جوانی محنت عاشقیہا بسیار دیدہ ام و شربت عشق و محبت چشیدہ و تفصیل آن در این جا گنجائش ندارد۔

شیخ اسماعیل سنہلی

وے سید است و سجادہ نشین شیخ حمید منہر است، ہفتی موصوف۔ وے بزرگ
بودہ باشان قوی۔ در طریقت (طریق) استقامت یکانہ بودہ در راہ و تکل قدم
درست۔ وے بخانہ اہل دنیا و غیر آن نشدے و تعظیم بیچ کس برنخستے۔ اخلاق
نیکو داشتے۔ بدرویشان و آکنندگان مدار اورزیدے و پیوستہ رزاویہ خویش زیستے۔
من بارہا بوے شدے و از الطاف او بہر ورشتھے۔ خانہ وے نزدیک خانہ من
است۔ وفات وے در سوم ربیع الاول از سال ۹۰۳ ہجری (۱۵۰۳ م)
اگوست ۱۶۳۴ م) است و قبر وے پہلوے قبر شیخ حمید منہر۔ مرہز سید و رویش مد
پس وے بر قدم ویت۔ صالح و متوکل و با خلق و مزہی۔ انتقال است۔ شیخ
حمید خود را از قوم خلجی ظاہری نمود۔ روزگارے وے بنحبت نسیم الدین ہمدانی
بادشاہ بودہ، ناگاہ وے را باز نے صاحب حسن خست پیدا شدہ مرہز بادشاہ
رفت و در ان جہ بادشاہ حقیقت حال شنید، مہر ورزید و تن زن رہبان وے
آورد۔ چون بادشاہ باز بہندستان آمد وے راقیے چند در ملک وے کس
آمد سراے (برائے) نشیمن گاہ خود بنیاد نہاد و مسجد و خانہ و است و ہمدانیہ
احادیث مثل تفسیر حسینی و مشکوٰۃ در پیش کرد۔ در آن مدت جہ وے شد۔ پند

تنگہ را یک بیڑہ قرار دادہ ہوئے دادے چون شکر کردے یک بیڑہ دیگر دادے
 تاسہ بار۔ ونیت دے اندر تعمیر برین بود کہ غرباے از دے روزی مند شوند۔ اکثر
 ے مردم بحسب ظاہر و باطن از دے مستفید بودند۔ گویند نسخہ اکسیر بدست دے
 افتادہ بود۔ واللہ اعلم۔ دے رابا بادشاہ مذاوضات است۔ رقعہ کہ بادشاہ ہوئے
 نوشتہ من دیدہ ام و نقلش انیست۔

”کہ بسیار خطی نویسم می ترسم کہ اکثر خط فرستادن شمار امکہ رتر
 نسا زد غرض آنست کہ آن عزیز و شا از آن عزیز تر، چرا بہر جزوے
 کدورت باید کشید یا خاطر پریشان ساخت۔ واللہ کہ بانستیہاے
 این خود لائق این نیست کہ شا (برائے آن) مکہ رشوید شگفتہ
 باشید و خور و خندان کہ حیف باشد و ہزار حیف۔ معمم نیست
 (کہ) چہ مقدر باشد تفرق این عالم بے وفا کہ باین قدر بار
 حاضر اشرف عم لطیف بقیل و قیل این نوع امور ضائع شود۔ اگر
 این سخن در رفت اثرش البتہ ظاہر خواہد شد و شگفتگی پیش خواہد آمد
 و آیتا و بخدا، آنچه خیمہ باشد نصیب شود، آمین۔ والسلام۔“

ویند رخر (عمر) بر شین فتر غالب شد و نہافت بہم رسانید۔ آن زمان ہم دے را
 برداشت۔ صحبت فتر ای رسانید۔ و مرض اخیر دے ابل دے پار چہ نفیس پیدا کرد،
 فتر دے بر آن افتاد۔ پرسید چیست؟ گفت۔ پار چہ است برائے کفن شا۔ گفت
 نے من فتر مچہن مردم دے یکے بور یہ بہنہ پیچیدہ در گور کشند و این پار چہ را فروختہ
 صرف فتر انما مید۔ ہم چنان کردند۔ چون دے مختصر شد بابل خود گفتہ کہ بر ہمہ

اعضاء من لفظ اللہ بنویس ہم چنان کرد و برفت در ششم محرم از سال نہ صد و ہشتاد و
 سہ (۹۸۳ھ / ۱۴ مئی ۱۵۷۵م) و قبر وے پیش مسجد وے است در سایہ
 چھترے۔ گویند وے را بار عایت شرع، میل سرود بسیار بودہ است۔ روزے
 قوالان پیش وے ترانہ باو خیا بہامی گفتند۔ وے گفت یک دو تثنی و حید ہم از آن
 سرودا گرمی دانید بنوید و اشارہ بہ مترنمے کرد۔ حاضران خوشوقت شدند۔ شیخ من
 گفتند، وقتے کہ خواجہ بیرنگ با کہ آبادی رفتند۔ چون بر زمین تہترار رسیدند، مہرب
 تند ترک راندند و فرمودند، درین جا وے عشق می آید زین سر زمین زوہتر باید
 گذشت و جلد تر از آن جا بگشتند۔ بہانہ عشقے خواہد بود کہ محض بی زعلق و ارادہ مرچہ
 با حالت توحید باشد و آن خود فرو تر از نسبت عالیہ یشا نست۔ در مثنوی شیخ من۔ منع
 خواجہ سلام اللہ پسر شیخ من است می آرد کہ مخدوم جہان بیان نوشتہ اند کہ من در مہربانی
 حال سیر بسیار کردہ ام و پنج شہرے و محرابے نحو بہر بود کہ بر آن بہار من بہ تند۔
 روزے در دشتے در آمد۔ دیدم آن جا قصریست متکش۔ چون بہ خدمت عایت
 لطافت دیدم آن جا تختے بزرگ نہادہ اند و گرد آن تخت زمان صاحب حسن
 نشست۔ چون مرادیدند سرینختہ پنہان شدند و من بر آن تخت نشستہ۔ بعد از ساعت
 بہ صورت سیاہ مہیب حاضر شد و آمد و بر تخت نشست و نشست۔ من بہرے
 (بادے) اندازد و مرا بلکہ سازد و من نیز وے متوجہ قدم بہ صاحب تہترار نہادہ
 صورت مبارک آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بہ خدمت منع فرمود کہ توجہ من
 زود بیرون شو۔ چو بیرون بر آمد، دیدم کہ عزیزے سپید ریش بر در ستایان

مسلم کردم و مصافحہ نمودم و پرسیدم کہ نام شما چیست؟ گفت نام (من) خضر است و مرا خدمت این جافر مودہ اند و این مرد سیاہ رنگ ”کشن“ است۔

شیخ تاج الدین بلگرامی

وے معروف است بسید ”تاجو“ صاحب احوال عظیمہ بود و وارستہ و آزاد۔ در صحبت وے فتر اے صاحب معنی بودہ اند و اہل تجرید و تفرید۔ وے شیخ مرادیدہ است در دہلی و صحبت داشتہ و مجالس نیک بمیان گذشتہ و شیخ من وے راحت نیکو می گوید و در زمرہ این قوم فراترک می شمرد۔ من وے را در بلگرام دیدہ ام بس باشکوہ مرد بود، در حالت خمول و گمنامی ممتاز۔ ساکنان آن جا را در کار وے دو فرقہ یافتہ۔ بعضے از اہل ظاہر بوے نیک نہ بودند و طعن می نمودند کہ وے در دائرہ شریعت قدم درست و مستقیم ندارد و اکثرے از دایانان این قوم معتقد وے بود کہ مشرب وے مشرب تو حید بود و اسع و الطف۔ و وے با ہر دو حائفہ مدار داشت بل با ہفتاد و دو فوق صالح کمال می انگاشت۔ در ”نسخۃ الناس“ است کہ مولانا سراج الدین قونیوی صاحب صدارت و بزرگ وقت بودہ اما با مولانا جلال الدین رومی خوش نبود۔ پیش وے تئیر مردند کہ مولانا کشتہ است کہ من با ہفتاد و سہ مذهب یکے ام“ چون صاحب صدارت بودہ خواست کہ مولانا را برنجاند و بے حرمت کند یکے از نزدیکان خود را کہ دشمند بزرگ بودہ فرستاد کہ بر سر جمع از مولانا پرس کہ تو چنین گفتہ (است) اگر اقرار کند اوراد شنام بسیاریدہ و برنجان۔ آنکس بیامد و از مولانا سوال

کرد کہ شام چہین گفتہ اند کہ من با ہفتاد و سہ مذہب یکے ام، گشت۔ گفتہ ام۔ آن کس زبان بکشاد و دشنام و سفاہت آغاز کرد۔ مولانا بخندید و گشت با این نیز کہ قومی کوئی یکے ام۔ آن کس جمل شد و باز گشت۔ انتی۔ شیخ من در رسالہ "نور وحدت" لکھی کہ ہر فرقہ با فرقہ دیگر در نزاع و جدال است مگر اہل وحدت کہ ایشان با ہمہ یکے اند اگر چہ بیچ کدام با ایشان یکے نیست۔ انتی

معشوق ماہ مذہب ہر کس موافقت با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد۔
 طریقہ سیدنا جو طریقہ ملامتیہ است اما (و) از قسم دوم (سوم)۔ "نچہ خواجہ بہ تک نوشتہ اند کہ اہل اللہ سہ فرقہ اند" عبد و صوفیہ و ملامتیہ۔ اما (اول) "عباد" ہستہ اند کہ بصورت عبادت اکتفا کردہ اند و بعد از فراغش و سنت و بہ فاضل عبادت، خیرات قیام دارند حتی کہ چیزے از خیرات خواہند کہ فرمائند، زوارق، مواجید صوفیہ بہرہ مند نباشند و ہر کہ از "عباد" از اذواق، بہرہ مند شد، داخل صوفیہ گشت و از مرتبہ خود بر آمد۔ و (دوم) صوفیہ فرقہ باشند کہ مواجید، اذواق بہرہ مند (اند) و خوارق و کرامت خود را ز نظر خلق نمی پوشند، اثر ایشان در جمیع امور بر حقیقت بسی نہ (است) و خلق را غلبہ (حق) می، اند، درین فرقہ بالجملہ رعوتے و انانیستہ ماندہ است۔ و (سوم) "لامتیہ" صوفیہ اند کہ بہرہ مند اند و از عوام بیچ تمیزے ندارند۔ و قنصار در حقہ فاضل و سنان مودد و راہ اند۔
 غایت معنی اخلاص می کوشند و خود را با ظہر و خوارق عامی سار زدہ نمی، اند۔ تاہن درین امر حضرت حق بسی نہ بردہ اند۔ چون، استہ اند کہ ین تاجش شہور نیست،

حضرت حق سبحانہ خود را از نظر عامہ پوشیدہ است۔ ایشان نیز خود را از نظر خلق می پوشند و ہذا اکثرے از مردم بہ آن ہا را مثل خود خیال می کنند و این جماعت بالکلہ از رعونت رستہ اند و رعونیت درین بانماندہ (بہ) نہایت مقام عبودیت رسیدہ اند۔ شیخ ابن عربی (شاہ) این جماعت حضرت رسالت را صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ و از اصحاب حضرت صدیق اکبر و سلمان فارسی را و از مشائخ بایزید بسطامی و ابوسعید خراز، و ابی مسعود خویش (ابوسعید برغش) را۔ و از دیگران ساکت است، نفی آن با نمردہ۔ و روش شیخ آنست کہ ہر چہ در کشنش در وقت مخصوص آمدہ می نویسد۔ و فرقہ از ملہ متبیہ کہ خود را بد خلق بعنوان ملہ مت ظاہر کنند و تکیہ بر شریعت کردہ بعضی چیز ہا کہ نظر بہ ہر مضمون است پیش مردم مرتکب شوند مثل آنکہ در سفر روزہ رمضان را در باز رہنخورند تا در نظر خلق بے اعتبار باشند، آن ہا در رتبہ و مرتبہ فرو و صوفیہ اند و خلق از نظر آن ہا ساقط نشدہ است۔ اتنی۔ شبے سید تاجو با جمعے از فقرا صحبت داشتہ و بخنان معارف نیک بویان آمدہ است۔ بعد از انقضائے آن صحبت بیارے نوشتہ کہ قویون نرسیدی؟ وے در جواب سید این بیت نوشتہ کہ

مشق را خانہ نیست بر سر وار۔ بے درغش نہ بستہ نے کسے یار۔
شب در قریہ نشنہ پورا از ناحیت ہلرام اتفاق معیت (مہیت) افتاد و صحبت خوش و جمعیت دیش بدست داد۔ در آن صحبت من با پدر ہمراہ بودم و جمعے از فقراے صاحب معنی آن دیار با سید تاجو در آن جا بودند و در آن خانہ کہ این صحبت بود، می گفتند کہ

روزگارے از سبب تفرقہ سادات قنوج درین وہ آمدہ بودند و پیر امین مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ الٰہی در خانہ آن با است، درین جا داشتہ بودند۔
سید از راہ بے تکلفی و خوشوقتی گفت۔ چون امشب زندہ داشتنی است خوشہ گشت
کہ جمع حاضران ازین شہر یا آن شہر ہنشتے کہ خوب داشتہ باشند ہونند۔
بلکہ امیان خود در نغمہ سرائی انگشت نہا و ممتاز بودند۔ از روے نشاط بہ ترنم درآمدند۔
بہ ترتیب معبودہ نقشبہا با اسلوب گفتن رنجد و سامعان را خوشوقت کردند۔ چون
نوبت بمن رسید در فکر شد کہ چون نغمہ آخر ختم۔ خنہ کہ از سر و دمہ نہا شد بگویم۔
سید گفت۔ ”برگو“۔ من رسالہ ہندی مسمی ”ہیشن چرت“ تصنیف درویش کات
بیادداشتہ خواندن آغاز کردم و این است کشن چرت

جہاں تہاں پرکٹ کشن مرارا	کوان دشت ون ہشتن مار
تہوں باس بن جنم نہوئی	بہ ہاس نہ ہسیا ون
سوگت لیوے بس نے آوے	تہورہ باس نہ ون تہاے
گہت مین جیے سہیے کو جانے	تہورہ باس کو ون بھانے
نین کش بے گہٹ میرے	ایک کانسبہ کس پہنی

وہی مدوہکروہی مالتی وہی ہاس مہکاے	جیسے نہ جانت، نہ ہی باتیں ت نہاے
ایکین نہور پھوں پھوئی پھوے	ایکین نہور ہاس مہا چہاے
ایکین بہروپ بہرہ دیکھے	ایکین تہورہ کس پہنی

کہوں گوارن سنگ دیکھیں چراوے کہوں رادھا پگ لاگ مناوے
 اندھوں کے ری کبند لکانا جن جن بوجہا تن تس جانا
 جو میں اردہ دشت کی ہیرا وہی چتر وہی چتر
 وہی چیترا چتر ہے وہی کنت وہی لیو جن جن بوجہا تن تس کوں جانت نہ کوہیو
 ایک روپ بہوگن چنیا چھن چھن روپ مراری بھینا
 چور ہوئی کبھوں کرت ہے چوری موہن ہوئی کبھوں من مہوری
 بیٹھے کبھوں رام سنہاسن کبھوں دگنیر (گرہنٹر) جوگی آہن
 رسیں بری راون بن سنکا ہنوت ہوئی حراتس لکا
 ہوئی نیچن کبر کر لپہو آپن کہو آن نہ کہو

دوہرہ

وہی کونک وہی پوتری وہی نجاون بار نانوبہن ہم یو کہت جات نہ برہم وچار
 روپ ہوئی کبھوں دکھ پاوے کبھوں مورہ پہہ موے لاوے
 کبھوں بل ہوئی سرپس دیہی باون ہوئی کبھوں بر لسی
 چور ہوئی لے سوئے پرائی سنہا ہوئی کرے سنہائی
 درپن ایک اب جدارے دیکھت لاگ تہور ہوئی جاے
 بق فی موہ بوجہ پر کیسا ہون کہوں حنہ جنائے تیسا

دوہرہ

ہوں ہوں سب بات تہاں تہاں نیات سنی سہا کرے پیال منہ کوکہ میری موے

بدری گیا تو کوں بدھ آئی مگر رہا تو کیا گھٹ پائی
 کانسی جائے جو کروٹ لینا پایا کھا جو رسہ بچینا
 پایا کہا جو گیا تبارس لا با کہا جو آیا جارس
 جھلک ہوں تیلک وہ ناہیں سورج دشت کہاں پر چھائیں
 جب ہوں جا تو تہی وہ آوے آپ آپ منکال دکھاوے

دوہرہ

ہم گہت محتر و اہرانیان مورت نندال سن دن پرسوں دھیں دھرا جھوہی جنجال
 وازین زیادہ است۔ چون من تمام کردم سید و حاضران گفتند۔ "اَحْسَنْتُ
 اَحْسَنْتُ" "خُن خُن خوش آوردی و ہمکنان متعلق الال خوشوقت شدند و راتِ مال
 شب (آخر شب) دوات و قلم طہید و سید و بکرامیان خُن با برائشند و تا صبح این
 بنگامہ گرم بودہ است و روزانہ من با پدر با کبر آباد روان شدیم و سید عیسیٰ ہنری کہ
 مردے نیک بود و با پدر من دوستی و ہمگنی داشت در آن سفر رفیق بودہ است۔ پدر
 من گفتے کہ آن سید عیسیٰ و من در ایام جوانی مدتہا با ہم بسر بردہ و در فہد آباد
 رہلی۔ شبے بر سر حوض آن جا بنو اقل شب برأت سحر کردہ ایم۔ وقت غایت خوش
 بود، باتفاق گفتہ ایم کہ درین وقت صالح مرادے از خدا خواست باید مراد سید
 وسعتے در رزق خواست و من سلامتی دین۔ خدا تعالیٰ مرادے در روزی برانید۔
 من سید عیسیٰ را تا آخر عمر دیدم چنانچہ پدر من احوال وے گفتے تن چہا نش یا فتمہ
 پدر خود را آن چنان دیدم کہ از خدا خواستہ بود و نجات از احوال پدر من در ذکر

شیخ رفیع الدین گذشتہ است و زیادہ از آن در خاتمہ بیاید، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ و آن صحبت بلگرام در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ / ۱۶۲۰م) بودہ است، دز شے۔ پس از آن (شب) پنچدین سال سیدنتہا (نتھا) پسر سید تاجورا کہ بر طریقہ ویست در پیش شیخ خود دیدم و از سال وفات پدر وے پرسیدم گفت در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱م) رفتہ و سید قاسم از مہین اولاد شیخ تاجو، صاحب معنی بود۔ و ارستہ و آزاد۔ چند روزے کہ من در بلگرام گذراندم و آن صاحب با سادات و ابائی آن جا بغایت خوش بود و در آن چند روز مشغلہ مقابلہ مقدمہ ”نجات الانس“ بمیان بودہ، با سید قاسم۔ و وے صاحب فہم و فطرت است۔ شعر ہم می گفت و قاسم اسرار لقب داشت۔ پس از آن وے را در دہلی دیدم در حالت تجرید و آزادی تمام۔ و وے پس از شیخ خود پنچدین سال بر رفتہ و قبر وے بر کنہ رنگ جاے خوشے است۔

شیخ جمال الدین بلگرامی

وے مشائخ بسیارے را در یافتہ با میر سید عبدالواحد بلگرامی صحبت داشتہ، سید از مشائخ کبار بود و مرزوق شدہ و اہل ذوق و صاحب سخن چنانچہ شرعے کہ بہ (نام) ”نزہتہ الارواح“ نوشتہ با لطافت و عذوبت شاہد حال ویست و اشعار ذوقیت در وے وفات وے در سال ہزار و ہفتاد و نہ (۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۹م) است و قبر وے اندرون من وے۔ من شیخ الہد او نام در ویشے را دیدہ ام در قصبہ سہوان۔ با معنی بود و اہل تجرید، وے ہم شرح نوشتہ بہ مرتبہ (بنام زمزمہ) من آن (شرح) ہم دیدہ

ام۔ سخن غیر متعارف نوشتہ است و بس شگرف۔ مرا بگوشہ برو و نمود و دوران قصبہ
وے را کن نشاختے۔ چون وے شہرت یافتن گرفت بجائے سفری شد۔ درساں
ہزار و چہل داند۔ با خر شیخ جمال در سنبھل آمد و ازین جادر خدمت خواجہ بیرنگ شد
در دہلی و صحبت داشت و بہرہ ور گشت۔ در آن اثناء بیمار شد۔ خواجہ بیرنگ (بخواجہ
ابراہیم پیر دند کہ تعہد نماید۔ خواجہ ابراہیم وے را پرہیز فرمود، و لیا بخوردنش می داد وے
از آن ابامی کرد و لقمہ چرب می خواست چون بعرض خواجہ بیرنگ) رسانید، فرمودند
ہر چہ خواہد بخورد۔ و بہ شد۔ پس از آن وے باز بسنبھل آمد بہوای جوان شیخ
عبدالنبی نام و دو قرن بیش گذرانند در آستانہ شیخ کبیر کلہ روان۔ وے حضور بود و
ہمیشہ در یک لباس ملبس بودے۔ کلاہ نازک (تازک) بر سر و نیمہ پار یک در بر و
مکایے رنگین بہ کمر و تیل خوشبو بر کلاہ ریختے و بے تکلف و آرازیست بر ماس
آزادان این زمان و سخن با اصطلاح صوفیہ نشے۔ کار (را) از اصل رفته بود۔
بموصدان اتی دگوگویان خوش نبودے و این رباعی مولاوی جایی خواندے۔ رباعی
اے برودہ گمان کہ صاحب تحقیقی و ندر صفت صدق و یقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود (وجوب) حکمے وارد گر حفظ مرتب نفی زندیقی
عمروے بصد سال کشید تا آخر با ہم از مشاہدہ حسن صورت نیست، و از و چہ سرائی
تماشا گاہ نیاز آمد۔ اشعار بالفاظ سادہ گفتے با مطاب عالی۔ شش من اکتید۔ سنبھل
رسیدہ بود، وے را دیدہ و از شعر سادہ (وے) مکتوب شد۔ من تا

بڑے شہرے، ووے گاؤں ہا بھن آمدے۔ و در صحبت مشائخ درویشان رسیدہ
 بودے، حکایات بس بابہا آوردے۔ در بیماری آخر وے من عیادت رفتہ،
 بخودانہ افتادہ بود۔ سلام باواز بلند گشتہ چشمہ واکر دو جواب گفت۔ گفتہ شیخا! دعاے
 درکار من گشت "تو از مردم خوبانی" و چشمہ بر بست۔ بعد لمحہ رخصت خواستم گفت
 "ترا بخداے کریم سپردیم" سید وئی محمد سرواوی (سرسوی) کہ مردیست صاحب
 معیت و پرفوق۔ وید کہ روزے وے می گشت کہ در ہندستان خللے عظیم شد نیست
 و در ہمان ایام بادشاہ صاحب قرآن ثانی بیمار شد و از ان ممر تفرقہ بسیار در اطراف و
 جوانب ہندستان راہ یافت چنانچہ حاجہ است۔ وفات وے در اوایل ذی قعدہ
 است زساں بہ ارو شمت و بہشت (۱۰۶۱ھ ۱۶۵۸م) و قبر وے نزدیک بروخہ
 شکیبہ۔ گویند پس از رفتن وے شیعہ وے را در جمعی تماشا گاؤ دیدہ است و سلام
 کرد۔ وے دست بر سینہ نہاد۔ چون آن شخص بخانہ رسید، شنید کہ دو ماہ بہست کہ
 وے از، یا رفتہ متحیر ماند بدکہ اورا قبول نہاشتہ چون بر سر قبر وے رفتہ دانستہ کہ حقیقت
 حاس نیست۔ من بمسید، شتم "ڈہوا" نام، اشکری بود۔ گویند روزے در مورچال
 قلعہ قندھار حاس وے متغیر شد۔ بہ قرعے کہ بر ذمہ وے بود ادا نمود تا تنہا
 بر اسے رسیدہ برفت درساں بہ ارو شمت و یک (۱۰۶۱ھ ۱۶۵۱م) و در پایے قبر
 بزرگ مدفون شد۔ برادرش کہ مردے کار انداختند کہ شب دیگر وے بالباس فاخرہ
 آمد و بیتا و ناست من بسیار خوشمیلیں اپنے را می خواہم کہ من عطا کنید و غائب شد از
 نظر۔ روزانہ آپ وے را ذہن کردہ شتر اقسمت کردند و نیز گفتند کہ پس از آن بر

بعضے آئینا ہم ظاہر شد۔ واللہ اعلم (درد پئی) روزے کے خبر رفتن وے سنہجس شہودم بر
 نور شعر ہندی قدیم مشہور از زبانی برآمد، چون اندران خوش کردم دیدم کہ تاریخ
 سال وے می برآید۔ بے کما بیش۔ وانہست۔

دوہرہ

جب ڈھورا تب پائیاں جب دہیں تب بیوہار
 ڈھورا موئیں دہن گئیں وے نہ جھانکے پار

ابورضا دہلوی

وے نبیہ و شیخ عبدالعزیز چشتی است و نبیہ شیخ عبدالحق دہلوی۔ شیخ اسماعیل پدر
 وے صحبت داشتہ بخواجه بیہ نگ و مرذوق شتہ از دیدار منور ایشان مجلس چند مناہر
 ایشان نوشتہ است در غایت خوبی، در سنج نوشتہ۔ روزے عرضداشت برام کہ
 آرزو دارم کہ ہر چہ در حضرت عاں مذکور می شود باہر زت کتہات در قید کتابت
 آوردہ شود۔ فرمودند۔ بنویس و من ہمائی۔ مجلس چند کہ بباہر زت نوشتہ بہام
 بنظر مبارک در آوردم۔ فرمودند (این نوع سخنان در کتب مہم بسیار است یہ
 احتیاج کہ بگوئید من از فلانے شنیدم۔ عرض کردم کہ بنور این سخنان باطن ماورائی
 می شود و راہ روشن می شود فرمودند اگر شہاراب (این نوع سخنان مری (افیت) است۔
 چیزے (ازین) نوشتن چہ در کار است۔ پس از آن شیخ احمد ہندی وغیرہم ز

مقربان درگاہ تقریبے ساختند و مکرر در خواست این معنی کردند فرمودند سخن که در
 طریق دخل داشته باشد بنویسند و حکایات و معاملات مشائخ (خود) را بان ضم
 ن سازند و دو کافے راست نکنند۔ وہم وے نوشته کہ روزے این فقیر را دیدند تبسم
 کنان فرمودند کہ برائے سخن شنیدن آمدہ؟ و ہمدین محل از حاضران شخصے رامنی طب
 ساختہ فرمودند کہ ابی عبداللہ فیروزی ہر جا سخن مشائخ می شنید بیکی می گفت کہ این را
 برائے من بنویس چنانچہ از سخنان این طائفہ مجلدے جمع کردہ بود، با خود می
 داشت۔ روزے بر لب آبے طہارت می کرد ناگاہ آن مجلد در آب افتادہ۔ وے
 گوید کہ من ازین سخت متاثر شدم و درین تالم و تاسف می بودم کہ بہل بن عبداللہ
 تستری را بخواب دیدم کہ بمن گفت کہ عمل بمشخصائے سخنان ایشان باید کرد۔
 نوشتن بیچ نیست، زمانے برین بگذشت کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
 ہمدین خواب ظاہر شدند و بمن خطاب کردہ فرمودند کہ یا ابن صدیقی، بہل تستری
 را بوی کہ سخنان ایشان نوشتن اثر محبت ایشان است و محبت ایشان عین مقصود۔
 (انتہی) روزے کہ بخانہ شیخ اسماعیل آن پسر متولد شد بہ خدمت خواجہ بیرنگ عرض
 نمود کہ نام آن پسر بہ چہ از زبان مبارک فرمایند مقرر شود۔ ایشان ”نفحات الانس“
 درست داشتند و امرد، حایت ابورضا رتن برآمد فرمودند ہمین نام بہن۔ اتفاق
 تاریخ تولد وے ہم لفظ ابورضا (۱۰۱۰ھ) شد و وے راتن ہم می گفتند۔ از خردی
 باز طہیت وے صداقت و سلامت بودہ است۔ کسب علوم دینیہ یقینہ کردہ بود۔
 اخلاق نیوان داشت۔ وے را قبولے بود خاص، چہ نام وے را خواجہ بیرنگ

بلطف نہادہ اند۔ وے با شیخ من غایت نیاز مند بودہ است و با اخلاص درست
پیش آمدے۔ من با وے آشنا بودہ ام بسیار، و پدر وے را دارا و ایل بادیدہ یکبار۔
وقتے وے را ہواے سفر حجاز خواست و بحرین محترمین مشرف شد و باز بوشن آمد۔ و
رفت از دنیا در سال ہزار و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ ۱۶۵۳م) و "حقی ابورضا"
تاریخ وے شد۔ آن حکایت "نفحات الانس" این است کہ شیخ رضی الدین علی
الغزنوی بصحبت بسیارے از مشائخ رسیدہ بود۔ گویند کہ از صد و بست و چہار شیخ
کامل مکمل خرقہ داشتہ است و بعد از وفات وے از آن جملہ صد و سیزدہ خرقہ باقی
ماندہ بود و سفر ہندستان کردہ و صحبت ابورضا رتن را در یافتہ و امانت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم از وے گرفتہ چنانچہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ آن را تصحیح فرمودہ و کہتہ کہ

"صاحب اعلى الشیخ رضى الدين على لالا العربى

صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرضا رس

بن نصر رضى الله تعالى فاعطاه منقطاً من امتشاط

رسول الله صلى عليه وسلم"

و شیخ رضی الدین علاء الدولہ آن شانہ را در خرقہ پیچیدہ و آن خرقہ را در کاغذے و بخط
مبارک خود بران کاغذ نوشتہ۔

"هذا المشط من امشاط رسول الله صلى الله عليه وسلم

وصل الى هذا الضعيف"

و ہم شیخ رکن الدین بخط مبارک خود نوشتہ است کہ چنین گویند کہ آن امانت براب
شیخ رضی الدین علی لالا بودہ است از رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اتنی۔

خواجہ محمد وہدار (محشی) ”نفحات الانس“ می نوید کہ صحبت ابورضارتن را دریافته :
 الخ۔ ارباب حدیث تکذیب این شخص ہندی نموده اند۔ و حکایت او و صحبت او اوصاف
 نزدیک و حدیث و علمائے رجال صحت و اعتبار ندارد و از جملہ کذابانست۔

و ہم وے می نوید کہ شیخ رضی الدین آن شانہ را در خرقہ پیچیدہ... الخ۔ بدانکہ ایر
 خط نوشت شیخ علاء الدولہ و اقرار کردن کہ این شانہ از حضرت رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم و صحیح این حکایت نمودن منافات ندارد و بآنچہ نقاد حدیث این رتن نام ہندی
 کذاب شمرده اند، چہ شیخ (عبدالرحمن جامی) محدث نیست و رفت و چور
 عارفان بجز نسبت چیزے بآن حضرت قبول می کند و تعظیم می نماید از روے ادب
 طریقت۔ زیرا کہ اگر راست است فیدہ یافت و اگر غلط است اورا مضرت نمی
 کند۔ (شیخ من در بعضی مواضع ”نفحات الانس“ حواشی نوشته بر این جا نوشت :
 چون شیخ علاء الدولہ از کمالانست و بارجال الغیب خصوصاً با حضرت خواجہ خضر صحبت
 تمام داشت و نیز اصحاب کشف بود شاید از طریقہ دیگر غیر طریق روایت پیش از
 محقق باشد کہ این نسبت صحیح است چہ در بسیارے از امور کشف مخالف روایت
 افتادہ۔ اہل روایت ضابطہ دارند کہ بانضباط چیزے مقرر ساختہ اند و آن بر اہل
 کماں کہ اصحاب کشف صحیحہ اند، در صورت خلاف حجت نیست این معنی در کتب
 (عبدالرحمن جامی) مذکور است۔

شیخ محمد حصاری

وے بزرگ بودہ، صاحب احوال عظیمہ و نسبت لطیفہ۔ شیخ من وے رائیک می دانست می گوید کہ وے از دوستان خدا بودہ است۔ من یکبار دیدہ ام وے را در سال ہزاروی کہ شبے در گوشنہ محبت نشستہ بخود فرو میبرد و در حالت استغراق بہا، عدے را خواہانست کہ باز وجود نگاہ دہ۔ چنانچہ حضرت ختم اکبار خواجہ احرار فرمودہ قدس سرہ "وصل لا عود لہ" اتنی۔ و چون سر بر می دار و این می خواند

سائین کے گمراہات ہیں سنگ نہ پیچھے ہٹیں پانچویں پاؤں نہ تکیہ آئیں سو سو ہوی
شیخ من گفتہ کہ متوجہ وحدت می باید بودہ از جمیع مراتب ظہور قطع نہر باید بر زمین
توجہ بوحدت جز بمساعدت وجہ خاص میسر نیست۔ وجہ خاص عبارت از اسم
معیت و این طریقہ جذبہ است کہ حضرت آئمہ نقشبندیہ تسبیح سائین می
نمایند۔ چون سائک این را بہ حقیقۃ الحقائق برسد و حالت تقیۃت نمود
حقیقت توحید ذاتی اکملی محمدی متحقق کردہ "ولا شفاہ فریقہ"۔ شیخ من روزے
در طلب مشق و انتہا باین بیت مدغم بود (بذوق می خواند)

اے برادرے نہایت در ہمیت
چہ بدست می آید وے را
وی فرمود حقیقت سرکار آنست کہ چون بآن متوجہ شوی مقدمات بیداری ندان
ہمانست کہ در ذکر شیخ احمد سرہندی گذشتہ است "نہایت آری کہ
ابو عبد اللہ خفیف پر سیدند۔ تصوف چیست؟ "نست۔" و حیرت مدعی حس

غفلة“۔ وہم در ”نجات الانس“ می آورد کہ شیخ الاسلام گفت کہ (معزز) بامن گفت کہ ”صوفی صوفی نبود، اگر بود صوفی نبود“ و آنچنانست کہ وے گفت۔ و آن نہ بطاقت وے بودند۔ و انم کہ وے از کہ شنید و بود (یعنی از جعفر خلدی) شیخ الاسلام شگفت تر ازین گفتہ کہ ”وید کہ در جہان نیست در ہستی (ہست) پنهان (است)“ ”شخصے در پرؤ من در وان“ و می گویند کہ توبہ۔ آن کالبد (تو) در دل گم و دل در جہان و جان در آن کہ زندہ بآنست جاودان۔

شیخ یار محمد لاہوری

مرید شیخ آدم ہنوری است۔ صاحب استقامت نیک۔ و اندرین کار راسخ و در معاملت درست۔ بایران طریقہ محسبے دارد بس بارونق۔ نور اشغال باطن در چہرہ وے ظاہر است۔ وے شیخ من اخلاص بصدق دارد و شیخ من وے را از نیوان زمان می گوید۔ روزے وے شیخ مرا ضیافتے کرد۔ جمعے یاران و من بر کاب شدیم۔ محسبے خوش بربیان آمد۔ وے در لباس عامہ زندگانی دارد صاحب ہمت و تصرف است چنانچہ روش اہل سلسلہ منتشبدیہ است۔ چہ طریقہ ایشان در غایت سر و اخلاص و مہرے بر احوال اینان مطلع۔ نقلست کہ روزے مجذوبے بر باب۔ قبر خولجہ احمد سوی قدس سرفا کہ از اکابر اویاست بنشست بر فور آن قبر بکنہش درآمد و وے را پائین در افکند۔ وے از آن جا برخاستہ بر قبر یکے از اکابر منتشبدیہ نشست۔ آن قبر بر جہت پید وے برخاست و روان شد، در راہ محشم زادہ می

آمد نادانستہ، آسپے ہوئے رسید فرمود تا آن مجذوب را بگرفتند۔ وے خدش یافتہ
 خندان خندان ہی رفت وی گفت۔ آرے آرے آرے۔ اہل طریقہ تشبندیہ
 (را) روش ہمین است کہ کار خود را از دست دیگران می فرمایند و خاہر بر سر خود نمی
 گیرند۔ در ”رشحات“ است کہ شیخ ابو سعید انیری گفتہ کہ یکبار حضرت خواجہ احرار
 قدس سرہ در مبادی حال و غفوان شباب نزد ما آمدہ بودند و ما با ہمہ فرزندین و
 متعلقان بخدمت حضرت ایشان مشغول بودیم و از حضرت ایشان آثار جذبات و
 احوال شگرف مشاہدہ می نمودیم و مد خطہ آن احوال و آثار موجب از دید عقیدہ و مای
 شد اتفاقاً روزی برادر کلان من گریان گریان از در آمد کہ پس اسد چو بیان م
 ایذا بسیار کرد و زجر از حد گذر آیند۔ درین اثنا والدہ من با غلطہ آب و تنہ
 استبہال بیحد از حضرت ایشان درخواست کرد کہ بجهت فرزند من طہ مشغول
 گرد آیند کہ این شخص مردے بغایت فی سق و نال مست و بے فقیہان ازہے قتلند
 چنان معلوم شد کہ حضرت ایشان از غلطہ آب و غلطہ رو آمدہ و متہم شدند وقت نماز
 دیگر بود فی الحال بنماز برخاستند و چون نماز ادا کردند فرمودند کہ این سبب نماز ما را
 آمد و کار او کفایت کردیم۔ بعد از اندک فرستادند آن شخص با یک زن کراہہ
 ادب بلیغ کردندش۔ چون ما فقیہان ابا من جد مریدان و متہم و متہمات ایشان
 آباے کرام آنحضرت بودیم، بہ منزل ما می آمدند۔ بارے دیکر کہ شریف آمدند۔
 والدہ من بعرض ایشان رسانید کہ بہ عین صفت جان شہان و اب بلیغ یافت
 حضرت ایشان فرمود آنچه ما منتہیم کہ کار او بنیت کردیم نہ نیست آن روز در پیش

است بعد از چند روز بحکم پادشاہ وقت اور ابروم اسپ بستہ ہلاک ساختند۔ بعد از آن جسد پارہ پارہ اور اجماع کردہ سوختند۔ انتہی۔ حضرت مولوی جامی در ”نجات الانس“ در مدح حضرات نقشبندیہ می فرماید۔ قطعہ

نقشبندیہ عجب قافہ سالارند	کہ برند از رہ پنهان بحر قافہ را
از دل سالک رو چہ ذبہ صحبت شان	می برد و سوسہ خوت و فکر چہ را
قصرے رکند این حائفہ را طعن قصور	حاش لہ کہ بر آرم بزبان این گلہ را
ہمہ شیران جہان بستہ این سلسلہ اند	رو بہ از حیلہ چسان بکسلد این سلسلہ را

مولانا فخر الدین علی مشہر بعضی در منقبت حضرت خواجہ احرار در آخر ”رشحات“ این قصیدہ گفتہ۔

قصیدہ

نقشبندیہ عجب حائفہ پرکارند	کہ چو پرکار درین دائرہ سر پرکارند
ہمہ برد آمدہ بر مرکز یک دائرہ اند	ہمہ واقف شدہ از گردش یک پرکارند
نقشبندند ولے بند بہر نقش نیند	بر دم از بواجعی نقش و گہ پیش آرند
ہر زمان بوقلمون وار برنگے دگرند	وین عجب ترکہ زرنگ دو جہان بیزارند
کہ چہ درخاہہ مانند بہا من خا حسند	گر چہ در صورت خصمند بمعنی یارند
آب نیل اند ولے برب قہنی خونند	روح محض اند ولے بر خر عیسی یارند
ہر چہ مرات صفتیں اند جہش را زمند	در چہ گلزار خلیل اند حطب را نارند
در قبہ از روش اہل عباد دہند	نہ چو زرقاق و شان خرقہ ارق دارند
ستر و تلمیس بود شیوہ این عیاران	متلبس بصفات ملک ستارند

سر این کثرت موهوم دران وحدت صرف
 نکند کثرت آثار در ایشان تاثیر
 پاس انفاس بود خصلت این شاہ و شان
 دم نگہداشتہ چون نافہ مشکند و گر
 خامشانند و لے وقت سخن طوطی وار
 نجم آسا ہمہ را خلوتے در انجمن است
 چون مہ بالہ نشین شان سفر اندرون است
 حال این گرم روان تحسبہا جامدہ است
 اہل دل قافہ کعبہ عشقند و لے
 در سیہ خانہ صحرائی فنا کردہ نزول
 ہر یکے سرو شان مانند ہمیدان جہاد
 ماہیانند کہ در بحر صفا راست روند
 بر لب تشنہ دہان روح فزایا قوتند
 دیدہ پاکان بل روشنی دیدہ پاک
 شاہد شاہ وجودند درین دار و لے
 میرسد شان رطب معرفت نخل وجود
 بہست بیت از غزال بے بدب عارف روم
 چشم دارند ازان بر سر استغفارند
 خویش را دوختہ بر مہدء این آثارند
 پاسبانند و لے باد شہ اختیارند
 لب کشایند روان برودہ صدمت رند
 ہمہ شیرین حکایات و شیرین گفتارند
 شمع ہر انجمن و رونق ہر بازارند
 چن ایستادہ بدن در تشش و رفتارند
 لیکن افسردہ دین چون خواہان پند رند
 این خیم داران تن قافہ سازند
 نیمہ بر سر زہ زین نہ متعلق زنا رند
 کوہ ہر دودہ مہر بہ شہارند
 نیکو فریب ب جوہ نہ شہارند
 در کف مسوومہ پیشان زرمشت افشارند
 سر دینداری بل بر سر دین و تارند
 نہ چو مشورہ عہدہ جوہ سازند
 یارب ربخت خدایین قوم پے نوارند
 کہ ہمہ با نجات دین تن خوارند

کروم تضمین کہ اندر صفت این پاکان
 چون صدف خوش نہ و بجای دو اندر دل صاف
 جملہ ہمدار کہ در شہر دوسہ طرارند
 دوسہ رندانہ کہ ہشیار دل و سر مستند
 صورتے اندو لے دشمن صورتہا اند
 یاد آن صورت غیبند کہ آن مطلوبست
 مرد ہانند کہ تا سرندی سر نہ ہند
 ر بکف خاک بگیرند ز سر رخ شود
 مردی کہ مرو از صحبت شان مردم شو
 اے صفی مردمی آموز از یشان کایشان
 نور این مرد مک دیدہ بینا کہ بود
 قطب آفاق شہوان و مکان خوابہ عبید
 فی عالم توحید کہ از کون و مکانش
 خوابہ زمرد احرار کہ شایان جہان
 دین پناہ توی اے قبلہ حاجات کہ خلق
 ہمہ با طوق و فی حلقہ بوشان تواند
 جہانے کہ نہ از ربتہ امرت بچند
 کہ نہ سیمہ فتادہ تہبہ تہہ نندال

آن گہر باے شرف عقد ثریا دارند
 این غزل را کہ بجز عقد درش شمارند
 کہ بتدبیر کلاہ از سرمہ بردارند
 نہ فلک را بیکے عربدہ در چرخ آرند
 در جہانند و لے از دو جہان بیزارند
 بچو چشم خوش او خیرہ کش و بیمارند
 ساقیا مند کہ انگور نئے افشارند
 روز گندم دروند او شب جوکار اند
 زانکہ این مردم دیگر ہمہ مردم خوارند
 مردم دیدہ بینای اوالا بصارند
 آن کز و اہل نظر چشم عنایت دارند
 کز عموم نعم او ہمہ روزی خوارند
 ہمہ ذرات جہان مستبس انوارند
 بر در حشمت او بندہ خدمتگارند
 بخود از ہر جہت رو بتوی آرند
 کز عبید اند درین راہ و گرا احرارند
 در چرا گاہ ولایت خربے افشارند
 گاہ حیرت زدہ در بادیہ ادبارند

ناکسانے کہ ز احسان تو محروم زیند بر لب بحر جہر تشنه چو بوتہ رند
 آن حریفان کہ مے از ساغر عشقت نوشند گر چہ بس بے خواہ دوست اندیشہ بشیند
 بخودان را بجناب تو دام کششے بیدارن در خم قلاب تو مایہ دارند
 بحر تو ام و ز صفت و مدح تو پُر چون صدقہا کہ لب سب ز در شہوارند
 ہر کہ شد غرقہ بحر تو فرو آب رخس بل سائل چو صدف ریزہ ہنہ مند
 جاودان غرقہ درین بحر صنایا و غنی ہر کزش یارب زین بحر ہنہ مند

شیخ کریم اللہ سہارن پوری

صاحب اخلاق عظیمہ بود۔ نور معنا و لطافت از طاعت و مراقبہ و راتن بود۔
 معاملت نیک داشت و استقامت نیک تر۔ گویند وے در ایام صبا بہ کشتن بہشت
 پھلتی کہ شخصے بود بس بزرگ سہارن پور رسید۔۔۔ بیدار نہت۔ اے پیر
 میدمن شو۔ وے برضائے پدر مرید شیخ شد۔ نیز گویند خوبہ عبد الرشید نام
 بزرگے در بوریہ می بود و چون وے را بیدارے شتہ یں پیران شد فیست۔ نیز
 گویند۔ چون وے بجوانی رسید بہ صحبت شیخ فیض اللہ معروف بہ شیخ اللہ رسید۔
 وے فیض یافت۔ نیز گویند۔ چون شب وے بخواب دید کہ بہشت نمود۔
 رضی اللہ عنہ وے را پیرا بنے عنایت کر داند۔ چون بیدار شد درویش عنایت
 بوے کبشے آوردہ گفت "این نذر غوث اشعر" (است)۔ راتن روزاے میں

گرفتہ کہ پیش از بزرگے از سلسلہ قادریہ خرقہ خلافت باید گرفت۔ تاوے پٹنہ آمدہ و این معنی را شیخ عبداللہ ظاہر ساختہ۔ شیخ اولاً در اعطای خلافت توقیف کردہ و گفتہ۔ ”تا ینم مراجعہ ظاہر شود“۔ چون شب گذشتہ است شیخ بذوق خرقہ خلافت بوے عطا کردہ۔“ شیخ محمد عالم سہارن پوری کہ عالمست و فی ضل گوید کہ من در عالم، مردے این چنین با تقوی و رضا و تسلیم کم دیدہ ام۔ ہم وے گوید کہ در تمام عمر خندہ قہقہہ نکردہ، اگر خوشوقت شدہ تبسمی نمودہ است و بس۔ ہر جا وے وارد می شد مستقل قبلہ می نشست و آب دین بطرف قبلہ ننیداختہ۔ وے از فقدان اشیاء و متاع غمگین نشدے و خوشوقت می زیستے۔ ہمہ اوضاع وے مناسب بہ مرتبہ ولایت بود۔ وفات وے در سال ہزار و چہل و نہ (۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹م) است و ”شیخ الحق“ تاریخ وفات وے۔

من در سال ہزار و سی ہشت (۱۰۳۸ھ ۱۶۲۹م) سہارن پور رسیدم، وے ر دیدم، بر من شے نمود و وہم در آن مدت بر در وے مسجد نو مصفا میا شدہ بود بس پہ خلافت بر لب رودے، چہ جاے خوشے و چہ مقام دلکشے۔ وے شعر ہم گفتے بطرز سادہ فی قطعہ تاریخ آن مسجد را ہم وے کشتہ کہ مصرعہ اخیر اینست۔ مصرعہ

آمد اندر قطعہ ام تاریخ بیت اللہ ”غزل“ ۱۰۳۷ھ

شیخ قاسم سہارن پوری

مرید شیخ آدم، ریست۔ امی، صاحب معنی و وارستہ و آزاد۔ سخن این راہ بس بلند

می گوید و مرتبہ جہل و حیرت را بر مقام علم و معرفت فوقیت می نهد (دہد) بہمانا از آن جہل اشارت است چنانکہ در ”رشتات“ است کہ شیخ عبدالکریم یمنی گشتہ کہ اروے در جہل می باید آورد و نیت نماز چنین می باید کرد کہ خداے را می پرستم کہ نمی دانم (اورا حق معرفتہ) اللہ اکبر (ان یُعرف حق معرفتہ)

شیخ من در اوایل پسر خود خواجہ غلام بہاء الدین ”شناسا“ را بہر افست نور مدین حسین برانی و سید غلام محمد امروہی (امروہوی) کہ یکے از یاران شیخ من اند و ارستہ و آزاد و عالم و فاضل، بوے فرستادہ در سہران پور صحبت باے نیک میان آورد و دو روز کئے چند باز آمدہ و از صحبت شیخ من بپایہ فراترک و مرتبہ والا رسیدہ چنانچہ ہمہ از آن در ذکر آن شناسا گذشتہ و قتی من از سمنجس بلاہوری شدہ پیش شیخ خود را و بر وقت حاجی محمد خیر آبادی صاحب معنی و آزاد و نیک نہاد و بوے را دیدم من آن روز تپ داشتہ، اول بوے بمن پیر داشت کہ او مرا ندیدہ بود۔ پانہ داشت کہ (من) نیم، مہر ورزید و با اخلاص خوب (و فور) پیش آمدہ تا بہ زمبانی من خود سخنان گفت کہ من در خدمت شیخ خود مشغول ہاے قوی داشتہ و ریاضت شاقہ می کشیدم و آثار آن بر من ظاہر می شد و خرق عادت بطہوری یافتہ اند و نون تن ہمہ بپوشدہ است و از آن ہمہ احوال عریان شدہ ام۔ امروز حال من مثل حالت مجہول و نامفہوم۔ درین اثناء سخن بلند رفت تا من این رباعی را کہ در ہاتھم بودم و ناخودم و رفت انچہ رفت۔ رباعی

اے در قدم و حدوث عالم حیران پیوستہ میان این دو تن سر بردار

بشنو از وے بست قائم دو جهان پیش و بعد از تو نہ این است و نہ آن
 وقتے من شرح این رباعی نوشتہ پیش شیخ خود (بدہلی) فرستادم۔ پسند فرمود (در
 راہور مرا) محمد صالح لاہوری گفتم (گفت) چونست۔ گفتم چنانکہ می باید۔ پس
 از آن شیخ قاسم مرا طعام پیش آورد، برنج و شیر۔ گفتم۔ تپ دارم، نمی توانم۔ گفت
 بخور کہ بہ شوی۔ در اثناے خوردن در خود تخیف یافتم و بہ شدم۔ و این کرامت را
 منسوب بوے کردم و وے قد مے بہ مشایت من برآمد۔ پس از آن چندین سال
 وے را پیش شیخ خود دیدم اندر دہلی و حسبجہاے نیک خوش بمیان آمد۔

شیخ اللہ بخش سہارن پوری

وے ہم انہی است۔ مرید شیخ قاسم سہارن پوری۔ فقیر یست وارستہ و آزاد،
 بامعنی۔ در صحبت وے تاثیر یست نیک۔ سخن این راہ بس بے خاری گوید و خوشتر
 می فہمد۔ یاران با احوال دارد۔ مدتہا است کہ وے در دہلی می گذراند و با شیخ من
 صحبت می دارد۔ شیخ من طریقہ آزادی و بے تعین وے را خوش می کند۔ وے
 زندگانی بہر ادب دارد۔ وے گوید شیخ قاسم در اوایل با طریقہ آزادی را با خبر بہم
 داشتہ است بہر طور و طریقتے۔ و بہر جاے کہ خواستہ بے تعین خاص فراشدے و
 بہ صحبت بہ بزرگے کہ رسیدے وے را بآداب تمام پیش آمدے و صحبت ہاے نیک با
 سخنان این طریقہ گذشتے۔ روزے وے ہمہ آن حالت بہانغہ ور شدہ است و
 در جائیداشت اتفاقاً قارئین جانتے شیر از بندوان از سوار و پیادہ بکد خدای رسیدہ

ہوئے اند و فرود آمدہ۔ رئیس بنود وے را گشتہ این جا، جاے تو نیست۔ بر خیز و
 بجای دیگر شو۔ وے بگرہ خاطر از آن جا برخاستہ در نزدیک آن نشست۔ در آن
 اثناء آتش از غیب بآتش بازی شان در افتادہ و در رفتہ و بہر طرف بردویدہ و پاکشہ
 آن مردم رسیدہ و جامہ ہا و اندام ہاے شان سوختہ و زخمی ساختہ و ہمگان در ہم برہم
 شدہ جا، جا رفتہ اند و معاملہ آن کہ خدای بمیان ماندہ۔ و ہم وے گوید کہ روزے
 شیخ قاسم میان جمعے نشست بود و پیر کے بسورہ (سیورہ) پیر بنود نیزہ در آن
 جا نشست۔ اتفاقاً حکایت از منقبت حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ
 بمیان آمد۔ عزیزے گفت کہ روزے یکے حضرت رسالت آمد صلی اللہ علیہ وسلم و
 گفت یا رسول اللہ در فلان مسجد مردے وز نے بتصدفہ آندہ اند۔ آنحضرت امر
 فرمود صلی اللہ علیہ وسلم در مسجد بہ بینند تا چیست؟ امیر برخاستہ اند و نعلین چوبین
 بپا کردہ و چشم بر بستہ قصد آن مسجد نمودہ اند۔ آن مسندان از آواز نعلین چوبین بدر
 رفتہ۔۔ امیر بچ کس را در مسجد نیافتہ و باز آمدہ و گشتہ۔ یا رسول اللہ من چی کس
 در آن مسجد نیافتم۔ اٹھی۔ روزے شش من این بیت را بذوق می خواندہ است
 من بامینہ رو برو گشتم عیب پوشی بہ از نمد پوشی ست
 درین اثناء آن سیورہ خاک در زمین اوسب حضرت امیر کرمان رفتہ است۔ شش
 قاسم از شنیدن این حرف از آن جا تنگ وں برخاستہ وں دست قبضہ خون (خوف)
 بوے روے دادہ و بے آرامی بہم رساندہ است۔ دوستان پر سیدہ اند وں
 نیست؟ وے ماجرا را غم آلودہ باز گشتہ و از نہ اسیمی رو بہ رخ آو راہ و زحمت

غضب چوبے را بدست کرده، و بت کلائے را کوفتن گرفته است۔ اتفاقاً عاشق محمد
یکے از اکابر زاد ہائے سہارن پوری آن سیورہ را کہ بر اسپ حاکم سوار شدہ پیش
حاکم می رفت، از اسپ فرو کشیدہ و بہ خنجر آیدار بکشتہ و سرود کردہ کشتن کشتان بحاکم
برودہ و گفتہ کہ از شنیدن سب حضرت امیر، من این را کشتہ ام و حاضر م۔ آنچہ موافق
شرع باشد بکنید۔ حاکم وے را در زندان کردہ و حقیقت حال را ببادشاہ صاحب
قران ثانی بلاہور نوشتہ۔ بادشاہ فرمود کہ سائب حضرت امیر، (و دیگر ہمہ) اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشتنی است، خوب کرد۔ آن مرد را از زندان خلاص
کنید۔ و کردند۔ و این واقعہ در سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) بود۔
است۔ من در آن وقت پیش شیخ خود در دہلی بودم و آن بزرگ زادہ را در زندان می
شنیدم و می دیدم کہ شیخ من در مخلص (مخلصی) وے توجہ باطنی می نمود و مقید (توجہ
بود تا وے از زندان برآمد۔

حاجی میر دوست

چون شیخ فرید مرتضی خان فرید آباد دہلی را آبادان ساخت و مسجد و حوض و قلعہ
سرای۔ ہمز خوش آمد و پرداخت، چنانچہ ظاہر است و پدر من بہر اہی (پہ یاری)
شیخ محمود بادل عمر من کہ داروئے خوش بود و تاریخ آن مسجد ایست۔ قطعہ

بعہد نور الدین جہانگیر شہنشاہے بدین و داد و احسان
سات این بناے تیر بہاد فرید عصر و ملت مرتضی خان

بقر و شوکت وجود و شجاعت خلف ابن خلف تا شد مردان
رقم "خیرالبقاع" از خامہ سرزد پئے تاریخ این جاوید بنیان
۱۰۱۴ھ

شیخ فرید عزیزان صالح را از علماء و حفاظ و فضلاء غربا درین مقام جمعیت تمام
موطن داد چنانچه بعضی از انہا را کہ من دیدہ ام اندرین کتاب نوشتہ ام۔ حاجی از آن
مملہ است پیرے روشن طلعت با فضایل و کمالات و احوال و مقامات بہ کراختر
بر جمال وے افتد بس معتقد شدے و از صحبت و کلام وے پر ذوق گشت۔ جہان یہ
بادشاہ بسیار خواست کہ وے باما (جہانگیر) باشد۔ "چہ بعضی" برادرانش از ساطعیان
بودہ اند، وے گفت۔ "بادشاہ من گوشے نامرادی را می خواہم کہ ہذا غلط بیہ
عمر بہر ادول آنجا بسر برم و ترا دما کنم"۔ بادشاہ با انصاف خوش شد و جرات
برمت رخصتش فرمود۔ وے پایہ ہمت بدامن قناعت در کشید و خشک و ترے
استقامت ورزید۔ وے گفت کہ بخشش و تری در ساختن و خود را اندرین راہ
دراختن و بکنج خود را افتادن و وے نظر بسوے کسان نہاد و بہتہ از قصہ و وجہانست
کوس شہ خالی و بانگ غفلش در دہراست ہر کہ قنغ شد خشک و تر شد ہراست
ین مطلع قصیدہ "بحر الابراز" امیر خسرو دہلوی است۔ و از شعر اس۔ میرین
ہاے) چند اند

کوس شدہانی از بہر چہ آہ و فغان در ہراست می کند گے کہ بان غربت رکن ہراست
کلبے خشکے کہ بہ دندان بگورستان دراست خندہ از ہر کس کہ غم و غم در ہراست

دولت دنیاے دونان را ازان فخر و فراست
اولش دوا آخرش لت حاصلش در و سراسر است
آتشین لعلے کستان خسروان را زیور است
انگرے بہر خیال خام تختن در سراسر است
من در سال ہزاروسی و دو یا سہ۔ حاجی را دو، سہ بار در فرید آباد دیدہ ام و از وہ۔
شنیدہ ام کہ گشتے۔ ”اگر کسے رائذت زندگانی و عشرت این جہانی آرزوست گواہ
زاویہ خویش بہر کم و بیش بیرون مشو و نان جوین گذاشتہ بن گندم مدو“۔ و موافقاً
این حالت حکایت بزرگان آورے و این چنین اشعار کردے۔

دوان خشک گراز گندم است یا از جو
سہ تائے جامہ آنکہ نہ است یا از نو
چہار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع
کہ کس نگوید ازین جا بخیز و آن جا روا
ہزار بار نکوتر بہ نزد دانا یان
ز فر مہکت کیقباد و کے خسرو
اگر دوگا و بدست آوری و مزرعہ
یکے امیر و دگر را وزیر نام کنی
بزار بار ازان بہتر است ز پنے رزق
کمر بہ بندی و بر مرد کے سلام کنی
من سب این حال حکایتے بیاد ام آمد از ”گلستان شیخ سعدی“ و آنکہ۔ دو ہر ادا
بودند، یکے خدمت سلطان کردے و دیگرے بسمعی باز و نان خوردے۔ (بارے۔
این تو نمرد بدرویش گشت کہ چرا خدمت (سلطان) نمئی تا از مشقت کار مرد
بر ہی۔ گشت تو چرا محنت نمئی تا از ندانت ربائی یا بی۔ حکما گشتہ اند کہ نان جو
خوردن و بر زمین نشستن بہ کہ شمشیر زرین بہر بستن و پیش مخلوقے ایستادن

بیت

بدست آہب آفتہ کردن خمیر بہ از دست بر سینہ پیش امیر

قطعہ

عمر گرانمایہ درین صرف شد تا چه خورم صیف چه پوشم شتا
 اے شکم خیرہ بنانے بساز تا کننی پشت بخدمت وہ تا
 این قطعہ ہم از "گلستان" است۔ قطعہ
 بان تا سپر نیفلنی از حملہ فصیح کورا بجہ معاملات مستور نیست
 دین ورز و معرفت کہ بخندان جمع گو بر در سلاطین دارد کی در حصار نیست

میر عوض سنبھلی فرید آبادی

وے ہم چون حاجی در فرید آباد سکونت داشتے۔ معاملاتے خوشے واستقامتے خوشے
 ورزیدہ۔ با اخلاق و مروت بود۔ کتب ذوقیات مشائخ را بشوق تمام خواندے
 و سخن این قوم را بصرافتے ادا کردے کہ سامعان را دل بردے۔ اسے سنتے کہ
 نزد من بعد تلاوت کلام مجید و احادیث نبوی مطابعت کتب مشائخ و سخنان ایشان بہتہ
 از اوراد و وظائف و اشغال نوافل است۔ در رسالہ "قدسیہ" می آرد کہ از حضرت
 خواجہ یوسف بہمانی قدس سرہ پرسیدند چون این حالتہ رو بہ رحمت متناہی آرد
 چکنم تا بسلامت مانیم۔ فرمودند بہ روز مقداری پارہ از سخنان ایشان بخواند۔
 و یکے از صدیقان می فرماید کہ کسے باید کہ سخن او (یعنی مدقین) وید تا من شہام
 یا من گویم او شنود و اگر در بخت گفتوے او نخواہد بود بہر بابخت چه کار۔ قہقہاس
 جذبات مواجید از انحاس طیبہ ایشان تواند کرد۔ "روص احسن قولاً من دعی

الی اللہ و عمل صالحاً“۔ انتہی۔ (میر عیوض را در فرید آباد بسیار دیدہ ام وے
 شعر ہم گفتے و بر من می خواندے) وے عمر در از یافتہ پیوستہ در زاویہ خویش بہ بود
 و نابود مخطوط زیستے۔ وے قدر عمر را چنانکہ باید دانستہ بود۔ اندرین باب شیخ
 بہاء الدین آملی در رسالہ ”نان و حلوا“ نیک می گوید۔ مثنوی

از ہوس بگذر رہا کن کش و فش	پاز دامان قناعت در مکش
گر نباشد جامہ اخلص ترا	دل بقہنہ سائر تن بس ترا
و ر مزعفر نبودت یافتہ مشک	خوش بود دوش و پیاز و نان خشک
و ر نباشد مشرب بہ از رزق تاب	با کف خود می توانی خورد آب
و ر نباشد مرکب زرین لکام	می توانی زد پائے خویش گام
و ر نباشد دور باش و پیش و پس	دور باش نفرت خلق از تو بس
و ر نہ باشد مرکب خانہا	می توان بردن بسر در کج غار
و ر نہ باشد فرش ابریشم طراز	با حصیر کہنہ و مسجد بساز
و ر نہ باشد شاتہ از بہر ریش	شانہ بتوان کرد با انگشت خویش
ہر چہ بینی در جہان دارد عیوض	و ز عیوض گردد ترا حاصل غرض
سب عیوض دانی چہ باشد در جہان	عمر باشد عمر، قدر آن بدان

میر عیوض ارسلان بخارو چنی دانند (۱۰۵۰ھ تا ۱۶۴۰م) (برفتہ از دنیا) و قبر وے

تہانجی ست

شیخ دوست لونی

صاحبِ ذوق و وجد بود عالمی گردیدہ، و مشائخِ وقت را دیدہ، گرم و سرد زمانہ
چشیدہ۔ بار محنت و محبت کشیدہ۔ ہم گاہ سخن در دو محبت گشت از سر حال گشت چنانکہ در
دہا تا شیر آوردے۔ آری سخن محبت ہم آنست کہ مؤثر باشد۔ مگر راست کہ سخن
محبت جا نگیرد است و محبت سخن خلل پذیر۔ چنانچہ خوب شیر از گشت

خلل پذیر بود ہر بنا کہ بے بنیاد است مگر بنا بہ محبت کہ خالی از خلل است
من در ایام صبا بمسافت فرستے از لونی بود، بوم۔ روز بے شیخ دوست بود
و بیرستان من فرار سید و دستک زد۔ استاد من پرسید۔ "بستی" گفتم۔ دوست
گفت۔ اگر دوستی در چون نمی آید؟ گفتم دوستی میرتم با من است۔ نہت۔ ہم
دوستے کہ ہست، گودر آید۔ پس ہم دو دوست از در آمد۔ استاد من نہت۔ نہ
مقدم ہا، دوست ہا دوست۔ و با ہم نشستہ و دہایات واتی و محبت را بیان آوردند
و در ان اثناء شیخ دوست گفت۔ وقتے دوستے داشتہ در ہند با معنی۔ شائق و مین،
مغارتے افتاد۔ وے در جستجے من کو بکوی شہر بہ شہر می گشت۔ ماہ و خانہ کہ ہمارے
شہر من بودم و وے نمی دانست مثل مست حاشا تشنہ بان از در آمد و ہمراہیات
فریاد کنان گفت۔ اے دوست این شعر مشہور موافق با من است۔

دوست در خانہ من گرد جهان می گروم آب در کورہ و ان تنہ بان می گروم
درین وقت نقلے بیادم آمد از مقالات حضرت خواجه بہاء الدین نقشبند

جمع خواجه محمد پارسا قدس اللہ اسرار ہم کہ فرمودند (کہ خواجه) در وقتے کہ از اوایل احوال
 خود حکایت می کردند گفتند، فرصت شش ماہ این در بر من بنستہ شد و از عالم باطن بیچ
 فیض بمن نمی رسید بے طاقت و آرام شدم و قصد کردم کہ باز بملازمت مخوق مشغول
 مردم و در آن حال گذر من بر مسجدے افتاد بر در آن مسجد دیدم کہ نوشتہ است۔ شعر
 اے دوست بیا کہ ما ترانیم بیگانہ مشو کہ آشنایم
 و تتم خوش شد و عنایت بے غایت در رسید و باز آن در بر من کشادہ شد۔ از ذوق آن
 حال بسیار گریستم۔

میر صالح لونی

سید بود و صالح و عابد و زاہد۔ در راہ شریعت مستقیم۔ بہ پنج بدعت (بہ مقابلہ) سنت
 مسابقت و مدانست نور زیدے۔ عمر دراز یافت۔ با وجود پیری و نحیفت و ضعف
 بصارت نماز نوافل و تلاوت کلام مجید پنج گاہ ترک نکردے۔ روز و شب مشغول این
 کار بود روز کارے وے و من کی بود و ایم در خانقاہ شیخ من۔ من (از) حفظ اوقات و
 ضبط معاملات وے حیہ ان می شدم چہ آنحضرت درین جزو زمان از زہاد و عباد، اہل
 ریاضت و مجاہدات ہم بظہور می آید۔ روزے وے از غایت ضعف و ناتوانی ہم
 در تن با بر صحنہ شکنین و رافقہ۔ دست وے زخمی شد، خون بر می آید و صعوبت درد،
 وے را تحمل ساخت تا ہم و نافع و اعمال شبانہ روزی نگذاشت۔ وفات وے در
 سال ۱۰۵۰ھ و انداست (۱۶۴۰ء)۔ وے سماع را خوش نہ نمودے و با

اہل سماع نا معتقد بودے و فرمودے۔ ”مادامیکہ اہل نباشد، این کار بروے حرام است“ با شیخ سراج الدین لونی کہ ذکر وے گذشت، وے را بوی تختی خوش بهمان بودہ است۔ چہ شیخ اہل سماع بود و وے بر عس آن۔ در فوائد اخوانی آرد کہ۔ ”لحظتے سخن در سماع افتاد۔ یکے از حضران گفت کہ مگر درین وقت حکم شدہ است کہ خدمت مخدوم را ہر وقت کہ باید سماع بشنوند، اور احایاں است۔ خوبہ ذکر و اندہ بالخیر فرمود۔ چیزے کہ حرام است بحکم کے حایاں نشودہ چیزے کہ حایاں مست بناء کے حرام نشود آمدیم در مسئلہ مختلف (فیہ) مثلاً ہمین حکم سماع۔ اہم شافعی زمرہ مد علیہ سماع را مباح می دارد بادی و شبانہ (چغانہ) برخلاف حاکم۔ خون درین اختلاف حاکم بر ہر چہ حکم کند حکم بہمان باشد۔ یکے از حضران گفت کہ ہم درین روز با بعضے از درویشان آستانہ در آن جمع کہ چنگ و رباب (مزنیہ) بہ رقص کردہ اند۔ خوبہ ذکر و اندہ بالخیر فرمود کہ نیونکر و اند۔ ہر چہ ناشدہ است نا پسندیدہ است بعد از آن گویندہ (یہی گفت) آن اہمیت سنت۔ پان آن طائفہ از آن مقام بیرون آمدند۔ با ایشان گفتند شاہچہ مرید۔ در آن جمع کہ مزنیہ بود شاہچونہ سماع شنیدید و رقص کردید۔ ایشان جواب دادند کہ ما چنان مستغرق و من بودیم کہ ندانستیم کہ این جہ مزامیر است۔ خوبہ ذکر و اندہ بالخیر پان این اہمیت شنید فرمود کہ این جواب ہم چیزے نیست۔ این سخن در ہمہ اہمیت ما بہید۔ درین میان بندہ عرضداشت کرد کہ صاحب مہر درین آئین رہائی ہست

است۔ این دو مصرعہ عرضہ افتاد

گشتی کہ بہ نزد من حرامست سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا
 خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آری آنگاہ این رباعی را بزبان مبارک راند۔ رباعی
 دنیا طلبا جہان یکامت بادا ، دین جیتہ مردار مدامت بادا
 گشتی کہ بہ نزد من حرامست سماع گر بر تو حرامست حرامت بادا
 باز بندہ عرضہ داشت کرد کہ اگر علماء و درین باب بحث کنند و در فنی سماع سخن بگویند، نیو
 نماید۔ اما آنکہ او در جامہ فقر باشد چگونہ فنی کند و اگر ہم بہ نزدیک او حرام باشد این
 قدر کند کہ خودش و اما با دیگران خصوصیت عند کہ مشہودید۔ خصوصیت صفت درویشان
 نیست۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر تبسم فرمود و ملیمہ این معنی حکایت فرمود۔ (وقت
 متعلیہ امامت می کرد جماعتی از دانشمندان کہ چندین عالم مستند و چیزے نمی گویند و
 یکے دانستہ و ناندانستہ عربہ می کند) حکایت فرمود "وقت متعلیہ امامت می کرد۔
 جماعتی از دانشمندان اقتدا کردہ بودند یکے عامی ہم۔ و آن نماز چہار گانی بود۔ آن
 متعلم را قعدہ اولی سہوشد۔ (در) سوم رکعت متصل دوم رکعت برخاست۔ چون او
 دانشمند بود، دانستہ و در دین کرد کہ این را چہ کونہ (تمام) می باید کرد۔ و علماء کہ با او
 اقتدا کردہ بودند، ایشان نیز سہاست بودند۔ آن عامی (غلبہ) آغاز کرد۔ "سبحان
 مد سبحان مد" چندان بشت کہ نماز خود باطل کرد۔ چون امام سلام نماز بداد، رو
 بہ آن عامی کرد و گفت اے خواجہ ترا چہ شد، چندین

و انشمنان حاضر بوده اند، ایشان دانستند کہ اتمام این نماز چگونه بود، ایشان بیچ
 نگفتند تو کیستی؟ کہ چندین غلبہ کردی و نماز خود ہم باطل کردی۔ باز عرضداشت
 کرد کہ بندہ این طائفہ را کہ منکر سماع اند، نیوی دانند بر میزان ایشان قوس تمام
 دارد و غرض آنکہ ایشان کہ سماع نمی شنوند ہم چنین می گویند کہ ما زن نمی شنویم کہ
 سماع حرام است۔ بندہ سوگندی خورد و راست عرضہ می کرد کہ بر سماع حدس
 بودے ایشان نشنیدندے۔ خوبہ ذکر و حمد با خیر ازین سخن شنیدید و فرمود کہ
 آری، چون در ایشان ذوق نیست چگونه شنوندے و چه شنیدندے۔ تنی۔ در
 "ثقات الناس" است کہ شیخ اسلام گفت کہ کے ابو بکر رازی را گفت کہ (در)
 سماع چه می گوی؟ گفت۔ بس فتنہ میز است و مہربانمیز۔ خوب شنیدن را از فتنہ و مہربان
 بدار۔ وے گفت۔ "نہ مشائخ آن مردہ اند؟" گفت۔ درست است۔ در آن وقت
 کہ وقت و چون (وقت) ایشان شود و ہم چنان بن و ہم در آن کتاب است۔
 کہ ابو بکر معلوکی را از سماع پرسیدند۔ گفت۔ نیست۔ نیست۔ لاہل العلم و لاہل
 یساح لاہل العلم و یکرہ لاہل المحور۔ و ہم در آن کتاب است۔ بن
 سمعون را گفتند کہ مردم را بزد و ترک دنیا می خوانی، خوب بہترین جامہ را پیش
 خوشترین طعامہا (می خوردی چونست این سخن۔ وے گفت۔ وقت۔ بن کتاب
 تعالی چنان باشد کہ می باید، نرمی جامہ و خوشی سعد۔ در بیان فی و ہم در آن
 کتاب است۔ کہ بخور و پیش مہربان در آمد و پس خورد و ہم در آن کتاب است۔ بن

فرزند خود را تعلقے بسیاری بنم بتو، من ذمہ وے را از حق خود بری گردانیدم بر اے خداے تعالیٰ۔ شیخ وے را قبول کرد و بجا پدہ و ریاضت فرمود بعد از چند روز پیش فرزند خود آمد، دید کہ نان جوین می خورد۔ و زرد و لاغر شدہ از کم خواری و بیداری۔ از ان جا پیش شیخ آمد۔ آن جا طبقے دید و بر آن جا استخوان ہائے مرغے کہ شیخ خوردہ بود، بخورہ با شیخ گشت۔ یا سیدی تو گوشت مرغ می خوری و پسر من نان جوین۔ شیخ دست خود بر ان استخوان ہائے مرغ نہاد، و گشت۔ ”قمہ باذن اللہ الذی یحیی العظام وہی رمیمہ“۔ آن مرغ زندہ شد و با نگ کردن آغاز کرد۔ پس شیخ بان بخورہ گشت۔ وقت کہ فرزند تو این چنین شود، چہ خوابد و بخور۔

شیخ جان محمد میرٹھی

صحبت داشتہ بہ شیخ احمد سرہندی۔ صاحب معنی بود و اہل ذوق و محبت۔ معامت نبیان و شہدائے پیوستہ سماعت کلام مجید کردے۔ وقت کہ وے رہواے قوس پر۔ در سہ افاق، و حسب منہ طائر بیان جانش گرفت و کار خاتہ جنون رفت پذیرفت و بازار پارسائی جاسد گشت۔

چند روز عشق ابواس پارسائی پارو شد۔ سماعت صد سالہ ام تاراج یک فقرہ شد۔ باخبر وے با معشوق بنزد آمد، زوایا رسید، در مسجد شیخ فرید سکونت گرفت۔ من وے رکن جامی دیدم، از قضا شامے عاشقی وے و معشوقی آن جوان منشراح می دیدم۔ آن جوان ہم حسن و ہمساں نکمال داشت، ہمہ آواز خیر و نیکو و

روح افزا۔ چنانکہ عارف عاشق، بحسن صورت متلذذ می گردد (ہم) بحسن صوت مکتلی شود۔ ہر دو از یک جاے اند چنانچہ گفتہ اند

ہر دو چیست کہ چندین فنون عشق در دست
ہر دو محرم عشقت عشق محرم در دست

روزے جان محمد تنہا بر بام زینہ بادر مسجد نشسته تا بہت می کرد کہ امیر سے معزز کہ
بیلغاری شد بچہ استراحت بر آن بام رفت۔ وے بامیر پر و است۔ امیر
بغضب درآمد و وے را بزد و نیز مت گردانید۔ شیخ متعظی و من خواہم کہ برائے خدا
با آن امیر در انقیام۔ اگر زندہ ایم خوشہ و اگر کشته شدیم خوشہ۔ در این تازہ و تر
با کراہ خاطر فرو آمد و رفتہ بر کنار خوش نشست و در روزے چند شنید و شد۔ و و و و
کار و بار آن امیر بخوابی کشید و در جمہ بر جمہ گرایید۔ شیخ من گفتہ کہ روزے و فوج
بہ تک خبر آوردند کہ خانہ فدان نامہ اکہ درین قلعہ است می خواہند ہشتاد و ہشتاد
برائے این کار معتمدے از آن حاکم، در این شہر آید و بندہ است و این نامہ

(شہر) بدر می کند۔ از شنیدن این حرف ایشان برنی سند و روان آمدند تا در بارہ اس
بیچارہ سفارشے کنند۔ آن معتمد از دیدن ایشان انماش مرد و روان شد۔ ایشان
متالم و رایستادند، چہ این ادائے وے ناخوش آمد۔ درین شہر آید و
مبارک ایشان برآمد کہ دال بر خبر بی وے بود و است و ہمدین مدت است کہ
قبیلہ وے بعرض بادشاہ وقت رسانیدند۔ بادشاہ فرمود کہ وے را بہ
بہشتند و تمامی خانہ وے را ضبط بخانیہ نمودند۔ خوبہ حسین مہدی کہ مرادے نیک و
بمن حکایت کرد کہ در ولایت (روایت) مشہور است کہ وقتے مہدی پائی۔

غسل بکھامے در آمدہ اند و رخت (لباس) از بر بر آوردہ، اتفاقاً ریاضی شاعر (از) مناصب پادشا ہزادہ الفغ بیگ در حمام بود، ایشان رائہ شناخت و طاسے قلعی دار را واثرگون بدست بگرفت و بمولانا گفت۔ سر شہابین طاس بسیار مانا است چہ در فرق ایشان موی نبود۔ ایشان رائا خوش آمدہ، گفتہ اند، ہاں جوان فضیلتی داری اما بے ادبی بے ادبان ہرگز بکمال ترسیدہ اند۔ غسل نکرودہ بر آمدہ اند و بمنزلے خود رفتہ اند۔ ازین سخن حال وے متغیر شدہ، واسہ (دیوانہ) وار از آن جا بر آمدہ و بمنزل خود رفتہ و در افتادہ و درین اثنا الفغ بیگ بسر پل جوے کہ در میان دو کوہ بستہ اند روان شدہ و ریاضی را حسب داشتہ و ہر دو بر سر آن پل بالانشستہ اند و شراب مشغول شدہ و ناگاہ از زبان شاہ ادہ بر آمدہ است سیکہ خود را از این جا در آب اندازد و آن آب از آن جا بسیار پاکین بود و بنفش و طغیان نمی رفت۔ ریاضی گفت۔ من خود را می اندازم۔ گفت۔ نے، ترائی گویم و ریاضی این غزل شروع نمودہ۔

غزل

مرغ چہ نم را تیغ غمزہ بکمل کرد و رفت	آن پری رخسار مدحہ۔ و مال کرد و رفت
عقل را حیران آن شکل و شامیل کرد و رفت	اگر آن پری در یک شہر دیو نہ ساخت
زہستین را بر من بیچارہ شکل کرد و رفت	رفت آن شہر و انداخت در جہان سندھ
نور قدسی را چراغ خانہ دل کرد و رفت	ز فرغ ما رخسار جہان افروز خود
شمرندہ من جہان متسوی صلی کرد و رفت	رفت از عالم ریاضی ہر داغ مبراہ
چون تمام شدہ است، بدست و در آن آب افتادہ۔ شاہزادہ فریاد کنان بر کنار	

جوی فرود آمدہ و گفتہ ”وے را در گیرند“ چون (بیرون) آوردہ اند، رستے از جانش
بقیہ ماندہ بود۔ شاہزادہ گریہ کنان سرش بر زانو گرفتہ، تا وے گرفتہ۔ شاہ ادوا جزاے
اشعار وے را بر حال وے وا کردہ است اتقا قاین غزل برآمدہ (است)

قامتش گر کند ہلاک مرا زیر سروے کنید خاک مرا
در جائے کہ بادشاہ زادہ نشستہ بود با غنچہ سرو بودہ است۔ وے را تہان جا بخاک
بسپردند و گویند مصرع اخیر (این غزل) را شاہ ادوہ گفتہ (است) پس زدن وے کہ
شکر اللہ از جہان مقصود حاصل بردورفت

وانند اعظم۔ وہم خواجہ حسین گشت کہ من آن جوی و پل و پاغچہ و کور ریاضی ہمہ را
دیدہ ام۔ (انتہی)

صوفی گدا

وے از دوستان خدا بود۔ اگرچہ بحسب صاحب نام وے گدا بود، لیکن زراے معنی
بادشاہ بود۔ و این مصرعہ بر حال وے گدا بود۔ مصرعہ
”گدا پادشاہ است و نامش گدا است“

وے را غیتے بود خدای و طریقہ بے ریائی۔ درخبر است کہ گدا معنی سبکی گدا ہے۔
سلم فرمودہ کہ ہر کہ ختم ”لا الہ الا اللہ“ را کہ بنت و تہار بارست بدست یث مر
بگذراند آن مردہ را مغفرت است۔ وے چند ختم خواندہ موقوف با خواہ شد،
چون شنیدے کہ یکے برفت از دنیا، خواہ آتش بود۔ خواہ نہ ہو، دست با نداشت

برداشتے یک ختم ہوئے گذراندے و فاتحہ خواندے۔ اقامت او اندر مسجد فیروزی
 بود، یکے از وظائف شبان روزی وے پوشیدہ نماز کہ آنچہ می باید در اعمال ہمین
 نیت خدای است و بس۔ مصطفیٰ فرمودہ صلی اللہ علیہ وسلم ”ان الله لا ينظر الى
 صورکم ولا الى اعمالکم ولكن ينظر الى قلوبکم و نیاتکم“۔
 روزے در میان جمعے (مجمع) نخنے بے ریای و نیت آن ہی رفت یکے گفت۔
 تصدقے کہ نابیناے دادہ شود بے ریا است چہ وے نمی داند کہ داد۔ دیگر گفت۔
 آن نابینا خود می داند کہ کسے بمن دادہ و بآئکس دعائے خیر می کند۔ پس این ہم ریا
 است و گفت بہا لہین فقیرے خفتہ باید نہاد۔ دیگرے گفت آن فقیر این قدر خود خواہد
 دانست کہ کسے بوئے دادہ است۔ نہ کہ از غیب رسیدہ است۔ پس حاضران گفتند
 ”این سخن از ہم گمان گشتی“ من آن صوفی گدار اہدیان مسجد دیدہ ام۔ پیرے بود
 بس با قیمت و صاحب ذوق و اہل معنی۔ بانور و صفاء و لطافت و نسبت۔ (این)
 تاثیر است خاصہ (نسبت خاصہ) خواجہ پیرنگ کہ بالاتر از ان بیچ نسبت نیست
 ان را با عظمت این قوم نسبت پیرنگی و بے وصفی می نامند۔ و وے ہر گاہ در حق
 مقصودہ آن مسجد کہ در زیر آن دریا بہت خوب صافتر و سبز تر از وے در نظر آمدے،
 ہنشت و با خود گفت داشت۔ این شعر خواجہ شیعہ از ہم بروے صادق آمدے
 مد چراغ زندان اف سظنت امروز کہ چتر سایہ ابرست و بزمہ لب شست

سید اسحاق پنجابی

وے بزرگ بود صاحب احوال و کیفیات و اذواق و مواجید۔ بس مردم آن دیار از صحبت وے از حقیض جہل و غفلت برآمد و پاپای حضور و آگاہی رسید و بود و اندر اقامت گاہ وے کہ در سرحد (دیہتین) تنہا دیہتین جاے است از ناحیت نبیہ، انوشاب۔ و وے اندر آن زمین بہ بزرگی معروف است۔ در آن ایاتے کہ پدر من بمرتبہ شہادت خواہد رسید و وے را دریافتہ بود و صحبت باے خوش ہمیان آمد۔ من از دیدن شان خوشوقت ترمی شدم و در آن صحبت گویند باے پنجابی پیش درو مندانہ و عاشقانہ می گشتہ اند۔ از ان جملہ این پندہ و رانچہ بواکہ۔ پدر من در رفتہ و از معانی آن بوے از حال شہادت می آمد۔ و قوش بیت پائے این است۔

آو و بکا چنی گہران وے آئی من کیا تیجہ بیہن

رانجہن بوری متلم کیہی تریں سکھن

شب کہ صبح آن پدر من خواہد رفت از دنیا برین پائے خطے و قوش شیعہ و متا مشب۔ سخنان عشق و محبت عاشقان صادقین بروز آرد و بعد از نماز پادشہ بیدار من بدست ویش کس شہید شد۔ سید اسحاق از آن جاے کہ بواکن جا در رسید و آن جاے بہ گزشتہ را بدست می کشید و بر جبین خود می مایید کہ بارے بدشا پندہ من و من مفسدان چہ کارے کردہ اند و ہمہ را بن ک پیہ و من در آن وقت زخمی افتادہ و در وقت توجہ و برکت نامہ (نامہ) شیخ خواہد ریافت۔ نکتہ این قصہ در نامہ یہ

و تفصیل آن من در نسخہ ”جمع الجمع“ کہ پیش ازین بسا لہا نوشتہ ام۔ چون من در آن غمہا با خود می گفتم کاش کتاب ”رشحات“ و ”کلیات خواجہ بیرنگ“ ہمراہ متاع بغارت ز رفتہ تا اندرین غمکہ منوس حال من گردیدے۔ درین اثناء خادم سید (اسحاق) آن کتب و متاع دیگر با نوشتہ وے بمن آورد ”از تقدیر الہی چارہ نیست، بچہ غم نوزاد از خداوان و با خدا باش“۔ من کتاب ”رشحات“ را بر حاک وقت خود کہ پیش آمدہ بود بر کشادم این بر آمدہ کہ ”در جہد و سعی در آید۔ دوسہ روزے زحمت بیش نیست“۔ و آن روز سوم از وفات پدر من بود۔

سید یوسف بھکری و سید عیسیٰ سندھی

ہر دو مرید شیخ جعفر نند۔ صاحب ذوق و مستی و شورش۔ عجب حالتے و عجب کیفیت ز ایشان صاحب و پیدا است و عجب ولجے و عجب سکرے بآن دو ہویدا۔ گاہ با کہ اینان پیش شیخ من می آیند مستان و طاف می آیند و در گوشہ بر خاک ادب می نشینند و جز بسوسے شیخ من نمی بینند۔ در خاطر سلیمہ چنان می رسد کہ گویا شراب خوردہ اند و مست با محفل شستہ۔ سخن بسیار می گویند و در سیر با این طرف و آن طرف می پویند۔ در مستان با ذوق الہی می فرمایند۔

”ہر گراشتن شورا نمیست، این کار ہر و حرام است“

”است و ارد دوست این آشنائی کوشش بیہودہ بہ از خستگی“

منین و ربانی را از نخوان شباب از زبان بزرگے صاحب احوال یاد دارم۔

رباعی

مارا نہ مریدِ وردِ خوان می باید سے زاہد و حافظِ قرآن می باید
 صاحبِ دردے سوختہ جانے می باید آتشِ زہد بخان و مان می باید
 آن کس کہ ترا شناخت جانِ راجہ کند فزند و حیاں و خاندانِ راجہ کند
 دیوانہ کنی دو جہانش بخشی دیوانہ تو ہم دو جہانِ راجہ کند
 لیکن اندرین دیوانگی شعورِ یست و اندرین بنودِ حضورِ یست کہ حواسِ خمسہ
 پر یابد۔ در ”ریشحات“ است کہ خواجہ احرارِ قدس سرہ فی فرمودند کہ فی ”محققِ راہِ
 المعنی نہ آنست کہ صاحبِ فن را باوصاف و افعالِ خواہ شعورِ بن شد چہ۔ معنی آنست کہ
 انہی است اوصاف و افعالِ کنداز (ذات) خود بطریقِ ذوق و اشباتِ کد مفاصل
 حقیقی را جل و کر۔ آنکہ صوفیہ گشتہ اند۔ فی اشباتِ کد نہ دارہ باین معنی است و
 فرمودند مثلاً این جامہ کہ من پوشیدہ ام (چونکہ) عاریتِ فی من تحققِ خاں من
 از آن منقطع شدہ است و حالِ آنکہ تلبسِ من بآن جامہ با فعل و واقعہ است۔ ہمہ
 صفاتِ را برین قیاس باید کرد کہ ہمہ عاریتِ اند تا دل از ما من ہی نہ منقطع شود۔
 پاک و مستہررِ ورد۔ انتہی

شیخ حسن و شیخ حسین

امامِ مادر ایشان فاطمہ است۔ ہر دو برابرِ صحتِ ہندوستانِ قرآن و در معیتِ راجہ
 بہادر ہر دو جہانِ راجہ بخشی دیوانہ تو ہم دو جہانِ راجہ کند
 صاحبِ تذکرہ ”تذکرہ حسین“ میر حسین دوست بخشی دیوانہ تو ہم دو جہانِ راجہ کند

وہر دو صحبت داشتہ اندیش الہداد۔ شیخ حسن راروزگارے من دیدہ ام کہ رسالہ لوات
مولوی جاتی را شیخ من می گذرانید و مصطلح مقررہ رانیک می فہمید و در رشتہ تقریر و بیانیہ
نیک در می کشید۔ یک بارے من باوے سنبھل آمدہ ام از دہلی و در راہ از طریق قندہار
سلوک وے مخلوط شدہ و در بیماری اخیر وے من بعیادت رستم نیک باہوش و آگاہ
بودہ است۔ شیخ من مرا بہدراں مدت سخنان حقائق نوشتہ بود، بوے نمودم، خواندہ
خوشوقت شد و برفتہ در سال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵م) و قبر وے پاکین قبر
شیخ ہلالی سنبھلی است۔ شیخ ہلالی مرید شیخ ساء الدین کنبوہ دہلیست، صاحب احوال
عظیمہ بود و مقامات جلیلہ۔ روزے شیخ بخدے فرمودہ با این گرد بادے کہ می روی
مبارکبادی از ما بگو و بگو چیزے (از) حصہ ما ہم فرادہ۔ چون خادم چنان کرد از زہر
آن گرد بادے ظرفے کلان پر از شیرینی بر جہ ماند۔ خادم پیش شیخ خود آورد شیخ ہر
حاضران قسمت کرد و بخورد۔ وقتے دیگر یک شخص کہ مشاہدہ این حال کردہ ہوا
نزدیک بگرد بادے رفتہ و مبارک بادے از طرف شیخ گفتہ طلب حصہ کرد۔ از میان
آن گرد بادے تک چند تاجہ شد و وے رانیک بوقت۔ وے با حال خستہ پیش رشتہ
آمدہ و ماجرا باز گفت۔ شیخ گفت آن روز بے طوی خود کردہ بشادی می رفت تا شیرینی
بداد۔ امر و زہاتے داشتہ تا اتفاقاً و انچہ افتاد۔ وفات شیخ ہلالی در سال نہ صد و سی دان
است (۹۳۰ھ/ ۱۵۲۴م) و "شیخ ہادی" تاریخ وے۔ و شیخ ساء الدین از مشارع
کبار بود صاحب کرامات ظاہر و خوارق عادات باہرہ۔ مرید شیخ کبیر الدین نمبر
مندیہم جہانیان است۔ وے را در حقائق زبانہست سخت نیکو۔ رسایل تصوف۔

دقائق تمام دارد۔ پس ازان در سفر مکہ از صحبت شیخ احمد کتھو فیض یافت۔ شیخ احمد
اعظم مشائخ گجرات است۔ آباے عظام وے در دہلی می بودند۔ وے روزے
در دہلی میان اطفال، بازی می کرد، گاہ دے پدید آمد وے را در بود، زہن آوارہ
ساختہ جے دیگر انداخت۔ بعد از مدت صحبت بابا اتحق مغربی کہ در یشہاں
ابو از سلسلہ شیخ ابومدین و در جو کہ از قرنی اجمیہ است جا داشت، فتیہ در سایہ
تربیت وے نشود نہ یافتہ و بہر تبت کمال تکمیل رسید در زمان امیر تیمور در بندستان
اشتبہر یافت و تا آخر عہد مرزا شہر آشور حیات بود و در سال ہشت صد، چہل،
نہ (۸۴۹ھ ۱۴۴۶م) برفہ۔ و شیخ ۳۰ مدینہ در نہ صد و بیست (۹۰۱ھ ۱۴۹۶م)
برفہ۔ در "کلمات الصادقین" نوشتہ است کہ وے در ہشتاد و ہفت سالگی در
سال نہ صد و ہفت در عہد سلطان سندر (وہی) ست و پندہاں وے در نہ
خود می ایستاد و می گفت۔ غلبہ مہربانی بر خلق خدا و جان برآں می دہد۔ نہ بیخ
خلاق را در چہشم ساء الدین را دہا شد۔ بر "معانی" شیخ خاندین معانی ہشتاد و
کہ کل معانی تن کافی و وافی است۔ وے از مریدان شیخ ۳۰ مدینہ قسطنطنیہ
و بلویست چنانچہ شیخ عجیب (اندین) را بدن لقب فرمود، جس (اندین) انان
را جمالی تخص داد۔ اشعار نیک بسیار دارد و نہ تاجا ز کردہ۔ بعد از ہشتاد و
محترمین در کسوت قلندران بہرات رسیدہ۔ معانی بابی در یافتہ۔

۱۔ شیخ احمد کتھو از مشائخ کبار بود و پیشہ وے اقامت در مرآت قلندران و خدمت
احمد آباد است۔ تاریخ وفات مطابق "خبر خیر" ۹۶۹ھ ۱۵۶۶م۔

مولوی ازوے دوبیت خوش کردہ۔ یکے

موی زہوش رفت بیک پر تو صفات تو عین ذات می گمری، در تبسمی
(و بعضی از صلحا پیش سید کائنات علیہ الفضل الصلوٰۃ قبول آن مبشر گشته اند) دوم

مار از خاک کویت بپراہنے است برتن آن ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن
و وے تاریخی نوشته است در احوال مشائخ ہند مکی بہ "سیر العارفین" نیک منید۔

دران جامی نویسد کہ این فقیر بعد از زیارت حرین در شہر برے (برات) رسیدہ و
آنجا اکابر بودہ اند مثل شیخ صوفی از خٹائے شیخ زین الدین جامی و مولانا محمد رومی و

شیخ عبدالعزیز جامی و مولانا عبدالرحمن جامی و شیخ الاسلام کہ از دست شاہ اسماعیل
شہادت یافتہ و مولانا مسعود شیرازی و مولانا حسین واعظ و مولانا معین واعظ و مولانا

عبدالغفور لاری اگرچہ تمام این بزرگواران باین فقیہ محبت نسیم داشتند فی مائتہ گاہ
من درویش خانہ مولانا عبدالرحمن جامی بودہ۔ روزے با ایشان در حجرہ نشستہ بودم

و "لمعات" فخر الدین عراقی در میان بود۔ ناگاہ مولانا در تعریف شیخ صدر الدین
قونیوی کہ مستر شد شیخ محی الدین (ابن) عربی است، مبالغہ نمود و فرمود کہ این

"لمعات" نتیجہ برکات انکسارت آن عالی درجاست کہ شیخ عراقی در قم آوردہ۔ این
ایشان ہی طر این درویش راہ یافت ششم مرتبہ ہر کس پیش حق تعالی

نیرست کہ از نتیجہ پیہ پیست۔ اتفاقاً بہان شب مکنزات مولانا مشراییہ و خواب
نمودند۔ (مولانا می فرمایند) کہ کوئی صنف پرور است در آن جا شیخ صدر الدین

(فخر الدین) بانست درویشان نشستہ اند و مولانا فخر الدین (شیخ صدر الدین)

کفشی شیخ صدرالدین (شیخ فخرالدین) گزشتہ باب ایستاد و استوار شد و بتدریج
 کردند کہ (در آئی) و ثنائیہ در آن مجلس حاضر بودید۔ من در آمد و بدست بوس
 آنحضرت مشرف شدم چنانچہ دبشت ایشان در من اثر کرد و شاہ من می دید کہ
 مرتبہ ایشان معلوم شد۔ من بھی گویم کہ حق بطرف شاہ بود۔ چون وقت آن رسید
 کہ شدم این خواب تقریر نمود و وفات حضرت ایشان نمودند۔ حتی۔ وفات شیخ
 جمال در سال نہ صد و چهل و دو است (۹۲۲ھ تا ۱۵۳۶م) قبر شاہ و شاہزادہ
 فخرالدین حاجی در مقام حضرت قطب الدین قدس سرہ و شاہ و شاہزادہ
 یکے شیخ گدائی، در بزرگی و جا و پہلو پیدر می زند۔ در وقت وفات شاہ و شاہزادہ
 مفاخر داشت۔ در ابتدا در سبک مقرر بان نصیر الدین محمد جویں ہاتھی نام بود۔
 بعد از غلبہ شہ شاہ و بحرین شہ نشین رفت و در مدائن حبش مدینہ منورہ ہاتھی
 بدیار مالوف نمود و نہایت درجات اعتبار رسید و در سال نہ صد و تمانت و تمانت
 گذشت (۹۶۸ھ تا ۱۵۶۱م)۔ شیخ عبدالحق کہ بیان قیام و وفات
 وفی فصل۔ ہم در جوانی برفت۔ صاحب تصانیف صدر و بہت است و وفات
 وے در نہ صد و پنجاہ و نہ (۹۵۹ھ تا ۱۵۵۲م)۔ سید می کہ در نہ صد و پنجاہ و نہ
 تاریخ وفات وے گشت۔

نادر العصر	شیخ عبدالحق	کہ پویش مرا زبان شاہ
وقت نزاعش	بہر رسید من	نہ صد و پنجاہ و نہ
سال تاریخ خویش	خود فرما	کہ پویش مرا زبان شاہ

گفت تاریخ من بود نامم بنده وقتی کہ در میان نبود
 اما آن شیخ حسین مرید شیخ عبدالواحد سنبھلی است و وے مرید شیخ فتح اللہ ترین
 سنبھلی و وے مرید شیخ سیم (چشتی) فتح پوری قدس اللہ ارواحہم۔ ذکر احوال این با
 بجائے خود بیاید و یکے از مریدان شیخ عبدالواحد شیخ محمود صالح سنبھلی بود۔ صاحب
 وجد و احوال عظیمہ۔ گویند در او اہل وے را شوق این را پیدا شد، جنون آمیز۔ شیخ
 محمود از اقارب وے کہ صاحب شرب و اہل این را بود و از وے رسالہا است در
 مذاق صوفیہ و صحبت داشتہ شیخ امان پانی پتی زنجیر پانداختہ و وے این بیت مشہورہ
 را از سر ذوق خواندہ

پسے جنون نہ ہمیں سلسلہ سودا داشت ہر کہ دیوانہ شد این سلسلہ را بر پا داشت
 پس از آن وے قصد زیارت شیخ خود کرد۔ در آن اثناء شیخ فتح اللہ در خواب بوے
 گفت۔ ”بیدار روضہ ما و بکار باش“۔ وے آن جا اقامت گرفت و یکقرن بیش
 بر بروہ، مستقر و رسید و بر رفت از دنیا در سال ہزار و سی و پنج (۱۰۳۵ھ ۱۶۲۶م)
 قبہ وے نزدیک برہنہ شیخ فتح اللہ است قدس اللہ سرہ۔ این مصرعہ تاریخ وصال
 ویت۔ منہ۔

”میان محمود صالح رفت از جا“

شیخ محمد ہاشم نمبر وے کہ جو انیسٹ بنفیلٹ و اخلاق نیک۔ و بمن آشنا و
 مہربان۔ گوید کہ۔ ”شیخ حسین در اہل خواجہ بیرنگ را دیدہ است و پس از آن با
 شیخ اللہ دا صحبت داشتہ۔ با خبر باش من اخلاص نیک پیدا کردہ۔ وقتی شیخ من

ہوے این نوشتہ کہ ”ذات حق نورست غیر متناہی و بالا اے ہمان عالم و غیر او بیچ چیزے دیدہ و شنیدہ نمی شود، ہمہ اوست۔ و او ہمہ آنہا۔ انچہ غیہ می نماید غیہ نیست۔ موجدہاے آن دریاے بے کران است۔ می باید کہ در این خیال شب و روز باشند و چندان کوشش و سعی کنند کہ این اندیشہ با جوہر دل یکے شود و بے تکلف درین اندیشہ بودن میسر شود و در ہمہ کار با درین کار باید بود

”کار این است و غیہ این ہمہ بیچ“

وے بر من بسیار لطف و دوستی داشتے و سالہا بسیار با ہم سیر و سفر نیک کردیم، چہ در دہلی و چہ در آگرہ یعنی اکبر آباد و چہ امر وہ و چہ حسن پور و چہ حسن پور و ایام وے کشتے کہ من چون بودم در خدمت شیخ فرید مرتضیٰ خان و وے سید بودم۔ بخاری الاصل صاحب دولت صوری و معنوی۔ رازے توجہ بہ من نہایت دید تشریف آوردند، سید بزرگوار ایشان بر آمد و ایشان بر صدر نشستند۔ ایشان برے صاعے اورارے خواستند۔ سید موافق مرتضیٰ خان مقرر رہا و عرض نمود کہ بیشتہ حضرت در این چنین تصدیق نمائند و ہم کارے کہ بخاطر مبارک برسد باین شیخ حسین اشارہ می فرمودہ باشد و سید مرا گفت انچہ ایشان فرمایند اسرار مریدانہ باشی۔ و ایشان بر سید نہایت توجہ بالطنی داشتند۔ سید از توجہ نامش ایشان نسبت باطن و شغل طریقہ مستفیذ شد و بدو ہم از دوست تر شیب و الفت ایشان مستفید ہو۔ سخن را بکمال داشتہ چنانچہ اکثرے از اصحاب و مستکنان و یہ خان و خرا و بزرگ در آمد ہندستان از خوان احسان سید روزی خوار بودند و ایشان تا آخر کہ بر سید تمایل

رسیدند سید را بعنوان قبلہ گاہی نامہ می نوشتند و حقوق سابقہ را مرعی می داشتند۔ یک مرتبہ در ایام مشغولی سید سید این نوشتہ

یکے لحظہ ازو دوری نشید کہ از دوری خرابی با فزاید
بہر جائیکہ باشی پیش او باش کہ از نزدیک بودن مہر زاید
وفات سید در ماہ ربیع الآخر از سال ہزار و بست و پنج است (۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶م)۔ و
”واو خورد برد“ تاریخ او۔ پدر من در آوان جوانی با سید بودہ است و داروغہ حوض
فرید آباد و سر اے سڑ و دہلی۔ چون شیخ حسین را وفات نزدیک رسید۔ گفت۔ این
شب جمعہ را خواستم کہ بروم اما نصیب نبود۔ چون شب دوشنبہ رسید گفت وصال
”مختصر ت صلی اللہ علیہ وسلم روز دوشنبہ است اگر درین روز بروم خوشتر است و این
بیت می خواند

نشے در میان میانجی بود آن میانجی ہم از میان برخاست
وہ انجی مہجین و تنہین خود بہوش تمام نمود۔ آخر شب عزیزے کس بخبر وے فرستاد۔
وے نشت پیش نمازہ است چون باز آمد برفتنہ بود وقت صبح دوشنبہ چہار دہم ماہ رجب از
سال ہزار و شصت و نہ (۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹م) مقبرہ وے پائین قبر شیخ حسن برادر ویست۔

شیخ بہاء الدین و شیخ اسماعیل

با ہمہ قریب ہند و ہمہ اقربان، از اولاد شیخ شکر و از بنابر شیخ علاء الدین چشتی کہ بعدا
مدین جو نامہ اشتہار آورد۔ و در سال ۷۰۰ صد و چہل و پنج (۹۴۵ھ ۱۵۳۹م) برفتنہ

از دنیا و قبر وے بر یک فرستے دہلیست جنوب رویہ و شش اسماعیل کوید کہ شش
 بہاء الدین شش روزہ بود کہ مادر وے برقت از دنیا و در شغل تجہیز و تکفین بیچ مس
 از آن طفل خبر نگرفت و ہر ہمہ غافل شتند و وے در کنج خانہ (بز) افتاد و ماند۔ چون
 از دفن مادرش فارغ شدند و شب رسید شش بدرالدین پدرش از بیہ پرید کہ آن
 طفل کو؟ وے را در کنج خانہ (بز) یافتند و در شہادت شدند، برستہ آہراند۔
 بز کے از همان کنج برخاست و بادے آمد، وے را پییدان گرفت و پادے خوار و
 گرد وے داشت و نیچے در ایستاد کہ جرج خود را بدین وے در رسا نید و شیعہ
 بچکانید۔ متعجب تر گشتند و دانستند کہ تمام روز بدین منوال گذشتہ است۔ وے روز
 دایہ آوردند کہ حوالہ بوے کنند۔ پدرش گشت چون خداے تعالیٰ رحمت کاملہ
 رحمت شاملہ خود از دست بزے بوے شیعہ منکر و ہمان جانیست و ہمت و یہ
 نیست و بز در ہر شب از روز در شیعہ دادن و پییدن و پادے شش کنش پادے
 مقید شد و بچکان خود را از خود براند۔ شیعہ ندائے ہمت است۔ وے شیعہ ہمت
 و در آن سہ ماہ پدرش طعائے مرغن از دست خود آن بز را خورند۔ پس رات
 وے را ہم بطع م خوردن آوردند و وے آمیزش با بز چون پس (با) مادر تہی
 چون وے پانزدہ سالہ شد بز ضعیف و بیمار شت۔ پدر وے بسان وے نے
 راغت تا فوج کرد۔ چون وے دید بمریہ را آمدند کہ وے ہمت و ہمت
 تا غن نفیس بر آوردہ مدفون ساخت۔ پدر وے بیت بست۔ چنان کہ اس
 آوردہ بخورد۔ (او) کشن بر کرد و ہم چنان کرد۔ شش بہاء الدین و پدرش

دوست بود و او ہم آن چنان (باوے) بل زیاده۔ وے صاحب ذوق و سماع بود۔
 و در سماع وے تاثیرے بود ظاهر و دل نشین۔ وے عمر دراز یافتہ در او آخر در اوقات
 سماع صحیح البدن برخاسته و گشتہ باز دے و در غیر آن مقعد ماندے و این از خوارق
 وے بود۔ روزے من وے را دیدہ ام در عرس شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی
 کہ بہ سماع در آمدہ است و خوشوقت است۔ شیخ احمد قاضی کہ ذکر وے نزدیک می
 آید، و کریم و ادق و ال را کہ مردے ظریف بود ہر دورا، در آن خوش گزشتہ است و ہر سہ
 یکسان بہ سماع در آمدہ اند و ال آنکہ این دو تن اہل سماع نبود و از تاثیر (سماع
 وے) اکثرے از ما با کہ در مرد و پیش وے ایستادہ بودند گریان و نعرہ زان با ذوق
 بود و اند۔ و قولن این غزل مسعود باب را در پردہ زلف می گشتند

(غزل)

دل خون شدے چشم تو خنجر شدے مر	رہم نشدے زلف تو اہتر شدے مر
بند و بچہ ملک خراسان گم رفتے	بارے دہ وے غمزہ کافر شدے مر
پکار قضا داندہ مہ نشیدے	خط بر رخت از مشک مدوڑ شدے مر
در بخت فروس کسے پانہ نہادے	آن چاہ ز نخدان تو کوڑ شدے مر
ز قبہ عامر این دل کمر او نکشتے	مخراب وہ ایرہے قریبہ شدے مر
ندردن من نقش خیاست نہ نشستے	آن قامت قد تو صنوبر شدے مر
اقلیم دل و ملک بتاراج کہ بردے	ساتان غمت مثل سکنہ شدے مر
ز نقش جہان من خمیہ منشدے پاک	نیش تو درین دیدہ مصوڑ شدے مر

مسعود بک از بادہ چین مست نکشت
کان لعل و لآویز تو ساغر نشدے ر

وہے نسبت خواجگانِ خمسہ چشتیہ محبت تمام داشتے و با حراس ایشان با نیاز تمام
رسیدے۔ پوشیدہ نما ند کہ ایام وصال خواجگانِ خمسہ قدس سر ہم بہ ترتیب ہفت
واقع شدہ۔ خواجہ معین الدین بروز یکشنبہ ششم ماہ ربیع از سال شش صد و شصت
وسہ (۶۶۳ھ ۷ جون ۱۲۶۵م) (خواجہ قطب الدین دو شنبہ چہارم ربیع
الاول ہم از سال شش صد و سی وسہ (۶۳۳ھ ۴ دسمبر ۱۲۳۵م) شیخ فرید الدین
سہ شنبہ پنجم محرم از سال شش صد و شصت و چہار (۶۶۴ھ ۱۲۶۶م) شیخ مہم الدین
چہار شنبہ ہمز دہم ربیع الآخر از سال ہفت صد و ست و پنج (۷۲۵ھ ۵ اپریل
۱۳۲۵م) شیخ نصیر الدین پنج شنبہ ہمز دہم رمضان از سال ہفت صد و چہار و ہفت
(۷۵۷ھ ۱۳۵۶م)۔ شیخ بہاء الدین و ظیفہ داشت کہ در شہارے جمعہ باروان
طیبہ بمبع انبیاء و بروحانیت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و احباب و اولادہ مشائخ
فرقہ مسلمین از سال تقنین و تائید آشنایان خود فاتح خواندے۔ پھر رات
اہل حرفہ مثل طبّاخ و صباغ و غیر ذاک آشنایان وے کہ زوایا رفتہ بودند و ہم
زمان ایشان را نام بنام فاتح خواندے وین خواندن با بدیر کشیدے۔ افس آبان
وے بہ سرائے شیخ علاء الدین چشتی ست (بدلی) مناش وین ز ہزارگان وے
سنجہل آمدہ سکونت گرفت و مدت با خوش نژدہ ہمدین جا بدفت و رساں شد

(۱۰۰۰ھ ۱۵۹۲م) و غش وے را بدلی اندر سرای شیخ علاء الدین برده۔ مدفون
 ساختند و این مقام را "لاؤن سرای" می گویند چون کسے از قبیلہ ایشان از نیامی
 رود غش وے را در دلی بدان سرای می رسانند و نزدیک بروضہ شیخ علاء الدین
 مدفون می سازند۔ و شیخ بہاء الدین چون در سال ہزار و شصت (۱۰۰۶ھ) برفت،
 پس از ماہ چند غش وے را بجای معبود (در دلی بدان سرای) بردند و شیخ اسماعیل
 را بہترین بیش است کہ ترک نوکری کرده در لاؤن سرای نشستہ بہ تمت و مروت
 و خلاق۔ بر من لطف تمام دارد و اکثر با ہم ملاقات است۔ بعد اتمام "اسرار یہ" بہ
 پنج سال وے بدلی رفتہ و در آنجا برفتہ از دنیا در ششم رمضان از سال ہزار و ہشتاد و
 چہار (۱۰۷۴ھ ۱۶۶۳م) و غش وے را ہم بہر اسے شیخ علاء الدین برده مدفون
 ساختند۔ من تاریخ وے بمعتمد این چنین ششم

شیخ اسماعیل چون رفت از جہان ہر سسش اندر بہشت آسود گشت
 بود بینا در رو دل، ہم دلم شیخ اسماعیل بینا بود گشت

سید خضر بریلی

در ویشہ ہوا صادق و اندرین چارہ حق و رحمت و معاملت موافق و رقیہ بہتلی از
 ناحیت بریلی سعادت و شتہ بافتہ چند می گذرانند با جمیعت۔ من در اوایل وے را
 در بہت شتہ خواہید آمد۔ و نیک آشن شدہ و یہ پہلی نمودہ و دوران فرصت در ویشہ
 زین بیان زین را بدہ۔ و زوے معشوق بذکر باطن شدہ و خدمت وے می بردہ

لیکن بیچ کار کشاد آن درویش در پیش روی نمید اوے (ازین ممر وے (روزے) در نگه (به) من افتاد۔ (چون من بوئے شتم) وے گفت۔ چه نعم از مراد است؟ (یعنی خود مراد) ازین جهت کار آن درویش در پیش نمی رود) و مقرر است کہ طالب را انقیاد باید نہ خود مراد۔ من در کتاب دیدہ ام شیخ بود صاحب ارشاد۔ وے دومرید در خدمت حضور (خود) داشت۔ از آن یکے کہ در خدمتہا چست بود کارش بیچ نمی کشد و دیگرے کہ بر عکس آن بود صاحب حوال شدہ۔ عزیز از آن شیخ پرسیدہ چونت کہ بر آن بے پروا شمار لطف و وقجے ہست و برین خدمتکار کار گزار نہ گفت۔ وے مرید منست این نیست گفت این مشکل را حل فرماید۔ شیخ گفت ہشین و بہ بین، تا آن خدمتکار را حلید و گفت۔ آن شترے کہ نشست بر بندہ بر پشت خود انداز و بر آرو برین در تپ مسجد در آرد۔ وے گفت۔ شیخ! دوش شتر را بر پشت انداختن مشکل و بد ریچہ در آوردن مشکل تر، این کار از من نمی آید۔ منت از پیش من یکسو شو و آن بے خدمت را صبیہ و جان کار فرمود۔ بے تامل برودید و تار از سر فرود آورد و فوطہ از کمرہ آورد و رستے ساختہ و از زیر شتر در آورد و بر سر خوابست و قصد برداشتن کردن گرفت بجد تمام و ساعت درین قماش بود تا شیخ بان سائل گفت۔ ”مرید این است“۔ گاہ بابہ سید خرمین بنیارت قبور مشائخ شدے و سیر ہائے نیکو کردے۔ وے بحسن صورت سائل بود و خانیہ و رانہ و راجاتی، و جوانی خود حکایت می کرد۔ عارفان گویند کہ سائل آخرین خلعت حاصل است، نام عاشق وے اتم و اکمل بود۔ محمد مصطفیٰ فرمود سائل سید عالم ”الحسب لی من ذلک“

کہ ثلثۃ الطیب والنساء و قرۃ عینی فی الصلوۃ۔ ہمانا عاشقی ہائے اہل
عرب ہم برین معنی بودہ باشد چنانچہ حکایت عاشقی مجنون و لیلیٰ، و سلامان و
بسال، و وامق و عذرا وغیرہ ذالک مشہور است۔ شیخ من در معنی آن حدیث چنین
گفتہ کہ در وجود انسان ہمگی سہ مرتبہ است مرتبہ نفس و مرتبہ روح و مرتبہ
ج معیت کہ مراد از آن قلب است۔ طیب قوت نفس است و صلوۃ قوت روح و
نساء قوت ج معیت (است) روزے سید خضر و من از زیارت قدمگاہ مرتضی علی
رضی اللہ عنہ با ہم بازمی آمدیم۔ در راہ زنی ہندوئے بنظر در افتاد بس بدطافت و
خوبی۔ وہ زمشبدۂ آن جمال متحیرہ راستہ دیدم کہ از خودی رود، و خود بخود در
خود می شود۔ وہے را نہ یارائے پیش آمدن ماند و نہ را بے پس رفتن و مرا مشکل
شد کہ چہ نمائتا در لہجہ آن پری بعد جہود کبری پنهان کردید۔ وہے را رسید آنچه
رسید۔ من این مطلع شیخ خود

بازم بر فقاہت و اسرار پری رخاں عہد و قرار شست ز دل چون پری دوان
در آن وقت (بتائیم) چنین خواندم۔

تا آن پری شدہ ز بس و سبب پنهان عہد و قرار شست ز دل چون پری دوان
وہے را متا نہ دیدند و از غرض شیخ خود آورد متا اندر صحبت شیخ من آنحال فرو
نشست باین تاثیر نہ دآن زیباہ چنان در دیش ہار کرد کہ تا آخر عمر فرایا و خاطر ہی
آورد و آن حمایت را بدر دہل سوز می کرد۔ ہر گاہ وہے از وطن خود بسنبھل آمدے
زیادت آن بہر وقت مرا تا زہ سناختے گویا ندر دل وہے زخم آن نگاہ (نگار) ناسور

گشتہ (یکے از) درو مندان این را و خوردگان شمشیر نگاہی فرماید۔

نیت جان بازی داری خدا فرصت و باد زخم شمشیر نکاہے خوردگان سوراخ باد
وقتے وے بسنہٹل آمد۔ اتفاق در آن ایام بتوی سید کاظم پر من بود است۔ چند
روز خوش بگذشت چون وے باز رفت، برفت از دنیا۔ وقت وے رساں بن را
پنچہ و دانہ (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) است و قہ وے در باغچہ است۔

شیخ احمد دہلوی

موجودہ منشاے وے مقام سیم گڑھ بود و است متصل بدہلی وے قاضی آن جا
بود۔ بمصائل و کمالات آراستہ و صلاح و معادلت جہاں است۔ چون درساں شہارہ
پنجاہ و بہشت، بادشاہ اعظم، اکرم، شیخ و ابدال، ابوالفضل شہاب الدین محمد
صاحب قرآن ثانی شاہجہان بادشاہ غازی، آن مقام سر خوش نمود، و آن جا
شہرے بنا نمود مسمیٰ "بشاہجہان آباد" و مہارت عالیہ از مساجد قلعہ و اسواق بہرہ
غیر مکرر پرداخت و در چند سالے آن شہر عظیم ایشان را اتمام ساخت و مسجد جامع آن
شہر بعظمت و رفعت، لطافت و صرافت، آن چنان واقع شدہ است کہ بیچے
جہان دیدگان، فہمیدگان بہشت اقلیم ہم چنان نشان نمی و بد۔ و آن چنان تہرہ
ایران و تواران و ہندستان پیدا نیست۔ ز قہارت بناے آن شہرین است۔
"شدہ شاہ جہان آباد از شاہجہان آباد" روزے تن من ز زیارت تن

نظام الدین اولیا قدس سرہ مراجعت نمودہ بمنزل خودی آمد و من باوے۔ ناگاہ اندر راو آن شیخ احمد ملاقات کردہ ہمراہ شد۔ شیخ من سخن از توحید بمیان آورد و از وے پرسید کہ تو اندرین مقولہ چہ می گوی۔ وے گفت۔ اعتقاد من موافق اعتقاد موحدین سابقین است۔ و چندان اسرار توحید با دقایق سخت نیک، مطابق اصلاح این قوم میان در آورد کہ وقت شیخ من خوش گشت و سخنان این علم بسیار فرمود چنانکہ شیخ احمد مخطوط و معتقد گردید۔ پس از آن شیخ من در تعریف وے مرا این عبارت گفت۔ این جماعہ است کہ با این علوم غریب (خود را) در کسوت عباد و قضات پنهان می دارند۔ گمان کس بر اینان ہے نمی برد۔ و در حقیقت این علم ہم اوئی را شاید کہ بخوبی اخفا نماید۔ در "ریشحات" است کہ حضرت خواجہ اتر رمی فرماید کہ مولانا حسام الدین شاشی جمعیت قوی و استغراق تمام داشتند و آثار جمعیت از ایشان ظاہر بود۔ عجب چشمہاے پر حال داشتند، ہر چند کسے مذاق بودے معتقد ایشان می شد و ایشان از غایت حرارت جمعیت و غلبات جذبات کہ داشتند، در زمستان بخار می شلستند و پاہے خود را در آب می نہادند و پیش سینہ خود را می کشادند و آب بر سینہ خود می پاشیدند۔ و مرزا الف بیگ ایشان را بقضائے بخار و تکلیف کردہ بود و بزرگتری ساختہ۔ در آن زمان کہ در دارالقضاء می نشستند و فیصلہ خصومات می کردند۔ بقیہ حایان دور می نشستند و سب جمعیت از ایشان می کردند۔ من و محمد ایشان حاضر می شدم۔ در متبادلہ ایشان چہرہ بود کہ من ایشان را می دیدم و ایشان مرا نمی دیدند۔ آن جا می نشستیم و بخار و ایشان می کردند۔ ہرگز در

نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم از ایشان ذہولے و فتورے فہم نکردم کہ در ستر و
 اختفای طریقہ و جمعیت باطن خود بغایت می پوشیدند و نسبت خود را بلباس (قضا)
 می پوشیدند کہ باسانی چیزے از ایشان خارج نمی شد۔ بارہا می گفتند این کار را پیچ
 لباسے از اشتغال با فادہ واستغادہ در صورت علم بہتر نیست۔ اتنی۔ پدر من با شیخ
 احمد آشنا بود۔ در اوایل گاہ با پیش وے می رفت و از حسن اخلاق وے خوش بازی
 آمد و می گفت کہ وے درویشی خود را در لباس مدرس و خدمت قضا نیک و پوشیدہ
 است و من از دیدار وے بسیار مخطوط و مسرور می شدم۔ وفات وے در سال ۱۰۵۱
 ہجری و یکست (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م)۔

شیخ عبدالرحیم سنبھلی

وے خواجہ (خواہر) زادہ شیخ مرتضیٰ است۔ و برادر شیخ عبدالرحمن۔ صاحب قلمت و
 واثق اندرین راہ۔ وے نسبت اویکی را از روحانیت خواجہ بی ملک۔ وے وید
 کہ۔ در ایام شباب بن گاہ مرا شوقے بدل پیدا شدہ و بے درم گرفت۔ تا بپای
 معلوم از خانہ بر آدم و دیوانہ وار بدلی شدم و باستانہ متدسہ خواجہ بی ملک اقامت
 گرفتم۔ آن جا حاجتی (حاجے) بود و تائے نان بہ روز من آوارے۔ من یہ
 زن بر رفتے و خوردے و روزانہ صبح ابو و رفتے و ستانہ شوقے و شبانہ پائین
 مبارک خواجہ بیرنگ مر بیج فرو بردہ و تعید (تعید) نسبت با حق۔ شب مر تہ
 اشتہم، در واقعہ دیدم کہ جمعے از مشائخ کبار بر رفتے خواجہ بی ملک بہ تہ رفتے ہوا۔

ایشان چو بکے بدست (داشتہ)، گرد آن جماعہ می گردند بخوشوقتی تمام۔ تا بمن
 برسیدند و بدست مبارک خود بازوے من گرفته مرا برداشتند و با آن جماعہ برابر
 نشاندند۔ همان لحظہ ذکر اسم ذات در دل من ظاہر شد و نیک بدل گفتن گرفتم۔ چون
 بافت آدم، دل من ذاکر بود و مستقیم الحال۔ و جمیعۃ بهم رسیدہ۔ چون بسنبھل
 آدم، جارا را شیخ مرتضی و شیخ عبدالرحمن گفتم۔ گفتند اکنون ترا احتیاج بہ متقین
 دیگرے نیست۔ در ”مقدمہ نفحات الانس“ است کہ شیخ طریقت شیخ فرید الدین
 عطار قدس اللہ تعالیٰ سر فرماتے است توے از اولیاء اللہ عز و جل باشد کہ ایشان را
 حضرات مشائخ طریقت و کبار حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در خط براحتیاج
 بہ پیروے نبود زیرا کہ ایشان را حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در حجر عنایت خود
 پرورش می دہند بے واسطہ خیرے چنانکہ اویس را دادہ رضی اللہ عنہ این عظیم
 متاعے بود و بس عالی تا فکر کے انبیاء رساند و این دولت روے بہ نہاید۔
 ”ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“ و ہم چنین بعضی از اولیاء اللہ کہ متابعان
 آن حضرت اند صلی اللہ علیہ وسلم بعضی طالبان را بحسب روح نیت تربیت کردہ اند
 بہ آنکہ اور اور خاص پیروے باشند و این جماعہ نیز داخل اویسیانند۔ اتمی۔ پوشیدہ
 نمائند کہ رسالہ علیہ تشبہ یہ آنچہ خاص است و بزرگ نسبت اویسی داشتہ اند۔ چہ
 تربیت ایشان از روح نیت بزرگ بودہ و این تربیت باطن چون تربیت ظاہر است
 و از رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ نشونہ قدس سرہ مسطور است کہ شیخ ابوالحسن خرقانی
 را اقتاب بہ بیت ارتقوف بسلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامیست چہ تربیت

ایشان در سلوک از روحانیت شیخ ابویزید است۔ و ولادت شیخ ابواحسن بعد از وفات شیخ ابویزید بمذتے بوده است۔ و شیخ ابویزید را خستاب در تصوف باہم جعفر صادق است رضی اللہ عنہ و تربیت ایشان ہم از روحانیت امام جعفر صادق است رضی اللہ عنہ۔ و بہ نقل صحیح ثابت شدہ است کہ ولادت شیخ ابویزید بعد از وفات امام جعفر صادق است رضی اللہ عنہ۔ اتنی۔ شیخ عبدالرحیم را با شیخ من نسبت است اخلاص و اخلاصے است درست۔ و شیخ من وے را از نیوان می گوید و اخلاص و عنایات بسیار بروے می کند۔ و وے اُمی است (مگر) سخنان ین را وہب خارجی گوید و نیک می فہمید۔ تلاوت کلام مجید بقدر فہم خود می کند۔ در می مدت مستقیم است و فوت بلند دارد۔ من با وے سخت دوستم و مرا با وے۔ تخاصم در خانہ و با من۔ تا من لشکری بودم و وے لشکری بود۔ چون من تارک شدم و وے تارک شد۔ و وے من می گوید۔ امروز کہ چون برادر خود در وطن آشت ترا در مرا من ہم چنان می داند۔ و گویم۔ و وے گفتہ۔ شبے بخواب دیدم کہ خمر است نیمہ از من نے شمرے کلان بہادشاہے، بہ بُہیرے و بننا ہے می آید۔ می گویند بادشاہ می آید۔ چون نزدیک رسیدہ۔ مرا گفتند این بادشاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ند)۔ من را بہت شوق بر دویدہ ام و سر خود را بر قدم مبارک آن حضرت نہاں۔ آن حضرت مرا از دست مبارک برداشتہ اند۔ ریش مبارک آن حضرت سیہ است با من ہم پیدارند) واسپ ہم پید۔ و ہم وے گفتہ شب بخواب دیدم کہ۔ مقام من بند

و عالی برآمدہ ام۔ در آن جا شیخ عبدالرحمن برداور خود را یافته ام چون از آن جا خواسته
ام فراتر کشدن، بردار گشت۔ بس کن۔ وہم وے گفتمہ روزے در واقعہ دیدم کہ
مردے از غیب پیدا شدہ و دست در سینه من آورده کہ گرد دل من بر آورده و
بیدار خست۔ از آن باز صفائی تازہ در دل خود بھی یابم۔ وہم وے گفتمہ کہ من دوستے
داشتم فہمیدہ، شبے اندر خواب وے راتئمہ طعام سیر خور اندم۔ بامداد، وے آمد کہ
امشب در خواب شامرا طعام مرغوب بدست خود سیر خور اندم۔ وہم وے گفتمہ کہ جوئی
باشی جہانی پدر شیخ محطی نانائے من آشنا بودہ است و باہم حسبہا و خلوتہا می
داشتند۔ روزے جوئی بوے آمد و وے از اندرون در حجرہ را بستہ بود و مشغول
نشست۔ گشت در بکشی وے گشت، آنون وقت نیست، بار دیگر آئی۔ جوئی گشت
اگر تو نمی شای من می آیم۔ گشت۔ بیا۔ جوئی آن چنان در آمد و بہتبر گشت۔ اگر
خواہی تماشاے بہ ازین نہایم۔ گشت "نہما"۔ جوئی عملے بر آورد و خود را بصورت
شیرے مہیب برخاست و قصد وے کرد۔ وے بسیار قوی بود و مردانہ بگلوش در
گرفت و در زیرین خود آوردہ، تنگش کرد۔ شیر عاجز گشت و امان خواست۔ وے در
کذاشت بہ صورت اسلی باز آمد و گشت۔ تو خود مرا شستہ بودی۔ گشت۔ "من ترانی
شتم، شیر را می شتم"۔ چون تارے بدل در گرفت و گشت بیا در صحر او تماشا بہ ازین
بہتر۔ تا بہ وہ صحر شدند۔ جوئی یک سر ریسمان کلاوہ بدست وے و د کہ محامیرو
خود کلاوہ شان بجانب شد تا از نظر غایب شد۔ وے سر ریسمان بدرخت در چہچیدہ
و جدا بہ نشست و نکاری شد، دید کہ مرد باے از آتش بر آن ریسمان دیدہ آمد و

بقہر بر آن درخت زد و درخت را از پنج بر انداخت و باز بان راہ بر روی سمان برفت۔
وے ہم از عقب رفت، دید کہ جوگی را بند بند جدا ساختہ است و چاہی انداختہ۔
وے بے دہشت پیش رفتہ و چیز ہائے کہ در جھوٹی جوگی بودہ است در رفتہ و بخانہ
آمدہ۔ از آن جملہ آئینہ بود کہ بادلقوہ (مرض لقوہ) از دیدن آن می رفت و ہمہ
گفتہ کہ آن آئینہ را من دیدہ بودم در پیش حناے خود شیخ مرغنی۔

محمد مقیم لاہوری

مرید شیخ احمد سرہندی است۔ در اوایل من وے را در جماعہ لشکریان دیدم اندر
لاہور و من ہم شکری بودم عند الملاقات سوک لشکریانہ بوے می نمود و از حضرت
وے و احوال باطن وے غافل۔ تا پس از مدتہ مدید چون نسبت بہ وے
دست داد۔ وے از شیخ من (مرا) پرسید، من از شیخ وے کہ شیخ من است
(پرسیدم) گفتہ کہ آنچنان بود است۔ آن گاہ از نسبت باطنی وے کہ ربانیت
و اخفا داشتہ بود چیزے معلوم شد کہ اکنون نمی توانم تعبیر آن کہ ماسہی را۔ من
نسبت حضرات خواجه ہائے بزرگ و ارقدس ندہ ہما کہ در ذات تہافت است
اشارہ از آن در ذکر شیخ من ہم از مقوہ شیخ گذشتہ زتن ہا را معلوم شد۔ نتیجہ
کس نباید نمود و باہمکنان بحسن ظن باید بود۔

خاکسارانِ جہان را بختارت منگر تو چہ فی کہ درین برادرے باشد

در "رشحات" است کہ حضرت خواجه احرار قدس سرہ فی فرمودند کہ در اوایل سال ہر

مرا زراعت در گُلّس بود۔ یک بار غلہ بدست ترک صحرائی پیش من فرستادہ بودند کہ آن را در جائے کنم و من بضبط غلہ مشغول شدم و آن ترک جوالہاے خود را گرفت و رفت۔ وقتے کہ واقف شدم، رفتہ بود۔ در باطن من اضطرابِ عظیم پیدا شد کہ ازوے در یوزہ ہمت نکردم و نیاز پیش نیاوردم اندوہے عجیب ازین تقصیر در خود یافتم۔ غلہ را ہم چنان گذاشتم و در عقب وے بہجیل تمام رفتم۔ وے را در نیمہ راہ شہر یافتم۔ بنیاز و تضرع تمام سر راہ بر (دامن) وے گرفتم و ازوے درخواستم کہ گوشہ خاطر بمن دار و نظرے در کار من کن باشد کہ بہرکت تو حق سبحانہ بر من ترحم نماید و گرد بستہ من بکشاید۔ آن ترک صحرائی متعجب و متحیر شدہ گفت غالباً شاہقوں مشائخ ترک عمل می نمایند گفتہ اند

بر یکم کور سائک خضر نیل و ہر تون کور سائک قدر نیل
و گرنہ من ترکے ام صحرائی بغایت بے حاصل کہ روے خود را بضرورت می شویم۔
ازین معنی کہ شاہ طائب آید مرا چہ خبر۔ از کثرت نیاز من در آن ترک اثرے و کیفیت پیدا شد و دست بدعا برداشت و مرادعاے چند بکرد۔ بے کشادہا از دعاے وے در باطن خود مشاہدہ کردم۔ اتنی بہ ہم در ”رشحات“ است کہ مولوی جاجی قدس سرہ می فرمودند کہ (بر) ہمہ گدایان و سپاہیان شفقت و مرحمت می باید نہاد و لقمہ از بدو نیک دریغ نمی باید داشت۔ نظر دوران می باید کرد کہ موجد ایشان کیست؟ جنیدے و شبیے را حاجت نیست تا بوے احسان کنند۔ بیج عالی ہمتے و پرہیزگارے بگدای بدرخانہ این کس نخواہد آمد۔ از کجا (دانستہ) است کہ دوران زندہ و لباگ دایان

صاحب دولتی نیست۔ واکثر چنین واقع است کہ اولیاء حق سبحانہ سر حال خود بصورت بے سرو سامانی می کنند۔ انتہی۔

من شنوده ام از عزیزے کہ می گفت کہ می گویند، وقتی درویشے از یران شیخ سیم فتح پوری قدس سرہ عاشق مطربہ شد و محبتے منفرط بهم رسید پس از روزے چند، امیرے آن مطربہ را با خود گرفت و بطرف بنگالہ روان شد۔ آن درویش از غایت قلق و اضطراب پیش شیخ رفت، حقیقت حال عرض نمود۔ شیخ گفت تعین دوزے کہ در اردوے بادشہ نشسته است در فلان جا برو و بوے رجوع کن۔ چون بوے شد وے ہم اولاً استبعاد (استنکار) کرد و رونداد۔ آخر چون دانست کہ از کی آمدہ است، در گوش وے گفت، برو و بفلان سرگین گر رجوع کن۔ چون رفت، دید کہ برائے نیم دمتری با مردے در جنگ است۔ یہ ان شد۔ آخر حقیقت حال عرض کرد۔ اولاً وے گفت۔ اے درویش میل من بسوی (جنگ من برائے) نیم دمتری کہ حق من بود (برائے این است کہ) ازین چراغ مسجد روشن می نم۔

پس از آن نقشے را بر کاغذ نوشتہ بوے سپرد کہ در فلان جا رفتہ بایست، این کاغذ بفلان جانب نما۔ وے رفتہ چنان کرد۔ بر فور بادشاہ و جنیان بمرو فرے کہ شہر است بر تخت نشسته حاضر آمد و پرسید کہ چہ می خواهی وے گشت فغان متہ بہ رنی خواہم۔ وے چنے را فرمود تا در ساعت آن مطربہ را حاضر کرد و با شہ و بان درویش حوالے نمود وے بمراود خود رسید۔ واللہ اعلم بحقیقتہ ان۔

محمد مقیم انصاری سنبھلی

یک قرن پیش است کہ پائے ہمت بدامان قناعت در کشیدہ بزائو یہ خویش
خوشوقت است و در معاملت مستقیم۔ و در اخلاق یگانہ و اندرین کار راسخ۔ وے
گوید کہ من مدتہا بہ شاہ بر جندی، مجذوب صاحب معنی صحبت داشتہ ام و بہرہ
برگرفتہ۔ وقتے آن مجذوب نسبت من گفتہ کہ مردم طعام الوان می خورند و وے
خون جگر می خورد۔ این سخن مرا بدل در گرفتہ و نیک کار گر گردید۔ و ہم وے گوید۔
روزے آن مجذوب مرا گفتہ کہ ”آب بسیار کم خوری“ من مدتہا آب مطلق
نخوردم۔ و ہم با شارد وے صوم دہر داشتہ و ریاضت کشیدم۔ و وے بر من بظنی
و عنایتے بسیار دارد و گاہ با صحبت نیک بمیان می رود۔“ و امروز ویست درین شہر کہ
حالت فقر را در لباس ظاہرہ و کسوت عامہ در پوشیدہ۔ و مردم ظاہر بین وے را چون
خودشان می پندارند و وے روی نمی آرند۔ مرویست کہ حضرت رسالت صلی اللہ
علیہ وسلم با اصحاب فرمودے کہ جنگ دستی خود را و فقر و فقرہ خود را از خلق پوشیدہ و خود
را در میان مردم تازہ و تند رست فرمائید و بر ہر نعمائے او شکر او سبحانہ بکنید و بر ہر بلا
صبر و رزید۔ حدیث قدسی است

”من لم یشکر علی نعمائی ولم یصبر علی

البلائی فیطلب رباً سوانی“

بزرگان گویند از مراد خود در گذشتن و ہر او سبحانہ در پیوستن کاریست بس دشوار و

مراد آنست کہ از جمیع مرادات نومید گردد۔ قطعہ

ایوان مراد بس بلند است کآنجا بہوش رسیدن نتوان
 این شربت عاشقیست خسرو جز خون جگر چشیدن نتوان
 از شیخ من است این بیت کہ در اوایل بادِ صفت نومیدی و نا مرادی گشتہ
 بجز دریائے نومیدی ندارد گوہر وصلش تو خوائی در بیابانِ مرد و خوائی در چمنِ بنشین
 بعد اتمام "اسرار یہ" محمد مقیم در ماہ جمادی الآخر از سال ہزار و ہشتاد و یک ہجری از
 دنیا (۱۰۷۱ھ / ۲۰۱۲م) جنوری ۱۶۶۱م

شیخ عبدالواحد سنہلی

مرید شیخ عبدالواحد سنہلی است۔ وقتے شیخ وے گشتہ "عبدالواحد عبد واحد
 است"۔ وے صاحب ذوق و وجد و سماع است در اندک نغمہ ز است رشتہ۔
 در سماع وے تاثیرے بود نیک، عمرے دراز یافتہ۔ من وے را بسیار دیدہ ام
 ہیرے بود مرتاض و در سماع وے صدق و راستی خاص بود۔ محمد مقیم انصاری نوید۔
 وے گور خود را در حیات خود کندہ بود۔ روزے اندران گور در آمدہ و چون مردہاں
 دراز کشیدہ و ساعتے خامش (خاموش) ماندہ و آرام گرفتہ و باز نہ شوق بر آمدہ۔
 بحاضرانے کہ منتظر وے بودند گشتہ۔ منزل و ماہای من و خوب و بے رون
 آسائے من این خانہ است و این ویرانہ۔ مصرعہ

عاقبت منزل ماوادی خاموشانست

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم باصحاب فرمودے ”کن فی الدنیا کانک
غریب او کعابری سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور“ و جمع
اصحاب را اعتقاد و عمل برین بود و شیخ عبدالرزاق جہنمیانہ کہ از مشائخ کبار است
مرید شیخ محمد حسن و بے واسطہ از حضرت غوث اعظم مستفید بودہ و گویند سیدے
بقید یکے از (امراء) گرفتار بود شیخ اورادید و ضامن شد و اورا گفت از شہر بیرون
شو کہ من بجائے تو در بند خواہم بود۔ ازین راہ بر سر دے محنت ہا آمد و ہمہ را تحمل
کرد و خود را بیچ حاضر ساخت آخر در عبد بادشاہ عادل جنت آشیانی رفتہ از دنیا در
نہ صد و چہل و نہ (۹۴۹ھ ۱۵۴۳م) دے مریدان خود را مراقبہ قبر فرمودے بہ
نبجے کہ سررشتہ آن از اول تا آخر نہ (نگسلد) محمد متیم (انصاری) گوید کہ در بیماری
آخر عبد الواجد شدم مختضر بود۔ مرا گفت ”سر آیم، بر آیم“۔ نفتم۔ ”آخر بر آمدنی
است لیکن چندے خود بمان و در یاد دوست بگذران و ہم دران بیماری برفت در
سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) و قبر وے ہمانست۔ محمد مراد از
اقرباے وے می گوید کہ بعد وفات وے را بخواب دیدم باطلعت درخشان، کہ نمی
توانستم مقابلہ دید، پرسیدم شیخا! حال تو چون گذشت۔ گفت۔ ”چہ حال گذشت از
یک خانہ برخاستم بدرخانہ آمد و نشستم“۔ امروز از وے پرسے ماندہ ”کالے
خان“ نام از عقلاے مجاہدین است، پیوستہ خاموش و متحیر می باشد۔ وے را باہوش
توان نفتم نہ بے ہوش و نہ عاقل و نہ دیوانہ۔ من وے را گاہ ہا اندر نماز ہم دیدہ
ام۔ وقتہ بسماع ہم در آمدہ است بان طور و بان حالت دست پیر وے رفتہ

در مجالسِ اعراسِ حاضری شود، بگوشہ می نشیند من ہم چون اندر مجلس نمی نشینم، بید
طرف می باشم، وے آن جای آمد و بذوق می باشد و چیز یکہ می گذرانم می یہ، جسم
می کند۔ وے را گوشہ خاطر است با من بے توسط قیل و قال و ایما و اشارہ۔ ویند
وے در خانہ خود ہم سخن نمی گوید، شعور وے ہمین قدر است کہ از خانہ خود (برآمد)۔
بیکے باشارہ دست می گیرد و میرود (ببازارے بدکان تمباکو فروشانہ و شاربہ انداز)۔
اگر (چشم پر کردہ می دہدی نشیند و بذوق می شد و از آن جا بر می خیزد)۔
بجائے کہ (علاوہ این کار) نہ کارے دارد و نہ بارے، کار و بارش این است۔
بس۔ این رباعی حکیم نورالدین کہ از نیاز مندانش من است و صاحب سخن،
ہم آشنا، بر حالت وے صادق می آید۔ رباعی

تمباکوے ماخلوت پاس نفس است از دست بدو ابر تر است
گفتم رمزے اگر توانی فہمید در خانہ ابرس است بخرافہ است

حکیم ہمانا رباعی را در تتبع این رباعی است و گفته است

دل گفت مرا علم لدنی ہوں است تعظیم کن ابر تر است
گفتم الف "گفت" و "گفتم" در خانہ ابرس است بخرافہ است

وقتے من ہم رباعی گفتم ام بہ اتفاق منہ و اخیر، تن من پندارم۔
است۔ رباعی

آنکس کہ بعشق دوست گشت س است آنکس کہ بہشت یافت

بہتر کہ ازین گفت و شنو در گذرم نایافت او یا فتم این یافت پس است
 بعد اتمام "اسرار یہ" کالے خان بیمار شد۔ در وقت احتضار ازوے پرسیدند۔ آنچہ می
 داشت آن نسبت آگاہی داری؟ بسر اشارہ کرد کہ آگاہم بعدہ گفت۔ از پیش
 ما یکسو شوید و در راوا کنید کہ آنہامی آیند یعنی فرشتگان و از روے ہشت و خوشوقت
 برفت از دنیا۔ و آخر ماہ ذی الحجہ از سال ہزار و ہشت و یک (۱۰۷۱ھ اگست ۱۶۶۱ء)

شیخ عبداللطیف سنہلی

وے نبیرہ شیخ فتح اللہ ترین سنہلی است۔ طلعت نورانی داشت و اخلاق نیک۔ من
 وے را در ایام صبا دیدہ ام۔ وے نسبت خود بہد بخود شیخ حسن درست می کند۔
 وے بہد بخود شیخ فتح اللہ ترین و وے بہ شیخ سیم فتح پوری کہ از مشائخ
 کبار است۔ صاحب کرامات و مقامات و احوال و اہل کمال است۔ و (اہل)
 ہدایت و ارشاد۔ شیخ عبداللطیف را من در ایام صبا دیدہ ام با طلعت نورانی بودہ
 اخلاق نیک۔ ویند ابتدا تو بہ شیخ فتح اللہ و در آمدن سوک آنست کہ وے شب در
 واقعہ دیدہ کہ قیامت قیامت شد و وحشت الہی ہوا است۔ سیمہ سیاحت بہشت دار و ارا
 بان طرف می برند و سیمہ سزاوار دوزخ است بدان جانب می شد تا وے ر
 بطرف دوزخ بر کشیدہ اند۔ وے الی حسیار می کند و از روے جزو فرنگی و از ماندن
 انواع معذرت می نماید۔ درین اثنا بیدار شدہ و متنبہ گشت، خود را از قیدہ عرفقاری
 نجاتی کہ داشت، بر آورد۔ چون در آن ایام شیخ سیم از منہ معظمہ آمدہ

کوہ سیکری سکونت گرفتہ بارشاد طالبان توجہ می نمود وے خود را بشن رسانید و
 ریاضات و مجاہدات شدیدہ کہ فوق مرتبہ توانائی بشری بود پیش گرفتہ است و
 مفہوم این بیت خواجہ شیراز، بدل نیک در بستہ

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا جان رسد بجای جان ز تن بر آید
 وے گفتہ کہ شبے در محن خانقہ نشستہ بودم و ہمہ مردم بخواب رفتہ بودند و ناگہان
 جامہ ہاے سفید رو بروے من آمدہ ایستاد۔ پرسیدم چہ کی؟ جواب نہ داد و سر
 افکتم، از خود بغایت دراز کشید و مہیب در نظر آمد بر خاتم تائستہ وے خود۔
 بگریخت۔ من در عقب او دویدم۔ نتوانستم باو رسید کہ تیر ترک می رفت تا بہاری
 ابر بادشاہ رسید و گردو پیش آن جنگلے عظیم بود و جانوران و زندہ در آن جا می بودند۔
 دوزانہ ہم کس نمی توانست آن جا رفت۔ من در شب تاری (عقب و) بر خار واری
 رسیدم و وے خود را اندرون بر تافت۔ من ہم بجا ز عقب و رقمہ خود را روان
 نداختم، بغایت عمیق بود و آب زنگ بستہ و خار ہا و سنگ (سب) و در آن افتادہ
 یکبار غوطہ خورده در قعر آن تخلص نمودم، غیر از سنگ و خار بدست نیامد۔ باز
 ایستادم باز بخاطر رسید کہ یک مرتبہ دیر تنگس نمود تا حقیقت آن دریافت شد و در
 قدم تا ونگ (تہ) آب رقمہ و این طرف و آن طرف تمام تن قعر رسید و آب
 بشوراندم، ہم غیر از سنگ و خار و استخوانے چند اندر دست نیامد و تیر و ترک
 و ہم وے گفتہ کہ چند گاہ تشنگ مجازی باقیہ واقع شدہ بود و وے در قعر بار می بود
 من در فتح پور بمسافت چار و پانزدہ سہ روز بعد وے من در شب تاری

تنہا از خانقہ برآمدہ قصد آن جامی کردم و بمنزل اورسیدہ نظارہ می نمودم۔ گاہ
 بخوابش او اندکے نشستن ہم اتفاق می افتاد و باز آمدہ نماز بامداد در مسجد شیخ ادا
 کردم و ہیچ کس ازین معنی مطلع نمی گشت۔ وقتے آخر شب بر سر (حوضے رسیدم
 نزدیک غروب بود و در آب می درخشید مرا خوش آمد بر لب حوض) سنگ بود بر آرز
 نشستم درین اثناء شیرے بید و نزدیک بمن مانند سگ آب خوردند رفت چنان
 باے او در مت بل مادہ درخشان بود۔ مرا خوش نمود۔ بے ہیچ مہاجتے آبے بدست
 گرفتہ بر سر و گوش اوزوم او گوشہاے خود افشانند و بصر ارفت۔ وہم وے گفتہ کہ
 وقتے در غلبات شوق از شیخ خود رخصت گرفتہ سر در آوارگی کشیدم تا رفتہ رفتہ
 عبدالرزاق در جہان نہ رسیدم و شتم شیخ اگر کار کشاد من توانی کرد بیا شتم۔ گشت بعد
 از سہ روز جواب تو بویم تا گفت باز بہ شیخ سلیم بشت پور شو۔ کار تو نزد وے تمام
 خواہد شد، آنجا باز رفتم و کار من تمام شد۔ وفات شیخ سلیم در بست و نیم ماہ رمضان
 سال نہصد و ہفتاد و ہشت (۹۷۸ھ تا ۱۵۷۲م) و شیخ فتح اللہ در بست و ہشت
 جمادی الثانی از سال نہ صد و ہفتاد و ہشت (۹۷۸ھ تا ۱۵۷۱م) و شیخ عبداللطیف
 در ہزار و بست و اند (۱۰۲۰ھ تا ۱۶۱۲م)

شیخ نجم الدین سنبھلی

از مریدان واقرباے شیخ محمد مرشد جہان بن شیخ کبیر کلمہ روان است و از اولاد شیخ

۱۔ اصناف از سنیہ ندوہ ۲۔ در سنیہ "نیل خانہ" ۳۔ در سنیہ "شے" ۴۔ اصناف از سنیہ ندوہ

کبیر کلہ روان۔ اخلاق سخت نیک داشت و غربت و شکستگی تمام۔ وقتے جہان گیم بادشاہ ازوے پرسیدہ کہ وجہ تسمیہ کلہ روان چیست؟ گفت ہم کہ پیش آن بزرگ آمدے چیزے خوردے (خوراندے) از آن (سبب) کلہ روان ویند، مہر دیر ہم گویند اما صح اینست۔ شیخ کبیر کلہ روان با شیخ محمد کلہ روان پدر خود صحبت داشت و از مشائخ کبار بہرہ بر گرفت۔ صاحب احوال و مقامات و خوارق و احوال بود۔ ہمت بس بلند داشت۔ و وے ہم روز نیت روزہ کردے امر کے خوردنی آوردے، نگفتے کہ روزہ دارم و بخوردے، روزے کیے چیزے نزدیک شام خوردے است و وے بے تکلف خوردہ است۔ و وے موجد بود و عارف و معاشق شیخ عبدالعزیز چشتی دہوی۔ ہمانا اوایل شیخ (عبدالعزیز) بودہ است و او خردے۔ شیخ عبدالعزیز در رسالہ ”عینیہ“ خود این دو بیت از وے نقل کردے۔

بچہ می دانی کہ چیزے چیستی یا کیستی در است در یاب نیوستی یا نشستی
آنکہ می بینی بصیر و آنکہ می شنود سمیع آنکہ می داند تہم و پس ہوتا تہق
شیخ نجم الدین با وجوہ شنی و شیخ زاوی قدم از دائرہ نیستی و نامردی بیرون نہادے۔
روزے کس در اوایل پیش شیخ من آمد (در صفت بقا ماند) این بیت خواندے۔
رہ بے خودی چون را بے بدید دوست دارد بہ ہر رحیمہ خود را نہ آشنائی
شیخ من بدیدہ این بیت (در صفت فن) گفتے

قدم فراترک نہ کہ بری بہ نیستی پے چہ زنی پو خود پرتان ہمہ منوے نشستی
من شیخ نجم الدین را دیدہ ام۔ بر من نشستی فرمودے از بزرگان دہلیت نقل کردے۔

وفات شیخ در سال نہ صد و شصت و یک است (۹۶۱ھ/۱۵۵۴م) و "مشتاق حق بود" تاریخ وے۔ و وفات مرشد جہان در ہزار (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲م) و وفات شیخ نجم الدین در ہزار و چہل (۱۰۴۰ھ/۱۵۳۱م) و قبر وے نزدیک روضہ ایشان۔ امروز شیخ فتح اللہ پسر وے سجادہ نشین بر قدم ویت۔ صالح و صاحب معاملت نیک

شیخ ابدال سنبھلی

وے از فرزند ان شیخ جمال بن شیخ الہداد، برادر شیخ کبیر کلمہ روان است۔ نسبت پد بر خود شاہ معزالدین درست می کند۔ صالح بود و تالیق قرآن، در سفر و حضر مطالعہ تفسیر و حدیث داشتے۔ اوقات وے معمور بود بطاعت و عبادت و اوراد۔ صحبت وے با صلیا بودہ است و با تقی، (و) و راے این بابا نا جنس مردم نہ پیوستے۔

چنانچہ گویند کہ صحبت صالحان را تاثیر یست قوی کہ بزودی ہم نشین را بطرف خود می کشند صحبت صالحان را اثر یست نیز۔ آن چنان بزرگان سلف اندرین معنی مرصہ بان را بتاکید امری فرمودند (فرمایند)۔ این رباعی خواجه علی راتینی (کہ) معروف عزیزان است۔ حضرت خواجه بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرار ہم بدو اسطہ بایشان می رسند بہ نصیحت وے مریدان و مخلصان خود فرمودہ اند کہ

بہ کہ نشستی و نشد جمع دلت و ز تو نرمید رخت آب و گلت

از صحبت وے اگر تہران کنی ہ گز کنی روح عزیزان نکلت

این (پند) "نزهۃ الارواح" میر حسین جے دیگر ہم خواہد آمد و این جا

ہم مناسب است کہ (گفتہ)

ز من جان پدر این پند پذیر بروقت اک صاحب دولتی گیر
 کہ قطرہ تا صدف را در نیاید نگرود کوہ روشن نتابد
 کہ سنگ از تربیت لعل است و یا قوت چنان اخلص شود از تربیت قوت
 اگر تاثیر صحبت نیست اے دون نیاید بچ مرغ از بیغہ بیرون
 اساس کار وقتی محکم افتاد کہ موی خنجر را می آورد استاد
 چون ممکن نیست رفتن بے دلیلے باید مصطفیٰ را جہیلے
 روزے من در ایام صبا با جمعی از ہمسایان پیش شیخ ابدان رستم "تفسیر حسین" ارمیان
 داشت۔ بر من لطف فرمود و مرا گفت۔ نور از بشر تو پیدا است۔ کویند در وقت
 احتضار وے را بے خودی وے نمود یکے از حضران کنت شیخ اورین وقت غافل
 چونی۔ وے چشم بشعور تمام و آورد بہ ہوش تمام بدین بیت جویش
 ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر تیرید و مام
 وفات وے در سال ہزاروی داند (۱۰۳۰ھ تا ۱۰۶۲ھ) است و قبہ
 نزدیک بروضہ شیخ کبیر کلہ روان۔

شیخ منور سنبھلی

در اوایل نسبت بہ پدر خود شیخ منصور درست کردہ است۔ آخر الامر با شیخ تاج الدین
 صحبت داشتہ و بہرہ وافر فرا گرفتہ عزیزے بود پڑاوت و محبت و بارسانہ

معاملت۔ بحسن صوری ماکل بودہ است۔ فتوت نیک داشت و اخلاق عالی
 روش۔ وئے یادے از مشائخ سلف می داد۔ شیخ پنجو جہ وے، گویند (کہ) بسیار
 بزرگ بودہ، صاحب احوال صافیہ و مقامات عالیہ، در علوم ظاہری و باطنی شاگرد
 عبداللہ طلمینی^۱ است۔ سالہاے دراز درس گفتہ۔ در آخر جہد بہ از جذبات الہی وے
 رافر و رفت۔ دست از تعہیم باز داشت و بر ریاضت و مجاہدات شاقہ مشغول گردید و
 در صحبت شیخ علاء الدین چشتی رسید و مرذوق گردید و در آن حالت جذبہ گاہے سرا و
 بالین نیامدہ۔ کیفیت محبت حقیقی بہ مرتبہ بروے استیلاء یافتہ کہ ہر کہ وے را بدان
 حال دیدے بے اختیار از دست رفتے و از صحبت وے کینتے بے خودی بہم
 رساندے۔ وے از استماع سرود بتواجد درآمدے و مست گشتے۔ وہم وے شیخ
 اللہ بخش^۲ رُٹھ مکتبہ سری را در یافتہ و صحبت سخت نیک در رفتہ و صبیہ وے بطلب حق
 درآمدہ و شیخ اللہ بخش اور اور عقد نکاح خود در آورده۔ وفات شیخ پنجو، ہفت دہم محرم
 است از سال نہ صد و شصت و نہ (۹۶۹ھ ۹ رستمبر ۱۵۶۲م) گویند خان خانان
 ہیرم کہ سپہ سالار بہند بود و فی فضل، در تاریخ وے گفتہ۔ قطعہ

محبیب فضل و عرفان شیخ پنجو کہ چون اورفت عالم گشتہ دل ریش
 چو او درویش و دانشمند بودہ شدہ تاریخ دانشمند درویش
 شیخ مئے رامین بسیار دیدہ ام۔ دستر سیاہ بر چہرہ منور وے زیبا نمودے و معنی

۱۔ وحید لہ، مکتبہ زمانہ فی فضل بے نظیر شیخ عبداللہ طلمینی ابن شیخ الہ داد عثمانی ساکن طلمین از
 مصنفات متان، وفات ۹۳۲ھ/ ۱۵۱۷م "بدیع المیزان، شرح میزبان منطق" یادگار اویند۔

النور فی السواد “ بکثرت وے۔ وے بر من لطف فرمودے۔ وے شیخ بود
شکوہ۔ باوقار۔ لباس و دستار رسم آباے کرام و یست۔ وفات وے در سال ہزار
ل و ہشت (۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹م) و تاریخ وے ”تاریک شد زمانہ“ و قبر وے
دو یک بہ قبر جد و پدر وے۔

شیخ عبد العظیم سنہجلی

ے پسر شیخ متور است و داماد شیخ تاج الدین سنہجلی است۔ اخلاق و مروت عظیم
اشت و اوضاع و اطوار پسندیدہ۔ شے شیخ فتح اللہ کہ ذکر وے بید وے۔ امن و
اران دیگر بوے شدم۔ وے بسیار بکرم پیش آمد و قہال پسرے حاضر کر،
لعائے لطیف آورد و پان و خوشبو بسیار و لطیف و تا آخر شب صحبت بس بار و ت بود،
وے و ما ہم ہمہ (عمر) جوان۔ و در میان ما جوانے رفقا رحمت قہال پسرے بود،
ہر دو در مجلس حاضر۔ و مفہوم این غزل خوبہ شیر از ما حاضر۔ غزل

عشق بازی و جوانی و شراب لعل قام	مجلس انس و حریف ہمہ و شرب ہمہ
ساقی شکر دہان و مطرب شیرین سخن	ہمنشین نیک کردار و رفیق نیک نام
شاہدے از لطف و پاکی ہر شک آب زندگی	وہے در حسن و خوبی قیمت تمام
بزم گاہ دلنشین چون قصر فردوس برین	نکشتے پیہ امنش چون رہنمہ دارا سام
صف نشینان نیکخواہ بادب ابل شعور	دوستان صاحب سہرا و ندیمان یست نام

۱ صف نشینان نیک خواہ و پیش کاران بادب
(از دیوان حافظ)

بادہ نگرنگ و تیز و تلخ و خوشخوار و سبک نقلے از لال نگار و نقلی از یاقوت فانی
 غمزہ ساقی بہ یغنائے خرد آہختہ تیغ زلف جانان از برائے صید ولہا گشتہ دام
 نکتہ دان بذلہ گو چون حافظ شیرین سخن بخشش آموز جہان افروز چون حاجی قوام
 آنکہ این صحبت بخوید خرمی بروے تباہ واندہ این عشرت نخواہد زندگی بروے حرام
 شیخ مر قی سنبھلی گوید کہ من در وقت احتضار عبدالعظیم حاضر بودم جوان بودم
 حالے داشت و بدان حال برفت از دنیا در سال ہزار و چہل و اند (۱۰۴۰)
 (۱۶۳۱ م) بعد از وفات شیخ (عبدالعظیم)، عبدالاول پسر وے نیسہ شیخ تاج الدین
 سجدہ نشین شد۔ جوانے خوش روے بکھا و مروت بود و صالح بافتوت۔ و بر طریق
 بابائے خود مستقیم۔ وقتے وے را داعیہ سفر حجاز خواست و بحرین محترمین مشرف
 شد۔ خلفائے نامائے وے وے را معزز داشتند۔ چون باز آمد بعدے چند
 باز بحرین شد و از آن جا باز می آمد و در راہ برفت از دنیا در سال ہزار و شصت
 بہشت (۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸ م) و قبر وے در اورنگ آباد است۔

شیخ عیسیٰ سنبھلی

(مرید شیخ بایزید سنبھلی)۔ صاحب ذوق و سماع بود۔ و آثار و برکات از وے نیک
 نوید۔ مشائخ بسیارے را در یافتہ پی۔ بود بہال رسید۔ خرد و بزرگ شہاز و غائے

علی ۱۰۴۰

۳۔ کہ این صحبت بخوید خوش روے حاصل۔ و آن کہ این عشرت نخواہد زندگی بروے حرام

وے واز تقاول وے تبرک می جستند و وے از سب کتب داری و چه کثاف خود و میس
نمودے و ہمیشہ منزوی بودے۔ وقتے کہ وے۔ سماں در آمدے جوش و شراب بختی
و بے تعینی خوش از وے ظاہر شدے چنانچہ در تہیج حاشان حالت وے رایت
کردے۔ گاہا وے در پیش شیخ فیضال کہ کردے مذشت، آمدے و سرایان و قیات
گذرانده و غلطی گشت۔ روزے و دارم کہ وے برین بیت استقامت و شہ

نام اورا بگور خواہد (خواہم) برد زانکہ او یرمہ بدن من است
روزے من و بیرستان وے شد۔ وے اندر سماں کرم بودے وے رتہ مذ وے
این غزل شیخ احمد جام را تمام می گشت و مہر رومی کردہ ویرے۔ غزل

منزل عشق از مکانی دیگر است	مر این روزا نشانی میر است
کشتگان پنجر تسلیہ	بر زمان از غیب جانے میر است
بر سر بازار صد افان عشق	زیر ہمارے وہانے میر است
دل چہ می بندی درین فانی مقام	این بیان را ہم جانے میر است
آن فقیرانے کہ این روی روند	میت صاحب قرآنے میر است
عقل کے داند کہ این رمز از بابت	ین حمایت ریائے میر است
دل خورد زخم زوید و خون چہد	ین پنہن تیر از مہ میر است
دوزخ اندر راہ مشتاقان	پر تہرے ہاتھ میر است

احمد امجدی غزلی بقول میر

کین جہں رکاوٹ میر است

گویند در آخر باوے (معذور) شد۔ در آن ایام وے را بر مر کبے نشاندہ بعرض
بزرگے بردند۔ چون قوالان ہمان غزل را گفتند۔ وے بتواجد در آمد و برخاست
ورقصہا کرد و گشتہا زد و پس از اقامت باز منعقد گشت۔

منتقول است کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ در خانہ شیخ علی عسکری
بودہ اند۔ قوال این بیت شیخ احمد جام قدس سرہ بر خواند

گشتگان فخر نسیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است
خواجہ را این بیت در گرفت۔ چار شبان روز در مستی بودہ و برین بیت ذوق
داشت۔ شب پنجم رحلت کرد و در شب چار و ہم رنج الاول از سال شش صدوسی و
سہ (۶۳۴ھ/۱۲۶۵م) میر حسن دہوی در غزلے کہ درین زمین گشتہ است
اشعارہ باین قصہ پردہ کہ

جان برین یک بیت داشت آن بزرگ آری این گوہر زکانے دیگر است
گشتگان فخر نسیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است
وقتے کہ بہت خان کہ تریب از وے در ذکر شیخ جلال سہی گذشتہ است۔ حاکم
ابلی بودہ و حضرت خواجہ بان چشت قدس اللہ سرہ را ہم اعتقاد و اخلاص راسخ داشتہ
و در مجالس احسان حضرت بدوق رفتے و روق افزا گشتے۔ وے ہم اندر آن
زمین بیاتے گشتے۔ زن ہمہ است این بیت۔

حاشیہ خواجہ بان چشت را از قدم تا سر نشانے دیگر است
شیخ صاحب (ص) دہوی و شیخ شاہ محمد جانی کہ ذکر شان گذشتہ است ہم اندرین

زمین قصائد دارند لیکن درین جا گنجائش آن نیست۔ آن شیخ عیسٰی بمسایہ من است۔ با پدر من دوستی و اخلاص داشته۔ من اگر چه در خدمت و تہذیب بودم لیکن نیاز مندی نیک بوے داشتم و وے مرا شرف و عنایت بسیار فرمودے و تسلیح و پند این راہ نمودے۔ وفات وے در سال ہزاروی داند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱م) و قبر وے نزدیک بقبر شیخ بہاء الدین بودا ہے۔

شیخ عبداللطیف سنبھلی

وے ہم مرید شیخ بایزید است۔ وہم صاحب ذوق و سماع۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ ۱۶۴۳م) است۔ وے تصور بودا بہاؤ دین شرف بود۔ ہر چہ از وجہ آن کسب پیدا کردے، صرف فقر او وقت صاحب حسن و فقر وین با نمودے۔ میل ظاہر و باطن او بحسن صورت و حسن صوت بود۔ صوت وین بدانکہ عشق را با حسن صورت و حسن صوت کہ در دنیا بہ نامہ وین ندانند ثابت است از دین و موافقت است ابدی۔ قدر آن را با نیازان داند و لذت آن مریدان یابند

دالال غمش رغبت جا نیازان دید ز غم و فانیہ صد جان بود
مشہور است کہ از اکابر صوفیہ آنانکہ بحسن صورت متعبد بودند، چہ از نیازان داند
یکے عارف محقق مولانا مہد ارمن چاقی و مہم مدد عاشق شیخ احمد دین عاقی۔

کامل مدقق شیخ احمد غزالی، چہارم عاشق صادق شیخ اوحہ الدین کرمانی۔ چنانچہ در ”
 نفحات الانس“ است کہ اہل (ایت) طریقہ سناے اند کہ در عشق مظاہر و صورزیہا
 متقید اند و چون سہلک در بند عدم ترقی باشند و در معرض احتجاب بود (تسکین عارضی
 از لذت دید صور جمید می جوید) چنانچہ بعضی از بزرگان قدس اللہ ارواہم از آن
 استفادہ فرمودہ اند (حاکمہ درین حال متقید نمائندہ اند بکہ حجاب خیال کردہ) فرمودہ
 اند ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ التَّكْبِيرِ بَعْدَ التَّعْرِيفِ وَ مِنَ الْحِجَابِ بَعْدَ التَّجَلِّيِ“
 امر چہ تعلق این حرمت حسی و نسبت باین سہلک از صورت ظاہر حسی کہ بصفت
 حسن موصوف بود، تپا و زنند و ہم چند مشہود و کشف متقیدش دست دادہ بود و در آن
 تعلق و میل حسی از صورتی منتفیع شدہ بصورت دیگر کہ بحسن راستہ باشد پیوند
 نید و در کشاکش بماند و این تعلق و میل بصورت فتح باب حرمان اورفتہ
 گفت و خند ان او شود۔ ”اعادنا اللہ عز و جل و سائر الصالحین
 (سالمین) من شر ذالک“۔ حسن ظن بک (بکہ) صدق و اعتقاد نسبت
 بہماست از ظاہر چون شیخ احمد غزالی و شیخ اوحہ الدین کرمانی و شیخ فخر الدین عراقی
 قدس امدارہ ہم کہ بہماں صوری حسی اشتغال می نمودہ اند آنست کہ ایشان در آن
 مشاہدہ بہماں مطلق حق سبحانہ تعالیٰ می کردہ اند، (وائما) بصور حسی متقید نبودہ اند۔
 و در بعضی بہ نسبت ایشان، آثار واقع شدہ است، مقصود آن بودہ باشد کہ
 نمونہ آن را دستور سازند و قیاس حال خود بر حال ایشان نمایند۔

وجہ ویدان در حقیقت خذلان و اسفل السافلین طبیعت نمائند۔ واند اعلم با حوالب
 اتنی۔ اما مولانا عبدالغفور در ”تکلمہ خاشیہ“ نکتہ ایسی آرا کہ مودنی حاجی
 از ابتدائے حال تا مرتبہ کمال از دغدغہ عشق خالی نبود۔ شش عشق و جذب
 محبت غالب احوال ایشان بود و ستیان سر عشق از دوا و فاسدات و طبیعت ایشان
 (بوده است)۔ ایشان در اوایل احوال کہ محبت صوری، بصورت جمیدہ، مادی صورت
 گرفتاری می داشته اند۔ از افشاء این معنی محبت زمی بود، بقدرت قوت و جان نمان
 می نمودید۔ و اگر بنا بر غلبہ معنی عشق و استیلا بر محبت از جوہار زلال عشق رطل
 ظاہر شد۔ از ملامت خلق و انکار مردم بخوار و شست بدن ایشان رسید۔ و
 (آن ملامت و انکار مردم) خود (دست) از شغل بی نہ ناشید۔

کار حاجی عشق خوبانست و بہ سوغات در پے آید، و آچنان در چارہ نمان
 و در عفت و نزاہت ایشان درین معنی در نہایت صاف و نازنین و ندرتہ و تمایز
 بوده اند۔ رباعی

آنم کہ بملک عاشقی بہ بدم در شہر وادی بہ بازی مکنم
 پاک آمدہ ز تہش علم و عمل بہبود نمر بہتہ چاہم
 منش و محبت در امثال این مردم دغدغہ فیش (عشق) روان نیست و تہانہ و
 دغوظ نفسانی۔ مقصود حصوں در محبت است۔ نہ ندرتہ و نشانہ است
 غرض از عشق تو مچاش در انہم است و نہ درین باب تمہید است

اتنا مولوی جامی حکایت شیخ فخر الدین عراقی کہ در ”نجات الانس“ نوشتہ اند، اینست کہ۔ چون شیخ فخر الدین عراقی را در خلوت نشانند و از چلہ وے یک دہہ گذشت وے را وجدے رسید و حال بروے مستولی شد و این غزل را گفت

نخستین بادہ کاندہ جام کردند ز چشم مست ساقی و ام کردند
و آن را باواز بلندی خواندومی گریست چون اہل خانہ و آن را دیدند و آن را خلاف
طریقہ شیخ دانستند، چہ طریقہ ایشان در خلوت جز استقلال بذکر یا مراقبہ امرے
و غیر نمی باشد آن را بر سبیل انکار بمع رسانیدند۔ شیخ فرمودند کہ شمار ازین ہامنع
است و او را منع نیست چون روزے چند برآمد بیکے از مقربان شیخ را گذر بہ
خرابات افتاد شنید کہ آن غزل را خراباتیان با چنگ و چغانہ می گفتند۔ پیش شیخ آمد
صورت حال باز نمود و گفت ”باقی شیخ حاکم“ شیخ سوال کرد کہ چہ شنیدی، باز گو،
چون بدین بیت رسید

چو خود کردند راز خویشتن فاش عراقی را چرا بدنام کردند
شیخ فرمودند کہ کار او تمام شد، برخاست و بدر خلوت (خانہ) عراقی آمد و گفت ”عراقی
چون انصاعت اوقات و خرافات می کنی“ (و گفت) بیرون آی۔ بیرون آمد و سر در
قدم شیخ نہاد۔ شیخ بدست مبارک خود را او را از خاک برداشت و دیگر وے را
خلوت نداشت خرقہ از تن مبارک خود بر کشید و در وے پوشانید و بعد از آن فرزند
(دختر) خود را بعتد نکاح در آورد و وے را ز فرزند (دختر) شیخ پسرے آمد۔ وے

را کبیر الدین لقب کردند۔ بست و پنج سال در خدمت شیخ بود چون شیخ وفات
نزدیک رسید، وے را بخواند و خلیفہ خود ساخت و بجو رحمت حق تعالیٰ پیوست۔
چون دیگران استغاثت شیخ را نسبت بوی دیدند و مشہد کردند، حرق شد و ریشانش
جہید، بہادشاہ وقت رسانیدند کہ اکثر اوقات وے بشرعی گذر، صحبت وے
بخوانان صاحب جمال است۔ وے را استحقاق خلیفہ شیخ نیست۔ چون شیخ
عراقی آن را دانست عزیمت زیارت حرمین شریفین زد با اہل حق شریف را،
و بعد از زیارت بجانب روم رفت بحضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہ و از
وے تربیت یافت (آن جا) جماعت (بخدمت شیخ صدر الدین) "فہموس"
می خواندند۔ استماع کرد و در اشائی آن "معیت" را نوشت چون تمام شد، پانصد شیخ
آورد۔ شیخ آن را پسندید و تسخیر فرمود۔ (میر معین الدین مرادی) (یہ و آن) از
امراے روم مرید و معتقد شیخ عراقی بود۔ بہرہ شیخ را "نوبات" (توقات)
خانتا ہے ساخت و بہ روز ہفتا زمت شیخ می آمد۔ بہ روز بخدمت شیخ آمدن
زہر ہمراہ آورد و بہ نیازمندی تمام گفت کہ شیخ ما را بیج کار نمی فرماید، تنہائی
نمائید شیخ بخندید و گفت۔ اے امیر ما را بزرگوار فرماید مرا نہ است ہاں تو
بما رساں و این حسن قوال در جہاں پذیرد و در حسن سماعت لیس و تہ
وے بودند و در حضور و نصیبت ہوا دار وے۔ چون تحقیق خواست شیخ بے دریافت فی
الحال کسی را بطلب وے فرستاد۔ بعد از غمناک مہاشاں و مہاشی

مزاحمت ایشان وے را آورده شیخ با امیر و سائر اکابر استقبال وے کرد۔ چون نزدیک رسید شیخ پیش رفت و بروے سلام گفت و کنار در گرفت، آنگہ شربت خواست۔ وے را بایاران وے بدست خود شربت داد و از ان جا بخانقاہ شیخ رفتند و صحبت با داشتند و سماع با کردند و خدمت شیخ در آن وقت غزلبها گفت و از آن جملہ این غزل است۔

ساز طرب عشق چه داند کہ چه ساز است کر زخمہ آن نہ فلک اندر تگ و تار است

سید اللہ یار امروہہ

(سید اللہ یار بن سید یحیی) وے از مدائے اصحاب شیخ تاج الدین سنبللی است (جذبہ قوی داشت) و بہمت عام۔ در شجاعت و سخاوت موصوف و معروف بود۔ آثار کرامت و انوار ولایت از ناصیہ پر جہاں و جہانش ہوید امی نمود۔ خدمت فقرا بذمہ خود لازم کرد و بود۔ در اوایل در لباس شکریان می گذراند، چون جذب محبت الہی در رسید، دست از آن شیوہ باز داشتہ شیخ تاج الدین پیوست و در اندک فرصت بہ مرتبہ کمال رسید و خدافت یافتہ و بہ تکمیل ناقصان متوجہ شد لیکن بہ اکتساب امر شیخ تے چند را مرید گرفتہ و در شینت بر بست و در یاری بکشود و بانقطاع تام و آزادگی تمام در زوایہ فقر و فقر بتوکل و استقامت بسر برد، و در تدوین کلام مجید و رزق بچہ رساند و بچہ کاشا اوقات در روز و ناکاہ در یک روز ختم می نمود۔ وقتے کہ

شیخ من بامروہہ رسیدہ بود۔ وے را خستے خائن و اخلاصے داشت۔ و شیخ من ہم
 بروے عنایات کاملہ و الطاف شاملہ داشت و حسبجہاے نیک می گذشت و شیخ مر
 با سید فتح محمد امروہگی (امروہوی) خستے منفرط دست دادہ بود۔ آن در ذر غوث
 عالم (اعظم) می آید۔ سید شرف الدین امروہہ کہ نسبت خواہر زادگی بسید اللہ یار
 دارد گوید۔ وقتے من ہمرضے گرفتار شدم چنانکہ در، جنبانیدن مرگ خود را بازو می
 خواستم۔ روزے، وے بعیادت من آمد۔ من اورا از روے بحر عرض کرد کہ وقت
 دستگیری است وے را بر حال من رحم آمد ساعت متوجہ شست و فرمودی طہ جع دار
 کہ بیماری ترا بزود برداشتم۔ در آن وقت دیدم کہ آثار خست در من پیدا شدہ بہ
 تعظیم وے برخاتم و بعد از سہ روز بہ شدم و وے چند روز بہمان یوہری صاحب
 فراش بودہ۔ من بعیادت می رفتم، آخر صحت یافت۔ کماں خان امروہگی
 (امروہوی) ہمسایہ وے گوید۔ وے مرا فرمود و بود کہ ہکا و تراشت پیش آید
 صورت مرا تصور کن۔ یکبار من درین شب صورت وے را دیدم۔ سید اللہ یار وقت یاری است و مددکاری۔ بنا کا و دیدم وے بر اسپ سوار
 عصار در دست از عقب ما پیدا شد و بر خیمہ حمد ساخت و ہکا را بر مرکبی زار اسپی
 افتاد، و بعد از ساعتی دشمن ہزیمت خورد و (من) بروے فتح یافتم وے غائب شد و یوں
 وے را باز در وطن دریافتم۔ گفت زہرا را راہی ناشوف شود۔ سیدنا محمد پر وے۔
 عالمست و فاضل و در علوم ظاہری و باطنی شاگرد شیخ من، (وے) کہید کہ یس۔

امساک باران شد بحدے کہ عالمیان از باران نومید شدند۔ روزے پدر من در خانہ
 خود بر چار پایہ نشستہ فرمود تا این چار پایہ در آب غرق نشود، ان شاء اللہ بر نخیزم و متوجہ
 شد و من طرف آسمان می دیدم ناگاہ قطعہ ابر پیدا شد و بعد از ساعتی تمام آسمان را کلبہ
 در بست و باریدن گرفت تا صحن خانہ پر از آب شد و چار پایہ غرق گردید و آب تا بکمر
 وے رسید کہ ناگاہ برخاست۔ آن سال از کثرت باران غلہ بسیار ارزان شدہ بود۔
 و ہم وے گوید کہ چون (جد) من سیدیچی از بزرگان یکتا بود و از دوستان خدا۔ شیخ اللہ
 بخش رزہ مکتبہ سمری ہمین دو کس را خلافت نامہ عطا فرمودہ۔ یکے شیخ تاج الدین را
 دیگرے جد مرا۔ و جد من بہ تاریخ بست و پنم ماہ جمادی الآخر از سال ہزار و دوازده
 (۱۰۱۲ھ / ۱۹ نومبر ۱۶۰۳م) در روز وصال خواجه بیرنگ وفات یافت و پدر من در
 سال ہزار و چہل و اند (۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۱م) و قبرایشان در امر وہہ است و سید غلام محمد
 اشعار دارد بزبان عربی و فارسی از آن جملہ است این چند بیت غزل

ظہر الحق بصور الاشياء	تجمع الصفات والاشياء
کر چه ب صورت است و چون ایک	اوست پیدا بصورت چونہا
چہ پوشید خلعت ہستی	لیس غیر لذاتہ الاعلی
ذاتہا من و تو ذات و نیست	صفت او صفات ما و شما
اوست دان بدانش من و تو	دانش اوست جملہ دانش ما

۱۔ مکتبہ احمد جہادی در تالیف خود "تذکرۃ اہل بیت" تاریخ وفات سید اللہ یار در سال

او ہمیشہ ہنچشم ما ہینا اوست وایم گوش ما شنوا
 لیس فی الکون غیرہ ازلأ لیس فی الدھر غیرہ ابد
 کل مافی الوحود موحود کل مافی الشہود قد شہدا
 کشف این راز گرا از زبانی گفت در حقیقت خود است حق گویا

شیخ عبدالحکیم مروہ

مرید شیخ عبدالحکیم است و جانشین وے و بر قدم وے۔ صاحب احوال و ازوق
 بود۔ اخلاق عظیم داشت۔ خدمت فقرارامولع بود۔ وقت وے را ہوا۔ سفر جہاز
 خاست و روان شد با شوق تمام و بہ زیارت حرمین مختارین مشرف کشید با توقیت تمام
 باز آمدہ و در وہلی شیخ مراد ریافت و صحبت نیک بمیان آمد۔ چون رخصت نمود است
 شیخ من بدست من جام (جامہ) نیک تر کے یوے فرستاد۔ بر سر گرفت و ہاموہ
 رسید و استقامت و رزیدہ نزدیک بر خدمت شیخ عبدالحکیم گوشہ گرفت۔ فقر اور ایشان
 بے بی شدند و از حسن سلوک و طہارتہ احسن وے خوشاقت بر بی خواستند۔

وے ہمہ بدیدار و دوستان خوشوقت شدند۔ روزے ہنوز من رسیدہ ہفتہ چند
 فقر او حسبے خوش با قیمت بمیان گذشت۔ روز یکہ وے یہ ارشد و دریافت کہ یہ
 بیماری آخراست۔ بہ جمیع دوستان خود مثل حافیہ حبیب حسن پور کے فراموش نہ کرد

بن سید عبدالحمید۔ از اکابر امروہ۔ کہ یہ بن سید عرف مدین شاہ

والایت مروہ متصل است۔

و غیر و ذالک، رقعہ بانوشت بر متابعت شیخ خود کہ وقت آخر من است کرم کنید و مرا بہ بینید در آن اثناء مرا ہم خواست کہ بطلبید، باز گفت کہ فلا نے از عرس درین سہ چار روز رفتہ است و ہوا گرم است تصدیع خواہد کشید چون آن دوستان بوے شدند، ہر کدام را در آغوش کشید و ریر یہ با کرد۔ پس از آن سکرے قوی بوے روے نمود و متحیر و رچشمہ در آسمان دوختہ بر نشست و حضران گفتند وقت نماز رسید و است وے خندہ کرد و گفت نماز این است یعنی حالے کہ من دارم۔ و بایاران و مشہدان کہ ہمر یہ در آمد و بودند، گفت۔ ریر یہ از بہر چیست؟ حقیقتے کہ بہست بحال خود است و زایل نمی شود۔ تغیرے و تبدلے کہ بہست مرسورت راست و آن خود اعتبارے ندارد۔

امر جان رفت و عشق تو کو، رو تو باقی مان کہ ہارا با تو کار است و در مدبجے وے طہیبات کہ ادویہ و آشش می خوراندند نمی خورد و می گفت، مرا حالے دیگر در پیش آمد و است و ہمداران حال برقت از دنیا در بہست و انقضا ذہبہ (یوم جمعہ) از سال بنار و بنت و (و اند) (۱۰۷۰ھ تا ۲۳ راس ۱۶۶۰م) و قبر وے پامین قبش وے، در پیش مسجد ویت، بروصیت وے۔ من بعد از وفات وے کہ یہاں زیادہ گذشتہ بود۔ شب بخواب دیدم کہ مرا می گوید کہ بخاتہ وے می بید رفت تا شب چہم آنجی رسیدم۔ درویشان و فقراے بسیار آن مجلس جمع آمدہ

سہ سبب متعہد ای رفیق شاد و صمد مدین محمد بن عمری تاریخ وفات ین نوشتہ کہ اپون تاریخ است و متعہدانی شب جمعہ ۱۰۷۰ھ (۱۶۶۱) یک روز ہفتہ و نیمہ وفات یافت پامین مرشد و رفیق اندلس و مدینہ و عرف پانندہ یہ مسجد

بودند و چند ختم کلام مجید کردند من بسیار خوشوقت شدم اگر چه وصال وے بعد اتمام
 "اسرارِ یہ" است لیکن اندرین نسخہ کتاب نوشتہ با این دو رباعی

سید کہ براہ فقر بر جا بود در زمرۂ ارباب وفا یکتا بود
 سال فوتش مطابق واقع بین ہاتھ گشتہ کہ خادم گشتہ بود

رباعی

آن عبدالحکیم سید پاک نہاد کو در روح پاک وفا نیک نہاد
 بگذشت بہ پیست و ہفتم ذی الحجہ در جمعہ از سال بنار و بہشت

گویند کہ در شب عرس وے کہ در سال بنار و بہشت دو یک کردند پاد از مملکت خونان
 و ہم نغمہ مطربان۔ عارف تعویذ قبر وے بر بارہ قبہ در جنبش در آمد و چند روزی
 (گھڑی) این حال ظاہر بود۔ چون عارف بر رفعت و باز نہاختہ ہم در جنبش بود
 جمعہ صحران نزدیک بہ بنار کس مشاہدہ کردند بحدے کہ اندرین باب بیچ شاہ بہ
 شک نہاند و من از مردم خوب شنیدم کہ در عرس و مہمی گویند۔ تمام عارف قبر وے در
 جنبش بودہ است۔ وے از مریدان شاہ عبدالمجید شاہ فیضی مرہمی (مرہمی)
 ست۔ اہل ریاضت و مجاہدات و صاحب وجد و سماع و سماع وے تاشیہ۔ ست
 نیک۔ روزے وے بیتہ سادہ و کشتہ و بتوالے آمونہ۔ قنات۔ قنات
 وے رقص می کرد۔ و مرامی گشت کہ من ابن اوقت ستر۔ بیتہ ست

از خدا نفل مشو تو یک زمان تابیانی در دست حق را نشان

پشیدہ نماند کہ دوستان اورا سبب ذوق بر معنی پیدا ست نہ بر صورت نما

واین ظاہر است۔ چنانچہ در ”نجات الانس“ است کہ ”شبلی“ شنید کہ کسی گفت ”عشرة خبز لدائق“ فریادے کر دو گشت ”عشرة خبز لدائق فکیف الشراء“۔ انتہی۔ (نقل است مشہور کہ بخشرخ دے را برائے سیر (چیزے) فرستاد وے نیافت و آمدہ بزبان خود گشت) رقص کنان ”نیافتم“ وے از شنیدن این بوجد و سماع در آمدہ۔ ویکے از یاران شیخ عبدالمجید شیخ گھاسی امر وہی است۔ صاحب معاملت نیک وے منزویست جز نماز عیدین و جمعہ و طوف (زیارت) قبر شیخ خود بجائے نمی رود۔ من دیدہ ام اندر کتابے کہ درویشے منزوی را پرسیدند کہ دست چہ می خواہد گشت می خواہم کہ ہمیشہ بہ نماز (استغراق) باشم بنماز فراتقص بہماعت بیرون نیاید شد۔ و اکثر اشتغال آن بطلعہ مثنوی معنوی مولویست و بدررغم معانی آن دریائے موج نواحی اسرار و معارف کہ باید شاید می نماید۔

ربانی

نواحی بن گرت گہر می باید نواحی را چار ہنر می باید
 نہ رشتہ بدست یار جان بر کف دست دم ناز دن و قدم ز سر می باید
 من بوی آشنا ام۔ شوق معانی باطن وے در صورت ملیح وے باز است۔ ہونا
 نہایت مکرور خمیر وے بر خاب وے منعکس شستہ مطابق مثنوی مولوی

چون پرکی غالب بود بر آدمی گم شود از مرد و صنف مرد می

۱۔ است پانی شیخ گھاسی چشتی جامع ماہ ست سوری و معنوی صاحب کشف خجہ و خوارق باب ۵
 ۲۔ در بہت و نیم ماہ رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ ۱۷ جون ۱۶۸۸ء فوت شد۔ مزار مبارک
 یارت کاہ خدایق است۔ (خواریہ ۱۰۹۵ھ ۱۱۹) ۳۔ نواحی را کہ از بحر گہر می باید۔

ہر چہ گوید آن پری گفته بود زین سری از آن سری رست بود
کرد گار آن پری خود چون بود چون پری را این دم و قانون بود
وے باوجود این حالت دریافت کسب معنوی فقر از صحبت فقرائی اند این ہم اند
مثنویست

حرف آموزی طریقش فعلی است علم آموزی طریقش قون رست
فقر خواہی آن بصحبت قائم است بے زیانت کاری آید بدست
وے از یاران شیخ عبدالمجید شیخ ملول است، گوشہ نشین متبرک۔ سہا بہ است۔ در
جوار روضہ شیخ خود می گذراند۔ من وے را دیدہ ام و ہم من بسیار از مریدان
منتہبان شیخ عبدالمجید را در ناحیت امر وہیدہ ام۔ ہم ہمہ در محاطت و تقی نہ ہر
مکالمت صادق و مریدان شیخ (عبدالعظیم) ہم اہل این کار ندہ پندیدہ ہر۔

شیخ طیب امر وہہ

(جوانے) صالح بود و جوان مرد۔ صاحب ذوق و سماں و اہل دروہجت۔ درون
وے تاثیرے بود نیک۔ صحبت داشتہ شیخ عبدالمجید۔ روزگارے وے سہنہ آید
باشنہ خود شیخ نظام الدین امر وہی (امر وہوی) کہ عظیم خوران می نمود۔ وے
را (یعنی شیخ نظام الدین را) کارے در پیش آمد باہر رفتہ و بہر تان نمود
لہ شیخ طیب کرد و وے بر جہاں بندہ پرے فرستہ شد و جاتے شہرف پیدا ہوا۔

حضرت شیخ ملول چشتی کامل پانڈت زمانہ ہوا۔

من در آن فرصت بوے می شدم و از آن عاشقی و معشوقی بند و پسرے خوشوقت می گشتم و می دیدم، ادبے کہ شاعر و بنسبت استاد مرعی می دارد، استاد بہ نسبت آن شاعر و داشتے۔ در آن وقت مرا این حکایت گلستان بیاد آمدے۔ این است کہ۔
 ”یے را از معتمدان کمال بختے بود و طیب لہجے، معلم از ان کہ حسن بشریت ست با حسن بشرہ او میلے داشت و ز جر و تویخ کہ بر کو دکان دیگر کردے، در حق او روا نداشتے و قے کہ خلوتش دریافتے، گنتے قطعہ

ند آچنان بتو مشغولم اے بہشتی رو کہ یاد خوشی شستم در ضمیر می آید
 ز دیدنت نتوانم کہ دیدہ بر بندم و گر متاہ نہیم کہ تیر می آید
 بارے پس گشت چند اندکہ در آداب و رسم دیگران اجتہادی کنی در آداب نفسم ہم
 نظرے فرمای تا اگر در اخلاق من ناپسندے بینی کہ مرا پسندیدہ ہی آید، بر آنم
 اطلاع فرمای تا در تبدیل آن سعی کنم۔ گشت اے پسر این سخن از دیگران پرس۔
 آن نظرے کہ مرا ہا تست جز بنرے نمی بنیم۔

قطعہ

چشم بد ندیش پراگندہ باد عیب نماید بنرش در نظر
 و رہنہے داری و بنشاد حیب دوست نہ بیند بجز آن یک بہنہ
 شط طیب و رفیق معتمد است تمام داشت۔ روزے قواعد و ضوابط آن مرا
 بیاد داشت۔ من روز دیگر بخت اسم معتمد گشتم۔ بوے نمودم، حیران شد و بسیار تسکین
 کرد۔ چہ او با ہمین گشتے بودم از آن جملہ است این سہ معتمد۔

باسم (معنی)

چہ تیرے از سر مستی زدی براستخوان من کہ ہم مذت مستی بہار چشمہ جان من
(فیل و شتر)

فرزین چون سوے مہر پیدل، زخم او کار تو، رخا و مار خود چاہ شہ
(باسم غلامی)

فتا زلف بران چہرہ چون زلف شہشت بخار مہر سر و واہ چو گل شہشت
در او ایل اکثر ذوق و سماع وے برین بیت موحدانہ بود است۔

کجا غمہ و کو غمہ و کو نقش غمہ سوی اندہ و اندہ مانی و جہ
در آخر کہ (بہ) محبت آن ہندو پسہ سرفقہ رشتہ و یہ مشہدات وے نہایت
رسید۔ بدین رباعی سماع و تواجد کرد، صحیحاً زہ۔ رباعی

عالم ز ہمال تو جمیل است و جمیل و زلفات تہ تب قتل است و قتل
من ہندو بخون خویش و عوی چہ نہ خون مہما شکان کتل است و قتل
و ہمدان مذت وے در رہم شوق شہید شت در ساس نہ رہم (۱۶۰۰)۔
(۱۶۳۰) وستان وے تاریخ وے غمہ غمہ یا ہندو در مرہ۔ من مہم شمس
مہین تاریخ شتم۔ قصہ

پہن کشت شہید طیب عاشق پاد و رتدہ شہیدی و غمہ و غمہ
تاریخ و فاش چون زدن پر سیدم و غمہ و زن شہر غمہ و غمہ
شیخ نور محمد امرونگی (امروہوی) مرید شیخ عبدالحمید کہ مردیست نیک فہمید و غمہ۔

گفت کہ آن شیخ طیب وقتے ہمراہ معشوق خود بجائے شدہ است آنجا جمعی از ظالمان
بمعاملہ و خرخشہ بر آن جوان فرار سیدہ اند و خواستہ کہ اورا در قید کنند۔ درین اثناء شیخ
طیب شمشیر علم کرده است و بمیان در آمدہ و معشوق را سلامت یکسو کردہ و چند کس را
از ظالمان کشتہ و خود نیز کشتہ شدہ و معشوق وے را بیچ آزارے و آسپے نرسیدہ۔

پوشیدہ نماند کہ این چنین وفاداری اندر راہ عشق از غیر آسان نیست۔ درین جا ہم
نقلے از گلستان بیا و آمد۔ منظوم

جوانے پاک باز و پاک رو بود	کہ با پاکیزہ روے در گرو بود
شنید ستم کہ در دریائے اعظم	بگردا بے در افتادند با ہم
چون مداح آمدش تا دست گیرد	مبادا کاندران حالت بمیرد
ہمی گفت از میان موج تشویر	مرا بگذار و دست یار من گیر
درین گفتن جہانے بروے آشفست	شنیدندش کہ جان می داد و می گفت
پو من باشم، نباشد یار جانی	چہ کار آید مرا آن زندگانی
حدیث عشق از ان بطل مینوش	کہ در سختی کند یاری فراموش
چنین کردند یاران زندگانی	ز کار افتادہ بشنوتا بدانی
کہ سعدی راہ و رسم عشق بازی	چنان داند کہ در بغداد تازی
دل آراے کہ داری دل درو بند	در چشم از ہمہ عالم فرو بند
اگر لیلی و مجنون زندہ گشتے	حدیث عشق ازین دفتر نوشتے

و آن نیکو الدین امروز در امر وہ بہ بہت۔ مرویست آشنائے نیک۔ بشر ہندی

میلے دارو۔ و من ہر سال چون بعرض شش آہن با مرویہ می روم، (وے بگری پیش می
آید و صحبت نیک بمیان می رود۔ و بعد چہار و پنج روز بازی آیم) چون در سال ہزار
و شصت و سہ (۱۰۶۳ھ ۱۶۵۳م) وے مراغت کہ درین ایام خداے تعالیٰ مرا
پسرے عطا کردہ است و تا حال نام آن پسر مقرر نشدہ۔ تو نام آن را مقرر کن و ہم
تاریخ تولدش را برگو۔ در آن وقت فی اشور از زبانہ این نام برآمد کہ "شیخ محمد
الدین" و چون حساب کردم از اتفاقات حسہ بعینہ ہزار و شصت و سہ ہزار
برآمد (۱۰۶۳) بے کمابیش۔ تاریخ و نام آن پسر ہمین مقرر شد۔ چنانچہ
خوشوقت شدند و من خوش وقت تر و این بیت بدیہ شتم

نخنے نیک از کمالات است بکہ آن نشان کرامات است

شیخ فتح اللہ غازی

وے دروین محمدی یگانہ است مستقیم۔ (نیت) وے نیت خدائی ہو نہ ہو
ریای۔ امر معروف را بپادشاہ صاحب قرآن ثانی بجا بخت و اندرین تاریخ
نیمش نبود۔ و ہمیشہ شیخ سدا کہ متعارف است با خود و شہادت و اوقات بیک
جہاد ہرستہ روزے با پادشاہ شریعت را بدشتی نیت۔ پادشاہ صاحب قرآن
وے با وجود آن تحمل نکرد و بریاست با مہر و مہر کہ درین وقت آن پسر پدید
پادشاہ بر سر کفار بندیلہ شکر کشید است باز رفت و شال شہر را بجا داشت۔ پادشاہ

پرسید چون رفتی و چرا باز آمدی۔ گفت نیت من موافق دین اسلام است، چون بر
 سر کفار سواری شنیدم گشتم وقت غزا است۔ از آن باز رسیدم، نہ بخوشامد کوشیدم۔
 و وے شریک غازیان اسلام بودہ تا استیصال و انہدام کفار دارالحرب بوقوع
 آمدہ۔ پس از آن بادشاہ بہ برہان پور رفت۔ و وے ہم رفت۔ باز چون دید کہ لشکر
 و بہنیاں (بدکن) می رود گفت آنجا اکثرے مسلمانند نباید شد و از برہان پور باز
 باین طرف روان شد بے رخصت بادشاہ و بمنزلے رسید و یہاں گردید و برفت از دنیا
 در سال ۱۰۳۶ھ (۱۶۳۶م) و در برہان پور مدفون شد۔ ملا
 قاسم اعظم پوری کہ خطیب امر وہ بودہ است مردے نیک و بمن آشنا تاریخ
 وفات و وے "باے غازی بود" گشتہ است چون ہمہ کار ہاے و وے مطابق
 "الحب لله والبعض لله" بود از ان لقب و وے غازی شد۔ نقلیت مشہور کہ
 از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از خلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرسیدند کہ
 حق سبحانہ تعالیٰ در قرآن مجید متانش آن نمودہ کہ "انک لعلی خلق
 عظیم" آن چہ بود۔ صدیقہ عارفہ فرمودہ "کان خلقہ القرآن" یعنی ہر کجا کہ
 بحسب قرآن ایش پست نمود لطف می نمود و ہر کجا کہ قبر، قبر۔ او با تمام (آئینہ)
 اخلاق اللہ بود۔

ہو آئینہ کہ عکس خورشید وجود جاوید در و بصورت اصل نمود

در کتاب "سلسلۃ المذہب" است

بود ہمہ بہ خدمت ہمہ کان گوہرش بود، خلقہ القرآن

وصف خلق کسے کہ قرآن است خلق رانعت او چہ امکان است
 نیز نقل است مشہور کہ وقتے امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بر کافرے حربی
 غالب آمدہ اندو وے را در زیر خود آوردہ (و) خواستہ اند کہ شجر آبدارش بشند
 درین اثناء وے بر روے مبارک ایشان تگے انداختہ است۔ ایشان وے را
 واگذاشتہ اند۔ حاضران عرض کردند یا امیر، درین وقت کہ وے نقیض حق قتل
 شدہ بود۔ چرا گذاشتید۔ فرمودند۔ در اول مراتبت خدای بود، زان سبب خواستہ
 بودم کہ وے را بکشم و اکنون کہ آب دہن خود بر من انداخت، نس من شریف
 گشت۔ از آن واگذاشتم۔ اتنی۔ در سماں بہار و چہل و چہار (۱۰۰۰۰۰)
 (۱۶۳۴م) کہ رستم خان دہلی بر سر متمدن کنار خمیر شکر شیدہ بود۔ من دہلی
 بودم۔ لشکرے و کارزارے در پیش بود۔ روزے دیدم کہ عزیزے با تہمت بہت
 نیک علامہ کلان بر سر و جامہ اشتریان در برہ شمشیر و تہمت من در میانے نذر
 دست و سپرے بر پشت واسپ کلان بہ بندہ در زیر نذران یوں تہمت و نذران
 رود۔ من از دیدار وے خوش وقت شدم اسپ (پ) پہنچی وے را بندہ۔۔۔
 گفتم۔ وے عینک داد و متوجہ بمن شد۔ شکر۔ شکر شریف۔ منت۔ منت۔ منت۔
 کجای؟ وے گشت۔ امر وہ۔ درین شامے منت۔ منت۔ منت۔ منت۔
 ہندستان مشہور اند ایشا نند۔ من نیاز مند ہوں۔ من منت نیب ہوں۔
 از وے شنودم و تا نمرام بہت وے در شکر ہوں بہ نیت غنائے مذکورہ
 داشتے و نہ مقصدے ہا، میرن شکر نور محمد امر دہلی (مرہیوی) منت۔ منت۔

وے بہ بیجا پور رفتہ بودہ است۔ تا مادامے کہ در آن جا بود یوایی ان جا ہم امر معروف می نمود۔ روزے وے بر دروازہ نشستہ یوزو یکے از سلطانیان مغرور ہم آن جا نشستہ۔ در اثناے سخن وے از آن سلطانی پرسید کہ چہ مذہب داری؟ (وے) گفت۔ من مہدوی ام۔ وے ازین معنی بر آشفتہ و گفتہ۔ مذہب تو باطل است۔ چرا کہ حضرت امام مہدی آخر زمان آمدنی است۔ مہدوی سخنان لا طیل گفتن گرفت۔ وے را خشم غائب آمد و بردہن آن سلطانی چنان مشتہ زدہ کہ دو دندان پیش آن بر افتاد۔ شورے و غوغاے برخاست۔ والی از اندرون بر آمدہ وے را در ذیل حمایت خود کشیدہ از دست مہدویان خلاص گردانید۔ شیخ عبدالحق دہلوی کہ ذکر ایشان مذکور شدہ نسبت حدوث فقرہ (فرقہ) مہدویہ در زادات المتقین (زاد المتقین) می نویسد کہ من در مکہ بودم از شیخ حمید محدث شنیدم کہ می گفتند کہ وقتہ کہ حضرت شیخ علی متقی را مرضی عارض شدہ بود و باشتہا در سیدہ و امتداد کشیدہ بحمدیکہ امید حیات بحکم جریان عادت، انقطاع پذیرفتہ بود۔ مردم جمہ منتظر بودند کہ ہمین ساعت خبر فوت شیخ می رسد، برائے نماز جنازہ حاضران باید بود (وقت) ول روز بود کہ اثرے سکرے و حالتے در ایشان پیدا شد۔ خادم را طلبید و گفتند۔ یا فدای تو کواہی می دہی کہ ما رہبان چہ بگویم صادقیم؟ گفت۔ گواہی می دہم کہ شاد ہ چہ ہویدہ بہ ہ چہ نبویدہ صادقید۔ و بہ نرازشا (دروغ) نشندیدہ و ندیدہ ام پس فرمودند من مہدی آخر زمانم تو تصدیق سخن کن۔ گفت تصدیق کردم و قبول نمودم۔ فرمودند۔ مہداتقا و رفائی را بحسب۔ و این شیخ عبدالتقا و رفائی مردے بود

از اکابر و اعیان، فقہاء و علماء مکہ بغایت فصیح و بلیغ۔ ”بیت الفا کہین“ در مکہ مشہور است۔ وے با شیخ بغایت محبت معتقد و مرید بود۔ رسالہ مجملے از مناقب، احوال ایشان نوشته و تصنیفات دیگر در انواع علوم نیز دارد۔ اور اطمینان مند، نکتہ۔

”یا عبد القادر اشہد انا صادق؟“ گشت۔ ”اشہد اک لصادق فیما یقول“۔ فرمودند۔ ”فاشہد، انی انا المہدی الموعود“ گشت۔

”اشہد انک انت المہدی“ دیگر برخی ستوجہ سے نمودند۔ ویکہ ضعف بیماری اصلاً گرد ایشان نکلشہ است و پیش از آن ہی مت از ضعف، ناتوانی، برتر افتادہ بود کہ از حیات جز نفسی نماندہ بود۔ حقت جمیدن خوابا باشد۔ برنات، باب سرد غسل کامل بر آوردند و لباس سفید پوشیدند و مسح رکہ یک تہ کاغذ برائے تیسیر حفظ و (بغرض) حصول نظر، ”صرف واحد“ بنام تہ، نہایت فواید دیگر بخط خود نوشتہ بودند، تا جہ نمودار شد، چہ بہ دست نمود۔

بجانب حرم شریف درآمدند۔ روز بعد بود، خلاق بسیر رسید، باران شد۔ راستہ ہمہ فرید بر آوردند و پاواز بلند گشتند۔ ”اے المہدی الموعود! المہدی، (الموعود) خلاق ہمہ حیہ ان مانند کہ این چہ حایت، چہ، تو کہ شیخ علی قلی بان تو رع و تقویٰ این دعویٰ کند و این چنین فریاد زند۔ کشف نام براتی۔

وے کردہ شد، کسان را فرمود تا ایشان را در گوشہ نشاند و دست ایشان ز دست کسانے وے برآمدہ بر شیخ ابوالحسن حسری رفیق۔ شیخ ابوالحسن حسری شہد کہ ہمین ساعت مردم انتظار فوت شیخ داشتند این ہمہ قوت و جہالت زکات۔

دانستند کہ امروز شیخ در عالمی دیگر است

عشق ہر جا کہ سر بر افرازد پیر صد سالہ را جوان سازد
پس بتکریم ایشان برخاستند و تلمیض نمودند۔ وعادت چنان بود کہ چون ایشان پیش شیخ
ابو الحسن بجمہت تذاکرہ حدیث می رفتند۔ شیخ ابو الحسن از سجادہ مسند خود فراتر آمدہ می
نشستند و بہ ایشان تذاکرہ می کردند۔ آن روز ایشان را اشارت کردند کہ بالائے مسند
بنشینند۔ ایشان بالا تر نشستند و گفتند ”اما الیوم فعم“ (الیوم)۔ امروز بالا تر می
نشینم کہ روز ماست امروز عزت ماست و روز سلطنت ماست و روز منصب ماست
ز دہر در دلم غوغا است امروز ز جان در سرم سودا است امروز
کدیون را ازین معنی خبر نیست کہ سلطانِ جہان با ماست امروز
پس بہ شیخ ابو الحسن گفتند۔ ”اتشہدون بان اما المہدی؟“ شیخ بنور گفت۔
”سہدنا و صدقنا“ پس رو بہ زبدا ایشان کہ شیخ محمد تقی (بود) آوردند و
متشہب نمودند۔ شیخ محمد توقی فرمود۔ پس والد ایشان فرمود۔ یا بنی لا تتوقف و
صدقہ فان الرجل ذو حایل مکران

من نمی دیم نفاق، یاری گوید بگو چون نکویم چون مراد لاری گوید بگو
بعد از ان گفتند۔ ”الاسد عور الناس (ان) نحصل الناسین فتظہرون
علی اظہار کلمۃ اللہ“ شیخ ابو الحسن اشارت بخدا مان کردند کہ در خانہ بروے
ایشان بنشیند (بافتہ شیخ ابو الحسن) ایشان بویا این معنی را دریافتند و خود را بیرون در
نذاختند و بیکہ رسیدند (می روند) گفتند۔ پیش پادشاہ کہ از جانب سلطان روم

آمدہ است برویم اور ادعوت کنیم۔ رو بر او خانہ بادشاہ آوردند، حال آنکہ ہرگز خانہ اورا
 پیدہ و پان راہزفتہ بودند۔ در اثناء ہمین حال، روے ایشان بزاہ منزہ خود افتاد، در
 رتے کہ داشتہ، آمدہ بر بستر افتادند و بخواب رفتند تا نیم شب خبر ازین عالم
 داشتند۔ بعد از نیم شب سر بر آوردند و خدوم را بخواندند و گفتند۔ بیچی می دانی کہ از ما
 چیزی با واقع شدہ و چه شنیدی و چه بود؟ گفت بشمار روشن است۔ آنچه بود۔ گفتند تو بہ
 بروم و باز آدم (از) ہر چہ ختم و کردم۔ پس تجدید تو بہ استغفار نمودند و از آنچہ گفتہ
 باند باز آمدند۔ این خبر بشیخ ابوالحسن بھتری رسیدہ۔ پابہ بندہ بہرعت تمام بخانہ شیخ
 آمدند و شکرانہ حق سبحانہ کہ ایشان را ازین مزاحہ بر آورد بجا آورد۔ و تہنیت و شادانی
 عظیم نمودند۔ بعد از وقوع این واقعہ رسائل در رد مبدیہ و افساد عقیدہ این فرقہ
 مالہ نوشتند۔ این بود کیفیت این قصہ باندہ برہنجیدہ استماع افتادہ و اندہ عمر۔

مخدوم عالم و غوث عالم، امروہہ

میر ہائے شیخ ابن قدس سر و صفات نیک راستہ و بخوبی باہے پیوستہ۔ و فرزندان
 اولاد شیخ در امروہہ بسیار است ہمہ مرد و نیوکار۔ و چند شیخ عبادہ معارف و شائستہ
 در اوایل از امروہہ بعزیمت سفر حجاز برآمدہ تا بکناتک رسیدہ۔ آنجا بماند و ب...

کنج یا کنج کہ مرد و بیگمبایت شہادت و این مقامات و تہنیت و شادانی
 بندر گاہ است۔ بنام این خلیج واقع است۔ بندان و متہمس و رقی و ...
 تجارت بود مگر اکنون یک قصبہ سابلست۔

است بامعنی شیخ احمد نام، باوے صحبت داشته۔ روزے مجذوب بوے گفته۔
 ازین جابازگردد بدلی شو کہ بشارت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم این است و وے ہم
 آن چنان بشارت یافته است۔ و مراجعت نموده۔ اتفاقاً ہر روز بہر منزلے کہ فرود
 می آمد در (ہر) منزل یک شیخ احمد (نامی بودہ است و در دہلی ہم یک شیخ احمد
 دریافت و بوسیله او) پیش شیخ علاء الدین چشتی کہ از مشائخ کبار بود و جامع صفت
 کرم و سخا بود و بروحانیت حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ رابطہ اخلاص
 داشت و وے را ”فیل مست“ می گفتند (و) وفات وے در چار دہم ربیع الآخر در
 سال نہ صد و چہل و ہشت (۹۴۸ھ ۱۵۴۱م) است، مرید شد و کثائنات یافت۔
 شیخ بوے گفت کہ با کبر آباد رو، وے ابا کرد۔ مکرر گفت۔ برو۔ چون آن
 جارفت۔ شیخ علاول بلاول مجذوب بے صاحب حال و کیفیت بود، وے را گفت۔
 ”دو تن در یک نیام نمی گنجد“۔ وے از آن جا با مرو بہ آمد و سوک طریقت ورزید۔
 در اثناء آن (سوک) جذبہ از جذبات اللہ (الہیہ) وے را فرو گرفت و احوال
 عالیہ پیدا کرد۔ وے سالک مجذوب بود۔ با وجود آن دقیقہ از دقائق شریعت فرد
 گذاشت نکرد وے و خوارق بسیار از وے ظاہر شدے۔ مرید گرفتے و بے تکلف
 زیستے۔ وفات وے در پانزدہم ذی الحجہ سال نہ صد و نو دوسہ یا پنج است و آخر
 درست ترمی نماید، چہ این مصرعہ تاریخی وے مشہور شدہ۔ مصرعہ

”آہ آہ از شیخ ابن آہ آہ“ (۹۹۵ھ)

وے را پسر بودہ است شیخ نور (نور الدین) نام، صاحب ذوق و سماع و اخلاق و

معاملت۔ گویند در وقت سماع، پیرا من وے را پیش سینہ اثرے از آتش رسیدے و
 موختہ نمودے۔ این حرف با کبر بادشاہ رسانید۔ بادشاہ وے را طلبید و گفت۔
 پیش ما سماعی باش۔ وے گفت۔ ”سماع فقر اور زاویہ فقر است“ بادشاہ ازین سخن
 بہم برآمد و وے را در کشمیر بہ جس فرستاد کہ وے را گرمی بسیار است، سرد شود۔ ازین
 امر وے را محنت با پیش آمد۔ پدر من گوید کہ من در آن زمان در کشمیر بودم۔ بدین
 وے شدم و نذرے نیک با خود بردم۔ خوشوقت شد و مرا پر سید از کجائی؟ شکر۔ ار
 سنبھل۔ خوشوقت تر شد بسبب جوار وطن۔ صحبت نیک بمیان آمد۔ من روز دیگر
 شیخ محمود بادل را کہ از بزرگان من بود، بردم، ہم صحبت خوش گذشت۔ پس زن
 سلطانیان بوے رجوع آوردند و مرید گشتند۔ چون جہانگیر بادشاہ بہ تخت سلطنت
 نشست، وے را از آن جا بطلبید و مہر ورزید و خدمت وزارت و صدارت سنبھل،
 امروہہ و مضافات آن بوے عطا فرمود۔ وے بمعیت تمام بھتن ماہانہ آمد
 و کامیاب گشت و برفت از دنیا در سال ہزار و ہست و ہشت (۱۰۲۸ھ تا ۱۰۶۱ھ)،
 قبر وے نزدیک بقبر شیخ ابن پدر ویست۔ گویند، شیخ ماہر مہمانی سنبھلی کہ در
 خفاے شیخ ابن بود صاحب احواس عظیمہ و خوارق خاصہ و بود، وے روزے شیخ
 گفت کہ بخانہ شیخ نور پسر تو، بیچ پسرے نیست تو تب نمائی کہ خدا حق ہے۔
 اولاد نصیب فرماید۔ شیخ (گفت وے را بیچ فرزند بنظر در نمی آید۔ منت۔ این

تاریخ وفات وے یک مرید با خدای درین عصر گشت۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ

بحوالہ تذکرہ بدر چشت ص ۱۵۴

مطلب از توجہ شاہنہور آید۔ گفت۔ بظہور آید اما در عوض جانے (گفت۔ عوض من گو بظہور آید۔ شیخ گفت در عوض من ہم پسرے دیگر آید۔ در آن وقت نام آن ہر دو مخدوم عالم و غوث عالم مقرر شد۔ پس آن ہر دو پسر بخانہ شیخ نور (نور الدین) متولد شدند و شیخ در آن نزدیکی برفت از دنیا در سال نہ صد و نو و پنج (۹۹۵ھ ۱۵۸۷) و شیخ عالم کرمانی پس از دو سال در بست و ششم شوال (۹۹۷ھ ۱۵۸۹م) و قبر وے در سنجہل۔ امروز شیخ عبدالوہاب نیمہ وے جو نیست صاحب و اہل ہمت و نیاز مند فقرا۔ مخدوم عالم را من دیدہ ام بزرگ بود، طلعت نورانی داشت و اخلاق نیک۔ روزے دیدم در عرس شیخ اتن کہ جماعہ بسیار گرد و پیش وے نشستہ و ہر کدام داعیہ ارادت وے دارد، وے ہر ہمہ را در طریقہ خود کہ چشتیہ است، مرید ساختہ و بہرہ ور گردانیدہ۔ امروز مریدان خانوادہ ایشان کہ در ہنگامہ عرس شیخ اتن جمع می شوند ہزار اند بل از شمار زیادہ و این معاملہ روز افزونست۔ وفات وے در سال ہزار و پنجد و چہار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) است۔ امروز محمد عاشق پسر وے سجادہ نشین و یست، جو نیست مقبول، صاحب ذوق و سماح و نیاز مند فقرا و درویشان۔ و خدمت صادر و وارد و فقرا و غربا بر خود لازم داشتہ۔ و غوث عالم بزرگست با ہمت و فتوت، سخنان صوفیہ آشن، ہمیشہ شیخ من در اوایل شیخ من دلتہ جوانی کہ در ہوائے سید فتح محمد با مروہ رسیدہ و مدت

گزرانده۔ اتفاقاً سید فتح محمد بر جوانی "کامل" نام پسر محمد دوم عالم نظر داشتہ وہم دو در حسن و لطافت کامل بودہ اندو ہم عمر۔ شب سید بیدار ہوئے شدہ، بہم اندر خان مخلو تے نشستہ شیخ من ہم بر در شان رفتہ و نشستہ لیکن از ادب معشوق خود کہ با معشوق خود صحبت داشتہ در نمی رفت۔ درین اثنا غوث عالم رسیدہ و شیخ مرادون برودہ و در میان شان شمع روشن ساختہ۔ شیخ من دور ترک بیدار معشوق بر نشستہ۔ غایت خوشوقت گشتہ و این دو بیت گفتہ

دو گل دیدم از گلشن خو بروی بہم بستہ دل فارغ از شر بلبل
یکے بلبل از دور می گفتہ بادا نگہدار آن ہر دو گل حافظ گل

و پس از آن این رباعی ہم در همان حالت بر معشوق گشتہ۔ رباعی

تا چند براہ دیگران بنشین غافل کہ بہ ز مشق کی و یابی
عاشق شدہ بگل رننے پندارم در چہرہ او سایہ خود کی بینی
و ہم در صفت آن معشوق اشعار بسیار گشتہ است۔ و سخنان عاشقانہ بہ تکرار۔

از آن جملہ است۔ رباعی

اے شاہِ قفا (فتح) کہ سرورِ شادابی خاہ شدہ بہمان بہمان آبادی
چون کب رسول ساکن جان و دین چون نصفِ خد نامن مابائی
وقتے شیخ من در دہلی بود۔ سید (فتح محمد) از امر و مہبت شیخ من نامہ نوشتہ کہ علی۔ کہ
ایام طوی من بنزدیک رسیدہ است شمار باید کہ درین مجلس رسیدند۔ شیخ من ہاں
قوی داشتہ و غدر نارسیدنی این قطعہ نوشتہ۔ آئندہ

اے آن کہ از کمال کرم نزد حضرت
گفتی بیا بہ محفل نا و قضا نہاد
گیرد گناہ و عذر گناہ رنگ یک دگر
بندے پاپے من ز جنبش نما نہ اثر
تغ قضا نہ عذر بود کار میدہ است
در حکم تو ہزار قضا و دو صد قدر
لیکن اگر بگوش قبولت دیش جای
آرد زبان شاعریم عذر مختصر
شاہا منم، جدا ز درت جملہ درد و غم
غم را کجا بہ محفل شادی فتد گذر
و آن سید فتح محمد را با برادر کلان خود سید عبدالرزاق عجب اتفاق و اتحد و محبت بودہ و
بر دو دور یک سال ہزار و شصت و یک (۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱م) برفتنہ اند "اتفاق برادری
بین" تاریخ ایشان است کہ شیخ عبداللہ امروگی (امروہوی) گفتہ و من این قطعہ
گفتم۔

قطعہ

سید عبدالرزاق و شاہ فتح چون بسالے بزم قبر بخت
سال تاریخ شان خرد مندے اتفاق برادری بہ بین گفت
و آن غوث عالم، امروز در خدمت فقرا و غریبا و اکابر و اصغر کمر ہمت بر بستہ و راسخ
ایستادہ است و عنفت بر دباری و خاکساری وے زیادہ از انست (کہ در بیان در
آید)۔ چنانکہ بقدری کہ اندرین زمانہ شافع است، جا مہا از برش برمی شنند و
و شنام قبیح صریح بوے می دہند و وے ازین کار با تئدل نمی شود بکہ خوشوقت تر برمی
آید۔ من بوے بسیار آشنا ام و وے بلطف تمام مرا فرا پیش می آید۔ روزے من
دیدم در ہنگامہ عرس شیخ ابن کہ ہزاران فقرا و درویشان و خلفا و مریدان و معتقدان

پشان جمع می شوند و آن جماعت بجوم کثیر و جمع غفیر پنج شبانروزہ چہ سرورے خوش
ہا داشتے و چہ مجلس دلکشے و وے راجع کشان کشان پا برہنہ می برند و وے خود را
ہو رشان سپردہ ہی رود من گفتم کہ شیخا! بکارے و خد متے کہ ترامی برند مرا فرمای و
چنگ آنہا خلاص شوی۔ گفت ”نہ من کارک این بانیک می سازم“ پس من بان
جماعت گفتم کہ وے را بگذارید و آن کار از من خوابید۔ گفتند ”نہ ما وے را بدکان
مارے می بریم و می فرمایم وے خریم و می خوریم۔ آخر کنداشتند و بردند و بکار خود را
آمد عا کرد و من و یارانے کہ با من بودند و دیگر نظار گیان حیران شدند۔ چہ این
پنہن تحمل از دیگر صورت نہ بندد، و من بر آن جماعت این دو بیت شستم۔ رباعی

این ملحدگان کہ سر برافراشته اند خود را بخودی موحدا نشا شتہ اند
بے قیدی شان شور و شر و حرص طمع جز قید بروت و ریش کند شتہ اند
و از آن روز بہ یقین دانستم کہ مخدوم شدن آسانست و خادم شدن دشوار شتہ بودن
سہل است و مرید بودن عین کار۔ در ”رشحات“ است کہ خوبہ اقرار قدس مرید
می فرمودند کہ اہل ارادت بغایت کم اند، باین تقریب گفتند کہ شتہ پیش است از
اکابر (کے خود) فرستاد کہ اگر مریدے صادق نشان دارید براے ما بنستید۔ آن
بزرگ در جواب گفتہ فرستاد کہ این جا مرید کمۃ است اند ہم چند شتہ می خریدید۔
شما بفرستم۔ انتہی۔ و فی الحقیقت خادم عین مخدوم است و در شتہ وقت و تان خادم
الفقراء نقلے گویم کہ بہتر از آن بیچ نقل نباشد و سند نیست مرہمہ اہل این راہ را
و آنست کہ مریدست کہ وقتہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بر خار

دارالحرب لشکر کشیدہ بودند و نزدیک بقریہ غنیم رسیدہ۔ روزے آن حضرت از لشکر گاہ تنہا بصحرا در شدند و بیچ یکے را با خود نبردند تا رسیدند بر سر حوض و طہارہ ساختند۔ درین اثناء جاسوسے از غنیم بدان کنارہ (صحرا) آمدہ و آن حضرت را دور دیدہ با خود گفت کہ این مرد نیک بنظری نماید، بہتر کہ احوال و کیفیت لشکر را وے تحقیق کنم تا نزدیک آمدہ و از آن حضرت پرسیدہ کہ سالار این لشکر کیست؟ چہ نام دارد۔ فرمودند "خادم این لشکر منم" وے گفت۔ من سرور لشکر را می پرسم خادم را۔ باز ایشان فرمودند کہ "خادم این لشکر خود منم"۔ سوم بار ہم ہمین سوال ہمین جواب شد۔ باز وے پرسید کہ بیچ وقت بدین لشکریان آچنان ست کہ از فلک و اندیشہ و غم ورنج (شکر غنیم) غافل می شوند۔ فرمودند (صلی اللہ علیہ وسلم) "آرے وقت نماز بامداد ہمہ اہل لشکر در یکجا می شوند و از کار لشکر غافل می گردند"۔ بعد از ان آن حضرت بشکر گاہ شریف آوردند۔ جعے صحی بہ کہ در کنار لشکر ایستاد انتظار قدم میمنت از رومی کشیدند پرسیدند کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شخصے دیگر را ہم بنزد شما از دور می دیدیم چہ کس بودہ است۔ آن حضرت ما جرار ہا ہا فرمود۔ اصحاب عرش گردند یا رسول اللہ آن جاسوس بود کہ از طرف غنیم آمدہ، خبر گرفته و بر قوس شہا اعتقاد داشت و آگاہ کردہ وقت نماز جماعہ غنیم بر لشکر ما خواہد ریخت و کار خود خواہد کرد۔ آن حضرت از شنیدن این حرف با اصحاب بمشورت نشستند و مقرر کردند کہ نماز بامداد را بوقت اذان صبح باید ادا کرد۔ بعد انقراغ نماز لشکریان بطور معہودہ بر شکر شہ دار گردند۔ اما آن جاسوس را کہ از مشاہدہ و دیدار مبارک و از سخنان

معجز بیان آن حضرت یقین تمام گشتہ بود، رفتہ بکفار خیر داد کہ از زبان مرد بزرگ
 صادق القول چنین و چنان شنیده ام و پنج شانہ ریب نماندہ۔ با جمعی کفار بسیار مسلح
 شدہ بوقت نماز بامداد بہ لشکر تاختند۔ در لشکر خود عازین اسلام جہاں بھی مرد شکر مہیا
 بودند، پیش آمدہ بغنیم بجنگ در افاقہ دند و در سہاحت بنیست دادند و حق قہر و قہامی
 آن قریہ را دستگیر و اسیر نمودند۔ پس از آن کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 با اصحاب خوشوقت نشستند صبحی بہ عرض کردند یا رسول اللہ جہاں غنیمتہ بار فرمودند
 ”خادم این لشکر منم“ وجہ چیست؟ آن حضرت در آن وقت بخوش وقتی تمامین
 احادیث فرمودند۔ ”سید القوم خادمہم“ ”سید الایام یوم الجمعہ“
 ”سید الشہور و مصان“ ”سید الطعام لحمہ“ ”ارمتمہم“ ”فیت نس“
 است کہ۔ تشبیہہ بنیوم از آنست کہ ہموارہ بخدمات بندگان حق بزدہ قیام نماید۔
 بہا ظن می خواہد کہ خدمت ایشان را بشاہ غرض، اینہی مای یا جانی منسوب فرمودند۔
 نیت را از شوائب میل و ہواہر یا غیہ نفس اند۔

شیخ حسین اکبر آبادی

نبیرہ شیخ عبدالواحد سنبھلی است و مہریدہ۔۔۔۔۔ مہریدہ قشقاہی۔
 صاحب ذوق و وجد و حال و اہل معاطت و استقامت۔ ذات اقدس را در شہرہ
 شصت و پنج (۱۰۶۵ھ تا ۱۶۵۵م) است۔ بعد از شیخ صاحب محمد پور۔
 جانشین وے را، من در سنبھلی دیدم۔ بہ صاحب ذوق و حال بر قدمہ۔۔۔۔۔

بہ از ویست۔ در سال ہزار و بست و نہ (۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰م) پدر من و شیخ یحییٰ نانائے
 من و من بآباد شدیم و در گوشہ صحن مسجد شیخ عبدالواحد نزول کردیم و چند روز
 با شیدیم و ہر روز شیخ حسین رامی دیدم۔ وے نسبت سنجھل کہ وطن اصلی ویست و
 بعفت خلق و کرم ذاتی خود سلوک نیک می ورزید و صحبت ہاے خوش بمیان می
 گذشت۔ روز جمعہ اندران مسجد خطبہ می خواند درست آہنگ سخت نیک
 و سخنان شوق انگیز در اثنا آن۔ یکے از مریدان وے را وقت خوش گشت و نعرہ چند
 بند نمود و شورش بسیار آورد۔ از مشاہدہ این حال وے بر آشفت و باشارہ عنقش
 منع فرمود۔ وے ساکت شد۔ مرا این سکوت وے از آن شورش خوش آمد۔ در
 ”رشتات“ است کہ نعرہ زدن علامت خشیت است، زیرا کہ نعرہ وے زند کہ بمعنی
 (احیاناً) حاضر شود۔ اگر ہمیشہ حاضر باشد بی نعرہ زند بکہ حضور آگاہی موجب بقا
 و شہود است۔ در آن مقام نعرہ زدن نمی باشد۔ کہ نعرہ می زند حکم چوب دارد کہ
 در میان آتش فتادہ تانی باقیمت آوازی کند

بخت من و ہر مردہ و مشایخ را نیک بجوش و ہم کن زندہ می پذیرد درست
 و ہم در ”رشتات“ است کہ خوبہ حرار قدس سہ ذکہ بیان وقت سہر معیت می کردند،
 زندہ رشتہ می فرمودند و چون یکے را می دیدند کہ در حالت مستی نعرہ میزند اورا مخاطب
 ساختہ می فرمودند ”نعرہ متہ زن کہ نزدیک است یا را“۔ ہم در ”رشتات“ است کہ
 مولانا سید الدین تبریزی می گفتند کہ روزے ہمراہ حضرت مولانا سعد الدین
 کاظمی قدس سرہ نجف و مولانا خولہ شمس الدین کاظمی قدس سرہ قمیم۔ ایشان

فرمودند۔ در عقب من بنشین (بشینید)۔ و من گاؤ کا دور مجلس و غلط صحبت سے منع فرما
 می زدیم۔ چون خواجہ بر سر منبر برآمدند و غازی عرف و حقائق گردید۔ در آن اثناء ہمار
 بجائے رسید و حالے پیدا آمد کہ وقت نعر و زدن بود۔ خواستم کہ نعر و زمرہ از من
 بر نیامد۔ بار دیگر حالتے شد کہ نعر و زدن بایست زدیم۔ ہم آواز بر نیامد و ہم چہین سے ہمار
 دانستم (خواستم) و ایشان مرا محظوظ گردند و نذر اشتہار فریاد فرمایند۔ ہم
 ”رشحات“ است کہ مولانا شمس الدین محمد اقبالی فرمودند کہ در بتدائس جوئی۔ ہمار
 قریہ اوج بودیم و مراد اعلیٰ این طریق پیدا شد۔ زبختی مراد استفسار کردیم کہ ہمار
 ہات پتہ بزرگے است کہ بخدمت وے روم۔ نام شیخ صدر الدین رومی
 (دروسی) بردند و گشتند وے از خفا سے حضرت شیخ زین الدین خوافی است قدس
 سرہ کہ حالاً بارشاد سالکان و تعلیم طہان مشغول است۔ فی حال بجانب شہر متوجہ شدیم
 از راہ ہر مزار حضرت شیخ رستم کہ شیخ صدر الدین در آن وقت قیام فرمایند۔ اتفاق
 در آن محل با صاحب زکریا نقتند۔ بر آن حالتے ایشان زمانے ایستادہ و غولہ
 ایشان را مشاہدہ کردیم و زینت و زین چارہ شریف و در میان ایشان ہم نشست
 آمدہ وے عزیزے بود و از آن کہ پیش از خدمت ہم نامہ ہم از دست حضرت
 مولانا سعد الدین قدس سرہ رسیدہ بود و شرف قبولیتان دریافتہ شد۔ اس وقت
 در ملازمت حضرت مخدومی مولانا نور الدین بہدشتی بانی قیام ہمار
 بودہ ازین طریق بہرہ تمام داشت (ایشان فرمودند کہ) شیخ زین الدین (مخدومی)
 کہ حافظ مرا گشت۔ زکریا کی آئی چہ عیسیٰ زکریا کہ ہم باہم نشستہ ہر

جامع رو۔ آن جا عزیز یست کہ با جمع اصحاب گاہے در دہلیز مسجد جامع محبت می
 دارند ایشان را نیز بہین۔ غالب آنست کہ صحبت ایشان ترادر خور افتاد۔ برہمان قدم
 روے بدر مسجد نہاد۔ اتفاق حضرت مولانا با جمعے از عزیزان در دالان مسجد نشسته
 بودند سکوت کرده۔ من بیرون در ایستادم و تکیہ بردیوار کرده در ایشان می نگرستم و
 سکوت ایشان می دیدم و از حلقہ ذکر شیخ صدرالدین و غوغائے اصحاب وے می
 اندیشیدم و با خودی گفتم کہ آن فریاد و اضطراب چہ بود و این سکوت و آرام چیست؟
 ناگاہ حضرت مولانا سر بر آورد و مرا گفت۔ برادر پیش آی۔ من بے خود پیش رفتم۔ مرا
 پہلوے خود نشانند و فرمودند۔ ”اگر بندہ یا نوکرے پیش شاہ رخ مرزا ایستادہ باشد و
 دایم در پیش وے با نگ بلند ہی گوید“ شاہ رخ، شاہ رخ بے بے ادبی (است) و
 بے سری ست ادب آنست کہ نوکر پیش بادشاہ و بندہ پیش خوجہ ساست حاضر باشد،
 فریاد و غوغا نکند۔ پس این بیت خوانند

کار نادان کوتہ اندیش است یاد گیرد کسے کہ در پیش است

ملاحب علی (متہ)

بزرگسویت با قیمت و قدر و نیت راست و درست۔ وے اندر کار ہائے خدای یگانہ
 بود۔ و اوضاح و اطوار وے بس بے تکلفانہ بود۔ صحبت داشتہ شیخ تاج الدین

۱۔ اسلش بر اس ست قدم۔ و متہ شدہ بہ ملاحب علی سندھی اشتہار یافتہ از جرے نوشتان
 شریانہ وحدت بود می۔ آج بادشاہ جہانگیر بادشاہ است۔ (ریاض الشعراء ص ۶۶۴)

سنبھلی۔ روزگار سے وے بانیت خاص در درگاہ بادشاہ صاحب قہ ان ثانی ہر می برو
 و بادشاہ نسبت ہوے الطاف و اعطاف می فرمود و نزدیک ہر بر تواری نشاندہ سخن
 این راہ بمیان می راند۔ وے را طریقے بود خاص در بر آوردن کار محتاجان
 و مظلومان۔ سفارش وے بشاہ و شاہ ادب آب سبیل بود۔ و بارہ ہر کہ بہ چہ شے
 و نوشتے کارگر آمدے ہمانا ازین فن وے شہ بان یافتہ بودہ است۔ ازین قباب
 حال خود ساختہ۔ و ر جمع میہ عبدالاول کہ مملووظ حضرت خواجہ احرار است قدس مد
 ارواہم مسطور است کہ بزرگے از بزرگان دین را از طریق حقیقت مشکاک افتادہ
 آن مشکل از پنج کس حل نمی شد۔ وقت درہ القہ دید کہ اورا گفتند کہ مشکاک و ازین
 یساول کہ در میان ملازمان بادشاہ است حل خواہد شد۔ چون متعجب شد بنی ص اور کہ
 یساوے کہ علی الدوام عمر خود ضائع گذرانده باشد و در میان جماعت کس غناست باشد
 اورا ازین حال چہ خبر۔ بنابرین حاضر پیش او رفت۔ بان واقعہ دید کہ (اورا گفتند)۔
 اگر حل مشکل خود می خواہی پیش اورہ۔ باز تین مدیشہ تہ زلف نمود و رفت۔ ہم
 بار واقعہ دید کہ اورا گفتند کہ اگر می خواہی کہ مشکل تو حل شود، پیش آن یساوے۔
 بنی طر آورد کہ شاید حق سبحانہ را بہ مناسبتہ و نظر سے غناست باشد کہ متعدد شہادت واقع
 شدہ اند، پیش او پدید رفت۔ چون بدرخانہ بادشاہ آمد و خمس آن غناست نمود و در
 صورت وزینت آن جماد (یساول) دید با خوانست این غناست کس را بین جماد
 این حال چہ کار و مراجعت نمود (نرفت)۔ آن یساوے را زین مجموعہ اشرف
 اطلاع بود۔ اورا طلبید، گفت۔ (رک برین قوسہ رشتہ بودہ است) بہ است

فرمودند کہ پیش بسا دل رو، نیامدی و اکنون کہ آمدی، صورت و طور مرا (مانع) ساختی و بر گشتی۔ (درنگ کردن تو بسیار غلیظ بوده و بسیار متکبر بوده) آن عزیز راندامت شد و استغفار گفت۔ بعد از ان گفت۔ مشکلی تو اینست و جواب مشکل او گفت۔ آن بزرگ پرسید کہ بسبب کدام عمل حق سبحانہ تعالیٰ ترا باین دولت مشرف گردانید۔ گفت بسبب آنکہ بر صبح بر در خانہ بادشاہی آمی بہمت من آنست کہ ہر نامشروع و ظلم کہ بنم دفع کنم و راحتہ بمسلمانے رسانم۔ اگر میتر شود شادی شوم و حق تعالیٰ را شکر می کنم و اگر میتر نمی شود غم خورم و صبری کنم۔ بسبب این دو کار حق تعالیٰ مرا باین شرف مشرف گردانیدہ است کہ تو و صد ہزار مثل تو بمن محتاج اند۔ انتہی۔ گویند۔ روزے (قندرے) بحسب علیؑ گفتہ کہ ”اے فلان اگر خواہی بخدای، برو و یکے از طعام مذیذ پز و بردستار خود بنہ و درین جابیار۔ وے رفتہ دیگر را خود پختہ و بدان شانے کہ داشتہ، دیگر سیاہ بر سر خود کردہ و آوردہ و بآن قندر خوراندہ۔ وے را اشعار بست بند پایہ فصیح۔ از آن جملہ است این سہ ابیات مشہور

یے عس خورشید در آب دید قندری بر سرش لام فاہی کشید

چون از جنبش باد در ہم شکست بغواصی (آمد) کش آرد بدست

فرو رفت ناکہہ بکام نہنک تر از وے مارا ہمین است سَنک

وے را اشعار بندست بربان کُشلی از ن جملہ است این شعر ہندی

ماشتان ابہ ویلی تار نوسری جیسے سر کہو کا مورے نہ منیہ آئی

من وے را یک بار دیدہ ام (در) دربار بادشاہ صاحب قرآن ثانی۔ و ز اوضاع
(مطبوع و خوشنمائی) او مخطوط و مسرور گشتہ۔ وفات وے در سال ۱۰۲۰ھ / ۱۶۳۰م)۔
و انداست (۱۰۲۰ھ / ۱۶۳۰م)۔

شیخ دوست محمد سندھی

از دوستان خداست۔ مرید شاہ ابوالمعالی قادریست۔ سفر ہائے نیک برآمد۔
مشائخ بسیار را در یافتہ و بہرہ مند و مرذوق گشتہ۔ وے جزو ہے چند از بزرگان صوفیہ
صوفیہ خصوصاً حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہم با خود داشتہ و شائق تہم
بر خواندے و مرا گفتے۔ فلانے طالب این راہ را باید کہ پیوستہ بکنان این راہ نہائی
خواندہ باشد۔ در جدای دوستان او سبحانہ بیچ نفقت و دوستی و نصیحت و نصیحت و نصیحت
احوال و حکایات دوستان او سبحانہ نیست۔ من درین مدتی کہ در این راہ ہستم
شیخ خودی گذراندم بوی گشتم، الحق ہم چنین است۔ و من در این راہ ہستم
بر خواندم بسیار خوشوقت شد و بعضی از ان این است کہ چون بکنان این راہ نہائی
ذوق و حالست نہ از حفظ و قال "چنانکہ اہل بصیرت گفتہ اند۔" و من در این راہ ہستم
برہانہ الاطہر "و یقین کہ اہل بصیرت راز و تمیز و نشان این راہ نہائی
اقوی و اعلیٰ بود از یقین کہ از مشاہدہ خوارق عادت باشد و ازین باب نہائی

موجب ایمان نباشد معجزات بوی جنسیت نہ جذب معنات
معجزات از بہر قبر دشمن است بوی جنسیت پس بوی جنسیت

و چون سخنانِ این طائفہ از تجلی کلامِ الہی بود، صفت آن سخن را در بیان نتوان آورد۔
 یکے از کبرامی گوید کہ "الحمد لله الذی جعل الانسان الکامل معلّم
 الملک و اعلى تشریفا و تنیلاً بانفاسه الفلک" و باین ہمہ بعضے از
 مفسران قرآن را "اساطیر الاولین" خواندند (گفتہ اند) "يُضِلُّ به کثیراً و
 یهدی به کثیراً"۔ پس سخنانِ این طائفہ "کبیلِ مصر اندماء للمحبوبین
 و بلاء علی المحبوبین"

بر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست و آنکہ دیدش نقد خود مردانہ ایست
 نیل آبست و بتبطلی خون نمود قوم موسی را نہ خون بُد آب بود
 دشمنِ این حرفِ این دم در نشر شد مخد سرنگوں اندر ستر
 رُو مردی رازجوی (و) رازجوی جان فشان و خون سَری باز جو
 بعد از تصفیہ دل از شوائع و عوائق و بر قدر مائل بسیر در سخنانِ ایشان فہم معنی
 حقیقیہ آورد۔ و جہاں حقیقت فہم روئے نماید بآن کہ سخنانِ این طائفہ کہ از ہم
 وراثت عبارت است نہ از ہم درس و وراست و بیان از ظہور است کہ ہر چند سخن
 ورنہ از آن طور بسان ہم و بہارت ذوق و اشارت سخن گشتہ اند۔ حقیقت شرح او
 کہ تو نست شئت۔ و ما قدر و الله حق قدرہ (القرآن) ما را دہ بیانہم
 غیر ستر فان الاعراب عہ بغیر ذائقۃ ستر و الاطہار بعیر وجد
 احماء۔ و تنصوا و یندہان جز تنبیہ و تشویقے بیش نبود۔ زیرا کہ این نوع سخن طیب
 جان را قوت دہد و ہمت ایشان قوی گرداند و اگر کسی را در سر پندارے بود در ہم

شکستگی (شکند)۔ تا نقد دیگران و افلاس خود بیند۔ سخن بعضے مشائخ رحمہ اللہ
 (است) "لا تزن الخلق بمیزانک و زن نفسک بمیزان
 الصدیقین لتعلم فضلہم و افلاسک" "شہید شمس محمد الدین بغدادی قدس
 سرہ دعویٰ کرد و می فرمود۔ الہی کار تو بعلت نیست، مرا ازین قوم (سردان۔ یا) از
 نظارگیان این قوم کہ قسم دیگر اوقات ندارم

گر نیم مردان رو را بچسبند
 و تراشان کردہ ام اینم نہ پس
 گر نہ ام تراشان تراشان گفتمہ ام
 خوشدلہ کاین قلمہ از جان گفتمہ ام
 و شیخ امام ربانی ابو یعقوب یوسف ابن ایوب ہمدانی راقدس ارواحہم پر سیدند، چون
 این طائفہ روے در نقاب آرند۔ چنانچہ تا سلامت مانم۔ فرمودند ہم روز متداری
 پارہ از سخنان ایشان بخوانید۔ و یک صدیقین فی فرماید کہ است باید کہ آن مومنین
 تا من بشنوم یا من گویم او شنود و اگر در جنت نشتوے و نہ بدوے، مرا بہت چہ ہارہ
 اقتباس جذبات و مواجید از انشای حبیبہ ایشان قون مرد۔ اوص احسن قولاً
 ممن دعا الی اللہ و عمل صالحاً" مشنوی

کرندارم از شکر جز نام بہر
 زین است نوشتہ ز اندر ہمارم
 آخرم زان کاروان گردے رسد
 قسم من زن رفتہ ان در ہمارم
 نطقہا نسبت با و قشراست لیک
 پیش میرفتم با فقر است لیک
 آسمان نسبت بعرش آمد فرو
 ورنہ من حالت پیش نام تو
 این کلمات قدسیہ اگر چہ قصیدہ بیان است، شیعہ معنی است۔ و تفسیر بدن

کہ می کرده باش لیکن طریقه ذکر کہ مقرر سلسلہ ایشانست بیا موخت (بیا موز)
وے را از کثرت شوق شب خواب نمی برد و حاجت نیک پیدا کرد۔ چون جوان شد
طریقه ذکر از پدر فرا گرفت و بر ریاضت و مجاہدہ طریقه شغل سلسلہ خود را کہ بس دشوار
ہست، در اندک فرصت بانهضام رسانید۔ نیز گویند وقتیکہ در اعتکاف بود۔
روزے پدرش گفت، بامشکار آئی و پدر وے بشکار می داشت۔ وے گفت۔
روزہ در برآمدن از اعتکاف مانده (پس تر) چہ رضا است۔ گفت۔ نیت کردہ
اعتکاف رومی دہد بشکار و خواب داد۔ وے را با خود بشکار برد۔ چون باز آمد، پدر
وے گفت۔ امشب بخواب مرو و متوجہ باش کہ من ہم متوجہ می شوم۔ چنان برآمد۔
در آخر شب وے را فتح دست داد۔ پدر وے را شصت سہاقتند۔ نیز روزے
وے در سماع گرم شدہ بود ناگاہ بہ پیشانی وے سپخت رسیدہ و زنی شد۔ چہ
آنجا برافقہ دو پارچہ باش بخون آلودہ داشت۔ ہمہ زن ذوق یافتند و داشت
صلابت و تابزور وے را در سرفتن و چہم را بار بجایش و گفتند بہ مذتہ و رہ
شد۔ نیز گویند وقتیکہ بادشاہ صاحب قناتانی وے را بخور خواصید و ریش وے
را خوش کرد و بمولف اشارہ فرمود کہ ماے وے را داخل من درازان۔ وے
ذوق است۔ نیز گویند وے معنی پس۔ را بسازند و رہا بایہ و مذتہ۔ وے
روز خواہد آموز؟ گفت در یک سال و اگر مذتہ شبان روزی اندر است و وے
وے گفت۔ این قدر مذتہ چہ در انتہا با شمر و بان پس مذتہ۔ خود خوانی مذتہ
باش۔ پس مقید شدہ و در چند کابے کہ در شش مای باشد و نعتن برافقہ است۔

استادان۔ روزے دے عرس شیخ عبدالقدوس کردہ بود، در دہلی۔ شیخ مراد عوت کرد۔ شیخ من مراویہ را بن دیگر را با خود برد۔ مجلس نیک ترتیب داده بود۔ آخر وے بسماغ و ذوق در آمد و باداے زبندہ و گشتہا زدہ و در آن اثناء سخنانے کہ بمرتبہ وحدت تعلق داشتہ باشد گفتن گرفت و ہر چہ گفتہ ذوقیات گفتہ و از تاثیر سماغ وے اکثرے از یاران وے در سماغ بودہ اند و ہمان معنی رہا بے غزال بھی گفت و رہا ب نیک می خواست۔ آن روز شیخ من و درویشان شہر کہ آن جا حاضر بودہ اند خوش وقت گشتہ اند۔ گویند پدر وے شیخ صادق اہل کمال بودہ و صاحب ذوق و وجد و حال۔ و بسیارے از یاران وے احوال نیک داشتہ اند۔ وفات وے در سال ہزار و پنچ و دانہ است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) روزگارے عشرت خان کہ از اول و دختری حضرت خواجہ احرار است قدس سرہ حکومت دہلی داشتہ در سال ہزار و چہل و نہ و ہشت من نیک نیاز مند بودہ و شیخ من ہم بدان نسبت پیر زادگی بوے اخلاص دوستی پیش می آورد و صحبت ہاے نیک می گذشت۔ من ہم آن جا بودم۔ روزے خان از شیخ من پرسید کہ اندرین عرصہ شیخ کامل کہ از صحبت وے بہرہ این راہ توان رفت، یہ مت؟ شیخ من گفتہ کہ با عتقاد من دو کس است۔ شیخ الہدای خلیفہ خواجہ بہ نیک ندر دہلی، شیخ صادق نبیہ و شیخ عبدالقدوس در گنگوہ۔ و شیخ عبدالقدوس از بہار و شش ہندستان بودہ است صاحب آراءات و مقامات و احوال صافیہ و اطوار سنیہ۔ وفات وے در سال نہ صد و چہل و پنچ (۹۴۵ھ ۱۵۳۸م) است۔ و وے رسالہاے ذوقیات، اردو شکل "انوار العین" مرتب بہشت فن و غیرہ ذاک از ان

ملک "رشدنامه" حاوی اشعار پارسی و هندیست۔ وزیر رسالہ فقر و این (این چند
جن) است کہ

۱۰۱ اے برادر غیر حق پیچ نیست در عالم صورت و معنی اشفاق (قطعاً) ، یقیناً
 کہ جہان صورت است و معنی اوست درین معنی نظر کنی ہمہ اوست
 چو یانی

جل تھل میرا ور اکاں مرپ نرتہ قورین پاس
توہ جہان سے کتھوں نجی نو جہان رے با تو تہن تو نہا نو
باہر بھیتہ کہا نجی نو مرپ نرتہ انی ۵
الکھداس کو مورانت دو نہ سنجی تہہ رانت

999

یہ جگہ ناہین تاج کی جو چھو پر مگیان سو پانی سے پورا ہوئی سرور بان
پس ترا پید کہ دے وقت دے غیہ حق نظر نمی و اب او تیز سے نہ بندنی و ہر تیز سے
کہ بنی بغیر او نخواہد بود اگر (تو) دنی یا ندنی۔ قال مد تقی "فایس وہا سیر
ثم وحده الله" "قال السی صلی الله علیه و سلم حاکما عن مد مع
ما احمد عبدنا شراب اذا اشربوا اسکروا و ان سکرتم
واذا اطربوا وحدوا و اذا وحدوا و صرنا و نرصد ما فرق
بینی و بینہم۔ انتہی۔

مروڑ کے از مریدان شیخ صادق، (شیخ) ابرہیم است صاحب جدید، نانت۔

وے مدتہا در صحبت شیخ خود گذرانده است و ذکر سلسلہ شیخ را بحدے و تعینے کہ مقرر است با تمام رسانده است۔ شیخ وے ازین جہت کہ وے ریاضات شاقہ و مجاہدات شدیدہ می کشید و بہ نسبت مریدان دیگران کار را فرا ترک می رسانید، وے را نیک ستود و می فرمود کہ وے از مہین یاران من است و مہین منتہیان من۔ وے گوید من در اوایل از وطن خود کہ نزدیک پشاور است، در میان قوم یوسف زئی از صباد ایم بطلب علم بر آمدم۔ بلا ہور رسیدم و شروع علوم خابری نمودم و ہمراہان من اندر آن ایام جوانی بلند است جوانی در افتادند و با من مخالفت شدند۔ در آن اثناء مرا شوق این راہ بدل در گرفت و حالت مستی استیلا آورد و جابجا در طلب بزرگے کا ملے می گردیدم تا بخور رسیدم و ملازمت شیخ آدم بخوری نمودم۔ روزے آن جا نام مبارک اللہ بیان آمد و مرا تواجدے و حالتے بدل پیدا آمد و بروے در افتادم و بے خود شدم و چون باز آمدم ہم از حالت مستی بر نہ آمدم و در جوش و خروش می گذراندم۔ روزے یکے از یاران شیخ از حد زیادہ (تعریف) کرد و مرا گفت ترا پیش شیخ صادق بکنلوہ باید شد غالب کہ صحبت وے ترا در گیرد و من ہم در واقعہ دیدم کہ بزرگے سفید ریش نورانی طاعت مرا می گوید کہ پیش ما بیا۔ من شستم۔ شہرائی دانم گشت۔ ما را ناظر محمد می گویند۔ چون من بکنلوہ رسیدم شیخ را کہ در واقعہ دیدہ بودم بشناختم و پاپے وے در افتادم و شستم شیخ! شہراش صادق می گویند، لیکن آنچه در واقعہ نام خود ناظر محمد فرمودند، چو نست۔ گفت بدان عالم نام ما ناظر محمد است و من مرید شدم و مستی و کیفیت من از آنچه بود بیچ نمیشد۔ گاہ با شہراہ در می شدم و مستانہ می گردیدم و بازی آمدم۔ روزے بکنگلے در

شدم و سہ شبانہ روز بالاے درختے سوار ماندم۔ شیخ پسر خود شیخ داؤد را بر من فرستاد۔
 اولاً من از راہ حالت مستی نداستم کہ چیست؟ چون افاقم شد، خود را از درخت بزیر
 افکندم و پیش شیخ آدم و در اندک فرصتے کار ما با تمار ساند۔ روزے شیخ مرا خواست
 بجای رخصت کند، پسر وے بدلی اشارہ کرد۔ گفت وے شور شے مجذوبانہ دارد،
 آنجا صحبت عزیزان راست نخواہد آدم۔ آخر گفت بر وے آب گانگن زد کہ تم ف
 ہا تا آن جاست۔ تا من بمراد آباد رسیدہ اقامت و استقامت رفتم و از آن باز بیچ
 سوزفتم و این بعد وفات شیخ صادق بودہ۔ من وے را بسیار دیدہ ام بر من لطفے دارد۔
 روزے وے را در خانقاہ خولجہ قطب الدین و عرس خولجہ معین الدین قدس اللہ
 اسرار ہم، در سماع دیدہ ام۔ مثلے پیلے دمان کہ بمیدانے درمی آیدہ از بندہ سلاسل خود
 رامی کشید و نگاہبان خود را با خودی رباید۔ وزخمے در سر محقق وے نت رسیدہ،
 خون بر رخسارہ اش دویدہ و پیہ انش را بخوان آلودہ گردانیدہ و شے وے ندر مویہ نت
 وے بودہ است تا آخر سماع۔

شیخ فرخ نارنولی

وے نبیرہ شیخ نظام نارنولیت و منظور نثر شیخ شدہ۔ در یامہ ص ۱۰۰
 بودہ۔ صاحب علم و عمل و ذوق و وجدان۔ تمت جان و شت۔ انوت ذاتی و صحت
 نورانی۔ من وے را در شب عرس خولجہ قطب الدین قدس سرہ دیدہ ام کہ از
 سر ذوق و حضور ایستادہ و نظر ہمکنان بر چہ و زیباے وے گردیدہ۔ این را دیدن

دلہا بر حسن و جمال با صفا و کلام با بہا نشان اہل ولایت است۔ چنانچہ در ”رشحات“
 است کہ خواجہ احرار قدس سرہ می فرمودند کہ جمال سخن است کہ مستمع را از مستمع
 بازی ستاند۔ و جمال نمی دہد سخن را مگر تکلم اولیاء۔ پس این ابیات خواندند۔ قطعہ
 شہ نشان بود ولی را نخست آن بظاہر کہ چور وے او بہ بنی دل تو با و گراید
 دوم آنکہ در مجلس چو سخن کند ز معنی ہمہ راز مستی خود و حدیث می رباید
 سوم آن بود نشان ولی از اخلاص عالم کہ ز بیج عضو او را حرکات بد نیاید
 روزے من با سید بھو و بودم لشکری و سید بحکم جہانگیر بادشاہ از دہلی بدیا رانا روان شد،
 در سال ہزاروی و شش (۱۰۳۶ م ۱۶۲۶ م) چون بنا رنول رسیدیم محبسے عظیم دیدم از
 نہ و دہائے دگل و خوشبو ہا۔ پرسیدم کہ این چہ طور محبسے است، گفتند۔
 ”امروز محبسے گل شیخ فرخ است۔“

خواجہ عبدالحکیم

بزرگ بود و باشہود و صلت نوارانی و مشغوف این کار۔ وے پائین منزل شیخ من و
 در مسجد جامع فیہ وزی سکونت داشتہ و در ان جا صحبت شیخ را مفتنم می دانست چنانچہ
 بزرگے گفتہ

این سوے نشست تدوین جانب عجب مارا ہمہ حال سر کوے تو اولی

وے از ر و در تپہ بہ مسجد نماز ہنجکانہ رسیدے و بے روزگار اندر آن مقام قیام بستے
 معتمد نشست، موافق قول حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کہ فرمودہ اند

(مَا بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ) و عمل بعزیمت نمودے چنانچہ در اقبال رسالہ ”قدسیہ بہائیہ“ مسطور است کہ در مسلمانی و انقیاد احکام رعایت تقوی و عمل بعزیمت و دور بودن از رخصتہا بقدر قوت، ہمہ نور و صفاء و رحمت است و واسطہ وصول بہ درجات ولایت و مقامات شریفہ اولیاء اللہ از ورزش این صفات می رسد۔
انتہی۔ من بسیار وے را دیدہ ام، وفات وے در سال ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰م) امروز آن منزل لطیف موافق شرع شریف در تصوف شیخ من است۔

شیخ بایزید میرٹھی

خواہر زادہ شیخ پیر میرٹھی (است) و نسبت ہمہ یوں درست می نند۔ وے ام
الوجد است و صاحب سماع و ذوق۔ و در مدت نیک۔ اندر سماع شغوف می بود۔
و جز این کارے نداشت۔ شب شیخ من بحر سہایوں بادشہ و قہر وے نذر اند۔
جمعے از یاران و ہواداران باوے۔ و من ہم کے از انان و من تمام شب۔ یک
طرف از مجلس سماع، زندہ داشتہ اند و بخوش وقتی ہمیش تمام ہر روز چنانچہ فیروزین
شعر خواجہ شیرازی تعبیر آن نتوان کرد

آن شب قدرے کہ ویند بل خبوت مشبہ است

یا رب این تاثیر دولت از کدامی کوکب است

شیخ من روز دیگر بوقت زوال از ان متعجب و برآمد و قصد منزل خواہر زادہ نمود۔

آن شیخ بایزیدی رود۔ وے هنوز آشنا نہ بود۔ شیخ من از مرکب خود فرود آمدہ و دست وے بگرفت و روان شد۔ درین اثناء دو منظر بہ از دہا قین کہ بدکان بنگ فرو شے نشستہ چیزے از قسم بزبان ہندی می سرودند و حالانکہ نہ حسن صوت داشتہ نہ حسن صورت۔ وے از استماع آن بسماع درآمد۔ جائے کہ آفتاب بر سر گرم بود۔ جا گرفتند و درین وقت بر عزیزے کہ از آن مقبرہ برمی آمد و شیخ مرا ایستادہ می دید از مرکب فرود آمدہ می ایستاد تا محسبے نیک منعقد گشت و جمع یاران از مشاہدہ این حال متحیر بودند و انچہ ازین شعر شیخ سعدی بگوش شنیدہ بودند بچشم دیدند

چون شوریدگان مے پرستی کنند بر آواز دو لایب مستی کنند
پس از ساعتی چون از ان جا روان شدند ہم اندر راہ با ذوق و سماع ہی رفت و شیخ من وے را بمنزل خود برد و سہ روز مہمان داشت و برائے وے قوالان نیک طلبید و سرود خوش بمیان آمد و وے تا سہ روز و رائے اوقات صلوٰۃ در ذوق سماع مشغوف بود و (این) صحبت ہا در سال ہزار و پنجاہ و چار (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴م) بود۔ وقت وے پس از رفتن وے بشہر ویست۔ در ”نفحات الانس“ است کہ روزے خدمت مولانا مے روم از حوالئی زرکوبان می گذشت از آواز ضرب حالے در وے ظاہر (شدہ) است پھر رخ درآمد۔ شیخ صلاح الدین (حسام الدین) بالفور از دوکان بیرون جست و سرور قدم مولانا نہاد و خدمت مولانا وے را گرفت و نوازش بسیار کرد۔ از وقت نماز پیشین با نماز دیگر خدمت مولانا و سماع بود و این غزل می فرمود

کے گئے پدید آمد، درین دکان زرکوبے ز بے صحت ذہے معنی ذہے خوب ذہے خوبے

شیخ صلاح الدین سامانِ دکان را یغما کردند (کرد) (آواز دکان آراؤں شد)۔ خوبہ محمد
وہدار در حاشیہ آن می نویسد کہ شیخ سعدی رحمہ اللہ (در بوستان) می فرماید

مگس پیش شوریدہ سر بر نزد کہ او چون مگس دست بر سر نزد
نہ ہم داند آشفۃ سامان نہ زیر بنالد بر آواز مرغ حق
نہ مطرب کہ او از سم ستور سہمست گر ذوق داری ، شور
چون شوریدگان مے پرستی کنند بر آواز دو لب مستی کنند
بخرخ اندر آیند دو لب وار بگریند بر خود چون دو لب وار

حضرت شیخ محی الدین (ابن) عربی قدس سرہ تفرقہ میان سماعِ حق، سماعِ مزاجی
فرمودہ و گفته کہ اگر بصوت خوش و نغمات موزون ذوق حاصل می شود، مزاج را رائق
دخل ہست کہ تا ملائم ذوق (مزاج) می کنند (خوش) است کہ باندہ ذوق (ذائق)
مزاج ناخوش است۔ و اگر متعید باین نیست، بہ آواز، از بہ چہ بر آید و ذوق می
شود و تواجد روی می دہد۔ این حق است۔ چنانچہ نوری را کہ در خانہ می شدہ، ہر
آواز گو سفند تواجد شدہ، پس چرخ زدن بہ، از ضرب زربوبان الزام بہ حق ہست،
سلطنت وجد۔ پد بر من گفتہ کہ در سنجہل عزیز۔ بود شیخ حاتم (آواز) نغمہ بہن
بگوش وے رسیدے از دست رفتے و اندرین کار بی اختیارے ہست۔
حالت سماع و تواجد وے بحدے رسیدہ بود کہ بہشت کے درختان و بہشت
فراہم آورد و سرود کنان بآواز رفتند۔ و بہ بدن سحر کن و بدن شان را بہ
شاہاں گرفتے و رفتے گریان گریان و پرہیز کننداشتے۔ تا بہ رفت زانیہ و سہاں شہ

ہفت (۱۰۰۷ھ/۳ اکتوبر ۱۵۹۸م) رحمۃ اللہ علیہ۔ گویندوے پیش از رفتن خود بدوسہ ماہ گفتمہ بود کہ من در ایام وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم می روم (خواہم رفت) چون ماہ ربیع الاول آمد بیمار شد و در (تاریخ) دوازدهم رفت۔

سید ضیاء الدین جوہپوری

نام و فاضل است۔ از شاگردان رشید شیخ عبدالرشید جوہپوری۔ با شیخ من آشنا است۔ و شیخ من استاد وے را ہم می داند و بہر دورانیک می ستاید۔ وے در اوایل بطلب علوم دینی از وطن برآمد و بدلی رفت و در مدرسہ چوک اقامت گرفت و از مولانا حیدر کہ از علمائے قبحر است و از اقربائے شیخ من و از فضلاء دیگر استفادہ می نمود۔ در اثناے آن وے را حالے پیش آمد کہ دست از علوم رومی باز داشت و از قیل و قال لسانی تنگ دل شد و از ناموس دانشمندی خلاص گشت و با طریقہ خاکساری و نامرادی و رساخت و خود را نیک اندرین راہ در باخت۔ در آن حال بہ کہ درے چند ہندی را بوے داوے خوش کردے۔ یک بار شیخ من ہم چند درم بدے برد و وہ کہتہ۔ ازین قیل و قال رومی نیک خلاص یافتی ماف (رومی) گفتمہ عمر رومی بہ قیل است و قال نے درو کیفیت حاصل نہ حال

از رشحات است کہ۔ مولانای شہاب الدین برجندی می فرمودند کہ در مہادیٰ حال پیرامن حضرت مولانا سعد الدین کاشغری بسیر می گشتم و بیچ اثرے از نسبت این عزیزان در مہاشن خود نمی یافتہ۔ ازین جہت بغایت مہول و محزون بودم تا روزے

بعد از نماز جمعہ در پیش مقصورہ ہرات میان کثرت مردم و اذواج معوام سیرے
می کردم۔ ناگاہ ایشان را در میان آن کثرت دیدم و سر زاہد ایشان رفتہ و بہ
نیاز مندی تمام (حال خود) گفتم۔ فرمودند کہ۔ با و اما این علوم رسی کہ در سینہ داری
قے نعلی فائدہ نیست و درین گفتن باطن مرا بخود منجذب گردانیدند و متوجہ بیرون
مسجد شدند و من بے اختیار در عقب ایشان روان شدم و از دور ایشان را نگاہ می
داشتم تا از مسجد جامع بیرون آمدند و روے بازار خوش نہادند۔ و ز راہ درہ از د
فیروز آباد بیرون رفتند و من ہم در عقب ایشان بیرون رفتم دیدم کہ در دکان چوب
فروشے رفتند۔ و دو بلی پنج گزی سطر چھت عمارتی بن خریدند و فرجی خود را تہہ برہ
بر دوش مبارک نہادند و خواستند کہ بلی بردارند۔ من روانی پیش رفتم و شتم آہ
رخصت فرمایند من این خدمت را بجا آورم۔ فرمودند کہ آہ نہا موس و شمنندی مانع
تو نمی شود بلی دیگر را بردار و ایشان یکے بلی برداشتند و روان شدند۔ من نیز بلی ویر
بضرورت بر دوش گرفتم و با نعل تمام از عقب ایشان می روم و حق تشویر می رانم
و گاہے چشم خود می پوشیدم و گاہے می کشادم ایشان فرخاں پیش می رفتند و ب
تحتی پشت پشت می گفتم تا ز دروازہ در آمدند با خود شتم چہ باشد کہ شمندی یا
بازہ فروروند کہ نسبت بازار خلوت است۔ ایشان خود را می بازار در آمدند۔ یون
نزدیک چار سوق رسیدم با خود شتم چہ باشد کہ بازار خوش آید کہ در بازار مسک
از کثرت خلق راہ نمی توان رفت خصوصاً وقت کہ بلی دراز بر دوش ہستد ایشان را
روی بازار ملک نہادند و من ز پنے ایشان می رفتم و من است غریب و غایت نایب

کہ از پندار دانشمندی پُر بودم تا از میان بازار ملک بکوچہ درآمدند کہ پیائے مسجدی رفت۔ چون بلی را بخانہ ایشان رسانیدم و از دوش بر زمین نہادم۔ درین محل نیمین عنایت و حسن تربیت ایشان مرا کیفتے عظیم دست داد و نسبت عزیزان در (دل) افتاد و بعد از آن دامن متابعت و ملازمت ایشان را محکم گرفتم۔ انتہی۔ من آن سید ضیاء الدین را اولاد را مرو بہ دیدہ ام ہنگام عرس شیخ ابن سروپا برہنہ و تہبند کے در زیر آزادانہ و مستانہ درآمدہ و بروئے من نشست من رسالہ ”پیم چرت“ ہندی خود می خواندم و بے نیک شنودن گرفت تا دریا فتم کہ وے صاحب دریافت است پس از آن وے باشارہ استاد خود بر سر درس و افتادہ آمد و امروز چند گاہ ہست کہ بسنبھل آمدہ و در سر اے شیخ نور بخش اقامت گرفتہ و ہمانجا کد خدا شدہ و استقامت یافتہ۔ جمع طلباء بوئے می شوند و کتب متداولہ بوئے می گذرانند و وے بے مطالعہ و بے جز و بدست رفتن چنانکہ می شاید، فائدہ می فرماید و بان وسعت مشرب زیستہ خوش دارد۔ روزے از وے پرسیدم کہ این حالت آزادی کہ درست و گاہ با بحسب ظاہر وارستہ و فارغ البال می گذرانی و چون بر سر درس می آئی بے آنکہ کتاب بدست گیری و یا متاع دنی و مواد در پیش داری، بر ہمہ دقیق غریبہ حاضری۔ این معنی غیر از فیض الہی چہ خواہد بود، کیے بر گوی۔ کہ این حالت از کج رسیدہ است بتو۔ گفت۔ من در این مہمبہ گاہ با بخند مت شاہ مظفر کہ از مہج ذیب صاحب کرامت بود، در جو پوری رفتم و خدمت وے می کردم وے از روئے عنایت نظرے در کار من کردے چنانکہ اثر آن نظرات در خود می یافتم۔ و نیز مرا فرمودے۔ بخوان بخوان۔ از آن باز ازین

دولتے کہ می بنی در من ظاہر و باہر است۔

شیخ عبدالعزیز الہ آبادی

مرید و خالہ زادہ شیخ محبت اللہ الہ آبادی است۔ از ایام خردی صحبت شیخ داشتہ و مزاج
گشتہ از الطاف و عنایات وے۔ صادق القول است و راسخ الاعتقاد و ہمت عالی و را
وفتوت عالی تر۔ روزگارے وے در حالت حیات شیخ خود، بدلی آمدہ و در خانہ شیخ
من گذرانده۔ روزے شیخ من بجز ہا وے نشستہ و من ہمراہ، (شیخ من) از ہے
پرسیدہ کہ انچہ شیخ تو از خلص معتقد خویش رسالہ نوشتہ یا سخنان گفتہ کہ تئیک واقف
شدہ باشی باماباز گوی۔ اشارہ بمن کرد یعنی این کس بجای شود، تا فراموشی۔ شیخ من
بہ نسبت من گفت۔ ”ما وے یکیم“ تا وے تسالہ ”تسویہ“ را بر آورد کہ از خلص تسالیف
و خاصہ اعتقاد این است۔ (نزد این فقیہ این سوالہ کہ، ”اشکوہ حضرت شیخ محبت الہ
الہ آبادی ارقام ساختہ بود و صاحب جواب شدہ۔ بسیر من سب تر تئیک جواب کہ
درین رسالہ ارقام رفتہ عزیز دیگر نوشتہ دادہ است ورنہ) در جواب رقتہ و رشتہ،
جواب شیخ لمسطور نیست) شیخ من آن را مطالعہ فرمود و بویے گفت کہ شیخ تہ تہ
ہمین سخن در خلوت می گفت۔ گفت آری ہمین است کہ بتی از خلص اسباب ذہنی
فرمودہ۔ شیخ من مرا فرمود تا غل آن برداشتم۔ بعد از شیخ من شے چندہ بق معتمد
خویش کہ مقرر صوفیہ محققین است در آن نوشتہ و آن برابر باب دانش و انیش خاص و باہر

است۔ روزے عزیزے سوائے چند نوشته پیش شیخ من آورد و گفت یکے از متصوفہ روزگار ہمین سوالات را شیخ محبت اللہ نوشته بود و جواب خواستہ۔ شیخ ہر ہمہ را جوابے نوشته لیکن آن جوابہا پیدا نیست۔“ من حاضر بودم۔ دوات و قلم و کاغذ پیش شیخ خود آوردم و عرض کردم کہ برین سخنان جواب مندرج شود۔ شیخ من بے تامل بنوشت و آن اصولہ این است۔

- (۱) چیست اندرین کار بدایت کار و نہایت کار۔
- (۲) کدام علم است کہ گشتہ اند آن را حجاب اکبر۔
- (۳) چیست معنی قول سید اطینہ در جواب ما النہایۃ کہ فرمود ”الرجوع الی البدایۃ“
- (۴) انبیاء سابق را معرفت تو حید بود یا نبود؟
- (۵) ہر گاہ معدوم شدن موجود محال باشد پس اشیا را چون معدوم تو ان گفت۔
- (۶) تصور را اعتبار بود یا نہ بود۔
- (۷) ترقی را نہایت بود یا نہ۔
- (۸) ظلوما جہول لا در مذمت ایشان (انسان) است یا در مدح۔
- (۹) بہ تربیت ارواح معرفت تام حاصل شود یا نہ۔
- (۱۰) حالب را از فوت وصل مقصوب ممکن باشد یا نہ۔
- (۱۱) حالب فانی کرد یا مقصوب۔
- (۱۲) تنہ قہ درو عشق چیست؟
- (۱۳) شغل باشد۔ ب اکتفا رشاغل صادر شود۔

(۱۳) نماز بے خطرہ کے شود۔ والعاقبة بالخير۔ اتمی۔

اما آن اھو بن این است کہ

(۱) بدایت این کار توبہ است و نہایت آن توحید ذاتی۔

(۲) علمے کہ حجاب اکبر است علم نفس، بخودست من حیث المغایرة۔

(۳) رجوع بدایت عبارت از آنست کہ بمبدأ خود برسد یعنی زان جا کہ

بادی شدہ بود و آخراں جا عید گردد۔

(۴) انبیاء گذشتہ را معرفت توحید بودند، باین کمال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

داشتند و باین خصوصیت اصالت مخصوص آن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) موجود معدوم نشود اما اشیا ہرگز موجود نشدہ اند و معدوم اند پیوستہ۔

(۶) تصور تاثیر تمام دارد۔ مصرعہ "اے برادر تو ہمین اندیشہ" ذاتیات و اشیا

اشیا، (صرف) در مدارک است۔ ہرچہ بہست ہمین ادراک است۔

(۷) ترقی را نہایت نیست و بہست اول در درجات و ثانی در ذات۔

(۸) "ظلوما و جھولا" مدت در صورت ذمہ است۔

(۹) بتربیت ارواح معرفت تمام حاصل شود۔

(۱۰) طالب را بعد از فوت وصل ممکن چہ کہ لازم است۔

(۱۱) اول طالب فانی شود بعد از آن مقصوب نیز مکرر و باقیات و حدود

عشق باقی ماند کہ آن جا نہ طالب است نہ مقصوب۔

(۱۲) درد مخصوص بہ بعضی از عاشقانست و عشق تمامست چہ طریق عاشق نہ

اتما درو مند نیستند۔

(۱۳) شغل بے اختیار مشغول نیز بر حکم رسد و این را صورت بابا شد۔

(۱۴) نماز بے خطرہ جز در مقام توحید میسر نیست۔

شیخ مرابا شیخ محبت اللہ مراسلات بوده است اندرین علم و سخنان دیگر۔ وقتے شیخ من از مصنفات وے خواسته کہ بپند۔ وے اولاً ”مناظرۃ الخواص“ فرستاده۔ شیخ من مطالعہ کردہ و پسند فرمودہ۔ روزے از شیخ خود پرسیدم کہ علم حقائق وے (شیخ محبت اللہ الہ آبادی) بچہ مرتبہ است۔ گفت انچہ وے بنوید مطابق کلام شیخ (ابن عربی) است و بس۔ پس از آن وے نسخہ ”مغایط العامہ“ را بشیخ من فرستادہ و این بس دراز بود و این کتاب با تمام رسیدہ بود کہ وے برفت از دنیا در ماہ رجب از سال ہزار پنجاہ و ہشت (۱۰۵۸ھ / اگوست ۱۶۴۸م) و قبرے در الہ آباد است۔ در منظر بیست و دوم از ”مناظرۃ الخواص“ وی (است) دقیقہ۔ عاشق یا در مقام ذراست یا در مقام فکر (یا در مقام شہود یا در مقام وجود۔ چون) تجلّی غیریت رسد شہود نماید چون تجلّی ذات رسد وجود نماید۔ (دقیقہ) در انسان گویند روح و در صفات حق گویند حق و در انسان گویند گوش آن جا گویند سمیع۔ در انسان گویند چشم آن جا گویند بصیر۔ در انسان گویند عقل آن جا گویند علیم۔ در انسان گویند دل آن جا گویند مرید۔ در انسان گویند دماغ آن جا گویند قدیر۔ پس انسان یا خود را بدین تعینات آن جا رساند یا او از مراتب (خود بنور ظہور نزول کردہ) بانسان رسد و

از حقیقت بنگری خود بخود رسد بلکہ نے نے (نظر) خود بخودی باز دو نگرد

یار ما ہر ساعتے آید بازار دگر تا بود حسن و جمالش را خریدار دگر

کسوتے دیگر پوشد جلوہ دیگر کند منظر دیگر نماید بہر اظہار دگر

ظہور کمالات بحق و شہود تعینات بہ پیغمبر محقق و مقرر باد۔ الحمد للہ

الصلوة علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ آمین۔

شیخ محمدی ہرکانو (ہرکانوی)

وے نیز مرید شیخ محبت اللہ است عالم است و فاضل۔ غربت و شکستی از چہ وہے

پیدا است۔ در کار شریعت سخن درست می گوید سفر باے نیو کردہ۔ باختر در امر وہ

رسیدہ و صبیہ شیخ فیض اللہ برادر شیخ (عبدالمجید) در حبالہ عقد خود را آورہ۔ در ان

بجا اقامت گرفت۔ وے گوید کہ من در آوان شباب بطالب علمی در وطن خود مشغول

بودم بناگاہ شیخ محبت اللہ بتقریب طوی عزیزے بہ ہرکانو آمد۔ اکثرے از قصب

۱۔ محمدی نام، ابو محمد کنیت، فیاض و ہم لقب، نسب ہجری زینی، مولد بہ ہجری ۱۰۲۱

امروہوی، مدفن اکبر آبادی ابن شیخ یحییٰ بن سید جمال بن سید اجمل۔ پیدش ۱۰۲۱ھ تا ۱۰۶۲ھ

وفات ۱۳ رجب ۱۱۰۷ھ/ ۱۶۹۷ء، مزار مبارک (تبرہ) محلہ منہ مندنی قصبہ تریہ ان

مبارک واقع است۔ شیخ کہیہ حضرت شاہ محبت اللہ آبادی در شان تریہ پید۔ قصبہ

(حضرت شاہ محبت اللہ آبادی) اُترچہ خود را ندیدے محمدی راجہ بن ماسے کہ درایت است

بوسے آوردے۔ "مقتل صدامت رفیقین ص ۳۹۳ تالیف حضرت "مندانہ بن محمد ہجری

۲۔ نام این زوجہ محترمہ "صاحب موت" است۔

بدان مجلس رفتند و من از مجالس اکابر تنفرے داشتم۔ نہنتم۔ شخصے تقریباً نام مرا پیش
 شیخ گفت، شیخ گفت۔ آن جوان محمدی را پیش ما آرید۔ (آدم) و سلام کردم۔ مرا
 فرمود اگر بطالب علمی میلے داری با ما آی و مرا با خود بہ الہ آباد برد و سبق گفتن گرفت
 در آن اثنا مرید شیخ شدم و دل من از علوم ظاہری بگرفت (برگشت) و دانستم کہ
 صحبت اہل اللہ البتہ (بہتر از) جمیع فضائل کمالات است و ہم وے گوید کہ شیخ
 محبت اللہ اوایل در قصبہ حیدر پور بیت لب علمی مشغول بودہ است و در مدتے قلیل
 از تحصیل علوم دینیہ فارغ گشتہ۔ در آن اثنا وے را از مطالعہ کلمات ذوقیات شیخ
 شرف الدین شیخی منیری ظہبی و ذوقے مناسب آمد و در صحبت (شوق) اہل اللہ از
 خانہ برآمد و سفر ہا کرد ہر کج کہ می رفت، کسے را اہل دعوت (رعوت) می یافت
 و کسے را اہل تمسیر و طالب جان (مال) و قس علی ہذا و حسبے را می خواست دست نمی
 داد و بیجے کیے را نیافت کہ اندر شریعت محمدی و متابعت اوصالی اللہ علیہ و سلم راسخ
 باشد۔ تا بعد از مدتے در اکبر آباد رفتہ شنید کہ درین روز کار و فقیر است شیخ بوسعید
 در گنؤہ و شیخ حسین در بچوہ۔ لیکن کارش در صلاب پیش شیخ گنؤہ اقرب است۔
 از آن جا قصد گنؤہ کرد۔ در راو شبے معظنی را صلی اللہ علیہ و سلم در خواب دید فرمودند
 محبت اللہ خوش می روی و شیخ سعید را ہم حکم آنحضرت شد کہ محبت اللہ را تربیت کن۔
 چون پیش شیخ رسید شیخ شرح "لمعات" را درس می گفت۔ از دیدن وے کتاب را
 بر ہم نہاد، موقوف کرد۔ وے گفت شیخ! انچہ می خواندی بر خوان، گفت تو دانشمندی
 و پیش دانشمندان این علم من چیست؟ گفت مستفید شدم تا حقائق و معارف نیک

بیان آمد و وے را صحبت شیخ در گرفت و مرید شد در سلسلہ قدیریہ (چشتیہ) و در
 اندک فرصتے کشايشها یافت و مرذوق شست۔ شبے وے خواب دید کہ شیخ ثمر ز
 نام غیب بوے عنایت شدہ بود۔ شیخ عرض کرد۔ شیخ فرمود تجوہ آنست کہ دریافت
 بہرار حضرات خمسہ تر انصیب گردد۔ درین اثنا حاجتے (حاجان علم) اندر اہل
 عشاق وے بودند مضطرب شدند و نہ استند بجا رفت سنان را بہ تجسس وے جا ہی
 لما شتند آخر در گنہوہ یافتند و مطلب را بشیخ عرض کردند۔ شیخ گفت محبت اللہ بہ آباد
 دو۔ و ہنشین و افادہ عموم دینیہ بکن، در بہان جا بہ مطلبے عادی کہ در پیش است خواہد
 سید۔ خرقة خلافت بوے عطا کردہ رخصت فرمود۔ وے بالہ آباد رسیدہ ہر فرمودہ
 شیخ بکار مشغول شد و در اندک فرصت بہان مطلب حاجی شرف شست و ہاجر این
 عطیہ را بشیخ نوشت در گنہوہ۔ شیخ خوشوقت گردید و شمر با ہی آورد پس (ب) عدم
 اتفاق بردل وے کشادہ شست و تصانیف حایہ فقیر را کہ وہم وید چون عمر شیخ
 بہت اللہ بخصت و سہ رسیدہ یا رشد و بخشن (آخرت) را با وے بہان رفت کہ
 را با یاید رفت از دنیا۔ عبدالعزیز کہ ذکر وے گذشت۔ منت۔ عمر شیخ بن حاجی
 را از بودہ است و ترا با وے مناسبتے است بسیار خوانی زیست۔ شیخ منت نہ
 ریاب کہ مناسبت من با محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشے است یا با شیخ بن
 ربی و بشوق تمام اندر آن بہاری رفت۔ شیخ عبدالرشید و بی زہار شیخ عبدالعزیز
 ہشتی کہ مردیست فاضل و صاحب خدق و با شیخ من نیاز مندی و شست و قلمی
 منجھل است گوید کہ من با شیخ محبت اللہ سہ سال را بہ بودہ مہم دید (وے)

شدہ و بہرہ مند گشتہ۔ وے در اوقات درس حدیث گریہ ہا کردے و رقتہ
آوردے۔ ہمہ اوضاع و اطوار وے بر مطابقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است

شیخ محمد بریلی

نسبت پیدر خود شیخ شاہ محمد درست می کند۔ صاحب اخلاق است و ہمت و مروّت۔
بہا مردم از احوال (خوان) احسان وے بہرہ مند و مرزوق اند۔ مریدان اہل
ذوق و سماع دارد۔ گویند او اہل وے بشقر و توکل می گذراند۔ پس ازان از عالم
غیب سرمایہ توکل نیک بوے رسید و جمعیت صوری پیدا کرد۔ ہر سال اعراس
بزرگان بخوشوقی می کند۔ در ”رشحات“ است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ وقتہ
کہ مختصر بودند جمعے از اولاد و احفاد و خواص اصحاب در وہ کا نگران بر سر بالین
حضرت ایشان حاضر بودند۔ درین محل فرمودند کہ ہر کسے از مردم ما چیزے طلب
کند۔ از فقر و غن۔ و نخست (متوجہ مولانا محمد شدند و گفتند کہ اوّل تو اختیار کن)
خدمت مولانا محمد گفتند کہ من آن اختیار کردم کہ مختار حضرت شاہ است۔ حضرت
ایشان فرمودند کہ مختار ما فقر است بعد ازان بیکے از سرکار داران اشارت کردند کہ
چہا رنجہ ار شاہ رنے بہ مولانا محمد بدہ (دہند) کہ وے فقر اختیار کردہ تا آن را مایہ
سازد و برائے فراغت فقر کہ در گرد وے خواہند بود و خدمت مولانا بن بر اقبال
آن مجبور اگر گفتند و سرمایہ معیشت خود و اصحاب خود ساختند۔ اتنی۔ پوشیدہ نماند کہ

انچہ بزرگان در شان توکل مقرر داشته اند ہمین توکل شریف است کہ از وجہ کسب
 حلال روزی بہم رساند و ہر قدر بہم رسد لیکن نظر بر خدا داشته باشند نہ بر کسب۔ در نجہ
 است کہ روزے صحابی از جائے کہ رفتہ بودہ است (اند) بخد مت رسالت پناہ
 صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است (اند) آن حضرت از وے پرسیدہ اند کہ شتر خود را
 کراسپر دی گفت بتوکل گذاشتم۔ آن حضرت فرمودند ”عقل و توکل“ شتر را
 پائے بند و توکل کن۔ خواجہ بیرنگ فرمودہ اند توکل (آن نیست) کہ ترک اسباب
 کنند و بنشینند چہ این سوے ادبست بلکہ اقامت سبب شروع مثل کتابت و غیرہ
 می باید کرد و نظر بر سبب ندوختہ زیرا کہ سبب مثل دروازہ است کہ حق سبحانہ بر سبب
 وصول سبب ساخته است۔ و اگر کس دروازہ بر بندد کہ از بال خواہد یافت بانی
 کردہ باشد چہ دروازہ بنا کردن دلالت دارد برین کہ اورا کشودہ بنشیند۔ بعد
 از آن او داند (اللہ) خواہ از دروازہ فرستد یا از بالا و آن با کہ بنشیند نہ بر افتادن
 دارند ازین باب نیست چہ با وجود قدرت بر سبب نظر بر فتوح داشتن و منہ حق
 ترک اسباب دنیا ساختن (است)۔ انتہی۔ در جمع موانع محمد قاضی مسطور است
 کہ حضرت خواجہ احراق قدس سرہ می فرمودند۔ بعضی از کمالیہ این حائے کہتہ اند۔
 اشتغال دنیا و شدت حساب دوست تر دارم از اندک بدن جمع ہوتا کہ ہم۔ اشتغال
 بدنیابنا براظہار سخاوت و کرم نیست بلکہ بہجت آنست کہ ہم را در اشتغال جمع
 برہانم۔ انتہی۔ بدان کہ صوفیہ را قدس اللہ بہار ہم در بارہ توکل سخن بسیار است
 چنانچہ در ”نفحات الانس“ است کہ از ابو یعقوب مزکوری (مذہبی) پرسیدند کہ

توکل چیست؟ گفت ”ترک اختیار“۔ و از سہیل تستری پرسیدند۔ گفت۔ ”ترک تدبیر“ و از بشر حافی پرسیدند۔ گفت ”رضا“ و از ابو حفص حداد پرسیدند۔ گفت۔ ”تبر از توانِ خود“ و از حلاج پرسیدند۔ گفت۔ ”ویدن مُسبب“۔ و از فتح موصلی پرسیدند۔ گفت ”للال از سبب“۔ و از شتیق پرسیدند۔ گفت۔ ”وید (قدرت) او بحرِ خلق“ و از شبلی پرسیدند۔ گفت۔ ”در دیدارِ وے فراموش کردنِ ہمہ کس“۔ انتہی۔ من آن شیخ محمد را اولاً بزاویہ خود دیدہ ام کہ روزے با جمع از گویندہ ہاے نیک و مریدے چند رسیدہ، چون سرودے بمیان آمدہ یکے از مریدان وے در افتادہ۔ وے وے را در آغوش رفته و خوشوقت گشتہ۔ ایام موسم بہار بود مقتنی پسرے بحسن و لطافت در پردہ نسبت چیزے گفت ہمہ حاضران مخطوط شدند و من این رباعی بدیہہ گفتم۔ رباعی

مطرب بچہ سرود گفتم ز نسبت چون دیدم و بشنیدم گفتم احسنت
در پردہ چہ رمز گشت بے پردہ بمن انت الموجود ما انا الا انت
پس از آن من وے را پیش شیخ خود دیدم اندر دہلی۔ وے بر من لطف بسیار دارد۔

محمد صالح سنبھلی

نبیہ و شیخ محمد صالح سنبھلی است۔ اخلاق حمیدہ داشتہ و ہمت پسندیدہ۔ خدمت فقرہ اوسسائین راموچ بود۔ ہم کہ بے شدے از حسن مروت وے خوشوقت برخاستے۔ وفات وے در سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ تا ۱۶۴۰م) است۔ در

اوایل ہنگام جوانی وے را گذرے بطرف دکنی جنگل شد۔ چنانچہ در ذرا رسید نظم محمد
گذشت۔ آن جا قصہ افتاد بر مغنیہ صاحب جمال عاشق گشتہ و او را بکاخ خود در
آورد و سنبھل باز آمد و بسالہ و ادبیش نمود۔ شبے سید فیہ وزوشن فتح آمد و شش معظمہ من
بعرض شش محمد عاشق شدیم۔ (سخنان) عاشق وے را نیک شنودیم۔ مجلس بس گرم بود
باخر خواستیم کہ بخانہ باز آیم، وے ما را بازہ رنگاہداشت و آخر شب در خلوت نغمہ
سرای در آمد و نقشے چند ہندی تان سین را کہ یادے زمان سین می، و نختن رفت۔
ما با بسیار مخطوط گشتیم و در می گفت (شگفت) شدیم و سر و توان این شبانہ را فراموش
کردیم و آن شب با احتیاط و انبساط بسر آمد۔ و ہم در آن شب شنیدم کہ مل وے
ہم با وے اتحاق نغمہ سرای خوش افتاد و چہ خوشتر است کہ زن و مرد با ہم در پنج ہر
موافق باشند و در محبت و دوستی موافق گردند۔ شش سعدی بر این معنی فرمود:

گر یار موافق است سعدی سہل است جناح ہر دو عالم
و مشفی سنبھلی کہ ذکر وے خواهد آمد از آن عاشق تر است

مشفی اندر جہان بود دو بہشت بہشت معلوم نہ است نہ
یار دانا بہشت بیرون است زن زیبا بہشت باطن
و ہم مشفی مضمون آن مطالعہ قصیدہ را بعد از این شعر ہندی فرمود:

جگ میں دوئی مینہ مینہ رست مہریت

گھر مینہ مار گنجی ہاں جا بہت (مست)

در نسخہ مدوہ "عاشق جنگل" گذشتہ است۔ ماہر قریبہ جہانگیر "عاشق جنگل" است

درین جا "مست" و "مست"۔

وز نے را کہ بر عکس آن باشد شیخ سعدی چنین فرمودہ

زن بد در سراے مرد نکو ہمدین عالم است دوزخ او
 زمینہار از قرین بد زنبار و قنار بنا عذاب النار
 نقلست کہ شیخ محمد عاشق ہموارہ بباطن در انقطاع و بے تعلقی از خلایق و بظاہر از
 اقسام طوائف مردم محظوظ وافر محظوظ نشستن و خوش بودن و خوش گذرانیدن بے نظیر
 زمان بود و باستماع صوت خوش میہ طبعی داشت چنانکہ اہل سرود در ملازمت وے
 می بودہ اند۔ خود ہم حجر و صافی داشت۔ احیاناً بسرود گفتن می پرداخت۔ ترانہ ہا
 و آہنگ ہاے پرفتن و کار کہ از استادان این فن داشت، در آن وقت مثل آن کم
 کسے می دانست بمغنیان می آموخت۔ در دقایق سرود و وقوف تمام داشت۔ و انایان
 این فن برداش و مہارت وے معترف بودند و می پسندیدند و وے بسماع و ذوق و
 وجد مشغوف بود۔ گریہ ہاے وے در حضران سرایت می کرد، و ریقت می آورد، و
 ۔ مرید سید شاہ محمد دہلوی بود۔ و من حکایت سید رادر ذکر (شیخ) شاہی می آرد
 (می آرم)۔ در وقت اجتماع مریدان از سید بر شتند الا محمد عاشق و وے رالقب
 ۔ شق از آن باز افتاد۔ ویند وقت وے بر سر (بہ پسر) حام سنبھل میہ و محبت
 داشت، چون حام تغیر شد وے راتلق و اضطراب دست داد۔ و بدان حالت
 بختاری پیش شیخ علی بنی اسرائیل سنبھلی کہ از کاملین وقت بود، رفت، و ہمگی از
 خواں ۔ در ذکر شیخ نور محمد بیاید و ہمہ در دہل را بہ صوری ہاے بے دلانہ باز
 نت۔ شیخ راہن بسوخت و وے رادر حجرہ در نشاند و گفت۔ ساعت نیک بہاش

و خود بخلو تے رفت و متوجہ شد، حاکم از سنبھل برآمد و بود و میے رفت بنی طر آورد کہ
 من از شیخ علی رخصت نشدم آخر آن پسر را گشت تو برو رخصت از شیخ بیه و عذرے
 خواہ۔ چون پسر پیش شیخ علی آمد شیخ وے را بدان حجرہ اشارہ کرد کہ خطہ بنشین چون
 وے قدم حجرہ در نہاد۔ دار و بدر و موافق افتاد و رفت انچہ رفت۔ پس از آن شیخ
 محمد گفت تو محمد عاشق بودے۔ وفات شیخ محمد عاشق در ششم شوال است از سال نہ صد
 و ہشتاد و پنج (۹۸۵ھ ۱۵۷۹م) شیخ در تعریف وے گفتہ سورئہ

الکنہ بھو ہا سوکھ رسکنہ محمد سیکنہ بہو پوت نیم پیو کہ جوت جوت سمانہ

اعظم خان سنبھلی

بصحبّت بسیارے از مشائخ وقت رسیدہ و بجانب این راہ دیدہ۔ صاحب ذوق
 و شوق، راست گفتار، درست کردار۔ اعمال و افعل وے رشتہ بود۔ منان
 و اطوار وے مطبوع جہانیاں۔ وے منشور نہر و مقبول تبع وے تان خد بہ۔

بس نکتہ لطیف بہاید کہ تاکے مقبول تبع مردم صاحب نمہ تہ۔
 روزے من در ایام شباب بعرض شیخ فرید الدین ہشتاد و ہشتاد و ہشتاد و ہشتاد و ہشتاد
 بحسب وے پستادم کہ صوفی اندر رقص و سماع بہت وے شرف وے بہت وے
 شنود، قوالان دانستند کہ وے را ہمہ ذوق وے رفتہ آمد وے بہت وے بہت وے بہت وے
 وے از راہ راستی و سادگی گشت بقوالان کہ درین وقت خود را در عرفان بہت

لیکن براے شماع می کنم و بتکلیف (بتکلف) بسماع نیک در آمد۔ و قدے
چند بآنان رفت و رخصت گرفت و باز آمدہ بجایے خود ایستاد و مرا گفت چہ کنم اگر
من سماع نکردے قوالان شرمندہ شدندے۔ ازین ادایے خوش آئندہ وے من
خوشوقت گشتم۔ وفات وے در سال ہزار و بست داند (۱۰۲۰ھ ۱۶۱۱م) است۔
و قبر وے در سنجل۔ من درویشے را دیدم اندر دہلی با معنی و ہوش پر ذوق دراز پوش و
در محبت افغان پسرے گرفتار۔ آئندہ کہ وے در خدمتگاری و کارگزاری معشوق
کمر بستہ بود و معشوق را بمعیت صوری رسانیدہ کم کے را دیدہ و شنیدہ می شود۔
من بویے آتش بودم۔ روزے دیدم کہ وے را جمع کودکان در کوچہ برد گرفتہ اند و
وے بادیے مجذوبانہ رقصانست، رقص کنان و ہدیان گویان و کودکان سنگ
زنان۔ چون فرش شد شتم۔ بارے بر گوی کہ این چہ بود گفت چکنم کودکان مرا
دیوانہ خیال کردند من ہم خود را بطور شان سپردم چنانچہ دیدی۔ پس من شتم
بہر رنک کہ خوانی جامہ می پوش کہ من آن جودہ قد می شناسم

شیخ ابوالکارم سنجلی

مرے بود بصالح و سلامت و اعمال و استقامت۔ در اوایل وے خدمت
محتاج بہ داشت بدین و دیانت۔ و اندر آن کار راسخ و عاشق بود۔ آخرالمر دست
از آن باز داشتہ و شیعہ غریبت و عزلت اختیار نمود و باہل این طریق صحبت و رزید۔
ہموارہ بخد مت شیعہ فی خصال و شیخ عبدالکریم کہ از استادان من اند و ذکرشان گذشتہ

می رسید و "تفسیر حسینی" می نرزانید و بدین تفسیر آلتدر شغف داشت کہ هر وقت از خود جدا کردے۔ روزے عزیزے بوے گفت۔ گاہے بہ لب و میر ہم اشتغال نہائی۔ وے گفت می خواہم تا نفس اخیر این کتاب ہم بامن باشد و ختم (خاتمہ) باین باشد۔ آخر چنان شد کہ وے بدر از کی تم برفت از دنیا در سال ۶۳۱ ہجری قمری و اند (۱۰۴۰ھ ۱۶۳۱م) بعد فوت وے چون بند جامہ و آوردند جزوے چند زن تفسیر یافتند۔ وے از غایت اشتغال بآن کتاب بعضے عبارت پاری تن را عرب نمودے و ظریفان اندرین امر بوے مطالب کردند وے پر اے شان نداشت و ہم از بس کہ کلام مجید را با دالے مخرج و تجوید خواندے و عبارات عربی و میر را ہم بدان نمط بکہ بچوگا و با عبارت پاری را ب اختیار بدن وے مخرج خواندے۔ روزے این بیت خولجہ شیر از را مخرج خواندہ

والہ و شیدا ست و ام بچو ببل در نفس ساقی سحر عشق تیرا صومالت

من و جمیع کودکان ازین ادای (وے) خندہ بردہ و با جبار تشدیدے یں بیت خواندہ ایم۔ ہر گاہ از زبان ما باین ادا باشند وے بدند وے بعد ختم ہواے کہ وے ہم مطالبہ کردے و از جواب سخت سنان متبسم ہستے۔ پنا من وے ہمدان و بیرستان بسایہ چمنے استادن من وے و اما من را با صومالتے ایم۔ باران می بارید و وے بکار خود شغف ہوا و باین کتے سیر رفتی ہوا۔ آوازے از آن بر می آید۔ مرا ہم سخن شد کہ باین آواز پیدان قہر است

است کہ بر حصیری خورد (می چکد) و گشتم۔ آب از کجای چکد۔ چه من ضربت انگشت وے را نمی دیدم۔ وے ازین حرف بخند و در آمد و اندرین باب مثلے آورد کہ پیرے بودہ است در زیر چرے (چھترے) و باران می بارید و قطرہای چکید۔ پیر گفت آنقدر وحشت کہ مرا از چکیدن آبست از شیر نیست۔ پسرش این حرف می شنید پس از مدتے مدید، وے را این معاملہ پیش آمد چون قطرہ از چیز (چھتر) چکید زود برخاست و فریاد کنان بدر جست۔ پرسیدند۔ حال چیست؟ گفت پدر من شبے دہشت چکیدن آب را از دہشت شیر زیادہ تر گفته بود پس من درین وقت از چکیدن آب اینک برجستہ ام (من گشتم این جا مرا ہم مثلے بیاد آمدہ اگر بدنہری گویم۔ گشت بر گوی گشتم کہ می گویند، خرد کے از اہل قزوین زیر گلے قند ہی خورد ہر کنار طرف آب کہ در گور زمین دفن کردہ بودند۔ ناگاہ قند از دست وے جدا شد و در آن آب افتاد چون خورد کہ ناگاہ مرد علس صورت خود در آب بدید۔ قند را از آن صورت حلیدن گرفت چون متصویر حاصل شد مر یہ نہان پیش عم خود کہ مرد بزرگ و سپید ریش بود، آمد و عرض کرد کہ بیست و در میان آب قند من گرفتہ و من می ظہم نمی دہد آن مرد بکنار آن طرف آب آمد و ناگاہ مرد و علس صورت خود بدید، بغضب گفت۔ سے چه مرد اگر خرد کے پیش تو قند کے می خورد ترا چه من سب بود کہ باین سفید ریش از دست وے فرار رفتی شرمست نیامد کہ با خردان این سلوک می کنی۔ چون من ین مثل تمام مردم بہر دو است و من و خضران خرد و بزرگ بخند و وقت بہہ در آمدند و ابوالمکارم

ازین کارم اخلاق خود را انصاف بخشید و خوش گردید کہ جواب نیک بر محل آرد (وہ) و وہ را چار پسر بود۔ شیخ و مشائخ و ولی و اولیاء نام۔ و امروز ازین بابائے و نشانے نمائند و الحق و درین سراے فانی، باقی نہ شیخ ماند نہ مشائخ نہ ولی نہ اولیاء، ہو اللہ المافی و الکل فانی۔

شیخ مصطفیٰ بن شیخ ابراہیم سنہجلی

وہ را از ایام طفلی باز شوق این راہ بدل پیدا شد و در صبا نیک و فراست نیک بہ رسانند۔ چون چار دہ سالہ شد شغل طریقہ نقشبندیہ گرفت و آن چنان بود کہ غریبے طالب علمی عبد السلام نام، صاحب باطن بنیاد رسید و باوے اخلاص و محبت پیدا کردہ۔ روزے وے گشتہ کہ (ذکر) باطن را کہ قوری مرجم بنائی تا مشغول باشم گفت من اجازت این کار ندارم۔ ہرے تشنہم این معنی۔ میر صالح شدند کہ استاد علوم ظاہر ایشان بود۔ وے طالب بدین مہارت میر عرض کرد کہ اگر چراغے را از چراغے روشن سازند بیچ اجازت ہم در کار نیست۔ میر دریافت کہ (معاملہ) چیست (و) گشتہ۔ (و) شیخ محسنی (مذت بہرین)۔ مداومت نمودہ جمعیت بہم رسانند۔ پس از جدائی عبد السلام باقی سنین زیات در آن جائزول کرد۔ وے صحبت حاجی را از سر گرفت۔ روزے وے در وقت نماز بود۔ است۔ وے از راہ شوق و نیاز این بیت بر حاجی خوانند۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
کیا بد کہ کوشے نشے بہا کنند

حاجی گفتہ چہ خواندی باز بخوان۔ وے گرم تر از ان خواندہ تا حاجی خود۔ بترنم در آمدہ خواند۔ وے را از استماع آن رقتے و حالتے بدل در رفته و بسیار گریستہ بعد از آن پاپے حاجی در افتاد و گفت شیخا! ہمیشہ مرا با خود دار و از خود جدا مکن از

من از تو بیچ مرادے دگر نمی خواہم ہمین قدر بکنی کز خودم جدا کنی حاجی گفت این خود آسانست لیکن پدر و مادر تو (در فراق تو کہ ہمین ترا دارند دیگر ندارند) سر اسیمہ و بیاک خوابند شد۔ تو دل را قوی دار و امید دار کہ آخر ای مر تر بفقر حقیقی نصیب ست۔ وے گشتہ است کہ یکے ہی حاجی عرض کرد کہ تو دانای عالم اساری، می خواہم کہ تماشاے غیبہ مرا بنمائی۔ حاجی گفت چہ می خواہی از این شہید و بابا باطل وے بجد تر شد۔ چون کہ (وے) متبول خاطر حاجی بود شبے وے را بر کنار خوش فید باد برد و عمل بکار آورد۔ در محضر زنان صاحب جمال با لباس زمین (و) فخر بارہ شای با پیدا شدند و بنغمہ سرائی و رقصی در آمدند و تا دیرے با نغمہ و رقص و خوشوقت ساختند و از نظر غائب شدند۔ وہم وے گفتہ کہ حاجی گشتہ۔ در خانہ پدر خود تا چند پسر بود و ایم و ہمہ قائل بود و الا من و من خرد تر بودم وے سر ز خانہ رنند۔ روزے من با خود شکر قدم خود در راه خدای اندازم کہ جز خریداریون منہ نماند و بدین رو در افتاد و صحبت درویشان و خدمت ایشان را زمرہ فقرات بسی نہ بر منی پس مرا متبول فرمود۔ وہم وے گشتہ کہ چون حاجی ز فدیہ آبا و نانی شد مدتے برآمد۔ روزے من در جدای حاجی اند و ہناک

شده می گریستم و با خود می گفتم آیا وے زنده خواهد بود یا نه۔ درین اثناء دیدم کہ در ہر ہمہ طاق مقصورہ زینہ ہائے مسجد کہ آنجا من نشستہ بودم صورت حاجیت عیان و ظاہر و صورت رفیقے نور اللہ نام کہ وے ہم با حاجی صحبت داشتہ بود و بہرہ اندوختہ بعینہ بصورت حاجیت نشستہ متحیر شدم و وے راتک در بغل کشیدم و چون نظر بر درختان انداختم از ہر شاخے و شگوفے صورت حاجی برآمدہ۔ از آن باز طلب من قوت گرفت۔ شبے وے و من یکجا ہم خواب بودیم۔ نصف شب وے با رے شوق نعرہ زنان بر نشست، پرسیدم حال چیست؟ وے سخن درست گفتن نمی توانست کہ نفس اندر گلویش گرہ می بست آخر گفت کہ ہمین زمانے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم را خواب دیدم کہ من در حضور آنحضرت بادب ایستادہ بخرو نیاز بجای آرام و از غایت رقت و سوز و گداز خود را محو و مضحک می نمایم (یا ہم) و حضرت عمر رضی اللہ عنہ در حضور ایستادہ عرض می کنند کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصطفی اضطراب بسیار دارد۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسلی من فرمودہ اند و این واقعہ اندر محدثہ بخاری لاہور دست دادہ (است)۔ پس از آن (من بآپد بخود بطرف) بہیرہ خوشاب رستم و وے بہ قصبہ پہلوندی کہ در ناحیت لاہور است رفت و در ان جا، سید حسن (عارف) نام فقیہے وارستہ و آزاد و صاحب معنی مرید سعد اللہ و وے مرید شیخ عبد الجلیل مکنوی است و در کوٹ قبولہ سکونت دارد۔ رسیدہ بود۔ گویند شیخ عبد الجلیل از فقراے اہل تجرید و تنزید و صاحب احوال عظیمہ و کیفیات عالیہ بود چنانچہ رسائل متہات و مقرر رات

و مکتوبات وے شاہد احوال ویند و مریدان و راستہ و مجرد داشت از آن جملہ (سعد اللہ بہ) سید حسن (عازف) بقبر وے می باشند۔ و غریب احوال شیخ در ہندستان مشہور است۔ وفات وے در سال ہزار داند (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲م) است و قبر وے در لکھنؤ۔ روزے مصطفیٰ پیش آن سید عارف رفت۔ سید حالت طلب صادق وے را دریافت و پرسید، چہ حال داری؟ گفت امید وارم۔ گفت قباحتی کہ بہت ہمین است وے گوید این سخن گویا آتشے بود کہ در پنبہ افتاد و پنبہ ہستی مرا پاک بسوخت۔ وے لشکری بود بجز و شنیدن این حرف از اسب و متاع خود دل برداشت و دست از ہمہ بر افشانند و از آن جا با سید ہمراہ شد و راہ را پیش گرفت و ترک و تجرید تمام نصیب او شد و در روز اول ترک این بندی (پنجابی) از زبان وے سر زدہ

چکیاں چکیاں کدیان اور کیلن کریاں جب گل انکی ستیہ کی بے سریاں
 در ”نجات الانس“ است کہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ بعد از تحصیل علوم دینی و تکمیل آن شبے در جامع مسجد دہلی بسر برد۔ چون وقت سحر مؤذن بمنارہ برآمد این آیت بر خواند۔ ”الہ یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذكر اللہ“ چون آن را شنید حال بروے متغیہ شد و از ہر جانبے بروے انوار ظاہر شدن گرفت، چون بامداد شد۔ بزاوہ واحد رو بہ دریافت ملازمت و خدمت شیخ فرید الدین گنج شمر در قصبہ اجود حسن رسید بعد بیعت در چلہ نشست و بہ مرتبہ کمال رسید۔ خدمت شیخ وے را اجازت تکمیل دیگران دادہ بدہلی مراجعت فرمود آنجا بہ تعلیم طلباء علم و

در زندہ دین مسعودین طریق نوشتہ است ”جب گل ان کی ستیہ کی بے سریاں“

بیت اہل ادارت اشتغال نمود و میر حسن و میر خسرو دہلی ہر دو مریدان وے اند۔
 شیخ فرید الدین خرقہ از قطب الدین بختیار کاکی وارد و وے از خواجه معین الدین
 سن بجزی۔ انجی۔ شیخ مصطفیٰ گفتہ کہ روزے من در ناحیت ملتان بصرہ ارگستان
 ہا، سرو پا برہنہ ہی رستم ہوا بغایت گرم بود و آفتاب تابان۔ بنا گاہ ہاتف از طرف
 آسمان مرا این آواز داد کہ ”جَعَلْتُ الذَّمَّوعَ دَمًا بِطَرِيقِ الرَّقِيبِ“۔ چون
 ایں سید شدم اندر قیلولہ (بود) فی الفور فوطہ از کمر خود بہ شاد و بمن داد کہ بر سر بند،
 بر برہنہ مباش بر سر بستم و دانستم کہ آن آواز ہاتف بروے کشف شدہ۔ و ہم روے
 گفتہ کہ ہمد رآن سفر تجرید وقتے چشم من بدر آمد در صحراے کہ بیم سبب بود شب تبا
 لرزہ بخواب شدم بنا گاہ روشنی از طرف ظاہر شد و بزرگے نورانی پیش آمد و
 ربالین من بنشست و گفت مصطفیٰ بر خیز، برخاستم و حلوائے گرم تر و لطیف پیش من
 ہا دو مرا سیر خوراند و از نظر غائب گشت۔ پس از آن ہمہ تے من وے را در ہور
 یدم بحال تجرید و انقطاع تام، پرسیدم حال چیست؟ گفت خودی رفت و خدا
 آمد۔ روزے محمد صالح بن محمود بادل طفاے وے۔ وے را بزور بختہ خواب و
 نسل داد و پارچہ نفیس پوشانید۔ وے در بازارے رفتہ و چیتا دو جامہ را بختیرے
 داد و دستار از سر فرود آورد و سر کنارہ پارہ کردہ بدست خردک داد، گشت قاتل
 عرف برو و من این طرف می دوم۔ چون دو پارہ شد، باز چار پارہ کرد و ہزار
 دیدند و دستار را در چند بار پارہ پارہ گردانیدند۔ پس از آن وے بدیش آمد پیش شیخ
 من و خاموش بر نشست شیخ من اوزا وے را شناخت چون بشناخت امریتہ

آزادگی و بے تعلقی وے را خوش کرد و چند گاہ با خود داشت و صحبت نیک بمیان آمد
چون من در لایبور بجد بوے گشتہ بودم کہ بفریدا آباد پیش مادر خود خواہی رفت کہ در
فراق تو گویند بہداشت رسیدہ است گشتہ نمی روم چہ از مشاہدہ این حال مر
عزیزان من شورے و غوغاے خوابند برانگیخت (اوین) مرا خوش نمی آید گشتہ
تجروان ح من مہر و زدا بہتہ برو گشتہ آرے۔ از دہلی بہ فریدا آباد رفت و بریکان
ار پیش مادر بہ نشست مادر وے موافق مشرب وے سوک می نمود و بہ صبح جام
باے نیس شتی و تبہند و چرخہ در وے می پوشید (پوشانیدے) وے تاشا متن ہمہ
بستہ امی کشید۔ پاروہ گشتہ بستر ادا وے وے بے سخن نہ در مشرف قنہ رانہ با بل
این کار زندگی کرد۔ چندے ز صحبت وے فتنے یافتند۔ از آن جملہ عباد ار حتم
سنت است امروز وارستہ و آزاد وے بپیران خود سوک مریدی می کرد۔ پس
ساہب سید عارف بوے رسید و گشتہ کار تو تمام شدہ است۔ پس بہ آنکہ در
مادرت می خواہد بعمہل آور۔ وے بروے رضاے مادر از عبا پوشی بتبا پوشی در آمد و کہ
خدا شدہ و فرزندان بہم رسانید۔ یکے از آن شیخ مرتضی است وے باز لشکر می شری
پیش رفتن خانہ وے وے و من در آن وقت ہمہ بسیر با ہم بودہ ایم ہمہ افتنی
مہفتنی چنانکہ باید و شاید۔ وے از ماجراے احوال خود حایات غریبہ آوردے
گشتہ کہ من در یام جوانی بہت زنی با کردہ بتا۔ یوم و احوال عجیبہ مشاہدہ می
نمودم۔ روز وں۔ آن پری بنظر در آمد ب اختیار از اسپ فرود آمد و درو

خوانان سر بسجده نہاد و روز بروز محبت قلبہ کردن گرفت۔ تاکہ صبر و آرام از دست
 یفتد۔ ازین نہاد باز خواستم کہ بمنزل معشوق شوم۔ در اثنای رفتن راہ گم کردم
 بیستادم ناگاہ دیدم کہ مرد خوش قد بلباس فاخر و پیش من حاضر شد و مرا گفستہ راہ گم
 کردہ؟ گفتم۔ آری۔ گفت از پنے ماہیا۔ بشدم۔ چون گامے چند رفتم گشت راہ
 نیست، برو، و وے از نظر من غائب شد من در وثاق معشوق پستادم میانجی کہ بود
 معشوق را خبر کرد و خلوتے در آدم و تاسخ گاہ، بتگاہ آن ماہ بطور معبود منظور بودم۔
 وہم وے گفستہ کہ روزگارے در جدای آن پری شش ماہ شبانہ روز خوابم نہ دے پس
 از آن شبے بہ لمحہ چشم بر بست و آن ماہ در خواب آمد و نہ از کنان با من گشت کہ ز آن
 روزے کہ تو جدا شد و من نہ تیل ماہید و ام نہ پارچہ پوشید و نہ پان خورد۔ چون
 بیدار شدم (بہمان خیال کہ) بہمان خیال را بنف خان کہ عزیز زیبای و فخری
 وے در احوال سید فیروز گذشتہ بر خیال بندگی گشت۔ خیال

تو نہ آوے ہماری نگری جسے تو چکرا
 جاوے تیل نہ علیہ غیور نہ باتوں بکری
 وہم وے گفستہ کہ گاہ باز استیاءے عشق خود را جیندہ آن معشوقہ می یافتہ۔ وں وں
 وں خود و تن او راتن خود و کس را در پہلوے خود نشستن نمی دادم۔ کراہی،
 می نشست غیرت بہم می رسد و ازین حال مصاحبان متحیر می شدند و ندرتہ بہم
 کس را شریک نمی کردم و کس علی بد او این نہانت کہ "الایلی و لیلی انا" من
 کیہ؟ لیلی و لیلی کیست؟ من باد و زو جیم آمدہ در یک بدن۔" موان عبد الغفور
 لاری در "تکملہ حاشیہ فحاشات الالس" نوشتہ کہ مودی جانی می فرمودند کہ در او

حال چون تعلق خاطر بعضی از صور کونیہ می بود، آرام بنفس محبت و حرارت محبت شد۔ چنانچہ خاطر از صورت خیال متعلق خالی می بود و بتامل نیز احضار صورت و میسر نبود و درین حال با مجنون عامری موافق بوده اند کہ شغنی حکم (عنک) فرمودند کہ روزے در اثناے وضو ساختن چون نوبت بدست شستن رسید دست راست آنکہ تعلق خاطر بدو بود، یافتم۔ چون این معنی مشہور گشت در خاطر گشت انچہ آنحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ ”ہذہ ید اللہ“ و اشار بدست مبارک خود کردہ اند، در مثل آن جا بودہ باشد۔ انتی۔ وقتے شیخ مصطفیٰ فرید آباد و مراد دہلی در یک روز این خیال بندی در رفتہ در پردہ ایمن۔ خیال منہ پر کیمور سنا بنی نین لال جو چیت جدے للنا بل رگا ہے دیکھت ہے منہ نابی بہت سیان روپ منہ خیمک موئے ربی تم ہو بیان من دانی منہ چون دے در بہان ایام از فرید آباد بدہلی آمد، آن خیال گویان، من خوشوقت ش و متحیر چہ طب اتقاق افتادہ چنانچہ گذشتہ و آن ایام ابتداءے مشغول شدن من بود از پیش شیخ خود مرابا معشقی نسبت خاص و صحبت ہائے خوش بمان بود و ہم دے اقرباے منست یعنی خسر پورہ من۔ روزے دے رادر صحن مسجد فرید آباد دیدم بطرف آبدار خانہ نمی رود و بعد ساعت من یکجا شدیم پرسیدیم حالیکہ تو بطرف آبدار خانہ می شدی بجای رفتی؟ گشت من امروز اصلاً بمسجد در نیامدہ ام۔ (چنین من شیخ خود را روزے در آجاہ دیدہ ام و آن حکایت در خاتمہ خواہد آمد) و

چنین من پیش ازان بجوانے صاحب جمال سرے داشتم شور انگریز، ولہ آمیز۔
 روزے بشوق دیدار وے از خانہ برآمدم، دیدم کہ دروہستان خود نشسته است۔
 بخاطر آمد کہ سخن گفتن باوے درین جامیتر نمی شاید، پیشترک سر راہ او رفتہ بنشینم
 تاوے بیاید و وے را بخاطر (آنجا) گذاشتم و فراترک شدم دیدم کہ وے پیش
 پیش ہی رود و تیزترک رفتم و دو چار شدم و متحیر در ایستادم وے ہم ایت دوازمانچ
 کس نمی توانست گفت

تو و تمکین، من و حیرت، نہ ایماے، نہ تقریرے

بدان ماند کہ ہم یز مست تصویرے بتصویرے

وقتے در آوان جوانی من شیفتہ پری روی بودہ ایم۔ از آن قسم عجیب بسیار مشاہدہ
 می افتاد و آن حکایت بس درازست درین چانچ نش ندارد یکبارے از آن پری
 مفارقتے روے داد حالت من خراب شد، تا چند روز بیخ نخوردم نزدیک بود کہ روت
 من از بدن من مفارقت کند

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر کنعان گشت فراق یار نہ آن می کند نہ توان (گشت)

شاہ علی نام دوستے پسندیدہ کردار صاحب شوق مرید شیخ عبد اللہ بیہ از مشاہدہ
 حال من مہرورزیدے و در دہلی بود (دروطن خود روزانہ تا کستر بر بدن ما سیدہ چہرہ
 آہن قلندر ان در پوشید و بردر آن پری کہ ہم در دہلی بود) بدر پوزہ شد و چیزے از
 دست وے فرا پیش آوردے و دردے کہ من می باشدم از آن عطیہ قالب رفات

بخشیدے و قلب را روح۔ روزے و راوایل شیخ مصطفیٰ و جمع دوستان و من بقدر مگاہ
حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شدیم و وے از غایت شوق در اثنائے راہ رفتن
سجدہا کرو و بطرفہ حالے در ان مقام عالی رفت۔ آن جا وے رارقتے روے نمود و
سخت گریستن گرفت و تاویرے ”یا رسول اللہ، یا رسول اللہ“ از شوق ہی گفت
چنانکہ بخاطر آن تا شیرے نیک آورد تا شبانگاہ مستانہ بخانہ باز آمد۔ وے احیاناً
اشعار ذری و بندی گفتے۔ در سنجمل این مطلع است و بمیان آمد کہ

تا دست و تیغ آن بت مغرور شد بلند صد گردن نظارگی از دور شد بلند
(وے) گفتے

شد پیش گاہ موکب عشاق را علم آن چوب خشک رایت منصور شد بلند
زابد لباس غرہ میر شملہ ات مدام بر روے پشت چون دامن نور شد بلند
و ہم وے (کنڈیہ) گفتے بود از ان میان مصراع اولش مرایا و نماوند و دیگر بیچ جا
پیدا شد، پس پنج مصرعہ دیگر من شتم و این معاملہ بعد از وقت وے بودہ و آن
نہست کنڈیہ

مورا چیت تہاں محو جہانہ آؤں ناں تہاں نہاں تو ہیں، نہ تہاں ثمر نہ جوں
نا تہاں ثمر نہ جوں نا تہاں تمہیں بؤنس تا تہاں سدا نہ بدہ ناں تہاں سوجہ سوہن
آپ آپ س است محبتہاں بست نہ ران بات کہی نہ جات ہے ایسے اب مومن
باخبر از زمانے رستم خان بحکم بادشاہ صاحب قران ثانی بر سر کفار دار الحرب در
دامن و دماہن شہر شیدہ بودہ است و کارزار عظیم در پیش آمدہ۔ روزے وے

قرض مردے کہ بر ذمہ خود داشته است ادا کرده و دیوان حافظ بدست گرفت و گشت اندرین جنگ چہ خوابد پیش آمدن و بر کشد۔ اتفاقاً این برآمد

طہارت ار نہ بخون جگر کند عاشق بقول منشی عشقش درست نیست نماز
بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ بسا کہ بر رخ دولت کنی کرشمہ نماز
از بر آمدن این فال وے گفت رنگ خون بنظر درمی آید۔ من شتم۔ (ایثار)
قطرہاے دیدہ ہم لازمہ آنست۔ و شب گشت مرا کہ گاہ نشتہ بوا کہ پیہر در
امشب خود با ہم بخواب رویم و با ہم بخواب رفیم و وے ہمیشہ مرتبہ شہادت روز
خدای خواست تا ضحای آن (شب) تیر تنگ در پیشانی او رسید۔ حرف "هسو"
بہ گفت و بہ مرتبہ اعلاے شہادت مشرف گشت و در بست و نیمہ ذی الحجہ از سال ۱۰۲۸
چہل و ہشت (۱۰۲۸ھ / ۲۶ مارچ ۱۶۳۹م) روز دوم۔ من بر حاکم وے فاس۔
کشادہ، این شعر برآمد

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا بر منتہاے بہت خود را مان شدم
اے گلبن جوان بر دولت بخور کہ من در سایہ تو ہمیں باغ جنان شدم
در شاہراہ دولت سرمد ز بخت نیک با جامے بجا میں ہوسنان شدم
از آن زمان کہ فتنہ چشمت بمن رسید ایمن ز فتنہ بازی آخر زمان شدم
ان روز بر دلم در دولت کشادہ شد کز ساکنان درانہ چہ معنی شدم
دو شم نوید داد عنایت کہ حافظا باز آ کہ من بعنوان بہت عثمان شدم
من در تاریخ سال وصال (و حال) وے مطابق (و قعہ) ین قلعہ شتم

قطعه

مصطفیٰ صاحبِ صفا و وفا اہل تسلیم بود مادر زاد
 در جوانی ز لطف ایزد پاک درے از فقر بر دلش بکشاد
 عاقبت خورد ز خم اندر دین حرف ہو گفت و بارضا جان داد
 بود وارستہ در طریقہ عشق رحمت حق بروج پاکش باد
 سال تاریخ او خود گفته مصطفیٰ رفت زین جہان آزاد

ومن بعد از رفتن او شبے بخوابش دیدم در باغی کہ بسر سبزی و سیرابی بے نظیر است،
 چمن چمن می گرد و در سالہ ہائے ابن عربی کہ با خود می داشت و از مطالعہ مطہی
 وافر می انگاشت بدست دارد و گاہ از آن می خواند و درختان آن باغ از رخ تابشاخ
 تمامی بسزہ باریک ہموار اتصال دارند و تاوے زیر درختے کلان و لکشے رفتہ
 و در ایستادہ۔ پرسیدم این چہ طور درختے است۔ گفت محض قدرت خداوندیست
 و خنان دیر ازین راہ گشتہ لیکن خوب بیاد نماندہ است و بر من لطفے و عنایتے خاص
 دارد و ہر در آن خواب و ہم در بیداری معصوم چنین شد کہ آن باغ، باغ بہشت
 است و آن درخت، درخت تنوبی۔ محمد صادق فرید آبادی سنہی کہ ذکر وے در
 میدان شش من گذشتہ، خواب زادہ و لیست، گوید کہ بعد از وفات طفاے خود وے
 را خواب دید مگویا وے ازین جہن رفتہ است و نعش وے را فقرادر ویشان
 و جماعہ شہر سنا میشان بادب تمام بردہ اندومی خوابند کہ مدفون سازند من در گور در

آمد و وے را فرود آورد۔ درین اثناء دیدم کہ روشنی از عالم غیب بسیار ظاہر شدہ است و گور ہم وسعت پیدا کردہ و دل وے ذکر اللہ اللہ آنقدر می گوید کہ آواز بگوش حاضران ہم می رسد و ہمکنان از وے تعجب صلوٰۃ بلندی خوانند۔ و شیخ من وے را بسیار دوست می داشت و می گفت۔ وے کہے است کہ از وے شکایت (حکایت) باز توان کرد۔ و ہم شیخ من در تعزیت وے مرا این نوشتہ کہ

بعد از وصال پیشواے اہل تجرید و تفرید، مستغرق رحمت الہی شیخ
مصطفیٰ قدس نفسہ چون کتابتہ نہ نوشتہ شدہ اولاً این تقریب
(تعزیت) مصیبت دل گداز بشتی (بشما)، و ہم بمعیت ان می
رساند۔ چون بہ تفصیل مقدمات تعزیت عادت اہل عرف گشتہ
موجب کتبہ بان جماعت است کہ از حقیقت حال اطباء
ندارند، می خوابند کہ در غم شادی بنگارہ سخن گرم دارند زمین قدر است
نمود۔ از خوابہاے آن مرحوم چہ فرسودہ حق کہ این شستگی و تجرید
این ستودہ اخلاقی درین جزو زمان کم کے (را) بہم می رسد
سعادت بالائے سعادت شہادت ہمقرین چندان اوصاف کاملہ
دیگر گشت۔ بلے بر موجب مقتضای حدیث قدسی الہی کہ "مس
أخستہ قنلتہ (ومن قنلتہ) فانا دیتہ" از کسا قل علیہ
السلام۔ دور نیست بحد متیقن است کہ در آن وقت بتسل
خواص کہ فناے حقیقی است نیز مشرف ساختہ باشند۔ انجی۔

الطاف و عنایات بسیار بر من فرمودے۔ وے ہمتے داشت، روز یکہ گداے یا
 سائے را از وے چیزے نرسیدے تنگدل گردیدے۔ وے پدر شیخ مصطفیٰ
 است۔ روز یکہ مصطفیٰ شہید گشت در دامن کوہ کماؤں۔ وے در سنجبل بود، بہد ران
 وقت وے را بنا گاہ اندوہے جانکاہ پیدا آمد و قبض سخت روے داد۔ درین اندیشہ
 فرورفت کہ آیا خبر مصطفیٰ چہ خواہد رسید۔ جہان روشن در چشم وے تاریک نمودن
 گرفت، برخاست و نجاتہ یکے از دوستان رفت و متکبر بر نشست۔ درین اثنا یکے
 را دید کہ بوے می آید بیقین دانست کہ خبر فوت مصطفیٰ می آرد و ہم چنین بود و لغش ہم
 بردیروے رسید۔ وے را مستانہ وار کشان کشان بخانہ وے بردند۔ وے گوید کہ
 من پیچ خبر ندارم کہ این چہ واقعہ است و لغش مصطفیٰ را چہ طور آوردند و چہ طور بردند
 و بخاک سپردند تا کہ بخانہ باز آدم۔ آن زمان یکہ (یگی) خوردم و دانستم کہ حال
 چیست؟ وے مصطفیٰ را بخواب خود (محبوب خود) آفستے و اندرین راہ بہ از خود
 گفتے و از خوبی ہاے وے حکایت کردے۔ چون وے تضرع شد، اندکے بہ خود
 گردید۔ حاضران مضطرب گشتند تا وے چشم و آردہ بسوے آسمان داشتہ گشت آہ
 جان باید اینک حاضر است چندین خرخشہ چیست؟ دانستند کہ صحبت (صحبت
 ہوش) دارد۔ درین اثناء نارنگی بدست گرفت و اندکے ازان بخورد و بدختر خود کہ
 اہل من است، گفتن گرفت کہ با خدا راضی باید بود و اندر یاد او سگناہ باید گذرانید
 و گفت مرا بردار کہ در سینہ من درد آمد۔ چون بر نشاند بہ بشاشت و شوق بر رفت در

بست و سوم شعبان از سال ہزار و پانچاھ (۱۰۵۰ھ / ۲۸ نومبر ۱۶۴۰م) وقبر وے و اہل وے و مصطفیٰ ہر سہ در پائین قبر شیخ فخر الدین است۔ چون برفت در شب اول زمان قبیلہ وے یا خود گفتن گرفتند کہ اگر امروز مصطفیٰ ہم حاضر شدہ بود پایہ غش (گرفتہ و آنچہ) شا از ماجرای من دیدید من از ان ہمہ احوال واقف و آگاہ ام و شا ہیچ غم ننید و نظر بر خدا دارید۔ و اہل من بتوسط من مرید شیخ من است و مشغول بذکر باطن در طریقہ نقشبندیہ و واقعہ با و خوابہاے وے اکثر موافق می افتد بلکہ ہمہ راست۔ چنانچہ من بار با تجدید (تجربہ) کردہ ام یکبار شیخ من از دہلی باہور رفت و آنجامدات بماند۔ من ہم از سنجہل قصد کردم رفتن لاہور و تہیہ اسباب۔ فرمود کہ شب اہل من بخواب دید کہ شیخ من از لاہور بطرف دہلی روانہ شدہ و سہ منزل رسیدہ از شنیدن این خواب توقف نمودم کہ یقین تام شدہ بود۔ اتفاق بعد از چند روز خبر آمد کہ شیخ من در فغان تارخ بدہی رسیدہ است حساب نمودم کہ شیخ من در آن شب خواب از لاہور سہ منزل برآمدہ بود۔

شیخ نور محمد کشمیری

وے شہزاد خانہ است صاحب باوق و محبت و تجرید و تفرید۔ وے خواب زادہ شیخ برانیم است با شیخ مصطفیٰ بن شیخ ابراہیم۔ راجستہ خاص بودہ۔ وے در سال ۱۰۳۰ھ (۱۶۲۱م) بر قدم تجرید سہ کنان بفرید آباد دہلی رسیدہ بود من

وے را آن جاویدہ ام و مدّے با ہم بسر بُردہ۔ بے تعلقی و بے تعینی سخت نیک
داشت۔ مصطفیٰ پیش وے ”دیوان حافظ“ می گذراند۔ من سامع بودم۔ طرفہ معانی
حقایق و اسرار و دقایق از زبان وے سر بر می زد۔ در صحبت وے تاثیرے بود نیک
ظاہر۔ شبے وے مصطفیٰ و دیگرے را گفت تا این خیال باو از خوش گفتن رفت خیال
آو بجن لاگ کرین، دو کہہ دور کرین بر من جوی کہری آنسوں بہائی
سوی کیون کیجئے اچھو ار کجھو لیلی پیاری ہون تو و تو ن موہ بہرین
از استماع آن مرا بنا گاہ کیفیتے روئیداد۔ چنانکہ بخود افتادم تا دیرے وے مرا
در گرفتہ بود چون بخود آدم مصطفیٰ گفت مرا این حال تو از تاثیر صحبت ویت۔
مبارکت باد و وے مرا لطف فرمودے و با خود بسیر خوش و ناحیت فرید آباد بردے
و صحبت خوش و خلوت دلکش بمیان گذشتے۔ وے بان آزادی و وارستگی، طریقت
معاملت را نیک ورزیدے۔ روزے وے حکایت گفت۔ کہ من در بر بان پر
استادے داشتم صاحب فنون غریبہ۔ در دبیرستان وے ہمہ تلذذ صاحب کس
بودند (فہیم بودہ اند) استاد رے بر بست کہ ہر روز شاگردے ضیافت است،
شاگردان کردے۔ روزے استاد گفت۔ امروز ضیافت بر من است ہمہ
شاگردان را بصر ابرو و عملے بکار آورد و سہ چوب بدست گرفتہ در پچہ بست
گفت یکان یکان ازین در پچہ در گذرد و ہر کس از آن می گذشت خود را در میان
بانغی یافت و آنجا قصرے بود ہارونق و نزہت ماہہ دران فقیم، دیدیم

کہ صدر مجلس آن استاد است و امر دان با حسن و لطافت ایسا وہ حاضر خدمت اند
 و طعام اقسام حاضر کردند ہمہ سیر خوردیم۔ آخر روز استاد چنانکہ درون آورده بود
 بیرون برو۔ ما با ہم (ہمہ) در شگفت شدیم و از استاد پرسیدم حسبہ لیدہ برگوی کہ این
 چیست؟ گفت یکے از شعبہ ہاے عالم غیب است۔ در ”رشحات“ می آرد کہ بعضے
 عدوس ثقات از خدمت مولانا زادہ فرقتی کہ مرید خدمت مولانا نظام الدین علیہ
 رحمۃ بود و بعد از وفات مولانا ملازمت خواجہ احرار قدس سرہ بسیر کردہ است، نقل
 کرد کہ وہ فرمودہ است کہ روزے در ملازمت حضرت ایشان از دہے بدہے می
 رستم۔ اتنی فی فصل زمستان بود و غایت کوتاہی روز در راہ نماز عصر گذاردیم و روز
 بغایت بیگاہ شدہ بود و آفتاب روی بہ غروب نہادہ تا منزل بنوز دو شرعی راہ ماندہ بود
 و در آن صحرائی پناہے و آرامگاہے نبود بنی طر گزرا نیدم کہ روز بغایت بیگاہست و
 رہ خوف و ہوانہ دو مسافت بسیار، در پیش، حال من (چہ) خواہد بود۔ حضرت
 ایشان تندمی راندند چون این (خطہ) تکرار یافت و غلبہ کرد، روی باز پس کردہ
 فرمودند۔ متسید و تر و بدنی ص راہ ندید و زود برانید، تواند بود کہ بنوز آفتاب تمام
 غروب نکرد و باشد و مقصد رستم۔ این فرمود و تا ز پانہ براسپ زدند و تند تر راندند
 نیز در سبب حسرت ایشان تندمی راندیم و بہ زمان از جرم خورشید می نگریم،
 می دیدم کہ ہم چنان بر کنار افق ایستادہ و بیچگونہ غروبے و اُفولے ندارد آن چنان
 کہ غروب را بر افق شیش زدہ کردہ اند تا وقتی کہ بدیوار بارہ ہاے آن دہ

رسیدیم درین وقت (بیکبار آفتاب چنان غائب شد کہ هیچ اثر آرزو از حرمت و بیاض شفق کہ بعد از غروب می باشد باقی نماند و عالم بیک بار تاریک شد بمشابه کہ رویت) الوان و اشکال (ممکن نبود) حیرت و ہیبت بر من غالب شد و یقین دانستم کہ آن تصرّفی بود کہ حضرت ایشان نمودند۔ آخر بے طاقت شدم اسپ برانستم و نزدیک حضرت ایشان راندم و گفتم خواجم حسبہ لہد بفرمایند کہ این چه سر بود کہ مشاہدہ نمودم۔ فرمودند کہ این یکے از شعبہ ہائے طریقت است۔ انتہی۔ شیخ من در حاشیہ آن نوشتہ کہ نفس انسانی از کمال قوت بجائے می رسد کہ بر نفس فلکی سلطنت می یابد چنانچہ از ردّ شمس کہ از حضرت سلیمان علیہ السلام و حضرت امیر رضی اللہ عنہ واقع شدہ مفہوم می گردد آنکہ حضرت ایشان فرمودند کہ این یکے از شعبہ ہائے طریقت است، یا بجمہ آئندہ بر نظر مطلب اصلی این قسم تصرفات در نظر ہمت شعبہ می نماید، یا آنست کہ نظر کفایت شعبہ بودہ است باین معنی کہ در نظر بعضی چنین نمودہ لیکن درین صورت بعضی دقائق و اسرار است کہ اظہار بآن درین وقت مینر نیست۔ انتہی۔ ضیفہ (نور محمد) اشعار بسیار وارد و پیش من خواندے از ن جملہ انچہ مرا بیاد ماندہ این چند بیت است

اے مسیحا گذری بر سر بیمارے چند	نظر لطف، خدارا، بخود آزارے چند
نکتہ عشق نہ آنست کہ آید بشرح	عقل بیہودہ سیہ ساختہ طوہارے چند
زہد زاہد پئے جنت چو بدیدم گفتم	مور پزان شدہ اندر ظب مارے چند

بیا فراط کشید و مدّتها بفراغ دل عشق ورزید۔ وقتے آن جوان بیمار افتاد و امید
زیستش نہاند۔ روزے خلیفہ بر بالین وے آمد و ساعتے مراقب بنشت آخر
گفت ہاں! اے جوان تو بر خیز کہ من می روم۔ درین اثناء بیمار ہشیار برخاست و بہ
شد و خلیفہ بر بستر افتاد و برفت از دنیا بمر چہل داند در سال ہزار و چہل
داند (۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰م)۔ نیرگویند کہ خلیفہ را پس از وقت شخصے پنجم سر دیدہ
است کہ بجائے خویش ایستادہ، این معنی را، زود برآمدہ بدیگر گفتہ چون بردو با ہم
رفتہ اند، ندیدہ اند۔ در ”رشتات“ است کہ از خواجہ احرار قدس سرہ کیفیت فوت
مولانا قاسم کہ یکے از یاران ایشان بودہ است، پرسیدند۔ فرمودند کہ روزے وے
در بیماری ما پیش ما آمد و گفت من خود را فدائے شامی کنم، نفتم ”قاسم تو مردے
فقیرے و متعلقان بسیار داری، این چنین مکن“ گفت من بشما درین مشورت
کردن نیامدہ ام و این کار کردہ ام و حق سبحانہ قبول فرمودہ است۔ ہر چند کہ مباحثہ
کردہ شد وے در مقابلہ جز این سخن نگفت و برین رفت۔ آن بودہ است کہ
روزے دیگر مرض حضرت ایشان بمولانا قاسم منتقل شدہ و از عالم رفتہ و ایشان
چنان صحیح بودہ اند کہ بطیب حجت نیتاد۔ اتنی۔

شیخ نور محمد سنبھلی

از فرزندان شیخ علی است و از مریدان شیخ تاج الدین سنبھلی۔ وے مستقیم ایں
است اندر صلاح و سلامت و مشغول با اعمال و استقامت۔ وقتے کہ وے

بہ لعلی پیش شیخ فاضل آمدے۔ (من آن جاوے را بدیدے وے آن جا)
 ورامی کارے کہ داشتے پنج سو، پیر دانختے و بہمان درساختے۔ وفات وے در سال
 ہزار و سی و یکست (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱م) گویند وے در اوقات مشغولی آن چنان
 مستغرق شدے کہ شعور وے باین طرف و آن طرف اصلاً نبودے چنانکہ روزے
 در حجرہ خویش بود مشغول نشستے۔ مارے از سوراخے برآمد و پائے وے را گزید
 وے از آن حال مطلق نہرآمد و در آخر این قدر گفت کہ تاثیر زہر مار در بدن من مثل
 موجہای گرد و غبار تیرہ چندے مخلوط می شست و بس۔ نقلست کہ یکے از بزرگان
 سلف مستغرق بحر اہی پیوستہ اندر زاویہ خویش بسر بردے و کار ہائے کہ ضروری نبود
 پیر دانختے۔ روزے عزیزے بدیدن وے برفت و در حجرہ وے نشست و این
 طرف و آن طرف نگاہ کرد، دید کہ چوبے از سقف آن حجرہ شکستہ است گفت، شیخا
 چونست کہ این چوب شکستہ را کہ در زیر آن می باشی، درست نمی سازی۔ گفت کی
 سال است کہ من درین حجرہ ہستم لیکن این چوب شکستہ را فی الحال دیدہ ام۔
 اتی۔ گویند شیخ علی جد شیخ نور محمد مدت ہفدہ سال از وطن خود کول (علی گڑھ)
 برآمدہ سنبھل رسید و با شیخ محمد سنبھلی کہ از اولیائے وقت بود، در پیوست و ریاضات
 شاقہ در پیش گرفت چنانکہ وہ از وہ سال پشت بر زمین نیاورد و یک گلیم
 مریدے (حاریتے) بسال با پوشید و بہر تہ کمال رسیدہ۔ گویند روزے ہائے وے
 نہر می کشند یکے مقدارے نمک انداخت و دیگری آمد بار دیگر بینداخت۔ وے

بہمہ را می دید و کس را نگفت کہ نمک انداختہ اند و دیگر مینداز۔ وفاتِ وے در سال نہ صد و اند (۹۰۰ھ / ۱۴۹۵م) است و قبر وے در سنجہل۔

شیخ نور محمد حارث

ابن شیخ تاج الدین سنجہلی، نسبت بہ پدر خود درست می کند۔ صاحب اخلاق عظیمہ است و اوضاع لطیفہ۔ اہل فتوت است و معاملات و استقامت۔ روزے در اوایل من با پدر خود بوے شدم در باغچہ خود کہ نزد بہ فضاے شہر (بیلقا نے شہید) است نشستہ بود با چہرہ نورانی و طلعت با بہا۔ سخنان نیک از احوال درویشان و حسن اخلاق ایشان بہمان آمد۔ تا خوشوقت برخاستیم۔ پدر من آن روز جمعے از دوستان در تعریف وے این عبارت گفتہ کہ ”امروز انسا نے دیدہ ام بر بیت فرشتہ“۔ پس از آن سالہادر از در اول جلوس صاحب قرآن ثانی کہ من در ملازمت شیخ خود آمدہ شدمی داشتم در اکبر آباد۔ روزے یکے آمد بلباس شہریان قبائے در برو شمشیر۔ در کمر، ساعتی بہ نشست و برخاست۔ من از شیخ خود پرسید کہ این کہ بود۔ گفت نمی شناسی؟ وے محمد حارث پسر شیخ تاج الدین سنجہلی است۔ گفتم من یکبارہ۔ را با پدر خود دیدہ ام و پدر من وے را چنان گشتہ بود۔ پس از آن وے منصب نیک یافتہ بجا گیر خود رفت و آنجا کار ہائے شجاعت بجا آوردہ و بہت و دوزخ بر خود برداشت، باز پیش بادشاہ آمد۔ بادشاہ بروے لطف فرمود بہ نسبت پدر وے کہ نیک معتقد بودہ

است و ہر سال تا حال حیات پدر و سے فتوح کثیر در مکہ بوے بفرستاد۔ یکبار بادشاہ شیخ تاج الدین نوشتہ کہ ”ما بادشاہ شدیم و شوق دیدار تو بسیار داریم۔ بہت آنست کہ از مکہ آمدہ بدیدار خود مشرف سازی“۔ شیخ در جواب نوشت کہ بادشاہان در درگاہ اقدس بیت اللہ و کلائے خود نگاہ می دارند و من از طرف شما وکیل این درگاہم۔ گویند خواجہ ابرار محمد حارث گفت کہ امروز پدر تو در دیار عرب شہ است متذرا، چرا نہ پیش او روی و معزز شوی۔ وے رفت بمکہ و با پدر صحبت داشت و مرزوق گشت۔ پس از آن از پدر جدا شدہ کجی ز رفت و آن جابر رفت از دنیا۔ پیش از پدر بہ پنج روزے در سال و ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م)۔ و قبر وے در زمین حجاز است۔ در اوایل شیخ مرابا وے مراسلات بودہ است۔ وقتے شیخ مرابا وے این نوشتہ کہ ”خدمت مولانا محمد و م زادہ شیخ محمد حارث باید کہ سعی در آثار نمایند کہ بچہ خطرہ در دل جانیابد، خصوصاً در نماز (فرض) چنانچہ از حضرت امام ربانی (ثانی) حسن ابن علی سلام اللہ علیہما منقول است کہ می فرمودند کہ حق سبحانہ، توبہ و رے (قرب) در نماز مثل نیا فریدہ۔ یعنی صورت مثالی در غیر نماز گنجائش دارد۔ نہ در ریت اما مقرر بیت (روحست) کہ معاملہ دائمی با قدر (باللہ دارو) قسب پیوستہ ماسو، اللہ ست یکن در باغ (دماغ) کہ محل خیال است مظہر مثال می توان شد۔ و اسلام علی انہی و اے۔ اتنی۔

الغافل رستہ ندو

۲ این با محل عبارت ”مجد الفانی“ بود۔ ہاقت تبدیل کردہ۔ (ثانی، حسن ابن علی سلام اللہ علیہما)

تینا نوشتہ است)۔ این منار حضرت مجدد است کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

معاز سنبھلی

وے نیز پسر شیخ تاج الدین است و ہم نسبت بہ پدر خود درست می کند۔ جوانیست صالح و نیازمند۔ معاملات نیکوان دارد۔ (و مولد و متشائے وے شہر مکہ معظمہ است و زمین حجاز و ہم آن جا تحصیل علوم دینیہ کردہ و از الطاف و عنایات پدر سلوک طریقت ورزیدہ) و بہرہ ور گردیدہ۔ وے در سال ہزار و شصت داند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) بہندستان آمدہ و بحضور بادشاہ صاحب قرآن ثانی رسیدہ و تحف و تبرکات مکہ و آن دیار گذرانندہ بادشاہ خوش شدہ و از خوان احسان خود وے را خورسند گردانیدہ۔ وے در سنبھل ہم کہ وطن پدر ویست، آمدہ است و چند گاہے بسر بردہ۔ من وے را چند بار دیدہ ام۔ اخلاق نیک دارد۔ وے با شیخ من نیاز دار است۔ روزے شیخ من آمدہ و از ماجراے احوال خود دہایت کردہ و آن روز بہ نسبت سنبھل بر من لطفے و کرے وافر نمودہ۔

شیخ عبدالوالی (الواجد) سنبھلی

وے نیز مرید شیخ تاج الدین است و خسر پورہ وے۔ صحبت داشتہ شیخ کمال پدر خود۔ مرزوق از کمال لطف وے۔ وے در اوایل بیابعمی بدین رفتہ با شیخ من بودہ و کسب علوم دینی نمودہ۔ وے از ایام جوانی شیخ من و ایام بیابعمی و فہم و

فرست شیخ من سخن می کند و می ستاید و می گوید کہ این جودت طبع و صرافت فطرت و مستعدان سابقین ہم نشو و ده شدہ و شیخ من اندکے از نحو و صرف پیش استا گذرانده۔ بیشتر آنچه از وے ظہور کردہ از راہ فیض است۔ پوشیدہ نماند کہ این حالت شیخ مرا از نظر عنایت خواجہ بیرنگ کہ ایشان فرمودہ اند خواجہ خرد مثل مولا عبدالرحمن جاتی خواہد شد۔ چنانچہ این حرف در ذکر شیخ من گذشتہ۔ در ”رشحات“ است کہ مولانا فتح اللہ تبریزی کہ از دانشمندان قبحر بودہ و پیش مرزا الخ بیگ مرتبہ صدارت داشتہ حکایت کردہ است کہ در آن مجلس کہ مرزا، قاضی روم را (در مدرسہ خود اجلاس کردہ۔ ہمہ اکابر و افاضل جہان در آن مجلس بودند قاضی روم در) آن مجلس بہ تقریر ذکر مستعدان خوش طبعان در صفت حضرت مولانا عبدالرحمن جاتی چنین فرمودہ کہ تا بنامے سمرقند است، ہرگز بجودت طبع و قوت تصرف این جوان جاتی کسے از آب آن ولایت بدین جانب عبور (نہ) کردہ۔ انہی پس از آن عبدالواجد بسنہصل باز آمدہ و متصل شہر براے باشند خویش نشست گا ہے خوش تر داشتہ (خوش بر آراستہ) اند و کسب بعض فضایل جمعیت صوری پیدا کردہ و در سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ تا ۱۰۶۵ھ) بعزیمت سفر متہ برآمدہ و بشف حریم محمہ میں مشرف کشتہ و مشائخ آن جا را دریافتہ۔ در ان سفر تفسیرے نوشتہ، بزبان پارسی بہار است واضح و باز بوطن رسیدہ و جمعیتے بہ از ان بہم رسانیدہ و قرآن مجید را بخط نیک می نویسد من بوے آشنا ام گاہ با ملاقات بہم دست می دہد۔

شیخ عطا محمد سہسوانی

مرید شیخ محمد حاکم است۔ دوے بیک واسطہ مرید شیخ عبدالعزیز چشتی قدس اللہ اسرار ہم وہم وے شیخ عطا محمد رادر سلسلہ قادریہ مستعد ساختہ وے بزرگست باشکوہ روشن (لقا) و صفای طاہر و باطن۔ از فقراء و اغنیاء ہر کہ بوے ملاقاتی می شود، از خلق و احسان وے خوش برمی خیزد، و معاملت نیک دارد۔ روزگارے کہ من لشکری بودم در مرد آباد، اتفاقاً روزے در مجلس ضیافتے (یکے) از اغنیاء بوے ہم پہلو شدم۔ بخاطر آمد کہ سخنان این راہ بمیان آرم و از وے مستفید شوم۔ خود باین قسم چیزے بگفتم۔ وے اصلاً بمن پیرداخت یعنی (خیال کردہ کہ) لشکریان را باین علم چہ مناسبت است، چہ سخنان را ازین طرف و آن طرف برچیدہ می گفتند و تقلید اسرار رعونت و خودنمای فرامی نمایند و این خاطر وے را من دریافتم و دقیقہ از علم توحید نیک آوردم و خود را بعجز معترف ساختم وے تبسمے کرد و گفت۔ این سخن از کجی می گوی؟ گفتم اگر از کجا بودی بر سیدی۔ خوش باشد (شد) و حقائق و دقائق سخت بلند بمیان آمد و رفت انچہ رفت۔ از آن باز دانستم کہ دریافت صحبت درویشان و واسطہ قبول ایشان را علمے و فہمے درست می باید و ہمتے و اقبالے راست می شاید، تا کس را بخود را ہے دہند و از کار آگاہش گردانند

جناب عشق بلند است ہمتے حافظ کہ عاشقان رہے ہمت را بخود دہند

مٹے است مشہور کہ ”سر کہ خواستن راروے باید“ و آن آنست کہ عزیزے مہمان
 داشته است۔ پسر کلان خود را پیش بزرگے آشنا فرستاد کہ ”قدرے سر کہ بیار“
 وے رفت و بآن بزرگ اول سخن کہ گفت این بود کہ پدر من سر کہ خواسته است،
 بدو۔ بزرگ گفت سر کہ ندارم۔ باز آمدہ جواب را بہ پدر گفت۔ آن عزیز پسر خود را
 فرستاد کہ از پیش ہمان بزرگ سر کہ بیار، وے چون رفت، سلام کرد و بنشست و
 گفت۔ پدر من بشما دعا گفتہ مہمانان عزیز رسیدہ اند اگر در سر کار سر کہ دارید،
 قدرے عنایت بکنید آن بزرگ خوش شدہ بسیار داد۔ حاضران نسبت اول،
 ندان و آخر، دان را، از بزرگ پرسیدند، گفت ”سر کہ خواستن راروے باید“ نیز
 مٹے دیگر گفت، گویند کیمیا سرے را پیش بادشاہ بردند بادشاہ بوے گفت۔ کیمیا را
 من آموز، گفت من نمی دانم۔ مکرر گفت، وے انکار تمام آورد۔ وے راز جروتو بخ
 فرمود۔ ہم قبول نمود۔ پس فرمود تا در زندانش کردند و تختی آوردند۔ ہم اعتراف نکرد۔
 ”سر بادشاہ بدانا بیان مشورت کرد کہ چہ باید (کرد) تا وے بیا موزد۔ گفتند۔
 اندرین کار غربت و دلبری در کار است نہ حکومت و داوری۔ تا بادشاہ شبے لباس
 ستیان پوشیدہ و طعاعے با خود رفتہ پیش وے برندان در شد و وے را سیر خوراند
 و تب سرد از مشک خود بداد۔ چون روز شد۔ حکم بکشتن وے کرد۔ وزراء را اشارہ
 نمود کہ شنی قتش کردند و چند روز آنچنان بظہور آمد آخر گفت کہ فردا وے را تحقیق
 بشید و آن شب بہمان لباس شدہ (نزد وے) بوے گفت کہ فردا

مقرر شدہ کہ ترا بکشند، پس کیمیا را ببادشاہ بیاموز و جان خود را نگہدار وے گفت۔
 بادشاہ را ہرگز نہ آموزم لیکن تو دل مرا بدست آوردہ، اگر ہچو من پوشیدہ داری، ترا
 بیاموزم، گفت۔ بیاموز تا آن (ہنر) را سہ (بہ بادشاہ) آموخت۔ روزانہ
 بادشاہ (وے را) بکضور طلبیدہ (بگوش) وے گفت چہ طور کیمیا را آموختم۔ گفت
 ”سقتہ غریب شدی تا آموختی۔ اگر بادشاہ می بودی ہرگز نہ آموختی“۔ نیز مشی
 است نیک و آن مثل را بجای بلند می زنند و آنست کہ برداشتن دانہ خشخاش را
 مورے باید نہ فیل۔ خواجہ شیراز گفتہ۔ مصرعہ

قیمت ہر کس بقدر ہمت والاے اوست

پس از آن شیخ عطا محمد مرا پیوستہ بسلائے و پیائے یاد می آرد و من شکر ہامی کنم۔
 وقتے من پیش شیخ خود بودم اندر دہلی۔ شیخ من روزے بعرض شیخ عبدالعزیز چشتی
 رفتہ بود و من ہمراہ و بطور معبود خود بگوشہ مجلس نشستہ اتفاقاً شیخ عطا محمد بدہلی رسیدہ بود
 و در ان مجلس شریک (حاضر) شدہ۔ چون شیخ مرادید، آمدہ دریافت۔ من تعریف
 وے بسیار کردم۔ شیخ من بسیار متوجہ شد و وے ہم بمعرفت سابقہ و ہم ازین
 دولت غریبہ غیر مترقب، مرا نیک پیش آمد و صحبت بخوشوقی گذشت۔ آرے
 معرفت و آشنائی دوستان اوسبحانہ تعالیٰ نعمت است کہ با ترا از آن صورت نہ بند
 و من آن روز عطاے عطی محمد را از عطای الہی پنداشتم

بے معرفت مباحث کہ در من یزید عشق اہل نظر معامدہ با آشنا کنندہ

شیخ امین الدین گتوری

بن شیخ رکن الدین سنائی الکتوری صاحب اخلاق و معاملات است۔ تالیفی قرآن بود و تحصیل علوم دینیہ پیش پدر خود کرده و متوجہ بدرس و استفادہ مستعدان بود۔ من وے را در گنور دیدہ ام و از طریقہ شگستگی و غربت وے خوشوقت گردیدہ و وے بر من لطفے و عنایتے فرمودہ۔ وے جانشین پدر (خود) است۔ وفات وے در سوم رمضان است از سال ہزار و چہل و دو (۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۳م)۔ گویند پدر وے در ایام شباب بطالب علمی از خانہ برآمدہ و تحصیل علوم دینیہ یقینیہ نمودہ و پیش شیخ کبیر الدین کہ از اولاد شیخ بہاء الدین زکریا است قدس سرہ مرید شدہ کسب سلوک طریقت نمودہ در گنور باز آمدہ۔ در آستانہ آبائے کرام خویش نشست و بافادہ مستعدان و ارشاد مرشدان متوجہ شد و بسا کس از صحبت وے از حنیض جہل و ظلمت و ارستہ پائے گاہ علم و نورانیت مشرف شدہ۔ وظیفہ وے آن بود کہ وقت نماز تہجد از خانہ برآمدے و در روضہ آبائے خود کہ بنواحی قصبہ است رفتے و نماز گزار دے۔ پس از آن کوزہ ہائے مسجد را از آب چاہ پُر ساختے۔ و (کہ) بوضو فقراء و مساکین بکار آمدے۔ بعدہ باوراد و وظائف و ادعیہ ماثورہ اشتغال داشتے و پس از نماز اشراق بدرس علوم دینی تو جہے نمودے صلاح و سلامتی کہ شاید و اعمال و استقامتے کہ باید وے داشت۔ وفات وے در سال ہزار و بست و ہفت (۱۰۴۷ھ/ ۱۶۱۸م) است و قطعہ تاریخ وے اینست

و اصل الحق شیخ رکن الدین می رسد از در فیاض می
جایگاهش مقام خلد برین سال تارخ ویست "روضه وے"

۱۰۲۷ھ

من اندر حیات وے بسیار خواستم کہ بدیدار وے مشرف شوم لیکن میسر نشد و
مکتور از سنبھل پانزدہ کر وہ است۔ من وقتے آنجا رفتم کہ وے برفتہ بود از دنیا۔
نیازے آوردم و فاتحہ خواندم و یقین آنکہ مومن را در عالم برزخ از آیندگان
بر سر قبر اطلاع تمام است، امیدوار سعادت گشتم۔ شیخ جلال الدین سیوطی از
اکابر محدثین است در سالہ "لمعہ" می نویسد کہ مردہا از زیارت زائران خبردار
می شوند، زیرا کہ روایت کردہ است ابن ابی الدنیا در کتاب القبور از حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا کہ فرمودہ است حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
"نسبت مردے کہ زیارت کند قبر برادر خود را و بر قبر او نشیند کہ آن میت خوش
رو (از و) می شود۔ و موانست (نماید) و جواب سلام او بگوید تا آنکہ بر خیزد و از و
جدا شود۔ انتہی۔

نقلے است مشہور کہ شیخ نظام الدین اولیاء بزیارت قبر خواجہ قطب الدین قدس
سرہ در ہر روز دوشنبہ می رفتہ اند۔ روزے بخاطر شیخ آمدہ کہ حضرت خواجہ را از
آمدنم یقیناً (آیا) اطلاعے بودہ است یا نہ۔ از غیب بگوش رسیدہ

۱۔ ترجمہ حدیث شریف لفظاً نیست۔ "نہست مردے کہ زیارت کند قبر برادر خود را و بر قبر

وے نشیند کہ آن میت خوش از و نشود و موانست نہ نماید و جواب سلام او بگوید تا آنکہ بر خیزد و از و جدا شود

مرا زندہ پندار چون خوشستن من آیم بجان گر تو آی بتن

گویند شیخ ظاہر محمد مجد الدین کہ شیخ رکن الدین از اولادِ ویست، صاحب کرامات ظاہرہ بود۔ روزگارے از ستام سیاحت کنان بکتور رسیدہ و کنارہ دریاے گنگ آنجا را خوش کردہ و در گذرانندہ و آن جا تصرفات خود را بظہور آوردہ بعضے سوویت (شکایت) وے را پیش کالہ پہاڑ حاکم آن دیار کہ در جسر میر می بود، کردند۔ وے را از روے غضب طلب داشتہ۔ وے زفٹہ حاکم بخوش و خروش آمدہ۔ تا وے روزے گفتہ (فرستاد) کہ من خود بخودی آیم و زفٹہ بر روے آب گنگ نماز کردن گرفت۔ از استماع این حالت حاکم بہ نیاز مندی پیش آمدہ و عرض کرد۔ ”چیزے از ما بخواہ“ وے گفت۔ کہ تو از ما (چیزے) بخواہ کہ ازین جہان می روی“ گفت ”یکسال از عمر بہ بخش“ گفت ”یک سال و دو نیم ماہ“ و درین مدت متعلقان وے را از ستام بطلبید و خدمت ہا کردہ۔ و حاکم بران وعدہ بے کمابیش برفت از دنیا۔

و وے را چہار پسر بود۔ شیخ برہان الدین، شیخ رکن الدین، شیخ ابوالحسن، شیخ نجم الحسن۔ یکے از آن ہمراہ بوتران پریدہ رفت و یکے غائب شد۔ بعدہ ہر دو در بندہ (پنڈوہ) خائب شدند۔ از شیخ رکن الدین معلمے در صباے عیدی طلبید۔ در خانہ وے بچہ نبود۔ (کشد وے خالی را کدے زد و گریستن) گرفت۔ پدر وے را خبر شد گفت رکا! این شتایی چہ؟ باز مگریست۔ و گفت۔ گاہے تنگی گاہے فراخی بہترو (ای) الآن اولاد ایشان را در کتور این حال است، امروز در آستانہ این بزرگان شاہ غریب نام، رویش می باشد، غریب و نامراد و صاحب معاملت۔

شیخ نظیر علی سنبھلی

مرید شیخ جنید سنڈیلہ است۔ در معاملات سخت راسخ بود۔ گمانم آنست کہ (سنن و نماز) دیگر و غیرہ، غیر موکدہ ازوے فوت نشدہ باشد۔ در دین اندر دل داشت۔ عمرے وے نزدیک ہصد سال رسیدہ بود۔ آخر نفس ہم از اعمال شریعت بیستاد (نگذاشت) و باموش برفت از دنیا روز جمعہ از سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷م) وے بمسایہ من بود، ازوے پرسیدم کہ درین عمر از درویشان کامل کسے را دیدہ کہ احوال او کراے (تقاضاے) باز گفتن کنند۔ گشت آرے۔ روزگارے من بامہدی علی کشمیری کہ از اقرباے من بود، بوالایت خراسان رفت۔ آنجا شنووم کہ در شہر ہرات بزرگست صاحب کمال میر جعفر نام، قصد زیارت وے برد۔ مہدی علی نذرے را حوالہ من کرد و گفت از نظر میر بندر نی و از طرف من نیاز مندی نمی۔ پس از آن در بارہ مہم پیش آمد و من التماس وجہ و عنایت کن۔ رفت۔ وے را در مسجدے یافتم، رو بقبلہ سر در مراقبہ فرو برد۔ از مشاہدہ وے بولے، رعبے بر من مستولی شد، متحیر در ایستادم تا کہ وے سر برداشت۔ من سلام کردم و نذر از مہدی علی پیش بردم و مہم را عرض داشتم، قبول نہ نمود، فرمود خدائش بیامزد، باز مراقب شد۔ من اندو گین شدم کہ ازین ادا چہے بظہور خواہد آمد کہ نباید بزبان آورد۔ و در همان ایام باز روانہ ہندستان شدیم۔ چون بتندھار

رسیدیم۔ مہدی علی با منظور بیگ پسر من از شاہراہ جدا افتاد قطع الطریق ہر دورا
 بقتل رسانیدند۔ این خبر قتل رسید لیکن بجائے (کہ) افتادند نام و نشان او شان
 (لاش ہائے شان) ظاہر نشد۔ میرمفاخر حسین بن میر عماد کہ ذکر شان خواہد آمد،
 گوید کہ میر خسرو جد من با آن میر جعفر نسبت برادری خالہ زادگی داشتہ است وہم
 دبیرستان بود۔ چون از میر جعفر جدا شدہ بہندستان آمدہ و پس از سی چہل سال باز
 بہرات رفتہ میر جعفر در درویشی بکمال رسیدہ بود۔ (و از کثرت مراقبہ واستغراق)
 مہرہ گردش از گردن برآمدہ، وقت ملاقات پنج حرف آشنای نزد ہمین فاتحہ خواندہ و
 بس۔ چون میر خسرو باز بہندستان روان شد و چند منزل راہ برفت۔ شبے جماعہ
 دزدان کمین کردہ بودند و خواستہ اند کہ بروے بزنند۔ درین اثناء میر جعفر حاضر شدہ
 و دزدان را نام بنام آواز دادہ۔ آنہا حاضر آمدند۔ میر گفت۔ میر خسرو را با قافلہ تا
 فلان موضع بسلامت رسانید و دزدان بنگاہ بانی تمام بجائے معہود رسانیدہ اند۔
 وہم وے گوید کہ روزے میر در جائے ایستادہ مراقب شد از وقت نماز پیشین تا بعد
 نماز پیشین روز دیگر، چون بافاقت آمد گفت نماز پیشین رفت گفتند دو نماز پیشین
 رفت۔ وہم وے گوید کہ میر چند بارے در اوقات سحر بجوے بخ بستہ در آمدہ است
 و بخ را شکستہ در ان نشست۔ آبے کہ از وے جدائی شد مثل آب حمام گرم می
 گشت۔ در حیات آن نظیر علی چہار پیروے جوان و قابل مردانہ از دنیا رفتہ اند۔
 یکے را من دوست و مخلص بودم عبدالمعتم نام داشت۔ صالح و جوان مرد و مردانہ

ہو۔ در سال ہزاروی داند برفتنہ (۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰م) وے در رفتن ہر پسرے
 انا للہ و انا الیہ راجعون“ گفتمے و گریہ و آہ نکر دے و ماتم نہ داشتے۔ ازین حال
 بے من و دیگران در شگفت می شدیم۔ وقتے من این حالت وے را پیش شیخ خود
 افشتم، گفت۔ بہتر آن بودے کہ در اوقات مصیبت و بلا از راہ عجز و شکستگی زاری
 ہودے و دیدہ را بگریہ ترساختے۔ در ”نجات الانس“ است کہ شیخ الاسلام گفت
 ہوا نمرو آنست کہ چون وے را مصیبت رسد یا از وے چیزے فوت شود مصیبت را
 ہر سازد و کسرت و ندامت تدارک جوید نہ آنکہ اہل مصیبت و فوت (عزیمت و
 قوت باشد، آن را نہان دارد و) بہ) اظہار دعویٰ تمامی مغرور (شود)۔ انتہی۔ نظیر
 پہلی گفتمے کہ من روزگارے در اردوے اکبر بادشاہ ہمراہ شیخ (مہدی) علی بسر بردہ
 ام۔ شبے از غایت باد تند و جگر (جھکڑ) شدید خیمہ ہاے بادشاہ در ہم و بر ہم افتادند
 و بیچ جا چراغ روشن نہ ماند۔ بادشاہ اندران تیرگی مغموم و مقبوض نشستہ بالمداد آورد
 و روزانہ ہم اثر آن قبض در چہرہ وے ظاہر بود۔ پیر بر، بند و کہ از محرمان خاص
 مزاج فہم بود و فہیم و خوش طبع۔ سبب آن قبض پر سید بادشاہ گفت۔ امشب از طغیان
 باد کہ خیمہ ہا در افتادہ بود و شمع ہا سرد شدہ (گشتہ من اندران) تاریکی اندیشہ
 گذراندم و متفکر ماندم کہ اگر تاریکی گور ہم این چنین خوبد بود۔ حال چون خواہد
 بود۔ وے گفت۔ خاطر بادشاہ ازین ممر جمع باشد گشت چون گفت از آن روزے
 کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بہ زمین در آمدہ است۔

خداے تعالیٰ خلعت و تارکی بالکی از زمین برداشته است۔ از شنیدن این سخن قبض و حزن بادشاہ بر طرف گشت و انبساط و انشراح آورد۔ پوشیدہ نماںداگر بیر بر نسبت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنین اعتقاد بدل داشته بود چہ عجب کہ در آخر کار وے را (ہدایت) نصیب شدہ باشد۔ نیز نقل می کنند کہ وقتے وے پیش شیخ چاندہ سنگی قدس سرہ رفتہ بود و نیاز مندی سخت نیک بجا آورده و سخنان این راہ بے خار گفتم چنانکہ وقت شیخ خوش گشتہ و از وے لطف بیرہ پان بوے داد و گفتم۔ خدا تعالیٰ ترا از ہر دو آتش نجات بخشد۔ آخر پس از کشتہ شدن وے نعش وے را از جماعہ کشتگان بسیار جستند اما نیاقتند ہمانا این خلاصی از آتش از اثر آن اعتقاد و آن تقاؤل شیخ باشد۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ در ”رشحات“ است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ می فرمودند اگر شنویم و دانم کہ (در) خطای (خطا) کافرے سخنان بے خاری گوید، روم و ملازمت وے کنم و محبت (منت) دارم۔ انتہی۔ و ہم نظیر علی گفتمہ بیر بر صفت جود و سخا بہر تہہ کمال داشت چنانچہ مشہور است وقتے یکے از راجہ ہاے نامدار ہند باد فروشے را با متحان وے فرستاد، تا در شہر، ہند اکنان می گشت کہ بہست کسے کہ صد رو پیہ بدست گیرد و پاوشے بدست۔ من آن صد رو پیہ بر گیرم و صد پاوش بر سر (برہنہ وے) زنم (این ندادار وے دوبار شنید، تغافل و رزید، سوم بار گفت چرا اورا سر مردان سازم چہ این کار را بے من کسے) بر سر نخواہد گرفت تا صد رو پیہ و پاوش را در ہر دو دست گرفتہ و سر بر بنہ کردہ پستاد در حضور مردمان و آن

باد فروش را بخوشوقی گفت کہ کار خود را بکن۔ باد فروش صدر روپیہ شمرده در گرہ در بست و گفت سرفرو د آر پا پوش برداشت کہ بزند (دید) کہ دروے بیچ تغیرے راہ نیافتہ است۔ روپیہ ہا در انداخت و پاپے در افتاد کہ فلان راجہ بہ امتحان تو مرا فرستادہ بود تو ہم چنانی۔ وہم وے گفتے کہ روزے بادشاہ آراستہ (گلدستہ) بادرو جواہر آراستہ و بس بتکلف بدست گرفتہ نشستہ و امراے عظیم الشان راست و چپ ایستادہ بودہ (بادشاہ گفت این گلدستہ را بکہ بخشم بیچ کس بیچ) نگفت تا بیر برگفت بادشاہ بطرف دل بند ہر چہ را دل فرماید آن را بخشد۔ بادشاہ رمز را بشمید و وے را بخشید چہ وے بدست چپ بود۔ وہم از وے (اشعار ہندی بسیار مشہور است۔ بعضے از آن بمعنی نیک واقع شدہ از آن جملہ این شعر اگر چہ از اشعار زبون و یست اما مرا وقتے خوش آمدہ بود۔

چھاڈو یہ دنیا چھچھوری چھنار ہے
آ کو نہ پکاروان کا ہے نہ کار ہے
یہ اور ہوئی بھری سوتو ہوں کو بیکار ہے
کا ہو کوانگ لگا وے کا ہو دمن مسار ہے
کا ہو تک جہک لاوے، کیل کی کلر ہے
اُر نہ چڈھا وے نہ بڈھا وے، نہ لڈا وے
من در نتیجہ (تبع) این گفتم سو یہ

دنیا اچھوتی نار ہی یا سنسار ہے
جو ہونر سورتن جو وے نہ بون آوے
واکے نار، واکو نہ بہتار ہے
جو ہو جن نیچ داسون آنچے کی لوار ہے

بہو گے مار تا ہی یہ سنہا رہے کا ہو کو نہ لیجئے اور نہ ریاس کیجئے
 وہ ہو یا کیسے بھیں اس آیت اندر ہے نہ نہ ہے بچار بیچ، بیچ رنجہ پتوار ہے

شیخ حسین محمد سنہلی

مرید شیخ امان اللہ است در سلسلہ چشتیہ۔ وے انی است۔ اندرین راہ سخت
 مستقیم۔ توکل نیک دارد۔ وے لشکری بود۔ چون درین راہ درآمد بصدق و ہمت
 درآمد۔ فقر و فاقہ را چنان (کہ) مقرر است پوشیدہ می دارد۔ وے ہمسایہ مر
 است۔ اکثر ہا با ہم ملاقات در میان است و محبت ہا نیک می گذرد۔ وے گوید کہ د
 اوایل کہ بعزیمت مکہ از سنہلی برآمدم با کبر آباد و چند گاہے آن جا باشیدہ، ش
 بخواب دید کہ بادشاہ وقت مرا می طلبید شب دوم ہم همان خواب دیدم۔ شب سو
 دیدم کہ مردے محمد معصوم نام آمدہ و مرا گفتہ بر خیز ترا بادشاہ می طلبد و سہ پارچہ ا
 ملبوسات من جدا کردہ و گفتہ پوش و پیش بادشاہ آی۔ من تعبیر این خواب را بخاط
 آوردم کہ اول مرا بملکہ باید شد و حج کردہ از آن جا بمدینہ بدرگاہ رسالت پناہ ا
 اللہ علیہ وسلم بر خاک ادب (باید) نشست و (بہ) بشارت آن حضرت بینہ
 المقدس باید رفت و تا مقصود حاصل شود۔ و همان سہ پارچہ در بر کردم و کمر بہ لب
 لیکن مطابق کریمہ ”من استطاع الیہ سبیلاً“ ز اورا ہنداشتم و رفیقے ہم نہ
 متخیر شدم و درین اثناء یکے آمد و گفت حکیم مسیح الزمان کہ وے را بادشاہ میرحار
 (خجاج) کردہ بملکہ رخصت نمودہ است، در کجا (این جا) فرود آمدہ است

این گفت و برفت۔ من خوش شدم کہ مصحبتے خوب نیک میسر آمد۔ لیکن آن کس را
 بر چند جستم نیافتم و از آن جا بیرون شدم و حکیم را دریافتم و منزله چند باوے
 بر فتم۔ پس از آن ہمتم برین آورد کہ وے را ہم اندر راہ گذاشتم و تنہا رسیدم
 بر ہانپور و برائے نماز جمعہ بمسجد شدم و شیخ عنایت اللہ خدا نما ملاقات کردم وے پر
 سید۔ تو کیستی؟ کہ از تو بوے جنسیت ہی آید۔ گفتم غریبے ام از سنبھل از مریدان
 شیخ امان اللہ۔ اتفاقاً شیخ عنایت اللہ (و شیخ امان اللہ) ہر دو مرید شاہ حسینی بودہ۔ باز
 گفت۔ عزیمت کجا داری؟ گفتم۔ بیت اللہ۔ گفت کسے نبود کہ ترا از رفتن آن
 جا باز داشت۔ گفتم این چہ معنی است؟ گفتم اول بصاحب خانہ آشنا باید شد آنگاہ
 نجات وے باید رفت۔ بے آشنای رفتن ہیچ حاصل ندارد۔ گفتم۔ الحال مر شیخ مرا
 آشنا کند (کنند) گفت۔ روزے چند درین جا باش، پس از آن ہر جا خواہی
 برو۔ من اندر خدمت شیخ (عنایت اللہ) بودم و چیزیکہ در (سلوک) می بایست
 حاصل نمودم و خاطر را از بادیہ پیای فارغ ساختم و از شیخ اجازت ارشاد دیگران
 یافتہ باز وطن آمدم۔ در ”فتحات الانس“ است کہ محمد فضل گوید۔ عجب می نمایم از
 کسے کہ بیابانہا و وادیہا قطع کند تا برسد بخانہ وے و از آن جا آثار انبیاء بنید۔ چرا
 وادی نفس و ہوا را قطع نمی کند تا بدل برسد و آثار پروردگار خود بنید۔ انتہی۔ نقلست
 کہ رابعہ بصریہ را گفتند۔ الا تسالین الجنة۔ گفت۔ الجار ثم الدار

گر ہست ترا صاف دل و روشن رای ہمسایہ طلب نخست آنگاہ سرای
 شیخ حسین محمد را پس از رسیدن بسنبھل حالے و کیفیے عجب روئیداد۔ چنانکہ اسباب

معیشت را بر ہم زد۔ زمین ملکی و فرمانی بگداے بخشیدہ۔ چرخہ، کوزہ، آلاتِ کشتن و خوردن را از خانہ بر انداخت و اندر آن حالت سخنان شطح آمیز گفتن گرفت و مطعونِ علمائے ظاہر گشت۔ روزے در مجلس علماء و اکابر شہر حکایت گفتنی ہائے وی بمیان آمد۔ یکے گفت۔ تعزیزش باید کرد۔ دیگرے گفت۔ بندش باید نہاد۔ سہ دیگرے گفت۔ محضر باید در افعال و اقوال وے نوشت و مطابق آن بظہور (باید) آورد تا فتنہ و فساد سر بر زند من در آن مجلس حاضر بودم گفتم۔ بالفعل شخصے متدین را باید فرستاد، تا مالِ خن وے رانیک دریابد و بشما آمدہ ظاہر سازد۔ عزیزان دانستند کہ چون وے ہمسایہ من است حق آن نگاہی دارم و جانب داری وے می کنم، چیز ہا بمیان آوردند۔ پس من گفتم پذیریم وے را اندر شریعت و موافق سوء ظن شامحرف زنم۔ ورنہ نیز نکم وے را، چہ سخن وے بے مغز نیست و کار را از اصل گرفتہ است۔ چون شیخ محمد تقی مفتی کہ مردے بود با علم و فضیلت بوے آمد و سخن وے رانیک پسندو گفت۔ اُروے را ملحد خواندم بیچ کس مسلمان نخواہد بود۔ پس از آن شیخ تاج الدین و شیخ بدر عالم کہ آنہم مفتی است وہم فاضل و نیک مرد و صاحب اخلاق، بوے آمد و وے را آن چنان لاطیل گویا نیافت کہ عامۂ خلایق در حق وے می اندیشیدند وہم آن چنان مذکورے از وے روزے در مجلس رستم خان دکنی کہ حاکم این ملک بود، برآمد۔ من ہم آن جا حاضر بودم کہ لشکری بودم ہمہ سخن در حق نیک مردی وے بر گفتم و بنیر گذشت۔ در ”نفحات الانس“ است کہ مشائخ در کار حسین منصور مختلف بودہ اند۔ بیشتر وے را زد کردہ اند مگر چندے۔ ابو العباس عطا

بوشلی، ابو عبد اللہ خفیف و شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی و ابوالعباس صریح بکشتن وے
 در خانداد۔ و فتویٰ نوشت۔ (ہر یک) گفت۔ نمی دانم کہ او چہ می گوید۔ شیخ ابوسعید
 ابوالخیر گفت کہ وے در علو حالست، در عہد وے در مشرق و مغرب کسے چون او
 بنود۔ انتہی۔ در کتاب شیخ حسین محمد مسطور است کہ اہل اللہ را این چہار درجہ
 است۔ خدا خوان، خدا دان، خدا بین، خدا نما۔ و ازین چہار درجہ بیرون نیست۔
 روزے وے شنید کہ شیخی سنبھلی کہ ذکر وے خواہد آمد، این شعر گفتہ است

سز حق را از لب منصور می باید شنید یا ز من یا از درختِ طور می باید شنید
 وعدہ وصلش سر عرش است نہ بر کوہ طور این ہمہ بانگ دہل از دور می باید شنید
 برجست و پیش شیخی رفت و گفت۔ این شعر را تو گفتہ۔ گفت آرے۔ گفت۔
 منصور خود در گور افتادہ و درختِ طور دور افتادہ۔ اکنون تو حاضری، بارے سز حق را
 بہما باز گوی کہ چیست؟ شیخی سخت در ماند۔ آخر گفت۔ این شعر یست بلندی با و پستی
 ہا دارد۔ وے گفت ہاں نمی دانی کہ اندرین راہ سخن همان باید گفت کہ موافق حال
 باشد۔ قال اللہ تعالیٰ لم تقولون مالا تفعلون۔ پس از آن شیخ حسین محمد
 از آن مستیہا و جوش و خروشہا بر آمدہ بطریقہ خاصہ عبودیت و عبدیت در آمدہ
 و (اندر) معالمتے سخت مردانہ و مستقیم الحال گشتہ۔ و وے شب معراج صلی اللہ علیہ
 وسلم کہ بقول اکثرے در بست و ہفتم رجب است با جمعی از فقرا و صلی را زندہ می
 دارد و معراج نامہ کہ شیخ وے بزبان برہانپور (ی) بستہ است می خوانند۔ و از ان
 نامہ است این شعر ہندی

کیا مان نان ہوا بس میں محبت سوں حقیقت مل

نہ ببری تو مجھے احمد نہ بسروں ہوں تجھے ایک تل

وہم وے درکار ہاے خدای اعمال بے ریای دارد۔ چنانکہ روزے فقیرے مسافر ص

سالہ منجمل مردہ است و از غایت کثرت باران و طغیان سیلاب کسے ریا رے ا

خانہ برآمدن نبود۔ وے کمر را محکم بر بسته است و دوسہ کسی را بزور یار ساختہ و آن

میت را تجہیز و تکفین نیک بجا آوردہ و بصر ابرودہ و بخاک سپردہ و اہل وے ہم درین ر

قدم واثق دارد و در سلوک طریقت با وے موافق۔ و موافق آن بزرگے گفتہ

”چون یار اہل است کار اہل است“

و وے را اندر آن کار بہتر از خود می گوید و (خود) ہم چنین است۔ و یکے از یار اہل

شیخ عنایت اللہ بخاری، شیخ نعمت اللہ است۔ در مردم سلطانیان رفاقت

(اقامت) ورزیدہ۔ بسیارے از آن مردم مرید و معتقد و بند۔ وے خود را خدا نم

می گوید و بدین لقب اشتہار یافتہ۔ ہمانا این لقب در طریقہ شیخ ایشان رار

است۔ سید خدا خواہ نام مردیست از زمین مشرق۔ اہل این کار است و از فتیان

روزگار۔ با شیخ من بانیا ز و اخلاص است و از دوستان خاص وہم من با وے آ

شدہ ام در لاہور۔ (وے) می گوید کہ روزے مرا با شیخ نعمت اللہ خدا نما کار افتادہ

وے از روے تعرض مرا گفت کہ خدا را خواہ نام نامیست مشعر بدوئی و بیگانگی۔ م

در جوابش گفت کہ نام من خود مطابق واقعہ است چہ من خدا خواہم یعنی طالب خا

ام۔ اگر تو خدا نماستی۔ بارے بنما کہ کجا است؟ تا صدق من و تو ظاہر گردد۔

جوابش نیامد و ساکت شد۔ چون شیخ حسین محمد در سیزدہم شوال کہ از سال ہزار و ہفتاد و پنج است برفت (۱۰۷۵ھ / مئی ۱۶۶۵م) اتفاقاً چہار کس از سنبھل بدان ماہ، پس از شیخ بفرق پنج روز برفتند و وے دوست از آن چہار۔ من تواریخ شان گفتم

رفت عادل ہشتمی شوال	کز جہان رفتش بطرز نیکوست
پنج روز از پیش بہ پنج شنبہ	شد حسین آنکہ بد خدا را دوست
پنج روز از پیش بدو شنبہ	رفت ہاشم کہ بر (گ) گل خوشبوست
پنج روز از پیش بادینہ	رفت قاسم کہ حافظ خوش اوست
راست گفتہ است خواجہ شیراز	ہر کسے پنج (روز) نوبت اوست
سال تاریخ جملہ را گویم	گر چہ بیش و کمی بگفت و شنوست
اولین بود خادم الفقرا	کہ بسا یافتہ منافع از و است
سال آن دویمین است دوست خدا	لقبش ہم خدا نما نیکوست
سال آن سیومی است رضی اللہ	کہ رضاء خدا بہ از ہمہ اوست
چارمین ہست حافظ نیکو	حیف رفتہ جوان چار آن اوست
من بفضل خدا کمال خوشم	کہ مرا در دو کون مایہ اوست

شیخ شاہی سنبھلی

مرید در سلسلہ قادریہ است۔ در سادھورہ (بہ) شاہ قیص۔ وے تساج بود۔

شغل شبان روزی وے آن بود کہ ہر صبح بعید گاہ رفتے و نماز بامداد گذرادے و تا چاشت آنجا بودے و مثل (دعاے) سیغی و غیرہ ذالک بلند خواندے و بخانہ آمدے و تا نماز پیشین جامہ بافتے۔ و بعد اداے نماز تلاوت کلام مجید نمودے و وقت نماز دیگر باز بعید گاہ شدے و نماز ہا و وظائف بجا آوردے و بعد نماز خفتن بخانہ آمدے و اکثر شب زندہ داشتے۔ مردم پارچہ وے بآرزو خریدندے کہ از روے راستی فروختے بعضے بترک خریدندے کہ درویش صاحب اعمال بودہ و بوضع درویشان سابقین زندگانی کردے۔ دعاے وے قبولی داشتے۔ اکثر بیمار از توجہ (و) شفایافتے۔ من وے را از ایام صبا می شناسم۔ مدتے ہم دبیرستان بودہ ام پیش ملا عبدالمکریم برادر شیخ فاضل۔ از آن گاہ تا آخر عمر لباس وے یک و تیرہ بود۔ فوٹہ بر سر (و جامہ) در بر و تہہ بندے در زیر۔ در بیماری آخر وے من بعیادت رفتم۔ مختصر بود، پرسیدم حال چیست؟ گفت۔ عاجزم، عاجزم و غربت بسیار از وے ظاہر بود کہ در آن بیماری برفت۔ دوم جمادی الآخر از سال ہزار و شصت و پنج (بود) (۱۰۶۵ھ / ۳۱ مارچ ۱۶۵۵م) و قبر وے متصل بعید گاہ است در جاے ساختہ وے بروصیت وے و آن جا درختان ہم نیک نشانہ است

شیخ شاہی سالک راد خدا زین جہان باہوش و آگاہی برفت

سال تاریخ وفات آن بزرگ عقل گفتہ "از جہان شاہی برفت"

در "اخبار الاخیار" است کہ شاہ قمیص بن سید ابی الحیوۃ، ایشان سلسلہ نسبت خود را

بسید عبدالرزاق می رساند و وے از ولایت بنگالہ در لباس فقر و تجرید درین دیار

قدوم آورده، در قصبہ سادھورہ (سالورہ^۱) خضر آباد، اقامت نہاد۔ مدّتے ہم بوضع فقر و تجرید گذرانید۔ سید نصر اللہ مردے بود عالم و فاضل و متبع و مستقیم، وے جگر گوشہ خود را در عقد نکاح او در آورده و بعد از وقوع این تعلق، اورا توطن و سکونت همان جا اختیار وقت افتاد و قبولی تمام و شہرتے تمام نصیب او شدہ خلق کثیر از نواحی آن دیار در حلقہ ارادت و عقیدت او در آمدند و جمعی از درویشان اہل ہنر بوے اختساب نمودند و از آن جملہ شیخ عبدالرزاق المشہور ز شیخ بہلول مرید و خلیفہ اوست جامع است میان علم شریعت و طریقت از اوّل فطرت بر نشاء عبادت و تقوی و صلاح بر آمدہ و بر عصمت ذاتی نشو و نمایافتہ و بعد از تحصیل علوم دینی بہتدیب اخلاق و بہ تبدیل صفات موفق شدہ و الحق درین زمان در زمرہ درویشان و سالکان این چنین مردم در سلوک این طریق و رسوخ قدم و اتباع سنت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر و عزیز الوجود اند۔ وفات شاہ قمیص در ولایت بنگالہ واقع شدہ بتقریب آنکہ سلطان عہد ایشان را در آن جافرستادہ بود۔ از آن جا ثالث ذی قعدہ سن اثنین و تسعین و تسعمائے (۳ رذی قعدہ ۹۹۲ھ / ۲۶ اکتوبر ۱۵۸۳م) ہم بسادھورہ آورده مدفون ساختہ اند۔^۲ و آنچه درین دیار مشہور اند از

۱ "سادھورہ" قصبہ ایست معروف در تحصیل نارائن گڑھ ضلع جمن گمر ہریانہ اندیا۔ در کتب فارسی سادھورہ را سالورہ نوشتہ اند چنانکہ در "اخبار الاخیار" است۔

۲ اولاد شاہ قمیص در قصبہ سادھورہ و دیگر دیار ہندوپاک بسیار اند از آن جملہ حضرت مہر علی شاہ علیہ الرحمہ (گولڑہ شریف پاکستان) سید شاہ نور الدین قمیصی (حیدر آباد دکن) حضرت پیر علی احمد (ضلع کرنال) پیر مشکور احمد مدیر و ناشر رسالہ "قمیصیہ"

سلاسل انتساب باین خاندانِ عظیم ایشان دارند (اکثر مریدان) وے و بزرگان
وے اند۔ و از مدعیان این نسبت عالی سید شاہ محمد فیروز آبادی بود۔ اور اورین دیار
قصہ غریب و حکایت عجیب است کہ مشہور است و مجملے کیفیت احوال او آنست کہ
او مردے بود در زمان سلطان ابراہیم بن سکند لودی از جانب دیار دکن بدہلی آمد و
دعوی نسبت حضرت غوث الثقلین نمود ملاحظہ این نسبت عالی باضمیمہ غرائب
اوضاع و اطوار او، (و) از عظمت صورت استغنائے ظاہر و استقلال طریقہ دعوت
و اوراد ظاہری و غایت طہارت و لطافت و دعاوی بلند و نسبت معنوی بجناب آن
حضرت رضی اللہ عنہ خلق این دیار و رجوع و اعتقاد بے اختیار شدند۔ سلطان
ابراہیم را در آن زمان دغدغہ از جانب ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ بسیار بود و مہم
صعب ازین مہم را پیش آمدہ در توجہ و التجا و التماس دعا از خدمت درویشان مضطر
بود۔ و او نیز از برائے انجام مرام سلطان مذکور دعوتہا کرد مشغول بہا نمود۔ چون
مستثنیٰ قضاے حاکم علی الاطلاق بہ اختلاف آن رفتہ بود، فائدہ بر آن مرتب نشد و
وے بعد از ظہور سلطنت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ہم درین جا (در) عمارت
باب قمعہ فیہ وزا بادساکن بود۔ در عہد سلطان ہمایوں بادشاہ نیز قدرے وعزت
داشت در نہایت علو درجت و شوکت و مشیخت او۔ در زمان اسلام شاہ بن شیر شاہ
(وے اورا چنان در حدتہ اعتقاد خود در آوردہ بود کہ از حد تقریر و بیان بیرونست،
بعضی امراے وقت) تبعیت بادشاہ خود طریقہ بندگی و اعتقاد می ورزیدند و اکثر

درویشان و طالبان نیز توجہ ارادت و خلافت می آوردند و بالجملہ کاروبار مشیخت و بزرگی او در غایت لطف و رونق بود۔ درین اثناء دوسید بزرگ عالیشان از جانب ولایت عراق و خراسان درین دیار تشریف آوردند یکے میر شمس الدین محمد، فاضل و دانشور و ولایت شعار و منقبت و ثار، در صنعت طب بے نظیر وقت، بطریق بے تعلقی و بے تعینی و تجرید سیر معمره عالم می کرد و چند کتاب و دوسہ خدمتگار ہمراہ می داشت و زیادہ ازین تکلیف وقت شریف خود نمی داد، نسبت عالی داشت، مدتے در کابل اقامت داشت و نصیر الدین ہمایون بادشاہ را بوسے عقیدہ تمام بود۔

و دیگر سید ابوطالب اولاد بعض سادات عراق جوان بود و بحسن حلیہ و صفای سیرت موصوف بہ تقریب بعضے حوادث از وطن مالوف برآمدہ و در بعضے اسفار بمیر سید شمس الدین مصاحب شدہ بود و عقد مواخات دینی درست کردہ و در سیر ہندستان موافق و مرافق یکدیگر گشتہ بودند۔ شاہ محمد با ستماء قدوم سادات عظام خواست کہ ایشان را بجانب خود کشد۔ و او را چند بنت (بنات) بود کہ درین دہ روہیلہ نکاح آن ہا صورت نمی بست چون این سادات را دید کہ مسافرند و از شہر بیگانہ آمدہ (اند)۔ در مردم چنان انداخت کہ ایشان اکثراً مانند و بارہا پیش از آمدن ایشان می گفت کہ مارا خویشاوند از شرقاے غریب۔ اگر ایشان درین جابیا بند، شاید کہ نسبت قربت و مصاہرت بنات صورت بندد۔ ایشان را مہمان خود ساخت و نہایت تواضع و تہلیل نمود و در مقدمات بخابت و تواضع تقصیر نکرد و اتماس نمود کہ شمارا (غیر از منزل ما) ہیج جائے دیگرے مناسب نیست، شما این جا باشید کہ در

خدمتِ و رعایتِ شما) از ہیچ وجہ بتقصیر راضی نخواہم شد۔ ایشان چون مسافر بودند و غریب۔ و اورا پیش سلطان وقت نہایت درجہ اعتقاد دیدند، بضرورت بموافقت و ہم خانگی اوتن در دادند و رخت اقامت بمنزلت وے بمنزل او افکندند۔ بعد از زمانے بسید ابوطالب برائے تزویج پیام فرستاد۔ این معنی موافق وقت وے نیفتاد و گفته کہ ما مسافر انیم بر قدم تجرید و تفرید ایستادہ مارا ازین معاف دارید و ہم در ہمین اثناء شبے این ہر دو عزیز را در خانہ او کشتند و غوغا در میان خلق بے اندازہ افتاد و مصیبت روز کر بلا از سر تازہ شد و خاک بر سر بیفکند و خون از دیدہ بر بخت و آہ از سینہ انگیخت۔ زبان وقت بتصور این قضیہ پرمقت باین ابیات مترنم است۔ ترجیع بند

باز آئے فلک ز بہر خدا این چه ماجراست	باز این چه ظلم این چه حسین این چه کربداست
باز این چه وفہ این چه فراتست این چه رقت	عاشورہ نیست ورنہ قضیہ بعینہا است
این زہر باز با حسن مجتبی کہ داد	این تیغ باز بر سر شیر خدا کراست
باز این چه درد این چه الم این چه بخت است	باز این چه محشر این چه فراق این چه ابتلاست
باز این چه غصہ در جگر انس و جان رفت	باز این چه فتنہ در سر کون و مکان بخاست
باز این بائس بیت نبوت کہ ظلم کرد	باز این بخاندان پیغمبر ستم کہ خواست
این ریش بہنہ را در از سر کہ تازہ کرد	این داغ خشک را در گراز برگ و پوست کاست
اے وای بر محبت دنیا و کار او	ز بہار دل مہند برین کاروبار او

و ایشان را در حرم روضہ قدمگاہ عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کردند۔

الآن قبر آن دو بزرگ زیارت گاہ خلق است و کان ذالک فی سنة خمس و خمسين و تسعمائة (۹۵۵ھ / ۱۵۴۸م) بعد از وقوع این واقعہ اکثر مردم بلکہ ہمہ نسبت این قتل بشاہ محمد کردند و جمیع خلایق از وے برگشتند و معتقدان منکر شدند، و دوستان دشمن و نزدیکان دور و محبان نفور۔ تاج خاں رانی (دکنی) و شیخ فرید کہ دہ ہزار یان صوبہ دہلی بودند بتفحص احوال حاضر آمدند۔ او منکر افتاد و گفت این از من نشدہ است و برضائے من بلکہ بوقوف من صدور نیافت۔ دزدان در خانہ آمدند و این کار کردند خبر باسلام شاہ رسید و اشارت بعلماء کرد کہ مسئلہ شرعی درین باب ہر چہ باشد بر آن عمل نمایند۔ جمیع علمائے دہلی و لاہور و جونپور و بہار بحکم سلطان وقت اجتماع نمودند و محضر ساختند۔ او خود منکر مطلق افتادہ بود۔ چون در مجلس حاضر آوردند وے گفت بکنید انچہ بکنید من مظلوم و بیگناہ و از تصورات این معصیت معزا و مبرا۔ مظلومی و بحرمتی اہل بیت امرے قدیم است و بطریق وراثت بمارسیدہ، ہر چہ بر سر مای آید بدان صابریم علمائے وقت در فتوائے قتل او مختلف افتادند و ہر چند تردد (جد و جہد) کردند ثبوت شرعی کہ شبہ را در ان مدخل نباشد نرسیدند۔ تا مدت مدید بر سر این قضیہ غوغا بود۔ اورا متعید و مسجون نگاہ می داشتند و از اہانت و خواری ہر چہ نصیب او بود فرونگذاشتند۔ نقل است کہ شیخ امان پانی پتی درین محضر ہر چند تکلیف کردند و طلبیدند، حاضر نیامد و فرمود۔ قدم امان در دروغ چہ از رود کہ در معرکہ کہ اہل بیت پیغمبر را آورده خوار و گرفتار در پیش ایستادہ کنند وے در مجلس معزز و مکرم نشسته باشد، می فرمود کہ کشتہ شدن حضرات آن دو شاہ بنہ دہ

(سید زاوۃ) حیف است و خوار کردن ایشان نیز حیف دیگر۔ از آن نیز خون در جگر م
 و ازین نیز در خوف و خطر م۔ چنان و چنین این چنین کار با بسیاری کنند معاذ اللہ کہ
 از ایشان این چنین معصیت سر برزند بالجملہ و بعد از چند گاہ ہم در زندان جان داد۔
 بعضی مردم بعد از مردن پاے او را بستہ در بازار کشالہ (کشان) کردند و در یک
 گوشہ انداختند۔ آخر در زیر قلعہ دہلی نزدیک کشک بروز دفن یافت۔ شیخ یعقوب
 کشمیری نقل می کردند کہ جماعہ مہمانان پیش او بودند و طعام تناول می کردند۔ یکے از
 ایشان میل جغرات اظہار کرد و بے ظرف جغرات بستہ بیرون آورد و پیش مہمان
 نہاد، در ہمین اثنا زنی گریہ کنان آمد کہ یکے غلام بچہ سیاہے، سروتن برہنہ دیگ
 جغرات مرا کشیدہ و در حرم سراے حضرت شاہ آوردہ است۔ چیزے بآن زن
 دہانید و باز گردانید۔ می گفتند کہ این با سبب تسخیر جن بود کہ او داشت۔ و او را
 مریدان و خلفاء بسیار بودند و بعد ازین واقعہ کمتر کسے بر محبت و اعتقاد او راسخ ماندہ
 باشد۔ شیخ محمد عاشق کہ در سنبھل بود مرید و خلیفہ او بود۔ و این شیخ محمد (عاشق)
 مردے بغایت نیک و درویشے صاحب صدق و حالت و ہمت و مجاہدہ بود۔ شیخ
 حسین سرمست کہ در سنا نو بود نیز مرید او بود۔ انتہی۔

خواجہ عطاء اللہ کشمیری

صاحب احوال شریف و وسیع است۔ طریقہ آزادی و تہجد را با معاملت نیک بہم

دارد وے ہم در حالت عبودیت مستہلک است و ہم در مرتبت عہدیت متہید۔ این شعر استاد امروز بروے صادقست

طرز بے قیدی عجب قیدیت بے قیدانہ باش کاہ گل بید میں ! بہ شمع بہ پروانہ باش
اکثر چیزے کہ بدست وے (از روے فتوح) می افتد، صرف فقیہ ان باب اللہ
می کند و محقرے بہ نفقہ متعلقان فرامی دہد۔ قدر معیشت اصلا دامن گاہ بہمت وے
نیست، زندگانی خوش دارد۔ شیخ من روش وے رانیک می پسندد و می گوید۔
طریقہ وے سخت شگرف افتادہ است و وے باش من غایت نیاز آوراست۔
اشعار خود را گاہ ہا پیش شیخ من می آرد و می خواند و الطاف و اصداح می خواہد،
اکثرے از آن در محل قبول می افتند و حسبجہائے خوش می گذرد۔ روزگارے کہ
مخدوم زاد ہائے سر بند عزیمت سنہ جز برآمد و بدلی رسیدہ اند و۔ بملاقات
آنان برآمد آزادانہ و مستانہ و سر و پا بر بندہ، شبانگی ہمہ در یافت و سخنان سب
تکلفانہ بمیان آورد ہر ہمہ متحیر ماندند و در شگفت شدند، چہ طریقہ این باتتوی،
ورع است و شیخوخت و عظمت۔ و بہمان حال باز شیخ من رسید شیخ من پرسید۔
چہ حال دارید و در کجا بودید گفت پس از مدتی مخدوم زاد ہائے سر بند شہر
رسیدہ اند، عزیزانند و مہمانان و پیر زاد ہائے ما۔ رفتہ و دیدم و مشغول شستم و مشغول
کردم۔ این چند بیتے است از وے

از بے خودی بزلزل تو دل خانہ بردہ است این شیشہ را ہوائے بدیوانہ بردہ است
تا آشنا شدہ بمن آن یراست از خویش و آشنایان ہمہ بیگانہ بردہ است

ہم خانہ یار با من و من دور از و عجب بیگانہ آن نکرده کہ ہم خانہ کردہ است روزے وے تمامی اجزای اشعارِ خود را بکنار دریائے جون برده بجل کہ شیخ شرف الدین (بوعلی قلندر کتب خود را در آب انداختہ است و دور نشستہ و چون شیخ شرف الدین) جذبہ بر اندوختہ و در آن وقت نیز گویند از زبان شیخ شرف الدین این ہندی برآمدہ بود

کاکت سی بہ دیا کت مند واکت تمہیں ناکت سون من لا و جاگت تاکت پائی در "اخبار الاخیار" است کہ شیخ شرف الدین از مشاہیر مجاذیب اولیا و صاحب آیات و کرامات بودہ۔ در اوایل تحصیل علم کرد۔ مدت سی سال بدرس و افادہ مشغول بود و در طریق مجاہدہ و ریاضت سلوک نمود۔ در آخر مجذوب مستہلک شدہ و از دائرہ تکلیف برآمد۔ وقتے موئے شوارب وے دراز شد۔ کس را مجال نبود کہ امر تنقل کند۔ مولانا ضیاء الدین سندھی کہ جوش شریعت در سر داشت، مقراض بر رفت و محاسن وے بدست گرفتہ قطع شوارب کرد۔ گویند وے ہمیشہ محاسن خود بوسیدے و گفتے کہ این در راہ شریعت محمدی گرفتہ شدہ است۔ روضہ وے در پانی پت است۔ جائے پر فیض و پر حالت۔ یزار و یتبرک بہ۔ وقتے سلطان علاء الدین خواست کہ نیازے بوے فرستاد۔ باین ارادہ یکے از مقربان خود را بخدمت شیخ نظام الدین اولیا فرستاد کہ رخصت امیر (خسرو) از شیخ حاصل کند۔

ایشان بعد از تامل بسیار با کراہ قبول فرمود۔ امیر (خسرو) را رخصت دادند
 نصیحت کردند کہ ہر چہ شیخ شرف الدین گوید بر آن اعتراض نکنی و بدل و جان مسلمہ
 داری۔ چون میر بجکم سلطان علاء الدین بیادگار و نیازے کہ ہمراہ کردہ بود بہ
 پانی پت رسید۔ خادمان از آمدن میر خسرو خبر کردند باین طریق کہ میر فرستادہ
 مولانا نظام الدین از دہلی بخدمت شیخ آمدہ۔ اجازت فرمود۔ چون شیخ رسید۔ شیخ
 ہر زبان ہندی گفت۔ ”خسرو میری توی (یعنی) ترا می گویند“ میر نگاہ بر زمین نہاد و
 گفت۔ من بندہ را باین لقب می خوانند۔ شیخ گفت ازان (شعرباے) خود
 چیزے بگو۔ میر این غزل خواند

اے کہ گوی پنج مشکل چون فراق یار نیست
 گر امید و وصل باشد آنچنان دشوار نیست
 عاشقان را در جہان کیسان نباشد روزگار
 زانکہ این انگشتها بر دست من ہموار نیست
 خلق را بیدار باید بود ز آب چشم من
 دین عجب کآن وقت می گریم کہ کس بیدار نیست
 یک قدم بر فرق خود نہ دآن دگر در کوے دوست
 ہر کہ بیند دوست را باین و بآن کار نیست
 چند گویندم برو زغار بند اے بت پرست
 بر تن خسرو کد امین رک کہ آن زغار نیست

بعد از استماع این ابیات شیخ فرمود۔ خسرو خوش می گوی، خوش خواهی زیست و خوش
خواهی رفت ازین درویش نیز بشنود شیخ این ابیات را از خود برخواند

دبیم خسروان بر مانعل اشتراست خسرو کسے کہ حلقہ تجرید در سراسر است
سیمرغ وار روی نہ ہستم بقاف عشق کو عارفے کہ منظر او عرش اکبر است
عقل کل است علم لدنی بعارفان این عقل و علم جسمی و رسمی مختار است
درس شرف نبود ز الواح ابجدی لوح جمال دوست مرادر برابر است
از شنید این ابیات میر بسیار گریست۔ شیخ بر زبان ہندی این سخن فرمود۔ ”رونداہ
کہ کچھ بوجہد اہمہ“ میر گفت ”اینہ رونداہوں کہ کچھ بوجہد انان“ ازین سخن
خوشوقت شد و نعمت ہا و کرامت ہا بر میر مبدول داشت۔ خادمین شیخ باشارہ
تاسہ روز بخانقہ بردہ، مہمان داشتند۔ بعد از سہ روز میر را رخصت فرمود
یادگارے برائے شیخ نظام الدین و برائے سلطان علاء الدین فرستاد و سلطان
کلمہ باین مضمون و عبارت نوشت کہ علاء خلیج فوطہ (دار) دہلی مقرر دانند کہ
بابندگان خداے تعالیٰ زندگانی نیکو کنند“ گویند چون نوشتہ بر سلطان رسید بعضے
اہل غرض برائے براہنہن با سلطان گفت کہ بابادشاہ و خلیفہ این چنین نوشتن چور
را اشد۔ گفت اے نادان ہزار رحمت بر من کرد کہ فوطی بر من مستقیم داشت۔

شیخ ابوالمعالی بلگرامی

مرید پدر خود است، اہل صلاح و معاملات با مشرب (توحید) اوسع طریقہ

بظاہر و (لطیف بہ) باطن۔ مشائخ بسیارے را در یافتہ و مرذوق گشتہ۔ با شیخ من آشناست و نیازمند۔ و شیخ من طور وے را خوش می کند و وضع وے می پسندد۔ روزے در اوایل وے پیش شیخ من آمد بلباس قزایان بریشے و نشینے۔ فرجی نفس در بر و عمامہ لطیف بر سر۔ شیخ من از دیدن وے خوش شد و سخنان این را بہ تکلفانہ بمیان آمد و صحبت گرم گشت تا شیخ من از روے طہیت بوے گفت کہ ہاں شیخا! اگر ترا باین لباس و باین حال بتماشائے بازار و نظر رہ لولیان شرین کام بہرم، چون کنی؟ گفت۔ خداوندگار، فرجی خود را از بر بر آرم و در زیر بغل در آرم و عمامہ زیر کی از سر بردارم و بکمر بر بندم و بر کاب تو شوم بہر جا کہ برانی بروم و در ہر جا کہ بدوانی بدوم و نیز گفت از دولت سعت مشرب، امانت سجادگی پدر را ز سر و اساختہ ام و بر سر پسر انداختہ ام و من فارغ البال گشتہ و ہم از رسوم و طہریتہ آبے کبار خود و مشائخ بزرگوار خود خالی و عاری نیستم (گشتہ ام) درین اثنا شیخ (پنج) آیت از کلام مجید کجراہ خوشے و تجوید دلشے بر خواند و دیگر سخنان غریب و لطیف بمیان راند چنانکہ وقت شیخ من خوش گشت و روسوے من کرد و فرمود این جہانہ است از مقبولان خدا۔ من بخود گفتم کہ خولجہ شیر از نیک گشتہ

بس نکتہ لطیف بہاید کہ تا کسے مقبول طبع مردم صاحب نظر شو،

من وے را چند بار دیدہ ام و از عذوبت کلام وے سرور بردیدہ۔ روزے من بقصد زیارت و عرس شیخ نظام الدین اولیاء تنہا برآمد و براہ بازار می شدم۔ دیدم کہ وے ہم پیش پیش ہی رود تنہا۔ دریافتم و گفتم ہاں شیخا! شنو سخنے است لطیف و نعتہ

ظریف کہ انیک من تنہا بتور سیدم وہم ترا تنہا دیدم و حالے کہ ہر دو با ہم می رویم ہ
 تنہا ایم۔ ازین نکتہ ہر دو محظوظ شدیم چہ این سخن بسر مخفی از حقیقت مطلقہ نشان
 دہد۔ چنانکہ شیخ من در رسالہ ”نور وحدت“ می آرد کہ علامت وصول کھیت مطلقہ
 آنست کہ انانیت کہ از تو سری زند بر ہمہ چرا (چیز) اطلاق باید کرد، بے تکلف ہمہ
 چیز ہا (را) ”انا“ توانی گفت۔ این جا معلوم شود کہ حجاب جز تعین انانیت نیست۔
 اتنی۔ وہم شیخ من در شرح رباعیات خود گفتہ است این دور باغی۔ رباعی

پیدا چون آفتاب بر سو مانیم ہم در صحرا وہم بہر کو مانیم
 مارا می جوی و از پیے مای باش چیزے دیگر مجو کہ خود او مانیم
 رباعی

وے دلبر من چہ خود نمای با کرد جان با بخشید و دلبر بای با کرد
 بیگانہ نمود و آشنای با کرد در صورت بندگی خدای با کرد
 آخر در آن شب عرس ہر دو تمام شب در صحن روضہ منورہ خوش گذرانندیم۔ چہ
 حکایات رنگین از طریقہ عشق و چہ نقل ہائے شیرین از احوال مشائخ کہ بظہور
 نیامدہ۔ پس از سالے چند شیخ من با جمعی یاران در صحن روضہ قدمگاہ رسات پناہ
 نسبی اللہ علیہ وسلم رفت و نشست کہ ہمہ قوالان شہر در آن جا آن روز سرودن بہت
 می گفتند، آن سرود در پردہ یمن می گویند۔ درین اثناء ابوالمعالی پیدا شد با حال
 ضعیف و از می بشارت۔ شیخ مرا شناخت من آواز مردم۔ آمد و بنشست۔ شیخ من
 پرسید شیخ! چہ حال داری؟ گشت۔ بزرگوار حال من آنست کہ بزرگے را پرسیدند

بچہ حال داری؟ گفت چون باشد حال کسے کہ خدا از وے طاعت خواهد و مصطفیٰ
(حضرت محمد) سنت و ملک الموت جان و فرزند ان مال۔ مرا از مشاہدہ حالت
نحافت وے این ابیات استاد بیاد آمد کہ۔ (مثنوی)

چون عمر از وہ گذشت یا خود از بست	نشايد مر ترا چون غافلان زیست
نشاط عمر باشد تا بہ سی سال	چو چل آمد فرو ریزد پر و بال
پس از پنجاہ نباشد تندرستی	بهر کندي پزیرد پایے سستی
پوشخت آمد، نشست آمد بدیوار	بہشتاد آمد افتاد آلہ از کار
بہشتاد و نود چون رسیدی	بسا محنت کہ از گیتی کشیدی
چون سال خویشتن تا صد رسانی	بود مرگے بصورت زندگانی

شیخ محمود سنہلی

از مریدان شیخ نور محمد سنہلی است کہ ذکر وے گذشت و از تذکرہ شیخ فی ضل سنہلی
کہ ہم ذکر وے گذشت۔ اہل صدق و راستی بود و در کار شریعت سخن درست گفتے
و بان (استقامت) میل خاطر بسر و داشتے نیکین خود را بطور صوفیان اہل سماع
فرود نیاوردے۔ روزے من دیدہ ام وے را کہ در محبت خست گرم بہار اندر آمد
است۔ و در لمحہ نیز بافاقت آمدہ۔ و ہم وے خوش ایچہ بودہ است۔ شے این بیت
بدرمی گفت، (این شعر) وے بدلہا اثر داشتہ بود

مست اند کشتگان تو ہر سو فادہ اند تیغے ترا مگر کہ بے آب دادہ اند

وے درایم طالب علمی دیوان انوری و خاقانی ہم بفہم و شوق پیش استاد می گذارد۔
 وقتے من از پیش شیخ خود بسنبھل آندم وے مرا بگوشہ برد و گفت بہجب بل بتعصب
 کہ اعتقاد شیخ خود ترا در بارہ توحید و جودیت یا شہودی۔ گشتم اعتقاد شیخ من مطابق
 اعتقاد صوفیہ محققین است مثل شیخ ابن عربی و مولانا عبدالرحمن جامی و اگر نیک
 نگری شیخ من داخل این جماعت است و در کتب این جماعہ توحید و جودی ایراد
 یافتہ نہ شہودی۔ ازین سخن وے بر آشفت۔ و براعتقاد و علمائے ظاہری گفت چون
 راست می آید کہ کثرت عین وحدت شود گشتم وحدت و جودی از معارف مقررہ این
 قوم است۔ بعد از آن از کتب بعضی مشائخ چنان معلوم شد کہ وحدت دوگونہ
 است شہودی و جودی۔ و جودی فوق شہودیت و ضروری درین طریق شہودیت
 نہ کہ جودی۔ و بعضی دیگر از مشائخ چنان نوشتہ اند کہ وحدت نیست مگر شہودی یعنی
 در واقعہ وجود متعدد است و وحدت از احکام شہود است۔ این جابخی طریقی رسید کہ
 چون شہود مطابق وجود نبود از امتداد (اعتبار) خارج بود و حالانکہ اکابر وجود و
 وحدت را معتبر داشتہ اند و ضروری دانستہ و نہایت این کار گشتہ عروج۔ آخر الامر
 چنان نہ ہ شد کہ شہود بہر مرتبہ کہ منتہی شود از فروغ صفت علم است و ہاں ترازم
 قدس ندارد۔ و علم ہا را اختیار است و تکثیر۔ نہ افراد و توحید۔ پس وحدت نہا شد
 مگر حسب وجود۔ وحدت و جودی است نہ کہ شہودی۔ شہود نسبت است کہ موجب
 اثباتیت است۔ وجود است کہ "من حیث هو" اسقاط کنندہ ہمہ نسبت ہا
 و اضافات است و ثبات را بد وحدت را جمع را ختم (خوبست) چہ وحدت صفت

نفس الامری است و دلائل وحدت کہ بزرگان نوشتہ اند ہمہ بروحدت وجود دلالت دارند نہ بروحدت شہود و من حیث الشہود.... فقط۔ اگر بانصاف در آن نظرے کردہ شود بر حقیقت اطلاع میسر گردد و آن دلائل کم از ان دلائل نیست در قوۃ عماء ظاہر بعضی از دلائل مستنبطہ خود را کہ مخالف آن دلائل را مبتدع خوانند آورده اند حالانکہ در صور مخالقات کہ میان صوفیہ و متکلمین در بحث وحدت وجود و غیر آن واقع است چون نظر انصاف دیدہ شود ظاہر شود کہ جانب صوفیہ نظر بظاہر قرآن و حدیث و نظر بدلائل عقلیہ قوی و راجح۔ است و احتیاج بتاویل اختیار علمائے ظاہر را برآں آن افتاد کہ فہم نتوانستند (نتوانستن) کرد و کثرت زسیدند و ندانستند کہ تاویل نا کردن بہتر است و بعد حصول علم متوجہ بتصفیہ قلب و تزکیہ نفس باید شد تا حقیقت ظاہر و متجلی شود و علم نفس الامری متحقق گردد۔ چون من این مقدمات کہ مجملے ششم سید محمود گفت۔ ازین سخنان تشفی خاطر من نمی شود و در دل نمی شنید۔ ششم کہ این معنی بہ گفتگوراست نمی آید۔ ہر گاہ ترا باین علم و باین دولت و نعمت سرے خواہد بود و صحبت و ملازمت فقیرے را خواہی نرید، خود خواہی فہمید و خواہی پسندید چہ این علم بسیر غامض است و دقیق و وجدانیست نہ کہ علمی و در بیان دانشمندی راست نیاید۔ فہم من (فہم و ذاق من) ذاق۔ ندیدہ کہ اندر کتاب "رشحات" نوشتہ کہ حضرت خوبہ عبدالحق عجدانی قدس سرہ در مبادی حال در شہر بنی را بہ تحصیل علوم اشاعت داشتہ اند۔ روزے در میان کار و بار بر استاد خود امام صدر الدین نام بزرگے از کبار

شیخ عبدالرحیم سنہلی

از اولاد شیخ فتح اللہ شیرازی است۔ پر ذوق بود و با استقامت۔ روزگارے وے بدہلی رفتہ بود۔ بدیدار مشائخ، ہر کجا کہ شدے معزز و مکرم گشتے و مقبول۔ چند گاہے بنسبتِ وطن و معرفت سابقہ با پدر من بودہ و صحبت ہائے نیک بمیان گذشتہ۔ طلعتِ نورانی داشت۔ من در ایام صبا وے را بدیدے در خاطر اندیشیدے کہ اولیائے گذشتہ ہم برین قیاس خوابند بود۔ تقوتے از راہ تقدّم است و تاخر۔ وفات وے در سال ہزار و بست داند است (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۰م) گویند شیخ فتح اللہ برادرِ بادشاہ شیراز بود، از فرزندان شاہ ابوتراب شیرازی۔ روزے وے ہمراہ بادشاہ بشکار رفت۔ شاہ تیر را براہو خطا کرد و وے راست بر آہو زد۔ ازین معنی شاہ را غیرت شد و خواست وے را مسجون سازد و ایدائے بلیغ رساند۔ یہ وے کہ ہمراہ بود از نیت بادشاہ واقف شدہ بوے گشت۔ حال اینست۔ برو ہر کجا خواہی۔ وے از خانہ برآمد و عزیمت سفر حجاز کرد۔ در اثناے بہ راہ شاہ جمال نام بزرگے صاحب کمال و علم و حال ملاقات نمود و مرید وے گشت و آن جا بماند۔ شاہ تمامی مال وے را بغارے مدفون ساخت و وے را بر فقر استقامت داد۔ بعدہ خواست کہ دختر خود را بحالہ عقد وے در آرد۔ و آن دختر و مادرش از حالت خاکساری وے عار آوردند و از روے غیرت زہر در طعامش نہاوند و بوے خوراند۔ وے ب ہوش افتاد۔ شاہ خبر یافت و قدرے آب برائے شفاے زہر بخوردن وے داد۔ بر

فور شفا یافت۔ بعدہ بابل خود گفت کہ چرا چنین کردی؟ گفت گداے ریزہ خوار را دختر ما من سب نیست۔ گفت نامداری (مالداری) می خواہی۔ گفت آری۔ تا شاہ آن خزینہء دفیئہ را کہ بے وقوف کسان پوشیدہ بود، بر آورد و بوی سپرد، تا نکاح وے منعقد گشت۔ پس از آن وے بابل خود بہندستان آمد و در امر وہب سکونت گرفت و در آن زمان امیرے بود در سنجبل گاہ با بدیدار وے شدے و نیاز مندی با نمودے۔ آخر گفت شیخا! در سنجبل قدم ارزانی فرمای تا ہمان جا از صحبت تو مستفیض شدہ باشم وے آمدہ جائے را خوش کرد۔ در آن جا اقامت گرفت و بسا کس از صحبت وے بہرہ ور گردید و از حنفیض بعد وارستہ بہ پایگاہ قریب رسید۔ وقت وے در سالہ نہ صد و ہشتاد و اند است (۹۸۰ھ ۱۵۷۲م) و قبر وے در سنجبل۔ یکے از اولاد وے شیخ شکر اللہ بن شیخ نصر اللہ امر ونگی (امروہوی) نیک مرد و منہبط الحال با من لطف دارد۔

شیخ بایزید دہلوی

مرید شیخ بہاء الدین میرنجی است۔ صاحب اخلاق نیک است و ہمت عالی۔ دعا، نماز و اشغال غریبہ دارد۔ بہ خرد و بزرگے کہ بوی می شود از خلق و احسان وے خوش بر می خیزد۔ با شیخ من نیک آشنا است۔ وقتے کہ من بارستم خان دکنی بودم و وے مراد بلی فرستادہ بود بر اے کارے و مدت دراز پیش شیخ خود سعادت اندوز بودم و ہمدرا آن ایام خان رائے پیش آمد کہ می باید بقندھار رفت۔ مرا نوشت کہ مرا

بجہت رفع این مہم بدرویشان اہل دعوت رجوع نہای، چہ سرو برگ آن مہم نماندہ۔
 من از شیخ خود پرسیدم ازین قسم درویشے را نشانی بنمای۔ فرمود شیخ بایزید بس خوب
 است۔ رتم و دے را در یافتم و آن مہم را از قبل خان عرض کردم اولاً گفت فردا باز
 آی تا درین شب انچہ بر من ظاہر شود بتو گویم۔ قبول کرد آخر بخود گفتم کہ نماز دیگر
 رسیدہ است بہتر کہ باوے ادا کردہ، برخیزم۔ چون از فرض عصر فارغ شدیم
 (وے) و خادم وے بسجدہ رفتند و تا دیر در سجدہ ماندند۔ بعد از سر بر آوردند، وے
 بمن گفت کہ جواب شمارا کہ وعدہ بفردا می کردم ہمین زمان در سجدہ یافتہ ام و این
 است کہ خان شما از آن مہم خواص یافت۔ شما بخان بنویسید کہ ختم صغیر سورہ اخلاص
 بحمے صلیا قسمت نمودہ بانصرام رساند و تصدق بدہد۔ چون من این حرف را بخان
 نوشتم، بعمل آورد و تا پشاور رسیدہ بود از آن جا مہم موقوف شد و باز بہر ادب آمد۔
 من از بعضے یاران وے پرسیدم کہ شیخ شما بعد ادا نماز ہمداد و نماز دیگر سجدہ را
 لازم دارد، چون است و وجہ آن چیست؟ گفتند۔ این سجدہ را سجدہ نیاز می
 گویند و پیوستہ با وقت مذکورہ بجانب حضرت غوث اعظم نیاز تام بھی می آرند
 و اسمائے آن حضرت در سجدہ می خوانند۔ وقتے مرید وے کہ خالی از جنون نبود بہر
 دوازده سالہ (او) را بتقریب ضیافتے بخانہ خود برد و بند بند آن پسر را بہ خنجر آبدار
 جدا ساخت و در ہر طرف انداخت۔ بادشاہ آن قتل را حوالے بوے کرد کہ
 بکشد۔ وے گفت ”از کشتن او متناول نخواہد زیست“

وکیل کرد و صبر ورزید۔

شیخ حبیب محمد دہلوی

صالح مادر زاد بود۔ اخلاق سخت نیک داشت و غربت و شستگی از آن عالی تر۔
 طریقہ سنتیہ وے یادے از گذشتگان دادے۔ در اوایل کہ من بخدمت شیخ خود
 سعادت اندوز بودم۔ وے را می دید کہ گاہ بابش شیخ من رسیدے و شبہا با شیدے و گاہ
 شیخ من بوے شدے و من ہمراہ می رفتم۔ صحبت با بس لطیف و عجیب کہ رو دادے
 و اکثر شبہا زندہ داشتندے و گاہ با این صحبت در روضہ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ
 دست دادے و تمام شب با سخنان ذوق و محبت کہ بالاتر از آن صورت نہ بندد،
 بروز آوردے۔ در آن ایام کہ این قسم احوال حیرت آمود و بیجان اندود، در شیخ خود
 مشاہد می کردم، حیران می شدم کہ این چنین احوال و واقعات از بیچ کس ندیدہ ام
 بل از کسے نشنیدہ و تقریبے از آن حال مجملے در خاتمہ خواہد آمد۔ ان شاء اللہ سبحانہ۔
 شیخ حبیب محمد با شیدن (ہر) شبان روز چہار شنبہ در روضہ شیخ نظام الدین قدس
 سرہ لازم مرفقہ بود و یکبار در آن مقام چہ نشست و احوال نیک بایستہ بہم رسانید
 و ہمہ در چہ برفت از دنیا، در سال ہزار و چہل و اند (۱۰۴۰ھ ۱۶۲۰م) و قبر وے
 نزدیک بنی نہ ویست۔ امروز شیخ رحمت اللہ معروف با خیاء از اقرباے ویست۔
 وے مرید شیخی گجراتی است۔ وے حضور است و صالح۔ غربت و شستگی از چہرہ
 وے پیدا است۔ وے ہم با شیدن اندر روضہ در شبہاے معبود لازم مرفقہ بود۔
 وے گوید کہ آنچہ مر رسیدہ از عنایت شیخ نظام الدین اولیا، است۔ وے

بادوستان دیرینہ وفاے ورزیدہ است ورا ہے کہ گزیدہ است در پنج جانیدہ واز
کسی نشیدہ۔ گویند شے تنہا نشسته بود و آن شب بست و ہفتم ماہ رجب بود۔ یکبار
روشنی از غیب ظاہر شد کہ عالم را روشن ساخت بطورے کہ خط کلام مجید را بدان
روشنی نیک توان خواند و در لمحہ بر طرف شدہ۔ ہمانا این نور، نور شب قدر باشد۔
و ائند اعلم۔ پدر من گفتے کہ چون من شنودہ بودم کہ ہر کہ چہل چہار شنبہ بطرف مزار
شیخ نظام الدین اولیا بے نانہ برسد۔ ہر مرادے کہ داشتہ باشد، حاصل گردد۔ من
وقتے کہ داروغہ سر اے کثرہ شیخ فرید بخاری بودم، بہ نیت مطلبے عزیز چہل چہار شنبہ
متصل بدان مقام رفتم، لیکن در آن مدت دہ ماہ موانع شدیدہ از راہ باد و جگر
(جھکڑ) و باران و سیل وغیرہ ذالک بمیان آمد و باز نماذم و آن مطلب حاصل
شد۔ من در آن مدت فرصت کہ در دہلی بخدمت شیخ خودی باشیدم و اکثر چہار شنبہ
بزیارت قبر شیخ نظام الدین اولیا می رسیدم گاہ ہا تمام شب در روضہ می گذراندم۔
در آن جا ہندوے سپید ریش رامی دیدم کہ تمام شب مقابل قبر شیخ ایستادہ صبح می کرد و می
رفت و داس نام داشت۔ از زبان مردم بسیارے شنودہ ام کہ وے در اوایل حال
مفلس بودہ است۔ بعد از آن ہر روز بر سیدن بہ آن مقام در شہاے پنج شنبہ ایستادہ
گذراندن اندر آن صحن لازم گرفتہ است و پنج پنج شنبہ از وے فوت نشدہ منعم حال
گردیدہ و جمعیت صوری رسیدہ۔ در ”رشتات“ است کہ حضرت خواجہ احرار قدس سہ و
در مبادی حال کہ در ولایت شاش می بودہ اند بزیارت قبر شیخ ابو بکر قتال شاشی را
مداومت می نمودہ اند و می فرمودہ اند کہ حضرت شیخ بحسب روحانیت بغایت مدد و

معاون اند۔ منقولست کہ روزے اسماعیل اتا، کہ ذکر وے در سلسلہ خواجہ احمد (بسوی) قدس سرہ ایراد یافتہ از پیش قبر شیخ می گذشتہ است از بعضی مردم آن جا پرسیدہ کہ از وفات شیخ چند سال گذشتہ۔ گفتہ اند۔ بے (زمانہ) گذشت و تاریخ یاد کردہ اند۔ اسماعیل اتا، گفتہ کہ گاہ (بے) بودے بکارے نمی آید، فی الحال مقررین این مقال از بوابرگ کاہے فیروز آباد (بہ قبر آمدہ) و در چشم وے افتادہ۔ ہر چند سعی کردہ اند، بیرون نیامدہ و در چشم وے می خلید تا کار بجای رسیدہ کہ آن چشم ضائع شدہ است۔

شیخ قایم محمد

بن شیطہ جوآنے بودہ است بامروت و فتوت و معاملت۔ وے در اوایل بطا بعلمی پیش شیخ من مستفید بودے، شہباز حجرہ مسجد جامع فیہ وزی جمعیت گذرانندے۔ در آن اثناء طلب این راہ بدل وے پیدا آمد و ہم از پیش شیخ من ملقش ہذا کربا طن شد و اندرین طریق مناسبتہ نیک بہم رسانید و بہرہ ور گردید۔ چون پدر وے از سر برفت وے سجادہ نشین شد۔ در طریقہ توکل چون پدر بود و در اخلاق و فتوت مہ از پدر سلسلہ آبائے وے چشتیہ است و وے بآن رعایت طریقہ نقشبندیہ بوجہ احسن بجائی آورد و جبندہ (معبدال) اندر مکاتبت نام خود را باین عبارت نوشتہ کہ قایم بہاء الدین۔ نوے بر طریقہ آبائے خود برائے تعظیم ہیچ کس برنخواستہ لیکن چون شیخ مرہیدے نے استقبال کردے و مشایعت نمودے کہ رعایت ہر دو طریقہ ملحوظ داشتہ۔ وے مقبول شیخ من بودہ است۔ من برفاقت وے سیر دہلی بسیر کردہ ام

وزیارت قبور مشائخ کبار نمودہ۔ وے گفتہ کہ وقتے مراد را یام گراما ہواے آب سرد شورہ خاست۔ آلات آن مہیا کردم و از پئے سرد ساختن آب شدم درین اثنا، پدر من آن جا عبورے کرد و مرابدان حال دید گفت۔ ”بابا، فقرار باین نوع چیز بائج مناسبے نیست“ بادب ایستادہ و ترک آن کار کردم، چون پدر بجائے دیگر رفت مرا یام شباب نگذاشت کہ مطلق ترک آن کنم۔ باز در پئے مشغلہ شدم۔ ہر چند قصد کردم و آب تازہ و شورہ بکرات انداختم، آب ہیج سرد گشت و از مرتبہ خود نہ برآمد خاطر م سرد شد و دانستم کہ این تصرف پدر من است۔ وقتے وے را مرض طاعون لاحق شد و بخود گروید و اندر آن بے شعوری از اوراد و وظائف باز ماند و برفت از دنیا در سال ہزار و شصت و ہفت (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷م) قبر وے و پدر وے و جد وے در یک گنبد یست پیش مسجد بردیروے۔ من تاریخ وے بدیہہ گشتم کہ ”آو شیخ قایم“۔

شیخ محمد (درویش محمد) و شیخ شاہ محمد

این ہاسہ بردار بودہ اند، پسران شیخ محمد عادل۔ درویش محمد برادر میثاق ایشان ر من ندیدہ۔ گویند در طریق فقر و استقامت و توکل و قناعت یگانہ بود و در راہ سلوک و ریاضت و مجاہدہ و مشاہدہ بے نظیر بود و برفتہ از دنیا در سال ہزار و ہشت (۱۰۰۸ھ ۱۶۰۰م) و قبر وے بردیروست۔ اما شیخ محمد برادر کلان اینان، بزرگ بود صاحب احوال و اخلاق و اوصاف ستودہ داشت۔ وے مرید پدر خود است و از صحبت پدر

فوائد این راہ یافتہ۔ من وے را چند بار دیدہ ام در منزل وے کہ در ”پُرانہ باس“ (بالس) است۔ بر من لطف و عنایت داشتے۔ در شب طوی پسروے شیخ امام کہ جوآنے نیک بود (و) ہم در جوانی برفتہ از دنیا۔ میرسید فیروز و شیخ مصطفیٰ و من و دیگر برادران فرید آباد حاضر بودہ اند۔ آن گاہ وقت روانہ کردن عروس از خانہ پدرش شیخ محمد را از استماع سرود مغنیا کہ در آن وقت معین دارند ذوقے در گرفتہ است۔ گریہ بامی کند و فریاد بامی زند و از مشاہدہ این حال وے جمیع شادی کنان، گریہ کنان بودند و من ہم یکے از آنان وقتے بغایت خوش بود۔ در آن وقت این مضمون بدل جوش زدہ بود لیکن این زمان این مطلع بظہور آمد کہ

دوستان را گریہ شادیست بر رخسار ہا یا کہ شبنم افشادہ بر سر گلزار ہا

وفات وے در سال ہزار و سی و دو است (۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳م) و قبر وے ہم بر در وے پیش مسجد۔ شیخ شاہ محمد، مرید و رویش محمد برادر خود است، مستقیم الحال صاحب ذوق و شوق۔ در اوایل، وے لشکری بودہ است، جوان خوش منظر مردانہ بفہم و فراست وے و رز شے داشتے کہ با جمیع سلاح از زمین بر جہدے و بے یاری دست بر پشت اسپ رسیدے و زیادہ تر ازین بشنو کہ وے اندر میدانے کمان بے زدہ آوردہ را (جے) انداختے و تیرے را بزمینے و شستے را جے دیگر نشاندهے و اپنے را بے ساز براندے و کمان را از زمین در گرفتے و شستے را از جے گرفتے و بزہ در آوردے و از جے دیگر تیرے را شستے بر کشیدے و بر نشانہ انداختے و گاہ بودے کہ نشانہ را دوشق ساختے۔ پس از آن بر (اچانک جذب الہی رسید) وے

لک این ہمہ ہوا و ہوس ساخت و ہمہ را در راہ او سجانہ در باخت و خود را پاک
 درین راہ در انداخت و بجز و غربت در آمد نہ بحول و قوت۔ در ”نجات الانس“
 است کہ عبد اللہ منازل گوید ہر کہ درین کار بزرگوار آید، فضیحت شود و ہر کہ بضعف
 آید قوی شود۔ یعنی بہ نیاز و خدمت و ارادت در آید نہ بدعوئی و قوت۔ انتہی۔
 ہر روز شاہ محمد را در طریقہ فقر و توکل و انزوا و عزلت دو از دہ سال است کہ پا بر جا
 اردو بخانہ بیچ کس از فقر و اغنیائی رود حتی کہ بزیارت مشائخ و قبور مشائخ۔ با شیخ
 ابن نیاز و اخلاص و اردو شیخ من وے را از فقر اے باب اللہ و امی نماید و سخت نیک
 می ستاید۔ یکبار شیخ من از فرید آباد بمنزل خود می آمد چون خانہ وے بر سر راہ بودہ
 است۔ من عرض کردم کہ وے را بقدم میمنت لزوم مستفید فرمایند۔ پسند فرمود و
 وے شدیم۔ وے آن قدر نیاز و شستگی صدق و اخلاص پیش آورد و بجز و افتخار نمود
 کہ وقت شیخ من خوش گشت و طریقہ وے پسند فرمود کہ شستہ دلی اندرین راہ
 پیمانکہ باید، وے دارد

در راہ ما شکتہ دلی می خرد و بس بازار خود فروشی زان راہ دیگر است
 وے را از آوان شباب با من دوستی و اخلاص است۔ در ایام جوانی بابا ہم سیر دلی و
 فرید آباد نیک نمودہ ام و در صحبت با خوش بودہ ام و تیر اندازی بتواند و خوابط آن
 کردہ۔ پس از آن نزدیکی بہم ترک نوکری نمودہ ایم۔ ہم صحبت با ست نیک بمیان
 و ہم مراسلات و مکاتبات۔ دعا با و توجہات وے را اثریست، بسا اہل احتیاج از
 نفس مہان و کبد غصہ آتش و کما ہامی بینند۔ بعد اتمام ”اسرار یہ“ یکبار پنج سال وے

بیمار شد۔ من بعیاوتش رستم در وقت مراجعت از عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ بخوش وقتی سخنان گفت و شیخ مرا بسیار بیاد آورد و ہمدان بیماری روزے کلمہ طیبہ را بزبان فصیح سہ بار بگفت و برفت در روز پنجشنبہ بست و دوم ماہ ربیع الآخر سال ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ / ۱۵ اکتوبر ۱۶۶۱م) وقبر وے ہم برد رویت۔

شیخ کریم محمد دہلوی

مرید شیخ طہ ست۔ و از اقرباے وے۔ جوانے بودہ است عابد و پارسا۔ و نور ریاضت و مجاہدت از چہرہ وے الاتح و پیدا بود و جامہ غربت و مسکینیت بر تن و۔ درست وزیا بود۔ وے را بہرہ نیک رسیدہ بود از شیخ وے مراہر گاہ با وے اتفاق ملاقات افتاد وے کرے بالاتر از ان متصور نباشد پیش آوردے۔ وقتے وے پیر از فوت شیخ خود بجوار روضہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ چلہ نشست و غایت درجہ تقلیل طعام کرد، آخر بالکل ترک کرد و ضعف و ناتوانی غایت بہم رسانید و از آل ممر وے را بیچ پروان شد و باستقلال تام می ماند تا کہ نحیف و ضعیف تر گردید و برفت از دنیا در ماہ شعبان از سال ہزار و پنجا و چہار (۱۰۵۴ھ / ۱۶۴۴م) وقبر وے برد رویت در ”پراناباس“ (بانس)۔ گویند در ویسے بعد فوت شیخ خود پیش شیخ کبیر کلہ روان سنبھلی آمد و اظہار طلب کرد۔ شیخ از وے پرسید کہ شیخ تو تراچہ کار فرمودے۔ گفت در ہر سالے بچلہ نشاندے با خوراک چہل قرغل۔ گفت من

ابا چہل مرغ و حواج آن بچلہ نشانم و بنشانند و ہر روز یک مرغ و حواج آن و آرد
 خوراند و کار او را ہمدان چلہ تمام ساخت۔ آری این کار محض از توجہات
 نظرات شیخ کامل بانصرامی رسد نہ بچلہ

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین سحرہ کند بر وہ طعنہ زند بر چلہ
 خواجہ بیرنگ فرمودہ اند کہ حضرت خواجہ احرار فرمودہ اند کہ (اگر) حضرت (حق)
 سبحانہ تعالیٰ بر بندہ بصفہ ارادہ تجلی نکند (نمی کند) آن بندہ سلوک اہل اللہ نمی کند
 مرید کسی نمی شود۔ و در رسائل اہل اللہ ہمین سخن است و چون ارادت از پیش حق
 سبحانہ باشد استقامت پس امر عظیم است از ارواح طیبات این بزرگواران
 درخواست ہمت برائے استقامت البتہ باید کرد۔

بے عنایت حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ بستش ورق
 دادیم نشان ز گنج مقصود ترا گرما ز سیدیم تو شاید برسد

شیخ محمد و شیخ پیر محمد

ہیہ ہاے شیخ اللہ بخش گڑھ مکتب سیری اند۔ قدس سرہ۔ صاحب اخلاق و مروت اند
 و صلاح و معاملت۔ اوضاع و اطوار نیکوان دارند۔ شیخ پیر محمد اندرین سال اتمام
 ”اسرار یہ“ کہ ہزار و شصت و نہ است (۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹م)، برفتنہ و قبر دے بر در
 روضہ شیخ است۔ و دے با شیخ من نیاز مند بود۔ ہر گاہ بدہلی شدے، صحبت شیخ
 مرا منتہم داشتے۔ من ہر سال کہ از سنبھل پیش شیخ خود می شوم وی آیم بزیارت قبر

شیخ اللہ بخش مشرف می شوم۔ روزے شیخ پیر محمد مرا پر سید کہ از احوال شیخ خود حکایت
بر روی۔ گفتم شیخا! احوال آن عارف باللہ چنانکہ بہت پیچ وجہ از وجوہ بفہم
ناقصان نمی در آید۔ واللہ کہ این سخن نہ بتکلف می گویم بیقین کہ مصرعہ
”بہجواوے راسز و تعریف او“

لیکن مطابق فہم خود ہر کسے بر حسب فہم مانے دارد۔ چنانچہ در ذکر شیخ خود نوشتہ
نیمے از ان برگشتہ ام۔ دے گشت فلا نے الحمد للہ کہ اکنون خاطر جمع شد چرا کہ
زبان بعض عوام کہ روش و احوال دوستان اورا سبحانہ مطابق طبائع خود برخلاف
(طریقہ بزرگان) می بینند چیز باشنودہ بودم۔ از آن در خاطر من نوے
انکارے راویافتہ بود۔ من بوے گفتم کہ مردم دانا دوستان خدا را برنگ دیمیری بینند
ونادان برنگ دیمیر۔ دانا براہ راستی می رود از آن در دوستی راجح است و نادان براہ
کجی می رود از آن در انکار استوار است۔ عارف روم گفتم۔ مثنوی

دید احمد را ابو جہل و بشت	زشت نقشے در بنی ہاشم شکفت
گفت احمد مر و را کہ راستی	راست گفتی گرچہ کار افراشتی
دید صدیش بشت اے آفتاب	نے ز شرقی نہ ز غربی خوش عناب
گفت احمد راست گفتی اے عزیز	کائے رہیدہ تو ز دنیاے پھیز
خانہ ان گفتند کائے صدراوری	راست چون گفتی دو صد را گو چرا
گفت من آئینہ ام یزدان پرست	گبر و مومن در من آن بیند کہ بہت
یک بارے من از پیش شیخ خود رخصت مرفیہ بسنجمل می آمدم و در پنج و شش منزل	

یوٹن رسیدہ۔ اتفاقاً ہر روز در ہر منزل چیزے از اسرار غیب ظہور می نمود کہ در خور نوشتن بود و نوشته شد و آن رسالہ ”سفر در وطن“ نام کردہ آمد۔ القصہ چون بگزہ مکتبہ رسیدم و زیارت قبر شیخ اللہ بخش رستم۔ حالے پیش آمد۔ مراقب شدم و ساعتے در آن مراقبہ ماندم صورت شیخ ظاہر شد۔ دیدم کہ شیخ متوجہ بذات مراقبہ نشسته و بکیفیتے عجیے از وے ظاہر و پیدا است و صورت وے چون شیخ محمد است۔ چون بافت آمدم از شیخ محمد پرسیدم کہ شکل شیخ چہ طور بودہ است گفت چون صورت من بودہ اسرار اللہ۔ منقولست کہ شیخ اللہ بخش از کمالان بودہ است، صاحب آیات ظاہرہ و کرامات باہرہ۔ خواجہ بیرنگ در وقت آمدن سنبھل شیخ را دیدہ اند چنانچہ در ذکر شیخ رفیع الدین گذشت و تعریف شیخ بسیار نمودہ اند و بجز بہ ستودہ و فرمودہ کہ چون شیخ در ہندستان کسے ندیدہ ام۔ گویند شیخ در مبادی حال اندر طلب حق برآمدہ و سنبھل رسیدہ و در مسجدے بسر بردہ۔ روزے شیخ حاتم سنبھلی کہ اعلم العالماے وقت خود بود۔ وے را دیدہ و پرسیدہ کہ تو از کدام قومی۔ وے جواب نہاد باز ہمین پرسیدہ ہم جواب نگفت۔ سوم بار پرسیدہ کہ اے جوان این نگفتن ترا خود سبب برگوی کہ چیست؟ جواب داد کہ من از قومے کہ بودہ ام، برآمدہ ام و بدان مطلبے کہ خواہانم نہ رسیدہ پس خود را کدام قوم فرمائیم۔ شیخ حاتم گفت۔ بد آن را ہے کہ قدم نہادہ رسیدہ خود را از جماعہ رسیدگان بنگار۔ باخرکار وے در صحبت شیخ مبارک مرید میرسید علی قوام الدین در طریقہ شطاریہ تمام شد۔ وفات وے نیم ماہ رمضان از سال ہزار و دوست (۱۰۰۲ھ / ۱۹ مئی ۱۵۹۴م) و سورۃ اخلاص تمام تاریخ وے۔

خواجہ قطب حسن پوری

نسبت بشیخ عبدالغفور سنبھلی مرید خواجہ بیرنگ درست می کند و صحبت داشته بشیخ آدم سنبھلی و با شیخ من آشنا است۔ شیخ من وے را از نیوان می گوید۔ وے عالم است بعلم دینی و علوم این قوم۔ نور صفا و لطافت از وے پیدا است۔ استقامت سخت نیک دارد۔ آنچه مطوب است اندرین را استقامت است "قوله تعالیٰ فاسنقہ کما أمرت"۔ در "فحات الانس" است کہ محمد ابن اغضل گفت آن چیز یکہ بودی (وے) ہمہ بدیہا نیو شود و بہ نبودی (وے) ہمہ نیکہا زشت شود آن استقامت است۔ اتنی۔ من اندر بہ سال درآمد شد پیش شیخ خود وے را می بینم۔ از جمال حال وے صدق و راستی خاص و پیدا است۔ وقت کہ من این تائیف را می نوشتم از حقیقت احوال وے استفسار کردم کہ داخل این کتاب نم۔ وے ہمین کلمہ را گفت کہ در تحقیق۔ حقیقت در بیج صفت متعبد نیست۔ شیخ من در رسالہ "نور وحدت" نوشته کہ بہ چہ در ادراک درمی آید اوست و بہ چہ در ادراک در نمی آید ہمہ اوست۔ آنچه او را وجود ویند مشہور اوست (و آنچه او را عدم ویند باطن اوست۔ اوس اوست۔ آخر اوست۔ خاص اوست۔ باطن و ست۔ مطلق اوست۔ متعبد اوست۔ ظنی اوست۔ جزوی اوست) مزہ و اوست و مشبہ اوست و بآنکہ ہمہ اوست و از ہمہ پا است۔ این اطلاق اوست و دیگر است غیر آن اطلاق کہ

او عینِ ہمہ است بدین اطلاق بیچ کشف و عقلے و فہمے نرسد "وَنُحَذِّرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ"
 این جاست۔ انتہی۔ در "نفحات الانس" است کہ گادگا ہے رہے را از دست رہے
 بر باید و خو۔ بشتن را بہ بہانہ رہے بدیدہ قوم نماید تا کہ دید باید بدین او بیا ساید آنکہ
 حقیقت بر دور ہے باز آید و اگر رہے ہرگز رہے در میان نیاید ہم شاید کہ فتنہ رہے ہم
 از رہے بر آید چہ ہر از بہانہ می کا بد از حقیقت می افزاید، چون بہانہ بتامی برخاست
 حقیقت فرود آمد۔ آدمی باین کار کیست کہ این نہ بابت آدمیت۔ یکے را دیدہ
 بر بہانہ آمد و یکے بہ حقیقت کاردارو، بہانہ را (در دیدہ او) چہ قیمت۔ انتہی۔

حاجی عبداللطیف حسن پوری

مرید شیخ جنید سندیلہ است پر ذوق است و شوق۔ و احوال نیک دارو۔ مستقیم
 است اندر معاملت بایستہ و راجح و در مکالمت شائستہ۔ وے وید کہ شیخ جنید پیش از
 وفات بسہ روز مرا گفت کہ خدمت خانقاہ بر خود بگیر۔ ششم این بار گرانست حقت
 برداشت آن مرا نیست بدگیرے فرمای۔ باز شیخ فرمود خرقہ بزرگان را کہ داریم
 پوش۔ گشتم این ہم از آن قسم است۔ پس فرجی خود را بمن عطا فرمود و برخاست
 و رفت اندر سواد قصبہ سندیلہ و جاے قبر خود را مرا نشان داد و باز آمد و پکار افتاد و پس
 از سہ روز برفت از دنیا در ہشتم ماہ رمضان از سال ۱۰۳۸ھ
 ۲۲ جنوری ۱۶۳۹م) عزیزان برائے غسل جمع شدند چون بر تختہ نشاندند بزبان فصیح

گفت ”اللہ“ حاضران گفتند۔ ایشان خود زندہ اند۔ چرا اضطرابے می کنید بعد از تدفین چون بر تخت ہا خواباند آن زمان نیز گفت ”اللہ“۔ حاضران ازین دوبارہ گفتن متعجب تر شدند و ساعتی مکث کردن و حیران وار نشستند۔ پس از آن بردہ بجای معبود مدفون ساختند۔ وہم وے گوید کہ پس از وفات شیخ، شبے وے را بخواب دیدم کہ از سر لطف باز وے من گرفتہ بر بالائے کوہ الوند بردہ است و ایستادہ کردہ۔ از آن جا عمارات بس بزرگ با شان قوی و کنگرہاے عالی نمودار شدہ۔ من بیدار شدہ تعبیر آن را بیدار منہ بدل آوردم و بعد از چہل روز از وفات وے بعزیمت زیارت حرمین محترمین برآمدم و (بہ) قدم تجرید بدان (دو) سعادت مشرف شستم وہم در منہ معظمہ با شیخ تاج الدین سنبھلی صحبت داشتم و وقت مراجعت در شہر سورت با ملک نصیر الدین نوساری در ویش کامل نیز صحبت داشتم و طریقہ ملک از طریقہ خاندان چشت است کہ بشاہ عالم گجراتی می پیوند مرا مستعد گردانید۔ از ان ممر شاہ شہاے نیک یافتم۔ وہم وے گوید کہ شبے در سورت با دو تن اندر حجرہ نشستہ بودم ناگاہ سقف آن حجرہ شگافت و دو مرد از آن جا پیدا شد، یکے بر سقف ماند و دیگرے فرود آمدہ و رہوا معلق بایستاد۔ مرد سقف از مرد معلق پُر سید کہ وے حاضر است گفت بست (و) اشارہ بمن کرد۔ آنگاہ سخن این راہ بتریق و صاید گفتن گرفتند۔ و رآن اثناء مرا گفتند تو چہ می خواهی؟ گفتم رضاے خدای خواہم و نیز گفتند۔ امشب شب قدر است و بہمان راہ باز رفتند۔ من ازین عجایبات متعجب شدم و خندہ کردم۔ آن دو تن کہ با من نشستہ بودند، از من پرسیدند

حال چیست؟ گفتم چنانکہ شہادیدند و شنیدند۔ گفتند۔ مایہج ندیدیم و یہج نشنیدیم۔ من
 ازین معنی متعجب تر شدم و سکوت کردم۔ باز ہمداران اثناء دو کس دیگر با طبقے پر از
 میوہ خشک و تر ظاہر شدہ و طبق را پیش من نہادند۔ من طبق را یکسو کردم۔ آنہا گتند۔
 بخور کہ حکم اینست۔ من تناول کردم و سیر شدم و کام و دہان من بغایت شیرین
 گشت۔ حاجی امروز در کنار حسن پور مشرق رویہ آشیانہ خوشے دارد و جائے دلکش۔
 من گاہ ہا در سیر حسن پور وہم در آمد و شد پیش شیخ خود و وے رامی بنم۔ وے با خلاص و
 محبت پیش آمد و حکایات و اشعار شیخ خود ظاہری فرماید و وے بزبان پشتو اشعارے
 دارد با معانی نیک۔ این بیت از ویست

توریان مے و شاذل ذل وے	چارو تلی مین ترول وے
بوہش مقام کش را عم نہ دے	ز جلم نمی چوک اخیدے
نادان امان زر کیدی	نادان ستی رات زاری
باناد تون پانی نشست	بجنونوں کل غواری

بعد اتمام ”اسرار یہ“ در وہلی رفتہ بود و آن جا بیمار شد و برفت از دنیا در سال ہزار
 و ہفتاد و یک (۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱م) و قبر وے نزدیک بقعہ مگاہ است۔

۱۔ در نسخہ ندوہ این دو بیت باین طور نوشتہ اند

نادان امان زر کیدی نادان ستی رات زاری	باناد تون پانی نشست بود خوانوں کل غواری
توریان مکی و شاذل چارو تلی میں ترول وے	بیت مت مشر محمد سند جلم نمی چون خمیدی

سید غریب حسن پوری

وے نسبت پیدر خود سید مظفر درست می کند۔ جو آنے است صادق القول، راسخ الحال۔ درو این راه سخت نیک دارد

درو تو باید دلم را درو تو لیک نے در خورد من در خورد تو
درو چنداں کہ می دانی فرست تا بنوشم آنچه بتوانی فرست
کفر کافر را و دین دیندار را ذرّۀ دردت دل عطار را
وے دو برادر ظاہری دارد عاجز و درویش نام۔ و عجز و درویشی دو برادر باطن ویند۔
و ظاہرش وابستہ آن باد باطنش پیوستہ باین با۔ وے گوید کہ من در طلب این کار از
خانہ نہ برآمدہ ام آنچه نصیب من است ہم (ہمین) خانہ رسیدہ

آن را کہ در سرائے نگاریست فارغ است از باغ و بوستان و تماشاے لالہ زار
در ”نفحات الانس“ است کہ صاحب ”کشف المحجوب“ گوید کہ من از خواجہ مظفر
شنیدم کہ گفت۔ آنچه بندگان را بقطع یوادی غربت و شستگی روے نمود من در بالش و
صدر یا فتم و صاحب رعونت این قول را از آن پیر بہ دعوی بردارند و آن نہ از نقص
ایشان بود و بیج عبارت از صدق حال بہ دعوی نباشد خاصہ کہ بابل راہ (آن) انتہی
ہم درین کتاب (است) کہ شاہ شجاع گفت ”وجدنا فی القبا ما
طلبنا فی العبا“۔ انتہی ما نسبتی تھا عیسوی کہ شاعرے بود خوشگو، یکے از انبیاء کہ
بتصب وے نوشتہ بود

برون نیامده ام ہیچکہ ز خانہ خویش سفر چہ داشت چو عنقا در آشیانہ خویش
 نمی پر م بہ پروبال عاریت چون تیر نشستہ ام چون کماں روز و شب بخندہ خویش
 من ہر سال در آمد و شد پیش شیخ خود سید غریب را دو بار می بنم۔ دوستی و اخلاص کہ
 باید و شاید از وے در می یابم و جائے چنین در (حیا و) مروّتے کہ بالاتر از ان متصور
 نیست بآن حالت در دہلی کہ وے دارد بروجہ حسن در وے ظاہر و پیداست۔ در
 ”نفحات الانس“ است کہ شیخ الاسلام گفت عبداللہ بن عصام (رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم را) بخواب دید گفت یا رسول اللہ حقیقت این کار کہ مادرانیم چیست؟ گفت
 شرم داشتن از حق تعالی چون با خلق باشی از وحامی باشی یعنی می باید کہ چون بظاہر با
 خلق باشی باطن با حق باشی۔ سبحانہ تعالی۔ و شرم داری از و کہ باطن نیز مشغول خلق
 باشی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این گفت و برفت۔ بر اثر وے رستم و شستم یا
 رسول اللہ بیفرای۔ گفت بخشودن (بخشش کنندہ) بر خلق باشی وقت کہ با حق باشی کہ
 بظاہر با خلق باشی و برایشان بہ بخششی و حق ایشان راضی نکر دانی (انہی)
 روزے من بر کاب شیخ خود در کوچہ تنگ دہلی می آمدم۔ از آن طرف سوارے
 فرار سید و از وے ادب بکلیکے بایستاد و شیخ مرا راہ داد۔ شیخ من از وے پرسید
 کیستی؟ گفت عاجز۔ گفت انچہ مطلوب است ہمین بجز است و بس۔ من عرض
 کردم حضرت جو نیست در حسن پور سید غریب نام۔ وے دو برادر حقیقی دارد عاجز
 و درویش نام۔ گفت آری من وے را نیک می شناسم۔ کسے خوبست و ہر کہ غریب
 است خوب است و ہر کہ خوب است غریب است این سخن در ہمہ جائے می رود۔

در ”نجات الانس“ است کہ شیخ الاسلام گشت روزگارے اورامی جستم خودرامی یا فتم
 اکنون خودرامی جویم اورامی بایم۔ چو بیابی برہی چون برہی بیابی کدام پیش بود او
 داند۔ چون او پیدا شود تو نباشی چون تو نباشی او پیدا شود کدام پیش بود او داند۔ بایزید
 گوید۔ با او پیوستم تا از خود نہ گسستم و از خود نکسستم تا با او پیوستم کدام پیش بود او
 داند۔ شیخ ابوعی سینا (سیاہ) گوید کہ ما وراء البہر یان می گویند تا نرہی نیابی و عراقیان
 می گویند تا نیابی نرہی۔ ہر دو یکیمست خواہ سیو بر سنگ خواہ سنگ بر سیو لیکن من
 با عراقیانم کہ سبت از و نیو تر است۔ ابو سعید خراسانی گوید، ”من ظن انہ یبذل
 المجہود (یبذل المجہود) و یصل فتعن۔ و من ظن انہ بغير بذل
 المجہود یصل فتمنی۔ اتی۔“

شیخ صادق حسن پوری

مرید شیخ عبدالحی ٹھٹھی است و وے مرید شیخ احمد سرہندی۔ اوایل حال وے در
 ترک و تجرید بودہ است۔ آزادی و بے تعلقی نیک داشت۔ آخر الامر بحبت زنے
 متہلکشت و شوق و آزادی (آرزوئے) وے سرفراز کشید و آن زن را بعقد نکاح
 خود در آوردہ و فرزند ان بہم رسانید لیکن در حالت بے تعمنی وے کہ از دولت صحبت
 بزرگے بدست آورد بیچ فتورے گرفت۔ وے با شیخ من محبت و اخلاص خاص
 دارد۔ روزگارے وے در طریقہ صحبت و خلوت با شیخ من مقبول اکثرے

اقران صحبت و دوستان وے بودہ است۔ وے را دوستان بودہ اند از سلطانیاں کہ از غایت سعتِ مشرب وے، وے را بخانہ ہائے خودی بردہ اند و خدمت ہا (می کردند) و وے پرواے شان نمی نموده است۔ و زود برکنده و شیخ من می رسید و موردِ الطاف و اعطاف می شد۔ من یک قرن پیش است کہ بوے آشنا ام گاہ در یکجا بودہ و گاہ از وے جدا بودہ ام۔ وے روز کے چند در اوایل ہادر سنبھل گذرانده است۔ چہ آزادی و چہ سکون داشتہ۔ روزے شیخ بہاء الدین بن شیخ محمود بنی اسرائیل کہ نیک مرد بود و صاحب طبع موزون۔ و من در یک جانشستہ بودیم کہ وے ہم آمد و بنشست و ساعتی خاموش ماند و برخاست و برفت۔ بہاء الدین تعجب از من پرسید کہ این چہ سکوت و خاموشی بود کہ وے داشت چہ اندر سخن در آید و حرف حکایت نماید۔ گفتم خاموشی وے بہ از کلام ما و شماست۔ و کلام وے بہ از خاموشی ما و شما۔ وے این سخن من پسندید و خاموشی گزید۔ روزے من حکیم نور الدین را کہ رباعی از وے در ذکر عبدالواحد سنبھلی گذشتہ دیدم در بانغے نشستہ وقت خوش بود گفتم حکیم! از اشعار خود چیزے بر خوان۔ گفت درین حال خود سخن خوش نمی آید اشعار است و بر خواند

ز ہر کلام کلامِ عرب فصیح تر است مگر کلامِ خموشی کہ افصح از عربست
گفتم۔ آری در حال سخن خوش نکردن ہم کار سخن افتادہ۔ ازین سخن خوش وقت شد۔ در ”نجات الانس“ است کہ در سخنان مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ مذکور است کہ خواجہ حکیم سنائی در وقتے کہ محضر بود، در زیر زبان چیزے می گفت،

حاضران گوش پیش دہانش بردند، این بیت می خواند

باز گشتم ز آنچه گشتم زانکہ نیست در سخن معنی و در معنی سخن
 عزیزے این را شنید گفت عجب حالیت کہ در وقت باز گشتن از سخن نیز سخن مشغول
 بودہ است (انہی)۔ نیز حکیم (نورالدین) گشتم از گلستان سعدی صواب آنست
 کہ در وقت سخن سخن گراید و در حال خاموشی بخاموشی میل نماید۔ قطعہ

اگر چہ پیش خردمند خامشی ادبست بوقت مصلحت آن بہ کہ در سخن کوشی
 دو چیز تیرہ عقل است دم فرو بستن بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی
 نیز حکیم مثلے رنگین گشتم بسیار خوشوقت شد و صحبت نیک گذشت و آن آنست کہ
 گویند جوآنے سادہ نوآر عزیزے شد۔ روزے آن عزیز را بفضیافتے بردند۔ اہل
 وے آن جوآن را از عقب فرستاد کہ طفلان گرسنہ شدہ اند۔ برو و پنہان زیر کتے
 (ریزکے) طعام (بیار) آن جوآن رفت و بر سر مجلس بیستہ، ہنوز سفرہ مجلس در
 نیمہ بود کہ باواز بلند باق گفت کہ اہل شام براے خوردان گرسنہ طعامے پنہان
 طلبیدہ است۔ از شنیدن این حرف آقا شرمندہ شست و سر فرو ماند و بعد از فراغ
 طعام جوآن را زجر مردو گشت۔ اے نادان اگر ترا بغرض این کار فرستادہ بوند بایستے
 بوشہ نشست و بعد طعام کار کرد۔ جوآن گشت این مرتبہ خطا کردم پیشتر بہ فرمودہ شام
 خم۔ چون بارے دیدم آقا بفضیافتے رفت در آن اثنا ہی بخانہ بمسایہ وے تاش
 در رفت اہل وے آن جوآن را گفت زود برو و آقا را بیار۔ جوآن آمدہ بوشہ بآرام
 نشست تا آن زمان کہ خانہ آقا سوختہ و خاکستر شدہ، بعد فراغ طعام، آقا خوش

شده ازوے پرسید کہ چون آمدی۔ جوان آہستہ بگوش آقا گفت کہ خانہ ہمسایہ شما را آتش گرفته بود۔ اہل شام را بتاکید فرستادہ بود کہ شما را زود ببرم لیکن من بروصیت آن روز شما عمل کردم۔

شیخ ابوتراب ٹھٹھی

مرید یکے از بزرگ شیخ محمد حسین دہلوی معروف بہ شاہ خیالی است۔ نہومو ملت بود مستقیم اندر طریقت۔ غربت و شستگی بہر تہ کمال داشت۔ با شیخ من آشن بود نیازمند۔ وے بزمن مشرق برفتہ از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۴م)۔ وے گفتے کہ شاہ خیالی اندر حرم مدینہ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ساہبا مجاورت و مجاہدت نمودہ است و از مشائخ قادریہ کہ در یمن بودہ اند زیارت و اجازت یافتہ۔ حاجی شیخ عبدالوہاب بخاری مرتبہ دوم کہ زیارت حرمین رفت وے را بہندستان باز آورد۔ و در اثنا سفر آمدن در زمین ہند یکے از فقہائے اہل ابوے آمد کہ بوے در افتد و گفتگوی نماید کہ چرا خود را بوجد و سماع مشغوف می داری و چون بحسن صورت مشغوف می باشی و این مقدمات را بہتہ بد گفتن رفت۔ وے گفت۔ این چہا از چہ راہ می گوی و مزاج من می شوی گنت من مام۔ مام۔ نہر و راست کہ با مبتدیان امر معروف نماید و طریق ہدایت و ارشاد فرماید۔ وے گفت اگر تو عالمی پس بگو کہ "ضرب" کدام صیغہ است۔ قرآنخندید کہ چہ پرسید۔ باز گفت کہ انچہ من پرسم جواب باید گفت۔ قرآن در دل خود فرو رفت ہر چند قصد

کر دے تو انست صیغہ آن لفظ را گفت و ہمہ معلومات از خاطر وے پاک بشد لیکن
 این قدر از راه خجالت بگفت ہمیں زمان از دلم رفته است آخر چون نیک دریافت
 کہ این تصرف ویست بے اختیار شدہ پائے وے در افتاد و عذر خواست و از آن
 (باز) صدق و ارادت آوردہ مرید گردید و بمرتبہ کمال رسیدہ است۔ شاہ خیالی
 در سال نہ صد و چہل و چہار (۹۴۴ھ / ۱۵۸۶م) رفته از دنیا و قبر وے اندر دہلی بہنہ
 در مقام بدائع النزال است و آن مقام بجمندل معروف است۔ در ”نجات الانس“
 است کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ گفتند کہ در جوانی بعلم کلام مشغول
 شدم و چند کتاب در آن یاد رفتم و عم من از آن منع می کرد۔ روزے عم من بزیارت
 شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ در رفته بود من با وے بودم مرا گفت حاضر باش
 کہ۔ شیخ بزودی در می آیم (آیند) کہ دل وے از خدائے تعالیٰ خبر می دہد و منتظر
 باش برکات دیدار وے را۔ چون آمدہ بہ نشستند۔ عم من گفت۔ ”یا سیدی برادر
 زادہ من عمر بعلم کلام مشغول است بر چند وے را می گویم از و باز نمی آید۔ شیخ گفت
 اے عمر کدام کتاب حفظ کردہ۔ شتم کتاب فلانی و کتاب فلانی۔ دست خود را بسینہ
 من فرود آورد۔ واللہ کہ یک لفظ از آن کتاب در حفظ من نماند و خدائے تعالیٰ ہمہ
 مسائل آنہا (از) خاطر من فراموش گردانید و بسینہ مرا از علم لدنی محسوساخت۔ از
 پیش وے برخاستم (یکخت بہ) زبان بہ حکمت ناطق مرا گفت۔ ”یا عمیر انت
 آخر المشہورین بالعراق“ روزگارے آن ابوتراب در صحبت امیرے بودہ
 است بفرمودہ شیخ خود، در کار محتاجان سعی کمال بجا آوردے و من ہم بان امیر بودم

شکری و باوے ملاقات می نمودم و صحبت ہائے خوش بمیان بودے۔ وے شعر نیک
گفتے و قے غزلے گفتہ و مصراع آخرش مرا بیاد ماندہ و آنست۔ مصرعہ

عشق انسانی ترا بی را بگردن نعل شگفت

دوزے میان وے و من محبتے ناخوش افتاد و ترک وے رفتم ہم در آن مدت شیخ
این چنانچہ مرا پیوستہ سخنان معارف ذوقیات می نویسد۔ این نامہ بمن نوشتہ است

کہ

چندان مشتاق جمال باکمال آن مظہر الطاف الہی ام کہ شرح
و بیان آن از حوصلہ قلم بیرونست و در نیست کہ حقیقت حال را دل
بزیانے کہ دارد بگوش دل شاہ رساند۔ بایے بایے چہ گشتم این
جا بے نیست و حالے نیست دل من دل شاہ است و حال من
حال شاہ۔ فقرہ "اما من اسیری و من اہوی اما" من ہم
نیکی و نیکی کیست؟ من۔ اتنی۔

تفاوت این کاغذ بدست وے افتاد۔ خواند و از عنایات شیخ خود کہ من بویے خبر
نکردم دریافت و متعجب شد و بمن آمد و از ان ہجران عذر با خواست و فقرہ از
در میان برخاست۔ و این معاملہ در قصبہ خوشاب بود و است در سال ہزار و سی و
تہ (۱۰۳۹ھ ۱۶۳۰م) و در آن قصبہ جمعہ سادات قاضی و شفی و مدرس بودند۔
ہمہ عالم وفق صل لیکن آن ہمہ رایجاری و سواس و وہم بود، چنانکہ از مشہد و حوا

عشق آن جانی ترا بی را بگردن نعل شگفت، شاید ین چنین باشد۔ ج ۱، نسخہ "غالب"

آن ہا ماما اور شگفت می شدیم۔ مجمل حکایت شان آنست کہ روزے سے تن از آن بر روی دریائے بھٹ شدند کہ نزدیک بآن قصبہ (باڑہ دیہہ) است۔ اتفاقاً یکے را سر درو کردن گرفت۔ وے گفت این درد از تاثیر سردی آبست۔ آن دو تن گفتند۔ پس مارا ہم اثر کرده باشد و ہر سہ با ہم یکجائے در افتادند و بخانہ ہائے خود گفتہ فرستادند کہ سہ چار پایہ و دو از دہ مزدور فریستند کہ ماہارا ازین جا بہرند آخر مزدوران بخانہ ہائے شان رسانیدند۔ ہم روزے مسافرے پیادہ پیش سید گل محمد کہ مدرس و کلان شان بود، از بیابان در رسید و گفت۔ رفیقے امروز از تشنگی بمرد۔ سید گفت ہاں تشنہ ہم می مرد۔ گفت آرے۔ از آن باز سید ہر شب ظرفے پر آب می کرد و بجمع خرد و کلان خانہ خود را بیدار ساختہ بزور می خوراند۔ ہم روزے آن سید شنید کہ در شب ماہ نو قپ خانہ امیر را سری دہند۔ گرینختہ بفرستگے رفت کہ آواز مہیب آن بگوش نرسد۔ امیر این حرف شنید بختندید و محمد متیم داماد سید را کہ پسر امیر را تعیم می کرد گفت سید را حاضر کن۔ گفت امشب ہرگز نہ آید کہ شب ماہ بہست فردا حاضر خواہم کرد۔ امیر گفت پس اندرین باب تمسکے نوشتہ بدو۔ وے تمسکے نوشتہ و بمہر قاضی و ابائی و موالی رسانیدہ آورد۔ شبے آن محمد متیم بالائے بام خود بخواب رفتہ، بخی طرش آمد کہ خدا نخواستہ باشد کہ اگر سگے درین جا بیاید و مرا بزد، حال چون شود۔ درین اثناء از زیر آن بام سگے آواز کرد وے فریاد بر آورد کہ مرا سگ زیدہ۔ مردم خانہ وے آن جا آمدہ۔ وے را آستان کشان پائین بردند و بیچ اثر زخم سگ ندیدند۔ من بآن محمد متیم نیک آشنا بودم۔ اشعار خاقانی و انوری و غیرہ

لیک می خواند۔ وے بدروازہ کہ پلنگ امیر بستہ بودے ز رفتے واکثر من وے را
 خود اندر آن دروازہ بردم۔ اوّل چند کس جمع کردہ وے را در پوشیدندے تا بتکلیف
 رفتے وکے را کہ نام چیتہ بودے پیش خود نکذاشتے وگفتے مگر نام ہارا قحط است کہ
 این نام کردہ اند۔ ازین قسم چیز ہا بسیار دیدہ می شد کہ تفصیل آن بطول می شد۔

شیخ فیروز سنبھلی

یہ شیخ حسین نبیرہ شیخ عبدالواحد سنبھلی است کہ در سنبھل آسودہ اند و ذکر ایشان
 گذشتہ، پیرست دراز قد، نورانی طلعت، صاحب ذوق و سماع و وجد و احوال
 پاک۔ غربت و شکستگی بسیار از وے ظاہر است و در سماع وے تاثیرست قوی۔
 لافہ وے چوب تراشی کمانست کہ آراستہ بکمانگران می دہد در سرائے ترین
 قیمت دارد۔ مراہر گاہ با وے اتفاق ملاقات می افتد و من نیاز مندی پیش می آرم
 بے۔ مرا تب زیادہ از من نیازی آرد۔ ہر گاہ از احوال باطن وے استفسار می کنم
 بے چنین ظاہری سازد کہ من رودگر بے ام، دور از کار، بیچ مدان، گرفتار (دنیا)،
 از احوال و واقعات چہ خبر و خود را نیک مخفی می ساخت۔ پوشیدہ نمید کہ چنانچہ
 دیشان سابقین احوال و واقعات و خوارق و کرامات خود را از نظر خلق پوشیدہ اند و
 شیوہ خواری و بے اعتباری کوشیدہ۔ درین زمانہ خود لازم و واجب است کہ خود را
 نظر خلایق بر اندازد و بیچ احوال و کیفیت علم نسا زد۔ شیخ عبدالمومن سنبھلی گوید کہ من

از عزیزے شنیدہ ام کہ وے گفته کہ من در کتاب نوشته دیدہ ام کہ جوآنے بود
است نو کہ خدا از مریدان شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ و وے را باہل خود محسوس
بود مضطرب و ہر دو بر بالائے بام خود بعشرت و مراد دل بصری بردہ اند۔ شبے اہل و
ہی جتے از حجرہ برآمدہ بعد ساعتی جوآن از راہ مطاہہ گفتہ کہ چہو چہو (جھو جھو)
این را بگیر تا وے ازین سخن ترسیدہ و دیدہ بمن آید چون ساعتی نیک گذشت
از آن بچہ اثر ندید و آواز پای نشنید خود ہم برآمد و در خلا جائے بام رفت اورا ند
این طرف و آن طرف بہالید و نیافت و زنجیر در زینہ ہار ابستہ دید۔ مضطرب گردید
فرود آمد و مادر و پدر را بیدار ساخت ہر ہمہ بر آواز آن برخاستہ و تمام خانہ و حوالی مح
و محلہ بکستند بچہ جا اثر او نیافتند۔ جوآن از غایت اضطراب و سر اسیمکی و دیدہ بر
خانہ و شیخ خود رفت و فریاد و فغان برداشت و گشت۔ شیخ حسبہ اللہ مراد ریاب
شدہ مرا بمن بازار رسان و الا خود را برد تو می شوم۔ شیخ گفت حال چیست؟ جوآن
ماجر را عرض کرد۔ شیخ لمحہ متوجہ شد و گفت برو و در چار سوق شہر نشین تا وقت سحر
زمان مغنیان از جائے می بر آیند و ہمراہ شان مزدورے تختہ دہل و ساز بر داشتہ
آید۔ از وے اتماس این مہم بہن کہ مقصود حاصل است۔ جوآن در آن (مقام
اؤل شب رفتہ بجائے معبود پست و اونچہ شیخ گفتہ بود بظہور آمد۔ جوآن پیش آ
نختہ رفتہ بہ نیاز تمام شروع مطلب خود کرد۔ وے گفت اے جوآن اگر مزاح
فی با این مغنیان بہن۔ من عاجز مہم مزدور مہم از من چہ می خواہی۔ جوآن گفت ا
من می گویم بندہ موافقہ شیخ نظام الدین اولیاء گویم۔ مزدور ازین حرف دس

پیشانی خود زد و گفت۔ دروغا کہ (حاسدان) بدین حال ہم کس را دیدن نمی
توانند و گفت چہ می خواہی گفت زن خود را می خواہم۔ وے حرفے چند در کاغذ کے
وشتہ بجوان داد کہ در فلان صحرا رفتہ بفلان جہت بنمای۔ آن گاہ خواہی دید انچہ در
پردہ غیب است و مراد خود حاصل کن۔ جوان برفت و فرمودہ وے بجا آوردنی
الفور لشکر جتیان باکرز و فرو طمطراق کہ مشہور است ظاہر شد و بادشاہ شان بر تخت
نشستہ پیش آمد و بجوان گفت چہ می گوی برگوی جوان انچہ بود گفت۔ بادشاہ عرض
(طرف) لشکر خود بدید ہمکنان حاضر بودند الا جھو جھونامی نبود۔ فرمود اورا بیا بید۔
و داز جا کہ بود حاضر کردند۔ بادشاہ گفت زن این جوان را تو آوردہ۔ گفت شاہا
مشب گذار من بر بام این جوان افتادہ بود۔ در آن اثناء (زن وے از حجرہ بر آمد
وے گفت۔ جھو جھو این را بگیر پس من بحکم وے آوردہ ام و در حجرہ عمارت کہنہ
داشتہ لیکن ازان وقت) دو درویش با مہبت و صلابت از مریدان شیخ نظام الدین
ولیاء در آن حجرہ ایستادہ اند و مرا اندران رفتن نمی دہند۔ القصہ آن زن را حوا۔
آن جوان کردہ رخصت کردند۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شیخ فتح اللہ سنہلی

ز قہیان روزگار بود۔ صالح و لطیف و فہیم و ظریف۔ مرا از ایام جوانی با وے محبت
و اخلاص قوی بود و موافقت و مراقت نیک۔ وہم من سبقتے چند از بعضے شیخ پاری چہ نظم

وچہ نثر بوے گذرانندہ و وے در حل بعضی از رسایل "اعجاز خسروی" دستے تمام
داشت و اصناف فنون آن رانیک و رزیدہ۔ وے شعر ہم گشتے لیکن شعر فہمی وے
شعر گوی وے غالب بود این سہ بیت از دست

یاران سخن از ترک محبت مکنیدم دل پیش خودم نیست نصیحت مکنیدم
بر شتر من داروے راحت منشا یند شرمندہ نا سور محبت مکنیدم
این سبزہ نیست گرد بگرد رخت نیو صف بستہ مورچہ ز پئے اشکر آئندہ
و وے بتذوق مت چند ان نمایان نبود بکہ بخجہ وے حقیر می نمود لیکن در فن کشتی
و وندی و جہند کی نظیہ سے نہ داشت چنانکہ بیچ یکے از پہلوانان کشتی گیر پشت وے
بر زمین نرسانندہ بود۔ وے بان کہ در جوانی با مشغوف این ہنر بودہ اما اندر آن
حالت در صلاح و سلامت وے بیچ وجبہ از وجوہ فتورے نرفتہ۔ در "رشتی" است
است کہ چون سید امیر کلان بسن شباب رسیدہ اند کشتی می گرفتہ اند و گرد ایشان
ہنگامہ و معرکہ می شدہ۔ روزے در آن معرکہ ششے را بنی طر گذشتہ کہ چہ معنی دارد کہ
سید زاوہ شریف کشتی یہی و زور آزمای کند و طریق اہل بدعت (حرفت) و رزومہ
درین اثنا وے را خواب در ریو و در خواب چنان دید کہ قیامت قیام شد
است و وے جاے میان کل و ی تا سینہ فرو رفته است و بحال خود فروماندہ۔ ناگاہ
دید کہ امیہ پیدا شد و بہ دو بازو وے وے رفتند و با سانی وے را از آن لائے بالا
شیدند۔ بیدار شد و امیہ در آن معرکہ روی بوے کردہ فرمودہ اند کہ مازور آزمای
از ہر اے چنین رازے می نمہ۔ اتھی۔ فتا۔ بے قید کہ در معرکہ کشتی شیرے بود

غرنده و در عرصہ تیزدوی طیر پرندہ بود چنانچہ در بعضی جا باد شمنان جانی وے را بگرد
گرفته اند (بگیر و دار رفته اند) و خواستہ کہ در گیرند و بکشند و وے پی بکدستی بر جہیدہ
واز بالاے سرشان بر پریدہ و سلامت فرار سیدہ و گاہ با وے از روے بحث و دعوی
خود را اندر چاہ افگند وے و آن جا ایستادہ ماند وے و گاہ با بے مد و دست بر سر دیوار
شد وے و اندر فنون موسیقی و خوش خوانی ہم دستہ تمام داشتہ۔ و وے را در سنبھل
بان شیخ فتح اللہ در چاکدستی کار با افتادہ لیکن پیش نبرد و شرمندہ نشست و ازین جا با
امر و بہ رفت و آن جا ہنر بانمود و از آن جا بدلی رفت و برفت از دنیا۔ در بیماری
آخر شیخ فتح اللہ من بعیادت رفتم سخت نحیف و نزار گشتہ بود و چندان شعور وے بخود
نداشت وے را سہ رنج با ہم بود۔ سوز سر و خار زبان و ضیق نفس۔ چون مرادید
مضطرب گردید و بہ زبان لکنت آمیز گفتن گرفت۔ دوست من پیش آی و در جا بمن
(جانم) در (بر) آی۔ نزدیک بوے نشستم و از تغیر احوال متعجب گشتم و چہ
عجب کہ

قضا دستے است پنج انگشت دارد چو خواهد از کسے کامے بر آرد
دو بر چشمش نہد دیر دو برگوش یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش
آخر بہ تسہی وے گشتم، مردانہ باش کہ سوز سینہ تو و خار زبان تو نمائندہ است ہمین
اند کہ ضیق نفس ماندہ۔ وے اندر آن حالت بطیبت گفت۔ این نفس ہم نخواہد
ماند۔ گویند میر خسرو دہلوی را اندر بیماری سخت کہ چندان شعور وے بخود نمائندہ بود
حریفان از روے طبیعت پرسیدند کہ میر جیو ما کیا نیم؟ میر ہم بطیبت گفت ہمین کہ ش

گفتند۔ انتہی۔ شیخ فتح اللہ دران بیماری برفت در سال ہزار و چہل و چہار
(۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴م) وقبر وے نزدیک بروضہ شاہ فخر الدین است۔ من در تاریخ
وے این گفتم۔ قطعہ

وای از کار جہان بے مدار داد از درد و غم جائگاہ دار
رفت از عالم جوانے پاکباز کز غم او خاست از صد آہ داد
آسمان در ماتمش شد نیلگون خاستہ از جان مہر و ماہ داد
سال فوتش چون طبیب کردم ز غیب گفتم ہاتف "فات فتح اللہ داد"

۱۰۴۴ھ

شیخ رفیع گوپامسو

جوانے بود سیاح باصلاح و سلامت و فقر و استقامت۔ (عالم) بودہ بعضے علوم
عربیہ۔ کتب بہ کلام مجید را از تیز دہی کہ وے می کرد، ندیدہ و نہ شنیدہ۔ غربت
و نامرادی سخت نیک داشتہ و خوش زیستہ۔ وے در مسجد جامع سنجل اقامت
ورزیدہ و چند گاہے با معاملات گذرانیدہ۔ (پس از آن وے را حالے روئیداد کہ
دست از ہمہ باز داشت و در طریقہ رندی و قنندری درآمد۔ آزادی و وارستگی مفراط
پیش (دارد) و مدت با بہدراں جہانمند و اندر آن مسجد کہ بروح و دلکشای و لطافت
و زیبای بے نظیر است، خوش گذراند)۔ من بدان ہر دو حال بوے آشنا بودم آخر از

آن جاسفری شد و ندانم یکجاریفت۔ شیخ عبدالرحمن بن شیخ ابوالبرکات امام آن مسجد بود بابرکات و عبادات و اہل دعوات اسماء دافع البلیات و رافع الدرجات چون پدرش از سر رفت و در آن مسجد بگوشہ مدفون شد وے خواست در باب ملکی تصدیق تصحیحہ پدر از عزیزے حاصل نماید۔ شیخ عبدالحی مفتی سنبھل کہ صاحب علوم لائقہ و اعمال فائقہ و اہل تصانیف دینی یقینی بودہ است۔ آن تصدیق را چنین نوشت کہ از آن وقتے (کہ) وے بمسجد در آمدہ است، قدم بیرون نہادہ و این لطیفہ کار گر آمد۔ آخر آن ہم برفت در سال ہزار و پنجاہ و دو (۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲م) و قبر پدر و پسر در (جائے) یکے است۔

وقتے بادشاہ صاحب قرآن ثانی فرمود کہ ضلع سنبھل را از رستم خاں و کئی تغیر کردہ بدیگرے دہند۔ خان مذکور راقم حروف را پیش شیخ عبدالرحمن بجہت بحال ماندن بسنبھل فرستاد کہ توجہ نماید۔ فقیر رفتہ عرض نمود وے درین باب مشتتے نیک بجا آوردہ و توجہ نمود تا کار بانصرام رسید۔ امروز شیخ عبدالرزاق پسر امام۔ امام است برجادہ وے بر حال وے۔ گویند در زمان پیشین بجائے آن مسجد دیرے بودہ است ہر منڈل نام و آن دیر باعتبار آخر (کفرہ) مشہور ہندستان بود و بنود ہند آن را چون دیر باے کلان معتبری داشتند۔ آخر الامر شیخ نجم الدین و شیخ علی خواہر زادہ وے کہ ہر دو از کلمان بودہ اند از ملک بالاسیاحت کنان سنبھل رسیدہ اند و بر در آن دیر فردا آمدہ۔ جماعہ کفار نحو استند کہ اینان این جا باشند و روئے ستاسیان کہ در آن دیر سکونت و توطن داشتند باین بزرگان در افتادند و سخنے شرآمیز بمیان

آوردند و گفتند، اگر شما کرامتے دارید، نما سید و لا از ما بینید۔ درین اثنا ستاسی (سنیاسی) گفت، بگرید و از کرامات ما مشاہدہ کنید و در ہوا پریدہ است و بالاے سرشان عرو بے گرفتہ۔ شیخ علی بطفای خود گفتہ۔ اگر رضا دہی من ہم بہ پریم و اورا از بالا در اندازم۔ گفت۔ ”بہ پر“ شیخ علی پریدہ است و ازوے بالا تر رسیدہ و در گرفتہ بزمین فرود آوردہ از آن روز شیخ علی پزان اشتہار یافت۔ ستاسیان و کفار دیگر حلقہ مسلمانان بہ گوش کردہ اند و مدارات پیش آوردہ اند۔ ایشان در آن جا اقامت گرفتہ اند و در انہدام آن دیر بہمت تمام گماشتہ اند و در تقویت اسلام توجہ تام مصروف داشتہ تا در آن نزدیکی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ با فتح و نصرت خلیفہ ہندستان شدہ است و بحکم وے آن دیر را منہدم ساختہ اند و در جے آن بنائے مسجد نہادہ اند۔ نیز گویند چون گنبد مسجد ساختہ اند بلگشت (شکست) خوردہ و این بکرات روئیدادہ جمعے از راہ استخارہ دریافتند و گویند گروے از منجمان گفتند کہ اگر نام میر عمارت مشتمل بر کفر و اسلام باشد یا گفتہ کہ ہندو مسلمان دو کس صاحب تعمیر شوند این عمارت با نصرام رسد۔ چون بعرض بادشاہ رسانیدہ اند۔ بادشاہ بہ نیت درست بدستی مسجد ”ہندو بیگ“ مغل را از حضور خود متعین فرمودہ است تا وے در کمی مدت با تمام رسانیدہ در سال نہ صد و سی و سہ (۹۳۳ھ ۱۵۲۷م) قطعہ تاریخ اتمام آن جامع مسجد اینست قطعہ

جامع	اشیہ	فضل	و	کمال	رافع	الویہ	ملک	و	مل	
باسط	اجنہ	امن	و	امان	بانی	انبیہ	نعم	و	عمل	
شہ	جم	جہ	محمد	بابر	حفظہ	اللہ	لہ	عز	و	جل

شمع دولت چو بر افروخت بھند روشن از پر تو آن شد سنجھل
 از پئے ساختن این مسجد کہ مصون باد ز نقصان و خل
 کرد فرمان بکہین بندہ خویش کہ بود عمدہ ارکان و دل
 میر با عقل و خرد ہندو بیک آن با خلاق نکو گشتہ مثل
 چون ز فرمان شہنشاہ جہان یافت اتمام بتوفیق ازل
 سال تاریخ مہ و روزش گشت یکم از شہر ربیع الاول
 بقبر شیخ نجم الدین ملقب بہ ستون سنجھل متصل حرم آن مسجد است طرف شمال و قبر شیخ
 علی پڑان بر طرف جنوب آن۔ مسلمانان اندر آن مسجد نماز جمعہ بشوق ادا می کنند
 و ہندوان باعتبار سابق در مواسم مقررہ خویش در گرد آن حرم مسجد طوف می نمایند۔
 پوشیدہ نماند کہ احوال اکثرے از مشائخ سنجھل در ضمن ذکر آسائی فرزندان شان
 اندر کتاب ایراد یافتہ است و ورائی آن بعضے شہیدان صاحب آیات و کرامات
 مثل بیلقانے و سید ابراہیم و احمد و محمد و قطب الدین محمد و جمال الدین و زین الدین
 و برہان الدین و سید پچاسہ و گنج شہیدان و غیرہ ذاک کہ اندر سر کوچہ و بازار آسودہ
 اند۔ لہذا بمثل بر السنہ عوام است کہ ”پیران بداؤں شہیدان سنجھل“ لیکن از
 احوال این شہدا بروجہ تفصیل ہیچ معلوم نیست آرے این قدر بعضے مردم می گویند کہ
 انہا در اول فتح اسلام ہمراہ سالار مسعود غازی بہندستان آمد و بہ مرتبہ شہادت رسید
 اند۔ واللہ اعلم۔ اما مجملے از احوال سالار آنست۔ در ”اخبار الاخیار“ است کہ از میہ
 سلیم بطریق اجمال معلوم شدہ کہ وے مردے بود، در اول فتح اسلام غزا کردہ

وفتوح بسیار نموده بدرجہ شہادت رسید و در تاریخ فیروز شاہی می نویسد کہ نام وے
 سپہ سالار مسعود غازی است و وے از غزات سلطان محمود غزنویست و چون سلطان
 محمد تغلق بدیار بہرائچ رفت زیارت (قبر) وے کردہ و بمجاوران قبر وے صدقات
 داد۔ انتہی۔ و میر خسرو علیہ الرحمۃ در رسالہ (اعجاز خسروی) وے بنام سنجہل کہ از
 دوستان ایشان بود نوشتہ۔ ”برادر سنجہل بہاری (بہرائچی)“ نَصْر اللہ ہاویہ
 عیشہ۔ بدانکہ چون در قصبہ بہرائچ از مزار معطر سپہ سالار شہید کہ ہمہ ہندستان
 بوے عود گرفتہ۔ مجلس برادران آن جا (ہم) طیب دارد ہم بدان خوش باشند۔ انتہی۔
 و آنکہ گویند کہ وے مرید خواجہ معین الدین است ثبوتے ندارد۔ در ملفوظات
 ایشان ذکر نیافتہ۔ از بعضی ابالی شنیدہ شد کہ تاریخ شہادت مسعود غازی چہار صد و
 نوزدہ کہ لفظ ”سالار حق جوی“ متضمن ایشانست بود و این بدست علمہا کہ شائع
 شدہ است درین نزدیکی با حدوث پذیرفتہ۔ واللہ اعلم۔ انتہی کلامہ۔

من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۱م) وقت مراجعت از قندھار بغزنی
 رسیدم۔ اہل آن شہر چنین می گفتند کہ نو دہزار اولیاء اندرین زمین آسودہ اند۔ من
 بعضی از بزرگان آن جا را زیارت کردم۔ آنچہ بیاد ماندہ شیخ صابرو شیخ علی عطاء و شیخ
 عثمان پدر شیخ علی جبوری و شیخ شمس و حکیم سنائی و بہلول دانا و سلطان محمود است۔
 بر قبر سلطان کتبہ نوشتہ اند مشتمل بر جمیع احوال وے و تاریخ وفات وے کہ در
 سال چہار صد و ہست و اند است۔ در کتاب ”نجات النس“ در ذکر ابوذر بوزجانی

سال وفات سبکتگین پدر سلطان محمودی صد و ہشتاد و ہفت نوشتہ۔ صاحب "ثمرات
 القدس" می نویسد کہ در ملفوظات کہ یکے از مریدان سالار مسعود جمع نموده چنان می
 آرد کہ وے برادر زادہ سلطان محمود است۔ در مرتبہ دوم در سال چہار صد و دہ داند
 کہ سلطان بہ ہندستان آمد و غزافرمود۔ در وقت مراجعت وے را در ہند بگذاشت
 چون سلطان بغزنی رسید کفار فرصت یافتہ وے را شہید گردانیدند و در آن سرزمین
 مدفون کردند در آن جا شہرے آبادان کردہ اند بہراج نام و بر سر قبر وے روضہ
 عالی بنا نمودہ و در ہر سال وقت بہار علمہای سرخ و زرد با ساز و طلا و نقرہ لا تعد و
 لا بحصى از اطراف و اکناف بآن جامی برند و تا یکماہ از دحام غریب می شود و
 نذ و ر و فتوحے کہ دارند بجا آورده باز باماکنہ و اوطان خود برمی گیرند (برگشتند)۔ و
 وے را بعد از وفات خوارق ظاہرہ و کرامات باہرہ بودہ و الحال بہست۔ و در ہر شب
 و دو شنبہ بے تعطیل در روضہ متبر کہ وے کثرت است۔ انتہی۔ گویند چہارتن از
 مجاذیب صاحب کرامات و مجاہدین اہل سکر در سال نہ صد و بہست داند
 (۹۲۰ھ/۱۵۱۳م) باہم بسنبھل رسیدہ اند۔ شاہ فخر الدین و شیخ بہاء الدین بودہ و
 بابا پر بھو و چندن دیوانہ۔ اما شاہ فخر الدین کرامات ظاہر داشتہ ہر کہ بوے نیاز پیش
 آور وے، کار خود کروے و آنکہ از وے سر کشیدے خود را بزیان رسانیدے و قتل
 وے بجانہ یکے از سنبھلیان در آمدہ آن مرد تعظیم وے نکردہ و ریز کے طعام اندر
 ظرف شکستہ بوے دادہ۔ وے از سر غضب گفتہ بود۔ تو و اولاد تو شکم سیر نخواہند
 خورد و بر خاستہ و بخانہ دیگرے رفتہ آنکس بہ نیاز پیش آمدہ و طعام نیک آوردہ وے

سیر خوردہ و خوشوقت گشتہ گفته تو و اولاد تو خوشوقت خواہند زیست۔ آخر بہ نسبت ہر دو کس آنچہ گشتہ بود بظہور آمدہ و اولادِ شان۔ الآن نشان می دہند و ازوے خوارق دیگر ہم نقل می کنند۔ وفات وے ہمدان نزدیکی است و قبر وے در مضائقہ شہر سنجل مشرق روے (بزار و تبرک)۔ اما شیخ بہاء الدین از اولادِ خواجہ مودود چشتی است و از مریدان سید محمود بیابانی اندر سلسلہ قادریہ۔ وے اغلب اوقات با سکر و مستی بودے در آن وقت ہر چہ از زبانش برآمدے، شدے۔ روزے لقمہ نیم خورد و خود را بقرای (داد، و) گفت بخور۔ وے ابا کرد۔ بدیگرے داد، وے خورد۔ بر فور بر حمت جذبہ قوی شرف گشت و احوال و کیفیات ازوے ظاہر شد۔ و آن قرائی کہ منکر بود کہ روزے اندر نماز بسلام راست دید کہ بود لہ نشستہ است و ہم بسلام چپ دید کہ وے نشستہ است چون خواست کہ پائے وے در افتد از نظر غائب شد۔ شیخ عبدالکریم کہ از استادان من بود و ذر وے مذشتہ۔ گشتہ کہ روزے جد من شیخ جلال الدین جمعے را برائے برداشتن چچیر بجی نہ خود آورد و بود، بود لہ ہم از خود آمد و در وقت برداشتن چچیر آسپے بدیوار پا حہ رسید و افتاد و گرفت۔ بود لہ بدست اشارہ کرد کہ ”بس بس“۔ آن پا کھہ ہمان طور کج ماندہ۔ و ہم وے گشتہ کہ آن را من دیدہ بود پدر من گشتہ کہ از سر بزار و سنجل نزدیک بہند و پورہ درختے است (بہ زبان ہندی آن را) بڑگویند روزے وے مسواک کردہ در آن زمین نشاندہ بود آن درخت از آن مسواک (است) نیز گویند روزے بودہ سراپا برہنہ و

ریان برآمد۔ عزیزے در وقت وضو وے را دید بغضب در آمد و تعلین چوین بر
 روزه زد چنانچه خون بر رخسار ہاش و دید تنگدل گشت و پیش شیخ عزیز اللہ رفت۔ شیخ
 بخیر رہن در برداشت یکے بر آورد و در وے پوشید و طعام نیک بر آورد و وے را سیر
 و راند وے غایت خوشوقت گشت و گفت۔ یکے بے اولاد مرا آزار داد و یکے با اولاد مرا
 رشدل ساخت۔ بہ نسبت برد و آنچه گفتہ بود بظہور آمد۔ و فست وے پیست و چہار
 ہادی الاول است از سال نہ صد و سی داند (۹۳۰ھ ۳۰ مارچ ۱۵۲۳م) و قبر وے
 در قتل ساحتہ وے نزدیک بہ منزل من۔ و آن شیخ عزیز اللہ از یاران و ہم سبقتان شیخ
 عبد اللہ حلینی بود۔ مرتبہ ہدایت و ارشاد داشت عالم بود معلوم ظاہر و معلوم باطن۔
 ہیارے از تلامذہ و طلاب وے بہ مرتبہ مال رسیدند۔ شیخ حاتم سنبھلی از اعظم تلامذہ
 سے بود و شیخ حاتم در مدت عمر، سی ہار متن و شرح "منہاج" را و چہل ہار "مطول" را از
 ے سم اللہ تاتاے تمت درس گفتہ است وے اعماہما بہندستان بود و بعضے از
 ہماے قبحر ولایت کہ بہندستان رسیدہ اند بر تخر و تخر وے اقرار کردہ اند و تلمذ
 کردہ۔ و قتی میرا بوالہقا کہ از فحول ہماے وقت بود بہندستان آمدہ و مدتے ہاشیدہ
 ہون باز بولایت رفتہ بعلماے آن جا گفتہ کہ ما دو کس دیدیم اندر بہندستان یکے
 ہا بعام خوش فہم۔ دیگرے ملاے تراثر خای (بہ) ہا بعام اشرا و شیخ حاتم کردہ و ہول
 شیخ راؤن دہوی۔ گویند کتب متداولہ در کتب خانہ شیخ حاتم ہفت ہزار بودہ است
 فات شیخ عبد اللہ (حلینی) در سال ہزار (نہ صد) و بہست و

دو (۹۲۲ھ/۱۵۱۶م) است۔ و وفات شیخ عزیز اللہ در نہ صدوسی و دو (۹۳۲ھ/۱۵۲۶م) وفات شیخ حاتم در نہ صد و شصت و ہشت (۹۶۸ھ/۱۵۶۱م) و تاریخ "عند ملک مقتدر"۔ اما بابا پر بھو در اوایل حال عالم بودہ و فاضل آخرو۔ راجد بہ قوی رسید مستہلک گردید۔ وے خود را در سایہ جنون پنهان ہی ساخت۔ چون طفلان سنگ می زنند، وے را خوش می آمد۔

لذت دیوانگی در سنگ طفلان خوردنت

حیف ز اوقاتے کہ مجنون را بہاموں در گذشت

روزے عزیزے وے را اندر خوتے دید بادبدبہ کروفر بادشاہانہ و خوشوقت نشے۔ متخیر شد و در ایستاد۔ وے بان عزیز گفت "اگر سہ مرا فاش کنی خراب شوی، چند گاہے بیچ ظاہر نکرد آخر روزے کو دکان را دید کہ بروے سنگ زنند گفت نادانان چہامی کنند این مرد از دوستان خداست و چنین و چنان شا خراب می شوید ازین معنی وے از سنجہل برآمد و بہ بیانہ رفت و ہمان جا برفت از دنیا در نہ صدوسی داند (۹۳۰ھ/۱۵۲۳م) و آن جا وے را منگلم می گویند نہ پر بھو۔ و از ان گاہے کہ وے از سنجہل برآمد در خانہ آن عزیز تفرقہ افتاد و معاملہ او در ہم بر ہم شد تا کہ الآن (ہم) بسر و سانی نیستند مصرعہ۔

"ہر کس کہ سہ فاش کند این سہ اے دوست"

اما چندن بردوکانے بوزہ گر (بوزہ گر) نشے و بوزہ بسیار خوردے و سر مست زیستے از وے بخوارق ظاہر شے وے احوال کیفیات خود را در پردہ دیوانگی پنهان داشتے۔

نکویند و قتی حاکم شہر بوزہ (گر) را منع کرد کہ نہ فروشد۔ وے بر آشت و گفت
کہ حاکم بکنی مرا منع کردہ من بکنی وے را منع کردم۔ بر فور راہ غایط حاکم بند شد
نایت رکیک گردید و نزدیک بہ مردن (رسید)۔ آخر ماجرا را شنید بوزہ (گر) را
خلاص گردانید، خود ہم خلاص گردید۔ قبر چندن بر سر تل مدار بودہ است۔ ویکے از
بزرگان سنہجل شیخ لاہوتی بودہ، صاحب احوال و کیفیات۔ در اصل نام وے شیخ
احمد است و لقب لاہوتی۔ مولد و منشاء وے زمین مشرق است و قتی وے
سیاحت کنان بسنہجل آمد و ناحیت آن را خوش کردہ و بر زمین مسطحی تنگی را برافراشتہ
و بر آن جادرختان نشانده و عمرے بدان جا گذرانده و کد خدا شدہ و فرزند ان بہم
رسانده و مردم بسیارے را از صحبت خود بہرہ ور ساختہ و خود را اندرین کار در انداختہ
و برفتہ از دنیا در نہ صد (۹۰۰ھ / ۱۴۹۵م) و قبر وے بالائے آن تل است۔ من
یکے را دیدہ ام کہ وے را دیدہ بودی گفت کہ وے درویشے بود پر ذوق و اہل سماع و
حال۔ کلا ہے نمندی بر سر داشتے و جبہ پشمین در بر۔ از کرامات خود نشان دادے
و احوال خود را بس بلند نہادے و بر لقب لاہوتی خود افتخار نمودے۔ زندگانی خوش
کردے و خوشتر بودے۔ پوشیدہ نہاند کہ چون نام وے احمد بود و لقب وے
لاہوتی بود۔ عجب نیست کہ بر متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قدم راج داشتہ و خوشہ
چینی از عنایات باطنی آن حضرت نمودہ مطابق حدیث مبارک "اے احمد
بسلامیم" از اسم احمد خود معنی احداخذہ کردہ و تعبیر لاہوتی نمودہ از مراتب احدیت
بہرہ یافتہ شد۔ بہر تقدیر تشدید و تبرکاً ہم خود را باین چنین القاب گردانیدن شرافت و

لطا فتنے دارد۔ اما درویشان این جزو زمان کہ بعضے خود را شاہ چنگی، و شاہ (جانی) لقب می کنند چرا نہ ملکوتی و جبروتی (یا لاہوتی) لقب کنند۔ درین وقت موافق حالے نقلے رنگینم بیاد آمد کہ مطربے صبا حے پیش ملنگے رفت و نشست و سرودے گفتن گرفت۔ ملنگ پر سید این پردہ را چہ نام است۔ گفت۔ رام کلی ازین معنی ملنگ بغضب در آمد مطرب را گفت۔ بر خیز و برو والا سر تو بلنگ دوشن کنم۔ مطرب گفت شاہا! از من چہ تقصیری بینی۔ گفت۔ ”علی الصباح بہ مردان آمدہ نہ مدار کلی می گوی نہ کپور کلی و نہ چمن کلی (می گوی) تو خود آمدہ رام کلی می گوی۔ اگر بارے دیگر نام رام کلی می گوی بدوستی (زندہ) شاہ مدار کہ سر تو شکنم۔ مطرب بترسید و ہرزید و بدر رفت۔ و یکے از درویشان سنجہل شیخ نظام مدار یست۔ صاحب معاملت، اہل راستی و دوستی۔ گویند وطن اصلی (آباے) دے (دہلی) بروز است۔ از سلطانیان بود عزت و جاہ و دولت و دستگاہ۔ چون شیخ رکن الدین پدرش کہ ہم از سلطانیان بودہ برفت از دنیا دے چہمین شنید کہ مردم بادشاہی بجهت ضبط اموال می آیند ناخوش گشت و بہ اموال و متاع پدر را بشتر اصدق مرد و خود از آن جا بر جست و در ”مکن پور“ رفت بر در وضع شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ در افتاد و مرید گشت پیش سیم شاہ دے مرید شیخ احمد است و دے مرید خواجہ ارغوان و دے مرید شاہ مدار، و دوازده سال آن جا گذرانید و ریاضت و مجاہدات و چہہ با کشید۔ آخر شبے شاہ در واقعہ بے فرمودند کہ برو در سنجہل بر سر تل کہ تل مدار

مشہور است، اقامت گیر۔ وے در آن جا آمد بجائے معبود سکونت اختیار نمود
و بعد از طاعت و مشغول گشت۔ در آن ایام این ملک در تحت تصرف افغانیان
بود۔ بعضی از آن جماعہ وے را آزارے دادند۔ تک دل شد و دعائے بد کرد۔ آنہا
متمفرق شدند۔ و وے قبر خود را پیش از رفتن کچھل سال کندہ و تعمیر ساختہ بود۔ و ہر
ہفتہ بغلہ جوہر ساختہ و روز جمعہ غلہ از گور بر آوردے و بشکر ادا دے و خوش ساعتگی
اندر آن گور بخوابیدے و برآمدے و (باز) بجوہر کردے۔ بعضی عزیزان از وے
پرسیدند این چیست؟ کہ می کنی۔ گفت شاہ خانہ باے دنیا آبادی سازند و من آخرت
آبادی کنم۔ چہ مرا آن جا بسیار ماندن است۔ آخر وے برفت از دنیا در بیزدہم
جمادی الاولی از سال نہ صد و ہفتاد و پنج (۹۷۵ھ / ۱۵۶۷م) و قبر وے بہمان
جہانست و اولاد وے در گرد و پیش آن تل بسیار است چون اکثرے مقولہ وے سخن
مسموع بود آمدن (از آن) اولاد وے ہم موافق وے می گویند۔ در روز عرس شاہ مدار
کہ ہم بیزدہم ماہ مذکور است آن جا جماعتے و بجوہے نیک می شود۔ من در ایام
جوانی شبے بخواب دیدم کہ تحت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بران تل فردا آمدہ
است و ہم در آن مدت در شب عرس شاہ مدار بر همان تل مرا وصال معشوق دست
دادہ کہ شکر آن نمی توانم گفت۔ و حکایت آن شب دراز است درین جا گنجائش
ندارد و شعر ہا گفتم۔ از آن جملہ است این قطعہ

بر تکیہ شاہ مدار کہ بجائے کہ بعرض وے ناگاہ^۱ ناگاہ رخ نمود مرا آنکہ ماہ بود

۱۔ این مصرعہ در نسخہ ندوہ بدین طریق نوشتہ است کہ "بر تکیہ گاہ شاہ مدار و عرس وے"

بل وے بہ تکیہ گاہ خودم داد وصل یار گویا مدار کار من آن تکیہ گاہ بود

شیخ بدرالدین

مرید شیخ ابوتراب کالپی است۔ وہم از دست شیخ خود بشرف الاسلام مشرف شد و ائق است اندر شریعت و اعمال آن۔ صادق اندر معاملات و افعال آن۔ اوایل از شیخ من سپارے و تقویٰ لے گرفته ہمارا آباد رسیدہ و در آن جا اقامتے و رزیدہ جمعیت صوری بہم رسانیدہ و بعضے اہل ذوق برائے وے مسجدے و خانقاہے ساختہ اند۔ و حجر ہا و مصطبہا پرداختہ جائے خوشے چہ مقام دل کشے۔ وے پسران خود ہم بطریق صلاح و سلامت تربیت کردہ و بعضے مردم مرید وے شدہ اند و از وے بہرہ مند کشتہ۔ گاہ با وے بسنہنسل می آمد و بدیدار خویش خوش می نمید نور اسلام در جہین وے مہین است۔ من سے تن را شناسم کہ اندر لہاس کفر ظاہر بجنب باطن مسلمان بودہ اند۔

یکے۔ نزوتمہ اس میرٹھی کہ در صحبت درویشان مثل شیخ طہ و شیخ عبد اللہ کہ خود را بنخواہر زادن شیخ نظام الدین اویا، قدس سرہ منسوب ساختے، رسیدے و کلمہ طیبہ گفتے و طبع مشائخ خوردے۔ من بوے آشنا بودم۔ روزے بکار من آمدہ۔ چون وے بہرہ اندر دہلی خدایان آن درویشان و بعضے مسلمانان جمع آوردہ وے را غسل دادند و شن پشاندہ و نماز وے گذاردہ خواستند در گور غریبان جنازہ مدفون کنند۔ و رتین اشہر بہ مذکورہ جمع شدہ و راجپوتان و مہابت خان را کہ حاکم دہلی بود

ناون ساخته وے را بزور از مسلمانان کشیده بردند و در کنار دریای جون
بوختند۔ پوشیده نماند کہ چون وے بالکلیہ از رسوم کفر نہ برآمدہ بود آنچہ وے را
بید از آن رسید۔

ہم۔ کوب نام، باد فروش سنبھلی سال خوردہ بود۔ در اوایل ہا پیش درویشان شہر
ہفتے و خود را بدیوانگی در زدہ رام رحیم گفتے چون قوم وے را کیل کردند کہ دیوانہ
مدہ پس پیش اہالی شہر کلمہ طیبہ می گفت۔ من ہم از زبان وے شنودہ ام چون وے
بر در سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰م) مرزا محمد قاضی کہ مردیست
سخ اندر شریعت و اصل وے از اشراف و اعیان بلخ است۔ اولاً، وے قاضی
سنبھل بود۔ امروز قاضی مراد آباد است۔ نقش وے را تجہیز و تکفین نمودہ با اتفاق جمع
مسلمانان نزدیک بنحاس سنبھل مدفون ساخت۔

وم۔ گوجر مل نامی از سلطانیان بودہ۔ گاہ ہا پیش شیخ من آمدہ و در خلوت ہا طریقہ
سلام خود ظاہر ساختے و کلام مجید را بہدیہ رفتہ بود۔ پنبانی تلاوت کردے و ہم
ہانی نماز گذرادے۔ وے مثنوی معنوی را پیش (شیخ) عبدالحی مرید شیخ احمد
رہندی حل معانی نیک نمودہ۔ روزے وے پیش شیخ من آمد و سخن این را و بہیان
نت۔ شیخ من از وے پرسید کہ اندرین باب تو چہ می گوی۔ وے موافق اصطلاح
بن قوم بیانے وافی و انمود۔ بعدہ ازین رباعی مولوی جاتی خواند۔ ربانی

بحریست نہ کاہندہ نہ افزاینده امواج برد روندہ و آئیندہ
عالم چون عبارت از ہمین امواجست نبود در زیان بلکہ دوان پائیندہ

شیخ من بر جودت طبع و لطافت فہم وے تحسین فرمودہ بعدہ من بگوش وے گفتیم۔
 فلا نے بدین فہم و فراستہ کہ تو ذاری حیف است کہ اسلام خود را ضائع می سازی
 و ظلمت کفر را از بر خود نمی اندازی سبب این را برگوی۔ گفت پدرم متمولے بوده
 است و درین مدت برفتن از دنیا۔ و من دو برادر دیگر دارم اگر اسلام خود ظاہر
 می کنم، از میراث پدر محروم می مانم، لہذا تا یافت آن میراث ہم اندر کفر ظاہر
 می نمودم۔ من شتم این چنین اسلام نزد مسلمانان و دین داران مقبول نیست و این
 چنین کفر ہم نزدیک کفر و فحش و مسموع نہ۔ امیر خسرو اندرین باب می فرماید
 گشتم ز تار زلف تو ز تار بندم، گشت او در کفر ہم ثابت نہ ز تار را رسوا مکن

آخر وے پس از حصول مقصود در حضور بادشاہ صاحب قران ثانی رفت و عرضہ کرد
 کہ من مسلمان می شوم۔ بادشاہ خوش گشت و مسلمانش ساخت۔ یکے از حاضران
 گفت۔ نام او چه کنند؟ بادشاہ گفت عبد اللہ بہتر۔ امروز وے را شیخ عبد اللہ گویند
 صاحب معاضت نیک است، بر من لطف دارد و یکے شیخ عبد اللہ و شیخ چنگال اندر
 زمان پیشین مذکور اند و شرف اسلام مشرف گشتہ اند در "ثمرات القدس" است
 کہ راجع بہوج کہ پانہ گشت وے شہر اجین بود۔ از زمانہ کہ آن حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم مجروح شد و شرف مشرکان عرب نمود۔ وے در شہر خود آن را بدید۔
 و۔ خیال (در بار) خود را جمع نمود و آن واقعہ را استفسار فرمود و آنہا متفق افہم حق

۱۔ وین میہ نہ تہیج نوس شہر این بیت بدین طریق است۔

گشتم ز تار زلف تو ز تار بندم، گشت او در کفر ہم صادق نہ ز تار را رسوا مکن

را پوشیدہ گفتند، این علامتی از اوضاع فلکی است۔ این چنین چیز ہا بسیار صادر
 می شود۔ وے را ازین مقدمہ تسلی خاطر نمی گشت۔ یکے از اخبار علم ترین و صادق
 ترین آن جماعہ بود در خلوت خواندہ، از روے راستی و درستی استفسار آن واقعہ نمود۔
 وے گفت۔ مادر کتب پیشینیان دیدہ ام و خواندہ ام کہ درین زمان اندر ملک عرب
 پیغمبرے کہ خاتم پیغمبران باشد مبعوث گردد و مشرکان آن دیار از وے معجزہ
 خواہند۔ وے این معجزہ را کہ دیدند نہاید۔ چون این مقولہ شنید دلش را انشراح
 (یافتہ) و آراے پدید آید۔ وزیر خود را کہ بر مح (برئنج) نام داشت طلبید و این
 سر را در میان آورد و گفت۔ تو بآن جابری و بشرف ملازمت او مشرف گردی۔
 و برگ ہارا پیش او نہی و لوازم آن پوشیدہ داری۔ اگر از تو طلب کرد۔ وے خاتم
 پیغمبران است والا باز گردی۔ بعد از آن کہ وزیر آن جابری و بشرف ملازمت
 آن حضرت مشرف گشت و برگ ہارا بے لوازم بخند متش بگذرانید۔ آن حضرت
 (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمود لوازم آن را کہ خداوند تو در اخفای آن گفتہ بیرون
 آر۔ وزیر چون این معجزہ را دید، ایمان آورد و از قبل (صاحب خود نیز بیعت
 نمود۔ آن حضرت نام صاحبش "عبداللہ" نہاد و صحیفہ کہ در آن آداب شریعہ مندرج
 بود، عنایت فرمود چون وزیر باز آمد تمامی ماجرا را بعرض عبداللہ رسانید و نیز گفت کہ
 من ایمان آوردہ ام و نام مرا بتو حوالہ کردہ اند۔ وے چون این سخنان شنید و صحیفہ را
 دید، بے توقف ایمان آورد۔ و نام وزیر را "چنگال" نہاد و این ہر دو کس اتباع خود

را کہ جمع کثیر بوده اند بایمان دلالت نمودند و مسلمان ساختند۔ می آرند کہ راجہ بھوج بعد از ایمان آوردن فرمود تا عبارات و الفاظ جمع کتب متقدمین و متاخرین کفرہ را بر تختہ سنگ با بنوشتند و بکنند و در فرش خانہ خود بکار بردند۔ چون وے وفات یافت وے را در میان آن فروش مدفون گردانیدند تا ہر کہ زیارت وے آمد با کشفہا بران فرش بگذرد و الا آن چنان است۔ وفات وے قبل از ہجرت آن حضرت بوده صلی اللہ علیہ وسلم بعضے گویند بعد ہجرت۔ باقی العلم عند اللہ۔ انتہی

من در سال ہزاروی و شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶م) کہ با سید بھوہ بخاری بوده ام۔ در ملک رانا۔ پس از آن ہم ہمراہ سید دھارا نگری رسیدہ ام و زیارت آن قبر کردہ ام۔

شیخ خیالی دہلوی

درویش بود صادق اندر مردار و واثق اندر کار۔ وے با ذوق و محبت مشغوف بود با سوز و کد از مشغوف۔ وے غایت شوق و درد نقش بندی را مطابق مذاق این صانع با بہت خوش خود می سرود و خود رقص می نمود۔ چنانکہ اندر دل باے سامعان اثرات نیک می آورد۔ و ہم در مجلس اعراس مشائخ دہلی مثل خواجہ قسب الدین بختیار کاکی و شیخ ابوالدین اولیاء و شیخ نصیر الدین چراغ دہلی قدس اللہ اسرار ہم از مشاہدہ اذواق و تواجد وے مجلسیان را وقت خوش تریدے۔ ہم کنان اوتناع و اطوار وے را پسندیدے۔ ہمانا اندر آن رامیدین و رقصیدن وے را معنی از حالت توحید و یگانگی دست می دادے تا خود

زبان بترنم بر کشادے و خود رقص با و زمزمہ با بنیاد نہادے و بر بیچ کس گران
نیفتادے۔ کلام وے از اشعار شیخ اوحمد الدین کرمانی کہ ذکر وے در ”نفحات
الانس“ است شعاری و ہد

تا جہش دست ہست مادام	سایہ محرک است ناکام
چون سایہ زدست یافت مایہ	پس نیست خود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود او بخود نیست	ہستیش نہادن از خرد نیست
ہست لیک ہست مطلق	زدیک حکیم نیست جز حق
ہستی کہ بحق قوام دارد	او نیست و لیک نام دارد
بر نقش خود است فتنہ نش	کس نیست درین میان تو خوش باش
خود گفت حقیقت و خود آن شنید	و آن روی کہ خود نمود خود دید
پس باد یقین کہ واند	معبود حقیتی نیست سوی اند (انتی)

و ہم آن خیالی روش سادگی و بے تکلفی داشتہ کہ صاحبان از دیدن وے خوش
گشتند وے گاہ ہا در مسجد جامع فیروزہ گزراندے۔ روزے وے با خواجہ
ابرار و چار شد و گفت۔ ”بیائے جوہر من“ خواجہ ابرار ازین معنی تبسم کردند و خوشی
در گزرا ندند۔ شیخ من وے را بستودے و فرمودے کہ وے از دوستان و مقبولین
خداست۔ من وے را تا بسال ہزار و سی و پنج (۱۰۳۵ھ تا ۱۰۶۲ھ) اندر دہلی دیدہ
بودم و محفوظ گردیدم و آخر ندانم کجی شد۔

۱۔ ”صاحب خود نیست بیت نمودے۔ تا۔ بترنم بر کشادے۔“ این عبارت اضافہ است راست
ندودہ، نسخہ را پیور ندارد

شیخ محبا فطرت

والا طینت، وے انجوبہ آفاق است۔ و یگانہ طلاق۔ باطن وے وقائق پذیر
 آمدہ و ظاہر وے کوہ شکوہ۔ از حالت خمول و استغراق وے چنان باور می شود کہ ہا
 صحبت دار رجال الغیب است۔ بابو العباس والیاس۔ وے با شیخ من سخت نیاز
 آور است و ثنا گستر۔ گاہ با اتفاق صحبت می افتد۔ پس بان با (از ان باز) یک
 قرن پیش است کہ وے اندر مصطفیٰ خویش منزویست متصل مسجد جامع فیروزہ۔
 من از مہدی حال می شناسم وے را کہ ترک مصاحبت تو نگری گردانیدہ و از
 موانست نمندی گردیدہ بکنجکے در خزیدہ ازان باز راہ و روش وے بیک و تیرہ است اندر
 سخنان غریبہ و احوال عجیبہ۔ وے را کردار یست نادرہ و گفتاریست غیر تکررہ کہ
 یافت نمی گنجد و بگفت در نمی آید۔ وے اندر نظم و نثر طور خاصہ ساختہ اختیار کردہ کہ از
 مقالات سابقین و خائفین مخالف افتادہ و حل معنی آن خالی از دشواری نیست (فقیر)
 در شہادت طرز سخن وے این رقعہ و بیتے می آرد۔ رقعہ

”افروزہ آرزو فروغ مایہ آسمان کرد گشت باد تہہ خاطر بہم آی کلک

می نویسدہ اکو یہ رکشد فراز و اے گذارش کردہ رو سپس حدیقہ حقیقہ

نظر خواستہ اکو یہ خواہد برداشت امودہ شواد۔ اتنی۔“

(بیت)

چمن بزانہ و دیوہ و باغ نچنید ان ببال بلبل گان عشوہ شر شکول

نطاق ماہ بلند و کمند آہ می زند سر بریدہ بر آونیر ہائے در شکول
 شیخ من در ایام جوانی کہ بشعر و شاعری سرے داشته در طرز وے شعر ہا گفتہ و نثر ہا
 نگاشته و بوے نمودہ۔ فرمودہ کہ آن منست۔ وے از فراخواندن آن در شکفت
 آمدہ و یقین دانستہ کہ این گفتار بگفتار استادان قدما کی ماند و این چند بیتے است
 از آن غزل (غزیت شیخ من)

اے ہمہ سال آزدون ما	چون فلک جہر زلفت کرد
ژند و پاژند و در رخسار تواند	گلستان از پے شان چون است
باب لعل تو جانہا پیوند	از سرموے تودلہا دروا
طریم بے دو رخ رنج الفت	علم شد جز دو لب تو رسوا
گرچہ خون چو شدم از دیدہ و دل	من فرو در کشش بچوبا
(ہمہ گرہست ترا نیست کرم	شیخ اگر نیست مرا بہست با
کے بر آریم بتوزیر کی چودہر	درک من خا عفت ماندہ بخاندہما
آورد جنگ افتد بترس)	اگر از غند بود کس پسر
بہست آوند من این بس کز غم	نہ مرا خواب بود نہ آس
شادی تو ہمہ آمودہ بغم	داروے تو ہمہ آواز ہدا
معدن جلم و کرم بچو نبی	خلف الصدق علی شاہ فتا
آنکہ از سایہ ابراسایش	گل خورشید و بد جائے گیا

آنکہ چون تیغ علی قاطعہ کفر آنکہ چون تیر فرستد بہوا
گردن ماہ شود سید گزین سینہ چرخ شود پشت کرا
من ہم در تتبع آن قصیدہ گفتم و اینست

حب الی قلب را بشان بداد بہت تمثال حبہ البلقا۔ الخ
بعد اتمام "اسرار یہ" بدو سال در سال ہزار و ہفتاد (۱۰۷۰ھ ۱۶۶۰م) مہما فطرت
برفت از دنیا۔ و در باغ آستانہ خولجہ بیرنگ مدفون شد۔ در ان مدت شیخ من در
حاشیہ نامہ این دو حرف مرا نوشتہ کہ مولا مہما کہ امروز بہت و پنجم محرم است بعام
ویدر رفت۔ الحق کی خوبے بود، خداش بیامزد۔

درویش مجہول

در سال ہزار و بہت و ہفت (۱۰۲۷ھ ۱۶۱۷م)، روزے من در مسجد فرید آباد
نشست بودم کہ درویش نورانی طلعت باشکوہ و ووق راز جاے در رسید و در گوشہ سخن تنہا
بنشست۔ من ہجر دیدن و سے بے اختیار بر جستہ و بوسے شدم و سلام مردم
ہنہستم، چون در آن مدت من جوان بودم و شیخ خود را یک دو بارے دیدہ لیکن از
حایت ہیبت باشخ خود چنانچہ دل می خواست دلیہ انہ صحبت داشتہ نمی توانستم چنانکہ
و دل باشخ من گفت کہ

میں ز لب پر نماند در صفت گنزار تا گل ز طلبکاری اولب نکشاید

تفہیل این ماجرا را من در رسالے "جمع الجمع" نوشتہ ام و بروجہ اجمال در خاتمہ این

کتاب خواہد آمد ان شاء اللہ سبحانہ۔ القصہ چون در آن مدت پیوستہ در دریافت۔
ذولت صوری و معنوی شیخ خود بوم از زبان درویشان با استقامت و مجاہدہ اہل
کرامت و از کتب بزرگان در باب ہمین مطلب تشوہل نیک می آمد و ہم از آن کتب
فال موافق حال بر می کشودم چنانچہ از دیوان حافظ، روزے این فال برآمدہ بود

حافظ طمع مبرز عنایت کہ عاقبت
و روزے ہمدرا آن مطلب این برآمدہ

بیا دل در خم گیسوے او بند
بیا حافظ نمیز تخ کن نوش
اگر خوابی خلاص و رستگاری
چرا عمرے بغفلت می گذاری
در روزے از کتاب "نزہۃ الارواح" در ہمان مطلب این ابیات برآمدہ کہ مثنوی

زمن جان پدر این چند بہذیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیابد
برو فتراک صاحب دولت گیر
چنانکہ اندک سرخ از تربیت قوت
نمرد و گویہ و روشن نتابد
نیاید بچ مرغ از بیضہ بیہان
اساس کار وقتے محکم افتاد
کہ موہی را خنجر می گزرد استاد
چون ممکن نیست رفتن بے دلیلے
بہاید معطلی را جہ بیے

القصہ در پیش آن درویشے مجہول ہم از راہ باطن بنیاز تمامہ در خواستہ کہ اندرین
باب مرا تفو لے فرمای کہ تسلی دل مضطرب گردد۔ بدست یافت وجہ مرا مخی طیب گردد و از
روے بشاشت این بیت بر خواند کہ

اے جوان سر و قد گوے بر پیش ازان کز قاحت چوگان کنند
 دانستم کہ وے مشرف القلوب است۔ وقت من خوش شد و طلبی کہ داشتم قوت
 گرفت و وے را خدمت نیک بجا آورم۔ روز دیگر ندانم بکجا شد۔ تا پس از مدتی
 دراز آن درویش را در دہلی دیدم بشناختم و وے ہم مرا بشناخت لیکن در آن روز
 سعادت مصاحبت و موانست با شیخ خود گرم داشتم و وے دریافت کہ چیزے را کہ
 من طالب بودم دریافتہ ام۔ من نیز دریافتہ کہ وے یافت مراد دریافتہ۔ درین جا
 مثلے نیک بیادم آمد کہ گویند عشق را چار درجہ ایست اول آن کہ (معشوق^۱) دانستہ کہ
 عاشق (عاشق^۲) است۔ دوم آنکہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق
 است۔ سوم آن کہ معشوق دانستہ کہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق عاشق
 است۔ چہارم آنکہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ کہ عاشق دانستہ کہ معشوق دانستہ
 کہ عاشق عاشق است۔ انتہی۔

ہمدراں (زمان) کہ این نکتہ شنودم بر طبق آن رباعی گفتم۔ رباعی

چون عاشق و معشوق شود یکدل و راز کہ بیچ وے نیابد آن راز و نیاز
 دو آئینہ را متبش دار و بہ بین وے دروے وے وے و شمار ی باز
 آخر آن درویش از پیش من بجائے شد و من (از) پیش (شیخ) خود آدم و با خود گفتم
 آن شد کہ ہارمنت ملاح بردے گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است

در سال ۱۰۳۹ھ (۱۶۲۹م) کہ من اندر قصبہ خوشاب بودم، از احوال

فقر اور درویشانِ آن جا استفسار می نمودم بعضی از عوام گفتند کہ درین ایام تاجرے
 ازین دیار دیوانہ شدہ است در صحرائی گرد و دوشبر در نمی آید۔ سخن کم می گوید و آنچہ می
 گوید ہذیان می گوید گاہ ہا بر لب حوضی کہ در فلان صحراست می نشیند و بایچ کس انس
 نمی گیرد۔ مرا شوق دیدار وے غالب آمد۔ روزے بوقت صبح تہا رفتم و بر کنر آن
 حوض وے رانشتہ یافتم۔ مردے بود بہ عمر پنجاہ و شصت روشن دیدار، چشم پر خمار۔
 دتے نیگون در بر۔ کلا ہے چشمین بر سر۔ در حالت استغراق فرو رفتہ، چشم از عالم و
 عالمیان بردوختہ سیر آمدہ از خود و از غیر خود۔ از مشاہدہ و لذتے بابہائے جمال با
 کمال وے این رباعی (از) رسالہ قدسیہ بہائیہ یاد آمد۔ رباعی

سیر آمدہ ز خویشتن می باید برخاستہ ز جان و تن می باید
 در ہر گامے ہزار بند افزونست زین کرم روے بندشکن می باید
 من ہم از روے ادب و نیاز پیش وے خاموش نشستم تا دیرے و وے پس ز
 زمانے سر بر آورد و بر من نگاہے عجب کرد و بہ ہشتاد و بہ اشارت سخت نادرد و کردہ
 (کردن) گرفت و چیز ہائے بایماے چشم و ابرو و نمود کہ حال بر من برشت چنانکہ
 خود را گم کردم و ساحت ندانستم کہ وے کیست و من کی؟ چون بخود آمدم وے تہنہ
 کرد و گفت این حال ہم در نظریہ است و ہم در باطن۔ (صرف) باطن را متفید این
 حال نباید کرد و فارغ از فراغت ہم باید بود و ازین قسم دیدار نیست کہ اندرین رو بہ سخت
 از زندہ بود و مرا شعرے بیاد آمد کہ روزے شش من از "فصوص الحکم" می خواند و آن
 آنست کہ شعر

فان قلت بالتزیه کنت مقیداً وان قلت بالتشبیہ کنت محمداً
وان قلت بالامرین کنت مسدواً وان قلت اما هو فی المعارف سیناً
فمن قال بالاشفاع کان مشرکاً ومن قال بالافراد کان موحداً
فایاک والتشبیہ ان کنت ثانیاً وایاک والتزیه ان کنت مفرداً
فما انت هو بل انت هو ان تراہ عین الاشیاء مشرحاً و مقیداً

شاه بھوانی

دراصل برہمن پسریت از ناحیت سنجبل۔ وے گا و چرا بود۔ روزے مجذوبے
صاحب احوال بوے رسید۔ وے نیاز آورد و گا وے چند بدوشید و خوردنی دیگر کہ
با خود داشت با شیر بہم آمیخت و بدان مجذوب سیر خوراند۔ وے خوش شد و بروے
لطف و عنایت آورد و نظرے خاص در کار وے کرد۔ حال وے متغیر گشت۔
کار خود را برہم زد۔ سردر بیابان و کوہستان نہاد و جذبہ نیک بہم رساند۔ و پس از
مدتے دراز در سنجبل آمد و نزدیک بروصہ شیخ بلالی سرایے اقامت گزید۔ بعضے از
ہمسایگان بوے اختلاطے گرفتند، لیکن بر احوال وے کس مطلع نبود۔ تاکہ
روزے زنے جوانے و خوش روی پاکوزہ شیر (از پیش) وے می گذشت۔ وے
چشم کلان و خوش رنگ داشت و ایام شباب بود۔ (نظر ہر دو) باہم دو چار شد۔
زن در آن بے خبر از خود گردید۔ پایش بلغزید و کوزہ از سرش بینتا دو بر شکست۔
مچہ متحیرہ در ایستاد چون بخود آمد سریان کنان روان شد۔ وے گفت چون می گری۔

زن گفت پدر و مادر من ازین معاملہ مراقبہ کنند چہ می خواستند بندہ بزرگے شیر
 برنج پزند۔ (وے) زن را پیش طلبید و آہستہ بگوش وے گفت۔ برو آب
 را پنهان از نظر بادردیگے بیند از و برنج انداز و بکس ملوی۔ زن چنان کرد، چون
 پختہ شد قسمت کردند ہر کہ خورد بیچ لذتے بہ از آن از عمر نیافتہ بود۔ خوردگان
 متعجب شدند آخر این راز بر زبانہا آمد۔ دوستانے کہ باوے نشستند وے و بہ بے
 تکلفی صحبت داشتند وے وے را گرد کردند کہ ہاں (این) چہ ہر بود۔ یکے مارا
 ہم نظرے انداز و نیک بنواز۔ وے ازین معنی تنگ دل گردید و برجست و
 گودڑی بر کف انداخت و راہ را پیش گرفت۔ آن دوستان از پنے وے شدند،
 بے را پیش می دیدند ہر چند قصد می کردند لیکن باوے رسیدن نمی توانستند
 تا رسیدند بکنار دریاے گنگ و وے از گذر آب بیک سورتہ جانب شد و آنہا
 برگذر (گاہ) منتظر نشستند کہ ہی زمان بر گذری رسد پس از ساعت شششتی
 سوار از آن طرف آمدہ غنت کہ بھوانی می گوید کہ یاران شاہخانہ باہاروید کہ مرا
 نخواہند یافت ایشان (اینان) را شوق برافزود و بر کشتی نشستہ آن طرف شدند۔
 نشان (قدم) وے یافتند اندر ویرانہ بے بیچ معبوسے بکاروان سراہ فرود
 آمدند گرسنہ و زار و پا آبلہ۔ چون پاسے از شب بگذشت یکے طعائے مرغن
 لوان فراوان آورد و با آنان غنت۔ بھوانی می گوید کہ بخورید و فردا بخانہ با روید
 کہ مرا ہرگز نخواہید یافت۔ این باہم چنین کردند و وے بدلی رفت و مدتہا در
 صحرا ہا و بر کوہسار ہا بگردید و در بیچ جا اقامت نورزید۔ آخر امر در جوار روضہ

شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سکونت اختیار کر دو سالہا آن جا بسر برد۔ در آن مدت ہر کہ بوے شدے، لطف نمودے و کرے کردے خاصہ سنبھلیان را بیشتر اعطاف فرمودے و بے چیزے خوردنی آن را رخصت نمودے۔ پدر من گفتے کہ من ہر گاہ بوے شدے، وے از سر لطف مرا گفتے۔ ساعتگی بمان، درین اثناء طعاعے از جائے بہم رساندے و مرا خوراندے و ہم چنین شیخ عبدالرحیم برادر شیخ عبدالرحمن ہم نقل می کند۔ من خرد بودم کہ پدر مرا بر سر شیخ سراج الدین قدس سرہ در قریہ انوں بردے۔ گویند شیخ از کبار مشائخ بود و معاصر شیخ نظام الدین اولیا۔ گاہے شیخ نظام الدین اولیا بوے شدے در انوں و با ہم صحبت نیک داشتے و ہم با شرفہ شیخ در آن قریہ اقامت گزیندے بود۔ یک بارے من در آن قریہ رسیدم۔ شاہ بھوانی ہم از دہلی آمدہ بود۔ پدر مرا در پائے وے انداختہ و وے عنایت و مہربانی بسیار بر من فرمودہ و سخنان دیوے مرا بیا و نہانندہ لیکن شکل وے چون شکل مجنون کہ تصویر می کشند مرا یاد است و چشم کلان و سرخ رنگ داشت۔ امروز پنجاہ سال بیش است کہ رعنائی چشم وے از چشم من زرفتہ۔ پس از آن وے سالہا بزیست نیکین دیدار وے مرا باز میسر نشد۔ آخر وے از آن جا ”بجود باغ“ رفت و آن جا بر رفت از دنیا در سال ۱۰۳۰ھ (۱۶۲۰م) و قبر وے بہدران باغ است۔ شیخ من گفتہ کہ من شبے وے را بخواب دیدہ ام و وے بر من تصرّفی کردہ است۔ و نیت روی دادہ۔ درین اثناء شیخ الہداد در رسیدہ اند و فرمودہ جذبہ خواجگان دیہراست۔ یک بھوانی از مجاویب دران نزدیکی در سنبھل ہریان گو

بود۔ استخوان بسیار جمع کر دے و بصر اُتر دے۔ بعضے مردم از وے خوارق نقل می کنند کہ وے را در شهرے دیگر دیدہ بودہ اند و دران زمان وے در سنجبل بود۔ من وے را تا بسال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ / ۱۶۳۵م) می دیدم آخر ندانم یکجا شد۔

شاہ دولہ

وے در اصل ہندو پسر است از مفاد ضات شہر لاہور در ایام صبا۔ وے را داعیہ این راہ پیدا شد، رفت اندر سیا لکوٹ و بخدمت شیخ نصیر الدین بہاری کہ مجذوبے بودہ بامعنی و در صحبت شیخ شمس الدین پدر مولانا عبدالحکیم مرزوق گشتہ در پیوست و مدت بہ خدمت وے ہی آورد و مقبول وے گردید و بہرہ نیک بر اندوخت دولہ وید کہ اوی یک اکھر مینوا کھا، یعنی وے مرا یک حرف گشت۔ پس از آن دولہ در صحبت شاہ شیدای سیالکوٹی کہ ہم مجذوبے بودہ صاحب کرامت، در پیوست و شیدار را فرزندان و مریدان بودہ اند، طالبان این راہ و بر قدر استعداد بہ کدام بہرہ برمی گرفت لیکن کسے را نعمت خود سوظا نفع مودہ بود و خلیفہ خود نہ نمودہ تا وے را وقت باخر رسید و مختصر گردید و خواست بیکے از منتہبان کار کردہ خود را، دولت و نعمت خود، ارزانی فرماید۔ آواز داد کہ ہر ذر کیست؟ غیمہ از دولہ بیجا کس حاضر بنود۔ گفت۔ منم دولہ۔ شید ا خاموشی کرد و بعد لہجہ ہمان حرف باز گفت و ہمان جواب شنید آخر چون دید کہ می روم۔ باواز بلند تر گفت۔ از یاران کسے حاضر است۔ باز وے گفت منم دولہ۔ شید ا گفت ”حَسْبُهُ نَسْبُهُ مُرَلا“ و وے را نزد خود خواند و دولت و نعمت و بہ

وگودڑی (گدڑی) کہ از صاحبان دولت رسیده بود۔ بوے عطا فرمود و خود برفت
از دنیا۔ وے را حالے وصفے خاص روی داد۔ و جذبہ نیک بہم رساند۔ ازین معنی
متعلقان و منتہبان شیدا را عرق حسد بکنید خواستند کہ جبہ و گودڑی از وے
برگیرند۔ وے از آن جابر جست و بکجرات رفت و در ناجیت آن شہر برائے خود
نشمین گاہے بساخت و باغ و آستانہ نیک پرداخت۔ در اندک فرصتے تصرفات
آفاق (ذاتی) وے بر شدن گرفت و قے زمینے را بکند و بختہا و سنگہا از آن جابر
آورد و بعمرات بکار برد و زمینے دیگر را کند و از آن جائی بر آوری عالی و طورانی۔
اندر کنار شہر سرائے بنا ساخت تا در ہوائے زمستان آمد شدگان کابل و کاشمیر کہ بہ
ہندستان می آیند و می روند باسانی گذارند و ہم وے رعایت فقرا و مساکین و
شکریان (و) سر و سامان (ہمہ) آمدن گرفت و از وے ہر خرد و بزرگے کہ بوے
می شود مطابق مطالب خوش (خود) بہرہ ہائی یابد۔ شیرینی (و) طعام عامست کہ
بہر کدام پیش می آرد و ہم از وے خوارق عادات بسیار نقل می کنند۔ میرزا خرمسین
بن میرزا کہ ذکر وے خواہد آمد، جوانیست با (فیض) و سلامت مرید شیخ محمد معصوم
سرہندی و با شیخ من نیازمند و معتقد است و بی بی سنی صبیہ شیخ من کہ ہم ذکر وے
خواہد آمد در خانہ نیست وید کہ در زمان (بودن وے در) گجرات کہ من در ایام
صبا (دران یام) مصیبتے (زحمے بیماری صعب) داشتم و با خود می گفتم کہ اگر من
پیش شاہ دولہ بروم بہ شوم و مرانمی بردند۔ روزے این خطرہ غلبہ کرد، بسان گفتم مرا
پیش شاہ بہریدرین اثناء (چشم برستم) خود را پیش شاہ نشستہ یافتم چون مردم در

من تغیرے دیدند، مرا برداشتند و روان شدند۔ من گفتم کجائی برید۔ گفتند ”پیش شاہ“ گفتم۔ شاہ خود در خانہ من نشست۔ است۔ آخر چون آنجا رفتم شاہ گفت۔ مرا یاد می کردی، لطف فرمود، قدرے شکر داد خوردم و پہ شدم۔ وہم وے گوید کہ برادر شرف الدین حسین با شاہ دولہ در نماز عید بود و یک کس بمیان خاطر آورد کہ اگر شاہ در برابر می شدے بہتر ازین بود و این خاطر چند بار خطور کرد۔ بعد فراغ نماز شاہ آہستہ ہوے گفت، بہراو (برادر) دل نزدیک باید نہ تن“ وہم وے گوید کہ روزے برادر مظفر حسین با متحان پیش شاہ رفت کہ اگر امروز مرا بجائے شکر میوہ بدہد۔ داتم کہ مشرف التوب است۔ شاہ تجمیع حاضران بعدت خویش شکر عنایت کرد و ہوے ہم داد و رخصت نمود۔ روان شدند وے در خاطر خود نوے عے از انکار آوردن رفت۔ درین اثنا کیے میوہ پیش شاہ آورد۔ شاہ وے را از میان آن مردم باز طلبید و قدرے میوہ عطا فرمود و رخصت نمود۔ محمد صادق لکھنوی کہ ذکر وے در شعر آید۔ گوید کہ روزے من و شہ عبداللہ کہ از یاران شہ محبت اللہ است پیش شاہ رقتیم با مید آن کہ از وے سخن این راہ بشنویم و مستفیض گردیم۔ شاہ اول ہمین گفت کہ از (اے) یاران انچہ فرمودہ خداست سبحانہ، و سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است بران عامل و مستقیم باید شد، دیگر بیچہ در کار نیست۔ من در ساں ہزارہ پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ ۱۶۴۱م) کہ از قندھار مراجعت نمودہ براہ غزنین بکابل رسیدم۔ در اثناے در آمدن بفتح قبر ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ رقتیم آن با (قبر) بیچہ عمارتے و تکلفے از حلقہ و غیر آن ندارد و سنگ ریزہاے خرد بر چہوترہ خردے بر

آراستہ اند۔ گویند بشارت (وصیت) آن بادشاہ آن چنانست لیکن آن قبر (را) با لطافت و نورانیت یافتم۔ نیز گویند کہ آن بادشاہ مشرف (مشرّب) درویشی و قنندری داشته چنانچہ مشہور است۔ و در گرد آن قبر قبور بعضی از منشیان بادشاہ را بسک مرمی مصفا با پتھر باے خوش نما بر آراستہ (اند) و آن قبرستان در میان باغی بزمین بلند و رعایت نزاہت واقع شدہ و آن جا نماز گزاردوم و بشہر در آمد و باستانہ باے بعضی بزرگان رسیدم و لطافت با دیدم و تفصیل مقامات آن بزرگواران نیویاد ماندہ از آن تخریر در نیاید۔ آخر چون گجرات رسیدم شاہ دولہ را در یافتم۔ وقت صبح بود و وے تنہا نشستہ چہرہ است با بہا و نورانی طمعت با قدر و قیمت۔ ساختہی با وے شستم بر من لطف فرمود و از دست خود شکر برداشت۔ و مرا گفت بہر اورا (برادر) بگیر، گرفتہم و رخصتم کرد۔ اولاً چون آستانہ وے در شدم بس تازہ و سیراب دیدم و اندر آن باغ جا ہی و خوش و سہا مثل آب و بزم کوہی و وزن و گور خر و شیر و پنہ و جرس و غیہ و ذاک و طیور متعریف بستہ اند۔ گویند وے می گوید کہ از مصاحبہ مردمان این زمانہ خرموانست با حیوانات بسیار خوش می آید و بعضی از یاران وے را دیدم بر حیات جذبہ کینیات نیک و مردم از آن با ہم خوارق نقل می کردند۔ آری بہت اہانتان اورا سہی نہ تاثیر بہت متر رو (با پہلو بودن با) پہلوانان

ین رو در حالت است معتبر چنانکہ بزرگان گشتہ اند

کرتوانی ز خوا پریدن در پہلوے پرندگان ما باش

و نیز گشتہ

یار خندان باغ را خندان کند صحبت مردانت از مردان کند

شاه جهان گیر سنبھلی

مجذوبیت صاحب احوال و کرامات و کشف و آیات۔ وے سیاہ جلدہ بودہ و
 مہیب۔ قدر از داشت۔ بسا مردم بزرگ قدر وے را بزرگ داشتندے و بہ نسبت
 وے اعزاز و اکرام نیک بجا آوردے۔ وے پوست خوردے و ہر چہ در پیش
 دیدے با پوست مالیدے و در کشیدے۔ گویند روزے مارے را مالیدہ است
 با پوست و در کشیدہ و گویند چند بار گاہا وے پوست را در آب انداختے و مالیدہ زود
 از آب بر آوردے و بر تافتے و آن آب بخوردے چون کس دیگر ان پوست را در
 آب می خوردند وے نا مالیدہ خوردے و بیچ اثر از تکلف بظاہر نیافتے و این قسم را
 بعضے مردم بارہا امتحان نمودہ بودہ اند و تجر بہ رسانندہ این از تصرفات وے بودہ
 است۔ گویند روزے وے برا بے ہی رفت یکے پیش آمد وے بوے گفت فلسے
 را براے پوست ما، بدہ۔ آنکس اغماض کرد و گفت ندارم وے گفت آن فلسے را کہ
 در دستار واری و بفلان کاری بری بدہ۔ وے بترسید و ہرزید، چہ چنین بودہ است
 زود از دستار بر آورد و بوے گذراند۔ روزے کہ این خارق از وے خاص شدہ بود،
 من ہمان روز در ایام صبا شنودہ بودم۔ نیز گویند میر میران خواجہ زادہ عالی نسب
 حاکم سنبھل بود۔ روزے وے را دیدند کہ خر پوزہ بدستے گرفتہ و روپیہ بدستے پیش
 وے برد و گفت نذر تست وے گفت نذر آوردی اما در وقت رفتن و خر پوزہ بخورد،

روپیہ در حوض ملک انداخت۔ روز سوم میر میران از سنجبل تغیر شد و رفت۔ نیز گویند حاکم بود و است در سنجبل ظالم مردم آزار کہ عالم از دست وے بتنگ آمده (روزے شکایت آن را بوے گفته کہ) تو جے فرمای کہ خلق خدا از دست وے خلاصی یابد۔ جہانگیر گفت ”رفت رفت“ یا میرودی رود۔ در همان ایام آن حاکم را تغیر ساختند و مردم خرد و بزرگ از چنگ وے خلاص یافتند۔ آن حاکم را من ہم در خرد سالی دید و بودم عماد خاں نام داشت من بس صغیر بودم در دبیرستان ملا عبد الکریم کہ روزے جہانگیر آن جا آمد و از استاد من پوست خواست و گرفت و برگ درخت نیم را با آن باریک کرد و تا دیرے در آب بمالید و بذوق در کشید از مشہدہ طعنت بامہابت وے استاد و ما با بادب بودند۔ و از وے خوارق بسیار نقل می کنند۔ وفات وے در سال ہزار و سی و اند (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) است و قبر وے نزدیک بروضہ شیخ حاتم اعظم العلماء و قہست کہ ذکر وے در ضمن ذکر شیخ رفیع (الدین) ایراد یافتہ و او ادب و رانہست جہانگیر اعتقادے درست بودہ۔ پس از وفات جہانگیر مردم مشہد بزیارت قبر وے می شدند و در باب حاجتے و مرادے نذر ہا بستند۔ کار شاد بس کس از ان مرثیہ و بمراد خود رسیدے و چند مدتے این حاں بودہ۔ ست پس از ان ز تضرعات وے بچہ اثرے نمائند۔ من خرد بودم اندر دہلی کہ نزدیک من۔ شب بروز (رود) در زمان جہانگیر بادشاہ قبر ظاہر شدہ بود از شہید۔ کہ آن را لوقان (قوان) شہیدی گفتند۔ چند گاہے از کثرت زائران و

ہجوم حاجتمندان در شبہائے جمعہ کار بجائے رسیدہ بودہ است کہ بعضے مردم نمی توانستند بزیارت وے رسید۔ از ان جائے (زر) از وجہ ندور بیشمار می آید۔ خادم وے بلو نام داشت پس از آن پنج نامے و نشانی از آن شہید نماند۔ واللہ اعلم۔ من شنودہ ام از عزیزے کہ می گفت کہ اولیاء را بعد از وفات ایشان تصرفات و احوال است بعضے را چند روز بیش نیست و بعضے را بسا لہامی ماند و بعضے را ہمیشہ۔ در ”نفحات الانس“ است کہ شیخ ابوالحسن قزوینی گفتہ است کہ چہار کس می دانم از مشائخ کہ در قبور خود تصرف می کنند چنانکہ احیائی کنند۔ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و شیخ عقیل منجی و شیخ حیوۃ حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم۔

شیخ اللہ بندہ

مجد و بیست فہم و معنی۔ صحبت داشتہ بشا و چو کھانچ اللہ و جذبہ نیک بہم رساندہ۔ شیخ من وے را دیدہ است و از وے سخن شنیدہ بود۔ وفات وے در سال ۱۰۲۰ ہجری و اند است (۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰م) وے از سعت مشرب با فقر و انصاف نشست۔ و انایان قدر وے را بزرگ داشتند۔ روزگار وے با شیخ فرید مرتضی خان بخاری بودہ۔ شیخ از راہ اعتقاد وے را از خود جدا نداشتہ۔ وقت جہانگیر بادشاہ وے را بحضور خود طلبید و حکایات پرسید و جوابہائے نیک شنید خوش شد و خواست انعامے عطا کند۔ وے گفت پنج چیزے نمی خواہم الا کمانے نیک کہ خت آرزو است، بخشندہ نیز وے گفت کمانے مہ (مہ کمان) من اندکے شکت است

بفرمای تا درست سازند۔ بادشاہ نصر اللہ کمانگر سر بندی را فرمود تا مہ ازان باز ساخت کہ بود۔ وے آن کمان را شیخ مصطفیٰ کہ ذکر وے گذشت بخشید۔ من مثل آن کہ نے ندیدہ ام کہ تیرے بہ از آن بیندازو۔ برگوشہاے آن این نوشتہ بود نصر اللہ وحید کمان ساخت و پذیر۔ همچون کمان ابروے دلدار بے نظیر شیخ مصطفیٰ از معتقدان ویست۔ در اوایل باوے بسیار صحبت داشتہ و شیخ (مصطفیٰ) در فن تیر اندازی اوست و منست۔ روزے من و شیخ (مصطفیٰ) و وے با ہم تیر انداختہ ایم در میدانے وسیع و مسطح و شیخ مصطفیٰ اندرین علم از من مہ بود و باوے ہم دست۔ از شیخ (مصطفیٰ) پرسیدم تیرے کہ جمع قواعد انداختہ شود در چند گاہے از تو بوقوعی آید۔ گفت پس از سالے کمابیش۔ الحق چون من ماہر آن فن شدم یقینم شد و درین کار (ذکر قواعد) درین جا گنجائش ندارد۔ شیخ مصطفیٰ مرا بوے برد و گفت۔ سرودے کہ مہ از آن نشود و بشود و از نغمہ سرای تان سین سخن راند۔ وے گفت من تان سین را نیک دیدہ ام گویا من تان سین را شنیدم و وے ہر روز مغلچہ را از سخن طلبید۔ و در آن طعام خوردے و س را شریک نساختہ و بقیہ طعام را پیش س انداختہ و بذوق شستہ کہ نیم خوردے س ہم س را شاید۔ و اگر وے رقعہ بکس

ازین جا عبارت ہونے جات ہے رہا وہ تربیت است۔ مذکورہ عبارت باین طور
 مایہ شد۔ شب شیخ مصطفیٰ مرا بوے دیدہ گفت۔ سرودے کہ مہ ازان نشود و بشود و از نغمہ سرای تان
 سین سخن راند۔ من تان سین را نیک دیدہ ام و س و (گفتن رفت) در طرز نغمہ سرای وے
 و چند و بہ ہم از تان سین (بہ مصطفیٰ) گفتہ ام حق گویا من تان سین را شنیدم۔

نویسندے عنوانش این بودے کہ ”بعد سجود موجود (مسجود) آنکہ“ و وے خرے
 داشتہ کہ بران سوار شدے و گفتمے ”علماء و شیخان این زمانہ نمی توانند کہ این سنت
 پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم بجای آرند۔ علماء اقوالے دارند و اعمالے نہ۔ وہم وے
 نسبت علماء و مشائخ بلکہ (بعض) اولیاء سابقین سخنان بد گفتمے۔ و بد یاد کردے
 ازین سبب بعضے عوام وے را ملحد خواندندے۔ روزے من از شیخ مصطفیٰ پرسیدم کہ
 این بد گفتنش را ہم (چہ) وجہی بہست؟ چہ اکثر اہل جذبہ و سکر نسبت بزرگان
 اعتقاد نیک داشتہ اند و اگر نیک نگفتمے اند بد ہم نگفتمے۔ گفت۔ چون اہل ظہر را
 اعتقاد نیست راسخ کہ آن بزرگان سوائے ذات حق موجود اند و بذاتہ مستغفل اند
 اندر دوی و غیریت۔ وے ازین معاملہ ہم می جوشید و می خروشید و آن دوی عوام را
 بہدی یاد می کند چہ از اعتقاد وے و وہم غیریت با تکیہ برخاستہ و موجود حق را می داند
 و بس۔ پس وہم را اگر بد گوید بد نیست۔ روزے من این سخن را با شیخ خود بر شستم و
 جواب خواستم۔ شیخ من گفت حاشا کہ تو حید من فی ائمان و ہدی بود۔ باطن مستغرق
 وحدت و ظاہر ہمیشہ محتاج شریعت۔ اللہ بندہ با وجود صحبت دانشمن با غنی آن را
 ہفظ خرید کردے و گفتمے فلان خر کجا است؟ و گاہ با آن را مخی طیب ساختہ گفتمے۔ (خر
 از کجای آی و چونی؟) انہی را این حرف ناخوش نیامدے و چون کسے را از آن
 انہیاء مصیبت و مشکلی پیش آمدے بے رجوع کردندے۔ وے رہنہا کے بہندہ
 واکرون گرفتے و بر کشادے آن مہم با خر رسیدے۔ وے را این عمل از شیخ چوہا
 رسیدہ بود۔ روزے من ہم این عملش دیدہ ام۔ شیخ مصطفیٰ گفتمے کہ روزے وے

در آوان جذبہ بر پارہ سے بول کر وہ بود فی القور طلا گشتہ۔ در ”نفحات الانس“ می
آرد کہ صاحب کتاب ”کشف المحجوب“ بزرگے را نام می برد و می گوید کہ بسر جس
از وے شنیدم کہ گفت کہ کودک بودم و بچلتے رفتہ بودم بطلب برگ توت از برائے
کرم فیلہ (پیلہ) بر درختے شدہ بودم و کرم ہائے شاخ ہائے آن درخت (را) می
زدم۔ شیخ ابوالفضل بر آن کوی گذشت و مرا ندید (و) بچ شک نکرد کہ از خود غائب
بود۔ بر حکم انبساط سر بر آوردہ و گفت۔ بار خدایا یکسال بیش است کہ مرا، دانگے
ندادہ کہ موے خود بتراشم با دوستان چنین کنند، در حال ہمہ اوراق و اغصان
و اصول درختان زرین دیدم۔ آنکاد گفت عجب کارے کہ کشایش دل را با تو شننے
نتوان گشت۔ اتنی۔

شاہ پرویز سنبھلی

مہذب و بہت تیز ہوش معنی نبوش (پوش)۔ خابروے خابہر خامست و باطن وے
باطن خاص۔ باعوام خامست و باخواص خاص۔ با حاکمان زمانہ دیوانہ است
و بادین کان کان و حاکم۔ و در اصل وے بھیجے عنوانے متعین نیست۔ و بھیج
قید۔ متعین نہ۔ من روزے شنیدم از بعض عوام کہ در محلہ کاغذیان دیوانہ است
ہندیان و چینیان و چنان۔ با خود شتم یکبارے بہ پنم وے را کہ چہ طور است۔ رستم
و دیدم خوش روی شملت مووی و نبسط الحاس۔ اوا بہ ہریان گوئی و اثر خای مرا پیش

آمد و گشت انچہ برزبانش رفت۔ من از روے نیاز و صلح گفتم شاہا این سخن تو
 وضد این در مقام وحدت یکیت بل ازین ہر دو میر است و این گفتگویت اندر
 مقام کثرت است مقام قدس ہم این دارد و ہم آن بالطافے و صرافتے دیگر و
 حقیقت یکیت کہ در اشکال والوان الی مالانہایۃ جمع مظاہر ظہور کردہ پس بہر وجہ
 بہر کہ رو آری با و روی آوردہ باشی۔ از مقالات مولانا جلال و دانست کہ حقیقت
 کما ینبغی این است (یکیت) در اجزاء مختصہ (متعددہ) چہ اگر در عنصر ظاہر شود
 آن را اعتدال مزاج خوانند و اگر در حرکات ظاہر شود آن را غنچ و دل خوانند و اگر
 در کلام ظاہر شود آن را فصاحت و بلاغت خوانند و اگر در اصوات ظاہر شود آن را نغمہ
 خوانند و نفس در ہر صورت عاشق و طالب این معنی است بہر صورتے کہ برآمد و در
 ہر لباسے کہ در آید۔ الحسن فی وجہ الملاح مواہب

بوجہ بالقنیا ہر چہ ہست بیرون آئی کہ من حریف تو ام بہر لباسے کہ داشت
 پس ہر چہ دانی برگوی۔ وے ازین معنی چشم ہوش و اسرد و مغز سخن را کہ آشن بودہ
 دریافت، خندہ زد و گشت۔ آرے چنین است و من خوابان ہمین معنی ام یکن کے
 را در نمی یابم کہ وے گوید تا من شنوم یا من گویم وے بشنود پس از آن از ما جرای
 احوال با کمال خود گفتن گرفت کہ مدت با ست کہ از کش کش این و آن رستہ ام
 و خاطر را از نیک و بد بر شکستہ ام و اندرین پردہ دیوانگی و بزیان گوی خوشوقتہم چہ کس
 مزاج من نیست و دل من در جای آرام گرفته کہ نمی توانم تعبیر آن کردن۔ من ازین

معنی بسیار محفوظ شدم و آن مقامات بیادم آمد که در ”رشحات“ است که حضرت سید
 قاسم تبریزی قدس سره در مبادی حال گرد مجاذیب و مجانین بسیاری گشتند فرمودند
 که در روم که از مردم حال مجذوبان می پرسیدم گفتند در فلان موضع مجذوب بے قوی
 حاست آن جا رتم و وے را دیدم و بشناختم، مولانا جانی بود که بتربز با ہم تحصیل می
 کردیم بتربکی با وے گفتیم۔ مولانا جانی منی و امیر سن گفت وانی روم مولانا سید سن
 گشتیم ترا چه حال افتاد گشت من نیز مثل تو سر گشته بودم همیشه ہر چیز مرا بہر طرف می
 کشید ناگاہ چیزے نمود و مرا از ہمہ دور بود پس بزبان ترکی رومی گفت ”ویکلا ندوم
 ویکلا ندوم یعنی یہ سودم“۔ حضرت خواجہ احراری فرمودند کہ ہر بار کہ حضرت سید
 این حکایت می گشتند۔ آب از چشم ایشان فرو می ریخت۔ معلوم می شد کہ سخن آن
 مجذوب در باطن ایشان تاثیر عظیم کرده بودہ است می فرمودند کہ حضرت سید فرمودند
 کہ در شب سبزوار مجذوب بے بود، بدیدن وے رتم درخا طر گزشت کہ بابا (آغا) محمود
 طوق بہتہ باشد یا این مجذوب، فی الحال متوجہ من شد و گفت۔ چندان می زنم کہ بابا
 محمود را آب برد۔ صاحب ”رشحات“ می وید کہ واند راقم این حروف چنین می گشتند
 کہ از جنس اعجاز شنیدم کہ چون حضرت سید قاسم قدس سره باین مجذوب سبزواری
 کہ میر دیوانہ مشہور است و قبر وے در آن دیار معروفست، ملاقات کردہ اند و در
 خا ساند زیدہ کہ یہ وے بہتر باشد یا بابا محمود و وے آن سخن کہ از حضرت ایشان
 نقل کردہ شد بزبان راند بعد از آن گفت کہ بابا محمود از ترکش من یک
 تیر است۔ حضرت سید از سبزوار پیش بابا محمود بطوس رفتہ اند و سخن میر دیوانہ را بخاطر

آوردہ کہ بابا محمود از ترکش من یک تیر است۔ بابا محمود سر از آستین نمود بیرون کرده و گفته کہ بے پرو پیکان۔ انتہی۔ بعدہ پرویز مرا گفت فلانے اگر یکے از اہل این کار بمن آید خوش می آید باوے سخن این راہ گفتن و من در اوّل سخن در می یابم اگر وے لایق صحبت است این سلو کے کہ الحال می بنی پیش می آرم والا بذیان می گویم چنانکہ اولاً تو دیدی تا خلاص شوم

تا مرد سخن تکلفہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد^۱
 من ازین فہم اندر دیوانگی و دیوانگی اندر فرزانگی وے اندر شگفت شدم و خوشوقت گشتم و مطابق آن مثلے رنگینم بیاد آمد و آن آنست کہ می گویند روزے عارف محقق مولوی جاتی در خلوتے با جمے از یاران خود صحتے گرم داشتند و دستار از سر فرو آورده و پادراز کرده بودند درین اثنا مردے نا آشناے از در، در آمد۔ دستارے کھان بر سر و فرجی مکلف در برابریشے و فٹے و وقارے۔ مولوی از دیدن وے دستار بر سر آوردند و جعظیم برخاستند و با ادب بر نشستند و پرسیدند کہ "اسم شریف" وے گفت۔ شیخ السیف۔ ایشان تبسمے کردند و فرمودند ہاں اگر شاخ السیف اند پس من چرا نہ بذوق (وے تکلف) ہنشستم و باز پس از آن من چند مرتبہ بدیدن پرویز شدم و ہر مرتبہ سخنان این راہ در خلوات شنیدم۔ روزے وے گفت فلانے حالت آن (بے) تعین نیکیست کہ در ظاہر و باطن بہ بیچ قیدے مشید نبود۔ شتم مشرب فقرا (فقیر)

۱۔ این قطعہ شیخ سعدیست و بیت دیگر این است

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست شاید کہ پنبہ خفتہ باشد

آنست کہ در باطن بیچ تعین و تقیدے گرفتار نگر دو در ظاهر متبع دین محمدی باشد علیہ
 الصلوٰۃ والسلام۔ و جامعیت کہ گفتہ اند بہم رساند چنانچہ در رسالہ ”قدسیہ بہائیینہ“
 نوشتہ۔ حدیث ”اجمعوا وضوءکم جمع اللہ شملکم“۔ اشارت است
 بہ آنکہ وضوء باطن را با وضوء ظاہر جمع کنند تا استقامت حاصل آید۔ اتنی۔ و من
 در آن مدت در جامعیت خاصہ غزلے گفتہ بودم بر خواندم و انہیست غزل

منم کہ با ہمہ از ہمہ جدا شدہ ام چو مہر قدسم و چون ذرہ جا بجا شدہ ام
 بجان خواص خواصم بہ تن عوام عوام کہ تاج فقر بسر کردہ بادشاہ شدہ ام
 ہمہ ہلفر و باسلام صلح کل کردم برنگ ہر دو خشم ہم زہر دو واشدہ ام
 نہ غیہ ذاتم نہ غین و نہ فراق و نہ وصل گذشتہ از ہمہ مذہب و با خدا شدہ ام
 چو بے خودم بخدا با محمد ہشیر ازین کمال کہ با وحدت آشنا شدہ ام
 وے اگر چہ اندرین جامعیت نبود لیکن این ابیات را پسند فرمود۔ سید جعفر سنہیلی
 مرید خواجہ احمد کہ اہل این راہ است گوید کہ من بسیار پیش پرویزی شدم و از
 ظاف وے بہرہ ورئی شتم۔ شبے وے اندر خواب گلیمے عظیمے بر من پوشانید چون
 پناہ دے شدم و بتور معبود نظر عنایت از وے درخواست کردم گشت امشب خود
 تھیں را بتوشید مدیر چہ می خواہی۔ و بان خواجہ احمد مرا صحبت ہاست۔ کسے خوب
 است بام او شستہ وں و بل این کار۔ وے گوید کہ من شا نزدہ سادہ بودم۔ مرا
 شوق این راہ بدل پیدا آمد۔ از سنہیل برآمدم و در طلب مرد کامل سفری شدم، رفتم
 بہتان و اچہ و تہ و ہر (حسرت) و درین اسفار درویشان بسیارے را دیدم لیکن کسے

را طالب جاہ و کسے را طالب دعوت و اہل تکثیر و علیٰ ہذا القیاس (یا فتم) و مردے کہ محض طالب خدا باشد چنانکہ دل می خواست، یافتہ نشد۔ بعدہ در کنار دریا.... سفری شدہ سیرکنان در بندرگاہ بکناج گجرات رسیدم آن جا عزیزے دیدم و ازوے سخن شنیدم کہ در دطلب رامہ دکرد و از آن جا نیز برآمدہ در اکبر آباد آمد۔ آن جا مردے شیخ فتح محمد نام اہل سندیلہ را در یافتہ و چند گاہے باوے بودم۔ چون ازوے التماس تلقین ذکر می کردم، توقفے می نمود۔ روزے از آن جا برکندم و در قبرستان رفتہ بسر ہی بردم۔ شبے وے را در خواب نمودند کہ خواجہ احمد را چرا جدا کردی و چیزے از طریق ذکر نگشتی و ہمدرا آن شب من ہم بخواب دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر تختے بزرگ نشستہ اند و جماعتے از اصحاب کبار و اولیائے بزرگوار گرد و پیش آن حضرت (چیزے) از ہر دوست مبارک خود گرفتہ بدست خود عنایت فرمودہ اند کہ بحاضران قسمت کن، چنین کردہ ام و فتح محمد در آن زمان در جستجوی من سردید و بعد سہ روز مرادیدہ و با خود بردہ و تلقین ذکر کرد۔ بعد از آن روز چند بار آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم چون من از تفسیر یکہ بوجود آمدہ بود غمگین بودم سر بزمین نہادہ پس آن حضرت تسلی من فرمود۔ و از دست مبارک خود سر مرا برداشتہ و در اکبر آباد بہ فتح محمد بودم صحبت وے مراد گرفت و ملازمت وے را لازم گرفتہ و در روزے چند مضبے کہ من طالب آن بودم روے نمود و آرام و جمعیت حاصل شد۔ وے گوید کہ نسبتہ با خدا بہم باید رسانید، دیگر تیق چیز در کار نیست۔ بعد اتمام ”اسرار یہ“ پنجہ رسال پر ویز برفتہ از دنیا در سال ۱۰۸۰

وہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) وقبر وے نزدیک مسکن وے است۔

شاہ پرویز دہلوی

مجذوبیت مستہلک گداز، از خود رفته، نیک حال، در مقامے افتادہ۔ چہرہ وے نورانی و درخشندہ۔ چشمان وے ارغوانیست و درخشندہ۔ در اصل وے قوال پیر است در محلہ بخاریان دہلی سکونت داشتہ با قبائل خود۔ من روزگارے در جوان وے می باشدم و در آن مدت شیخ من در ایام جوانی بر جوانے نعمت اللہ نام خسر پورہ وے نظر داشتہ و پیوستہ بمنزل من بر سیدہ و صحبت با و غرائب بمیان رفتہ و مرزے از جلوہ گری با آن جوان در ذکر شیخ من گذشتہ است۔ آن جوان بارش من حکایت آورد کہ درین ایام پیہ (پرویز) جنونے پیدا کردہ است۔ نہ گفتنی بسیار می گوید۔ ہر چند علاج می کند جنونش برمی افزاید

بر جنون کہنہ ام بگذشت چندین نوبہار عقل ناصح روغن بادام می گید و بنور و در آن جنون وے راجد بہ قوی رسید و از خویش و خویشان خوش پاک برید خبر برید بدینی کہ قیبح مجنون شد ز خویش و ز ہمہ خویشان خویش بیرون شد۔ آن واقعہ اندر سال ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۳م) بود و امر وزی و چہار سال است کہ وے در بازار ایرہ شہم فروشان دہلی در افتادہ است و از آن جائے بہ دیر قدم نہ نبود۔ مردم از ہر قسم بوے می شنوند و نظارہ دیدار پُر انوار وے کنند و مثمر کلمات باہر کلمات وے می باشند و وے از ہمہ فارغ است و بے خبر

دران افتاد گیہا ہیج خوردنی و ہیج آشامیدنی از کس نخواسته.. چون می خوراند می خورد
 و چون می آشامند می آشامند۔ گم نم آنست کہ ہیج وجہی از وجوہ در طمع و طلب چیزے
 حرفے از زبان خود نبر آوردہ بل اشارہ ہم نکردہ و در آخر دو لہتمندے بر سروے
 عمارتے نیک ساختہ جمعے از خدام پیدا شدہ خود بخود در خدمت وے قیام می دارند
 و نفعے از خلایق بر آرند۔ زن وے ہم آمدہ در جوار وے خانگی ساختہ و حیلہ پرداختہ
 از نذر و فتوح وے روزی مند و مرز و قست۔ من از روز اول حالت استہلاک
 وے رامی دانم۔ طوریکہ وے وارد غفل و وہم از ادراک آن عاجز است۔ من
 شنودہ ام از عزیزان سنجمل و سری کہ می گفتند مادیہ بودیم کہ اندرین ناحیت جوگی
 بودہ است، سال خوردہ، در علم خود کامل۔ وقتے وے را حالے پیش آمد۔ رفت و در
 زیر درخت از درختان صحرا مربع نشستہ و چشم خود بر بست و اندر آن حالت چنان
 فرو رفت کہ از خور و خواب، جواب و سوال در گذشت۔ این حال را در اصطلاح
 جوگیان ”تاری“ گویند۔ چون مدتے بسر آمد و از حرکات و جنبیدن بکلی باز ماند،
 فاختہ صحرائی در میان موبایے سروے کہ آن را ”جشا“ گویند آشیانہ ساخت و
 بیضہ ہانہاد و بچہ بر آورد۔ آرے وے در ہر شب روزے یک بار چشم و آوردے و
 با اشارہ پوست طلہیدے و در کشیدے، آن وقت فاختہ از سر بر پریدے، چون
 فارغ گشتے باز آمدے و بر جائے خود نشست۔ روزے وے گشت کہ مرا از جہان
 بہاید رفت و گفت۔ ”تا گورے بتجد آدم بکند یدند و دران جا در آمد و ہم مربع نشست
 و یک نان کالن میوہ آمود پختہ در کنر خود نہاد و فرمود تا آہستہ آہستہ خاک از ہ

طرف ریختن گرفتند و وے از دست خود راست کردن گرفت چون خاک
بر بالائے سر وے رسید و آواز طراق (تراخ) از آن میان برآمد چنانکہ ہمہ
حاضران شنیدند۔ چیلہ خاص وے خاک را بسروے یکسو کردہ دید کہ در میان
تارک وے یک سوراخ شدہ است۔ پدر من گفتے کہ من خورد سال بودم و این
واقعہ را شنودم و نام آن جوگی ہم گفتے لیکن بیاد منماندہ۔ من شنودہ بودم پیش ازین
بدہ سال کہ بسہ فرشتے سنجہل سناسی (سنیاسی) پسرے در صحراے صبوہ (صیہ)
زدہ و سر برزانو آوردہ ماندہ و از جائے کہ بودہ برنخی ستہ و نخوردہ و نیا شامیدہ و خواب
نہ رفتہ و بخن نگفتہ تا دو سال۔ مردے کہ وے را بار بار دیدہ بودند می گفتند چون شیرینی
بوے بردے وے سر بر آوردے و نگاہے کردے و بس۔ بالائے سروے ریز کے
چیزے (چھپرے) سایہ ساختہ بودند و بردوش وے گھمے انداختہ گا و آن را دزد
بردے و دیگرے کسے انداختے۔ مرا شوق دیدن وے غالب آمد خواستم کہ بوے
شوم۔ درین اثنا شنیدم کہ چون وے شہرتے یافت جمعی سناسیان از روے حسد
کشان کشان بجائے بردندش۔

شاہ بھیر کا دہلوی

مہذبیت با معنی، تہذیب و عیبت و وقار۔ او ایل در نواحی شہری گروید و ہر چہ
برز بانیش می رفت می غمت و اندران بدیان بخش سخنان بے خار می فرمود کہ شاہد
نعمتے بودہ۔ شب شمع در آستانہ خولجہ بیرنگ بود مرا گفت بیا، درین نزدیکی

مجذوبیت وے را بہ بنتم، رفتیم و در حظیرہ یافتیم۔ شیخ من ہر چہ از وے پرسید بفہم
 جواب داد، بعدہ شیخ من گفت نیک مجذوبست۔ شیخ محمد قلی گفت کہ روزے من
 بر همان حظیرہ بوے شدم بامید تقاوی کہ از وے نوکری من صورت پذیرد و
 صورت مبارک خواہ ابرار بدل گرفتیم، چون وے مرا بدید بآدای مجذوبانہ گفتن
 گرفت کہ چیست این نوکری و براے چہ می کنند۔ خدا سپ براے سواری می دہد و
 نوکران براے خدمت گاری و این چیست کہ عزیزے سپید ریش را باید (بادل)
 خود آوردہ۔ دانستم کہ وے مشرف التلوی است و دیگر بار ہم از وے ہم چنین
 خارقے دیدم۔ و وے سالہا است کہ نزدیک مسجد شیخ نجم مداری کہ جو نیست
 سعادت یار نیک کردار با شیخ من نیاز مند، اقامت گرفته در سر بازار فیروز آباد و
 آن مداری بر سروے غمارتے سنگین ساختہ و نزد آن دکان پرداختہ۔ امروز رجوع
 بسا مردم سلطانیاں بہ شاہ بھیکا است۔ مذکور و فتوح کہ بوے می آید از آن وجہ بیچ
 شعورش نیست و آن مداری آن زر را ہم در کار وے و ہم در رونق مسجد صرف
 می نماید و خدمت فقر او در ویشان کہ اندر آن مسجد می آیند می کند شیخ من گا و بابا جمعے از
 یاران در آن جا می نشیند و آن جا را خوش می دارد۔ و ہمین طور شیخ زاہد با سے من از
 روے تفرج آن جا را خوش می کنند من ہر گا و بدلی می شوم و در آن جا بارہا می روم۔
 آن مداری بر من لطفے می کند۔ شاہ (بھیکا) ہم لطفے داشتہ بعد اتمام "اسرار یہ"
 سہ سال (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲م) شاہ بھیکا برفتنہ از دنیا و ہم در آن نشین گا و خود مدفون
 شدہ۔ من تاریخ وے گفتم۔ قطعہ

شاہ بھیکا کہ بود مستہلک چون شرف روز و شب بذاتِ خدای
 از مقام فنا بدار بقا رفت گوی کہ شد زجائے بجای
 سال تاریخ او خرد گفتم یکجا رفت شاہ بھیکا ہای
 وہم تاریخ آن مسجد مداری را من گفتم کہ
 ”مقام فیض“ شیخ من خوش کرد

و این قطعہ گفتم۔ قطعہ

بنائے مسجد پر فیض کرد شیخ زخم کہ بیچ گاہ و مباد از صدائے ذکر نموش
 چون سال این عمل خیر جستم از باتف ”مقام فیض“ رسید از ندائے غیب بوش

نر این بیراگی فرید آباد

در اصل وے ہندو است از گروہ بیراگیان۔ با حسن و لطافت بود و خوبی و نیکوئی۔
 سرود نیک دل زبا گفتم۔ خود را بلبش جہا جہر شہرت دادہ بود و مقبول دلہا افتادہ
 بود۔ من اندر آن حالت ہم باوے آشنا بودم۔ بس بے تکلف زیستے۔ نوے از
 آزادی در نہاد وے نہادہ بودند۔ روزگارے من اندر دے از مصافحت و ملی
 می باشی دم۔ روزے وے سے کہان آن جا رسید و مرا گفتم۔ اسپ خود را بمن دہ
 کہ غلام جامی شوم۔ بے تامل حوالے بوے کردم چون سوار شد مرا گفتم کہ من
 بیراکی فقیرم و بے قیداً را سپ ترا گرفتم بیرم و بگریزم چہ کنی گفتم ہیچ نکلم چہ من اذل
 این حرف بخاطر آوردہ ام آنگاہ اسپ سپردہ ام اگر خواہی بگریز و ببر۔

وے دریافت کہ مراد دریافتہ است۔ خوشوقت گشت و گفت ”احسن احسن“۔
 شیخ من گوید کہ روزے من پیش خواجہ ابرار بودم کہ جمعہ (جمعہ) نام غلام وے از
 خانہ برآمد و از پیش وے بگذشت وے پرسید یکجائی روی غلام از رے ب
 پرواہی گفت کہ بازی کردن می روم۔ وے مرا گفت این غلام بیچ از زن نمی ترسد
 گفتم شمارا نیک دریافتہ است، از آن (سبب) بیہت و ترس شاد دلش نیست،
 خواجہ ابرار بسیر خوش شد۔ در آن وقت کہ شیخ من این حکایت می گفت شاکران
 قلندر شیرازی کہ جوانیست شیرین کلام، خوش شن۔ با شیخ من نیاز آور، حاضر بود
 این رباعی مظفر کاش نیک بر محل بر خواند۔ رباعی

زاهد کبرم ترا چون مانساند بیخانه ترا چو آتش نشاند
گشتی که گند و مکن اندیش ز من این را بکے کو که ترا نشاند
آخر الامر ز این پیرا کی را جذبہ قوی رسید از ہم چه داشت پاک برآمد و فرشتہ ہاں
گشت و برکنار خوش فرید باد در گنبد سے رافت و دوستوں سے گرفت و بحسب حاجت
ہدیہاں گوی در آمد۔ آشنایان منتہ (پیشینہ) وے ازین حالت در شکست شدند
بعضے دوستان کہ محرم وے بودند۔ با مخرمان این کار بایا و کن یہ مصائبی ز اے
باغیر آن ہدیہاں گشتے چنانکہ کے دریافت۔ ہا مسلمان بطور شان خود ر
فرانمودے و ہا ہندوان ہندو بودے و در حقیقت (وے) زہد و فرشتہ۔ چنانکہ
کبیر جولاہہ کہ گویند در روزگار پیشین اندر زمین مشرق پیدا شدہ بود و اشعہ ہندی

۱. اضافہ از نسخہ ہندو ۳۱ در عمدہ سند رشادہ نامی۔ پیدائش ۱۳۲۰ء۔ فوت ۱۳۵۰ء۔ امرت مسافر

وے موحدانہ در ہندستان شہرتے دار دو این شعرے چند لیست ازوے۔

دوہرہ

ہم جانا ہم ملنکی اور رام کہے سون جانی رام کبیرا ہوی رہو سیس نواہا کاے

دوہرہ

بھلا موہر پھیرے مہسوں لیے بلاے جپس رتن تیسے یے اب کچھ ہی نہ جاے

ساکنی

کبیر ارور ادا کیجئے تچ پاکھنڈا بھیمان ہر جن ایسا چاہئے جا سے ملیں بنگوان

روڑا بھو تو کیا بھیا پنتھن کوک دیہ بری جن ایسا چاہئے جو مارگ کے کہیہ

اسیہ بھو تو کیا بھیا جیوار اگے انگ ہر جن ایسا چاہئے جیون پانی سب رنگ

پانی بھو تو کیا بھو سیرا تاتا ہوئی بری جن ایسا چاہئے جیسا جو ہر ہوئی

جوہ بھو تو کیا بھو بیہ سب چھو ہوئی بری جن ایسا چاہئے جانے کچھ نہ ہوئی

روزے من این ساکی را پیش شیخ خود خواندم۔ ”فرمود کبیر اول مرتبہ بقرا گشتہ

ست بعد وقت را۔ بہتر آن بود کہ اول فنا گشت بعد بقا موافق اصلاح صوفیائے

مختلین۔ شیخ من گفت کہ وقت من بخیر آباد شدم و بدرزاویہ مجذوبے پست دم

نترم و متور بہست کہ در آیم یا نہ۔ وے گفت درین جا غیر از او دیگرے

نہست، و اسید و بختیان و غیر ازین را وہے خارا گشت کہ من مخطوط شدم و خوشوقت

برخی تفرکہ نما نہ آست کہ آن مجذوب بہان نہ این بیراگی بود۔ واللہ اعلم۔ وے را

در آن حالت جذبہ بسیار دیدہ ام چند بار در کنار خوش و پس آن را در میان

فرید آباد کہ برائے وے مصطفیٰ ساختہ بودند و ہر مرتبہ از روئے اشارہ و کنایہ از وے لطفی و عنایتی یافتہ ام۔ در سال ہزار و شصت و دو (۱۰۶۲ھ تا ۱۰۶۳ھ) کہ من بہر اہی شیخ خود از لاہور بدلی رسیدم شنیدم کہ عبدالوہابی پسر خرد من، با مادر خود بنرید آباد آمدہ است بفتح محمد صادق حنائے مادر خود و درین نزدیکی باز بہ سنجہل می روند۔ من از شیخ خود رخصت فرید آباد خواستم۔ فرمود از آن طرف تو ہم سنجہل می روی گشتم نہ۔ چون رفتم آن پسر من یہ رافت و وزبوان شد من چند معنی (تنبہ) نذر گرفتہ و پیش آن مجذوب رفتم و عرش حال یہاں مردم نذر بستید و برخلاف عادت در لحد کہ بر سر بستہ بود بر بست و در گفتہ مجذوبانہ ادا نمود کہ چند برگ قوت بر سینہ اش بندہ بہ خواہد شد۔ من برگ بردم لیکن کسے بروئے نہاد و متعقدان من سنجہل روان شدند۔ من ہم یک منزل ہمراہ رفتم۔ چون نچینف وزبوان شد، منزل دوم رفتم دیدم کہ شعورے بخود ندارد من بروعدہ کہ با شیخ خود آمدہ بودم از باپور باز بدلی شدم۔ مادر وے گوید کہ در گڑھ ملکیہ سر آن پس را کہ امید زیست نہاندہ بود بر سر قبر حضرت اللہ بخش فرستادم و نذرے بستم کہ اگر وے راحت رونید ادا (روی دید) ادا نم۔ ہمدان شب شیخ را بخواب دیدم کہ بدوزانو مراقب نشست من وے را بنظر شیخ آورد۔ شیخ دست برخاستہ و در صحت وے دعا کردہ و فرمود کہ برگ قوت بہر شکم وے بندہ بہ خواہد شد۔ من بحسن پور رسیدہ برگ قوت بروئے نہادم تا رسیدن سنجہل یہ شد چون ناراین را وقت نزدیک رسید پیش محمد صالح عمرازادہ من رفت و گشت چون بروم مراد گور کنی و مگذار کی کہ بندوان بسوزند و کلمہ طیبہ را سہ مرتبہ گشت۔ روز

دیگر پیراگیان کہ طالب وے بودند بقیہ از خود دور ساخت و بصر اے رفت آن
جاس بنودہ صیحتہ ز دوسر درز انوا آورد و برقت روز عید رمضان از سال ہزار و شصت و
چہار (۱۰۶۴ھ ۱۶۵۴م) پیراگیان بحد بنود غش وے را بر آ راستند، خواستند
(کہ) بسوزند، این خیر محمد صالح رسید، کمر بست و با جمع کثیر و جمع غیر از قصبات و
اہل بروے رسید و غش وے را بزور از بندہ ان بر کشید و دور باغ خود آورد و غسل
داد و نماز گزارد و مدفون ساخت۔ پیراگیان گوروے را مربع سنگین ساختند و
بر آن عمارتے نیک پرداختند باز مسلمانان جمع آمد و آن تعمیر را خراب ساختند و
بطور معبود بر آ راستند تا نورے دیگر بر آن بویدا شد۔ امروز مسلمانان بر سر
قبر وے فاتحہ خوانان می روند جز (چند) پیراگیان و بندہ ان پنہان پرستش (قبر او)
می کنند۔ من خرید و دمی دیدم کہ در سنجیل پیراکی بود اجیت نام کہ خود را در پردہ
خاساری و بے اعتباری پوشید و دور راہ تنویش و تسیم و شید و خود را بلبس بھڑوہ
یعنی قبتیان شہت داد و۔ روش وے آن بود کہ سر بر ہند و (مجنون) در لباس
پیراگیان ندر و چہ با شہر دیدے جمع خروان چون وے را تنہا یافتند و
پاک پوش بدست گرفتند و بر سر وے بزدند وے تا کہ مردے در رسیدے و آن با
راہ از وے جدا کردند و وے آن مانع را ہم مانع شدے من چون این
تحدی خراہان کہ بر سر وے می رفت بدیدے مرا بسیار ناخوش آمدے و آنہا را منع
کردے و وے خود را ذوق پاک افراز بر سر خوردے و بیج کر ہے بر پیشانی و
راہے بخاسر نیارے۔ در ہند ان راہ می گشتند کہ در داین راہ نیک دامن گیر

حال ولست۔ چون موسم بہار در رسیدے وے دیوانہ تر گردید و در کوچہ و بازار
مستانہ وار بگردیدے و از پئے کو دکان بر دویدے لیکن آزارے بکس نرساندے
آخر ندانم کجارت و چہ شد۔

امروز بیرا گیت اندر ناحیت سنجعل معروف بہ بھکنڈی۔ وے را یک قرن بیش
است کہ اولاً در مسجد جامع سنجعل باشندے و احوال در کنر شہر می باشند بر پشت
”بھولا سر“ کہ جے خوش است و ہواے فرح بخش۔ چون وے رستہ می شود
بر در یکے از بنودے کہ آشن وے بودی رود و چیزے کہ بے طلب می یا بد می خورد و
باز بجای خود می رود۔ من وے را گاہے کہ می ہنم ساعتے (بوسے) می نشینم و حرف
می زنم۔ راست گواست اندر سخن، ریاضات شاقہ دار و نیکن از توحید بہرہ ور
ہے۔ وے اندر تابستان و بارستان و زمستان، روزان و شبان بر سر آن پشتے ب بچ
سائی و بے بچ مایہ گی خوش بسر می برد۔ نہ از بچ آشنے و ہواوی را تر و درود نہ
بچ جے و بچاے را روی دارد۔ نقل است کہ مہتہ ہسی می بین و علیہ الصلوٰۃ و السلام
در حالت تجرید و تفرید در بارانے سخت بختراے رو بہا بچہ را دید کہ اندر پن و کلوٹے
بفراغت نشستے بود۔ (این) شعر بزبان وے آمد۔

لابسن الاوی ما وای لیس لابس المریحہ ما وای

(ہم در آن مدت یکے را دید بہ برود دست آب می خورد و وے) علیہ الصلوٰۃ و السلام

کاسہ کہ با خود داشت بر شکست چہ ظرف نوشیدنی و خوردنی دست خود است

محبوب مجہول

شاہے بود اندر لباس خاکساری، ماہے اندر ایرنوبہاری۔ نشیمن گاہے وے در پشت خانہ کدے بود، بچلہ بخاریان و بلی متصل برود آسپا، کہ روزگارے اندر کار (در آن دیر) بودہ است و وے در زیر مقامی کہ بحال خوشی افتادہ می ماند سرو پا بر نہ زیرے گلیمے در برداشت کسی نمی دانست کہ وے یست و حایے وے چیست؟ و چہ نام دارد و از کجی خورد و چون می گذراند وے بچ گاہے چیزے را از آسان نخواست و با کس بش حرف نزدے و کس را بپا و میانشستے۔ من وے را در آمد و شد بدیدے و خوش گردیدے۔ چہ دنورانی داشت با وق رو با معنی خبردار۔ اگر چہ خاہر وے خاہر عام می نمود اما باطن وے باطن خاص بود۔ در "نفحات الانس" است کہ موعش گوید کہ من بہ مزخوشستن را با بطن خاص ندیدم تا خود را بظاہر عام ندیدم۔ و ہم اندر آن کتاب است کہ شیخ الاسلام گفت کہ ابو بکر ستانی صحبت دار خضر بود علیہ اسلام وقت خضر وے را گفت۔ یا ابوبکر ہمہ مردمان ازین حاکفہ مرا می شناسند و من ایشان را نمی شناسم۔ روزے مرا در مسجد صفا (صنعا) بود و مردم بر عبد الرزاق حدیث می خواندند۔ در وشہ مسجد جوانے بودند بگریبان فرو برده، وے را گفتم کہ مردم بر عبد الرزاق حدیث می خواندند و تو این جا نشسته، چرا نروی و از وے حدیث نہ شنوی گفت من این جا از رزاق (از اللہ) می شنوم، تو مرا بہ عبد الرزاق می خوانی۔ شتم کہ راست می گویی بگو کہ من یم؟ گفت خضر۔ و سر بگریبان فرو برد۔

شیخ الاسلام گفت آن ظریف تر بودے کہ ہم چنان کہ از رزاق بشنیدے از
عبدالرزاق ہم بشنیدے چندان کہ از مشائخ ما گذشتہ اند ظاہر ایشان چون ظاہر
عام بود و باطن ایشان چون باطن خاص کہ شریعت برہن است و حقیقت بر جان و
سر۔ انتہی۔ و ہمدان کتاب است شیخ ابوعلی سیاہ بمیر و گفتہ کہ از ہر چہ چیزے بشود
چیزے بماند مگر شریعت کہ چون چیزے از آن بشود (کم و زیادہ شود) بیچ نماند۔
شیخ الاسلام گفت سخت نیکو گفتہ است و آن چنان است۔ شریعت ہمگی خواہد۔ کمی و
زیادتی بر شریعت نقصان است۔ شریعت چون آبست آب بمقدار باید اگر بیفزاید
ویرانی کند اگر بکاهد ترا سیراب بکند (نکند) مرتعش گوید ہم درین ورق مندرج
شد۔ شیخ الاسلام گفت معنی آنست کہ حقیقت من درست نیامد تا شریعت من صافی
نشود۔ من با پدر خود و قتیکہ در سال ہزار و ہست و نہ (۱۰۲۹ھ ۱۶۱۹م) بہرام شدہ
بودم چنانچہ در ذکر سید تاج الدین بلگرامی گذشتہ عزیزان آن جا متفق اسکلمہ می
گفتند کہ مجذوبست صاحب کمال اندر دہلی و بعضے از روے ادب یا از راہ تحقیق این
ہم می گفتند کہ وے قطب وقت است۔ و انداعلم۔ لیکن خود را اندر پردہ خاکساری
و بے اعتباری پوشیدہ و در حالت آزادی و نامرادی پوشیدہ۔ در اصل وے از زمین
مشرق است۔ چون در شہر خویش شہرت یافتن گرفت از آن جا بر کند و غائب گشت
والحال آن جا نشان می دہند و بعضے مردم آن طرف وے را نیک بشناختند
چون (مگر) از راہ ادب اورا ظاہر نساختند۔ و گفتند کہ وے در محکمہ

۱۔ من ہرگز خوشن را باطن خاص ندیدم تا خود بنام ہر جا مندیدم (زنجیت انس)

بخاریان نزدیک برود آسیا افتاده است و از خود و از غیر خود آزاده۔ پدر من
 از استمان این حیرت خوردن گرفت کہ حیف من وے را شناختم و در زمره سعادت
 ندوزان وے خود را نہ انداختم، چه من وے را در آمد و شد بسیر دیدہ ام گاہ بابا ہم دو
 چار مرد دیدہ و من بہ نسبت پدر حیران تر شدم چه من نو جوان بودم و نمی دانستم کہ
 ہستی خدا را این چنین حال خستہ و شکستہ می باشد و از خدای خواستم کہ باز بدلی روم
 و بدیدار وے مشرف شوم۔ بآخر چون با پدر روانہ بدلی شدم ہر دو خوش امیدوار
 بودیم کہ وے را خوانیم دریافت و پدر من از من زیادہ تر مشتاق بود۔ چون بدلی
 رسیدیم وے نہ دیدیم، پرسیدیم بچہ رفت و چه شد کس نشان آن نداد کہ بچہ رفت و
 چه شد۔ ہم گاہ بدان و چه عبوری شد با خود می گفتیم۔ اسے درین قدر اولیا، کس نمی داند
 و این رہائی موافق (ح) افتاد۔ رہائی

بگذشت بہار و سہابی نزدیک
 در سایہ کل یک مژدہ خوابے نزدیک
 در آمد و عبور کرد و ما بخیال
 بر دیدہ بخت مشیت آہے نزدیک

شاہ آدم سنبھلی

مہذبیت آزادہ مجروح۔ از اس چیز سے نخواست۔ اگر سانس نقد یا جنس ہو۔
 واندے نہ رفتے و نہ آتے کس عمروے۔ با خود خوشی داشتے مستانہ ہر دیدے چون
 کرم نہ شدے نہ زہان و رشیدے و جان چہ بخوردے و نہان باقی از آن نہان
 بد نہوے بل خوش شتے۔ نہان باقیان آرزوے این معنی کروندے۔ پس از آن

از دکان کلا لے کاسہ سفالے برگرفتے و آب بخوردے و کاسہ را بر شکستے۔ وفات
وے در سال ہزار و پنجاہ و اند (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰م) است و قبر وے پیش مسجد بازار
سنجھل۔ پیر کمال سنجھلی گوید کہ من معتقد وے بودم و وے بر من لطفے و عنایت
داشتے۔ روزے عرض کردم کہ مرا آرزو است کہ صاحب اسپان و سرو سامان شوم۔
وے گفت یک اسپ بس است۔ ازان باز تا امروز سرو سامانے نیک بہم رسیدہ
چنانکہ بامردم تجارت اسپان و غیرہ کردہ ام لیکن در پیش من از فرمودہ وے از یک
سپ زیادہ نشدہ است۔ و ہم وے گوید کہ اگر کسے بہ نیت بر آمدن مطبے و مرادے
نمانے و غیرہ بہ نذر وے بردے اگر آن کار شدنی بود آن را بستدے ورنہ نمرفتے و
این معنی بارہا بوقوع آمدہ بود۔ گویند شبے وے در عقب خانہ جولا بہ خزیدہ ماندہ
است۔ پگاہ آن جولا بہ از غصہ کہ تمام شب پر شدہ بود آمدہ کندے زد از بہان
زمان بدان پائے کہ زدہ ننگ گشتہ است و تا آخر حیات ننگش زرفتہ۔ نیز گویند کہ
شخصے احمد نام شنید کہ وے بیرون درایتادہ است طعام بشیرینی کہ بہ نذر بزرگے
می بختند فتح خواندہ بوے آوردہ۔ زن احمد بیرون خانہ از معنی بد بردہ است وے
در بیرون با حمد گفتہ کہ زن تو اندرون بد می برد۔ چون احمد بخندہ رفتہ وے آن طعام
را در زیر خاک دفن کردہ است و بدر جستہ و در بہان ایام آن زن برفتہ از دنیا۔ من
پس از رفتن وے افسوس کنان گفتم کہ وے را دیدم و قبر وے را نشناختم۔ چون در
فتدان دولت مجذوب مجہول موافق افتاد کہ ”النعمة اذا فقدت عرفت“
چون بیاد می آوردم بے تعینی و آزادی وے کہ شبہائے زمستانی خواب گاہ وے

میر عماد

خندان سیادت و نجابت وے بسیار بزرگ است و دودمان شرافت و لطافت
وے نیک سترگ۔ وے ہروی الاصل است۔ از مشاہیر روزگار و بے نظیر زمانہ۔
ہمت و سخاے وے زیادہ از انست کہ تحریر و آید۔ و مروت و فتوت وے بالاتر از
انکہ بگفتگو در گنجہ۔ حیا و شرمے کہ اندر ویست و خلقے و کر مے کہ وے دارد، موافق
این شعر استاد است۔
قطعه

ہر کس کہ نزد خلق بگوید کہ سیدم باور مکن اگر چہ بود فی المثل و فی
سید کسے بود کہ ہویدا بود ازو خلق محمد و کرم مرتضی علی
گویند روزگارے وے در ہنگام اوج دولت خود داد و دانش کہ کرد و دہا لے و منالے
کہ بتصرف در آورده از دولت مند ان جواد سلف و خلف بشہور نیاید و۔ فضایل و خوبی
ہاے وے زیادہ از تقریر و بیان است و والا تر از شرح و امکان۔ و امر و زہے را با
شیخ من رابطہ تو و دو طریقہ من سبت و اتحد مستحکم است۔ و صبیہ وے بجانہ خولجہ
کلمہ اللہ پسر میانہ شیخ من است و صبیہ شیخ من بجانہ میر منا خر حسین پسر ویت
پہنچہ در ذکر شاہ دولہ گذشت و شمرہ احوال میر جعفر کہ از بزرگان ایشان بود۔
صاحب کمال و مکمل در تکمیل در ذکر شیخ نظیر علی گذشتہ است و (دیگر) پسران میر
عماد ہم با فہم و فراست و اہل لطافت و انظافت اند لیکن من جان میر منا خر حسین

نیک آشنایم و نیازمند۔ وے مرید شیخ محمد معصوم ابن شیخ احمد سر بندیت۔ فضیلت
خوشے دارد و طبع و کش و مشغول اندر طریقہ نقشبندیہ بر من لطفے خاص دارد۔ وقتے
وے و من در خدمت شیخ من خوش گذرانده ایم۔ میر عماد اشعار فارسی و ہندی دارد
و پارسی وے بہ از ہندی ویت بر عکس مستقی سنجلی و ہندی وے را من بسیار شنیده
ام از غمہ سرایان ہندستان کہ دید ہاوشنید بایستہ است اما اشعار فارسی وے انیست
و این سہ بیت در لغت آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم۔ قطعہ

پیرمہ تمنی (متن ہے) شبیہ نو فکد گہ شدہ نیم رخ گاہ شد (شد) مستقبل
ہیند آخر کہ بدن حسن و لطافت نرسید کند از حلقہ ہانہ چو حروف مہمل
اندین عام ناقص تو صحیح آمد نہ بدانی است مثل تو نہ در مستقبل
یکدم از قشر و زدن نہ نشست در روز فراق گرچہ پاس پیک اشکم از مژدہ پر خراب
بید عارضت زار و نزار نہ زانو شدہ آئینہ دار
بزلت سر سر مضامین کفر است ہمان بہ کہ این نامہ چھپیدہ باشد
روز وے نش من آمدہ در اشعار ہندی شن راند و چندے از خود بخواند۔ شیخ من
م اشعار و فرمودے آن سویہ خود بخوان چہ آن سویہ پر مارتھی کہ گشتہ بودم، شیخ من
خوش بودہ در شنیدن خود نویسا ندہ۔ بر خواندہ و این است سویہ

مذہب پوتھی یا باپت لوتن مانہہ بات سن سانجھہ بری پوتھی سہی
پہار داری لے مانجھہ دھاردر بدتا بوسیہ وار پارہم آج وے

آنکھیں کوں تور دارن کوں نخوردا مسوائی تیوردار جہد سات پانچ وے
 ہی ہی کے بھنی بانجہ دی دی بانج باجے گریہ بتا پانچ پہلوی پانچ وے کا رنج
 رے۔

وے بسیار مخطوط شد و شبے بار دیگر در خانقاہ شیخ من باوے صحبت اشعار ہندی بمیان
 آمد۔ من رسالہ ”پیم حیرت“ و ”پیم اشیک“ و ”پیم اما تین“ خود بروے خواندم بسیار
 خوشوقت شد۔ یکے از جوانان شعر فہم و شعر گو ابو منصور بن محمد ابو نصر نصیر الدین محمد
 شریف خاست کہ ذکر شان گذشتہ دوے معروف با حراری است و رسالتی مکنند۔
 جوانیست با فہم و فراست و ہمت و فتوت و از سلطانیان معزز۔ وے داماد شیخ من
 است و مقبول شیخ من۔ بر من لطف و عنایت دارد۔ این شعرے چند است از وے

مخواہ بلبل شوریدہ سر خطاب از گل کہ نیست بیج بجز خاشی جواب از گل
 ز بس خجل شدہ از تاب عارضت چہ عجب کہ بے مضائقہ حاصل شود کلاب از گل
 زلفت ز اتریست ربودہ قرار ما گویا کہ بہست ترجمہ روزگار ما
 گلہائے داغ تازہ شود از سموم بحر ہرگز خزان پذیر نگردد بہار ما
 در فرقت ز فرط درازی و تیرگی تصویر زلف تو شدہ شبہائے تار ما
 لب تشنگان عشق نخواہند آب خضر این حاشیہ چشمہ بہ آب خوردہ اند
 می دہد چند حبابت تو از ان غیرت مگیر کہ چویر باد شوی دہر دہر بر باد است

مشقی سنبھلی

فہیم و ظریف، نیک منظر و لطیف و خوش طبع و وسیع مشرب بود۔ وے با فقر و اغنیاء
 نسبتے، مقبول دل درویشان بود و مطبوع خاطر صفا کیشان، ہر گاہ کہ وے در صحبت
 دوستمندے بودے در کار غریبا و مساکین و انجراح مطالب شان در بغ شمودے و
 اغنیاء و دانشور وے را محبت تام با خود داشتندے و از مصاحبت خود
 جدا نگذاشتندے کہ غایت شیرین سخن بود و شکرین کلام۔ اگر چہ وے تحصیل علوم
 غریبہ نکرده بود لیکن از راہ خوشگویی و خوش خوی در می لسن، و فضلاء و دانش دادے
 پناہ نہ ہمگان را پسند افتادے و معہوم است کہ اندر محافل صوفیہ محققین و خسروان
 باریک بین و ارباب دولت و فطرت و اصحاب فضیلت و خبرت ہمین سخن مناسب
 حال و مطلوبست۔ درین وقت نقل از کتب بنود بیاد آمد چہ مصرعہ

متناغ نیک بہ دوکان کہ باشد

گویند پیش کیے از راجہاے بند در فضیلت مہا پنڈت و سہا پاتر (مہا پاتر) کیے
 افتاد و متع مہا پنڈت را برتر می گنند و فرقہ سہا پاتر (مہا پاتر) را۔ راجہ گفت مر
 ۔۔۔ را متناغ می نمرد تا آن چہ بہست خود بخو و نا بہ شود۔ راجہ بخوشہ رفت و پتہار
 از نظر باریز کے خاستہ وہ جا کر وہ و رخرقہ با پیچیدہ و در خریطہ باے زرین مکلفہ
 انداختہ و باے آن مہ خود نمودہ آوردہ کیے را حوالہ مہا پنڈت کرد و غلطان راجہ
 مرسان کیے راجہ سہا پاتر (مہا پاتر) سپرد کہ غلطان راجہ جبروز یادہ ازین پنج نفر مو

ورخصت نمود۔ چون مہاپنڈت بدان راجہ رسانید، راجہ واکرودید کہ خاکستر
 است۔ در شگفت شد، گفت چیست؟ پنڈت گفت مرا بیچ نگفتہ اند غیر از
 رسانیدن۔ حاضران گفتند کہ این از قسم سحرے خواہد بود۔ راجہ بہم برآمد و آن پنڈت
 راز وہ، بدر کرد تا وہے خاسر و خائب گردیدہ و محنت ہا و پریشانی ہا کشیدہ باز آمد،
 حقیقت ظاہر شد اما چون سہا پاتر بر راجہ دیگر ہر د۔ راجہ وہے را واکرود، دید کہ خاکستر
 است۔ پرسید این چیست؟ سہا پاتر بر فور گفت کہ راجہ ما در فلان شب ہوم
 (ہون) کردہ بود۔ جمیع راجہ ہاے آن جوار و جمیع ہمسران آن دیار جمع آمد و بودند
 آن شب بخوبی بسر آمد و بود۔ چون شاد و در دست بودہ اند من سب ندانستند تصدیق
 داد ہمین تبرک آن شب بدست من فرستادہ اند۔ راجہ ازین معنی خوش و وقت گشت و
 سہا پاتر را نیک بنواخت و بہر آتش رخصت ساخت۔ شیخ سعدی قدس سرہ در
 گلستان می آرد۔ ”دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز“۔ درین جا حکایت
 بیادم آمد کہ پیش ازین چندین سال من لشکری رستم خان دکنی بودہ ام۔ شیخ نجم
 الدین لونی لشکری امیر دیگر بودہ و میان آن دو امیر خرنشہ پل بمیان بود و ما ہر دو
 وکیل شدہ در حضور حاکم دہلی آمد و رفت داشتیم و من طلب راے از وہے می کردم،
 چہ حق بجانب من بود و وہے پاک منگرمی شد و مراد روغی ساخت۔ روزے من
 بخانہ وہے شدم و در خلوت بوے گفتم۔ شیخ! من بشناسم ترا کہ دین داری و نیک
 کرداری، از براے خدا راست برگوی کہ میان من و تو حق بجانب کیست؟ گفت
 بجانب تست۔ گفتم پس پیش حاکم چرا این چنین اقرار نمی کنی و چون مراد روغی می

سمازی۔ گفت آقاے من۔ مرا کارے فرمودہ کہ یکن آن رومی کنم خواہ آن کار
راست باشد خواہ دروغ۔ من ازین معنی محفوظ شدم۔ و حکایتے اندر حکایت بیاد
آمد کہ در ایام جوانی ماجرای خود را بر دیگرے بستہ ام، این است۔ حکایت منظوم

نوجوانے بود رہ رو، رازدان	پیر در تدبیر و عشق اندر جوان
ناگہان روزے زنے خوشروے مست	پیش روے آن جوان رفت و نشست
رو برو باہم دو چشمش چار شد	میل دل ہر دو شان لاچار شد
از دل زن عشق گشتہ شعلہ زن	چون توان ماند نہن مشکِ ختن
زخمہاے عشق پنباشِ فتاد	اخرے در خرمن جاشِ فتاد
گرچہ عشق اندر دیش برپا نشست	لیک در ظاہر باستغناء نشست
دلبرا در دل برون پروا نبود	آشنا از دل برون بیگانہ بود
از درون شترین برون تیغ ریز	از درون گنجے و بیرون مارتیز
از درون گل گل شگفت و باغ باغ	وز برون شد خار خار و داغ داغ
آن جوان اقصہ پیش آن نگار	نشت چون تصویر از حیران کار
گرچہ آن زن آمدہ بند و نژاد	لیک با اسلام کارش اوفتاد
کثر و اسلام آمدہ با ہمہ کماں	بر دو را یکسان شدہ حال و مقال
شیر و شکر چون شود یکجا بہجام	در شہودت یک بود گرچہ دو نام
چوبِ اُختر را بگردانِ حلقہ وار	حقہ با از و ہم آور در شمار
تنچنان وحدت بہشت بین کی	آنکہ کثرت زمین وحدت بے شکے

باز آیم بر سر این داستان کرد اشارت آن ز نے با آنخوان
 کای جوان در سوی روے من بہ بین دامن خود را ز کوے من مچین
 ننگ و ناموس مرا بنگر کہ چیست تو کدامی من کدام و عشق چیست
 بہر وصل من بسوے من بدو داد سوگند خودش گفتا برو
 اللہ اللہ این سخنہا از کجا است بچو جنگ زرگران کارے بجا است
 با چو یوسف کرد با آن داوری داد وے را درو بہر یاوری
 ہر راز است این سخن عین است و عین عین را دریاب فارغ شور شین
 پوست کندہ گفتم و حرفیست نغز پوست را بگذار و بنگر کار مغز
 بلکہ می بگذار مغز و پوست را تا بہن پیچ غیر دوست را
 اے کمال کار تو این است و این این بخوان و این بدان و این بین
 وہم از آن شیخ نجم الدین کہ مردے راست گوی بود و نیک معاشرت، نکتے خوش یاد
 دارم کہ می گفت۔ ہیزدہ سالہ بودم با حسن و لطافت، شبے آواز ز نے بوش من رسید
 کہ می گوید ”من عاشق روے تو ام اگر بوی خاہر شوم“ من پرسیدم کہ چہ کے
 است و چند یست (چند شب) در خلوت آچنان می گشت۔ آخر گشتہ ام مرا
 ضررے از تو نرسد ظاہر شووے قسم عظیم یاد کرد کہ ترا آزار نرسد و ظاہر شد حسن و
 خوبی و دلبری و محبوبی و سخنان عشق و محبت بمیان آورد و گشت مدتیست کہ من ترا بہ
 یتیم و فریفتہ تو ام لیکن ہلّا حظہ وہم و ترس تو خاہر نمی شدم۔ انتہہ مرا ہم بویے تعلقی
 پیدا شد و ہر روز در خلوات بہم صحبت می داشتیم۔ روزے بویے گشتہ کہ اگر گاہ

بطور خود ترا خواہم کہ بنم چون کنم۔ گفت این کریمہ را ہر گاہ بخوانی حاضر آیم۔ و
 قال نسوة فی المدینۃ امراة العزیز تراود فتاھا عن نفسہ قد شغفھا
 حساً۔ الآخر۔ پس وقتی کہ در خلوات می خواستم کہ بیاید این آیت می خواندم بر فور
 ح غری شد و مدت با اندرین عشق بازی پاک خوش می گذشت و اسرار نہانی از عالم
 جنیان و اطوار اینان نیک شنیدم و تماشا ہائے عجیب غیب پوشیدہ ملک لاریب بسیار
 دیدم۔ روزے وے مرا گفت کہ امشب در قبیلۂ من شادایت، اگر بگوی تختے بر
 سر جنیان، کردہ بیارم و ترا با خود بہر و تماشا ہائے عجیبے نہایم چون از طرف وے یحیی
 و اہمہ بنی طر نہندہ بود گشتم آرے۔ وے رفت و در ساعتی تختے را بر سر جنیان
 آراستہ آورد ہر دو نشستیم و در ساعتی از قصبہ لونی تا آنروی در پائے جون نزدیک
 بہمارت جہان نمایی فیروزی در ہوا رسیدم و در گوشہ جنیان بر تخت نشستہ
 تماشا ہائے غیر مکرر آنان کردم۔ عجیب غوغائے و عجیب سرودے و عجیب صحبت بنظر در
 آمد کہ مثل وہیم حیران می شد۔ درین اثنا بعضے جنیان آمدہ استادہ شدند و با خودی
 گفتند نیک دوست "زینب" آمدہ است و نام وے زینب بود۔ و طعام لطیف از
 ہر قسم آورد بخورد، پان و خوشبو آورد من بسیار مخطوط شدم تا دل شب رسید۔ وے
 منت مرا بہ گاہ خاطر (خواہد) برخیز و بگو کہ بخانتہ ات باز رسانم من تا پیدان
 شب تماشا کردم و تھر گاہ چنانکہ رفتہ بودم باز آمدم۔ القصہ چون شش ماہ بگذشت
 و اندر عشق بازی اجتہاز (اشباک) بکمال رسید۔ مردمان قبیلۂ من از خلوات
 کردن من و مشاہدہ کردن رنگ روے من کہ بزرگی مایل شدہ بود، در شگفت

شدند و بجد گفتند کہ ترا چہ پیش آمدہ است کہ حالت دیگر پیدا کردہ۔ من راز خود را بکس باز نمی گفتم کہ زینب مرا گفتہ بود ہر گاہ این ستر فاش کنی، دیگر مرا نیابی، تا کار بجائے رسید و بجائے کہ مرا نامزد کردہ بودند و ایام نکاح بنزدیک رسیدہ۔ آن مردم خزانہ پیش آوردند یعنی من زنی را در خلوت می خوانم و ازین سبب خواستند کہ آن نسبت را فسخ کنند۔ چون مرا بتنگ آوردند بے اختیار عشق بازی پاک خود را بدان چنیہ ظاہر کردم و پشیمان شدہ در خلوت رفتہ بر بستر در افتادم۔ درین اثناء زینب بغضب تمام در آمد و طمانچہ سخت بروے من زد و گفت اے بے نصیب چرا راز ما و اساختی و در این چنین صحبت فتور انداختی و برفت، پس از آن باز ندیدم۔

مشفی اشعار پارسی و ہندی دارد و ہندی وے بہ از پارسی وے گویند
و این چند شعر است از ہر دو زبان وے۔

بہر جذب یا ر تعویذ و دعا در کار نیست	میل دل از سدرہ آرد بر زمین جبرئیل را
رخش بچشم سپرد است گنج خوبے را	برو بزویہ اش دل کہ پاسبان مست است
نالہ مرغ چمن ز مزمزہ خوشی لیست	نالہ آنست کہ از مرغ قفس می شنوم

رباعی

آنکس کہ بعشق بستہ پیمان درست	در کفر نہبان ساختہ ایمان درست
دارد بخلاف روش بوالہوسان	صد پارہ دلے زیر گریبان درست

قطعه

نار گویند ہندوان زن را گر تو مرد ربی از و زہر

در کلام مجید واقع شد و قنار بنا عذاب النار

دوہرہ

جی نجر تو جاون جنہ جاون پچہرے
کہت نہ کہتیوات کہت ہی ہے بہنوبنت ہے
جب وے نوین چت چہت کنت کہیا جن سوانس
پریت برلے برن کی کثرت جنہ منہ بہانس

ارن برن دوری بنتے بچنے پیم منجھہ
پرست پتن لال کے دہکی جانت ہے رینہ
نیر و تن تجہست ہے ات منہ ورت میت
پیم کے کہو دے دہادہ واری بہنت
ہم تہرن کرتار دودھ و ماہے بانہر باتیہ
اودانت دہ تہر رہو ہم سب اونہہ جانت
چون شش من دوہرہ اخیر راشنید خوشوقتی نمود و فرمود چہ عجب کہ کار وے از ہمین شعر
شدہ باشد۔ در ملفوظات مولانا زین الدین محمود کما تکرر مسطور است کہ فردوسی طوسی
رباعین بیت وے نکشیدند

مشو نومید از فضل ابی مدہ بر بخل فضل او گواہی
خوبہ کما یعنوب ہر خوبہ کما صدق طغائے شش من کہ جوانیست فہمیدہ و بخیدہ
فتہ۔ خود دیدہ را تارخ نوشتہ است بہ عبارتہ شریں۔ و اندرین تارخ من فقیہ
عاجز را ہم آوردہ و نسبت من ہم نوشتہ کہ شعر ہندی وے بہ از فارسی ویست۔
چنانچہ کہ فضل بہ نسبت مشغنی نوشتہ اند و من اشعارے از ہر دو زبان وے نوشتہ۔
(نمون) شعر۔ چند از خود ہم درین جا بنویسم در ہر دو زبان و انہیست رباعی

تا عشق نواخت ساز عود دلِ من چون عود بسوخت تارِ پود دلِ من
 می سوزم و می سازم و می نالم و خوش انیست درین جناب سود دلِ من
 دنیا طلب اے وائے کہ در چہ ماندہ عجبی طلب افسوس کہ در رہ ماندہ
 مولا طلب الحمد کہ آن ہر دو گذشت خود ہم زمین گذشت و اند ماندہ

رباعی

مستیم ز بادہ نہ جاش پیدا است صیدیم نہ دانہ و نہ دامن پیدا است
 پیوستہ ہمہ بے سر و پا راہ رویم بریج کہ بے نشان نہ نامش پیدا است

رباعی

تا چند بعلم و قیل و قال و شر و شور مغرور شوی چو جابلے بہاوار زور
 خود را دریاب تا کہ مانی کز و کور تو دریائے نہ بہان کد و تور
 نگاہ من بفراق تو ماندہ شد کا مروز ز دیدت نہ مرگان ہزار فرسنگ است

دوہرہ

سندر نار و چتر ہے سکت ایو من لوٹ جو من بہاوی سورے ہاتھی بر جہ جوت
 سر بس اب تو سو بیونت نا کر کے اسنہ اپنی دیو کتہ ہی ہے کاکت مکہ بہانی بہوئیں بتی
 باوانت نمران ایک بتی من کی تونت ہے دیوان من منہ چتر سجان تن ہون مکہ مکہ زید
 جیوتن لاگے پران بران منہ سون کیو

۱۔ این مصرعہ در نسخہ ندوہ باین طور نوشتہ است "بریج کہ بے نشان نہ نامش پیدا است" مگر
 نزد من باین طور بہتر است "بریج کے نشان نہ نامش پیدا است"

دوہرہ

دوئی لکھوں تو دوی نہ وہی کہوں بکھنی دوی

اوہیں کہوں تو ایک ہی کہوں جو ہوئی سوہوئی

گویند شبے بمسایہ مشغنی بوے آمد و گشت۔ زن من در روزہ دارد، عزیمتے و تعویذے کہ
 می دانی بنویس وے بیچ تعویذ نمی دانست۔ این بیت بخوش طبعی نوشته بوے داد کہ
 ای غنچہ امید بکشی گلے از روضہ جاوید بہما
 شیخ عبدالمومن سنبھلی گوید کہ این نوشتن از تصرف وے بودہ است و وے در دفع
 در روزہ مرا ہم بدان بیت اجازت دادہ و تتر بہ رسید۔ گویند روزے مشغنی در اوایل با
 صراحتی شراب و پیالہ در پیش داشتہ است و بخوش طبعی گشتہ کہ از صراحی و پیالہ مفظ آہ
 بر می آید چہ صراحتی "الف" است و پیالہ "با"۔ ظریفی گشتہ کہ آن وقت راست می
 آید کہ با اے آن۔ با۔ مد، باشد۔ وے گشت "مد" در میان است چہ "مد" بزبان
 ہندی شراب را گویند۔ فقیہ ساوہ حلق سرفہ خود را از وے پرسیدہ است وے
 بہرح گشتہ کہ پارہ قند سیہ و پوست مغیا ان وقت درے آب ہم در ظرف انداختہ و
 چند۔ بجائے گرمیہ داشتہ عرق بر آرد، و بخور بہ می شوی، فقیہ ساوہ ندانست کہ این
 پیوست "و چنان کرد و خورد و بہ مدرسہ آمد و چون بوے آن بمشام تماند و رسیدہ متحیر و
 متعجب شدہ اند و تیب استاد را در پوشیدہ نیکن چون از مدرسہ بعثتہ بسامہ خدائی
 رسیدہ۔ (خندہ آمد و ند) در صفت صرفہ شیخ احمد بروی خوب گشتہ۔ دوہرہ

اسک مسک جانی کس ہون بہ ہند احمد درے تار، نہ آنے آوے سد

چون نام مشفی شیخ ماکھن بود۔ وے راپسے بود نہ چو وے۔ گویند روزے طریقے
 بوے گفتہ کہ تو خود ماکھن شدی پس تو دوغ ہم نشد۔ وے گنت چہ می گوی پس من
 کھوا شدہ است۔ من مشفی را چند بار دیدہ ام و از اداسے خوش نماے وے خوشوقت
 گردیدہ۔ روزے وے را در بنگامہ تماشا گاہے دیدم، با جامہ نیل زدہ و چہرہ رنگین
 کہ با مصاحبان چند در نظرہ حسن و جمال خوشحال می گرد و حال آنکہ وے کلان
 سال بود۔ من دل از تماشا برداشتم و بیدار وے منحصر ساختم۔ گویند وے را بمسایہ
 بودہ است عمر نام، قد دراز داشت و عمر را ہم من دیدہ ام۔ در بیماری آخر وے
 بعیادت (وے) رفت۔ وے گفت۔ بیائے عمر دراز بود اے آمد و برفت اندران
 بیماری روز پنجشنبہ عاشورہ از سال ہزاروی و یک (۱۰۳۱ھ ۱۶۲۱م) و تارتی و بیست
 ”خوش فہم“ شیخ مرتضیٰ سنہلی گفتہ کہ بعد وفات شیخ ماکھن من بغسل حنظل شدم، دیدم
 کہ در وقت آب ریختن تہ بند وے واگشت۔ وے بہ دوست خود را بہم آورد
 چنانچہ باید در پوشیدہ از مشاہدہ این حال حاضران در شگفت آمدند پس از آن وے
 چشم ہاے خود را واکشاد و نیک نگاہ کرد و باز بست۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سنہلی

وے خواجہ پیرنگ را دیدہ است در روضہ شیخ کبیر کلہ روان چنانچہ شریف آوردن
 ایشان بسنہل در ذکر سید محمد سرسوی ایراد یافتہ است۔ وے بزرگان دیدہ ر
 تاریخی نوشتہ است مسمی بہ ”بحر العمیق“ در ان نوشتہ کہ چون مراد اعیہ این را پیدا

شد از شیخ عبدالرحمن سنبھلی متقین ذکر گرفتم و مدت دو سال و رزش آن نمودم
فی الجملہ جمعیت دست داد۔ پس ازان از شیخ جدا گشتم۔ در احوال من فتورے
رفت۔ خرابیہاے عجب روی نمود۔ واللہ استاذ

یاغبان بگذاشت تا بیرون برم گل از چمن نکبتے ورزیدم و آنہم صبا تاراج کرد
خدا بدست من آن طرہ دوتا گذاشت غریب سلسلہ داشتم خدا نکذاشت
دوازده سال سرگردان شدم و صحبت انبیاء افتادم۔ ہواے حیوانی و استیلاے
نفسانی بطرف دیگر انداختہ و پریشان و آوارہ ساخت۔ بعد ازان شیخ تاج الدین
سنبھلی را در برہان پور ملازمت کردم۔ چند دستہ پان و حقہ نقرہ پراز چوہ (چونہ)
نذر بردم۔ شیخ پان و چونہ قسمت فرمود و حقہ را باز بمن عطا فرمود کہ تو مفلس می نہائی
بر گیر۔ گفتم شیخی! افلاس من ازین حقہ بر طرف نشود، تا قبول کرد۔ روزے شیخ از
روے لطف مرا فرمود کہ تو از اولاد شیخ کبیر کلمہ روان و ما از تربیت وے بہرہ یافتہ
ایم اکنون تو خرقة از دست ما پوش و رو بغربت آر۔ گفتم، شیخی! اگر می دانی کہ
پاس من اندرین راہ مستقیم خواہد ماند و نخواہد لغزید چنان کنم۔ ازین سخن روی در ہم
کشید و گفت ما را این علم نیست کہ ابتدا و انتہاے مرید کشف نم و خبر از خاتمہ کار
ہ۔ و ہم و خرقة موقوف شد و من آمد شدمی داشتم تا شبے بعد از نماز تہجد مرا طلبید ہ
تقین ذکر فرمودہ ترغیب بطریقہ نقشبندیہ و سلوک حضرات (نقشبندیہ) نمود۔
پون از شش جدا شد و بیٹن باز آمد۔ آن زمان نیز قناعت و انزوا نصیب نشد و توجہ بشعر
و شاعری نمود و بر سر مرزا نہ در شمش افتادم۔ ہماں در ہماں ایام مشغی سنبھلی

موافق حال وے این رباعی ظریفانہ و محتمل گفتم۔

شخی کہ بدل تخم ریا کاشته است دنیا ہم بگذاشته پنداشته است
دارد ز رویم واسپ و قصر و اسباب جز ریش دراز پیچ نگذاشته است
و ہم شخی در ”بحر العمیق“ نوشته کہ امروز چہاروہ سال است کہ توبہ من استقامت
یافتہ و در گوشہ غربت و نامرادی بسری بردم قطعہ

شخی اندر زمان اکبر شاہ عیش و عشرت بکام دل کردم
چون جہانگیر بر سریر نشست طبعے خویش معتدل کردم
عمر چل سالہ در گنہ گذشت توبہ اندر ہزار و چل کردم
و ہم وے نوشته کہ من شیخ احمد سرہندی را دیدہ ام و سخنان شنیدہ و بہرہ ور گردیدہ و ہم
چنین پیر شیخ میرٹھی و شیخ بدیع الدین سہارن پوری و شیخ موسی سرہندی را در یافتہ ام
و از ایشان حکایات نیک مسموع شدہ، ہر بدمہ دوستان خدا بودہ اند۔ شخی، شیخ مہ اور
دہلی دیدہ است و نیاز پیش آوردہ۔ شیخ من وے رامی گوید کہ کسے خوب بودہ۔
چون وے بیمار شد۔ روزے از سر افسوس گفتن گرفت کہ موسم بہار در رسید، دریغ
کہ (سرود) نسبت نشنیدم و گشت بر جنازہ من خوابند گشت۔ من در آن وقت
بوے رقعہ نوشتہم در استفسار احوال و خوشنودی ایزد متعال۔ وے در جواب نوشتہ کہ
زحمت حبس بول لاحق است اگر خدا خواستہ است بہ شوم و آہ رضاے خدای
خواہم ہر چہ بادا باد۔ برادر حقیقی وے شیخ علاء الدین کہ پُر ذوقست و با شیخ ابدال
پدر خود کہ ذکر وے گذشتہ صحبت داشتہ و بہرہ بر گرفتہ پس از آن (با) شیخ قاسم،

و شیخ طہ صحبت داشتہ۔ و شیخ معین الدین و شیخ قطب الدین کہ مردے نیکند طبعے را (طلبیدہ) خواستند کہ علاج وے کنند (کند) وے گفت۔ ہاں اسے برادران اگر خدا خواستہ است خود بخود یہ شوم لیکن طبیب را شرمگاہ خود نمودن و باین علاج خلاص بول (مرا) خوش نمی آید و وے رفت از دنیا در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ تا ۱۶۴۷م) و بر جنازہ وے سرو و نسبت گفتند و مدفون ساختند در جوار روضہ شیخ کبیر کلہ روان۔ نام وے شیخ سعد اللہ است و تخلص شیخی۔ من در تاریخ وے این قطعہ گفتم۔ قطعہ

صاحب فضل و زبدۂ شعرا	نادر عصر شیخ سعد اللہ
نظم و نثرش بغایت شترین	بود خوش فہم در سخن ناگاہ
نصف ذی الحجہ و شب جمعہ	زین جہان یافت سوے جنت راہ
فکر کردم ز سال تار بخش	گفت ہاتف ز شیخ اسعد آہ

و وے مثنوی دارد مسمی "بہی رچمن" و اشعار دیگر ہم فصیح شترین۔ از آن جملہ است

این چند بیت

شیخی ز آہ سوزنجان جہیم عشق	بر شاخ سدرہ طرقدی کباب شد
عشق و زردین و رسوا شدن زمین منست	سبب تزلزلان محبت چہرہ زرین منست
اگر مشاہدہ دوست از پس مرست	حیات خضر و مسیح نصیب دشمن باد
(مہر) بندہ پستان در دل من آتش زد	دل جہنم شد و لہ نہا ہمہ فی النار و السفر
شیخی رفتی، ز تو طر زخمن افسانہ ماند	در جہان باقی نمی ماند بجز افسانہ بیچ

نہ بیت آخر۔ آخرین ابیات ویست۔ من وے را بسیار دیدہ ام۔ و در میان من
وے مفاوضات است و اسولہ و اجوبہ بزبان شعر۔ و با ہم سیر صحراے سنبھل خاصہ
گذر ہواے بارستان کہ یادے از کشمیر و بدخشان می دید، نیک کردہ ایم، و خوش
مر بردہ۔ حکیمی شاعر کہ از نبار شیخ حاتم سنبھلی است در تعریف سنبھل گفتہ۔

غزل

گر تو دیدی رے و بخارا را گوش کن وصف سنبھل مارا
طرفہ شہرے کہ از سر خوبی طعنہ زد جت مصفا را
گر تو در وے نظر کنی بنی ہر طرف عاشقان شیدا را
ماہر و یان این ہمایون شہر کرد دیوانہ عقل وانا را
اے حکیمی گذر ز شہر و بہین رنگ عشقت روے صحرا را
ے مرد غریب و نامراد بود۔ بر من مہربانی داشتے۔ این اشعار نیز از ویست

نہست مہرے کہ ہر از چرخ برین برزودہ است آتش سینہ ما بر فلک اُختر زودہ است
مردم از دست غم ہجر تو، کز ماتم من برتن خوش فلک جامہ اخضر زودہ است
تا سبق گیر حیتی شدہ در مکتب عشق آتش شعلہ نش در ہمہ فتنہ زودہ است

منہ

چہ سان بر بستر راحت زخم اے ہمنشین پہلو کہ بے او ہمہ سہر مہوی برتن من نیش می رُو
نہ روزم قاشق جغرات و نے شب کا سہ شیرم مگر این آرزو حاصل ز یک گاومیش می رُو
یکے از شعراے سنبھل ابوالمعان است و آن شیخی چشتی تخلص می کرد۔ این اشعار

از ویست

اندرین بزم اگر توبه شهن بسیار است بادہ ہم در خور این دہر کہن بسیار است
 ابلہا نند کہ گویند تمام است خن مخزن فیض تہی نیست خن بسیار است
 بچیان مردہ دگر باز نیاید بیرون بخدم خانہ قدرت سروتن بسیار است
 شیخ غلام محمد سنبھلی گوید کہ بعد فوت دے، شبے دے را بخواب دیدم کہ غم آلود
 گریان ایستادہ است بر در روضہ شیخ کبیر کلہ روان۔ پرسیدم کہ حال بر تو چ
 گذشت گشت قصہ من نیست کہ اولاً فرشتہ بدی مراد داخل بد بختان نوشتہ بود
 و دیگر گشت بالفعال این را داخل نیک بختان نوشتہ پیش فرشتہ بزرگ مرجع فرشت
 ہریم تا چہ روی نماید۔ چون چنان کرد فرشتہ بزرگ گشت۔ این خود داخل بد بخت
 بود، در نیکان چون نوشتی، حکم کنم تا پر باے تو بسوزند۔ پس من از ابوالعالی پرس
 کہ شیخ کبیر کلہ روان و آبا و اجداد تو ہم دستگیری نکردند۔ گشت بچ کس مرا بکار
 آرے تلاوت کلام (قرآن) کہ کردہ بودم و بیت کہ در مدح حضرت غوث اعظم
 گشتہ بودم بشنیدل آن با خدای شدم و آن بیت نیست

نامہ روان را مراد و درویشان را دوا خاصیان را دستگیر و گمربان را رہبر است
 من یوامعی را بسیار دیدہ ام و دے کار با افتدہ لیکن درین جا گنجایشے نیست
 وفات ۱۰۵۰ سال ہزار پنجاہ و اند است (۱۰۵۰ھ ۱۶۴۰م) عزیزے بہ نسب
 زین ہر دو برادر (شعر) کہنتہ۔ شیخی بسیار گوید و بلند و پست دے کم گو و خوش
 (است) آن سید غلام محمد گوید کہ پدر من سید عبدالرسول صالح بود، تہجد گزار و نیک

کردار، ووے نبیہ شیخ محمد بن شیخ کبیر کلہ روان (است)۔ روزے شیخ محمد بدختر
 خود گفتہ کہ خدائے تعالیٰ ترا پسرے خواہد داد۔ ”عبدالرسول“ نام کنی و بعد
 پچند گاہے وے در بداؤں متولد شد۔ شیخ اندر نماز بود و وے اہل جماعہ غیب را در
 گرد و پیش شیخ می دید پرسید کیا نند؟ گفت۔ نگاہبان من اند۔ چون شیخ برفت از
 دنیا۔ وے شیخ بایزید صحبت داشت و پس ازان در ملتان پیش یکے از فرزندان
 حضرت غوث اعظم رفتہ و ازان جا چہ رسیدہ و چلہ کشیدہ و کلاہ و طریقت حاصل کردہ
 و ازان جا با جمیر آمد و با خواجہ حسین خواجہ معین الدین ثانی صحبت داشتہ و کلاہ و خرقہ
 یافت۔ و وے در خواب بشرف ملازمت حضرت غوث اعظم رسیدے و جواب
 التماس خود یافتے۔ شبے اندر معاملہ از ملازمت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
 عرضہ نمود کہ یا رسول اللہ این حدیث صحیح است کہ ”من رانی فی المنام فقد
 رای اللہ الحق“ ”و من رانی اللہ فدخل الجنة“ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم
 صحیح است۔ و ہم وے گوید کہ پدر من و عم من در کسب سپاہ گری گذرانندے و
 کس از احوال ایشان مطلع نبود، تا بہم بلخ رفتند۔ روزے شیخ فرید بخاری کہ آنہا
 یادے بودند بدرویشے شد و از انصرام آن مہم التماس نمود۔ وے گفت تو خود
 بدرویشے کامل در لشکر خود داری از وے پرس و اشارہ بہ عبدالرسول کرد۔ چون رجوع
 یوے آورد، گفت فردا جواب می دہم۔ پس پدر من، برادر خود گشت من پسین
 روز (فردا) از دنیای روم، وے گشت، من دہ روز پس از شامی روم و بر دو پنچان
 رفتند۔ در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷م) و ہم وے گوید کہ مرادر

عمری داند سا لگی حالے روئید ادا کہ چون خود را از اطاعت و عنایت (عبادت) حق مُقصر می دیدم در (نسبت) خود خللی می یافتم۔ و منکر از سیادت خود می شدم ہر کہ مرا سید می گفت اورا منع می کردم چہ در من آثار سیادت نیست اگر چہ عزیزان مرا می گفتند کہ از سبب (تقصیر) نسبت سیادت بر طرف نمی شود لیکن خاطر نیک نمی شد و با خود می گفتم کہ اگر حضرت سرور جہانیاں صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ یاد خواب بزبان مبارک مرا سید فرمایند، دانم کہ من سیدم۔ چند گاہے برگذشت، روزے از مشاہدہ این اندوہ من۔ عم من سید عبدالغفور مرا گفت آیت کریمہ ”زَبَّ لَا تُذَرُّنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ“ را یک لکھم بخوان انچہ مطلب داری البتہ میسر خواہد شد من شروع کردم و شب ہائے بروے زمین خواب می نمود (کردم) تا نزدیک یک لکھ بار رساندہ بودم کہ شب ہائے جمعہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (را) بخواب دیدم اول ندا رسید حضرت شاہ پیغمبران درین جا بستند۔ رفتم دیدم کہ آن حضرت بر سر دروازہ تختہ دراز کشیدہ اند و سر مبارک بجانب قبلہ است۔ من پائے مبارک را بوسہ و بر نشیند و فرمودند۔ السلام علیک۔ من سلام و نیاز بجا آوردم و زیر آن درو بطرف راست حضرت امیر المؤمنین علی (علیہ السلام) نشستہ اند۔ لباسی فتوحی در برداشتم و شمشیر در مر و اصحاب دیگر رو بردیند۔ بعضے اندر رکوع و بعضے نشستہ من عرض کردم یا رسول اللہ من از اولاد شما ہستم؟ فرمود آ رہے۔ تا سہ بار زمین پر سیدم و نیز فرمود تو از اولاد سید شرف مدین ہستی و آن بزرگے بودہ از آبائے کرام من کہ از ولای

آمدہ بشہر بداول نزول کردہ بوده است و همان جا بر قفۃ از دنیا در سال شصت و سی و ہفت (۶۳۷ھ/۱۲۴۰م) و حبیب خدا تاریخ ویت و من باز از آن حضرت التماس کردم کہ یا رسول اللہ من ہیچ فرزندے ندارم خاموش ماند تا سہ بار ہمین عرض کردم و ہیچ جواب نفرمودند، و فرمودند بعد الغفور بگوی کہ تحفہ مارا چرا نمی فرستی۔ گفتم، عبد الغفور نام بسیار است یکے عم منست فرمودند۔ ”ہمو“۔ چون از دروازہ فرود آدم۔ یکے گفت انیک مرتضی علی (علیہ السلام) است، رتم و بوسہ بر زانوے مبارکش دادم و گفتم یا جدی۔ ایشان مراد را آغوش گرفتند۔ من ماجرا را عرض کردم۔ و گفتم در باب فرزند التماس من بخدمت آن حضرت قبول نشد۔ فرمودند من عرض می کنم و نیز بایشان گفتم کہ من از نسل شما ہستم؟ فرمودند۔ آری و مرادست گرفته بالا بردند۔ درین اثنا آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) برخاستہ قصد اندرون کردند۔ من گفتم یا امیر! محل عرض ہمین است۔ فرمودند مارا در خدا و ملا وقتست و ہمراہ آن حضرت رفتند و باز آمدہ بہ تبسم فرمودند۔ یک پسر و یک دختر بتو عنایت شد گفتم برابر لکھست و فرمودند۔ اندرین درگاہ تحفہ درود قبولست ”اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد“ صد مرتبہ می خواند و باشی و دست بیعت دادہ مرا مرید کردند، تا وقت سحر بیدار شدم و ہما نوقت پیش (عم من) عبد الغفور، رتم۔ دیدم کہ سورۃ منزل خوانان اندر مکن خانہ می گردد۔ مرادید گفت برخلاف عادت چون آمدہ گفتم شا تحفہ آن حضرت را چرا نمی فرستد۔ گفت ترا کہ گفت؟ گفتم صاحب درود، و ماجرا را باز گفتم۔ وے گفت وقتے در سیالکوٹ ہمراہ شیخ کہتہ کہ بزرگے بودہ عامل و

موفق۔ طالب علمی می کردم۔ شبے روغن گرے ہمسایہ وے گا و خود را لذت رس حاکم کہ
گاوان را بسط رہی گرفت در خانہ وے در آوردہ بر بست۔ مادر وے شب برخاستہ
گا وے را نگاہ کرد، برگردن او مقدارے گوشت بر آمدہ دید و آن را آما سے
پنداشتہ در دو خواندن و دست بر آن گوشت مالیدن و آن حضرت را شفیع آوردن
گرفت تا گوشت دیگر (زاید) برابر شد۔ صبح خاوند گا و گوشت بر پشت او ندید۔
حیران شد و این حرف بیش گفت۔ شیخ ماجرا را از مادر بشنید من حاضر بودم اجازت
خواندن آن درود از آن بی بی رفتم و انیست۔ ”اللہم صلی علی سیدنا
محمد عبدک و حبیبک و شفیعک و امینک و رسولک
النسی الامی و عنی آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ اجمعین“ و این ہمیشہ می
خواندم امروز بست و دو روز است کہ (بجای آن درود) درود خود می خوانم و بعدہ
عبدالغفور مرا گفت کہ ترا پسرے عطا نشد؟ گفتم آری و من از آن جا پیش حاجی
محمود، وے درویشے بود کہ بار باج گذاردہ بود۔ و صدوسی و پنج سال عمر داشتہ۔
رفتم۔ وے از دیدن من بر فور گشتہ کہ حاجت تو روا شد کہ بخانہ تو پسرے خواہد آمد و
آن از منایت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالتماس حضرت امیر (عجلہ) است و
نہان روز میل ماندہ از نہ ماہ پسرے بزین آمد نام اورا ”علی رضا“ نہادم۔ و یکے از
شعرا، اسد خان سہیل است۔ مردے بودہ فہیم و با انصاف از قوم بنی اسرائیل من
وے را دید و بدہ۔ روز۔ این بیت مشنی را بدوق خواندہ است و زمزمہ می کردہ۔
آئی پاپس حسن، در آغوش تلخی چون ناز کنی در خرد و ہوش تلخی

این دو بیت از ویست

وے آتش از درونہ مخزون گرہستم بے درد را خیال کہ من خون گرہستم
چشم سپید گشت ز بس گریہ کردم جانا مگر بھر تو صابون گرہستم
وے در گفتن تو ارنج سال فکر کم کردے۔ اکثر بے تامل گفتے۔ شیخ تاج عالم کہ نام
وے در ذکر حسین محمد خدا نما آمدہ۔ گوید کہ (یکے) عاشق نام مردے روزے آمدہ
باسد خان گفت کہ عاشق مرد۔ وے گفت۔ ”آہ عاشق مرد و ایمان بُرد“ (۱۰۲۹ھ
۱۶۲۰م) اتفاقاً ہمین تاریخ شد بے کمائش۔ وہم شیخ تاج عالم گوید کہ من دو مرتبہ
پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم بخواب دیدہ ام مرتبہ اول آن حضرت بر تختے بزرگ
نشستہ اند و در چار گوشہ آن تخت چار بزرگ نورانی ایستادہ۔ من نیاز و انکسار پیش
آوردہ ام و عرض داشتہ کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) این ہا کیا نند۔ فرمودند
صلی اللہ علیہ وسلم۔ این ابی بکر است (ؓ) و این عمر (ؓ) و این عثمان (ؓ) و
این علی (ؓ) از مشاہدہ این خواب سعادت اندوز دین و دنیا شدم۔ مرتبہ دوم آنکہ
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حجرہ نشستہ اند و در بیرون آن یکے من نشستہ ام و
دیگرے نے نشستہ۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از دست مبارک خود نان را
بانان خورش بمن عنایت نمودہ اند و فرمودہ۔ (بخور حبیبی) و یکے شیخ فتح اللہ دہلوی
سنبلہ صلی است در دہلی نزدیک بچلہ بچل مسجد می باشد و در سنبھل با اولاد شیخ علی بنی
اسرائیلی قرا ہے دارد۔ مردیست پر ذوق و شوق۔ نام مبارک خداوند سبحان را ہمیشہ

برزبان دارو۔ من وے را چند بار در سنجبل دیدہ ام و از اشعار پارسی و ہندی (کہ)
ہمدست دارد مخطوط گردیدہ و این رباعی از ویست۔ رباعی

در زیر سپہر عکس آنیم ہمہ بر روے زمین آب سرائیم ہمہ
بر بحر فن شکل خُباتیم ہمہ در بیداری خیال و خوانیم ہمہ
این اشعار ہندی ہم از وے۔ سورٹھہ

عام خاص من مول احد و احمد دوی نہیں بدہ نے نہو رسول جیوں مولی میں انبیا
میں نہ کہ پے برن جب بگاود بر نہ دتیر کر گنہ اک گنہ ہی کے بھر بھر لیا وہ نیر
و یکے شیش سعد اللہ سنجلی دیگر است جوان فہیم، اسعدی تخلص می کند این دور باغی از
ویست۔ رباعی

دارو دہ من ہواے عبدالقادر جان و دل من فداے عبدالقادر
تا شمع زبان بود بنائوس زبان ورد است مرا ثنائے عبدالقادر
رباعی

مانیم ز جان خدام غوثِ اثنلین مرغ دل ما بدام غوثِ اثنلین
در روز شامی نجات ابد است حرز دل ما ز نام غوثِ اثنلین
، یہ شیش محمد صادق تکتویست۔ صاحب ذوق و شوق سخن گوی۔ دوسہ سال
ست کہ ترے نوکری کر وہ و اندرین راہ در آمد و بہوش در آمدہ۔ در مباوی (حال)
مدت با دوستان و بیابان سردیدہ نشہ از لذت عشق چشیدہ و خوش آرمیدہ و امروز
در سنجبل است قات و زیدہ۔ با من لطف و اخلاص دارو۔ وے گوید کہ این نشہ

من از جد من شیخ محمود قلندر است۔ ووے بزرگے بودہ اہل کمال وے گفت کہ
 اولاد مارا ہدایتے است از ما۔ آرے اگر یکے از اہل این راہ کہ ظاہر و باطنش بحق
 آرمیدہ باشد، بوے رجوع آرند۔ چہ آن زمان ما ووے یکیم۔ الفقراء کفیس
 واحد ”راہ گر بسیار باشد، باش، گو منزل یکست“۔ روزے من از محمد صادق
 استفسار احوال و اشعار وے کردم۔ وے بدین دور باغی خود جواب در داد۔ رباعی
 کس نیست چون من بہ جگر خوبی جگرے در بقعہ نور معرفت بے بصرے
 افسوس بر آن نہال گلبن کہ بود نے رنگ و نہ بوی نہ سایہ نہ ثمرے
 چون نیست ز مبداء و معادم خبرے و اندر سر ما ز سر فیض اثرے
 در ملک و جود، بود ما ہست عبث از کشمش زمانے نہ ام رہ گزرے

فانی کشمیری

نام وے شیخ محسن است فاضل است و خوش فہم و خوش گوئی۔ پر ذوق و محبت۔ صحبت
 داشتہ با خوند ملا شاہ رستاق کہ مرید شاہ میرا بورہست۔ والا شان و شوکت و جاہ و
 عظمت (و) اہل ارشاد و ہدایت و ہم اندر کشمیر کشمین گاہے دارد۔ گویند وقتے کہ
 بادشاہ صاحب قرآن ثانی در کشمیر بود شیخ محسن را خدمت صدارت کاہل عطا کردہ
 باروزیانہ آدمیانہ۔ در آن اثناء وے را بالولی نخی نامہ محبتے منفرط پیدا شد و ابتداءے
 سخت استیلائی آورد بے صبر و آرام گشت۔ این شعر موافق حال وے افتاد۔

فغان کین لولیان شوخ و شرین کار شہر آشوب
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

شبے عکس شاہ ہر دور اور خلوتے یافت۔ ماجرارالعرش بادشاہ رسانید۔ بادشاہ ہم
برہم برآمد، خواست وے را تو بیخے کند۔ آخوند کہ در دل بادشاہ اعتبار۔
و قہرے داشت وے را در دشمن حمایت خود کشید۔ در آن وقت ظفر خان حاکم کشمیر
صاحب شعر و سخن است و با فانی ہنگامہ شاعری و صحبت سخنوری گرم داشتہ مطابق
حالت عشق وے غزلے گفتہ این مصرعہ جاریت آنست

”صدر والا صدر (شد، ز) فرمان بخشی“

واخوند اشعار فصیح دارد۔ وقت شرح کلیات خواجہ بیہ نک بزبان تصوف گفتہ بود و نسخہ
آن پیش شیخ من از کشمیر فرستادہ۔ شیخ من خوش کرد و در جواب آن شرح رباعیات
گفتہ و رے شرح رباعیات کلن و من آن آخوند (را) ہم دیدہ ام و اخوند با شیخ
من دوستی و تنہا نیک در دور را جو رہا ہم صحبت باے نیک گذشتہ۔ این اشعار از
ہیت ربانی

بنشین ز پریشان روی سید و خدایس
بگذر ز تمیز کعبہ و دیر و خلاص
اندر اسیر اندو خود را از ہمہ جا
کجا کن و با خدا وہ و خیر و خلاص

ربانی

بر منی خوش بر واکروی
بر در سعی خوش مہیا کردی

(این شعر خدایس شہید است)

بر گرد بگرد خویش مانند حباب تا وا کردی ز خویش دریا بردی
 حمد را با تو نسجے است درست بر در ہر کہ زفت بر در تست
 من بآئینہ رو برو گفتم عیب جوی چه ار نمود پوشی
 دنیا بعینہ چو حبابست پوچ و بیچ پوچست تا درست بود چون شکست بیچ

بعد اتمام "اسرار یہ" پچہار سال اخوند در لاہور در ماہ صفر سنہ آخرت کردہ از سال
 ہزار و ہفتاد و دو (۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۲م) نزدیک بروضہ شاہ میر پیر خود مدفون شد۔
 آخر الامر فانی ہمراہ اردوے بادشاہ باکبر اباد رفت۔ چون چند گاہے بگذشت
 گویند بعد از فتح پنج در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷م) اشیاء و متاع
 والی توران از نظر بادشاہ می گذرانند۔ در آن میان رسالہ برآمد کہ فانی در مدحت
 آن والی نوشتہ بلخ فرستادہ بود یا کسے از معاندان وے این کارے کردہ بود۔ وائد
 اعلم۔ ازین معنی غضب بادشاہ برافزود و وے را جس فرمود و بعد از روزے چند مہر
 ورزید و گناہ وے را بخشید و کیل ساخت و بدلی آمد و باشیخ من صحبت گرمداشت
 و دوسہ روزے مہمان بود۔ من وے را آن جادیدہ ام۔ غایت شیرین کلام است
 و خوش بیان نظم و نثر وے لطیف واقع شدہ۔ خاصہ نظم وے۔ در جواب رسالہ
 "نان و حلوا" شیخ بہاء الدین آملی رسالہ نوشتہ مسمی بہ "من و سہوی" بعد وے بتہ دش
 و و رای آن از جملہ اشعار وے این چند بیت (این) است

بر و خودش دوبارہ بین شمس و قمر چہ می کنی بر و لبش دو بوسہ و شہد و شکر چہ می کنی

شامِ شمیم موی او، صبحِ نسیم بوے او زلف بہ بین بہ روے او شام و سحر چہ می کنی
 نشست عرق ز پندم رخ نکوے ترا زمن مرنج کہ می خواہم آبروے ترا
 درال سررم بدن بے نیازان راتپ است بدنما تر برب از تب خال حرفِ مطلبست
 فانی ز آہ و اشک فزون شست درد عشق آب و ہواے دیدہ دل ہم نم بساخت
 ویکے یاران وے مولا شہ (مدو) جوگی کابلی است۔ با شیخ من دوستی تمام دارد۔
 فیضِ دل و خوش کلام۔ وے معتقد مشرب شیخ اکبر و تابعان شیخ است۔ و در طور ایشان تن
 می کند و شیخ من دے را از نیکان گوید۔ احیاناً شعری پردازد۔ این رباعی از ویست۔

رباعی

آنکس کہ شبے بوے تو ما کرد آخر زغم تو خانہ را صحرا کرد
 یکدں چہ کند ہزار دل می باید تا با سر زلف تو، توان سودا کرد
 وے با من لٹنے دارد و تشنگے نیک می نماید و وے از سلطانان است بعزت و
 حرمت۔

منزوی قاشقالی

نام وے دولت خاست۔ وے از سلطانان بود۔ پروردہ بنار و نعمت۔ در سال
 ہزار و چہل و بیس و چہار ماہ کہ در قصبہ چاکو، بودم چنانچہ در ذکر خواجہ محسن سمرقندی
 گذشت، مجمع قاشقان اندرون قصبہ می باشند منزوی از ان جماعت

است۔ روزے در عنقوانِ شباب باحسن و لطافت و تکبرے و نخوتے خرامیدہ
و حمیدہ از پیش من عبورے کرد و مرا اندر نظرِ شمر دبل بر من تفاخرے آورد و مرا آن
حکایتِ محتشم زادہ کہ مولوی جامی اندر ”سبحۃ الابرار“ بستہ بخاطرِ خطور کرد و انیست
منظومہ

محتشم زادہ ز نخوت و چاہ	می خرامید ظریفانہ براہ
تجر قدے بر می داشت	وز تکبر علمے می افراشت
عارفے پشت دوتا در زندہ	ولے از نور الہی زندہ
گفت کالے تازہ جوان تند مرو	پند سنجیدہ پیران بشنو
این روش نیست چو خوش پیش خدای	باز کش زین روش تا خوش پای
طبع او از سخن پیر آشفت	بانگ برداشت ز نادانی گفت
کالے ز گفتار تو بر من بارے	می شناسی کہ کیہم؟ گفت آری
اولت بود یکے قطرۂ آب	کہ ازان شستن ثواب
و آخرت جیفۂ افتاد بخاک	کردہ پنبان بیکے تیرہ مغاک
بر تو آن پردہ بفرض ار بدرند	چشم تابستہ کسان کم گذرند
ور میانہ کہ سراسر خوشی است	روز و شب کار تو سرگین کشی است
تنت آراستہ از گوہر و دُر	چون شستہ شکم از سرگین پُر
گر بخود نیست شناسای رویت	لب کشد ہم بشن سا کردنت
از من این نکتہ فراموش مکن	مدحت مدح گران گوش مکن

ناز کم کن کہ تو خوار آمدہ از رہ بول دو بار آمدہ (انتہی)

پس از آن با خود گفتم کہ ترابا بن نوع خطرات چہ کار و باین نوع چیز ہا چہ اسرار ندیدہ
در جمیع مولانا زین الدین محمود کما نگر کہ چہ گفتہ است اندرین کار

ترابا گاز راناں این چہ کارست کہ جامہ را بشویند یا نشویند
شیخ عطار واضح تر گفتہ

گر آن بہتر ور آن ترا چہ چہ حلقہ ماندہ بر در ترا چہ
تو اے مرد خدا راہ خدا گیر خدایت گر ازین پرسد مرا گیر
و کتاب کلیات خولجہ پیرنگ کہ در پیش داشتہم برخاتم و واسنام و بخواندن آغاز نہادہم۔

درین اثنا دولت خان مرا از دور با کتاب بدید۔ زود در رسید و رو بروے من نشست و

کتاب از من در گرفت و بر شد۔ این بیت آمد۔ از شرح رباعیات ایشان۔ رباعی

بہ صورت حمی ہستش گوی زان ہست کہ بوے اصل ازوے بوی

معدوم کہ اصلست وجود ہم است جہل است اگر چہ این روش می پوی

رباعی

ممن کہ خرد را مدیش کشد و بدو نظر ہستیش فتوی داد

و در نسق و نسق اندر و بدو بیچارہ ہاشتہا نامے بہاد

و شارت بدفع ہستیش است کہ بر مقدمات سابق وارد می شود و بیانش آنست

کہ از سخنان مذکور چنان مشہوم شد کہ مابیات را جز در علم وجودے نیست و حال

آنکہ بتوں ہم وجود و مابیات می شد و بیش آن حکمت مطابق نفس الامر است

کہ مابیات اشیاء بذات (مرآت) شیون ذاتیہ حق اند و نظر (رای) در مرآت
بر مری است و مری بحکم موجود مابیات بہمان اعتبار است نہ (بہ) اعتبار نفس
شان و غایۃ الامر عقول ناقصہ ازین سر آگاہ نمی شوند۔ گمان می برد کہ باطن ایشان حکم
بوجود مابیات کرد و متحقق کہ مری بصورت مرآت برآمده

از صفای مے و لطافت جام در ہم آمیخت مے و جام مدام
ہمہ جامست نیست گوی مے یا (مے) مداست نیست گوی مقام
در آن شیخ ابی الحسن الاشعری قدس سرہ زیبا اشارتے کردہ کہ وجود مابیات است
عین مابیات است۔ یعنی وجود مابیات همانست کہ در خارج بصورت مابیات
برآمده یعنی آنچہ عقول ازین تعبیر ہستی می کنند و بعد از دریافت در اشیاء، ہون
و حصول کہ از آثار خارجیہ اشیاست بر اشیاء مرتب می شود آن (اثرات) ذوات
اشیاء است (اند) انتہی کلامہ۔ چون وے فضیلتی داشته است در معانی آن
خوض کرد و مطابق فہم خود چیزے دریافت و تعجب مرا گشت تو در ہمین خاصہ معنی
است۔ من این بیت مشہورہ بر خواندم

رشنہ در گردنم افکند دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست
تا وے بعضے از اشعار خود خواندن گرفت۔ از آن میان این بیت مرایا دآمد۔
گر گرد خطا منزوی خستہ بگردید عذرش پذیرید کہ ایام شباب است
بعد از ساعتی برخاست (و گفت رخصت است گفتم شعر نیست مشہور)

دیر آمدن و شتاب رفتن آئین گل است در گلستان
وے گفت من مہ ازین بخوانم از طرف تو
رسید مضطربم کرد، آفتد رتشت
از ادای ناز گستری نختمین وے و شیوہ دلبری آخرین وے من بسیار خوشوقت
شدم۔ آرے سرور (سود) درد مندان سوز و گداز و بربری عاشقان راز و نیاز۔
خواجه شیراز گفت

جتاب یار پری چہرہ عاشقانہ بکش کہ یک کرشمہ تلافی صد جفا بکند
پس از آن بسالے چند من وے را در اماہور دیدم بر در روضہ شیخ علی بجویری قدس
سرفہ ریش بر آورد بہ طمطراق سلطانیہ۔ مرا بشناخت و تفقد حال کرد و گفت۔ شعرے
کہ از استاد بر لب درخزیدہ باشد بر خوان۔ من این بیت مشہور مولوی بخواندم
لذت عشق مرا رفت فرد در رُب و پے عشق می گویم و جان می دہم از لذت وے
چون استعداد مستمع و متکلم با مضمون این شعر من سبے داشت صحبت بخوشوقتی
گذشت۔ روزے من از زبان شیخ خود شنید کہ می گفت دولت خان چہ جوانیست
بشہم و این شعارہ۔ مرا خوش آمد۔

از بعد شنیدن پیہ میخرف مرایہ است عالم نشود ویران تا میکدہ آباد است
تا دس نہ کہ باید بدوہ جان را بہ باید داد۔ دل بردن و جان دادن این ہر دو خدا
دوست۔ این شعر نیز از دست

بیک نقادان و دہن ما بیخما برد دوبارہ دیدن اوتا چہ خواہد از ما برد

ازین دو گریہ کی برود گیرے گلہ داشت خداش خیر دہد ہر دو را بیکجا بُرد
 مدام دیدن او کے شود نصیب بکس اگر چہ دید مش امروز فکر فردا بُرد
 ندید روے تو جان داد منزوی از غم بزیر خاک بہ حجر از تو این تمنا بُرد
 بنیادِ جہان منزویا ہچو حبابست تا چشم بہم بر زدہ خانہ خرابست
 وے جوان رفتہ است از دنیا در سال ہزار و پنجا و پنج یا شش (۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵م) و
 یکے از فضلاء شعراء میر عابدست۔ وے سید است و از سلطانیان با وقار، کار
 گذار۔ وے خوش گواست (و) کم گو۔ ہر چہ گوید از سر حقائق۔ خوب کلامست
 و خوش صحبت۔ وقت وے در خانقاہ شیخ من بودہ و من ہم آن جا۔ شیخ من وے را از
 نیکان می گوید این دو بیت از ویست

خود از درون و برون جلوہ کرد و من زمیان

چو سایہ محو شدم کز دو سوی چراغ آمد

ببادہ وہ دل و دین قدرے بے خودی دریاب

چہ حالتے کہ نماز اندرو گناہ شود

روزے من بیت اخیر را بذوق می خواندم و با خود خطے داشتم۔ زاہدے گران جانے

بشنید۔ بر من آشفت و از روے تعجب بل بتعصب بگشت۔ شعر محمدانہ را چون

می خوانی و حرف تحقیر در کار نماز چون می رانی؟ من دائرہ توحید را وسیع انگاشتہ و

مرتبہ وے را بجای وے داشتہ اخیر را ہم (تحقیر) بر خواندم

”چہ حالتے کہ نماز اندر و گناہ شود؟“

وے از من خوش شد و من از وے خدای شد منقلبت کہ ”ابن جوزی“ کہ از فضلا
یعنی وقت خود بود و است روزے در تن بود جمعی بسیار از ستیان و روافض آن
حاضر بودند۔ از آن جماعہ یکے پرسیدہ کہ یا ابن جوزی میان ابا بکر و علی۔ افضل
یست؟ وے گفت ”من کان بنی بئہ فی بیتہ“ و از دو فرقہ خلاصی یافتہ۔ و یکے
شعرائی سید جان است۔ وے مشکل گواست۔ گاہے کہ بیتے یا غزلے دل
خوابش (دل خواہ) بشہور آمدے برجستہ و برقص اندر آمدے و چرخ زدے ہمہ
اہل فضل وے را پسندیدند۔ من وے را دیدہ ام۔ از خاندان عالی شان بود۔ وطن
وے اندر زمین مشرق است در سال ہزار و پنجاہ و ہفت (۱۰۵۷ھ ۱۶۴۷م)
برفتہ از دنیا۔ این چند شعر است از وے

چون زلف یار گرفت و شکست و (بست) و کشاد
دس قمار گرفت و شکست و بست و کشاد
این بیت را فرمید کہ جان ندشتہ کہ اند اند چہ خوب بیتہ گفت
زمن پرسید زلف او کہ از دست کہ می چپنی
بسان مانی بخشہ (کہ) ازشت کہ می چپنی
زب تابی من شکر ہزلف تا بدار او
من از دست قومی تپم تو از دست کہ می چپنی

خواہی کہ شوی محرم راز جانان بگذار ہوا و بگوزار از کون و مکان
 دین و دنیا و مصرعہ برجستہ است یعنی جستہ است از دل سید جان
 و یکے از شعراء حکیم حاذق است۔ از سلطانیان بود بعزت و جاہ و عیش و عشرت خواہ۔
 وے دیوان اشعار دارد و بعض شعروے نیک است از آن جملہ است این ابیات
 در سخن پہنان شدم مانند بود در برگ گل میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بنید مرا
 ہر خم و پیچے کہ شد از تار زلف یار شد دام شد زنجیر شد تسبیح شد زار شد
 دلم پیچ تسلی نمی شود حاذق بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم
 وے با شیخ من آشنا بودہ۔ روزے شیخ من بوے شد در باب بیماری خفشان۔ شیخ
 محمد دوست کہ از دوستان شیخ بودہ دانا و شیخ رستم مرد فہمیدہ و سنجیدہ از وے طلبہ در
 خواست۔ وے ریزہ شنے کہ از قسم تار پشم بگلویش آویزان بود بر کشید و آب
 بشست و گفت این آب را بدان بیمار بخورانید، بہ خواہد شد۔ شیخ مرا از وے پرسید
 کہ این چہ طور شنے است و از کجی رسیدہ است بتو۔ گفت۔ من تابع کس نیستم۔ بہ
 چہ دل من القامی کنند آن می کنم و این سنگ بسا مریض را فائدہ کرد۔ ازین قسم دیگر
 از تصرفات خود گفت۔ پس از آن دیوان اشعار خود طلبیدہ خواندن آغاز کرد و بسیار
 خواند و گفت۔ خواجہ! ازین دیوان دو ہزار بیت مقبول در گاہ خدے تعوی شدہ

حکیم حاذق و مدحیہ بن مولانا شاہ عبدالرزاق قیادی در خدمت شاہ جہان بادشاہ
 می بودہ و کمال قابلیت داشتہ اشعار خوب و روا۔ در ۱۰۶۰ھ فوت شدہ۔ بحوالہ "ریاض اشعار" و
 تذکرہ "گل رعنا"۔ ج ۲ "بہار دہلی" دیدن در سخن چند مرا "ز" ریاض اشعار ص ۵۵۷

است۔ من گفتم۔ سبحان اللہ از شیخ سعدی همان یک بیت۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

بر ورق دفتریت معرفت کردگار

را نشان می دهند کہ مقبول شدہ۔ حکیم روی سوے من کرد و گفت آن ہم خدای دانند

شیخ من و حاضران ازین ادائے وے متعجب شدند و خوشوقت برخاستند۔ من و

اشہی را و شیخ خود گفتم کہ در قبولیت آن بیت شیخ سعدی مولوی جاتی ہم در ”نفی ت

الانس“ نوشتہ اند۔ چونست کہ حکیم تشکیک این معنی می کند و اشعار دو ہزار خود را مقبول

تصریح می نماید۔ رفتی گفت (حال وے) از انست کہ شیدا درین رباعی گفست۔

رباعی

دایم (بہ) ہوں سنگ و سہو نتوان شد در دیدہ انصاف چو مہو نتوان شد

صحبت حکیم حاذق از حکمت نیست باشکر خبط روبرو نتوان شد

و آن حکایت ”نفی ت الانس“ اینست کہ یکے از مشائخ متکبر شیخ سعدی بود شبے در واقع

چنان دید کہ در بای آسمان کشادہ شد۔ ملائکہ با طبقات نور نازل شدند۔ پرسید کہ

این چیست؟ گفتند۔ برائے سعدی شیرازی است کہ بیٹے گفستہ کہ مقبول حضرت

سبحانہ افتاد و آن بیت این است۔ شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
بر ورق دفتریت معرفت کردگار

آن عزیز چون از واقعہ درآمد ہم در شب بدرزاویہ شیخ سعدی (رفتہ) کہ وے را
 بشارت (دید) دید کہ چراغے افروختہ (است) و با خود زمزمہ می کند، چون گوش
 و اوم ہمین بیت می خواند۔ وے در شب جمعہ ماہ شوال سنہ احدی و سبعمایہ از دنیا
 برفتہ (۶۰۱ھ / ۱۲۰۵م) اتھی کلامہ۔ و حکایت منظومہ ”سبحة الابرار“

آنکہ سعدی آن بلبل شیراز چمن	در گلستان سخن دستان زن
شد شے بر شجر بہ حمدِ خدای	از نوائے سحری سحر نمای
بست بیتے ز دو مصرعہ بہم	ہر یکے مطلع انوارِ قدم
جان ازان مژدہ جانان می یافت	بر خرد پر تو عرفان می تافت
عارف زندہ دلے بیدارے	کہ نہان داشت برو انکار
دید در خواب کہ درہائے فلک	باز کردند گروہے ز ملک
رو نمودند زہر سو زودہ صف	ہر یک از نور ثارے بر کف
پشت بر گنبد خضرئی کردند	رو درین معبد غمرا کردند
بادل مست خوش و خوف و رجا	گفت کائے گرم روان تا بکجا
مژدہ دادند کہ سعدی بہر	سُفت در حمد یکے تازہ گُہر
چشم زخمی زسد گرد قضا	می سزد مرسدہ گوش رضا
نقد پا کان نہ بمقدار ویست	بہر آن گنہ نہ اسرار ویست
خواب بین عقدہ انکار کشاد	رو بدان قبلہ احرار نہاد
بر در صومعہ شیخ رسید	از درون زمزمہ شیخ شنید

کہ رخ از خون جگر ترمی کرد با خود آن بیت مکررمی کرد
 و یکے از طرفائے روزگار ملاً ظاہری پانی پتی۔ فہیم و خوش کلام۔ وے
 مقبول فقر است و مطبوع انبیاء اشعار پاری و ہندی دارد۔ ہندی وے بہ از پاری
 ویست۔ و در ہندی وے اشلیکہ بسیاری گوید و اشلیکہ آن را گویند کہ یک لفظ بدو
 معنی آید در اشعار ہندی قافیہ شود۔ چنانچہ در نربۃ الارواح است این دو بیت
 کمال عاشقی پروانہ دارد کہ غیر از سوختن پروانہ دارد
 گر دیو مسخر تو گرود زین ہر دو چہ حاصل تو گرود
 و این ہندی است از ملا ظاہری

نیک نگی نگی نگی کہ رات جینی جیون چن چن لہرتی دھرتی جات
 نرناری روتے لا بہتہ تھوے ننگی لیٹ سبے پکارے بیٹھ کے سبے پکارے بیٹھ
 نا ندا لاو چلا بخارا اگ لکئی سی بن جہا
 باکسیں سر یں پھول نہ ہیرا جو جا با سو مہکا جہا
 وقت مر این طرز خوش آمدہ بود تمام رسالہ ہندی اشلیکہ ششم مشتمل بر مراتب عشرہ
 سموک و جذبہ و وحید مسمی "بہیم اشلیکہ"۔ چون شیخ خود عرض کرد ہم نیک پسند فرمود
 این چند شعر یہت زان۔

چوپائی

ہم سنک چہ بدہ کے پوجے تو بے سادہ دل کے پوجے
 دیکھ دیکھ چہ دہی یک دکھ سکھ ہم رنگ جیسے یک

فی انفسکم ہوئی جو ہوینا نوبت بج رہی وہ یہی نا
 کہام ہوت جیون رہت نسیت وا ذکر ربک اذا نسیت
 سو تو کھا نڈ جل میں جب پہنچے کچھ نہ رہے وہ ہی ہو جے
 وحدت شاہ چو آوے سو نہیں کثرت ہیر بجے وا سو نہیں
 جہان وحدت تھاں کثرت جہاں سو دیو تہاں کس رت

دوہرہ

آپ تجے سو خیر میں جو نہ تجے سو کور دایم ذکر تو سی رہے جو ذاکر ہوئی مذکور
 گلیں جہان کی جگت لب کی جو موکین ہو جان بند سمند ملاپ کر یو تو بد و سجان
 سن و بیان وہ نسبت بادہت ہم ترک کاکی کان الاں کو مانک و نب رنگ
 خولجہ بہاء الدین کیلو سن دھیان جب پائے با یزید بھو جان میر پہلو پائے
 سب مینن کو بھو انہ مکت ہوئی محال الہی بد و مقام ہی اسی ایم خال

وا از مشہور ترین اشعار ہندی ملا خا ہر این سورٹہ است

مسی روئی شینٹ جو گھر بیٹھے پائے کاموں کچے بیٹھ رہے اپنی شینٹ سوں
 گویند جہا نکیر بادشاہ روزے در شکار بود۔ باز درخت کریل را دید پرسید این را چہ
 می گویند؟ گفتند۔ ”شینٹ“ و یکے از حاضران آن سورٹہ را خواند و است و ملا
 ظاہری را نام بردہ۔ بادشاہ و سے را بکنور خود صلیبیدہ و اشعار و سے شنید انعامے
 نیک بوے بخشید۔ روزے و سے پیش شیخ من آمدہ و اشعار ہندی خود خواند و ہم
 خیالے را کہ خود در پردہ عشاق بستہ بود نیک برگفت و شیخ را مخطوط ساخت و آن

خیال اینست

ہاے ہاے ہاے مائے کاٹھا ماریں جاے

میر مٹکی جھٹکی لے بہکی ہوں سانتی جلو سنکاے

پس از آن من از روئے طہیت بوئے گفتتم کہ در دیار من ”شہینٹ“ اصلاً نیست۔ من

آن سورٹھ تراہم چینن می خواہم

مسی روٹی پیاز جو گھر بیٹھے پائے کاہوں کیجئے نیاز رہے اپنے ناز سوں

وے خورسند گشت و تا آخر روز اندر لطیفہ گوی صحبت نیک گذشت۔ امروز سو یہ

اشلیکہ شنودہ ام بس نیکو گویند از بند و ایست لشکری رام کشن نام و اینست سو یہ۔

لاکے کام تیر منہ ری مہا برنی رتہ ری پیاری ناہیں

تیر منہ ری کہیں کی پی برہنہ باتیں جی کی کہے رہتہ ری

سحر ت ہی منہ رہے وے نوکت ہی رہے

رہتا چھڑی چھت ہی رہتہ ری

آنکھیں آنسو پی رہت ری پیاری نیاری نے رہتہ

و یکے چندر بھان غشی است اشعار پارتی وارد۔ برہمن تخلص می کند۔ این بیت

وے مشہور شدہ

مراد لیست بکفر آشنا کہ چندین بار کلبہ بردم و بازش برہمن آوردم

گویند حریفے ظریفے بوئے غت۔ آرے

خر میسی اگر بکند رود چون بیاید ہنوز خراباشد

چون من شنودم گفتم این ہم وجہ دارد کہ ”بلکہ بردم و بازش برہمن آوردم“
 این مصرعہ ”بلکہ بردم و بازش برہمن آوردم“ ہم وجہ دیگر دارد و از وے اشعار دیگر
 بہ از ان می خوانند۔ مرا غیر ازین دو بیت بیاد نیست۔ دوم آنکہ

بہ بین کرامت بتخانہ مرا اے شیخ کہ چون خراب شود خانہ خدا گردد
 گویند چون شاہ جہان این شعر شنود، فرمود۔ ہم چنین بہتر کہ
 ”بہ بین سعادت بت خانہ مرا اے شیخ“ (الح)

روزے یکے گفتہ کہ عبدالرحیم خیر آبادی کہ از سلطانیان بودہ است۔ بیتے گفتہ در
 جواب شعر شیدا۔ اگر چنین است چہ خوش است۔ از شیدا نیست
 ز ابرنیشان بر صدف لطف است بر قطرہ تم قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود
 از عبدالرحیم

تا کہ راسر بنزد اے ابرنیشان در بہار قطرہ بے مے تواند شد چرا گوہر شود
 و از عبدالرحیم، شعر شیدا بلند پایہ است و از آن مشہور تر کہ احتیاج بایراد داشتہ باشد
 و ہم من شیدا را ندیدہ ام۔ و یکے سرمد نامے اندرین وقت پیدا شدہ بود۔ گویند شیخ
 ندہے نہ داشت و سترے ہم بر تن نہ داشت۔ باہند وے کہ ہے معشوق وے بودہ
 می گذرانند۔ بزبان عربی آشنا بود۔ گویند تو ریت دان بود۔ من وے را ہم ندیدہ ام
 لیکن اشعار شنیدہ و اینست سہ رباعی و یک بیت۔ رباعی

سرمد اطلب راز، در، در، کرم در شام در چہ سحر در کرم

ضیاء دہلوی

نام وے ضیاء الدین حسن است۔ فاضل است و خوش گو۔ استغنائے ذاتی وارد
وگا ہے بطمع دنیاوی (دنیاے) دون با اہل آن بروش شاعران سرفرو نمی آرد۔
اندرین کار ملتجی کس نیست چون پدر خود محمد حافظ خیالی کہ ذکر وے گذشت۔ شیخ
من در اوایل ہادر باب شعراء طماع این قطعہ گفتہ

نہ ہمہ شاعری و خوش گوی بے حیای و طامعی باشد
خاک بر فرق طامعان بادا گر چہ قطران لامعی باشد
ضیاء ”حدیقۃ الحقیقت“ حکیم سنائی را جوابے گفتہ است بفصاحت و بلاغت۔
وورائے آن اشعارے دارد و بس (با) لطافت و غن و بت و اینست بعضے۔ رباعی
آباد بفقر دار کاشانہ خویش از اشک بکن ہم آب دہم دانہ خویش
بر خاک مریز آبرو کہ تراست چون مردم دیدہ باش در خانہ خویش
من بسیم صبح ام پڑمرد گیہا گل کنم آفتاب روز ام بر تاک اتم مل کنم
برگ گل در آستین پوشیدنم از قحط نیست دیدہ گر رخصت دہد دلمان صحر اگل کنم
ہر کہ با جانان نشد سرگرم در آرام نیست خالی از آسیب بود شیشہ تا پر جا نیست
گاہ لب می بوسم از مستی وگا ہے چشم یار پیش مستان بچ فرق از پستہ و بادام نیست
نشستہ در طلب دلر باے خوشتمنم چو چشم می پریم لقا بجایے خوشتمنم

مارا روش زاہد سالوس ہوس نیست بدنای ماکم ز نکونای کس نیست
 من سالہا است کہ بوے آشنا ام۔ وے از اقرباے شیخ من است و از تلامذہ شیخ
 من۔ گاہ ہا پیش شیخ من می آید و اتحاق (مہیت) می افتد و صحبت نیک گرم می گردد۔
 و گاہ شیخ من پیش پدر وے می شود و صحبت از آن (در میان) گرم تر۔

دانا دہلوی

کنیت وے ابو الحسن است و نام پدر وے مولانا حسن کہ ذکر وے گذشت۔ وے
 را از خریدی باز فہمے و فراستے عتقلے و کیا ستے دست دادہ بود کہ دانیان روزگار از
 مشاہدہ وے در شگفت می شدند لہذا وے تختص خود را دانا کردہ بودہ۔ وے خسر پورہ
 شیخ منست و منظور نظر شیخ من۔ وے را از جمیع دوستان مہر رفتے وے خوش فہم
 ، خوش گو بود۔ نظم و نثر وے فصیح و لطیف افتادہ۔ این چند شعر یست از وے

مشتق چون شورش دہد دیدہ خونبار را	صحن گلستان کنم، کوچہ و بازار را
نشہ وحدت رسید مست انا الحق شدیم	ہان گل دیگر شگفت مردہ سردار را
تا بر دل ریش ریش ریشے نزدی	(بر قامت چون گمان سریشے نزدی)
۔ چہ قلب جوان میری کہ مرا	نوشے نچشانندی تو کہ نیشے نزدی
وے مخترب شدہ من جنگ بر آورد	من شیشہ بر آوردم ہاوسنگ بر آورد

وے سخنان پدر را فتر و فتر جمع ساختہ کتابے ترتیب دادہ و ”اتفاقات حسنہ“ نام

اتفاق افتادہ، در مقدمہ آن می نویسد کہ آئینہ ذکاے پاک دِلان دقیقہ رس و خوشه
چمین ضمیران صبح نفس عکس پذیر این معنی باد کہ حقیر کمین و بندہ کہین ابن حسن ابوالحسن
از بس کہ ذوق مطالعہ کلمات قدسیہ و فقرات قدوسیہ مہین بزرگان کہ در بعضے اوقات
بر زبان حق ترجمان ایشان گذشتہ و مجتہان خاص الخاص و معتقدان صادق الاخلاص از
جہت افادہ طالبان حقیقت و سالکان طریقت بر صفحہ وجود نقش بستہ اند، داشت۔ از
روزگارے در از بعرض حضرت عالی منزلت افضل ارباب شہود و اکمل اصحاب
قانلان بوحدت وجود آنفاضل المرشد اکامل الفیاض۔ کشف الحقائق و المعارف،
زبدۃ العارفین، قدوة الواصلین، استادی و مرشدی و قبلتی و قدوتی تاج الملت
والدین مولوی حسن دہلوی الکشمیری البہدانی سلمہ اللہ علی روس الطالبین و مفارق
السالکین می رساند کہ از برائے این سرگردان بادیہ ضلالت بجمیع بعضے از سخنان خوا
(برائے) خدا شناسان دست آویزے ترتیب دہند۔ حضرت ایشان اہمال می
نمودند، اقبال نمی فرمودند تا آنکہ روزے فرمودند خطبہ انتخابی کہ از کتاب مستطاب
ربیع الارار مختصر می کردہ ایم بخوان و معذور دار۔ چون فقیر آن را دید بعد از حمد و ثناء
ایزد بے مثل این عبارت بنظر درآمد کہ ”وانما احسرت الانتخاب علی
التصنیف و التالیف ہر بآ عن الاستحذاف والاستعضاف علی ما قیل
و نعم ما قیل۔ و لله دُرّة قیل من التصنیف من انتحب فقد استحذف
أو استضعف من صنف ردایف و لم یخطا أو لم ینسب الی الخطاء
سیماً عند اخوان الزمان۔ حفظنا اللہ سبحانہ و ایاک عن الغیبة

والبہتان“ چون این عبارت دید، دانست کہ آن حضرت را با کمال قدرت سخنوری و عدم تصنیف نیت این بوده، دیگر گستاخی کردن و عرض حال نمودن از ادب دور و از بے ادبی نزدیک دانستہ از خوشان وقت می بود۔ باز چون شوق استیلاء نمود۔ اوراق مسودات فقرات آن حضرت را کہ مسکئی است ”باتفاقات حسنہ“ و عمرے (زمانے) پریشان افتادہ بود تفحص کرد فراہم آوردہ نظرے می انداخت کہ از اتفاقات حسنہ چند فقرہ برچیدہ از آن ”اتفاقات حسنہ“ یکبار بدست افتاد و دل درپا آمدہ را عروۃ الوثقی و روان دل شکستہ را بدیضا نقد وقت آمد و از مہادی و مقدمات آن چنان مفہوم شد کہ در عنفوان شباب چون حضرت ایشان ریاضات شاقہ می کشیدند، ذوقہا و حاجتہا دست می داد و سخنان عارفانہ بے اختیار بر قلم زبان و زبان قلم می آید۔ چنانچہ بزرگان را از مجاہدہ و ریاضت صفائے بہمی رسد و کشف حجب می شود و دل حقائق منزل ایشان عکس پزیراء انوار الہی می گردد و ازین قبیل سخنان سر بر می زنند۔ این (مجموعہ) از آن جملہ است و (نیز) گاہ گاہ کہ حضرت ایشان وقت (خوشی) و شگفتگی از احوال خیمہ مال خود کہ در ایام پیشین روی داد باین فقیر بزبان رمز و اشارہ می فرمودند۔ از آن ہمہ سحرے، از سریبان (شب تار) آفتاب سرزد و صبحے از جیب نور حقینی و میدہ۔ بعد از نماز بامداد از کمال التفات و مہربانی رو بجانب این مرید مستفید آوردہ فرمودند کہ مادر آن ایام اکثر در عالم مثال بجمال با کمال حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ مشرف می شدیم۔ از آن جملہ یکے یکے از اتفاقات حسنہ کہ بتقریب نہاد شد، ان شاء اللہ مذکور خواہد شد۔ (از ان جملہ) دیگر آنست کہ در

ایام طفولیت بہلوغ نزدیک بمقتضای غفلت و بے خبری کہ لازم آن ہنگام بود
 احیاناً ظاہراً نمازے ہم قضای شدہ باشد شبے چنان نمودند کہ نور دیدہ نبوت و
 رسالت حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جاے مرتفع ایتدا وہ اند۔ (و بجانب
 فقیر خشمگین رحمت آگین نگاہ می کنند۔ درین اثناء دوسہ بار زود، زود فرمودند کہ نماز
 بگذار، نماز بگذار۔ بعد از آن فقیر بہ بیت بیدار شدم چون نیک نگرستم دل ظلمت
 اندو من) (مطلع انوار) الہی و مورد فیوضات لاقتنای گشتہ بود۔ از ان باز بہرکت
 حکم آن حضرت کہ مطلق واقع شدہ و شامل بود (و نوافل خود چیزے قضا شدہ باشد
 الا ماشاء اللہ و توفیق زواید مثل تہجد و استخارہ و چاشت) (فرانٹس و سنن) (بعد از آن)
 نماز و تسبیحات و غیر آن ہم می یافت و الحمد للہ علی ذالک۔ انتہی کلام۔ من از جودت
 طبع وحدت فہم وطنیت و فطرت لطیفہ و آنا آگاہم۔ شب شش من و وے و من اندر
 روضہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ زندہ داشتہ ایم۔ طرفہ نکات دربارہ و رموز جان
 فزا در آن شب از وے سر زود چنانکہ شش من غایت خوشوقت گشتہ و حال آنکہ وے
 نو جوان بود ہنوز گرم و سرد زمانہ نچسیدہ و کشمش این و آن ندیدہ و در بہان ایام جوانی
 برفہ در سال ہزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ تا ۱۶۲۶م) و قبر وے نزدیک بقبر
 پدر و است۔ پدر اندر فراق وے سخت متحکل و نزار گشتہ و مرثیہ ہائے در اندوہ و غم
 آلود گفتہ۔ من بہر آن مدت شنووم از عزیزے کہ می گفت کہ اگر دانا چند سال
 زیستہ، اندر شاعری بی پایہ عرفی رسیدے۔

اکنون ذکر چندے از نساء کہ مقبول در گاہ خدا اند بر سبیل اجمال نوشتہ می
آید۔ در اواخر کتاب ”فتحات الانس“ در ذکر نساء عارفات می آرد کہ قال بعضہم :-
ولو کان نساء کما ذکرنا لفضلت النساء علی الرجال
فلا والثانی لاسم الشمس عیب ولا لتذکیر فخر للہلال

بی بی سنی

نامِ وے ستودہ اطوار بانو است۔ وے ولی مادر زاد است و رابعہ زمانست۔
اخلاق و اوصاف حمیدہ اولیاء بر وجہ اتم درویشست۔ وے دختر شیخ منست و مقبول شیخ
من۔ شیخ من وے را از بس کہ مستعد و لائق این کار یافت اولاً تلقین ذکر باطن
(کرده، کیفیت معبودہ بظہور آمد۔ پس از آن خلافت سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ
بوے عطا فرمود و فرمود ہر زن صالحہ کہ بتو آید و طلب ذکر باطن) و طریقہ نماید، بگو
و متوجہ شوی۔ وے آنچنان می کند۔ شیخ من درین نزدیکی بتقریبے در صفات حسنہ
عالم وے روزے این ابیات گفتہ

انسان باین نجستہ صفات بگو کجاست ذاتے چنین بخوبی و آبے بگو کجاست
در صورت است زن صفت مرد کامل است مردے باین ستودہ صفات بگو کجاست
مثل کے کہ خدا باہشت روئے نہ نہ چہ مرتفع در جائے بگو کجاست

روزے اندر ذوالحجہ زمستان کہ طغیان آب بود۔ دہقانے اندر دریائے جون (جمنا)

کہ در زیر وفاق شیخ من جاریست غوطہ خوران ہی رفت و امید بر آمدنش رفت۔
مردمان از ہر طرف شورے و فریادے بر آوردند۔ آن بی بی حقیقت حال را از
اندرون قصر بشنید سر اسیمہ مضطرب در صحن خانہ می گردید و حضرات نقشبندیہ وق در یہ
را بخلاصی آن در افتادہ گرداب حیرت (عزیمت) می خواند و نذر ہای بست۔
درین اثناء از برکت نیاز و دعاے وے آن دہقانی بیایانے در رسید و حق سبحانہ تعالیٰ
از آن مہلکہ اش نجات بخشید۔ وے بر فور آن ندورے کہ بستہ بود ادا نمود۔

خدارا بر آن بندہ بخشاش است کہ خلق از وجودش در آسائش است
من وے را در ایام طفلی دیدہ ام۔ آثار ہدایت و ولایت از جبین مبین است۔ ہی
عمر عزیز وے در از باد۔

بی بی سائندی

وے مادر شیخ یحییٰ، جد مادری منست۔ عمر در از یافتہ، خمیدہ پشت بود، بجا مانده
و مضحک شدہ۔ لیکن چون در قبیلہ من کسے بہ رشدے وے را از شنیدن آن حالے
پیدا آمدے و تیز ترک بر سر بیمار در رسیدے و دست خود را بر سر پائے وے در
کشیدے، بہ شدے۔ وقتے من در آوان شباب تپ کردم و در یک روز زبون
گشتم۔ روز دیگر وے را حالے روئیداد و از جایگاہ خویش کہ طاقت جمید نش بنود،
بر جست و روان شد و دست خود را از سر تا پائے من فرود آوردن گرفت۔ موی
بر اندام من برخاست، عرق عرق گشتم نیک بہ شدم۔ وفات وے در بست و ہنتم

شعبان از سال ہزار و بست داند است (۱۰۲۰ھ / ۱۵ ستمبر ۱۶۱۲م) و قبر وے در باغ بازار سنجل۔ شیخ یحییٰ نانائے من، غایت نیکو کار و صالح بود و روش وے یادے از بزرگان سلف می داد۔ مرا بسیار لطف فرمودے و حکایات مشائخ و مجاذیب کہ وے بصحبت شان رسیدہ بودے یا من بیان نمودے و اشعار کہ وے از دوستان خدا بخواندے اگر چہ در آن ایام صبا می من مرا سادہ بخاطر آمدے لیکن امروزی بینم کہ بس سودمند است۔ و از آن جملہ است این رباعی

از دادہ چہ بہتر است، گفتا کہ طعام نادادہ چہ بہتر است، گفتا کہ دشنام
از خوردہ چہ بہتر است، گفتا کہ غضب ناخوردہ چہ بہتر است، گفتا کہ حرام
وے مدتے اندر شہر لاہور گذرانده است و همان جا برفت ہفتم جمادی الآخر از سال ہزار و سی و چہار (۱۰۳۳ھ / ۷ مارچ ۱۶۲۵م) و قبر وے نزدیک بروضہ شیخ علی ہجویریست قدس سرہ در لاہور۔ و من نہ سالہ بودم کہ مادر من بیمار شد و اندران بیماری وے را ہمین اندیشہ بودہ است کہ پس از من این پسر مرا چہ حال پیش می آید۔ این حرف بہ ابنائے قبیلہ از سرافسوس می گفت۔ روزے کہ وے خواہد رفت مرا طلبید و گفت۔ قربان تو شوم و آب اندر دیدہ بگردانید و گفت برو بخوان۔ من ازین ادا متحیر و مضطرب شدم و رفتم پیش استاد و شتم قائلے بر کشاکش کہ مادر من بہ خواہد شد یا نہ، چون بشاد صریح از رفتن وے خبر دادہ لیکن مرا گفت نیک برآمدہ است درین اثناء غوغائے رفتن بیمار برخاست۔ پدر من وے را در همان قریہ چنبرہ معمولہ قصبہ لونی کہ می باشند، مغرب رویہ مدقون ساخت در ہشتم ذی قعدہ از سال ہزار و

نوزدہ (۱۰۱۹ھ / ۱۱ جنوری ۱۶۱۱م) چون پدر من وقتے از زبان یکے از مشائخ دہلی شنودہ بود کہ می گفت کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ فرمودہ اند کہ ہر کہ در دوازده کر وہ از طرف قبر من مدفون ساختہ خواہد شد من وے را شفاعت می کنم و شفاعت وے بر ذمہ منست۔ انتہی۔ آن وجہ بود کہ لغش مادر مرا بسنبھل نفرستاد و مردم قبیلہ بسیار گفتند قبول نہ نمود۔ در ”رشتات“ است کہ حضرت خواجہ محمد پارسا نوشتہ اند کہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ در اوایل شعبان سنہ خمس و تسعین سیعمائہ (۷۹۵ھ / ۱۳۹۳م)۔ پیش از وفات بہفت سال از چغانیان متوجہ بخارا شدند بہ نیت زیارت حضرت خواجہ بیرنگ (بزرگ) قدس اللہ سرہما بعد از ہیزدہ روز رسیدند و در اوایل شوال مراجعت کردند۔ شب عید رمضان در بخارا بودند۔ در ویشے از دوستان ایشان آن شب در واقعہ دیدہ کہ بارگاہست در نہایت بزرگی۔ حضرت خواجہ علاء الدین و حضرت خواجہ بیرنگ (بزرگ) قدس اللہ تعالیٰ سرہ (در نزدیکی آن بارگاہ اند و معلوم شد کہ آن بارگاہ حضرت رسالت پناہ است صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ بزرگ) بان بارگاہ درآمد بملاقات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بعد از فرصتے بیرون آمدند بایشان تمام و بسط کلام و فرمودند کہ مرا این کرامت کردند کہ ”ہر کہ در روضہ (موضہ) فرستے قبر من باشد از ہر طرفے من اورا شفاعت کنم باذن الہی و عطار را در جبل فرستے مرقد او مرتبہ شفاعت دادند و کمینہ از مجبان و متابعان مراد یک فرستے مرقد او مرتبہ شفاعت دادند“۔ انتہی۔

بی بی رتھی دہلوی

وے ہیز وہ سالہ بود حسن و لطافت در محلہ نیگل مسجد کہ بنا گاہ وے را جذبہ قوی
رسید و از خانہ برآمد و روز بصر انہاد۔ و انستند کہ دیوانہ شدہ است گرد گرفتند۔ وے
گفت آ رہے من دیوانہ کسے ام کہ دل مرا شناسا گردانیدہ عطاے نعمت خود منت
نہادہ بر من بہ نعمت معرفت خود۔ این اشعار ”فتحات الانس“ کہ در احوال ”تحفہ“
آوردہ است موافق حال وے افتاد۔

ان اشکرانہ بقلبی صاحبی	(یا) معاشر الناس ما جنٹ و لکن
غیر جہدی فی حبہ و اقتضاحی	اغلٹم یدی و لم ات ذباً
لست البغی عن بابہ من یراحی	انا مفتونہ بحب حبیب
و فسادی الذی زعمتم صلاحی	فضاحی الذی زعمتم فسادی
و ارتضاه لنفسہ من جناحی	ما علی من احب مولی (لحب) المولی

وے را سیل کردند، تا بمراد دل اندرین کار در آمد چون مردان راہ و بردر روضہ
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ بمصطبہ در نشست و تا آخر عمر از آن جہ
قدم بیرون نہاد از فیوض عالم قدس بہرہ ور گردید و وے را قبولی پیدا آمد۔ بس عظیم
مرجع فخر، و انڈیا و اکابر و اصاغر گشت۔ ہر مذورے و فتوحے کہ بوے رسیدے
مجاہدان روضہ شریف را دادے، تا کار بجائے رسید کہ مجاوران بے

۱۔ ”فتحات الانس“ میں منسلک ہر بیت حریق نوشتہ است۔ ”انا مکرانہ و قلبی صاحبی“

گفتہ وے آن فتوح را خودشان از میان برگرفتند وے ویردند وے وے فارغ
بود وے و سرخوش۔ شیخ من بوے بسیار آشنا بود۔ وے را اندرین طریق نیک می
ستود وے و از مردان راہ می فرمود وے۔ ویرگاہ بطوف حضرت خواجہ قطب الدین
شد وے، بوے شد وے۔ روز وے در اوایل بوے شد و گفت۔ در فلان مطلب من
توجہ نمای و ہمتے بر بند کہ زود بر آید۔ وے گفت بزرگان شہر تبرکاً بسر اے تومی آیند،
من کیاے این کارہ ام۔ غریبہ ام۔ عاجز و در ماندہ و سرفرو بردہ و درین گفتنی ہا۔
من وے را دیدم کہ نشانے از قبول دعا در چہرہ وے لایح بود۔ شیخ من بسیار خوش
بر خاست و ہم شیخ من روز وے از وے پرسید۔ بادشاہ زادہ وقت کہ بتور سیدہ بود چہ
گذشت۔ گفت روز وے جوانے پیش من آمد نہ دانستم کہ کیست؟ بنشست و سخنان
این راہ بمیان آورد۔ گمان بروم کہ کسے از سلطانیان است با ہوش و فہم۔ چون
نذر وے پیش آورد و رخصت خواست و برفت۔ من پرسیدم کہ، کسے بود۔ گفتند بادشاہ
زادہ من از بعضے اقرباے وے از مہادی احوال وے حکایات بہ تفصیل شنیدہ ام۔
انچہ نوشتہ شد زیادہ از آن می گفتند۔ بالجملہ از مقبولان درگاہ خداوندی بودہ است و مہ
از آن بودہ است کہ وے را بکرامات بستاند و خوارق عادت وے باز نمایند و من
وے را بسیار دیدہ ام اکثر ہمراہ شیخ خود (بوے رفتہ) و انطاف و اعطاف وے بر خود
یافتہ ام۔ پدر من بوے آشنا بود و اکثر بوے شد وے و از عجیب احوال و اطوار وے
حکایت کرد وے۔ روش وے آن بود کہ ہر کہ بوے شد وے چیز وے خوردنی ہا
حضر وے پیش آورد وے یا چند کاک کہ از لنگر حضرت خواجہ قطب الدین روزانہ بوے

رسیدے ایثار گردانیدے وہمکنان آیدگان را از راه خُلق وہم از سر احسان خوش
 کردے وہ بے قید آن (شرع) کہ اندرین روزگار شائع شدہ اند بوے شدنے و
 گنتگوی لاطیل و مخرقات بے مزہ پیش آوردندے۔ وہے بار آن ناخوشان
 طماع بر خود کشیدے و بیچ کس را از خوان انعام خویش نا امید گردانیدے و در جمیع
 احوال زندگانی نیک خوش داشتے و در طریقہ فقر و تجرد منبسط الحال و فارغ البال
 زیستے۔ وہے اندر محن خانہ خویش حجرہ خرد تر آراستہ بود، وصیت کردہ کہ چون من
 بروم اندر آن حجرہ مدفون سازند۔ وہے عمر دراز یافتہ بودہ است۔ وفات وہے در
 سال ۱۰۶۰ھ (۱۶۵۰م) است و قبر وہے ہمدراں حجرہ۔

فقیرہ گوالیاری

صاحب جذبہ قوی است و اہل سکر و مستی۔ وہے گوید کہ من وہ سالہ بودم کہ
 روزے بابا پیارے کو در را در یافتہ۔ نیاز آوردم۔ بابا خوشوقت شد و نظرے درکار
 من کرد و خود ششم و ہفت روز چیزے نخوردہ۔ آخر از خانہ برآمد و دیوانہ وار
 کریم و اردو زبان و سانسلی سندھی زبانہ ہر اہم زبانہ و صحبت خانیان پیرم و بحرین
 شریف مشرف شدم و برادہ نشلی باز آمدہ باچہ ملتان رسیدم و زیارت مشائخ آن
 دیار کریم و در ہندستان باز آمدہ با مجذوب صاحب احوال صحبت داشتہ۔ پسر
 زن مرا لے پیش آمد کہ بھر او بہستان در آمد و دوازہ سال اندر حال جذبہ
 در آن جا بنیہ زہد و درختان و گلی ولای بیچ چیزے نخوردہ۔ روزے اندر آن

جنگل دیدم کہ شیرے بزرگ در رسیدہ و ہفت شیر را کشتہ۔ درین اثنای
 پیرے (برے) قوی ہیت پیدا شد و آن شیر بزرگ را کشتہ و جنگل در رفتہ۔ من
 چرمے آن شیران بر آوردہ در عین مستی و ولہ لباس تن می ساختم و خوشا خوشا مست نہ می
 گردیدم و ہمدراں جنگل ماران بزرگ واقعی در گرد خود می دیدم و از پنج سبے و درندہ و
 گزندہ نمی ترسیدم۔ آخر الامر از آن جا ہا بر آوردہ در سادھورہ رسیدم و مریدے سید
 عبدالوہاب شدم در سلسلہ قادریہ۔ انتہی۔ آن فقیرہ در اوایل ہا کہ در ناحیت سنبھل آمدہ
 با حسن و لطافت بود و سرو پا بر ہنہ جا بجا گردیدے۔ پنج لباسے غیر ارستر عورت با خود
 نداشتے۔ جمعے عوام کہ حاسدان خام اند۔ زبان طعن بروے دراز کردندے و وے را
 اندر عشق جوانان متہم داشتندے۔ وے آن ہمہ می شنود و از طعن طاعنان فارغ
 بودے و اندر آن حال صحبائے سخت بر زدے و گفتے امروز مارا بجایان پنج کارے
 نماندہ۔ از رد و قبول کسان غمی و شادی ندارم۔ اللہ اللہ عشق من عشق (اللہ) است و
 بس اندرین وقت حکایتے بیادم آمد از ”سبحۃ الابرار“ کہ مولوی جامی بستہ اند۔

منظوم

پور عمران بدان بقعہ نور می شد از بہر مناجات بطور
 دیدہ در راہ شردوران را قاید اشتر مجبوران را
 گفت کز سجدہ آدم چہ تو تافتی روے رضا صاف بگوی
 گفت عاشق کہ بود کامل سیر پیش جانان نہرد سجدہ غیر

گفت موسیٰ کہ بفرمودہ دوست
گفت مقصود از ان گفت و شنید
گفت موسیٰ کہ اگر حال این است
بر تو چون از غضب سلطانی
گفت کین ہر دو صفت عاریت اند
گر بیاید صد ازین یا بزد
ذات من بر صفت خویشتن است
تا کنون عشق من آمیختہ بود
داشتم بخت سیاه یا کہ سفید
این دم از کشمکش اورتم
لطف و قہر ہمہ یک رنگ شدہ است
عشق شست از دل من نقش بوس
سر نہد ہر کہ ز جان بندہ اوست
امتحان بود محبت را نہ بجود
لعن و طعن تو چرا آئین است
شد لباس ملکی شیطانی
ماندہ از ذات بیک ناحیت اند
حال ذاتم زین متغیر نشود
عشق او لازمہ جان من است
در غرض ہاے من آویختہ بود
ہر دم دست خویش (دہم) نیم و امید
پس زانوے وفا نبشتم
کوہ و کاہم ہمہ یک سنگ شدہ است
عشق با عشق ہمہ مانند بس

پس از آن دارم آن فقیر و اندر آن حاسب جذبہ استقامتے نیک یافت و در مستی باہر
چہ از زبان بر آوردے، شدے۔ مردمان در اقبال و انکار وے دو فرقہ شدند۔ بعضے
می گفتند کہ وے از مجذوب صاحب احوال است، انچہ از وے ظاہری شود از قسم
خرق عادت است۔ و بعضے می گفتند چنے مسخرے شدہ ہر چہ بہست از آن بہست
نہیں مجذوب خیر بروے تہمت بود۔ چہ بخنان وے با معنی این راہ بود۔ ہر چہ گفتے از
ہرین کار بے خار گشتہ و معبود است کہ این حال ناقص فنون اہل تسخیر است و فن

تسخیر منافی حال دل پذیر۔ واللہ اعلم۔ میرسید فیروز، روزے مرا گفت کہ وے در
 قصبہ سہوان روزے مرا گفت کہ اپنے خلعتے و اضافہ و شمشیر و سپرے مکمل و
 مراتب دیگر برائے تو مہیا کردہ اند برو و فرا گیر۔ من در شگفت شدم، چہ گمان این
 ہمہ چیز بیکبارگی مرا نبود۔ خاصہ شمشیرے کہ در کار ہائے عمدہ ترمی دہند۔ درین
 اثنای رستم خان دکنی کہ من با وے لشکری بود مرا بمراد آباد طلبید و مہر بیشتر از بیشتر
 ورزید و بدان چیز ہائے گمانم مرا بنوا ختم و وکیل مطلق سرکار خود ساخت۔ (انتہی)۔
 در آن ایامے کہ مراد دولت ترک صحبت اہل دنیا نصیب شدہ بود۔ روزے آن فقیرہ
 در زاویہ من در آمد و سخنان این راہ گفتن گرفت۔ در آن اثناء ز نسبت خاصہ
 نقشبندیہ کہ در غایت خفا و استتار است بادائے ایما نمود کہ من متخیر شدم و نیز از
 روے تفاؤل و بشارت گفت کہ اندرین کار مردانہ باش و بیچ تفرقہ را بخاطر راہ مدہ
 کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمہ کار و بار ترا از کرامت خانہ غیب خود آسان خواہد کرد۔ وہم
 روزے وے بمن آمد مستانہ والہانہ اندر شوق و محبت الہی و نقش بندی را بآہنگ
 حزین و دلکش گفتن گرفت و تادیرے بسرانید و این است۔ (نقش)

مین اپنوں من ہر سوں جو رو	ہر سوں جو سب سوں تو رو
ناچ رچوتب کہو مہبت کیسوں	آں کاں در در بٹک بچھورو
آ کہین پا چھیں سوچ منیو	مانجھ بات منکا سو ہو رو
کھتو ہوئی سو کہ مری بجنی	کہیا پیو کا ہو گا ہو مکدر مو رو
الکھداس پر بھو لوگ ہنسٹ ہیں	لوک لاج تن کا ہو تو رو

داداے کہ وے می گفت مرا خیالے (حالے) در گرفته بود کہ نمی توانم گفت۔ وہم
 روزے وے چنین وقت آمد کہ من و قز اے گران جانے باہم نشستہ بودیم۔
 وے داداے مجذوبانہ سخنان این راہ گفتن گرفت۔ قز اغافل از حال وے بہ تمسخر
 در وے می نگرست و سخنان استہزاء آمیز بوے (گفتن) آغاز کردن۔ وے
 ازین معنی بر آشفت و بمن گفت ز بہار باین قوم نہ نشینی۔ ازین جماعہ حذر کرد،
 اوی است۔ چہ برادر منصور را ہمین مردم کشتہ اند۔ قز ابجواب وے باوجود
 قدرت کہ داشت باوے ہیچ نتوانست گفت و از آن جا بدر رفت۔ آخر سخن وے
 بوقوع آمد چہ آن قز از روے باطن با شیخ من نیک نبود من این نثار قز افہمیدہ
 بودم تا آن مجذوبہ مرا خوش بیا گامید۔ گویند وقتے یکے از لشکریان وے را
 آزارے داد و سخت دل آزاری کرد نہ تن آزاری۔ وے گفت اگر تو خراب نشود
 من فقیرہ نیستم۔ در روز کے چند آن لشکری بشدت تمام برفت از دنیا۔ پس
 از آن وے از آن مستی با کیفیت با برآمدہ بغربت و شستگی خو گرفت و بنکاح
 فقیرے درآمد کہ جوان بود و وے جوان تر از آن و با حسن و جمال زیادہ۔ آن
 زمان آن تصرفات و دعاوی ہا کہ داشت نہ مانند در زاویہ نامرادی پا برجا ساخت
 تا در نظر اہل این کار نیہ پسندیدہ و برگزیدہ آمد از ایام پیشین۔ زیرا کہ تصرف
 نہ در راہ تصوف بیکارہ است بہتر اہات صوفیہ درآمدن اہل این کار را نقص تمام۔
 از نفعات اناس است کہ درویشے در بادیہ نشستہ شد وے را از آسمان قدحے
 فرومنداشتند پر از آب سرد۔ آن درویش گفت بعزت فقر کہ نخورم آب مگر از

دست اعرابی کہ مرا سیلے زند و شرے آب دہد و از کر نہ بکراماتم نباید، از بیم غرور گفت، قادری کہ آب در جوف من پدید آری۔ یعنی کرامات ظاہری از مکر ایمن نبود۔ و در ”رشحات“ است کہ خواجہ احرار فرمودند مکر الہی دواست یکے بہ نسبت عوام دیگرے بنسبت خواص۔ مکرے کہ بنسبت عوام است از دیا و نعمت (است) با وجود تقصیر در خدمت۔ و مکرے کہ بنسبت خواص است ابقائے حالت با وجود ترک ادب۔ در ”نفحات الانس“ است کہ شیخ الاسلام گفت حقیقت بکرامات درست نہ شود کہ حقیقت خود کرامت است و کرامات کہ ابدال و زبانا را بود از مکر و غرور ایمن نباشد۔ عطا ہارا چون بآن نگری ترانہ گذراند (کہ بر باد شوی)۔ عطا از معطلی بین و کرامات از۔ مکر مرا و گفت کرامات ناگاہ مرد را ازین کار بیرون آرد۔ چون موے از ضمیر صوفیان بکرامت رو کند آن خود نت را بود بر ایام ایشان۔ و ہم در ان کتابست کہ ابوالخیر تیناتی گفت۔ ہر کہ عمل خود ظاہر کند مرانی است و ہر کہ حال خود ظاہر کند مدعی است۔ وقتے یکے را دید کہ بر آب می رفت۔ وے بر کنارہ دریا بود۔ گفت این چہ بدعت است با خشکی آی وی رو (برو) و وقتے دیگرے را دید کہ در ہوامی رفت گفت این چہ بدعت است فرود آی و برو۔ آخر بانگ بروے زد کہ کجای روی گفت، کج۔ گفت اکنون برو۔ و ہم در ان کتابست کہ ابو عمرو مشقی گوید چنانکہ فریضہ است بر پیغمبران اظہار کرامات و آیات و معجزات۔ ہم چنان فریضہ است بر اولیا پنهان داشتن کرامات از خلق تا در قنہ نینتند۔ در ”رشحات“ است کہ حضرت شیخ عبدالکریم یمنی فرمودند کہ مرا پدرے (مریدے) بود کہ بروے آب

می رفت و قدم بر ہوا نہاد و لیکن بوے از تو حیدنداشت۔

جمال چندیری

باحسن و جمال بود۔ شوہر وے صاحب مال بود۔ از برکت صحبت درویشان صاحب احوال حال جمال دیگر منوال (شدہ) است و اندرین کار نیک درآمد، چون مردان راہ۔ چون شوی وے بمرد وے خانہ و متاع خود را بر فقرا و درویشان و صلحا و صفا کیشان وقف ساخت و در خدمت ایشان خود را نیک در انداخت و اندرین راہ کشادہای یافت و آرامے و جمعیتے پیدا کرد۔ من در سال ہزار و چہل داند تقریباً پچندیری رفتہ بودم۔ طواف مزارات و زیارت درویشان با برکات آن جا کردم۔ روزے بدیدار آن جمال رستم، دیدم کہ قصرے خوش مصفی آراستہ است و روح افزای و دل کشای و اندر آن قصر جا بجا درویشان آزاد را سکونت دادہ و ہمکنان بر خوش و خورم نشستہ و افتادہ و وے (با) زینت با شکوہ و نورانی طلعت و مشغول بکفایت۔ من در آن وقت لشکری بودم لیکن طالب درویشان و شیفتہ دیدار و صحبت ایشان۔ وے مرا پو بدید متوجہ من گردید و از روے لطف نیک پرسید۔ چون برخاستم از ہمسایہ باے استفسار وے کردم۔ ہم گمان متفق الکلمہ گفتند چون شوہر وے مرد وے۔ جوان بود مال شوہر را با فقیران و قنڈران جوان بخورد (بخوراند) و ضائع ساخت و خوراند و باد یہ ضدالت انداخت۔ ما اورا واگذاشتیم کہ از حالت (اصالت) قوم ما برآمد۔ امروز ما با وے را اندر قبیلہ خود راہ نمی دہیم۔ خوب یکجا

خراب شد (چون یکے خراب شد) (برخاستہ بہ) من بارفیعہ گفتم۔ سبحان اللہ نے
 کہ در راہِ خدا آمدہ است و صاحبِ احوال شدہ و از راہِ باطن بمرتبہٴ خاص بل اخص
 رسیدہ، وے را مردمِ اراذل خیس بل اخص چنین و چمن می پندارند و بمرتبہٴ فروتر از
 خودشان می انگارند۔ و من تماشاے بہ ازین دیدہ ام بشنو کہ در شہرِ دہلی خانہٴ زادہ بودہ
 است خانشہ نام کسب این جماعہ معلوم عالمیان است۔ و وے را چند پسر بود۔
 از آن میان یکے عبدالطیف نام را حق سبحانہ تعالیٰ توفیق رفیق داشت۔ اولاً از قوم
 خویش بر کند و بصحبت طالبِ علمان افتاد و تحصیلِ علومِ دینیہ نمود و مقبولِ علم و فضلاء
 گشت۔ روزے یکے بخانشہ گفت کہ پسر را چرا با خود نمی داری و آوارہ و پریشان چون
 می گذاری۔ گفت چہ کنم سعی من بجائے نمی رسد و گفتہ من در وے ہیچ اثرے نمی کرد
 رفت و بصحبت طالبانِ افتاد و خراب شد و ماہم وے را واگذاشتیم۔ خوب یک بیضہ
 گندہ شد، شد۔ پس از آن عبدالطیف را داعیہٴ این راہ بدل پیدا آمد و بصحبت
 درویشان و فقر افتاد و صاحبِ ذوق و شوق شد و در طریقِ معاملات مستقیم الحی ل گشت و
 قبولی پیدا کرد و او در روضہٴ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ سکونت گرفت و طریقہٴ
 ریاضت و مجاہدت اختیار نمود و جمعیت و آراے نیک بہم رسانید و قبولِ خاطر اہل اللہ
 گردید۔ من وے را در شب عرس شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ در روضہٴ ایشان
 دیدہ ام و آشنا شدہ وے بآن فضائل با شعار ہندی میبہ ہم داشتہ و از سر ذوق خواندہ و
 من ہم از ہندی خود خواندم و وے خوشوقت شدہ و آن شب با شراح

تمام انجامیدہ و دے ہم در آن ایام با ذوق برفته از دنیا در سال ہزار و شصت و اند (۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰م) و قبر دے بجوار روضہ شیخ است۔ درین وقت حکایتی بیاد آمد از تفسیر "بحر الدرر" تصنیف مولانا معین و اینست۔ کہ

"قال الأُصمعی رحمة الله رأيتُ اعرابياً بالبانية (بالبادیه) و بيده سيفٌ مسلونٌ و فطنتُ انه سكرانٌ و قال لي اترع ثيابك و لا تخرب بيتك بموتك فقلتُ اتدري منُ انا؟ فقال ليس بقطاع الطريق معرفة الاحد و لو عرفتُك لانك كثر المعرفة فقلت له اما تعلم ان الله يطالبك لما تفعل بي فقال لا بد من الرزق ان طالبني بفعلی طالبة برزقي فقلت له كانك تطلب رزقك على الارض قال فاین اطلبه قلت و فی السماء رزقکم و ما توعدون (اتوآن) رمی السيف من يده۔ فقال استغفر الله رزقي فی السماء و انا اطلبه فی الارض فلم يتم كلامه حتى ظهر بين يديه رغيفان و قصعة مرقّة حارة۔ ظهر دالك من حسن توفيقه و صدق بيته فالتفت الى فقال هديک الله تعالى کما هديتنی الى الرزق و حیرت من شاهه و سرقیت ساکبا معجبا بقدّر الله تعالى و لا عجب من دالك لانه قادر۔ فلما كان العام القابل حاحت بمكة مشقة مراقبه و بعد ذالك هی الطواف فعرفنی فقال او

ما كنت صحبتني بالبادية فقلت بلى قال لي ما اسمك
قلت. اما الاصمعي قال يا اصمعي من ذاك الوقت الى
يومنا هذا يا تبنى في كل ليلة رغيفان و قصفة مرقّة جارة
و انا من ذاك الوقت على العبادت الى الآن لا افعل
شيأ الا بما امرني ربي فقال لي يا اصمعي زدي من
ذاك الشعر قلت ما هو الشعر انما هو كلام الله تعالى
ثم قرأت فَوَرَّبَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اِنَّهُ، الْحَقُّ مِثْلَ مَا اَكُم
تَنْطَقُونَ۔ فتغير و جهة قد لقيت فرايضه تهتر من الحروف
خلفاً و اماماً ثم وقع على وجه فوحده مينا۔ قال
الاصمعي فاذا الهاتف يقول بالله من اراد ان يصلي على و
ولي من اولياء الله تعالى فليصل على هذه البدوي قل
فغسلناه و دفساه فرايته، في الماد بعد الاسوع على
هيت (حسبة) فقلت بماذا بلغت الى هذه المزة قال
سماعي بقراءتك القرآن. آمين۔“

نخن پیر ہری (بروی) مشہور است۔ ”ابو جبل از تعبہ برآمد، ابراہیم از
بت خانہ کار بعنائیت است یاقی بہانہ۔“ ذالک فضل اللہ رنہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم۔

خاتمہ در عرض بعضے از احوال ابائے کرام و اقربائے عظام
کاتب حروف ختم اللہ لہم بالخیر۔

گوید فقیر حقیر محمد کمال محمد بن سید لعل بن سید بدہ بن سید حامد بن سید چاند بن سید
معروف بن سید مجد الدین بن سید عزیز اللہ بن سید شرف الدین بن سید علی بزرگ
بن سید مرتضیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل واسطی بن سید داؤد بن سید حسین
بن سید علی بن سید ہارون بن جعفر ثانی بن امام ہادی علی نقی بن جواد محمد تقی بن امام علی
رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن
امام حسین شہید بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم و قدس اللہ اسرارہم کہ احوال
اکثرے از بزرگان اندر کتب تواریخ سلف مسطور است و برالسنہ مذکور اما در
”ثمرات القدس“ مجملے از احوال سید شرف الدین و بعضے از اولاد و یاران وے
چنین می نویسد کہ سید شرف الدین امر وہ بہ ملقب بصاحب ولایت نور اللہ مضجعہ۔
وے از بزرگان سادات واسطہ است صاحب خوارق جلیلہ و کرامات عظیمہ و در
علوم فہمی و باطنی مجہد وے کسے بوے نرسیدہ در زمان سلطان فیروز کہ عامہ
ہندستان وے را خاتم بادشاہان گویند، ہمراہ پدر خود سید علی بزرگ با جمعی کثیر براہ
ملتان ہندستان آمد و در سرزمین کہ اکنون ”امروہہ“ است اقامت گرفتہ و بعد از
چند گاہ پدر را بان جماعہ گذاشتہ۔ خود بجانب دامن کوہ شصت کروہے رفتہ در درہ

کو ہے بعبادت حق سبحانہ مشغول گشت۔ می آرند کہ شیخ شرف الدین پانی پتی بطریق طے ارض آمدہ باوئے ملاقات نمود چون زمانے بگذشت و صحبت گرم گشت شیخ (شرف الدین پانی پتی) از روئے انبساط بوئے گفت کہ ما گرسنہ ایم و میل گوشت داریم۔ این تعلق بشما دارو۔ گوشت از شما و نان از ما۔ وے بخادے گفت کہ عقب این پشتہ رمنہ آہوان ایستادہ یکے از آہوان بگو کہ ترا شرف الدین صاحب ولایت می خواند۔ رحم نما کہ مہمان عزیز رسیدہ است۔ خادم رفت و آنچہ بہاوے گفتہ بود با آہوان گفت۔ آن ہمہ رمنہ اجابت نمود و روان شد۔ خادم گفت ہمہ را سید نخواستہ۔ بلکہ یکے از شما طلبیدہ۔ ازین سخن رمنہ ایستاد و آہوے را از میان خود بیرون فرستاد۔ خادم آن را در نظروے بیاوردہ و ذبح کرد آنچہ از گوشت در کار داشت برگرفت و کباب ساخت و بوے آورد پس شیخ (پانی پتی) گفت۔ گوشت ما حاضر است نان شما کو؟ شیخ دست در ہوا کرد و چند تائے نان برگرفت و پیش وے نہاد۔ ہر دو بطعام مشغول شدند۔ بعد فراغ طعام وے بخادم فرمود کہ باقی گوشت و پوست و استخوان را حاضر گردان خادم چنان کرد وے دید کہ استخوان قبرغہ آہو شکستہ شدہ است۔ خادم را گفت۔ نبی کردہ بودم از شکستن استخوان۔ چرا چنین کرد، اکنون برخیز و چوبے را بر تراش و براستخوان شکستہ بر بند۔ خادم چمین کرد آن گاہ وے از کوزہ خود مشتے آب برگرفت و بر آن گوشت و پوست و استخوان پاشیدہ گشت ”قُم باذن اللہ“۔ آہو برخاست و سر بر زمین نہاد و برفت و رمنہ خود رسید این نقل از راویان بطور دیگر ہم گویند اما اصح آنست کہ نوشتہ شد۔ گویند بعد از وفات

وے روزے سلطان فیروز در آن سرزمین شکار می کرد۔ همان آہورابوز سلطان
 بگرفت۔ چون پوست باز کردند چوبے در پہلو یافتند۔ سلطان تعجب نمودہ فرمود کہ
 درین کوہ تفحص نمایند شاید مردے را دریا بند کہ این حال از وے منکشف گردد۔
 آن خادے را کہ در حضور وے این امر واقع شدہ بود، یافتند و پیش سلطان آوردند
 سلطان از وے سبب آن را پرسید وے آنچہ دیدہ بود تمام باز گفت۔ می آرند کہ در
 آخر عمر شریفش در قبایل وے کار چیزے در میان آمد۔ کس فرستادند و التماس مقدم
 شریف وے نمودند اجات فرمود۔ اتفاقاً در آن جای کہ وے می بود درختے چند
 ایستادہ بودند و وے در سایہ آن می گذراند آنکس را نزد خود خواند و گفت ازین جاتا
 امروز بہ مسافتے بسیار است و ہوا در غایت گرمی و راحلہ نداریم چون مرا بان
 درختان مدتے است کہ موانستے غظیم در میان آمد و امید می دارم کہ اللہ تعالیٰ ز نہار
 از من جدا نگرداند و در حیات و ممات با من دارد و الی ل راحلہ من ساز و این بگشت و
 ساعت خوب سر در پیش افکند۔ بعد از زمانے سر بر آورد و گفت برخیز کہ اینک بسواد
 امروز بہ رسیدیم۔ آن مرد حیران ماند۔ چون نیک نظر کرد دید کہ چنانست کہ وے می
 فرماید پس برخاست و در میان قوم آمد و یک روز بایشان بود۔ روز دیگر قوم را
 حبیدہ فرمود کہ این درختان را درین جامی گذارم از انکہ من اندرین سرزمین
 مدفون خواہم شد چون مرا وقت برسد باید کہ نعش مرا آوردہ در میان این درختان
 مدفون سازند۔ بعد از وفات وے چنان کردند۔ وفات وے در ہشتم ماہ ربیع
 الاول است از سال غت صد و ہشتاد و سہ (۷۸۳ھ) زبانی شخصے تاریخ فوت

مخدوم صاحب ولایت کہ شنیدہ شد مخالف صاحب کتاب می آید۔ ”قدم مردانہ فوق
 (لامکان) زد“ (۷۳۷ھ) و از ثقات آن جا استماع یافتہ کہ در روضہ مہتر کہ وے
 کز دم بسیار بند بکس آزارے نمی رسانند بانکہ در دست می گیرند و مردمان ہم کہ جا بجا
 می برند۔ نیش نمی زنند۔ راقم حروف کز دم ہائے آن جا را بسنبھل آورده است ہم
 دیرین جانیش نمی زنند۔ وہم در ”ثمرات القدس“ آرد کہ سید عزالدین
 (عزیزالدین) نیز از سادات واسطہ است و از اصحاب سید شرف الدین صاحب
 ولایت صاحب کمالات صوری و معنوی بودہ۔ گویند چون در امر وہہ وفات یافت در
 محاذی روضہ صاحب ولایت دفن ساختند۔ مدتے مدید بروے بگذشت،
 قبر وے مسہر گردید و علامتے از آن نماند و در آن زمین تعمیر ساختند و درختان نشانند
 تا آنکہ در سال نہ صد و ہفتاد مردے صالح جنم نام را بابا بند وے قضیہ در میان آمد۔
 ہر چند نزد حکام و خواص و عوام امر وہہ رفت داشت ندادند چون از ہمہ مایوس شد وے
 توجہ بروضہ صاحب ولایت آورد و چند شب در آن جا ماند و بجز و نیاز بسیار آورد و
 شبے در خواب دید کہ صاحب ولایت با وے می فرماید کہ ہر کہ از برائے حاجتے و منہ
 در روضہ ما آید تا آنکہ چہل صبح ترک نکند آن حاجت راقم سبحانہ بوے بدہد۔

در نسخہ ندوہ ”موافق“ نوشتہ است ۴ در نسخہ ندوہ این عبارت است کہ این زیادہ صحیح
 و درست است ”زبانی شخص تاریخ فوت مخدوم صاحب ولایت شنیدہ شد موافق نوشتہ صاحب
 کتاب آمد ”قدم مردانہ فوق لامکان زد“ (۷۸۳ھ ۱۳۸۲م)

مورخ امر وہہ علامہ محمود احمد عباسی تاریخ وفات آن مخدوم بحوالہ مولوی سید اعجاز حسن

اگر می خواہی کہ زود بمقتصد درسی بر خیز و همراه من بیات ترا بخند مت بزرگے ببرم کہ
نامش سید عزیز الدین است و انیک در جوار من آسوده۔ چمن گوید کہ صاحب
ولایت این بگفت و دست مرا بگرفت و از در روضہ خود بیرون آمد، قدے چن
برفت بجای رسیدیم کہ مردے نورانی باہیت و وقار بر بالائے صُفہ ایستاده چون
وے را بید از صُفہ بزریر آمد و دریافت و مارا بالائے آن صُفہ برد و ہر دو بنشستند
ساعتی ہر دو مراقب شدند پس صاحب ولایت سر بر آورد و مرا پیش خواند و روے
توجہ بسید عزیز الدین آورد و گفت این مرد از ظالمے ایذا کشیدہ می کشد باید کہ توجہ
خود را از وے دریغ نداری کہ حوالہ کار این مرد بتورفتہ۔ این بگفت و مرا باوے
بمذاشت و خود بروضہ خود برفت۔ پس وے احوال من پرسید۔ احوال خود
مشروحاً معروض داشتم چون تمام احوال شنید بیکے از آن جماعہ کہ باوے بودند
فرمود کہ برو و بند وے کہ باین تعذی کردہ حاضر گردان، آن کس برفت و بند و
حاضر کرد۔ مرا گفت بر خیز و در برابر وے بنشین و ہر دعوی کہ داری بگو۔ من در پہل
وے نشستم و قضیہ خود تقریر کردم۔ بند و نیز در برابر من خن کرد۔ خن وے را رد نمود
فرمود چہ ابر این مرد ظلم می کنی ازین در گذر۔ آن بند و کہ بر سر عن دو ظلم خود بود مظن
براستی نمی آمد محکمہ وے در از گشتہ مرا پیش خواند و شمشیرے بدست من داد و فرمود
گردن این ظالم را بزدان۔ من گردان وے را بزدوم۔ تبسم فرمود و شمشیر از من گرفت
و گشت برہ کہ ز شہ این ظالم خداے تعالی ترا خلاص داد و اما باید کہ علی الصبح از
درین نہ زمین آئی و اندکے خاک ازین صُفہ کہ می بینی، برداری، قبرے ظاہر خواہ

شد آن قبر من است۔ آن را مرمت نمای و در همان جا زاویہ برائے خود راست کنی و ہر مشکل کہ ترا و سائر خلق را روی دہد توجہ بمن نمای کہ من شاید حال تو شوم و حل آن مشکلات کردم (کنم) و مرا رخصت فرمود۔ چون از خواب بر آمدم، حیران واقعہ خود بودم کہ بنا گاہ شخصی از در در آمد و گفت۔ شاد باش کہ فلان ہندو کہ بر سر تو ظلم می کرد، امشب دزدان وے را بقتل رساندند۔ یقین دانستم کہ بہمان شمشیرے کہ در خواب بروے زدہ ام کشتہ گشتہ۔ برخاستم و متوجہ روضہ صاحب ولایت شدم۔ چون بآن جا رسیدم، از پئے تفحص زمینے کہ شب مرا نشان دادہ بودند شنیدم (شدم) در اطراف روضہ وے جاے را بشناختم۔ بیلے گرفتم و اندکے خاک از روے آن صفہ برداشتم۔ قبرے ظاہر شد۔ پس آن جا را پاک ساختہ، آن قبر را راست نمودم و برائے خود زاویہ در آن جا بکردم آنچہ بمن می فرمود آن ہم چنان می شد و مرا و خلقتے ابنوہ و قتیکہ را مشکلی روے می داد و رو، بمن می آرند من توجہ بروح پر فتوح وے می کردم (روح) وے بر من ظاہری شد و حل آن مشکلات می نمود و از مطالب خبری داد و مدعاے ہر یک را می گفت و من بانہامی گفتم۔ گویند این مرد جمن تا زمان خلافت اکبر بادشاہ در قید حیات بود۔ آخر الامر در سال نہ صد و نو و (۹۹۰ھ/۱۵۸۳م) ازین جہان در گذشت و در جوار قبر وے مدفون گشت۔ و ہم در ”ثمرات القدس“ می آرند کہ قاضی عبداللطیف امر وہہ از ملک واسط است قنضی القضاۃ آن دیار و از فحول علمائے روزگار خود بود، چون بہ ہندستان اتفاق وطن افتاد۔ دست از ان منصب باز داشت (و زو بہ عبادت حق تعالی آورد و بہ مرتبہ کمال

رسید۔ گویند چون وے مختصر گردید بتا شے را کہ در امر وہ مشہور بود طلب داشت^۱ و در برابر ہائے کفن خود آن را داد و گفت ز نہار گرد قبر من نگر دی وے این معنی را قبول نمود بعد از آنکہ وفات یافت و وے را بگور کردند۔ آن بتا شے را قوت طامعہ در حرکت آمد و عہد خود (را) فراموش کرد۔ رفت و قبر وے بکند، چون دست دراز کرد و خواست تا کفن برگیرد۔ وے دست وے را بگرفت آن بے چارہ از ہیبت در ساعت جان داد۔ صاحبش۔ ہر چند جہد کرد کہ دست وے را خلاص گرداند، نشد۔ این خبر بسید شرف الدین کہ ذکر وے ان شاء اللہ آید بر سر قبر بایستاد و گفت۔ ”قاضی را بتاید کہ بر ہمہ خود را ظاہر سازد کہ شرط این راہ نیست“۔ دست وے را بگذاشت۔ خادم وے صاحب قبر را در خواب دید کہ می فرمودند آن بتا شے را در جوار من دفن نمایند کہ اللہ تعالیٰ وے را بیا مرزید و فرمود ہر کہ بزیارت تو آید اول زیارت قبر وے نماید اکنون قبر وے بجانب پایے اوست۔ ”یزار ویتبرک“ وہم در ”ثمرات القدس“ می آرد کہ سید شرف الدین امر وہ بہ الملقب بہ بیہائمیر وے نبیہ و سید شرف الدین صاحب ولایت است کہ با پدرش میر سید علی در واقعہ نمود کہ حق سبحانہ تعالیٰ ترا پسے دہد کہ جہان را از وے افتخار شود۔ چون متولد شد ”شرف الدین“ بتا شے نہاد و جہانگیر قبش کرد۔ گویند چون وے بحد تمیز رسید مرید پر خوانا گردید۔ از وے رخصت خواست و بدہلی شد۔ آن جا در خواندن علوم غور تنہیہ نمود، نخستے برخود اختیار کرد چنانکہ در روز

تعطیل از برائے خود قوت کاچی می پخت و آن را در تغارے می کرد و بکار و لقمہ لقمہ می کرده و نگاه می داشت۔ چون علی الصبح خواستے کہ بدرس رود و لقمہ از آن برداشتے و در دہان نہادے و فرو بردے۔ و ہر کتابتے کہ در آن ایام از پدر و مادر و خویشاوندے بوے رسیدے نخواندے و در کوزہ (انداختے) تا در اندک فرصت براقران خود فایق آمد۔ چون از تحصیل فارغ شد پدرش کہ قاضی بود، وفات یافت۔ بادشاہ وقت را ازین خبر شد و گفت۔ وے را بیچ خلفے مانده؟“ گفتند۔ دو پسر است۔ از ان یکے اندرین شہر است از تحصیل علوم فارغ شدہ و تعریف کمالات وے بسیار کردند۔ بادشاہ وے را بحضور (خود) طلبید و از وفات پدرش اعلام نمود۔ وے کریمہ ”انا لله و انا الیہ راجعون“ را بر خواند۔ بادشاہ گفت۔ اکنون بجای پدر خود نشست کہ ترا شائستہ آن مقام می یابم۔ وے از آن امتناع کلی نمود بادشاہ قبول نکرد و فرمودند تا خلعت آوردند و تحکف تمام بروے پوشانیدند و فرمان زمین و قضا بودے سپردند۔ بنا بر مضمون ”اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم“ قبول نمودہ و از پیش بادشاہ بیرون آمدہ و خلعت و فرمان را بخادے سپردہ، راہ امر وہہ پیش گرفت۔ چون دوسہ منزل برفت سید محمود برادر وے اندر راہ پیش آمد۔ پرسید کجای روی؟ گفت می روم تا ملک و بانے را کہ

۱۔ از روے تحقیق علامہ محمود احمد عباسی مورخ امر وہہ، در ”ثمرات القدس“ نسخہ نیشنل میوزیم دہلی نام محمود نیست صرف لفظ ”برادر“ نوشتہ شدہ است۔ صاحب تاریخ واسطیہ امر وہہ قبل لفظ برادر نام ”سید محمود“ را اضافہ کرد و نسب خود را از آن سید محمود متصل کردہ است۔ نام برادر سید شرف الدین جہانگیر ”سید تاج الدین“ است۔ سید محمود نیست۔ نام سید محمود در نسخہ ندوۃ کتبہ نہ خوارا پیور البیتہ موجود است۔ واللہ اعلم۔

از پدر مانده فرمانے بیارم تا کہے را دخل دران نماند۔ وے خادم را گفت کہ آن فرمان و خلعت پیش برادر آر۔ آورد و گفت کہ اگر برانے این می روی حاضر است برگیر۔ برادر گفت من بفرمان و خلعت آورده تو احتیاج ندارم خودی روم و فرمان و خلعت می آرم۔ وے گفت این ہرگز صورت نہ بند و باقی امر تراست۔ این بگفت و برخاست۔ برادر بطرف دہلی روانہ شد و وے بامروہ آمد۔ چند روزے دران جا بود۔ آن فرمان و خلعت را یکے سپرد و گفت۔ یقین دانم کہ برادر کارے نساختہ باز گردد۔ چون باین جا رسید۔ این امانت را بے سپاری و بگوئی کہ جائے ابا و اجداد خود بصفادار و کدورت را دران راہ مدہ۔ این بگفت و خود از برائے عبادت بکوہے کہ جد بزرگوارش بے رمی برد۔ رفت و مشغول گشتہ و آن محمود برادر وے بدہلی رفت۔ کہے از وے اعتبارے نگرفت۔ باز بامروہ آمد و بہمان فرمان و خلعت در ساخت و بجائے پدر بنشست و بامر قضا مشغول گردید۔ گویند چون سید شرف الدین کہ بکوہے رفتہ بود و مشغول گشتہ غلامے با وے بود۔ در شب یکے از اعیادی غلام را بنی طر رسیدہ کہ آہ فردا در امر وہہ در عید گاہ خلایق جمع خواہد شد و با یکدیگر مصافحہ خواہند کرد۔ وے خوابش غلام را بنور باطن دریافت۔ غلام را گفت۔ امشب تجر و ما بنحو اب روی تا فردا تماشاے عید و عید گاہ مشاہدہ نمای۔ وے چنان کرد چون از خواب در آمدہ خود را در امر وہہ یافتہ۔ تعجب نمودہ قدم پیش نہادہ دید کہ خلایق کثیر روی بعید گاہ آورده اند۔ آشنایان وے را پیش آمدند۔ بایشان بعید گاہ رفت و نماز بایشان بگذار و مصافحہ نمودہ و ہمراہ ایشان بامروہہ باز گشت۔

چون شب در خواب شد و از خواب چشم بکشاد و باز خود را در خدمت وے یافت
ازین باز آمدن بکوه حیران تر ماند۔ می آرند کہ چون وفات وے نزدیک رسید از کوه
بامروہ آمد جمیع اقربا و خویشان و یاران را جمع نموده گفت۔ حالے من ازین عالم می
روم۔ می باید کہ تجہیز و تکفین نموده در پہلوے جد بزرگوار و پدر نامدار من دفن کنید بہ
جائے خواب آمدہ و سر بر تکیہ نہاد و دست راست زیر رخسارہ چپ۔ و چشم بر بست و
گفت ”اللہ“ و بالحق و اصل گردید در ششم ربیع الاول از سال دہم۔ و ہم در
ثمرات القدس“ می آرد کہ سید محمود دودھ دھاری از ابناءے صاحب ولایت است
وے دست از طعام کشیدہ داشتہ مگر قدرے از شیر کہ بآن اکتفای کردہ و معنی
دودھ دھاری آنکہ کسے بقوت شیر باشد۔ گویند وے در صحرا با و کوه ہائے مہیبہ کہ بیچ
گا ہے قدم آدمی زاد بدان جان رسیدہ عمر خود را بعبادت باری عز اسمہ بسر می برد و
باشیر و پنگ موانست داشت و گا ہے سوار شدہ بشیر می آمد۔ روزے یکے از
مریدان وے یکے می گفت کہ پیر من گا ہے شیر سواری شد و مار را چچی می کند۔
آنکس گفت تو نسبت پیر خود چنین اعتقاد داری لیکن ما مردم تا پنجمینیم باور نکنیم و
اندرین گفتگو بودند کہ غوغائے عظیم از شہر برخاست۔ گفتند کہ میر سید محمود بر شیر سوار
شدہ و مار را تازیانہ کردہ بشہر در آمدہ۔ زمانے نگذشتہ و نزدیک بمرید آنکس بر سیدہ
و روے بوے آوردہ و گفتہ سگے (شیرے) را مطیع خود ساختن و برے را بدست
گرفتن چہ کار است۔ کار ازین بالاتر است۔ چون فرزندم با تو سخن بمیان آوردہ
(بود) اگر باین ہیئت نمی آمدم، انکار اولیاء می کردے و این انکار بکفر و زندقہ می

افگند، نخواستم کہ بکفر و زندقہ افتی، این بگفت و باز گشت۔ انتہی۔ پوشیدہ نماند کہ انچه
 در ”ثمرات القدس“ نوشته شد، پدر من زیادہ از آن ہم می گفتند۔ و احوال
 صاحب ولایت و اولاد و اصحاب ایشان نوشته شدہ۔ و از سادات امروہہ زیادہ
 از ان ہم نقل ہای کنند۔ اما اکتفا بر ہمین نموده شد، ہم پدر من نیز می گفت کہ از
 صاحب ولایت دو پسر ماندہ سید میر علی و سید عزیز اللہ و از اولاد این دو عزیز، چہ در
 امروہہ و چہ در سنہجل و چہ دیار غیر ذالک مردم بزرگ نامدار و اہل این کار پیدا
 شدند، چنانچہ ظاہر است۔ و ہم پدر من گفتے کہ سید چاند بن سید معروف بن سید
 مجد الدین بن سید عزیز اللہ بن صاحب ولایت در قریہ بود پور (بھوج پور) از
 مضافات امروہہ سکونت داشتہ و بمعاملتے نیک و استقامتے تام بسر می بردہ و اہل
 این کار بودہ۔ وقتے شیخ عمر شہ سنہجل را بوے اتفاق ملاقات افتادہ و عمر شہ و فتح شہ دو
 برادر بودہ اند۔ ہر دو عالم و فاضل و بزرگ از مشاہیر روزگار صاحب جاہ۔ آخر عمر
 وے شہ بسید چاند گفت سید چرا نہ در شہر سنہجل آی و اقامت گیری و من دخترے
 دارم نامزد سید چاند (حامد) پسر تو کنم۔ سید چاند این معنی قبول کرد و سنہجل آمدہ۔ بی
 بی خدیجہ دختر عمر شہ بکبانہ عقد سید حامد درآمد۔ و از آن مرحولی و باغ و املاک بنام
 آن بی بی شد و اتفاق توطن افتاد۔ امروز از آن باغ چند درخت انبہ ماندہ کہ
 مشہور ”چندان پئی“ است و آن حویلی ہمین ”سید واڑہ“ است و سید چاند را دو پسر
 بود، یکے آن سید حامد کہ جد پدر من است و دیگرے سید اکرم و سید اکرم نیز دو پسر
 داشت۔ یکے سید امجد پدر سید فیروز و دیگرے سید اشرف پدر سید شاہ محمد۔ و این

ہمہ بزرگان بودہ اند موصوف بصفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ۔ چنانچہ تقریباً احوال بعضے از ایشان در محل خود اندراج یافتہ است و از سید حامد یک پسرے ماندہ سید بدہ کہ جد منست و دے منصبے داشتہ بدرگاہ اکبر بادشاہ معزز بودہ و روشناس چنانچہ روزے وے بحضور بادشاہ ایستادہ بود۔ بادشاہ ڈولچہ بدست گرفتہ آبے را از حوض چہ چرم کہ در سفر می باشد می بر آورد و در ظروف مصلیان بجہت وضوی ریخت۔ درین اثناے آن ڈولچہ را بدست سید بدہ داد و گفت۔ سید بدہ ہر مصلی کہ آب وضو خواہد بدہ۔ و بادشاہ رفت در مسجد خیمگی بر مصلانشت و سید بدہ تا وقت تکبیر نماز آب را بمصلیان می دادہ، چون تکبیر گفتند (بہ) نماز فرض حاضر شد۔ وہم پدر من گفتے کہ پدر من با بسیارے از درویشان صاحب کمال و مجاذیب اہل حال صحبت داشتہ بود و محبت این طائفہ بدل او جا کردہ۔ وقتے کہ دے بزین مشرق بودہ است با شیخ احمد میرنخی (برہی) اخلاص و محبت پیدا کردہ و بوقت مراجعت بسنبھل شیخ احمد را با اہل وے بی بی پھول نام با خود آوردہ در منزل خود جا دادہ و مدتے چند این جا بودہ۔ پدر من گوید کہ من در آن مدت دوازده سالہ بودم۔ آبدہ چچک بر آوردم پدر من مراد نظر شیخ احمد آورد۔ وے ریزے خاکسترو دعا بران خواندہ بر تمام بدن من بمالید از مالیدن آن زودیہ شد و ہم پدر من کوزہ پر از خاکسترا پیش شیخ آوردہ و دعائے وے خواندہ (خوانانیدہ) نگاہداشت۔ تا آن خاکسترا ماند، (بیماران) صعب چچک بسیار بہ شدند۔ و چون سید بدہ با کبرآباد رفت، شیخ را با خود برد۔ روزے ہمراہی بادشاہ بفتح پوری رفتند جمعے نو کران و اشکریان ہمراہ بودند۔

انشاء راہ رفتن ابرے مہیب غرندہ در رسید و از ہر چار جانب گلہ در بست۔ سید (بدہ)
 بشیخ (احمد) گفت۔ شیخا! با چل و پتجاہ کس می رویم و در راہ جاے پناہ نمی نماید و بارانی
 ہمراہ نے، حال چون خواہد شد وے بگفت غم مخورید و از پے من بیائید وے بر پشتہ شد
 (و بایستد و ہر ہمہ را اسے از اسماء الہی بیاموخت ہمکنان خواندن آغاز کرد باران چون
 باریدن گرفت بر پشتہ نبارید) و در زیر پشتہ و اطراف آن باران عظیم بارید و سیل ہا
 دوید۔ چون باران در ایستد وہ، این باروان شدند با جامہ ہاے خشک و پاک و صاف۔
 آمد شدگان آن راہ از مشاہدہ حال شان در شگفت می شدند و این تصرّفات شیخ بودہ۔
 از شیخ احمد اشعار یست ہندی فصیح و پر معانی۔ حقائق این راہ را نیک گفتہ و در سفینہ جد
 من کہ الان با من است، نوشتہ است و ہم اندران سفینہ دو ہرہ ہاے ویست۔ پدر من
 گشتہ کہ چند دو ہرہ بخط ویست۔ و از آن جملہ است این اشعار۔

بھونہ گوٹ اور مانگ کھ احمد نین سراسے
 آنسوں چھرکت جک کے پی پی لے نہ آئے
 دکھ بجن پر آنسو یک احمد در سکی چو
 بر بن بھی جرا دی جراد جراد
 احمد برت پر ہیں دادی لادت لوں
 پ موان ہوں پی کی بے پی کبے سو کوں
 احمد نہ سکہ پے بنی روم روم تن مانہ

ہوں ناتھ بوں ناہ ری ہوں ماہیں ہو مانہ

آخر شیخ احمد راہو اے سفر مکہ خاست باہل خود روان شد، چون از کشتی فرود آمد این سورٹھہ گفت و بمکہ رفت

وے جن رہے او وار جن سر بہاری بہارتا احمد اتری پار بھادر جھونک سب بہار موں
دو پسروے عبدالسلام و عبدالرحمن را، زین خان کہ باوے محبت و اخلاص و محنت
داشت با خود داشت و خان باوے صحبت باو سیر بانیک نمودہ بود۔ گویند روزے ہر
دو از راہ بے تکلفی در مقبرہ سیر می کردہ اند و بر سر چاہے رسید کہ زنان صاحب حسن
آب می کشیدہ اند۔ این ہر دو بر لب چاہ تماشاے شان می کنند و شیخ از سر خوشی در آن
وقت این گفتہ

احمد کواکی پان راہ بد ہنا کہن بکاے

کہن کہن نیز پہارتی ترہت اگت پائے

چون شیخ بعد دریافت شرف حریم محترمین در سال نہ صد و نو و دانہ (۹۹۰ھ
۱۵۸۳م) برفت از دنیا و در مکہ مدفون شد۔ زین خان و سید بدھ چون شنیدند ماتم
کردند و غم ہا خوردند۔ خان متمول بود آتش وے نیک داد چنانکہ یک یک گو سپند و
یک یک من آرد و حواج آن بہر مشائخ و بزرگے و اغنیای کہ در حضور اکبر بادشاہ و
اکبر آباد بودند رسانید۔ وقتے جد من بارادہ پسر صالح بزیارت (مزار) حضرت
خواجہ معین الدین حسن سجری قدس سرہ باجمیر رفت۔ وقت بوسہ دادن بقبر مبارک
گلے لعل بدہن (بدامن) وے در آمد۔ وے در دل خود این نیت بست کہ اگر

پسرے نصیب شود اورا "لعل" نام کنم تا پس از مدتی معبود پدر من بزین آمد
 (موافق نیت معبود نام او "لعل" نہاد۔ وہم نذرے کہ بستہ بود ادا نمود۔ آخر جہ
 من از بادشاہ رخصت گرفتہ بجای گیر خود رفت) در جلندھرو آن جایہ رشد و برفت از
 دنیا در سیزدہم یا چہار دہم ماہ شعبان از سال نہ صد و نو دوا ند (۹۹۰ھ / ۲۱ اگست
 ۱۵۸۳م) وقبر وے ہمان جا است۔ (چہار دہم شب برات) درست تر است۔
 چہ پدر من در شب برات طعاعے بسیاری پخت و می گفت امروز روز وفات پدر
 منست و آن شب فقر او صلحای بسیاری را بر ماندہ می طلبید۔ پدر من گفت کہ بعد
 فوت پدر من برادر کلان مرا بخشور را اکبر بادشاہ بردہ ایستادہ کردند۔ وے وجہہ
 بود و خوش قد، مردانہ و زبردست۔ بادشاہ وے را خوش کرد و گفت۔ این چنین جوان
 را پیش ازین نزد ما چہ انیاورد دید و از وے لطف وے را پرسید۔ چون ساعت نیک
 ایستادہ ماند (چونکہ) خانہ پروردہ بود، تنگ گردید و از ہمان جا بر کند و بسنجھل باز آمد
 و از سنجل بکاہوائی رفت و آن جا برفت از دنیا در سال نہ صد و نو دوا از استماع این
 خبر اہل وے و صبیہ سید امجد شش ماہ سرنگوں نشستہ ماند و بیچ دم نزد وہم چنان برفت
 ز دنیا۔ وہم پدر من گفت کہ دو برادر من دیگر جوان برقتند از دنیا سید شاہ محمد و سید
 عثمان و دیگر بزرگان واقرباے بزرگان من مثل سید قاسم و سید جوگی و سید معروف
 وغیرہ انک کہ در سنجل تو شن داشتند ہر ہمہ نیکان و پاکان بودہ اند۔ بالفعل تفصیل
 احوال شان مایہ بنی طرماندہ ایملے کہ درین جا نوشتہ آمد۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

ولادت پدر من سید لعل در ماه رجب از سال نہ صد و ہفتاد و شش (۹۷۶ھ، جنوری ۱۵۶۹م) و وے صالح مادر زاد پیدا شد و از ایام خردی آثار ہدایت و سعادت و سلامت و استقامت بروے ظاہر بود۔ و خلق و مروت و فتوت ذاتی داشت۔ صفت حلم و تواضع کہ از وے دیدہ و شنیدہ شد (کم از کسے دیدہ و شنیدہ می شود) چنانچہ وقتی از ہمسایہ با جفا ہائے سخت دیدہ و درشتی بابا دشنام ہائے غلیظ کشیدہ و ازین ہمہ در گذراندہ شبان گاہ طعائے بجفا کاران رسانندہ و این چنین چند جاور چند بار بوقوع آمد

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اساء
و ہم وے در اوایل پیش شیخ فرید مرتضی خان و از ان پیش شیخ سلیم خواہر زادہ خان و بعدہ پیش سید بھوہ بخاری لشکری بودہ، بغیر از علوفہ مقررہ خود چیزے بکار نہر وے و ہمیشہ صحبت وے با مردم اہل این راہ بود مثل شیخ ابابکر سنہجلی و شیخ عبدالوہاب و شیخ سراج الدین لونی کہ ذکر شان گذشتہ و غیر ایشان ہم کہ ہمہ دوستان خدا بودہ اند۔ چون توکد و وفات وے در رجب است از علوفہ این ماہ مبارک یک فلسے ہم بتصرف خود نیاوردے ہمہ را در راہ خدا و صلہ رحم قسمت کردے و درویشان کہ ازین طرف و آن طرف بوے می آمدندے می گفتند کہ ما با بخانہ مادر و پدر خود می رویم۔ و وے از ایام صبا تا آخر حیات کہ بصحبت عارفان بالقد و فقرائے این راہ رسیدہ بود با من بیان فرمودے و شکر ہا نمودے۔ از آن جملہ دیدار منور و صحبت اکسیر سائے

خواجہ بیرنگ بود و آن در ذکر شیخ ابا بکر گذشتہ و نیز بہ صحبت شیخ تاج الدین سنبھلی از
 دہلی تا سنبھل رسیدہ۔ روز اول گفت ”در این جوان صلاحیت نیک ظاہر است و از
 احوال وے پرسیدہ۔ وے از راہ نیاز حقیقت حال باز گفت۔ شیخ بسیار مہربانی
 فرمودند و ہر روز بر ماندہ طعام با خودی نشانده و ہم چنین صحبت داشتند بعضی از
 درویشان کہ اندرین کتاب ایراد یافتہ شدہ اند۔ وہم وے با شیخ قطب عالم بن شیخ
 عبدالعزیز چشتی صحبت داشتہ آن ہم در ذکر شیخ گذشتہ و انچہ صحبت درویشان را
 دریافتہ اگر تخریر در آورد، تفصیل آن بطویل می انجامد۔ از آن جملہ سید محمد سنبھلی را
 بسیار بیاد می آورد و می گفت کہ وے صادق بود اندرین راہ و صاحب ذوق حالت و
 لطافت۔ ہر کہ وے را دیدے معتقد گردیدے۔ روزے یکے از یاران بوے گفتہ
 کہ سیدی من آرزو دارم کہ کسے از دوستان خدا حوالے کہ پس از رفتن از دنیا بخود
 بازی یابد، بر من بکشاید و این رنگ دیرینہ را از سینہ من بردارد۔ وے گفت چون
 من می روم از دنیا ترا اندر خواب جواب خواہم گفت ان شاء اللہ تعالی سبحانہ۔ چون
 وے برفت آن یار از انتظار آن سخن بخواب رفت و سید را اندر خواب دید و آن
 سوال پرسید وے گفت۔ پسر کا! کیفیت این جا بگفت در نمی آید، وقتے کہ تو خواہی
 رسید خود خواہی دید جواب ہمین است۔ در آن ایامے کہ مادر من از دنیا رفتہ بود
 پدر من از دہلی با کبر آباد روانہ شد چون در بادل (بلاہور) رسید با شیخ ابراہیم
 ملاقات نمود۔ وے از طریقہ صلاحیت و دیگر کیفیت پدر من مطلع شد کرے بسیار
 نمود و شبانہ کہ پدر من پیغام فرستاد کہ من دخترے دارم صالحہ آن را بزواج قبول

کنی و من از قوم آل موسیٰ ام۔ پدر من این معنی موقوف بر تقدیر داشته مگر گاہی سفری
 شدہ آخر الامر این معاملہ بدختر خالہ مادر من بظہور آمد کہ قرابت قریبہ بودہ است۔
 پدر من گفتے کہ آن شیخ ابراہیم مردے بزرگ بود صاحب اخلاق و معاملت نیک
 پس از آن من شیخ را در ہمہ قصبہ ملازمت کردم، عزیزے بودہ صاحب معاملت در
 کنار قصبہ نشست گاہے داشتہ با جمعیت می گذرانید، بر من لطفے و عنایتے می فرمود
 امروز اندر آن قصبہ عزیز است حاجی شکر اللہ نام نیک معاملت و خوش اوضاع۔
 با شیخ من آشنا است۔ من ہم باوے آشنا و مدت بہادر دہلی گذرانندہ و الحال بجائے
 خود است۔ مرید (شیخ) پدر من شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب الدین بن شیخ
 عبدالعزیز چشتی است و بذکر باطن ازوے ملقن شدہ بجمعیّت و آرام نیک
 رسیدہ۔ و احوال خود با من می گفت و ہم از احوال من استفسار می کرد۔ ازوے
 ادب (کم) چیزے بگفتہ می شد۔ چون پدر من بعمر شصت و سہ سالگی رسیدہ، در
 جائے ہفت فرنگے بحد و خوشاب بن حیت قصبہ و یا بن موکی در تاریخ روز دوشنبہ
 دوازدهم ماہ رجب از سال ہزار و سی و نہ (۱۰۳۹ھ/۱۴ فروری ۱۶۳۰م) شہید شد
 و در زمین جنوبی آن قصبہ مدفون گشت و مجملے از احوال وے در ذر رسید اسحاق
 پنجاب گذشتہ است و تفصیل این حکایت من اندر کتاب ”جمع الجمع“ نوشتہ ام۔
 القصہ من در آن جنگ زخمی شدہ افتادہ بودم۔ عجیب آن ایام اینست کہ از
 ابتداءے روز شہادت پدر خود تا چہل شب وے را متصل بخواب دیدم با وضاع
 نیک و شان قوی و اکثر شب ہایہ تسلی و تفتد حال من حرف می زد۔ در آن مدت مرا

ہمہ خواب ہا بیاد بود الا خواب دوشنبہ کہ فراموش کردہ بودم۔ از آن جملہ است این کہ شبے بخواب دیدم کہ پدر من در موضعیت کہ ہمہ خانہ ہارابکاہ بنر و سیراب بر آراستہ اند و دیوار اصلاندارد و دوی در خانہ میانہ آن جابر تختہ بتکیہ نشستہ۔ و بر تختہ دیگر در برابر آن شیخ من و من نشستہ ام و دوی سخنان غریب از آن عالم با شیخ من بمیان وارد۔ چون برخاستہ ایم و دیدیم کہ ساکنان آن موضع ہمہ زنان صاحب حسن لطیف و ظریف اند بالباس ہائے رنگین و فاخر و معلوم چنانست کہ آن مقام، مقام بہشت است و آن زنان حوران بہشت و من اندر آن مدت (زمانہ) اکثر بگرد قبر پدر افتادہ می ماندم۔ روزے عزیز نورانی سپید ریش را دیدم کہ از جاے در رسیدہ و نزدیک نشستہ و سورہ از کلام مجید خواندہ و معلوم نشدہ کہ بود۔ من در سال ہزار و پنجاہ و یک (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱م) در اثناے سفر قندھار بزیارت قبر پدر شدم، دیدم کہ اہل آن قصبہ قبر را برسم آن جابستگر یزہ بر آراستہ اند و در شبہائے جمعہ و دوشنبہ در آن چار دیواری چراغ روشن می کنند و زیارت می نمایند و از آن قبر تبرک می خواہند۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ شیخ من در تعزیت پدر من این نامہ نوشتہ و بمن فرستاد۔

خداست آنکہ نمرود است جاودان جانی

و ماسواۃ خیال است مَرخرف باطل

اند تعالیٰ صبر بر بلا با و شکر بر نعمائے نصیب گرداند۔ صبر بر بلا آنست کہ

بلا را از مولیٰ دانستہ و دیدہ، خود را از جزع و فزع فارغ دارد بلکہ

مولیٰ را در بلا مشاہدہ نمودہ۔ صفت رضا و انس با و متحقق گردد۔ در

کلام قدسی انتظام نبوی واقع است۔ اشد بلا ہا بر انبیاء است بعد از آن بر اولیاء بعد از آن ہر کہ بایشان مماثلت دارد۔ در گذشت خدمت سیادت پناہی مصیبت عظیم است۔ اما چہ چارہ است۔ الحال بد عاء مدد ایشان نمائید کہ بہتر از غم و اندوہ است و در جمیع کار ہا نظر بخدا داشتہ خوشحال باشید۔ شما را باید کہ کار با خدا داشتہ باشید بعد از آن ہر چہ رود ہد (در رضا) کوشید۔ پیوستہ ملتجی و متضرع بجناب کبریای الہی بودہ جز این مطلب نخواہید کہ حق سبحانہ بکرم خاص خود از ہر چہ محبت (ما سوائے) دوست پاک بر آوردہ، گرفتار خود گردانیدہ چنان سازد کہ در شما از شما مے و نشانے نہاند۔ اگر بینید اورا بینید و اگر جوئید اورا بجوئید و جویان (سر) خود باشید۔ بارے (در) ہر لباسے کہ ہستید سعی در آن داشتہ باشید کہ تعلق غیر از دل برخاستہ شود کہ سرمایہ این سودا ہمین است۔ باقی از حالات و کیفیات اگر حاصل شود فبہا و الا چندان ضروری نیست کہ بار و اح طیبہ متوجہ باشید کہ بکرم خداوندی ہمہ دشوار یبا آسان خواہد شد۔ مضطرب نباشید و سر رشتہ از دست نہ ہید۔ سعی شامی باید کہ درین باشد کہ پنج امرے از آن امور واقع نشود کہ شرع محمدی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام از آن مانع شدہ است۔ انچہ در گور بکار خواہد آمد ہمین است باقی ہر چہ داری، اینست (این طور است) اگر مخالف نیست سودا است و اگر

مخالف است زیان۔ و اگر تو انید نماز شب کہ آن را نماز تہجد گویند
 (بکنید) و در آن وقت ہا ساعت خاموش بکشید و عزیزان
 (محبوب) را حاضر خیال کردہ در خیال با اسم ذات جانب قلب
 صنوبری ذاکر باشید و اگر این توانید ہمین قدر بکنید کہ بدل متوجہ
 باشید بہ آن روش کہ دل را خانہ دانید کہ محبوب در خانہ است و شاہر
 در منتظر محبوب نشستہ اید۔ و این معنی را در ذکر نیز تصور باید کرد تا نظر
 از خود بیرون نیشند۔ محبوب را از خود بگویند نہ از بیرون۔ بلکہ ہر چہ
 طلبید بر در دل عرض نمایند تا جمیعت از دست نرود۔“

احوال کاتب حروف اکنون کجملے از احوال من انیست کہ ولادت من وقت مغرب
 دوم یا سوم ماہ ربیع الاول است از سال ہزار و یازدہ (۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/
 ۱۹ اگست ۱۶۰۲م) و ”اعظم“ تاریخ آن و آن روز ابتداء عرس آن سرور است
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ در سال یازدہم از ہجرت بوقوع آمدہ و لفظ ”ہو“ (۱۱ ہجری)
 تاریخ وصال آن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ روزے بخاطر من رسیدہ و من
 این قطعہ بستہ۔

پہان رفت ازین جہان محمد گفتند جہانیاں خدا بو
 تاریخ وصال او بکستم گفتند ملائکہ ہو ہو

پس از روز وصال آن حضرت تا روز تولد من ہزار سال بحساب می در آمد کہ بیش
 ہمہ در شب سوم ربیع الاول شب عرس حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند است قدس
 سرہ و روز ”بسم اللہ گفتن“ مہینہ ششم ماہ رجب است و روز عرس حضرت خواجہ

معین الدین حسن بجزی قدس سرہ۔ ہم در مسجد ایشان کہ در حال حیات خود ساخته اند گویند سنگ ہائے مکن آن مسجد بزرگانے کہ در خدمت ایشان بودہ برداشتہ، در آن جا نہادہ و آن مسجد منورہ در جوار روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ واقع شدہ بسملہ از بزرگے ”شاہ عالم“ نام از اولاد شیخ عبدالعزیز قدس سرہ نصیب شدہ و آن روز مرا نیک بیاد است و ہم ششم رجب روز ولادت شیخ من است چنانچہ در ذکر شیخ من گذشتہ و من از نہ سالگی نمازی گزارم و یازدہ سالگی روزہ می دارم، بکرم حق سبحانہ تعالیٰ۔ و من چارہ سالہ بودم کہ شبے مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت خواجہ بیرنگ بالاے کشتی در دریاے جون و مقدار دو تیر پر تاب از طرف بالا بقلعہ فیروزی در رکاب سعادت آدم و آن حضرت تکیہ کردہ نشستہ اند گویا چیزے می خوانید بعدہ روے مبارک بسوے من کردہ بہ عنایات تام بچشم و سرایمائی رخصت فرمودہ اند۔ من سلام کردہ و نیاز آورده و ایستادہ در نظارگی انوار الہی شدہ ام تا کہ آن حضرت از کشتی فرود آمدہ براہ دروازہ دریا اندرون قلعہ تشریف ارزانی فرمودہ اند و در سال دیگر از عنایت الہی بشرف صحبت اول شیخ خود مشرف گشتم در مسجد جامع فیروزی و عقب وے نماز عصر گزاردم و وے در آن مدت شانزدہ سالہ بودہ است و من پانزدہ سالہ و وے ہشت و ہزار و چہار روز کم از من بعمر زیادہ است و در آن وقت وے مرا پرسیدہ کہ چہ نام داری و از کجایی؟ حقیقت حال را عرض کردہ ام و وے در ایستادہ بیک نگاہے دکش و ایمائے وے و ش مرا صید خود ساختہ و در دریاے محبت خاص خود نیک در انداختہ۔ پس

از آن ہر کجاوے را از دور می دیدہ ام شیفتہ و فریفتہ جمال با کمال وے بودہ ام
و مضمون این رباعی از دل خویش زدہ کہ موافق حال خود گفتہ ام۔ رباعی

ز آن روز کہ در کوے تو بشتافتہ ام روے خود ز غیر بر تافتہ ام
عشق جہان بصورتے قانع و بس من صورت و معنی بتو دریافتہ ام

پس از آن جدای با و وصال با میان می آمدہ است و احوال عجیب و غریب روی
می دادہ اند، یاد وے و شوق و محبت وے چہ از دیدار خدا پرستان روزگار و چہ از
مشاہدہ شاہدان شیرین کار کہ حکایت بسیار است و در ہر جاے و مقامے از سفر و
حضر مضمون این بیت خواجہ خسرو دہلوی در محبت و عشق وے موافق حال من بودہ

آفاق با گر دیدہ ام، مہربان و رزیدہ ام

بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

و اندرین احوال مدت وہ سال کما بیش بگذشت تا در سال ہزار و سی و پنج

(۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵م) در شب عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ بے

وساطت فیہ بے بجز تمام التماس تلمین ذکر طریقہ نقشبندیہ از وے نمودم، قبول

فرمودہ و پس از چند روز گشت کلمہ طیبہ را کہ (لاکھ) مرتبہ بخوان۔ بخواندم۔

بعد فرمود کہ اندرین مطلب استی رہ بکن تا در شب جمعہ دُعای استخارہ خواندہ

بخواب شد۔ در خواب دیدم کہ انچہ شیخ من مرا امر استی رہ کردہ بمل آوردہ ام و در

خواب شدہ ام و ندان خواب بشرف ملازمت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند

قدس سرہ شرف شدہ و منیت یافتہ و حضرت خواجہ بیت بر من خواندہ اند ہا تا

انہیست

اے بے سرو پا بہر زہ محروش داری سر درد او و اگر نہ خاموش
 گر بار ہی نہد تو می کش و زہر ہی دہد تو می نوش
 ہر چند نمی برد تو میرد بانکہ نمی کشد تو می کوش

بعدہ خود را در جماعہ ہنود بیگانہ نشستہ می یابم و این مرا می گویند کہ چرا پیش فلا نے
 مریدی شوی و نام شیخ من می گیرند و ہم می گویند چرا نہ پیش فلان شیخ روی و مرید شوی
 و آن شیخے بود ہم نام شیخ من۔ من از شنیدن این سخنان از صحبت شان تنگدل
 برخاستہ و پیش شیخ خود آمدہ و ماجراے خواب را ہم در خواب عرضہ می کنم چو بد آن سہ
 بیت رسیدہ ام پنجم مصرعہ را پنجم و سمر نعم و بی فرمودہ و ششم را تو گفتی نمودہ و در لمحہ آن را
 ہم فرمودہ کہ خوب است۔ و روز دوم از سر عنایت تمثیلین ذکر باطن نمود و کیفیت
 معبودہ بظہور آمدہ۔ پیشین کہے کہ از وے ملش شد من بودہ ام و ہم این حرف از
 زبان مبارک وے مکرر شنودم۔ پس از آن رسالہ ”قدسیہ بہائیہ“ بروے قرأت
 کردم اجازت ختم معروف خواجگان قدس اللہ ارواحہم از وے یافتہ و بعضاے وافر
 کہ تفصیل آن طوے دارد، مشرف شستم۔ الحمد للہ صی ذاک۔ مرتبہ دوم مصحفی را
 صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت شیخ خود، با لطافت (و خوبی) کہ تعبیر آن
 نمی توانم کرد مصرعہ

”دل من داند و من دانم و داند دل من“

در آن اثناء یکے می گوید این محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) است و من می گویم کہ شیخ

منست۔ وے بازی گوید کہ این محمد (ﷺ) است اما (کہ) چون محمد است۔ واز
مشہدہ آن جمال با کمال کیفیے عظیم روی دادہ است۔ درین اثناء بادشاہ وقت را
دیدہ ام کہ صلابت تام بمن رسیدہ است و دور غیف با گوشت لذیز از دست خود
بدست من دادہ و گفتہ بخور و نیز گفتہ۔ ”حفظ ما بین النفسین“ مرا ہم خوابی
داشت (یافت) ازین معاملہ ح لے و کیفیے بدست دادہ کہ اثر آن بدیر کشیدہ۔
از آن باز چہ در حضور و چہ در غیبت شیخ من احوال و وقایع عجیب مشاہدہ می افتاد۔
و ہم وے بکلمات حقایق و سخنان این راہ ارشادی فرمود۔ اگر خواہم کہ آن ہمہ را
تحریر در آرم کتاب بس درازی شود و اکثرے از آن سخنان در نسخہ ”جمع الجمع“ نوشتہ
ام و بعینے از آن تبرکات و تہنات درین کتاب می آرم۔ ان شاء اللہ سبحانہ۔ مرتبہ سوم
مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دیدم بصورت پدر خود کہ بر اسپ کیت عربی
سوار بجائے تشریف می فرمایند بعینے (ومن) برکاب سعادت آن حضرت بروم و
بطرف من متوجہ اند و از روے عنایت و بشارت مرا مخاطب ساختہ می فرمایند لیکن
تفصیل آن بیادماندہ و از آن الطاف من مستانہ و سرخوش می روم۔ روزے سید اللہ
یار کہ ذرہ وے مذشت۔ مرا گشت کیستی و از کی کی؟ آن چہ بود گفتہ شد نیز گفتم کہ
از اوسید شرف الدین صاحب ولایت امر و جد ام۔ وے از روے لطف گفتہ کہ
تج نسب نامہ با خود وری شتم از پدر خود شنیدم و وے از پدر خود الی آخرہ۔ انقصہ
ز آن باز بار بار بتذکرہ می گشت کہ اگر از راہ خوابے یاد و واقعہ باین بابت نشان کردہ
چہ خوشست تا شب از شبہاے جمعہ در خواب دیدم کہ بر بامے بلند شدہ ام و آن جا

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نشستہ بصورت جوانان و ہلباس سپید و خرومن پیش ایشان بادب تمام بنشستم۔ ایشان از روئے عنایت فرمودند ”سید کمال“ گفتم۔
 لبیک یا حضرت۔ گفتند حصہ مارا بفقرامی رسانید و باشی۔ من نیاز بجا آوردم و بجان و
 دل قبول نمودم۔ چون بیدار شدم آن دغدغہ از خاطر بدر رفت۔ آخر این خواب را
 بان قصہ سابق روزے بشیخ خود گفتم۔ شیخ من گفت مبارک خوابست و نیز فرمودہ کہ
 در ایام عرس حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کہ از ہفت و ہم تابست و یکم رمضانست۔ ہر
 طعاعے کہ میسر آمد بفقرائے صلحامی رسانید و باشی۔ قبول کردم۔ از آن روز تا الآن
 موافق امر شیخ خود بجا آوردم و پستر نیز بجای آرم (خواہم آورد)۔ ان شاء اللہ
 سبحانہ۔ و ازین خواب مبارک از سید اللہ یار حق نیک برخوردار گاشتم۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
 در کتاب مستطاب فصل الخطاب حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در ذکر وقت
 حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مسطور است کہ ”توفي رضي الله في
 الكوفة ليلة الاحد التاسع عشرين شهر رمضان سنة اربعين و غسله
 الحسن والحسين و عبد الله بن جعفر رضي الله عنهم“
 شبے وقت سحر در محبت شیخ خود مستغرق بودم۔ و تم نیک خوش بود۔ چون چشم بر بستر
 خواجہ خضر را علیہ السلام در واقعہ دیدم کہ بجای کہ من نشستہ بودم می آید و من باو می و
 وے دست چپ خود بر دست راست من داشتہ و چنگ محکم گرفته کلمات عجیب
 و نکات غریب می فرماید و در آن اثناء از روئے تبسم مرا گفتہ اگر چہ نچہ این سحر
 گذرانندہ چہل سحر بگذرانی مارا یابی۔ شبے حضرت غوث الاعظم را رضی اللہ عنہ

بخواب دیدم کہ بالطاف عظیم و شان بزرگ جو انانہ و خوش قد بالباس فاخر بیک
جے تشریف می فرمایند و من بر سر آن راه ایستاده ام و نظاره جمال آراے ایشان
می کنم و ایشان نظر خاص عنایت بر من دارند و ازین عطیہ کفایت عظیم دست داده و آن
خواب نزدیک بروز عرس دیدہ بودم در ماہ ربیع الآخر۔ شبے حضرت خواجہ پیرنگ را
قدس سرہ در خواب دیدم کہ در میانہ تابوت بر نشسته اند و شیخ من و من در برابر
ایشان نشسته ایم و ایشان از روی لطف مرا می فرمایند کہ ما از براے شما از آن عالم
باین عالم آمدہ ایم من نیازے کہ باید بجای آرم بعدہ عرض کردم کہ حضرت تم سپارش
(سپارش) من بایشان یعنی شیخ من بفرمایند۔ ازین سخن تبسم فرمودہ گفتند۔ ”از دل
خود نمی فہمید“ ازین معنی بدل رسیدہ و انچہ رسید۔ چون پدر من مرا ہم از ایام خرد سالی
بطریق خود، صلاح و سلامت تربیت کرد۔ حق سبحانہ تعالیٰ از اثر تربیت وے و توجہ
و عنایت شیخ من آن چنان کہ باید مرا بسلامت نگاہداشت و ہر چند در ایام جوانی
بعینہ اوقات از غلبہ ہوائے نفسانی و استیلاے صفت حیوانی چیز ہا پیش می آمد لیکن
محنت از توجہ با معنی شیخ من موافق آن کہ مصرعہ

”چون ترا قومست شستہ بان ز طوفان غم خور“

حق سبحانہ از آن مبدعات مناس کشید۔ ”الحمد لله علی ذالک النعمہ
الحمد لله علی التوفیق“۔ از آن جملہ یکے آنست کہ وقتے در عین شباب
ز نے ہمیدہ مفریبتہ خود ساخت۔ ہر چند در حصار صلاح خود را می خواندم لیکن
مساوہ شیطانی عنایت دست برد مرا از دست می برد۔ و عنان اختیار از من بر

می گرفت اتفاقاً شبے مستانہ و بے اختیار از بستر خوابگاه خود بر جستم و بسوے آن رو
زن قدم بنهادم۔ مرا شترے بودہ است غایت آرامیدہ کہ کس را نگزندے و کند
نزدے و میانہ راہ بستہ بود و نشستہ۔ چون از پیش آن شتر خواستم کہ بگذرم شتر گردن
خود را فراز کرد، و وہان را باز کرد، اندام نہانی مرا بدین در گرفت۔ دانستم کہ آن
عضو را از من جدا ساختہ۔ بر فور گفتم ”استغفر اللہ“ شتر وا گذاشت و پیچ آزار نرسید
من از روے خجالت و پشیمانی باز آمدہ بر بستر افتادم و شکر کردم کہ این عطاے الہی
محض از توجہ شیخ منست و آن حکایت کہ در ذکر احوال مولانا علاء الدین آنیر یست
بیادم آمد کہ روزے مولانا این رباعی خواجہ ابوالوفا خوارزمی علیہ رحمۃ خواند کہ

چون بعض ظہورات حق آمد باطل پس مکر باطل نشود، جز جاہل

در کل وجود ہر کہ جز حق بہ بنید باشد ز حقیقت الحق نق غافل

گفت با فرح کہ بد خود بد نیست آنچہ بد دیدہ تو این بد نیست

احمق دید کافر قتال کرد از خیر او ز پیر سوال

گفت باشد درد دو چیز نہان کہ نبی و ولی ندارد آن

قاتلش غازی ہست در رہ دین یا ز منتول از شہید گزین

نظر پاک این چنین بیند نازنین جمد نازنین بیند

این چنین بودہ اند درویشان اے دروغ ز صحبت ایشان

و فرمودند کہ چہل سال است کہ بمضمون این رباعی ایمان آوردہ ایم۔ شبے در

آوان جوانی بداعیہ فسادی از خانہ بیرون آمدم در وہ عسے بود بغایت شریر و بد

نفس کہ بشرارت نفس مثل او کس نمی دانستم و ہمہ اہل وہ ازوے ترسیدند و در آن دل
شب زدیم کہ جاے در کمین ایستاده و چون اورا دیدم ازو ترسیدم و ترک آن فساد
کردم و در آن محل دانستم کہ بد نیز درین کار خانہ نیک در کار بوده است بزرگے
فرمودہ است۔

لا تنکر الباطل فی طورہ فانہ بعض ظهوراتہ
ہمہ ور ”رشحات“ است کہ این شعر ابو مدین مغربی است۔ قدس سرہ و بعض ابیات
دیگرش اینست

واعطہ فیک بمقدارہ حتی توفی حق اثباتہ
فلحق قد تظہر بصورة یکرہا الجاہل فی ذاتہ
پس از آن از دولت صحبت شیخ خود ہر جا عشق مجازی دست می داد حقیقی می نمودہ
و چنین بود۔ بزرگے گفتہ

عشق حقیقیست مجازی ملیر این دم شیرست ببازی ملیر
وقتے شیخ مراد را یا م جوانی عجب شورے و عجب ولے در سرافتاد۔ بے اختیار از خانہ
خود برآمد۔ بر آن حالتے ہ کہ وے را دید حیران می شد۔ چند شبان روزے در مسجد
تہل محلہ بسر برد۔ من در خدمت وے می بودم طرفہ بے تعلقی و طرفہ بے تعینی
مشاہدہ می افتاد۔ چنانکہ حاضران از تاثیر آن حال در خود گم گشتہ بودہ اند۔ شب
وے مرا و حاضران را از خود رخصت داد و خود سحرگہان از آن جا سفری شد۔ بے
نہ ہی و محوے بنیاد آباد رسید۔ درین اثنا می خواہہ محمد صادق طفاے وے

ہوے نامہ نوشتہ فرستادہ مشتمل بر مقدمات توقف از آن سفر و سخنان دیگر از قسم انصاح و غیرہ۔ چون ہوے رسید و خواند در جواب آن این آیت (نامہ) نوشت۔ کہ نامہ گرامی کہ از کمال شفقت و مہربانی تحریر یافتہ بود مطالعہ نمودہ شد۔ خدمت ایشان ولی نعمت و مربی این فقیر اند ہر چہ نویسند و گویند بر جا و سزا بہست لقا چون التفات فرمودہ، راہِ سخن می دہند اگر حرفی چند عرضداشت نماید شاید گستاخی نبود۔ قبلہ گا با! اضطراب باطن کہ آن را علاج نیست با آرام نمی گذارد و کمال استقامت میسر نمی شود۔ دوائے آن کہ این فقیر با دراک ناقص و فہم ناتمام خود در عالم ظاہر ظاہر انہمیدہ و د چیز است۔ (یا غریبی) کہ جز در صحرا و کوہ نشست و برخاست نبود یا سفر (حریم محترمین) کہ بیمار ان (محبت) را مبارکست و این در صورتیست کہ حاسہ دے خالی از احوال نباشد و الا اضطراب نیست و اگر ہم بہست ذکر و غیر آن دفع، تواند کرد۔ فقیر آن حال را برابر بر خود در سفر و در حضری یا بدر بسیار بنی طری رسید کہ خود را باین بے بہمتی بحرین رساند و حال ہمان داعیہ، باعث حرکت است اگر چہ مرد مرا از حقیقت پنج کس خانہ از حقیقت فقیر ان اطلاع نیست و حضرت میرزا جیوانچی می فرمایند حق است

گر مُرشد من پیرِ مغان شد چہ تفاوت در پنج سرے نیست کہ سرے ز خدا نیست

حضرت قبلہ گاہی میاں جیو قدس سرہ با آن ہمہ رعایت ظاہر باین فقیہ و سہمت مشرب در کار فرمودند۔ غرض آن کہ امید از ایشان چنان دارم کہ انتہات فرمودہ رخصت کنند، از حضرت والدہ رخصت دہانید۔ "نقد النصوص" دارد (دارم) و

”فصوص“ و کتاب دیگر ہم ازین قسم ہر کتاب بخاطر رسد از کتب بفرستند اما قرآن را بستہ بفرستند۔ انتہی۔ من چون آن نامہ را از خواجہ محمد صادق گرفتہ بخواندم طرفہ حالتی از قلق و اضطراب بہم رساندم چہ سرو برگ سفر و رفت شیخ خود بنظر دور می نمود و نہ صبر و یارای بے وے بودن مرا بود، حیران و پریشان و بیچارہ و آوارہ شدم حالیکہ در آن مدت نوکدخدا شدہ بودم و نوشکری و قطع نظر ازین ہر دو مانع رخصت پدر ازین کار اہم بود و این شق آخر ممکن نمی نمود تا آمدہ بر جای خود بنیتادم و با خود در گفتگو شدم کہ چہ چارہ سازم (کہ) بر سر کار پردازم کہ دل اگر دست داد (از دست می رود)

یو ادنی غم منم فتدہ زمام فکرت ز دست دادہ

نہ بخت یاور نہ عقل رہبر نہ تن توانانہ دل شکیب

درین اثناء بخاطر رسید کہ بآستانہ خواجہ پیرنگ نشستہ و پائین قبر منور در افتادہ علاج حالت خراب خود از ایشان خواہم نمود، بزستم افغان و خیزان بشکستگی تمام روان شدم و این چنین اشعار از دل با فکر و زبان نزاری خواندم و قدم بیشتری راندم۔

رباعی

حب تو مراد ما محمد باقی بر نام تو جان فدا محمد باقی

فرمانی من خستہ پیرہ نشوے اے خواجہ خواجہ محمد باقی

و نہ بخروہ نیاز بدان خاک پاک بمانیدم و بزبان باطن بافتخار و انکسار تمام عرض

داشتم کہ یا خواجہ بیرنگ ما این در مانده خراب دیوانہ مطلق گردیدہ و خوش خوش از
پئے شیخ خود برود و باوے بسر برد و پرواے کس را بخاطر راہ نمی دہد۔ یا خواجہ شیخ من
از آن جای کہ رسیدہ است باز این جا آید و آرزوہ بتیہ خرابی را بحال آرد و این
چنین چیز ہا تا دیرے و انمودم درین وقت آن اضطرابے کہ بدل در افتادہ بود کم
شد و نیز بدل التا کردند کہ تا بفرید آباد باید شد و زود آمدہ از پدر رخصت فرید آباد
گرفتہ روان شدم و بدل نیت کردم کہ در آن جا رفتہ زمام اختیار خود بدست شیخ خود
پہرسم تا ہر جا خواہد برد و ہر چہ خواہد بکند و اندرین کار رضاے پدر کہ قبلہ من است
موقوف کنم و ہم بقید نو کہ خدای کہ ہم ضرور یست از خاطر بہ یکسو نیم و روے دل
راست بجانب شیخ خود آرم تا مضمون این بیت موافق حال من باشد۔

این سوے بہشت آمد و آن جانب کعبہ مارا ہمہ حال سر کوے تو اولی
و مطابق این حال حکایتی از مجذوب بامعنی سادہ بن، مصنف ”چند این“ بیاد آمد
و انیست کہ گویند سادہ بن نام شاعر ہندی ببادشاہ وقت مصاحب بودہ است
چنانکہ در آمد و شد خلوات بادشاہ وے را بیچ مانع نبود۔ روزے کہ وے از تصنیف
کتاب ”چند این“ فارغ شد با خود می برد تا ببادشاہ بگذراند۔ در اثنائے راہ
مجذوبے بود از وے پرسید چہ کتابست گفت ”چند این“۔ گفت چیزے از آن بر
خوان گفت اول پیش بادشاہ خوانم آن گاہ پیش تو۔ مجذوب را این حرف خوش نیامد
و بکرہ گفت برو۔ وے بعدت خود در خلوت بادشاہ رفت۔ اتفاقاً در آن وقت
بادشاہ با محبوبہ خویش خلوتے و صحبتے خوش بمیان داشتہ است۔ از دیدن وے بہ

است و چه حال دارد؟ آن ها که واقف بودند گفتند امروز بامداد بقصد ملازمت شما
بفرید آباد رفته است۔ فرمود راست گفته آن کہ گفتہ۔ مصرع

دل را بدل رہے است درین گنبد سپہر

چون بیدار پُر انوار صاحب دو جہانی مشرف شدم الطاف و عنایت بسیار فرمود و
رفت آن چہ رفت

عید نو روز پنجہ دانی چیست؟ آن کہ طالب رسد بمطوب ہے
وقتے شیخ من در اکبر آباد بودہ است و من ہم در آن شہر بودم بجلہ دیگر در مسافت دو
میلے و ہر روز بیدار وے می رسیدم۔ گاہ شب می باشیدم۔ روزے آمدم و وے را
نیافتم۔ پرسیدم در کجا است۔ گفتند۔ بمنزل سید فتح محمد امرونگی (امروہوی) رفتہ
است۔ من از سر شوق قصد آن جا کردم۔ در اثنائے راہ دیدم کہ شیخ من بفاصدی
چہل قدم پیش پیش می رود۔ ہر چند تیز ترک گام زدم نتوانستم در راہ بوے
رسیدن۔ چون زودتر بدان منزل رستم پنج اثر تازہ رسیدن وے نیافتم۔ متعجب
شدم۔ ہم از وے و ہم بعض مردمان وے پرسیدم کہ درین جا کے رسیدہ اند۔
ہر ہمہ باتفاق گفتند کہ یک پہر پیش از آمدن تو آمدہ اند۔ و تم خوش گشت و آن
معاملہ بیادم آمد کہ در ذکر شیخ من و شیخ مصطفی گذشتہ۔ وقتے کہ مراد را وایل با
رفت جوآنے کہ معشوق شیخ من بود ہمراہ بھوہ بخاری اتفاق سفر ملک رانا افتاد بکہ
آن سفر محض از جہت خدمت پاس داشت معشوق وے (بمرضی وے) بودہ

است۔ ووقتِ رخصت ازوے این بیت بروے خواندم کہ

میل من سوے وصال و قصد او سوے فراق ترک کام خود رفتم تا برآمد کام دوست!

واندر آن سفر یک سالہ چیز ہائے عجیب و غریب عالم غیب از توجہ وے مشاہدہ می افتاد۔ وکلمات حقایق و معارف از طرف وے آن قدر وارد می شد کہ اگر آن ہمہ را جمع نموده شود کتابے علاحدہ مرتب گردد۔ بعضی از آن در نسخہ ”جمع الجمع“ ایراد یافتہ شدہ القصہ در تمامی آن سفر باوجود یک جا بودن بآن جوان و واقعہ نویسی شبان روزی آن بامریخ خود و پاس داشتن آن (جوان) پیچ گاہے چہرہ آن جوان را ندیدم۔ از غایت امر (اوب) بتابرو باطن بشیخ خود و این معامدہ را در حسب این معنی می نماید کہ از آن روزے کہ من بخوای شیخ خود درآمد و ام۔ پیچ گاہ بچانب او پای دراز نکرد و آب دہن نینداخت۔ و بول و غایط نموده۔ خواہ من باوے ہم شہر، ہم دیار و خواہ اندر سمنجیل و اسفار لاہور و قندھار۔ روزے من در لاہور اندر یاد شیخ خود مستمند بودم و نظر بر خرابی ہائے خود داشتہ۔ ناگاہ معنی این بیت بر من کشف کردند و وجدان دروں خود یافتہ

مانند حبائیم کہ بر آب سواریم چون باد رسیدہ ہمہ در خواب بداریم
چند تاب بانیست آن بہ خوش بودم و از آن باز یقینم شد کہ معانی نکات غریبہ فہمیدن
دیر است و لذت آن بام باطن چشیدن دیر۔ چنانچہ مولوی جامی فرمودہ قدس سرہ
صفت ہادہ مشتیش ز من مست میرس ذوق این مے نشناسی بخدا تا نچشی

ہم روزے مرا جائے (حالے) روئیداد و موافق آن حال این بیت استاد پیش شیخ
خود بر خواندم و معنی آن پرسیدم۔ وے دریافت کہ حال چیست؟ معنی آن فرمود و
خوشوقت شد و اینست

منم کہ رنگ من و بنگ من معین نیست

نہ قب قرایم و نہ قب قزل نہ آب (قب) سارق

ہم شبے وقت شیخ خوش بود۔ از روے ذوق مرا فرمود کہ یاد او سبحانہ چنانچہ ہست
باید کہ اندر سراپائے طالب موبہم و گیر دو خود بخود در خود دریابد۔ در آن وقت از سرتا
پائے خود می یافتم کہ موبہم من ذکر در گرفته است و وجدانا در دل من این حال ظاہر
بودہ۔ ہم شبے شیخ من در اوایل با (وے) چہار شنبہ آخرین در روضہ شیخ نظام
الدین اولیاء قدس سرہ گذرانده است و سحر در مقابل قبر شیخ بمراقبہ فرود رفتہ و مراد
پہلوے خود نشاندہ در آن وقت کیفیت عجیب دست دادہ بود۔ من بدان حال پس از
نماز بامداد بسر خوشی تمام جمال با کمال وے را مشاہدہ می کردم و چیزے در من افتاد
کہ تعبیر از آن نتوانم کرد۔ در آن زمان شیخ لطف اللہ پسر شیخ رفیع الدین این بیت
در پردہ سکہرائی می گفت

گر بچشم سر کسے را صورت جان دیدہ شد چشم خسرو بود در وے کن حکایت مختصر

من وجدانای یافتم کہ این شعر مناسب حال جمال و بیست و موافق مشاہدہ کہ من
می کردم و آن حال ازان در چشم من است، و وے بر فور دستار خوش رنگ از
سر مبارک بر آورد و ہم دستار من فرود آورد و آن خود را بر سر من نہاد و آن مرا

برسر خود۔ ازین عطا کہ در آن چنان حالت لطف فرمودہ رسید انچہ رسید و آن
(دستار آلان با من است کہ در ایام عیدین بر سر بستہ مشرف می شوم و ہم شبے در
سنبھل معنی این شعر ہندی را در زبان تصوف^۱ با جمعے از دوستان) مثل میر سید فیروز
و غیرہ بیان آورد۔ خیال

جولون نیاں پہرن لا کے رے تو انکہ کب میری ایندربالی بھا جیو

اجہن جہن یکد ہرت قبر من پاتھمین پاتھمین آویں

تیری جانتو پہر چنوت میں دور جاے بھا جیو

و پس از آن دوسہ روز بطریق معبود بدلی روانہ شدم پیش شیخ خود و معنی آن ہندی
را روزے پیش نظام الدین کہ مردیست با معنی و محبت دار شیخ من می گفتم۔ وے
گفت ہمین معنی این شعر ہندی را شیخ تو ہم گفستہ است گفتم۔ چند روز است کہ
گفستہ بود؟ گفست۔ وہ روز۔ اتفاق، مرا ہم در میان آن وہ روز گذشتہ بود بے
کما بیش و این اتفاق ہم از آن قسم است کہ در بارہ خیال ہندی در ذکر شیخ متعظنی
گذشتہ۔ من ہر سالے کہ از سنبھل پیش شیخ خود بدلی می شوم سہ ماہ کما بیش آن جا
می باشم و بازی آیم و نہ ماہ در سنبھل می گذرانم۔ روزے آن شیخ نظام الدین پر سید
مرا کہ چہ الزم کردہ است کہ سہ ماہ این جا می باشی و نہ ماہ آن جا۔ در جوابش از
وہ سہ ماہ باین خواندم کہ

نکو نیست کہ ہمہ سالے پرستی تن سہ ماہے خور و نہ ماہ پارسا میباش

وگفتم این بیت خوابہ شیراز مطابق حال من است۔ وے پسندیدہ خوش وقت
گردید۔ چہ وے ہم از بادہ محبت شیخ من جام در کشیدہ مصرعہ
”کہ آشنا یقین قدر آشنا دانند“

و نیز بوے گفتم کہ معنی این بیت بنوعیت تازہ و بخاطر رسیدہ است۔ بشنوائی است
کہ عمر انسانی را بسا لے تمام کہ دو از دو ماہ است تعبیر کردہ می گوید کہ در عمر ہم چہار قسم
مقرر شدہ۔ طفولیت، شباب، کہل، شیب۔ پس چنانچہ از دو از دو ماہ سہ ماہ را (کہ)
رجب و شعبان و رمضان است بطاعت و عبادت و ذکر و اشغال با قدر (امور)
حسنہ معمور دارند و آن از چہار قسم (چہارم) است از سال۔ آن چنان از چہار قسم
مذکورہ عمر یک قسم شبابست باید کہ خاص بحجت او سبحانہ صرف نہای کہ کار
تکرار (بمراد) میسر آمد و آن سہ قسم را پیارسای بگذرانی۔ روزے آن شیخ نظام
الدین بشیخ من می گفت کہ من شب گذشتہ خواب دیدہ ام کہ من از دنیا رفتہ ام و
مراد رگور کردہ اند و من در گور ایستادہ ام۔ روی بسوے شاست و در پیچہ بجانب شمال
واشده و دو کس بصورت و لباس مشائخ ماوراءالنہر از آن در پیچہ در آمدہ اند و ہر کدام
چیزے بدست دارند کہ کیفیت آن بنی طر نما ندہ و مرا پرسیدہ اند کہ ”من ربک؟“
من گفتم ”اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ بعدہ پرسیدہ اند
”من نبیک؟“ من گفتم ”اشہدان محمداً عبدہ و رسولہ“ درین شب
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عتب من برآمدہ اند و خطاب باو (بان) کردہ
فرمودہ اند کہ چیزے مگوئید کہ این از آل منست۔ شیخ من گفت کہ در بعض روایات

آمدہ است کہ (روح مبارکہ) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در قبر حاضری کنند تا از حال میت باز گوید و از دین او خبر دہد و این خواب تو بر آن موافق افتادہ و نیز گفت می تواند کہ بعد از مردن تو در قبر سوال نباشد و ہمین خوابے کہ تو در دنیا دیدہ کفایت کند۔ روزے قرآے با شیخ من تقریباً می گفت کہ من سنبھل را دیدہ ام و سیر کردہ شہر یست ویرانہ و آبادانی بسیار اتر و متفرق و ازین قسم بسیار گفت۔ مرا تا خوش آمد چہ وطن من این جا است۔ ”حب الوطن من الایمان“ و بقرآ گفت کہ در آن جا بیچ فقیرے و صاحب دولتے را ہم دیدی۔ گفت بیچ ندیدم غیر از ویرانی و اتری۔ گفتم پس این اشعار عرف روم موافق تراست۔ مثنوی

گاؤ در بغداد آمد ناگہان می گذشت اوزین سرای تا آن سرای
زان ہمہ لطف و خوشیہا و مزہ اوندیدہ جز کہ قشر خر بوزہ
نیز بقرآ شتم۔ درین روزگار چون سنبھل وطن منست انچہ شتم از آن گفتم وطن قدیم
من شہر واسط است و اگر از وطن اصلی پرسی کہ آن را حقیقی گویند مقام وحدت
است کہ مبداء و معاد ما و صدور و رجوع ما آن جا است

جا۔ معاد و مبداء، وحدت است و بس مادر میان کثرت و کثرت میان ما
چنانچہ در ”نفحات الانس“ است کہ ابوہاشم گفتہ۔ شعر۔

لقلع الجبال بالابر الیسر من اخراج الکبر من القلوب
بسوزن کوبہ کندن بہست آسمان ز بیرون کردن کبر از دل و جان
ز بیرون کردن کبر از دل و جان۔ خواجه محمد دہدار محشی ”نفحات الانس“ برین سخن

گفتہ کہ مراد ازین کبر نہ معنی غرور است بلکه مراد آنست کہ خود را می دیدہ باشد
 بوجہ از وجوہ و شعور بوجود خود داشته باشد و از بس کہ این عقبہ بزرگ است از آن
 بکبر تعبیر فرمود کہ "وجودک ذنب لا یقال بہ ذنب" می فرمایند (کبر)
 خاص است و کبر عام همانست کہ مشہور است و بموجب حدیث شریف ہر کہ یک
 مرتبہ سلع خود را برداشتہ از بازار بخانہ رسانید از کبر بری شد و (از سوزن) احتیاج
 بکوہ کند نش نیست (و کبر خاص مشاہدہ وجود خود است)۔ واللہ اعلم۔ و شیخ من
 برین حاشیہ، حاشیہ نوشتہ اند کہ تواند بود کہ مراد از خانہ وطن اصلی بود کہ وحدت و از
 بازار عالم کثرت و از سلع وجود و صفات مُتَشَبَّہ بوجود و از برداشتہ از بازار بخانہ
 رسانیدن ارجاع وجود و آثار کثرت احدیت کہ حقیقت فناست۔ پس کہے کہ
 برین حدیث شریف یک بار عمل کرد و بمقتضای "الفانی لا یرد تا ابد" از کبر
 خاص و عام خلاص شد۔ شبے شیخ خود را در اوایل با خواب دیدم کہ دے مرا می گوید
 کہ تو آوازہ خود را بلند انداختہ (است)۔ لیکن کارے را کردیست نمی کنی۔ من سر
 بگریبان خجالت فرو بردہ و نیاز مندی تمام پیش آوردہ ایستادہ ام وے چیز کے
 بدست گرفتہ۔ باگشت مبارک خویش بر پیشانی من لفظ "مبارک اللہ" نوشتہ است
 من بیخود شدہ بر زمین در افتادہ ام و بی شعورے از خود، و غیر خود نماندہ و اندر آن بے
 شعوری چشم بر بستہ ملاحظہ می کنم کہ از ہر طرفے روشنی و نورے خاص ظاہر شدہ
 است۔ و مرا بگرد گرفتہ درین اثناء وے بخود آوردہ (بجد آمدہ) و خود بر زمینہ باب

ہاے بلند و مقامے الوند قدم نہادہ و مرا از پئے خود اشارہ کرد تا من ہم از عقب
روانہ شدہ ام (چون) بمیانہ (بالا) رسیدہ ام وے زوی سوے من کردہ و گفتہ
اینست رسیدن بذات۔ و ہر دو بالاے آن مقام شدہ ایم و حالتے و کیفیتے عجیے
دست دادہ است و انبساطے و نشاطے نیک خوش پیش آمدہ چنانکہ اثر آن حالت
در بیداری ہم بدیر کشیدہ است۔ ہم شبے در اوایل بخواب دیدم کہ شیخ من مرا
کتاب ”یوسف زلیخا“ تعلیم می کند۔ از آن ابیات بیاد ماندہ

حال این عالم بتو گویم کہ چیست از ازل (ہم) تا ابد ہرزہ گریست
و این بیت جاے ندیدہ ام و گاہے نشیدہ و معنی این بیت موافق این مصرعہ شعر پیدا است۔

شعر

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

چون آن خواب را بوے گفتم این بیت از سر ذوق خواندہ

توی بس در جہان پیچا پیچ پنج من پنج من ہزاران پنج
وقتے دوازده شب متصل وے را بخواب دیدم و ہر شب از الطاف و عنایات وے
روزی مند گردیدم۔ روزے کہ این خواب ہارا بمعشوق وے کہ در ملک رانا بوے
در رفاقت بود بختہ ام شب سینزدہم از خواب متصل محروم ماندم۔ افشاء سر
(ترہن) پیوستہ گشتہ (بزرگمان) واقع شدہ۔ این واقعہ در سال ہزار و سی و
شش (۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶م) بودہ کہ من وقتے با شیخ خود بودہ ام اندر شہر لاہور۔ آخر
شب جمعہ بخواب دیدم کہ وے مرا بامامت نماز بامداد اشارہ کردہ و من امتثال

امیر وے بجا آورده ام راستائے من وے ایستاده است و چپا عزیزے دیگر۔ چون
 بیدار شدم وے بہمان و تیرہ مرادر امامت نماز بامداد اشارہ فرمودہ و خود بر استاد ہمان
 عزیز چپا ایستادہ و سورہ قرات رکعتین کہ در خواب خواندم بے اختیار بر خواندم۔ ہم
 شبے شیخ خود را در ایام ترک (نوکری) بخواب دیدم بالباس سُرخ مکلف فاخرانہ،
 ذکر اللہ اللہ بدل می گوید و من آن ذکر را بگوش سر نیک می شنوم و ہم من مقابل نشستہ
 ہمان ذکر را بدل می گویم در ان اثناء بخاطر آورده ام کہ این چنین دو لے مرا محض از
 صحبت وے نصیب شدہ است۔ وے گفتہ آرے چنین است کہ تو می اندیشی۔ باز
 از سر ذوق بدل گفتہ ام کہ اکنون میان من وے بیچ جدائی نماندہ است وے گفتہ
 بلی من و تو یکیم بعدہ وے گفتہ ما بچہ ”سید اعظم“ اندیشنام کہ اگر صحبت وے با
 فقراے صالح بودہ باشد، بہتر۔ گفتم۔ حضرت وے خود تا حال این چنین نبودہ است
 لیکن برادر کلان وے ”سید کاظم“ کہ ملتن بطریقہ نقشبندیہ است۔ آگاہ معنی و
 فہمیدہ است۔ امیدوارم کہ وے ہم از توجہ حضرت از بزرگان این طریق گردد۔ روز
 دیگر این خواب ”سید اعظم“ از مراد آباد بسنبھل آمدہ ماجرا خواب را بویے باز گفتم
 گفت آرے منکای (اگاہی) از شیخ مرا ہم بخشیدہ بود۔ بتقدیری کہ مخالف طریقہ
 است آن را دوزور بروز از من رفته است و ازین سبب من ہم سخت پشیمانم (از وضع
 سابق خود) قصہ مجمل از آن ”سید اعظم“ آنست کہ وے پرمیانتہ منست۔ از خردی
 باز صالح و غریب پیدا شدہ بود بل دولت مادر زاد داشتہ۔

شیخ مصطفیٰ طفاے وے کہ ذکر وے گذشتہ روزے در ایام خردی، از وے پرسید کہ چہ نام داری۔ گفت ”اللہ“ چون این حرف شیخ من شنیدہ خوشوقت گشتہ فرمود استعداد وے بس بلند افتادہ است۔ وے در آوان شباب بشوق تمام از سنبھل ہمراہ من بشیخ من رسیدہ و ملقن بذکر باطن گردیدہ و کیفیت معبودہ بہم رساندہ، مطالب نیک پیدا کردہ و رسالہ ”نور وحدت“ بنزدیکی شناختہ و پرداختہ بر شیخ من قرأت نمودہ و باعمال غریبہ مجاز (موفق) شدہ و از مشرب عالی تواجد گرفتہ۔ چاشنی (بوجد چاشنی گرفتہ) و طریقہ صلاح باحالت خالص توحید بہم آمیختہ و سخنان این راہ نیک می گشت و نیک ترمی فہمید چنانکہ مقبول خاطر و منظور نظر شیخ من گردیدہ۔ آخر چون از شیخ من رخصت گرفتہ بسنبھل آمدہ بیمار افتاد بہشت ماہ تا مادامے کہ اندکے قوت داشتہ نماز ایستادہ با من می گذارد، بعدہ نشستی می گذارد بجماعت، بعد از آن بر چہر پایہ دراز کشیدہ، پس از آن کہ قوتش تمامی رفتہ بتصور ادا می کرد۔ شبے کہ فرداے آن خوابد رفت و پنج حسے در وے نماندہ چند گاہے چشم بستہ بماندہ، مادرش دانست کہ برفتہ از روے اضطراب گریہ برداشت۔ بعد از دیرے چشم واکردہ گفت نمی دانید کہ من نماز را بتصور می گذارم، حالے در نماز بودم و صبح آن روز پنج شنبہ سینہ دہم رمضان از سال ہزار و پنجاہ و بہشت (۱۰۵۸ھ، ۹ ستمبر ۱۶۳۸م) بہوش تمام دریا، خدا و شیخ من برفتہ۔ من تفصیل احوال وے در رسالہ عظیمہ کہ خاص بنام وے است نوشتہ ام۔ روزگارے کہ من لشکری، بودم

ہائیکے از سلطانین متکبر احیاناً اتفاق ملاقات افتاد، چون وے دانست کہ من از
 غلامان و نیازمندان این سلسلہ طیبہ ام و نسبت من بدو واسطہ بخوابہ بیرنگ است
 نام مبارک خوابہ بمیان آورد و بزعم خود حرفے را کہ نباید گفت، گفت از شنیدن آن،
 حال من متغیر شد و دل من بخون در گرفت و از غایت غضب این ابیات عارف
 روم را آہستہ خواندن گرفتم۔

چون خدا خواهد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد
 ہیج قوے را خدا رسوا نکرد تا دلے مرد خدا ناید برد
 و از آن جا برخاستم غم آلودہ و اندودہ و ملامت کنان بر خود مراجعہ برین مردم رسیدن و
 این چنین ہاشنیدن (افتاد) شب را نخلجانی و پشیمانی تام بخواب شدم۔ روزے دیگر
 آن بے ادب بجایے دیگر رفت و شب دیگر از عیاران بروے ریختند و شمشیرے
 آبدار بر کلمہ وے زدند بعد یک روز آن نامز اگو بصعوبت درجے کہ بحالت تباہ
 بر افتادہ و شدت و محنت تمام ز عتہمازد و جان بداد۔ تجربہ کاری را کہ خوابہ شیرازی فرماید
 بس تجربہ کردیم درین (دار) مکافات بادر و کشان ہر کہ در افتاد بر افتاد
 شے سید صمد برادر خود را بخواب دیدم پس از ان کہ وے از دست کٹا و حرلی بشہادت
 رسیدہ بود در روز جمعہ سلخ ذالحجہ از سال ہزار و پنجاہ و پنج (۱۰۵۵ھ) ۴ فروری
 ۱۶۳۵م) در روز غزہ محرم مدفون شد بر در خود، چہ وے پیش از چند روزے بدوستان
 خود گفتہ بود، چون من بروم مراد درین جا گور کنید و سخنان دیگر ہم از رفتن خودی
 گفت۔ و وے (از خریدی باز) مردے بود بصفت سخاوت و درویشی مایل۔ و وے

مراور یافتہ بود و معتقد شدہ و با شیخ وزیر محمد کہ ذکر وے گذشتہ صحبت داشتہ۔ القصہ اندر آن خواب لغش وے را آوزدہ در جائے داشتہ اند۔ و من از دیدن بگریہ درآمدہ ام و وے آوازی دہد "ہوں، ہوں" یعنی گریہ چیست۔ تا من اورا شہید اکبر دانستہ از وے نیاز گفتم کہ من تمنائے دارم کہ "موتوا قبل ان تموتوا"۔ نصیب من گردد وے بزبان فصیح مرا می گوید کہ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم (اورا) در نہایت مقام بردہ اند چنانکہ این مردیست بر زمین افتادہ، چون نگاہ می کنم نزدیک بوے فقیر یست افتادہ و بیچ خستے (از وے) ظاہر نیست۔ از مشاہدہ وے رسید بدل آن چہ رسید۔ پیش از آن ہم در آن سال ہزار و پنجاہ (و پنج ۵۵۰ھ) از توجہ خاص (شیخ خود) کہ سعادت و دولت ترک از حجت اہل دنیا نصیب شدہ بود و اجازت تعلیم طریقہ علیہ نقشبندیہ وق در یہ یافتہ و بشرف خلافت سلسلتین شریفین و از پوشانیدن لباس و خرقہ برد و طریقہ مشرف شدہ و ہم در آن (سال) رسالہ عالیہ مسمیٰ بر اجازت ارشاد ہر دو طریقہ با فواید جلیدہ نوشتہ از نظر گذارندم و وے آن اسولہ را اجوبہ کردہ نوشتہ و از و رسالہ مردہ و نقل بعضے از مقدمہ آن رسالہ آنست۔ کہ چون سیدی، حقیقت و معرفت دستگاہی سید ممال بتوسط این فقیر در زمرہ مخلصان و محبان حضرات نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین داخل شدند و بہ اخلاص و محبت این اکابر استقامت یافتند و از طریقہ ایشان (بہرہ ور) گشتند۔ بہ نیت صلاح ظاہر و باطن و عزم انتفاع و خیریت، سیدی و موافق را رخصت و اجازت تعلیم طریقہ علیہ دادن و بیعت توبہ برپا داشتن کردہ شد۔ ہمہ اندر آن رسالہ است چون سیدی و مولای سید

کمال باین فقیر اتحاد و ارتباط قوی دارند و محبت مقتضی این آمدہ کہ ہر چہ از عطا ہائے الہی باین فقیر رسیدہ سیدی را در آن شریک خویش ساخت اجازت و رخصت پوشانیدن خرقہ و مرید گرفتن در طریقہ قادریہ نیز کرد۔ انتہی۔ وہم وے اجازت دعائے سیف (دوانی) و حرز یمانی معروف بسیفی و حزب البحر و اسماء الاربعین و اعمال دیگر کہ تفصیل آن طول دارد عطا کرد و نقل از خط و کتابت کہ اجازت کرد بخواندن ادعیہ و اوراد مشہورہ بفقیر حقیر عبد اللہ المعروف بخواجه خرد، جناب محبت و معرفت نصاب، نجابت انتساب اخوی اعزٰی اکرمی انخی سید کمال را چنانچہ کہ اجازت یافت این حقیر از شیخ عالم عامل محقق (نقد المحدثین) حضرت شیخ عبد الحق القادری و ایشان از شیخ خود الشیخ کامل المکمل شیخ عبد الوہاب مکی متقی و ایشان از شیخ علی متقی و بکذا الی آخر سلسلہ۔ و من تلک الادعیہ الحرز الیمانی المعروف بسیفی و دعاء المشہور بسیف اللہ و الدعا المشہور بحزب البحر و الاسماء الاربعین وغیرہ۔ انتہی۔

پوشیدہ نمازند کہ شجرہ پیران سلسلہ نقشبندیہ سابقہ در ذکر خواجہ بیہنگ مذکور شدہ۔ اما شجرہ پیران قادریہ کہ بواسطہ غوث اعظم براہِ پیران کرام بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم می رسد، اینست۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت سید علی (حضرت سید عبد اللہ اقدس) حضرت سید موسیٰ حضرت سید عبد اللہ حضرت سید موسیٰ ثانی حضرت سید (محمد) حضرت سید

وہیں حضرت یحییٰ زاہد حضرت سید محمد عبد اللہ حضرت ابوالخیر حضرت شاہ نجی الدین
عبد اللہ درجید فی حضرت سید عبدالرزاق حضرت سید شرف الدین قتال حضرت
سید بہاء الدین حضرت سید عبدالوہاب حضرت سید غنیل حضرت سید شمس الدین
حضرت سید گدا حضرت سید شمس الدین عارف حضرت سید گدا رحمانی حضرت
شاہ فضل حضرت شاہ کمال حضرت شیخ اسکندر حضرت شیخ گدا حضرت شیخ محمد سعید
حضرت خواجہ محمد (عارف) قدس اللہ اسرارہ

چون من از شیخ خود سعادت ترک صحبت اہل دنیا با نواز شہاے مذکورہ حاصل نمودہ
وطن رسیدم۔ گوئہ ترددی طریقت متعقدان سوائے پسران و مادرشان بدیدم۔ بدل
عہد رفتہ و نیت بدستہ کہ در باب توکل و جمعیت خیاطہ آیتہ کہ بر صفحہ اول
برآید فال من معنی آنست و بر شادوم اتفاقا این آیت کریمہ برآمد۔ و من یتقی اللہ
یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی
اللہ فیمدحسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ کل شیء قدراً۔ و رآن
مذت در باب از دیہ و وجہ صاف و شغل باطن بہ الزمات و مقامات و معرکی از
دوس یغیبات ہم ساقبتہ (نسخہ) کلام مجید را بدست رفتہ و بر شادوم۔ اتفاقاً
بر صفحہ اول این آیت برآمد کہ "قل اللہ ثم ذرہم۔" الخ۔ پس از آن نظر بر
خوابی با خودی افتاد، چیز باز در افتاد و در ماندنی ازین راہ بنظر درمی آید۔
خود را ز غایت شائستگی بہ من سب می یافتہ۔ روزے اندرین باب

کلیات حضرت خواجہ بیرنگ را کہ بمیان داشتہم بر کشادہم این بیت بر آمد

وقت کمان است نشستن کہ چہ آخر مذ نیست نشستن کہ چہ

روزے من نزدیک قبر مبارک خواجہ از غایت عجز و نیاز مراقب نشستم۔ نسبت از

بے خودی و بی صفتی و بیرنگی روئے نمود کہ بیچ وجہ تعبیر از آن نتوانم کرد۔ سخن بیادہم آمد

کہ شیخ من می گوید کہ در آن ایام کہ خواجہ بیرنگ در راجہ پور تشریف داشتہم یکے از

مشیخ آن جا گفت۔ خواجہ را از نسبت بر آوردیم یا (گفت) نسبت ایشان را

سب کردیم تا چون این حرف را خواجہ بیرنگ شنود فرمودند کہ اول تحقق کنند آن گاہ

چنین گویند۔ و این ہمانست کہ عزیزے حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ را گشتہ

است کہ ہر چند اموال حلاست اما حساب خود در پیش است۔ ایشان

فرمودند حساب خواہند کرد اگر کسے را لائق حساب خواہند یافت در رسالہ قدسیہ

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمودند کہ اثر توجہ روحانیت اویس قرنی انتصاب تمام

و تجرید کلی از علایق ظاہری و باطنیست۔ ہر گاہ کہ توجہ بروحانیت قدوۃ الاولیاء خواجہ

محمد علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہ نمودہ شدے اثر آن توجہ بہ ظہور آمدے و ہر چند

در آن توجہ سیر افتادے بیچ اثرے و مردے از صفت متاع دنی فساد و چون وجود

روحانیت در انوار وحدت محو شود، ہر چند آدمی از خود و جوہے طبعیہ و انجہ سرہ پایہ و

کشف (ادراکست) از خویش بگویند، جز بے عشق و بے نہایتی نہ بینند۔ اتنی۔

و حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در ضمن آن سخنان، ہمہ در آن رسالہ ین نوشتہ اند

کہ این سخنان را کہ خواجہ از مبادی سلوک و اول خود حکایت می کرد و توجہات خود را

بارواح طیبہ مشائخ کبار رضی اللہ عنہم چند وجہ در بیان می آوردند۔ گفتہ اند۔
 اولیاء اللہ مختلف اند بعضی بے تقید (صفت) و بے نشان و بعضی بصفت و نشان گشتہ
 اند۔ مثلاً گویند، ایشان اہل معرفت اند یا اہل معاملات اند یا اہل محبت یا اہل توحید
 اند و کمال درجات اولیاء را در بے صفتی و بے نشانی گفتہ اند۔ بے صفتی اشارت
 بہشت ذاتیست کہ مقام بس بلند و درجہ بس شریف و عبارت و اشارت از کمال آن
 مرتبہ قاصر است۔ و این سخن نسبت بہ متوسطان است کہ ادراک بے صفتی نمی
 توانند کردند کہ (اکملان) کہ از ادراک آن قاصر باشند۔ مثنوی

برتر از علم است و بیرون از عین	دانش اندر هستی خود زد نشان
کہ نشان جز بے نشانی کس نیافت	چارو جز جان فشانی کس نیافت
گر عیان جوی نہان آنگہ بود	در نہان خوانی میان آنگہ بود
در بہم جوی چون بے چوست او	چون و بے چون ہر دو پیر و نست او
صدہ ازان طور از جان برتر است	ہر چہ خواہم گفت اوزان برتر است

بخیر زن ہم باشد کہ او نہ در شمع آید و نہ در صفت۔ و کمال این مرتبہ بے صفتی
 حضرت سید المرسلین راست صلی اللہ علیہ وسلم و علی الہ واصی بہ اجمعین۔ و ہمہ اویہ
 علی حسب مرتبہ خوشہ چینیان ثمرین سعادت اویند۔ استمداد از باطن مقدس
 (جویند) و درجات این مرتبہ ترقی می نمایند۔ مخصوص حضرت اوست صلی اللہ
 علیہ وسلم، اشارت بہ این مرتبہ است و از خواص مرتبہ بے صفتی آنست

کہ صاحب این مرتبہ اہل تمکین بود و بصحبت ملقب قلب پیوستہ باشد و جمیع صفات
و اخلاق الہی متصف و متعلق گشتہ باشد و متصرف بودہ بر احوال خلق اورا ابو الوقت
گویند و از صفتہ بصفتہ دیگر با اختیار خود تواند انتقال نمود و از بقایا سہ وجود بشریت
بہکی صافی شدہ باشد۔

صوفی ابن الوقت باشد در مثال لیک صافی فارغست از وقت و حال
حالہا موقوف عزم و ارے اوست وقت ہا باشد جہان ارے اوست
روزے شیخ من بقبر شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ مراقب نشستہ و مرادر پہلوے
خود نشانہ من نیز مراقب شدم و اندر آن مراقبہ نسبت ذوق و شوق و عشق و محبت
در یافتہ و پس از افقت حقیقت حال را بشیخ گفتم۔ گفت الحق نسبت (شیخ این)
چنین است این جاشکر کروم، چہ صدق دریافت خود از فرمودن وے دریافت۔
یک بارے من نزدیک بقبر صاحب ولایت امر و بہ قدس سرہ مراقب شدم، نسبت
غایت لطیف از بیرنگی ظہور کرد، ہم رنگ نسبت کہ از خواجہ بے رنگ دریافت۔ من
زد قبر شیخ اللہ بخش گڑھ مکیسری قدس سرہ ساعت مراقب نشستم۔ شیخ را دیدم متوجہ
بذات مراقب نشستہ و این معنی در ذکر نیستہ شیخ اللہ بخش (گڑھ مکیسری) محمد
گذشتہ است۔ و تفصیل این حکایت من در رسالہ "سنہ (در) و سن" نوشتہ م۔
روزے شیخ من نزدیک آن وقت (قبر) کہ وے تازہ رفتہ بود از دنیا، در ابور
مراقب شد تا نسبت وے دریابد و مرادر پہلوے خود نشانہ من نیز مراقب شدم۔
پرسید چہ ظاہر شد؟ گفتم۔ "حالت اضطراب و دیدم" وے مرا گشت۔ ارے

من ہم وے را مضطرب یافتم۔ این جانیز (بر صدق) دریافت خود شکر کردم۔
(شیخ من گفت) ”کما تموتون تبعثون۔ مصرعہ

چون میرد مبتلا میرد چونیز و متبلا خیزد

در نام امرونگی (امرو بوی) کہ مردیست صالح پر ذوق صاحب سماع، وے در
روز عرس شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہ شکر را بقتر اے آن جا قسمت می کند۔
وے گفت مرا کہ شبے گنج شکر را بخواب دیدم کہ می فرماید کہ قدرے شکر، ہمہ در
سنبھل می رسانید و باشی۔ از آن باز وے قدرے شکر را ہر سال بمن می رساند۔
میر سید فیروز، روزے مرا گشت کہ مرا (نسبت تو) در خاطر گذشت کہ آیا وے را پنج
نصیبہ ازین راہ دست دادہ است (یا نہ)۔ بدین اندیشہ شبے بخواب شدم۔ دیدم
بسیارے زمشائخ کبار و فقراے باوقار بر صف مصدا (مصلی) نشستہ انتظار مام
می کشند تا تو رسیدہ و پیش آن جماعہ رفتہ امام بودہ۔ پوشیدہ نمائد کہ شیخ من در
خلوات خاصہ از خلعت احوال و مکاشفات خود را بمن گشتہ است و آن را با نفع
بنوشتن فرمودہ و موقوف بر اوقات ظہور آن داشتہ و مرا نیز ازین دولت امیدوار
ساختہ۔ آن را در اوقات من سبہ علیحدہ نوشتہ خواہد شد۔ ان شاء اللہ سبحانہ۔ و ہم آن
چہ پیش من بہ نسبت من اظہار باو عنایت با فرمودہ آن ہم مقدر نیست (بنوشتن)
از آن ہمہ آنچه بنوشتن در می آید بجمال آنست کہ بہ نسبت من بار بار فرمودہ کہ دوست
من ویران اندر دین و دنیا جز کمال سے نیست و الحمد للہ و الحمد للہ کہ من ہم اندرین
جہان و آن جہان جز اوقات پاک وے دیگرے ندارم الحمد للہ ثم الحمد للہ و الحمد

لہ۔ اکنون آنچه شیخ من سخنان این راہ مرا نوشتہ داد بعضی از آن اینست۔ مناجات۔
 خداوند! بحرمت جمیع دوستان و اولیاء و فرشتہ (فرشتگان) و بشر، الخصوص حبیب تو
 و صفی تو محمد مصطفیٰ و اصحاب کرام و اولاد عظام او علیہ و علیہم الصلوٰۃ و التحیات، خداوند!
 بحرمت جمیع مشائخ امت محمدیہ از سلف و خلف و متقدم و متاخر، از جمیع مقتدیان
 سلاسل مختلفہ و مشائخ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ ارجہم۔ خداوند! بحرمت فطرت
 جمیع اشیا مرذات و صفات و افعال ترا از موجودات و روحانیات و فلیکیات و
 ارضیات و ہر چہ در تحت گن در آمدہ (خداوند! بحرمت آن نشاء نیاز کہ ہر موجود را
 بے اختیار ثابت است خداوند! بحرمت این معنی محبت کہ ترا بخود دایم است)
 خداوند! بحرمت ہر چہ در علم تست۔ خداوند! بعزّت کہ مرا بمن مگذار و در دریا بے
 عدم چنان گم ساز کہ دیگر از خود نام و نشاء نے نیابم۔ خداوند! از قطرہ ہستی من در
 دریا بے قدرت چہ بیشی و از نابودن آن قطرہ چہ کمی۔ خداوند! این حساب کہ بروے
 دریا جلوہ گری دارد فرو نشان۔ خداوند! مرا بیا و نیستی برودہ (شو) خداوند! ہر چہ بہست
 توئی۔ مرا تا چند من باید گفت؟ من گفتن ترا سزد۔ تو من گویی تا من گویم۔ خداوند!
 ہستی تراست تا چند بر خود (تہست ہستی) بر بندم۔ خداوند! بزندگی رفتار جسم و
 بمردگی روح مرا عدیے بخش کہ نہ جسم ماند و نہ روح خداوند! دوزخیان را دوزخ
 و بہشتیان را بہشت وہ مرا ازین بر دو پر بان۔ خداوند! دنیا و آخرت مرا نباید مرا
 توئی و بس۔ (انتہی مناجات)

حرفے چند در تحقیق مراتب عشق می نویسد۔ (می نو-بسم) بگوش تا ممل بشنوید۔

اعلی درجات عشقیست که حسن (حقیقی) را با خود است

و ثانی آن یعنی مرتبه که متصل است آن عشقیست که صفات را بذات او چنانہ است

بعد از آن عشقیست که صفات حق را بخود است

بعد از آن عشقیست که افعال حق را بذات حق است

بعد از آن عشقیست که افعال حق را بصفات حق است

بعد از آن عشقیست که افعال حق را بخود است

بعد از آن عشقیست که آثار افعال حق را بذات حق است

بعد از آن عشقیست که آثار افعال حق را با افعال حق است

بعد از آن عشقیست که آثار افعال حق را بصفات حق است

و آن ادنی درجات عشق است۔ هرگاه این معنی را شناختی با آنکه وجود و ظهور هر مرتبه

از مراتب که موجود است بعشق وابسته است۔ اگر عشق نبود، موجودیت صورت

گرفته تحقیق و توضیح این موقوف بر ادراک و وصول مرتبه است۔ ان شاء اللہ تعالی

اگر میسر شد، نوشته شود۔ دیگر آنکه از ملاحظه معنی وحدت، اشیاء که وجود ندارند، درین

باب خاطر فتنه را متوجہ دانند و السلام و التحیة۔ برای نوشتن بانی سید مہال صفاے عجبے

می آرد و رخسار خیال فراتر شده بوحشت آباد دل قرار گاہے یافته است۔ الحمد للہ

و امید کہ این بندہ باین آرزو دیرینه خورسند و کامگار شده خداوند مرا

از ہر چہ غیر بنام است رہای بخشیدہ بدریائے جمال بے نہایت خود مستہلک
و مستغرق کرد و باز بصورت وے برآمدہ۔ چون من چندین زمانہ گرفتار تیبہ نادانی
ماندہ ام۔ درین ایام بنی طر رسیدہ کہ رسالہ ترتیب باید داد کہ (دلیل) کمال انسانی
و تحفہ محفل شاگرد و متوجہ باشند کہ صورت سرانجام یابد۔ والسلام

آن برادر را معصوم باد کہ وقت آن عزیز بہر لباس و بہر وجہ کہ باشید از آن معنی خالی
نہاید بود۔ معبود اورادانید و مقصود اورادانید، موجود اورادانید۔ اول شریعت دوم
طریقت و سوم حقیقت۔ چون این سہ اگر ہیبت اجتماعی پیدا کرد و یک چیز گشت
معرفت نہایت کار نیست سخنان یہ کہ ہر سطرے دفتریت اگر ہوش بخشند
بارے در تربیت و تقویت ثالث باشند کہ اہم است و مستلزم اول و ثانی و رابع۔ نتیجہ
آن اختیاری نیست۔ بعد از نماز پنج گانہ در خلا و ملا و صحبت و عزلت اندیشہ را بہار
دارند و معنی وحدت را از دست ندہند (بس درین)۔ خوبی ہائے ما و شہ است از آن
بہت تاکید می کنند و باوجود چندین خرابی باز آن را و سخن می رانند۔ اللہ سبحانہ ما و شہ
را رہای از غیر و رفتاری بخود برداند و در آن رفتاری بے شعور سازد۔ منصرف

کار این است و غیر این ہمہ بیچ

ہمیشہ در یاد خدا باشند، ہمیشہ متضرع بدرگاہ خداوندی بودہ و دانند کہ حق سبحانہ بکرم
این حقیر را در طریقہ مستقیمہ اتباع نبوی ابتدا بخشد و ہمیشہ بصفت (بے صفت)
ذکر خداوند سبحانہ کنند۔ ذکر نہ آنست کہ بزبان تلفظ اللہ یا غیر آن از اسماء دیگر متکلم
شود یا تخیل آن کردہ شود۔ ذکر آن باشد تحتیتی و ذاتی کہ بصفتے از صفات چہ و چوبی و

چہ امکانی مقید نیست و ہم واجب است و ہم ممکن۔ باید کہ ہمیشہ در ملاحظہ باشد و
 ملاحظہ متناہی ظہور را در ان بسیط غیر متجزی منحصر سازد۔ چون مداومت و ملازمت
 این مرتبہ نمودہ شود امید است کہ وحدت بر باطن افتد و ترا از تو بر باید۔ اینست قدم
 اول این راہ۔ نصیب باد۔

ے برادر عجب زمانہ رسیدہ است، در کار وحدت بشیاء باید بود کہ شیطان فریب
 ندہد۔ رفتن حضرت خواجہ حسام الدین احمد ازین عالم مسلمانان را ابتلائے عظیم
 است و خیر باین قسم مردم وابستہ است چون این مردم بروند، باید ترسید و از خدا باید
 خواست کہ بخوابی با گرفتار نباشد (نسازد) وجود شریف حضرت میان شیخ مرتضی
 و رین زمان بسیار مغتنم است (در سنجمل) ہمیشہ بایشان ملازمت کنید و سعادت
 ملازمت ایشان را دانید۔ ازین فقیہ گاہے در خدمت ایشان عرض دارید کہ دعا
 فرمایند ازین عالم بیجان برو۔ دیگر چہ نوشتہ کافی نویسم ہر چہ بدانید، اگر ہزار دفتر
 پر سازند نسل ہمہ اینست کہ با خدا باش و خدا را با ہمہ بے ہمہ بدان و ہمین۔

سے برادر وحیت ہمین است کہ خدا یحییست و غیر او موجود نیست ہم ذوات و
 سنات و نفوس (غیر) نور تجلیات و صفات و فعل اوست۔ ہر چہ مقبول و منقول
 مشہور (مشہور) اوست۔ رات و مثل و اجسام ہمہ تجلیات و ظہورات اوست۔
 غیر اوست مثل و مردم سہ فست۔ یک موجود است کہ رب، اسم باطن اوست و
 بعد از او نہ۔ ہمیشہ حقیقت خود متوجہ باش بدو کہ جسد باطن روحت و روح
 باطن پس (جسد) روح و جسد او بیند و در وقت این ہر دو۔ فافہم۔ و وصیت

دیگر آنکہ از تہذیب اخلاق نیز چارہ نیست و حاصلش آن کہ با ہمہ دوست باش
(و بے ہمہ) ہمیشہ بہ دوست باش۔ و وصیت دیگر آنکہ از فرایض و واجبات و سنن
موکدہ و محرمات و مکروہات تحریمی غافل نباشی و بطوریکہ فرمودہ بجا آری و وصیت
دیگر آنکہ بحضرت خواجہ بزرگ و خواجہ احرار و خواجہ محمد باقی قدس اللہ اسرار ہم ہمیشہ
متوجہ باش و قبر ایشان۔ حق سبحانہ بکرم خاص خود توفیق سوک عجز و نیاز مندی روز
بروز افزون دار، ہر چہ از حال و مقام قبل فنا است (معلول است) و بے اعتبار۔
آرے بعد از فناے اتم کہ از عشقی و کیمیایاب تراست، کبریای ظہوری کند با
صفات دیگر (این مظہر الہی) بحضرت قدس مقبولست نہ بعید کہ از وے نام و
نشانی نہماندہ است۔ در آن مرتبہ ہر چہ ظہوری کند بوقت سبحانہ منسوب است آنچہ
در کلام قدسی کہ با غوث اعظم واقع شدہ ”اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ“ ہمہ درین مقام است۔
از خرابی حال خود چہ نرسد کہ بان خرابی درین گفتگوی دارند نمی دانم درین چہ سر
متضمن خواہد شد کہ بار آن نہ مومن تواند برداشت نہ کافر، نہ بہشت محل اوست نہ
دوزخ اللہ سخن از کجایکجائی رود و من در چہ کار، سخن کہ بیرون از آسمان و زمین
است۔ بزبان من می گویند و مرا ہم چنان در تیبہ حیرت و ضلال فرو بردہ اند تا
عاقبت چہست اواز کدام چیز (در راہ) دہند و از کدام در بر آرند۔ گاہے برے
ایمان این در ماندہ محروم و مجبورے فتح بخوانند و توجہ نہ نمایند۔ شنودہ شد کہ بخانہ

۱۔ مکمل عبارت نیست ”اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَيَكُونُ عَيْشُهُ كَعَيْشِ اللَّهِ تَعَالَى“
با حلاق اللہ و التصفوا باوصاف اللہ (انصاف از کلام قدسی با غوث اعظم)

شمارا پسرے عطا کردہ و اشارتے واقع شدہ کہ من تعین نام او کنم۔ این فقیر را این چنین بخاطر رسید کہ مخدوم زاذہ را ”سید وحید الدین محمد ابوالمعالی“ (نام کنید) وحید الدین لقب محمد اسم و ابوالمعالی کنیت است۔ حق سبحانہ تبارک مبارک گرداناد و همان را بر خوردار و سعادت بار گردانند۔

احمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد دو کتاب معاً از آن زبدۃ الانخوان و امید کمال رسید۔ یکے در لایبور نوشتہ است و دیگرے معلوم نیست کہ از کجی فرستادہ۔ ہر کدام مشتمل بود بر شفتت تام و محبت تمام جزاؤ (ک) اللہ خیر الجزاء۔
آن برادر معلوم نمایند کہ اصل درین کار و صف فنا و نیستی است و صفت ذات و انکسار پیوستہ در حضرت خالق السموات و الارض جل و علا۔ و در حضور مخلوقات عالیہ و سافہا و شریف با و دونہا و ملکوت با و مکی با نیاز مند و شکستہ باید بود۔ ہر شے را وسیلہ مقصود بپید ساخت ”بعد التجلی بحلیۃ الشریعت العراء المصطفویہ (ہمیشہ ملبس باید شد) اللیم صلی و سلم و بارک علی صاحب الصلوۃ و سلام و برکاتۃ تامۃ کاملۃ و علی الہ و صحبہ و تابعہ الی ابد الابد“۔

سے برادرین مضمون خاص البہامی را بار بار با نوشتہ ام و حصول ہر دو شق را مکرر و موکد فی نمہ بہ گاہی خواہم کلمات نو۔ سم این معنی سبقت می نماید و از خدای خواہم کہ ہم را و ہمراہ رخت آن ارزانی دارد۔

سے برادران را ”وحید“ و ”وحید“ و ”وحید“ است کہ جمیع افعال را بویے منسوب دانی

از روئے (ذوق و) حال، نہ از روئے علم و تقلید کہ آن عوام (امۃ المسلمہ) را نیز
 میسر است و چون این درجہ از روئے حال نصیب گردد، یقین است کہ عداوت
 و منازعت از میان برخیزد و این جا حلوا بخش و سیلے زن یکے بود۔ چون منشاء
 درجات عالیہ توحید، ظہور وصف محبت و جذبت در اول درجات نصیب از مقام رضا
 برسد۔ در (درجہ) دوم (اضافی) است کہ جمیع اوصاف ذاتی کہ مبادی افعال اند،
 بوئے منسوب سازی ذوقاً و حالاً مانند حیات، و قدرت عالم و قادر اورادانی فقط
 ہکذا جی و ہکذا مرید درین مقام جمیع اجزائے عالم را بجماد محض تصور نماید اصل در
 توحید توحید ذاتی (و توحید توحید) این است کہ جمیع ذوات و وجودات را بوئے
 راجع داری و یک ذات بنی کہ مصور متمثل است بصور روحانیہ و جسمانیہ (آن
 ذات) غیر متناہیہ۔ درین مقام معقول و محسوس و موبہوم و عقل و واہم او بود، فقط۔
 معقول عالم ارواح است و موبہوم عالم مثال و محسوس عالم شہادت و این سہ طبقات
 کہ در خارج علم باعتبار توہم و تمثل عارض حقیقت وجود گشتہ است۔ درین مقام
 شہود وجود ہمہ اوصاف کاملہ بوئے باشد و از ساک نام و نشانی در میان نیست و
 فناے حقیقی کہ بعد از تحقیق بقا است میسر است و تحقیق بصفات و جوہیہ ہم درین
 مقام است و ارشاد و اکمل ناقصان و مریدان ہم درین مشہد است و ظہور خوارق و
 عجائب ہم درین جا است و آنکہ دعوی وصول بآن مقام نماید و ازین علامات کہ بال
 مذکور شد نصیب نداشته باشد او بہ حقیقت آن مقام نرسیدہ و علم او با و ہمراہ است از
 حال حرف ندارد و تا حال ندارد، تخیل محض است۔ مقصود ازین تطویل آنست کہ

بدانند کہ جماعت درین روزگار بہم رسیدہ اند کہ دعویٰ شہود حق در جمیع ذرات کنند و باین
گردن را از ربکہ شریعت بردارند و می گویند کہ چون یگانگی آمد، احتیاج عبادت نماند
نماز و روزہ بجهت غافلان است نہ حاضران۔ ووی در یگانگی کفر است۔ این جماعہ
ملحدانند و مردودان خدا و رسول، حاشا کہ تو حید منافی اعمال کس (شریعت) بود۔ باطن
مستغرق وحدت است و ظاہر ہمیشہ (محتاج) بشریعت۔ باید کہ معتقد وحدت وجود
باشند ہمین ذکر (است) کہ بارہا گفته شدہ است۔ لقا شخصے را کہ آثار و عقل و ہوش
وے رائج است و از دائرہ تکلیف نیز (نہ) آمدہ است عمل شریعت معاف
باشد معتقد نشوند و دانند کہ وے از طریق منحرف است و آنکہ بالا گفته ام عین مقصود
سازید و پیش ہمہ نیازمندی ننمائید، آن از راہ مظہریت او مرحق را و مراتبت او بود۔ و
چون بدین و مذہب (بہ شریعت) شخے افتد، منقلب نہ (مستقیم) باشید و ذرہ تجاوز
نمائید۔ جماعت کہ شریعت بے ادبی می نمایند از حق محروم اند۔

بخدمت ذوالفضل و اکمال الامام السید الشریف اکرم الموم الجمال اسعد اللہ
الدین العاشقین بہکمال دعوات حبیبہ فتحہ برسد در حال رجاء اجابت و قبول من اللہ
افضل المتعالمات جل شانہ و عزہ بربانہ رقیمہ مریمہ کہ مشتمل بر اصناف مہربانی و
نہیب قبول نظر شریف حسن وقت و امل زمان سید محمد کمال رسیدند و واسطہ
وصول بذات قویہ معنویہ رویدند و انچہ مرسل بود از قلمدان و کلام و کمر بند
ہمہ رسید بانچہ قلمدان بود۔ فرستادن آیات کتابت است (اشارہ) بآن بود کہ
در حقیقہ دل صوم حقیقیہ و معارف۔ تیزیہ باید کتابت و اثبات نمود این محل است و

تفصیلش آنکہ قلم واسطے اشارت بذکر است امانہ ہر ذکرے کہ واسطہ تواند بود کہ بان ذکر مذکور تواند بود و تواند رابطہ وصول گشت و لہذا اور واسطی گفتند و مشابہتے کہ در آن جا اشارت بقوت آن ذکر است۔ و بودن سواد اشارت بآنست کہ این ذکر موصل بسواد بود۔ چہ در فناء ذاتی ہمہ انوار کوتاہی می کنند این جا ظلمت است کہ اصل انوار است و قلم تراش اشارت بہ تیزی طلب است کہ قلم ذکر را از ناراستی و ناروانی محفوظ می دارد تا طلب قوی دامن گیر نشود۔ ذکر اثرے نیاورد و نقشے بدل نہ نشیند۔ بے نشاء طلب تیز ذکر حکم اورا دارد کہ چندان نفی (در وصول) نرساند و ہمین تیزی طلبست کہ حرف خطا و سہو کہ حرف باد غیر است از آن بوسیله او برداشت۔ فافہم۔ و بند ہائے کاغذ اشارت بہ مراتب و طبیعات نفس انسانیت (کہ بوسیله ذکر اصلاح یابند) علم دیگر و ذکر دیگر است۔ ذکر لسانی ذکر قالب و تخیل ذکر نفس است و ظہور حق بدان نہ۔ کہ با علم غیر متناہی، متناہی بود ذکر قلب است و ظہور حق بدان وجہ کہ بر علم غالب بود ذکر روح و ظہور حق بدان مرتبہ کہ علم منفی تردد ذکر سر و انتفاع حضور (ظہور) نیز، ذکر خفی (است)۔ و نفی علم باین وجہ کہ این حضور حضور حق است بخت سبحی نہ تعالی ذکر اعلیٰ و ہذا غایت الکمال و نہایت الفضل۔ وصول حقیقی درین مقام است کہ مسمی است بقا باللہ سبحانہ۔ و ظہور ملکوت و تحقیق بصفات آن مرتبہ و ہمچنین تحقیق آن مرتبہ جبروت کہ مرتبہ صفات اللہ است درین مقام است مجمل کہ یک امر است

کہ (حقیقت نفس است) و چون حضوری پیدا گردد قلبست بعد از آن همان حقیقت روحست بعد از آن همان (امر) سراسر است (و خفی و اخفی) الی آخر المراتب، نہ آنکہ این لطائف سببہ مفصل موجود اند و افراد انسانی بلکہ این اسماء (مقامات) و مراتب ذکر و حضور اند۔ فافہم۔ بنسبت بندہ ہائے کاغذ کہ فرستادہ اند و قلمدان اشارت بہ محفطت کتابت این آلات معنویست و ملازمت و مداومت چہ بے مداومت و ملازمت و محفطت (رسیدن) بمراد دستور نیست۔ و کمر بند اشارت بہت و خدمت است و این خود اصل ضروریست درین راہ کمر ہمت و خدمت باید بست و ہمت این چنین باید کہ بر خود اندوہ دایم قرار دہد۔ گذشتن از جمیع مطالب و مقاصد آسان نیست و بسیار دشوار است بروی دو عالم خود را خادم گرفتن در خور ہمت کم کے است۔ ازین بابت خبرے داشتن کہ سخت دشوار است و مشکلیست شگرف۔ ہر کہ یافت دریافت و ہر کہ نیافت نہ دریافت۔ بگشتگوئی تو ان فہمید و کمر خدمت اینست کہ نسبت بجمیع مخلوقات متواضع و نیازمند باشد، چنانچہ بارہا نوشتہ شدہ است بمعلوم ایشان ہست و خدمتے چند کہ فرمودہ اند از فرائض واجبات و سفن بجا آورد و کلہ خود خام است اشارہ بکارہ ارادتست این کلہ کہ رسید (سند) بہت اللہ است۔ تمدنہ بآس صحبت تمام اوراد و پوشید و این سعادت نامزد او تمد۔ چون از جانب شاہود، میدواری بادر حق او متعلق گشت۔ زیادہ چہ نویسد۔

اور عزیز سید محال بمرادے کہ جانبان و مشتاقان این راہ خوابند بر سند۔

آمین آمین۔ ہیج می دانی کہ اصل این کار چیست؟ و پندارم کہ می دانی و از آن چیزے ہم بتودادہ اند، در خود یافتہ و این چاشنی بکام تو رساندہ اند اما خواہم کہ چنان گردی کہ از خود (گم گشتہ) در آن چاشنی لذت خویشستن را محو ساختہ خود را عین آن لذت یابی بلکہ از آن نیز فراموشت دبند۔ (کار نیاز و شکستگی بہ نسبت جمیع خلایق کہ صور تجلیات الہی اند بلکہ نسبت) بخود کہ تجلی او سبحانہ است و این بغایت غامض است بگفتن و نوشتن راست نیاید۔ یافت از دل تعلق دارد۔ ز نہار ہزار ز نہار ہیج گاہ از نیاز مندی ہیج وقتے خود را بگوشہ نداری کہ راہ اینست و بس۔ عاشق دشمن باش، دوستان را خود چہ گویم ہمیشہ حاضر (ناظر) خود باش کہ بنا گاہ از خود بکسے آزارے و بموجودے رنجے نرسد چہ انسان و چہ حیوان و چہ نبات و چہ جماد کہ ہر چیز جان دارد و بحق حاضر است۔ آرے در عوام انسان آن چنانکہ حضور متحقق است غفلت نیز متحقق است و این ہر دو در یکے آن متحقق است حضور اصلی است غفلت عارضی۔ نظر تو باید کہ مقصور بود بر انچہ اصلی است این علم غریب بے آنکہ تمسک بوحدت و جود نمایند از علوم قطعیہ انبیاء و اوسیاء انسانہ نیز می توان دریافت مرا و ترا باید کہ بان راجع سازیم کہ بکرم ایزد متعال از آن بہرہ برداشتہ ایم۔ چہ می گوی او موجود نیست۔ حاشا عقل و نقل بر این معنی (وجود او) اتفاق مردہ اند۔ آرے عرف غلط بین ازین معنی غافل است و در آن نیز سرسریست عارف بر آن اطاعت درود چہ عجب بر تو نیز بکشایند، دیگر چہ تو۔ سم از ہمہ ضروری فرائض و واجبات

و سنن موکدہ بجا آوردن است و سنت خلفاء حضرت شاہ (عبدالباقی) پیوستہ
نیاز مند بودن است، امیدوارم کہ درین دو امر مستقیم باشی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدمت اخوی سید کمال از مخلص خود سلام و تحیہ
قبول نمایند و اورا امیدوار دعاے خود دانند و عنایت و توجہ خود را باین فقیر سعادت
دو جہانی او شناسند۔ ہر وجہ متوجہ آن درگاہ باید بود، تواند کہ لطف ظہور نماید و ما را از
ما بستاند۔ انچه هست یا غیر این کس است یا عین این کس است۔ عالم کہ غیر این
کس است می باید کہ از نظر محو گردد و آن آسان است کہ ترا باوے کار نیست۔
بریدن از آن کس آسان نمی نماید کہ عین این کس باشد۔ نفس این کس نیز حقیقت
غیر این کس است قطع محبت ازوے نیز باید کرد، باقی ماند حصہ روحانیت کہ اورا من
می گویند۔ و او نہ تنست و نہ صورت۔ طالب را باید باو متوجہ بود و دانست کہ او
پرتویست از آفتاب ذات و اورا نہ جہت است و بآن (یعنی روح) اگر چندے توجہ
واقع شود باین وجہ یقین کہ این قطرہ در دریا محو خواهد شد۔ آن زمان خواهد دانست کہ
جز یک حقیقت بودنی نیست ظہور او کہ درین اجسام می نماید الطاف است۔

اے برادر، یک روح است کہ در ہمہ اجسام بر قدر استعداد ظہور نمودہ
ست چنانچہ کہ آفتاب در روزن با بقدر روزن ظہور می کند و آن روح عقل کل
است، روح اعظم است، خائیفہ حق است و روح محمدی (ہم) ہماست (او جان
ست) و تمام عالم بدن اوست و سایہ او کہ او در ہمہ ظہور نمودہ است از ازل تا ابد او
خائیفہ است و تنسب! اقتساب است و بہرگز نمی رود منظر اتم است مرقع را او حقیقت

غیر حق نیست۔ ہمیں قدر (فرق) ہست کہ تعینے لاحق شدہ است و سائر موجودات کہ غیر او بند ہم حقیقت غیر آن نیست بلکہ تعینات اند کہ آن روح را عارض شدہ اند پس حقیقت یک ذاتست کہ موجودات شدہ بتعینات۔ نظر باین معنی طالب را مناسب تر آنست کہ بروحانیت خود متوجہ باشد تا در پردہ روح نیت ربوبیت مشہود او شود۔ از عالم اجسام قطع نظر باید کرد لانکہ دیدن این کس نیز داخل عالم اجسام است زیادہ درین سرچہ عرض نمایم۔ ہمیشہ بروح نیت خود متوجہ باید بود تا طاقت و سر آن ظہور نماید باین (توجہ روحانی) عبودیت را کہ از لوازم این تعین است از دست نہ باید داد۔ مجملے از احوال خود می نویسد حال بندہ ہماست کہ می دانید بلکہ از آن بہتر و ضائع تر۔ ہمیں لحظہ این بیت استاد بنی طرآمدہ

نہ کار آخرت کردم نہ دنیا کیے بے سایہ نخلے بے برہمست
درین مقام عظیم ہر زیست کہ اشارتے بآن واقع شود۔ گشتہ اند "ہی السحوع
الی البدایہ" این کلمہ قدسیہ کہ از کلمات اکابر است معنی بسیار دارد، چہ از
جوامع الکلم است کہ در ہر مقام این مصروفست۔ این جاتاویئے تازہ بخاطر
رسید کہ آن رومی نویسد۔ نہایت حال بندہ فناے حقیقی است کہ سوا او چہ فی
الدارین اشعار یست بآن۔ و در آن عالی مقام نہ دنیا است و نہ آخرت ہمہ چنین
بدایت حال بندہ حالے است کہ از ہر دو خالق است چنانچہ صابر است بچند وجہ
تامل کہ قال و کلام ہر چند عالی و صافی بود بحال صرف و معنی خاص نرسد و مذتے
کہ در خاموشی یافتہ می شود، در بیجا انجمنے پدید نیست۔ آری انجمن معرفت کہ در آن

جا شہود وحدت در کثرت میسر بود سخت مطلوب است و بسیار نایاب "رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَ
إِنَّا بِحَرَمَةِ النَّبِيِّ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ"

اُخوی اعزی اکرمی انخی سید کمال (از) مشتاق خود دانند و این اشتیاق را
یَقِیْ گا ہے چون مائی بے آب از باطن این مخلص خیر خواہ منفک تصور نکند ہمانا کہ
این اشتیاق ظل آن اشتیاق است کہ بر موجود را حقیقت خود ثابت و واقع است
(تلاوتے کہ میان اشتیاقین تصور نموده آید منوط بدید و دریافت است۔ چون دید
و دریافت صفا یافت و از الوان اقسام جہل طہارت نصیب شدہ انچه حقیقت است۔
بے شرکت مجزور) پردہ مجز جوہ می کند۔ این معرفت در جمیع صفات و شہود کہ ز
اون احاطہ و محو کنش (بندگی و ذل) نزول فرمودہ صورت دیگر گرفته است مجزی
منظہر نیاز، مظہر ذات و صفات (شدہ) است (بدہ ساقی) (مجزی) این جا ہمون
است ہمان صفات این جا ذات گشتہ است فنا مل فنا و دقت

کہا لے کہ مطلوب از ہمت انسانی است و مقصود از خفقت است میسر و محصل باد۔
غرض قایل "کنست کنزاً محفياً فاحبست لا عرف فخلقت الخلقۃ۔"
"فاحبست لا عرف" شاربہ تجلی اول و ظہور نخستین است کہ آن را وحدت و وجود
عامہ نفس از من و برزخ کہ بی تجلی ذاتی و غیر ذالک نیز گویند۔ "فخلقت
الخلقۃ" شاربہ بصورت عامیہ است کہ ناشی از فہم اقدس اند و مرتبہ صور عالمیہ را
"اعدیت و حقیقت اہکائیہ و برزخ صغری و تجلی عنائی و غیر ذالک باعتبارات مختلفہ

گویند ”لَا عَرَفَ“ اشارتست بحقیقت انسانیہ کما حق۔ فافہم۔

”وہذا مجمل یشتمل التفاصيل لمخصوصیۃ

بالحدیث القدس غیر قابلہ لم یعرفہ الامس الہام الحیر“

برادر با جان برابر سید کمال دریا دحق باشند فقیر را امیدوار عنایت خود دانند

متوجہ شوند کہ باطن گرفتار غیب الغیب باشد کہ آن جا از اسم و صفت اثرے نیست

از تعین و ظہور نشانے نہ۔ و ظاہر بمشابدہ اسما و صفات او در مراتب تعین مکتوظ باشد

ہمہ اورا دانند و بے ہمہ اورا بینند۔ ہمہ اوست و از ہمہ منزہ اوست۔ معلوم شریف

است کہ کمال در جمع بین التشبیہ والتزبیہ است۔

بن احقر فقراء محمد عبداللہ الی سیدنا و مولانا سید کمال و صلہ اللہ الی درجہ تکمیل ارجاں

اے برادر! عزیزمے سعی بنمای کہ از ہر چہ مسکمی بما سواست اعراش میسر شود،

تکلیت اقبال و توجہ بحضرت اوسبحانہ تعالیٰ روی دہد۔ ازین معنی بندہ چنانچہ در حق

خود می خواہد در حق آن برادر نیز می خواہد۔ نمی دانم کہ این مراد کے میسر خواہد شد۔

ابھی بحرمت حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم بزودی کن آمین آمین آمین۔

سیدی سید کمال پیوستہ دریا دحق باشند

ذکر گو، ذکر تا ترا جان است پائی دل ز ذکر رمان است

این جا دل و جان یک شے است و اگر چہ وجہ بعثت استعارات فرقی

ہم می باشد۔ چہ دل ترجمہ قبست و جان ترجمہ روت و لطیفہ قلبی دیگر است و لطیفہ

روحی دیگر است۔ کیفیت قلب یکے از مراتب روحست از مراتب تنزیلیہ او۔
 چنانچہ ہر خفی و اخفی مراتب ترقی روح اویند و آنکہ گفتہ است۔ "تا ترا جان
 است" اشارہ بآن کردہ کہ ذکر تا آن زمانست کہ تا بہستی باقیست۔ اما بعد از فنا
 وے ذکر نیست بعد ازین اگر بہست مصدوق "لا یذکر اللہ الا اللہ" است
 و ہم چنین ہمہ نسبت بآل کمال مثل شہود و معرفت کہ در آن مقام ہمہ اوصاف
 و افعال راجع بحق است۔ و اعبد حتی یا تیک الیقین نظر باین معنی است
 کہ آن جا بد و معبود یکست نہ آن کہ بعد از حصول تعلق عبادت ساقط است کہ
 "ان الہ است و رویت حق" "اعاذاً باللہ و ایاکم منہ"۔ "فلحمد اللہ رب
 العالمین و الصلوۃ و السلام علی خلقہ محمد و آلہ و صحبہ
 اجمعین" "خاتم را با مور شرعیہ آراستہ داشتند و باطن را بہ نسبت نقشبندیہ پیر استہ
 گردانیدن فوق ہمہ نعمتہا است حقیقت نسبت نقشبندیہ جز این نیست کہ توجہ و
 انقص صاف منزہ و مقتدر از ملاحظہ ہر چہ مسمی بہا سو است و ہر چہ شائبہ غیریت
 در وے محفوظ بود مثل اسما و صفات و غیرہ و کحضرت ذات پیدا شود بر سبیل دوام،
 کمرکاتہ تنزل واقع شود در مرتبہ شہود وحدت الوجود یا بمقام محبت و عشق نزول
 نماید، زیادہ چہ نویسد۔ والسلام علی النبی و آلہ۔

خونی اعزای نبوی سید مہم مشتاق حق مطلق بودہ با فقیران را کہ بمظاہر بمقتید اند
 مشتاق خواہند۔ ہر زمین است کہ کتھقیت مطلقہ واحدیت مجرودہ متوجہ باشد و از
 منبع مرتب شہود و نش و فانی۔ زیادہ چہ نویسد۔ والسلام علی النبی و آلہ و صحبہ

اخوی به جان برابر اعزای سید کمال بعنائیت الهی محفوظ و محفوظ باشند۔
 الحمد لله که امروز بازار وحدت وجود است و از زبان عام و خاص با اختیار و بی
 اختیار، فهمیده و ناهمیده اسرار حقیقت پالنه مختلفه و در لغات شتی بر منصفه ظهور جهوه
 گری می کند چون طلوع شمس حقیقت از مغرب خلقت و صورت قریب
 الی الوقوعست لابد که انوار وحدت از افق کثرت طولاً و عرضاً در نظری درآید۔ درین
 ایام رباعیات چند با شرح نوشته شد همین یک نسخه پیش بنده بود آن را بخد مت آن
 بیار جانی و رفیق جاودانی فرستاده شد۔ نقلی از و گرفته این نسخه را واپس فرستند۔
 حقیقت مراقبه انتظار شدیدست بعد از ظهور این انتظار حصول مقصود در یک لمه
 میسر است امید که لطف حق روی نماید و پرده از روی مراد بکشاید۔

برادر با جان برابر سید کمال پیوسته در یاد حق بنوعی که بالاتر از آن یاد
 نبود باشند۔ معلوم شریفست که یاد حق مراتب بسیار دارد اعلی مراتب آنکه بوجهی
 حق را یاد کنند که حق بر آن وجه در نفس الامرست و آن وجه معلوم خودست و آن
 آنست که هم منزّه است از جمیع صفات و تعینات و هم ظاهراًست جمیع صفات
 و تعینات بلکه مطلق است از همه اعتبارات چه اعتبار تشبیه، چه اعتبار اطلاق و چه
 اعتبار تنزه۔ این حقیقت کلیه در اصطلاح صوفیه مسکمی است با حدیث و تعیین مرئی
 انظار سالکان طریقه شریفه علیه نقشبندیه این مرتبه است و آنکه ششم که بر آن وجه یاد
 کنند مراد این نیست که آن وجه محفوظ باشد بلکه مراد آنست که آن ذات در حقیقت
 که هر وجه صفت اوست منظور و ملحوظ ندارند و آن ذات ذات بخت است که کثرت

کوئی بلکہ کثرت صفات را آن جا نام و نشانے نیست چون این نظر دوام پذیر
ساک. نہایت النہایت رسیدہ باشد و ہمین است نہایت ہمہ منتہیان درین مقام
حرف توحید متعارف زدن بیہودہ است۔

صاحب من میرسید کمال مدام بیاو حق باشند۔ حضرت قبلہ گاہی ولایت
دستگاہی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ فرمودہ اند کہ شریعت را صورتیست
و حقیقتیست۔ طریقت و حقیقت برائے تحصیل حقیقت شریعت اند کہ در مرتبہ تکمیل
کہ قائلے است از مقام نبوت، میسر می شود۔“ الحق چہ بلازیہا فرمودہ اند این معنی
در خور فہم ہر کس نیست۔ بکہ بعنایت و فضل الہی مناسبتہ بمقامات انبیاء و راستعداد
نہادہ اند۔ غالباً بوجہ از وجوہ درک آن تواند کرد۔ معارف جمعے کہ بکمال کمال
رسیدہ اند و بمناسبت ذاتی در زمرہ قرن اول کہ قرن صحیہ است داخل گشتہ غیر از
علوم شرعیہ چہ خواہد بود۔ این جماعہ را اسرار صوفیہ منظرہ مسائل شرعیہ فقہا گشتہ اند
و بالاتر ازین مقامے در حق بشر متصور نیست۔ ہمین جماعہ اند کہ باصطلاح شیخ اکبر
و بہریت احمد شیخ اہل وقاد و ذاکل امام الایمہ و بادی الامۃ ابو عبد اللہ محمد بن
محمد بن ابراہیم الحنفی الماندی رضی اللہ عنہ وارضاء مسکلی بسلامتیہ اند و رئیس این
مذہب مسدق کہ بر رضی اللہ عنہم است۔ مطلب این گفتگوے طولانی غیر ازین
نہست کہ در جمیع مراتب شریعت را باید در نشر داشت و طالب حقیقت آن باید بود۔
اعتقاد باین معنی محکم باید بست۔ فقیہ در بعضی اوراق نوشتہ است کہ منشائے شریعت
مقام حدیث (مہدیت) است کہ بالاتر از مقام حقیقت (عبودیت) است و

آن جا حقیقت اقربیت مکشوف اہل کمال است۔ ازین معلوم می شود کہ چون وحدت واتحاد و غیبت بکمال آن رسد و از آن تجاوز می کند اثنویت ظہور می کند و مصدر شریعت گردد۔ ”سبحانہ سبحانہ من ان یدرک حقائق صفاتہ احد فہو العالم بذاتہ و صفاتہ“ زیادہ چہ عرض نماید کہ ہر چند حقائق این باب را نہایت پیش آمدنی نیست و بالفعول عذرے زیادہ برین چہ نویسند۔ تمام شد۔

پوشیدہ نہ ماند کہ شیخ من وراے این حکایتے کہ گذشت مکاتبت دقیق و غامض این راہ گفتہ و نوشتہ است کہ در کتابے علیحدہ راست آید از آن میان اکثرے در نسخہ ”جمع الجمع“ نمودہ شد درین جا این قدر کافیت تبرکاتیمنا۔ و ہم مرا شیخ خود اسولہ و اجوبہ است از سخنان این طریق (بطریق) سوالے و جوابے اینست۔

سوال: حضرت صاحب دو جہانی سلامت مجھے از احوال خود بعرض اقدس می رسانند۔ از روے عنایت و بندہ پروری بجواب آن سرفراز فرمایند تا حقیقت این کار و اعتماد برین اسرار بعرض و منصفہ ظہور رسد و آن آنست کہ بندہ معنی تو حید صرف رادر لباس اشیاے ظاہرہ بے نیچ (یعنی و تنقیدے فقط دریافت) و خود را از ان اشیا یکے می دید و از استیلاے این حال از حقیقت (خود) ناقل گشت اورامی دید کہ این ہمہ اوست کہ ظاہر است و بہر رنگ و بہر لباس کہ خوش آمد و ظہور فرمودہ۔ درین وقت جمیع تکالیف شرعی آسان می گردید و عمل بے تکلف سر بر می زد و می شود کہ بہ جا خود بخود می خواہد نیازی کند و ہر جا خواہد نازی نماید پس از وجود و عدم آن غم نیست

باوجود آن اعمال ظاہرہ ہم از دست نشد ہمین طور در ذکر باطن می دید کہ ہر گاہ
خواست خود بخود در زید و ہر گاہ نخواست نور زید و ہمین طور بعضی افعال شتیہ بندہ کبیرہ
بنظر درآمد کہ اگر خواہد خود بخود فرامی کند و اگر نخواہد نہ و بیچ کیے از آن بظہور نیابد
لیکن لذتے کہ از صور جمیلہ خاصہ از نساء در می یافت از منظر دیگر کہ نمی یافت و
نظر کردن بہ نامحرم باین معنی است، از جمال کہ صفت اوست مختلطی می گشت و بیچ
تمال بدین تدوین کار کہ داخل اثم است (یعنی حرام) وقوع نمی آمد غم نبود باین اگر
بقوع می آمد۔ ہمین طور از او راد و وظائف کہ بر خود لازم گرفتہ است (در
بجا آوردن) بیچ تکلف نہ اند ہمین طور ادب ظاہر کہ نسبت آن صاحب دو جہانی
دارد سو۔ ادب باطن بیچ گاہے بد آن جستہ کہ آن صاحب است پایے دراز نہ
کرده اکب دین و یوں و غایط و غیہ و ذاک تنیداختہ و ہم دیگر آدابے کہ بتکلف
بظہور می آمد بتکلف آمد۔ از آن این اندیشہ کہ ہر گاہ خواستہ در ظہور ناقص کہ از
وہست۔ آن ظہور ناقص بسوی ظہور کامل خود نیازے بجا آوردہ چنانچہ جمیع
موجودات کائنات کہ (مظہر) صفات وہست در ظہور خاصہ اظف اکمل محمدی کہ
اوست حیا و صلوٰۃ و السلام راجع است و حسن الہی کہ صفت اوست باین طور می باید
نمودار با خود سو۔ در این چنین اندیشہ بای و از آرزوے کمالات و مقامات کہ
رحمت جہانی اوست فرخ می رود و صفت حسب ہم سستی می گرفت ہر چندین
صفت (حسب) زہید راوست۔

رباعی

در راہ حق ہمہ ادب باید بود تا جان باقیست در طلب باید بود

در یکدم اگر ہزار در یا بخشی طلب کم نباید در طلب باید بود
آمدہ۔ درین جا رباعی کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی گفته آمد

چون بعض ظہورات حق آمد باطل پس منکر باطل نشود جز جابل
در کل وجود ہر کہ جز حق بیند باشد حقیقت الحقائق غافل
باین قصور طلب و نارسیدن کمالات بیج غم نبود و قس علی ہذا چیز ہائے بسیار مکتوف
می گشت اندیشہ کہ صاحب دو جہانی کہ ظہور خاصہ اوست سبحانہ ہمہ را کما ہی در
می یابد، سخن را کوتاہ ساختہ قصہ بریدہ (جواب عنایت فرماید)

(جواب) الحمد لله و المنة آن چه آن عزیز الوجود کہ یگانہ روزگار است۔
نوشته است۔ حقیقت معرفت تو حید است "الحمد لله ثم الحمد لله"۔ اے
برادر عارف ہمہ کار ہائے نیک می کند، بے آن کہ خواہی در میان باشد و از ہمہ
کار ہائے بد مجتنب می باشد بے آن کہ (بخویش خود) مجتنب کار بد باشد و بہمہ
کس می آمیزد بے آن کہ تعلق خاطر باشد از ہمہ کس جدا بود۔ خدا را عین ہمہ می
داند و در ہمہ می بیند بے آن کہ بیجی را خدا گوید و خدا را در این ہمہ می یابد بے آن
کہ دوی در میان آرد۔ عارف از ہمہ شرب با جداست بے آنکہ مشرب بیجی کس را
غیر مشرب خود داند و بہمہ مشرب با در می آید بے آنکہ آلودہ مشرب کس باشد۔
خدا را می خواہد بے آنکہ در دمند شود و از خدا گاہے غافل می شود بے آن کہ این
غفلت را غیر حضور یابد۔ در عین غفلت حاضر بود و در عین حضور غافل۔ شہود عارف
در نہ، زیادہ از شہود اوست در مظاہر دیگر بحکم متابعت پیغمبر اکمل محمد رسول اللہ صلی

اندھیہ و سہم و در حال و در مشرب۔ عارف در ہمہ شیوہا و در ہمہ کارہا (خیر و شر)
 لذت تمام دارد بے (فرح) الم در ہمہ الم ہالذتے کلی دارد بے لذت۔ عارف ہم
 حق است و ہم خلق۔ خدای را عین بندگی می یابد و بندگی را عین خدای و نہ بہ
 بندگی کارے دارد و نہ با خدای کہ حقیقت (وراء الوریاء) خدای و بندگیست۔ اگر از
 عارف پرسق کہ بیچ چیز می دانی و بیچ چیز می یابی گوید ”بیچ نمی دانم و بیچ نمی یابم۔ و اگر
 گوی بیچ چیز مجہول تو بہست یا بیچ چیز منقود تو۔ گوید ”نہست“

(نزد او آن چہ موجود است عدم است و انچہ عدم است موجود است) عارف ہمہ
 دارد و بیچ ندارد۔ کار عارف ضد در ضد است و حیرت در حیرت و او ازین ضد در ضد و
 حیرت در حیرت بیچ فکرے و اندیشہ ندارد۔ خود بخود است و خود از خود و خود سوے
 خود است و اختیارے در میان نہ۔ ہر چہ در عالم واقع می شود خواست عارف
 است و نہ بے خواست عارفست و نہ مقصود عارف است و نہ مردود عارف۔ و ہی
 عارف نامے بیش نیست عین معروف است و معروف اسمے بیش نیست بلکہ ہمین
 عارف است و معروف کہ عین حیرت است۔ کج معروف و کو حیرت؟ کہ ہر دو در
 حقیقت ذات عارف ماست۔ انچہ از عارف معلوم است عین والف (عارف)
 است باقی ہمہ اوست کہ ہم معلوم و ہم مجہول است و نہ معلوم و نہ مجہول۔ عارف
 چون از حساب بر آمدہ است دنیا و آخرت او را یکلیست۔ و بہشت و دوزخ
 ہیست۔ بشنو کہ بخشش ہمیشہ ختم شد۔ این وقت بخشش تفصیل نیست مجمل آنکہ خدا

رایا و کن ہے آنکہ غرضے و مطلبے داشتہ باشی و کار ہائے ممنوع شرع مکن ہے آن کہ تنگی و نفر حے از آن در خود یابی و از صفات حمید و حسنہ کن ہے آنکہ بآنها تعلق داشتہ باشی (می باش بہر وجہ واقع می شود ہے آنکہ تعلق داشتہ باشی بچیز و از لذت شرعیہ بہرہ مند شو ہے آن کہ غافل باشی۔ نہ دعوی معرفت داشتہ باشی ناشہود۔ نہ حاضر باش نہ غافل نہ بندہ باش نہ خدا نہ ہست باش نہ نیست۔ متابعت محمد رسول اللہ از دانی ہے آنکہ محمد را غیر حق دانی یا حق را منحصر دانی در محمد۔ بدانکہ محمد حق است و حق محمد است محمد عالم است و عالم محمد و تو عالمی و حق و عالم و حق تو حق حق حق محمد محمد محمد اینست کمال ممال و اللہ اعلم بحقیقۃ الحال و ہوین حقیقت الحال۔ والسلام فقط۔

باتمام رسیدہ کتاب "اسرار یہ" کہ مقصود آن شرح احوال و مقامات دوستان او بودہ سبحانہ کہ بقدم صدق سلوک و سیرانی اللہ تمام کردہ اند و پ بکعبہ مقصود سیر فی اللہ بردہ۔ حکمت، در ایجاد عالم وجود ظہور ایشانست و مقصد اظہار بنی آدم شہود و نور ایشان۔ رباعی

این نسخہ ذکر اہل دہائے کرام کز وے ہمہ بویے انس آید مشام
زان بوی رسید بادہ مقصود بکلام در سہاں بخار و شست، نہ شست تمام

فہرست مآخذ حواشی و مصادر و تصحیح متن

تذکرۃ الکرام	ترتین کریم
تذکرہ خواجہ باقی باللہ	نہاراالاخیر
تزک جہاں گیری	منجد
جوہر تقویم	تب کوثر
دیوان حافظ	آثار الصنادید
دیوان جامی	آئین اکبری
ذکر جمیع اولیاء دہلی	بوستان سعدی
رشحات	تاریخ امر وہ
ریاض الشعراء	تاریخ، بیات ایران
روبوثر	تاریخ محمدی
سبحۃ الابرار	تاریخ، مستطیع
غیاث اللغات	تہیات ربانی
فرہنگ جہاں گیری	تتقیق النسب
قوائد الثوار	تذکرہ جہاں گند

قاموس المشاہیر

قاموس الجدید (لغت)

قوة الكلام

كشف المحجوب

گلزار ابرار

گلستان سعدی

ماثر الامراء

مثنوی مولانا روم

مجمع الشعراء جہانگیر شاہی

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

مصباح اللغات

مقاصد العارفین

مکاتیب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مکتوبات شیخ احمد سرہندی

مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی

منتخب اللغات

منتخب التواریخ

مראה الاسرار

موج کوثر

نخبۃ التواریخ

نفحات الانس

نزهت الخواطر

واقعات مشتاقی

ملفوظ

”ظہر را با مور شرعیہ آراستہ داشتن و باطن را نسبت
 نقشبندیہ پیراستہ ردانیدن فوق ہمہ نعمت ہاست۔ حقیقت
 نسبت نقشبندی جز این نیست کہ توجہ و اتصال صاف منز و
 و مقدس از ملاحظہ ہر چہ ممکنی بہا سواست و ہر چہ شائبہ
 غیریت دروے ملحوظ بود مثل اسماء و صفات نیز بحضرت
 ذات پیدا شود بر ہمیل دوام“

از: خواجہ عبداللہ خرد

اِشعارِ یہ

رجال، اماکن، کتب

رجال

الف

ابو بکر سہمی شیخ :- ۱۸۰، ۱۷۹، ۱۷۹، ۹۵،

۸۱۰، ۸۰۹، ۳۵۶، ۳۵۴، ۸۳

ابن عباس (ؓ) :- ۴۱۶، ۴۱۶

ابن ابی الدنیا :- ۶۱۳

ابن جوزی :- ۶۱۹، ۶۱۹، ۶۱۹، ۷۴، ۷۴

ابن عربی (شیخ مجتبیٰ الدین) :- ۴۵، ۴۱

۵۱، ۵۹، ۵۹، ۵۹، ۶۰، ۶۳، ۶۳، ۶۷، ۶۷

۸۰، ۸۳، ۸۳، ۳۴۷، ۳۴۲، ۳۴۲، ۳۴۲، ۳۹۳

۳۹۴، ۳۹۴، ۶۳۰، ۶۳۸، ۷۵۸، ۷۶۲

ابن جریر ستوری شیخ :- ۶۰۹

ابن بکر صدیق (حضرت سیدنا صدیق

اکبر) :- ۶۰، ۶۰، ۶۳، ۶۳، ۷۳، ۷۳

۲۸۲، ۲۸۲، ۲۸۲، ۳۱، ۶۰۱، ۶۰۱

۶۳۸، ۶۵۶، ۷۵۶، ۷۶۲

ابو بکر اسکافی :- ۲۳۶، ۲۳۶ ج

ابو ایوب انصاری (ؓ) :- ۱۶۳ ج

ابو بکر کتانی :- ۷۲۶، ۷۲۶

ابو بکر رازی :- ۳۶۹

ابو بکر قاسمی شیخ :- ۶۴۷

ابو بکر صوفی :- ۲۹۰ ج

ابو تراب شیرازی شاد :- ۶۴۳

ابو تراب کھنکی :- ۶۶۵، ۶۶۶

ابو تراب کالپی شیخ :- ۶۸۶

ابو جہل :- ۲۴۱، ۲۷۳، ۳۹۵، ۶۵۴

۷۹۳

ابو جعفر حدادی :- ۵۷۶

ابو ابی امانت :- ۶۷۵

ابو الحسن خرقانی شیخ :- ۴۱۷، ۴۹۴

ابو الحسن بصری :- ۶۸

ابوالحسن بھکری: ۵۳۶، ۵۳۵، ۵۳۵،

۵۳۷، ۵۳۶

ابوالحسن (گنوری): ۶۱۳

ابوالحسن قزوینی شیخ: ۷۰۷

ابی الحسن الاشعری: ۷۱۱

بی الحیاة: ۶۲۶

ابی عبد اللہ فیروزی: ۴۳۶

ابوالخیر سنائی: ۷۸۹

ابوالخیر تینانی: ۱۶۰

ابوالخیر کشمیری خواجہ: ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶

ابوالفتح پستی شیخ: ۳۵۵

ابوالشیش: ۲۶۷

ابوالقاسم خلال مروزی: ۱۶۰

ابوالقاسم شیخ خواجہ: ۳۳۵، ۳۳۵، ۲۱۷

ابوالقاسم نصیر آبادی: ۶۲۳

ابوالقاسم رودولوی: ۳۹۱، ۳۹۰

ابوالوفی خوارزمی خواجہ: ۸۶۵، ۸۶۱

ابی مسعود خودش: ۴۳۸

ابو حنیفہ (امام اعظم): ۱۶۶، ۱۶۶،

۴۱۸، ۴۹۴، ۴۰۵

ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ): ۶۵

ابوذر یوزجانی: ۶۷۸

ابورضا دہلوی: ۴۴۷، ۴۴۵

ابورضا رتن: ۴۴۸، ۴۴۷، ۴۴۶

ابوالمناف شیخ امروہی: ۱۶۹، ۱۶۹،

۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۰

ابوسعید ابوالخیر (شیخ): ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۵۳،

۶۲۳، ۳۵۱

ابوسعید آہنری: ۴۵۱

ابوسعید خراز: ۴۳۸

ابوسعید شیخ: ۳۳۵، ۳۳۵، ۳۳۵

ابوسعید شیخ (گنگوہ): ۵۷۲، ۵۷۲،

ابوسہیل صعلوکی: ۴۶۹

ابوطالب: ۲۷۴

۷۴۸

ابوالکارم سنہلی: ۵۸۲، ۵۸۰

ابودین شیخ: ۴۷۹

ابودین مغربی: ۸۲۲

ابوزید بستامی (شیخ): ۱۵۳، ۲۱۷

۴۶۳، ۴۷۴، ۴۸۹، ۴۸۹، ۴۸۹

۴۳۸، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۵، ۴۹۵

ابولعقوب یوسف ابن ایوب

ہمدانی: ۵۵۳

ابولعقوب مذہوری: ۵۷۵

ابویوسف ہمدانی خواجه: ۲۱۷

ابدال سنہلی شیخ: ۵۰۸، ۵۰۹، ۷۴۵

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

۴۱۰، ۴۱۰، ۵۹۶، ۵۹۶، ۵۹۶

ابراہیم اکبر آبادی: ۲۹۹

ابراہیم حسین: ۴۱۹، ۴۲۱

ابراہیم سندھی: ۱۹۱

ابوطالب سید: ۶۲۹، ۶۳۰

ابوہاشم: ۸۳۲

ابوہاشم شریک قاضی: ۳۹۲، ۳۹۲

ابوالعباس: ۶۲۲، ۶۲۳

ابوعبداللہ خفیف: ۸۵، ۱۵۳، ۲۳۶

۴۲۳، ۴۲۳، ۴۲۳، ۴۲۳، ۴۲۳

ابوصالح حدثانی: ۱۶۰، ۱۶۰

ابوالفضل شیخ: ۷۱۰

ابوالفضل سید واسطی: ۷۹۴

ابوبکر دقاق: ۶۹ ج

ابوبکر سید: ۶۶۲، ۷۲۷

ابوبکر فریدی: ۲۱۷

بوتمہ مشقی: ۷۹

ابوالمعالی بلگرامی شیخ: ۶۳۶، ۶۳۸

ابومعدن سید: ۷۹

ابوالمعدن شامی قادی: ۸۹، ۵۵۱

ابوالمعدن شیخ چشتی: ۷۲، ۷۲، ۷۲

برائیم پشاور:- ۵۵۷	احمد خواجہ:- ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵
برائیم شیخ:- ۸۱۰، ۸۱۱	احمد (سید):- ۱۳۸
برائیم شیخ سنبھلی:- ۵۸۳، ۵۹۶، ۵۹۸	احمد (سید):- ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸
برائیم شہید:- ۶۷۷	احمد (سید):- ۴۰۸
بسال:- ۴۹۰	احمد سنائی شیخ:- ۳۳۲، ۳۳۶، ۳۳۷
جیت:- ۷۲۳	۴۳۲، ۴۳۹
حمد (شیخ احمد سرہندی):- ۴۰، ۴۰	احمد شیخ ابن شیخ فتح اللہ سنبھلی:- ۳۵۲
۷۷، ۷۹، ۸۱، ۸۲، ۸۲، ۸۲، ۸۶	احمد شیخ گجراتی:- ۴۷۹
۸۷، ۸۷، ۸۷، ۸۸، ۸۸، ۱۰۱، ۱۸۷	احمد شہید:- ۶۷۷
۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۸۰	احمد دہلوی:- ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳
۲۸۰، ۲۸۲، ۲۹۹، ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۰۳	احمد برہی:- ۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۶
۳۰۴، ۳۸۴، ۴۰۵، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۷۰	۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۷
۴۹۷، ۶۶۲، ۷۸۷، ۷۳۲، ۷۳۵	احمد غریب سید:- ۳۹۶، ۳۹۸، ۳۹۸
احمد بسوی خواجہ:- ۲۵۸، ۲۵۸، ۲۵۰	احمد غزالی (خواجہ):- ۱۵۲
۶۴۸	احمد غزالی شیخ:- ۵۱۶، ۵۱۶
احمد جام:- ۲۱۵، ۵۱۳، ۵۱۳، ۵۱۳	احمد قنشی:- ۴۸۶
احمد خواجہ:- ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۷	احمد لاہوری (خواجہ شیخ):- ۶۱

اختیار خان حسن پوری :- ۱۸۲، ۱۸۲،

۱۸۳، ۱۸۳، ۱۸۳

اخلاص فرید آبادی :- ۳۷۲، ۳۷۰

آخوند :- ۷۵۶، ۷۵۶، ۷۵۶، ۷۵۷

آدم بتوری شیخ :- ۱۸۸، ۳۰۳، ۴۵۰،

۵۵۸، ۴۵۶

آدم سنبھلی شاہ :- ۷۲۸، ۷۳۰

آدم سنبھلی شیخ :- ۳۷۸، ۳۸۰، ۳۸۰،

۳۸۳، ۳۸۳، ۶۵۶

آصف خان گجراتی :- ۵۳۵

ارزانی شیخ :- ۳۷۹، ۳۷۹، ۳۷۹،

۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۰

اسحاق پنجاب سید :- ۴۷۵، ۴۷۵،

۸۱۱

اسحاق خوجہ :- ۲۰۹، ۲۰۹

اسحاق شیخ :- ۳۸۳

اسد خان سنبھلی (شاعر) :- ۷۵۲

اسماعیل :- ۳۱۵

اسماعیل اتا :- ۶۴۸، ۶۴۸

اسماعیل حافظ :- ۴۴۷

اسماعیل شیخ :- ۴۲۰، ۴۳۳

اسماعیل شیخ :- ۱۴۳

اسماعیل شیخ دہلوی :- ۴۳۵، ۴۳۶

اسماعیل شیخ (فاروقی) :- ۴۸۳، ۴۸۵،

۴۸۸، ۴۸۸

اسماعیل قسری :- ۳۰۱، ۳۰۱ ح

اسکندر شیخ :- ۸۶۰

اشرف دہلوی شیخ :- ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳،

۴۲۳

اشرف سید :- ۴۰۸

اشرف سید :- ۸۰۴

اسلام شاہ بن شیر شاہ :- ۶۲۸، ۶۳۱

اعلم خان سنبھلی :- ۵۷۹

آغا رشید: ۶۳	اللہ بخش سہارنپوری: ۴۵۸
افلاطون: ۲۹۸	اللہ بخش لاہوری: ۳۸۴، ۳۸۴، ۳۸۴
اکبر (جلال الدین محمد اکبر): ۸۹	اللہ داد شیخ: ۴۸۴
۱۶۹، ۱۶۹، ۳۵۵، ۳۶۰، ۳۸۵	اللہ یار سید امروہیہ: ۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۱
۴۱۲، ۴۸۱، ۵۳۹، ۵۴۸، ۶۱۷، ۷۴۵	۸۱۸، ۸۱۹
۷۹۹، ۸۰۵، ۸۰۷، ۸۰۸	اللہ دیا شیخ: ۳۵۲، ۳۵۲، ۴۲۲
اکرم سید: ۸۰۴، ۸۰۴	اللہ دیا عثمانی شیخ: ۵۱۰، ۵۱۰، ۵۱۰
الہداد (شیخ): ۸۲، ۷۹، ۷۹، ۹۹	الماس: ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۱، ۴۳۱، ۴۳۱
۱۰۱، ۱۰۱، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۸، ۱۰۸، ۱۰۸	امام حسن (برقہ): ۸۱۹، ۸۳۹
۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶	امام حسین (عقیقہ): ۲۶۹، ۲۶۹، ۲۶۹
۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۰، ۳۳۹، ۳۳۹، ۳۳۹	۷۹۴، ۸۱۹
۴۷۸، ۵۰۸، ۵۵۶، ۷۰۰	امام زین العابدین: ۴۲۵، ۷۹۴
الہداد سہوانی: ۴۴۲	امام جعفر صادق: ۴۱۷، ۴۸۳، ۴۲۵
الہداد شیخ: ۲۱۲، ۲۱۲	۴۲۶، ۴۹۵، ۴۹۵، ۴۹۵، ۴۹۵
اللہ بخش (شیخ گڑھ مکتبہ سری): ۹۰	امام محمد مہدی: ۶۳، ۵۳۴
۶۸، ۱۶۹، ۱۹۳، ۵۱۰، ۵۱۰، ۵۲۲، ۶۵۳	امام ہادی علی نقی: ۷۹۴
۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۵۵، ۷۴۳، ۸۴۳، ۸۴۳	امام علی رضا: ۷۹۴

ب

بابا اسحاق مغربی:۔ ۴۷۹

بابا پر بھو:۔ ۶۸۲، ۶۸۲، ۶۷۹

بابا پیارے کو در:۔ ۷۸۴، ۷۸۴

بابا سما سی خواجہ:۔ ۴۱۷

بابا محمود طوسی:۔ ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۲

۷۱۳، ۷۱۳

بابا والی شیخ:۔ ۲۵۹

بابر بادشاہ ظہیر الدین محمد:۔ ۵۰۵

۶۲۸، ۶۲۸، ۶۷۶، ۶۷۶، ۶۰۳

باقی:۔ ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۳

باقی خان:۔ ۴۱۷، ۴۱۷، ۴۱۷

بانو (بی بی سنی):۔ ۷۷۸، ۷۷۹

بایزید سنبھلی شیخ:۔ ۵۱۲

بایزید میرٹھ شیخ:۔ ۵۶۱، ۵۶۲

بایزید دہوی شیخ:۔ ۶۴۳، ۶۴۵

بادشاہ خواجہ:۔ ۲۶۲، ۲۶۵

امام غزالی:۔ ۳۱۵، ۳۱۵

امام شافعی:۔ ۴۶۷

امان پانی پتی شیخ:۔ ۶۳۱، ۶۳۱، ۶۸۲

امان اللہ پانی پتی:۔ ۳۹۴، ۳۹۴ ح

امان اللہ شیخ:۔ ۶۲۰، ۶۲۱

امجد سید:۔ ۸۰۸، ۸۰۸، ۸۰۸، ۸۰۸، ۸۰۸

امجد شیخ سنبھلی:۔ ۴۲۳، ۴۲۹

امیر عمر:۔ ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۲۹

امین الدین غوری:۔ ۶۱۴

امین الدین لاہور شیخ:۔ ۳۱۷، ۳۱۷

۳۱۸، ۳۱۸

انوری (شاعر):۔ ۶۶۸

احمد الدین کرمانی شیخ:۔ ۵۱۶، ۵۱۶

۶۶۱

امین قرنی (سید):۔ ۶۰، ۶۰، ۶۹۴

۶۶۰

امین سید:۔ ۸۶۰

بدر عالم شیخ (مفتی): ۶۲۲۔

بدر الدین شیخ فاروقی: ۴۸۵۔

بدر الدین شیخ: ۶۸۶۔

بدر الدین لونوی: ۳۷۲۔

بدہ فرید آبادی سید: ۳۱۵۔

بدہ سید: ۷۹۴، ۸۰۵، ۸۰۵، ۸۰۵۔

۸۰۷، ۸۰۶، ۸۰۵، ۸۰۵۔

بدہو شیخ مرید شیخ اشرف: ۴۲۳۔

بدیع الدین شاہ مدار: ۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱۔

۶۸۵، ۶۸۴، ۶۸۴، ۶۸۴، ۶۸۴، ۳۱۱۔

۶۸۵

بدیع الدین سہارنپوری شیخ: ۳۰۳۔

۷۴۵

برہان الدین (گٹوری): ۶۱۴۔

برہان الدین شیخ: ۲۶۷، ۲۶۷۔

برہان الدین شہید: ۶۷۷۔

برہمندر: ۱۶۵۔

برنج (وزیر راجہ بھوج): ۶۸۹۔

بشر حافی: ۵۷۶۔

بلاال (رحمۃ): ۳۹۵، ۲۳۱۔

بلاول قادری شیخ: ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۰۔

۲۳۱، ۲۳۱

بلو: ۷۰۶۔

بفخان: ۵۸۹، ۴۰۸، ۴۰۸۔

بہاء الدین نقشبندی (خواجہ بزرگ):

۴۵۳، ۴۶۴، ۲۱۷، ۱۶۶، ۱۲۵، ج ۶۳، ۴۵

۸۱۶، ۸۱۴، ۵۰۸، ۴۶۵، ۳۵۳

بہاء الدین محمد واندروٹی: ۳۸۹ ج

بہاء الدین زکریا ملتانی: ۴۶۹، ۳۳۹۔

۶۱۴، ۳۹۱

بہاء الدین بن شیخ محمود: ۶۶۳، ۱۵۵۔

بہاء الدین بودلہ شیخ: ۵۱۵، ۴۰۱۔

بہاء الدین بودلہ: ۶۸۰، ۶۸۰، ۶۷۹۔

۶۸۰، ۶۸۰، ۶۸۰

۸۲۷، ۸۰۹، ۶۹۰، ۵۶۰

بھوانی:۔ ۷۰۰

بھوانی شاہ:۔ ۶۹۹، ۶۹۹، ۶۹۸، ۷۰۰

بھکاری حافظ شیخ:۔ ۲۰۴، ۲۰۴

بھکنڈی:۔ ۷۲۵

بھیکادہلوی شیخ:۔ ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۱۹، ۷۱۹

۷۲۰

پ

پیر محمد شیخ:۔ ۶۵۴، ۶۵۴، ۶۵۴

پیر محمد خان:۔ ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۷

پیر میرٹھی شیخ:۔ ۵۴۵، ۵۶۱، ۳۳۸، ۲۵۰

پیر مہا سنبھلی:۔ ۷۲۹

پرویز دہلوی شاہ:۔ ۷۱۶، ۷۱۶

پرویز سنبھلی شاہ:۔ ۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۳

۷۱۵، ۷۱۳

ت

تاج الدین (شیخ سنبھلی):۔ ۹۰، ۹۰

۱۸۳، ۱۸۳، ۱۸۱، ۱۸۱، ۱۷۹، ۱۷۸، ۱۷۷

۲۳۵، ۲۱۶، ۲۱۱، ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۵، ۱۸۴

۲۶۰، ۲۵۸، ۲۴۳، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۵

۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۶۱

۲۸۰، ۲۸۰، ۲۷۵، ۲۷۴، ۲۷۴، ۲۷۴

۲۹۶، ۲۹۶، ۲۹۶، ۲۹۳، ۲۹۱، ۲۸۷

۳۳۲، ۳۳۰، ۳۱۷، ۳۱۶، ۲۹۹، ۲۹۹

۳۴۴، ۳۴۳، ۳۹۲، ۳۹۲، ۳۵۴، ۳۴۶

۳۴۴، ۳۴۴، ۳۴۴، ۳۴۴، ۳۴۴، ۳۴۴

۳۳۵، ۳۳۳، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۳۵، ۳۲۹

۳۸۳، ۳۸۲، ۳۷۴، ۳۷۱، ۳۴۶، ۳۴۶

۵۵۶، ۵۲۲، ۴۹۳، ۴۹۳، ۴۹۳، ۴۹۳

۷۱۸، ۶۵۶، ۶۵۵، ۶۳۵، ۶۰۸، ۵۷۵

۸۲۰، ۸۱۵، ۸۱۰، ۷۸۱، ۷۸۱، ۷۳۳

۸۳۹، ۸۳۷، ۸۲۵، ۸۲۴، ۸۲۴، ۸۲۴

۸۳۹، ۸۳۳، ۸۳۱، ۸۳۱، ۸۳۱

بھوہ بخاری سید:۔ ۲۱۲، ۲۱۲، ۲۱۵

۹۱، ۹۱، ۹۲، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۷۹،

۱۹۸، ۲۱۰، ۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۳، ۲۷۳،

۲۷۳، ۳۳۲، ۳۳۱، ۲۷۶، ۲۷۳، ۲۷۳،

۳۱۳، ۳۱۳، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۹، ۵۹۰،

۵۱۱، ۵۱۲، ۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۸، ۶۰۳،

۶۰۵، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۲۲،

۶۵۸، ۷۳۳، ۸۱۰

تاج الدین بلگرامی شیخ تاجو: ۳۳۶،

۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۲، ۳۳۲،

تاج الدین سید امروہہ: ۸۰۱ ح

تاج الدین (مشتی): ۶۲۲

تاجارخان: ۲۳۳

تاج خان دکنی: ۶۳۱

تاج مہارشی: ۷۵۳، ۷۵۳

تاج سین: ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۰، ۳۶۰،

۵۷۷، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ح

۷۰۸، ۷۰۸ ح

تقرب خاں حکیم: ۳۲۶، ۳۲۷،

۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۸، ۳۲۷،

توقان (لوقان): ۷۰۶

ٹ

ٹوڈرٹل: ۴۱۲، ۴۱۲، ۴۱۲

ج

جامی خواجہ: ۲۱۵

جان سید: ۳۹۹، ۷۶۳

جان محمد میرٹھی شیخ: ۷۰، ۷۰۱

جانانہ بیگم (ذہبت بیرم خاں): ۷۸۴

جانی (خادم خواجہ خرد): ۱۱۲

جانی مولانا: ۷۱۲، ۷۱۲

جبرائیل علیہ السلام: ۴۱۰، ۴۱۰، ۵۰۹،

۶۸۵، ۷۳۹

جعفر ثانی: ۷۹۳

جعفر (جمہ): ۷۲۱

جعفر سید: ۴۰۸، ۷۱۳

جعفر شیخ: ۴۷۶

۴۸۱

جعفر محمد (شیخ): ۱۷۷، ۱۷۷، ۱۷۷

جمال الدین شیخ بلگرامی: ۴۴۳، ۴۴۳

جلال الدین سید مخدوم جہانیاں :-

جمال الدین شیخ سنبھلی: ۴۲۹، ۴۲۵

۴۶۸، ۴۶۸، ۴۶۸، ۴۶۸، ۴۵۱

جمال الدین شہید: ۶۷۷

۴۷۸، ۴۳۵

جمال عاشق شیخ: ۱۹۷، ۱۹۷، ۱۹۷

جلال الدین سیوطی شیخ: ۶۱۳، ۴۱۶

۱۹۸، ۱۹۸

جلال الدین تھانی (شیخ): ۳۲۳

جمال خان مفتی وہلی: ۳۳۰، ۳۳۰، ۳۳۰

جلال الدین (حافظ): ۱۵۶، ۱۵۵

جمال چاندیری: ۷۹۰، ۷۹۰

جلال الدین تبریزی (شیخ): ۲۱۵

جمال شیخ سنبھلی: ۴۹۶

جلال الدین شیخ: ۶۸۰

جمن: ۷۹۹، ۷۹۸، ۷۹۷

جلال الدین کسکی شیخ: ۲۹۶، ۲۹۶

جنید شیخ: ۴۹۸، ۴۱۳، ۴۱۳

جلال بخاری سید: ۲۶۸، ۲۶۸

جنید شیخ سندیلہ: ۶۵۷، ۶۵۷، ۶۱۵

جلال قاسم تبریزی سید: ۱۶۹

جہانگیر بادشاہ: ۴۰۸، ۴۱۲، ۴۲۰، ۴۲۹

جلال سنبھلی شیخ: ۳۳۳، ۳۳۳

۲۵۱، ۳۳۸، ۳۷۶، ۳۶۰، ۴۶۱، ۵۰۷

جلال وڈانی مولانا: ۷۱۱، ۳۵۷

۵۳۹، ۵۳۸، ۵۶۰، ۷۰۶، ۷۰۷

۷۶۹، ۷۳۵

جمال الدین حسین: ۲۸۵، ۲۸۳

جہانگیر سنبھلی شاہ: ۷۰۵، ۷۰۶

جمال الدین دہلوی جمالی: ۴۷۹

۷۰۶، ۷۰۶، ۷۰۶

جھو جھو: ۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۰، ۲۵۵

جھولن شیخ: ۲۵۶، ۲۵۶

جواد محمد تقی: ۷۹۳

جوگی: ۸۰۸

چ

چاند سید: ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۴، ۷۹۳

۸۰۴

چانکدہ سنگی: ۲۹۶، ۲۸۷، ۲۵۷، ۲۵۷

۶۱۸

چندن دیوانہ: ۶۸۳، ۶۸۲، ۶۷۹

چندر بھان منشی برہمن: ۷۷۰

چوکھا شیخ (فتح اللہ): ۷۰۷، ۲۵۵

۷۰۹

ح

حاتم شیخ سنہلی: ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۰۸

۳۰۹، ۳۰۹، ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۶۱، ۶۶۱

۷۲۷، ۷۰۶، ۶۸۲، ۶۸۱، ۶۸۱

حاتم سنہلی شیخ: ۵۶۳

حاتم سید: ۳۲۲

حاجی توکل: ۳۳۷، ۳۳۶، ۳۳۷

۳۳۷

حاجی محمد خیر آبادی: ۴۵۷

حاجی محمد سید: ۱۹۵، ۱۹۴، ۳۳۳، ۳۳۳

۴۲۶

حاجی توام: ۵۱۲

حاجی حسین سیاح: ۵۸۳، ۵۸۳

۵۸۳، ۵۸۳

حاجی محمد نگینہ: ۳۸۷

حاجی محمد ملّا: ۳۸۳

حاجی میر دوست: ۴۶۲، ۴۶۱، ۴۶۰

حاجی محمود: ۷۵۲

حازق حکیم: ۷۶۵، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۶

۷۶۶

۸۰۵، ۸۰۴، ۸۰۳، ۷۹۲	حامد سید:-	۱۰۵، ۱۰۶، ۱۸۳، ۲۰۴، ۲۳۹، ۲۶۶، ۲۶۶
۳۳۸، ۳۳۸	حامد شہید:-	۲۷۳، ۲۷۳، ۲۸۲، ۲۸۵، ۲۹۰
۳۲۰، ۳۲۵، ۲۰۶	حافظ شیرازی:-	۳۱۰، ۳۵۴، ۳۹۲، ۴۱۹، ۴۱۹، ۴۲۳
۳۶۰، ۳۵۷، ۳۶۲، ۴۱۳، ۴۰۰	حج ۳۶۰، ۳۵۷، ۳۶۲، ۴۱۳، ۴۰۰	۸۲۸، ۷۲۱، ۷۲۱
۵۹۳، ۵۸۱، ۵۶۱، ۵۱۱، ۴۷۳، ۳۶۵		حسام الدین محمد:- ۱۳۵، ۱۳۵، ۱۳۵
۶۰۹، ۶۱۱، ۶۲۵، ۶۳۷، ۷۶۲، ۸۳۱		۱۳۵
۸۳۷		حسن بصری خواجہ:- ۳۹۵
۳۵۲، ۳۵۲	حبیب اللہ وارستہ شیخ:-	۲۹۰، ۲۸۷
۳۵۵		۷۷۵، ۷۷۴، ۳۶۸، ۳۶۸
۶۳۶، ۶۳۶	حبیب محمد دہلوی شیخ:-	حسن (شیخ):- ۱۳۵
۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷	حجت اللہ (خواجہ):-	۲۸۴، ۷۷۸، ۴۷۷
۱۰۹		حسن شیخ سنبھلی:- ۵۰۴
۴۹۲	حسام الدین شاشی مولانا:-	حسن عارف سید:- ۵۸۶، ۵۸۵
۹۱، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۸، ۸۸، ۷۹، ۴۱	حسام الدین احمد (معروف بہ خواجہ ابرار)	۵۸۸، ۵۸۶
۹۱، ۹۱، ۹۱، ۹۲، ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷		حسن قوال:- ۵۱۹، ۵۱۹
۹۷، ۹۸، ۹۸، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۳، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۴		حسین واعظ کاشفی مولانا:- ۹۳، ح
		۴۸۰، ۳۹۱

۷۴۷

حمزہ سلطان :- ۱۰۹، ۱۰۹

حمید مفسر شیخ :- ۲۲۰، ۲۳۳، ۲۳۳، ۲۳۳

حیدر مولانا :- ۵۶۴

حیدر خواجہ :- ۳۵۲

خ

خانخانان بیرم خاں :- ۱۸۱، ۲۶۹

۷۸۴، ۲۶۹

خانشر :- ۷۹۱، ۷۹۱

خاقانی :- ۶۶۸

خانو گوالیاری شیخ :- ۳۱۰، ۳۱۳

۳۱۳

خزاردینوری :- ۳۶۹

خضر (ابوالعباس خضر علیہ السلام) :-

۵۵، ۶۳، ۶۳، ۶۳، ۱۲۳، ۱۲۳، ۱۲۳، ۲۳۳

۲۶۶، ۲۷۰، ۲۳۶، ۲۳۸، ۵۰۹، ۶۳۲

۶۹۵، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۳۳

حسین سید (جگ سوز) :- ۹۷

حسین ناگوری شیخ :- ۳۱۴، ۳۱۵

حسین (شیخ سنبھلی) :- ۱۰۴، ۲۷۷

۲۷۷، ۲۷۷، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۳

۶۶۹

حسین دہدہہ شیخ :- ۲۲۰

حسین شیخ مولانا :- ۲۵۰، ۲۵۰

حسین شیخ :- ۳۵۸، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۵۹

حسین سرمست :- ۳۱۵، ۶۳۲

حسین محمد :- ۲۷۷

حسین محمد سنبھلی :- ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۳

۶۲۳، ۶۲۵، ۷۵۳

حسین سورتی :- ۳۹۶

حسین شیخ اکبر آبادی :- ۵۶۵، ۵۶۶

حسین سید :- ۷۹۶

حسین سنی خواجہ :- ۶۶۳، ۶۷۱، ۷۷۳

حسین (تاج سنبھلی) :- ۷۷۳، ۷۷۳، ۷۷۳

۸۱۹، ۷۴۶

خضر بریلی سید: ۳۹۰، ۳۸۹، ۳۸۸

خضر خواجہ: ۲۳۳، ۲۳۳

خضر دہلوی شیخ: ۳۷۶، ۳۷۵، ۳۷۳

خلیل پسر شیخ یحییٰ: ۴۰۸

خواجگی املکی مولانا: ۲۱۶، ۲۱۷

ح ۲۵۹، ۲۵۸، ۲۱۷

خواجہ لاہوری مُلا: ۲۲۳، ۲۲۳، ۲۲۳

۲۲۵، ۲۲۵، ۲۲۳

خواجہ خاوند محمود: ۳۸۵، ۳۶۳

خواجہ ارغون: ۶۸۳

خوجہ حسین معین الدین ثانی: ۷۳۹

خیالی دہلوی شیخ: ۶۹۱، ۶۹۰

و

دانیال شیخ: ۲۹۰ ح

دانیال شاہ زادہ: ۳۵۵

داس: ۶۳۷

داراشکوہ: ۵۶۷، ۵۶۷

دانا دہلوی (الواحسن): ۷۷۳، ۷۷۳، ۷۷۳

۷۷۷، ۷۷۷، ۷۷۳

داؤد علیہ السلام: ۲۸۹

داؤد کشمیری صوفی: ۴۰۶

داؤد بن شیخ صادق گنگوہی شیخ: -

۵۵۹، ۵۵۹، ۵۵۴

داؤد بن سید حسنین: ۷۹۴

داؤد مولانا: ۲۵۰

درویش محمد خواجہ: ۲۵۹ ح ۲۷

درویش محمد: ۶۳۹، ۶۳۹، ۶۵۰

درویش محمد سید: ۴۳۳

درویش مجہول: ۶۹۲، ۶۹۵، ۶۹۴

دراج شیخ: ۳۶۹

دلاور (امروہہ): ۸۴۳

دوبے چند: ۴۳۰، ۴۳۰، ۴۳۰، ۴۳۱

۴۳۱، ۴۳۱، ۴۳۱، ۴۳۱

دوست لونی شیخ: ۳۶۵، ۳۶۵، ۳۶۵

دوست محمد سندھی: ۵۵۱

دوست محمد شیخ امروہیہ: ۲۹۴

دوست خاں منزوی قاشقانی: ۷۵۸،

۷۵۸، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۳

ڈھولا: ۴۴۴

ذ

ذوانورین (امیر امونین حضرت

عثمان غنی): ۷۵۴، ۳۰۴، ۲۸۱

ذوانون مصری: ۳۶۹، ۱۷۴

ر

راجہ بھری: ۸۳، ۸۳، ۸۳، ۸۳، ۸۳، ۸۳

۷۷۸

راجہ بھون: ۶۹۰، ۶۸۸

راجہ بن: ۳۳۶

رامشن: ۷۷۷

رب (نام شیخ مدنی): ۶۰۰

رحمت (حفظ سر بندی): ۸۶

رحمت اللہ خواجہ: ۱۲۰، ۱۲۰

رحمت اللہ شیخ: ۶۳۶

رزق اللہ شیخ: ۳۳۳، ۳۳۳، ۳۳۳

رزق اللہ مشتق شیخ: ۱۹۲

رستاق شاہ و ملا: ۷۵۵

رستم خان دکنی: ۱۰۹، ۱۰۹، ۲۲۵، ۳۰۶

۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۸، ۳۶۶، ۳۹۶، ۴۰۵

۳۰۶، ۴۰۷، ۴۲۳، ۵۲۳، ۵۲۳، ۵۸۸

۵۹۲، ۶۲۲، ۶۴۴، ۶۷۵، ۷۳۵، ۷۸۷

رستم شیخ: ۷۶۵

رستم (شیخ): ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۵، ۱۴۶

رفعت خان پیر رستم خان: ۴۰۷

رفیع الدین (شیخ): ۱۴۳، ۱۴۳، ۱۶۸

۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۱، ۱۷۱، ۱۷۱، ۳۵۴، ۴۴۴

۸۰۶، ۸۱۱، ۸۲۹

رفیع الدین شیخ گوپا موئی: ۶۷۴

رفیع الدین پسر سراج الدین لونی :-

۳۶۴

رفیع الدین (شیخ) :- ۱۶۲

رضی الدین علی لالا الغزنوی :- ۴۴۷

۴۴۷، ۴۴۷

رکن الدین بن شہاب الدین :- ۱۶۴ ح

رکن الدین سندیلہ :- ۳۶

رکن الدین ستامی الکتوری :- ۶۱۳

۶۱۳، ۶۱۳، ۶۱۳

رکن الدین علاء الدولہ شیخ :- ۴۴۷

۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷، ۴۴۷

روز بھان شیخ :- ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۲

رومی (جدال الدین مولانا روم) :-

۵۳، ۱۴۸، ۱۴۸، ۳۸۹، ۳۸۹ ح، ۳۹۱

۴۰۱، ۴۳۶، ۵۶۲، ۶۵۴، ۶۶۳، ۷۶۲

۸۳۷، ۸۳۷

ریاضی شاعر :- ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲، ۴۷۲

۴۷۳، ۴۷۳

ز

زاہد بن سید ابراہیم :- ۲۲۲

زر رہ بن ابی :- ۳۶۹

زین الدین کمانگر شیخ مولانا :- ۴۲۰

۷۶۰، ۷۶۰

زین الدین خوانی شیخ :- ۱۸۶، ۵۴۷

زین الدین جامی شیخ :- ۴۸۰

زین الدین شہید :- ۶۷۷

زین الدین (شیخ) :- ۹۳، ۹۳، ۹۳

زین خان :- ۸۰۷، ۸۰۷، ۸۰۷

زینب :- ۷۳۸، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۳۹

س

سہارا مسعود غازی :- ۶۷۷، ۶۷۷

۶۷۹، ۶۷۹

سادھن :- ۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۶

سراج الدین قویونوی :- ۴۳۶

سلطان حسین مرزا (والی ایران) :-

۱۲۲، ۱۲۲

سلطان سبکتگین :- ۶۷۹

سلطان سکندر ذوالقرنین :- ۳۷۰،

۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۱، ۳۷۰

۳۷۲، ۳۷۲

سلطان سکندر لودھی :- ۴۷۹

سلطان محمد تغلق :- ۶۷۸

سلطان محمود غزنوی :- ۶۷۸، ۶۷۸

۷۳۰، ۷۳۰، ۶۷۹، ۶۷۹

سلطان علاء الدین بادشاہ :- ۲۷۱،

۶۳۶، ۶۳۵، ۶۳۳

سلطان فیروز خلج :- ۲۷۱، ۲۷۱، ۲۷۲

۷۹۶، ۷۹۳، ۲۷۲

سلمان فارسی (ؑ) :- ۴۳۸، ۴۱۷

سلیم دہلوی شیخ :- ۲۹۵، ۲۹۳، ۲۹۲

سلیم شاہ :- ۶۸۳

سراج الدین محمد خواجہ :- ۲۸۵، ۱۳۰، ۹۳

سراج الدین شیخ :- ۷۰۰

سراج الدین لونی :- ۳۶۱، ۳۶۲

۸۰۹، ۴۶۷، ۳۶۴، ۲۶۳

سراج الدین گجراتی :- ۳۶۵

سرمد شہید :- ۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۲

سعد الدین کاشغری (مولانا) :- ۱۶۱

۵۶۳، ۵۴۷، ۵۴۶، ۴۳۰، ۴۰۳

سعد اللہ :- ۴۳۲، ۴۳۲

سعد اللہ سعدی :- ۷۵۴

سعد اللہ :- ۵۸۶، ۵۸۵

سلام اللہ (خواجہ) :- ۷۶، ۱۲۶، ۲۰۶

۴۳۵

سلمان :- ۴۹۰

سلطان ابوسعید مرزا :- ۴۳۰

سلطان ابراہیم بن سکندر رودھی :- ۶۲۸

۶۲۸

سلیمان (علیہ السلام) :- ۱۳۱، ۲۳۲،

۶۰۱

سماء الدین کنبہ شیخ :- ۴۷۸، ۴۷۸،

۴۷۹، ۴۷۹، ۴۷۹

سہیل بن عبداللہ تستری :- ۴۳۶،

۵۷۶، ۴۳۶

سنجیل بہاری :- ۶۷۸، ۶۷۸،

سید احمد :- ۲۹۲، ۲۹۳

سید احمد قادری صدر :- ۳۳۸

سید پچاسہ :- ۶۷۷

سید خدا خواہ :- ۶۲۴

سید اعظم :- ۸۳۵، ۸۳۵، ۸۳۵

سید حامد برادر محمد کمال :- ۸۳۷

سید سرخ :- ۲۲۱

سید عبداللہ اقدس :- ۸۳۹

سید محمد پسر مخدوم عالم :- ۵۴۱

گدا شیخ :- ۸۴۰

سید محمد حضرت :- ۸۳۹

سید قریش :- ۳۳۸، ۳۳۸

سیف الدین (مولانا) :- ۱۵۴

سور داس :- ۷۸۷

ش

شاہ اسماعیل :- ۴۸۰

شاہ برجندی :- ۵۰۰

شاہ حسینی :- ۶۲۱

شاہ حیات حرانی :- ۷۰۷

شاہ شجاع :- ۶۶۰

شاہ محمد :- ۶۳۱، ۶۳۹

شاہ محمد :- ۸۰۴

شاہ محمد دہلوی :- ۵۷۸

شاہ جہاں :- ۶۴۳

شاہ مظفر مجذوب :- ۵۶۶

شاہ جہان بادشاہ :- ۷۷۱

شاہ نیک (شاہ بیگ) :- ۷۷۲، ۷۷۲، ۷۷۲

۷۷۲

شاہ فضل :- ۸۴۰

شاہ کمال :- ۸۴۰

شاہ عالم :- ۸۱۵

شاہ دھورہ :- ۱۴۹

شاہ محمد آچینی :- ۳۲۷

شاہ محمد ڈھک :- ۳۳۱

شاہ محمد جانی شیخ :- ۵۱۴

شاہ عالم گجراتی :- ۶۵۸، ۲۱۵

شاہ میر لاہوری :- ۲۲۳، ۲۲۲، ۲۲۰

۷۵۷، ۷۵۵، ۳۳۲، ۲۲۵

شاہ صفی (والی ایران) :- ۲۲۶

شاہ نور مجذوب :- ۲۳۳، ۲۳۳

شاہ عباس :- ۲۰۷

شاہ محمد فیروز آبادی :- ۶۲۸

شاہ محمد سید :- ۸۰۸

شاہ محمد فیاض :- ۵۷۲، ۵۷۱

شاہ دولہ :- ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱

۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۳، ۷۰۳، ۷۰۳

شاہ شیدائی :- ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۲

شاہ محمد مولانا :- ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶

۲۳۶

شاہ کران قلندر شیرازی :- ۷۲۱

شرف الدین پانی پتی :- ۷۹۵، ۷۹۵

شرف الدین حسن (صاحب ولایت

امروہہ) :- ۳۱۵، ۷۹۴، ۷۹۴، ۷۹۵

۷۹۷، ۷۹۷، ۷۹۷، ۸۰۰، ۸۱۸، ۸۴۳

شرف الدین (امروہہ، ملقب بہ

جہانگیر) :- ۵۲۱، ۸۰۰، ۸۰۲

شرف الدین خاموش (شیخ) :- ۳۶۱

۳۶۳

شرف الدین بوعلی قلندر :- ۶۳۳

۶۳۳، ۶۳۳، ۶۳۵

شرف الدین یحییٰ منیری :- ۵۷۲

۲۰۹

شہاب الدین سہروردی شیخ :- ۱۹۷،

۶۶۶، ۳۷۷

شہاب الدین برجندی مولانا :- ۵۶۴

شہباز بھاگلپوری :- ۲۹۳، ۲۹۵، ۳۸۷

شہاب شیخ :- ۳۳۱

شیخ الاسلام (شیخ عبداللہ انصاری) -

۸۵، ۱۳۲، ۱۵۳، ۱۶۰، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۳، ح

۲۳۶، ۲۳۶، ح ۳۳۱، ۳۶۹، ۳۶۹، ۳۸۰،

۳۹۳، ۳۹۷، ۳۹۷، ۳۹۷، ۴۵۰، ۴۶۹،

۳۸۰، ۶۱۷، ۶۶۱، ۶۶۲، ۷۲۶، ۷۲۷،

۷۸۹، ۷۲۷، ۷۲۷

شیخ ابن (امروہہ) :- ۱۷۹، ۱۸۱، ۵۳۱،

۵۳۷، ۵۳۷، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۳۹،

۵۳۰، ۵۳۰، ۵۳۲، ۵۶۶

شیخ ابوالحسن شذولی :- ۲۳۶

شیخ احمد :- ۵۳۸

شرف الدین حسین :- ۷۰۳

شرف الدین حسین :- ۱۸۹

شرف الدین بدایونی سید :- ۷۵۰

شریف بخاری سید :- ۳۷۰

شرف الدین قتال :- ۸۴۰

شکر اللہ حاجی :- ۸۱۱

شمس الدین مولانا :- ۳۸۹، ۳۸۹

۳۸۹

شمس الدین کاشغری :- ۵۳۶

شمس لدین محمد میر :- ۶۲۹، ۶۲۹

شمس الدین محمد اوجی :- ۵۳۷، ۵۳۷

شمس الدین سید :- ۸۴۰

شمس الدین شیخ :- ۲۳۸

شمس الدین شیخ :- ۷۰۱

شمس الدین عارف سید :- ۸۴۰

شمس شیخ (غزنی) :- ۶۷۸

شہاب الدین خواجہ :- ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۰۹

شیخ احمد کتھو: ۴۷۹، ۴۷۹ ح

شیخ احمد غزالی: ۵۱۶

شیخ اللہ بندہ: ۷۰۹، ۷۰۷

شیخ امام: ۶۵۰

شیخ پنجو: ۵۱۰، ۵۱۰، ۵۱۰

شیخ جمال بن شیخ الہداد: ۵۰۸

شیخ جمال محرمبھلی: ۵۰۵

شیخ جیا سنبھلی: ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۴۸

۳۵۱، ۳۵۱

شیخ چلی: ۳۲۹

شیخ چنگال: ۶۸۹، ۶۸۸

شیخ حسین (بجوہری): ۵۷۲

شیخ حسین نخشی دیہوی: ۳۶۹

شیخ مید منسہ: ۵۳۶

شیخ شاہ محمد جلی: ۳۲۶، ۳۲۵، ۳۲۳

۵۱۶، ۳۴۶

شیخ سعدی شیرازی: ۲۰۵، ۲۰۵

۳۵۹، ۳۶۰، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۴، ۴۲۱

۵۳۰، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۷۷، ۵۷۷

۵۷۸، ۶۶۳، ۷۳۵، ۷۶۶، ۷۶۶

۷۶۷، ۷۶۷، ۷۶۷، ۷۶۷، ۷۶۷

شیخ سلیم: ۸۰۹

شیخ سیم چشتی فتح پوری: ۴۹۹، ۴۸۲

۵۰۶، ۵۰۶، ۵۰۶، ۵۰۶

شیخ شاہ محمد بریلی: ۵۷۲

شیخ شاد محمد: ۶۵۱، ۶۵۰، ۶۴۹

شیخ شای سنبھلی: ۶۲۵

شیخ شبلی: ۳۶۹، ۴۰۰، ۴۹۸، ۵۲۶

۶۲۳، ۵۷۶

شیخ شکر اللہ (امروہہ): ۶۴۴

شیخ صابر (غزنی): ۶۷۸

شیخ صادق گنگوہی: ۵۵۴، ۵۵۶

۵۵۶، ۵۵۸، ۵۵۸، ۵۵۷، ۵۵۶

شیخ طیفور شامی: ۳۱۱

- شیخ عثمان جالندھری: ۱۸۴۔
 شیخ عثمان پدر سید علی بجویری: ۶۷۸۔
 شیخ عبداللہ: ۶۸۸۔
 شیخ عبداللہ: ۶۸۶۔
 شیخ عبدالوہاب متقی: ۲۳۵۔
 شیخ علی بن اسرائیلی سنہی: ۳۳۸۔
 ۷۵۳، ۶۰۴، ۶۰۳، ۵۷۹، ۵۷۹، ۵۷۸۔
 شیخ علی متقی: ۵۳۴، ۲۳۵۔
 شیخ علی متقی: ۸۳۹۔
 شیخ علی عطاغزنی: ۶۷۸۔
 شیخ عمر شہ سنہی: ۸۰۴، ۸۰۴، ۸۰۳۔
 شیخ عطار: ۷۶۰۔
 شیخ فرید: ۶۳۱، ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۲۔
 شیخ فرید بدایونی: ۷۴۹۔
 شیخ فرید مرتضیٰ خان: ۳۶۰، ۱۸۱۔
 ۸۰۹، ۷۰۷، ۴۶۱، ۴۶۰۔
 شیخ گھاسی (امروہہ): ۵۲۶۔
 شیخ مبارک: ۶۵۵۔
 شیخ محمد: ۲۹۶۔
 شیخ محمد (سنہی): ۶۰۴۔
 شیخ محمد: ۶۵۰، ۶۳۹، ۶۳۹۔
 شیخ محمد بن کبیر کلہ روان: ۷۴۹۔
 ۷۴۹۔
 شیخ محمد: ۱۸۴۔
 شیخ محمد: ۶۵۵، ۶۵۵، ۶۵۳۔
 شیخ محمد بریلی: ۵۷۶، ۵۷۴۔
 شیخ محمد عادل: ۶۴۹۔
 شیخ مرتضیٰ: ۵۸۸۔
 شیخ محی الدین امروہہ: ۵۳۱۔
 شیخ معروف: ۳۳۶۔
 شیداء: ۷۷۱، ۷۷۱، ۷۷۱۔
 شیر محمد: ۳۰۵، ۲۶۵، ۲۶۵، ۲۶۳۔
 شیر شاہ (سوری): ۴۸۱۔
 تنیق: ۵۷۶۔

شعبہ - ۲۴۱

ص

صا برعی سید - ۳۶۸

صاحب قرآن (سلطان تیمور) - ۸۸

صاحب قرآن ثانی (شاہ جہاں) :-

۲۴، ۹۸، ۱۰۹، ۱۲۳، ۱۲۳، ۲۰۷، ۲۰۸،

۲۱، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۳۹، ۲۴۵،

۲۴۹، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۰۰،

۳۲۲، ۳۳۷، ۳۴۲، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۶۰،

۴۹۱، ۵۳۱، ۵۴۹، ۵۵۱، ۵۵۵، ۵۹۲،

۶۰۵، ۶۰۷، ۶۷۵، ۶۸۸، ۷۵۵

صداق حسن پوری شیخ - ۶۶۲

صداق شمیمی حافظ - ۲۰۳، ۲۰۴

صدر الدین رام - ۶۵۱

صدر الدین قنوی - ۵۶۰، ۵۶۹، ۵۶۹

صدر الدین پوری شیخ - ۵۶۵، ۵۶۵،

۵۶۶

صلاح الدین شیخ :- ۵۶۲، ۵۶۳

صالح جہری شیخ :- ۲۰۴

صالح تھانیسری حافظ :- ۴۰۵، ۴۰۷

صالح سندھی شیخ - ۳۳۹

صالح متانی شیخ :- ۳۳۹، ۳۳۹، ۳۴۲،

۳۴۲، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۴۵، ۳۴۷

صفتی (فخر الدین علی) :- ۹۳، ۹۳، ج

۴۵۴، ۴۵۴

صوفی شیخ - ۴۸۰

صوفی گدا - ۴۷۳، ۴۷۴

ض

ضیاء الدین (ضیاء دہلوی) - ۱۳۳

۷۷۳، ۷۷۳

ضیاء الدین جوئی پوری سید :- ۵۶۴

۵۶۶

ضیاء الدین سندھی مولانا - ۶۳۳

ط

طہ شیخ :- ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴

۳۲۹، ۵۱۴، ۶۲۸، ۶۵۲، ۶۸۶، ۷۴۶

طیب حسن پوری حافظ :- ۵۲۳

طیب شیخ امروہہ :- ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹

۵۳۰، ۵۲۹

ظ

ظاہر محمد مجد الدین :- ۶۱۳

ظفر خاں عالم کشمیر :- ۷۵۶

ع

عائشہ رضی اللہ عنہا :- ۴۰۹، ۵۳۲

۵۳۲، ۶۱۳

عادل :- ۲۹۵

عادل :- ۶۲۵

عادل خاں بیجا پوری :- ۴۰۹

عارف ریوگری خواجہ :- ۲۱۷

عاشق محمد سہارن پوری :- ۴۶۰

عالم چند :- ۴۳۱، ۴۳۱

عالم کرمانی شیخ :- ۵۳۹

عباس چشت :- ۴۱۶، ۴۱۶، ۴۱۶

عبداللہ (معروف بخواجه خرو) :- ۳۹

۴۰، ۴۱، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۱۰۲، ۱۳۹، ۱۴۲

۱۸۱، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۲۸، ۲۳۹

۲۹۰، ۴۱۰، ۴۲۴، ۴۲۹، ۶۰۸، ۸۲۹

۸۵۹

عبداللہ احرار میر :- ۲۱۱، ۲۱۱، ۲۷۵

عبداللہ بن جعفر :- ۸۱۹

عبداللہ بن حصام :- ۶۶۱

عبداللہ بن مبارک :- ۴۱۸

عبداللہ بختی امیر :- ۲۵۸

عبداللہ بیہ شیخ :- ۴۳۸، ۴۵۰، ۵۹۱

عبداللہ (رجہ بھون) :- ۶۸۸، ۶۸۹

۶۸۹

عبداللہ امر دہوی شیخ :- ۵۴۲

عبداللہ منزل :- ۶۵۱

عبداللہ خیر آبادی :- ۳۱۶

عبداللہ سیاح حاجی :- ۳۳۲

عبداللہ سید :- ۱۹۷

عبداللہ سید :- ۲۲۵

عبداللہ شیخ :- ۷۰۳

عبداللہ شیخ :- ۱۹۹

عبداللہ شیخ :- ۴۵۶

عبداللہ خواجہ :- ۴۳۰

عبداللہ دیوی حافظ :- ۴۰۶

عبداللہ طلحی شیخ :- ۳۰۸ ج، ۵۱۰

۵۱۰ ج، ۶۸۱، ۶۸۱

عبداللہ قریشی :- ۲۶۹

عبداللہ جاتی شیخ :- ۳۸۴، ۳۸۴، ۳۸۴

عبداللہ محمد رشیدی :- ۳۱۱

عبداللہ صدیقی (فروقی شیخ) :- ۸۶، ۸۶، ۸۶

عبداللہ اول (میر) :- ۵۶۹، ۲۹۳، ۵۶۹

عبداللہ اول شیخ :- ۵۱۲

عبدالباقی شیخ :- ۳۳۳

عبدالجلیل شیخ :- ۵۸۵، ۵۸۵

عبدالکحیم ابن شیخ حاتم :- ۳۰۹، ۳۰۹

عبدالکحیم تینی :- ۳۳۲، ۳۳۲

عبدالکحیم خواجہ :- ۵۶۰

عبدالکحیم مولانا (سیالکوٹی) :- ۲۳۸

۷۰۱، ۲۳۳، ۲۳۲، ۲۳۱، ۲۳۰

عبدالکحیم سید :- ۲۳۹

عبدالکحیم سید امروہہ :- ۳۸۲، ۳۱۶

۵۲۷، ۵۲۵، ۵۲۳، ۳۸۳

عبدالکحیم جبری :- ۲۲۵

عبدالحق (شیخ دیوی) :- ۱۰۶، ۱۰۳

۱۷۸، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۳، ۲۲۰، ۲۳۲، ۲۳۷

۲۳۳، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۰، ۲۹۰، ۳۰۵

۳۳۳ ج، ۴۴۵، ۴۴۵، ۸۳۹

عبدالحق خیالی شیخ :- ۴۸۱

عبدالحق :- ۶۸۷

عبداللہ (شیخ) :- ۱۷۵

عبداللہ تینی :- ۴۰۵

عبداللہ مٹھی شیخ :- ۶۶۲

عبداللہ مفتی سنبھلی :- ۶۷۵

عبدالخالق غجدوانی خواجہ :- ۴۱۷

۶۴۲، ۶۴۱، ۲۳۳

عبدالرحمن (ابن شیخ احمد) :- ۸۰۷

عبدالرحمن بن شیخ ابوالبرکات :- ۶۷۵

۶۷۵

عبدالرحمن جاتی مولانا :- ۴۰، ۴۰، ج،

۴۱، ۴۱، ۴۳، ج، ۴۴، ۴۵، ۷۷، ۷۷،

۷۷، ۹۲، ۹۲، ج، ۱۰۳، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۵۰،

۱۶۵، ۱۶۸، ۲۳۹، ۲۳۹، ۲۳۷، ۲۶۵،

۳۵۴، ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۱، ۴۲۳، ۴۲۸،

۴۲۸، ۴۵۲، ۴۷۱، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰،

۴۸۰، ۴۹۸، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۱۷، ۵۱۸،

۵۴۷، ۵۸۹، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۴۰،

۶۸۷، ۷۱۳، ۷۵۹، ۷۶۶، ۷۸۵، ۸۱۴،

۸۲۸

عبدالرحمن سلمی نیشاپوری :- ۵۵۴

عبدالرحمن سنبھلی شیخ :- ۲۷۲، ۲۷۴،

۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۳۰۷، ۳۶۴،

۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۶، ۷۰۰، ۷۲۴

عبدالرحمن شیخ :- ۱۹۸

عبدالرحیم بہاری شیخ :- ۲۴۱، ۲۴۲

عبدالرحیم خواجہ :- ۴۰۷

عبدالرحیم خیرآبادی :- ۷۷۱، ۷۷۱،

۷۷۱

عبدالرحیم ستا :- ۵۸۸

عبدالرحیم (سنبھلی) :- ۲۷۶، ۲۷۷،

۳۰۷، ۳۹۳، ۳۹۵، ۷۰۰

عبدالرحیم سنبھلی شیخ :- ۶۴۳

عبدالرزق :- ۶۷۵

عبدالرزق :- ۷۲۶، ۷۲۶، ۷۲۶،

۷۲۷

عبدالشکور شیخ:- ۴۱۴

عبدالرزاق خواجہ:- ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴

عبدالصبور خواجہ:- ۲۰۴

۳۰۵، ۲۶۵

عبدالعزیز الہ آبادی شیخ:- ۵۶۷

عبدالرزاق سید:- ۶۲۶

۵۷۳

عبدالرزاق سید:- ۸۴۰

عبدالعزیز جامی:- ۴۸۰

عبدالرزاق سید امر وہید:- ۵۴۲، ۵۴۳

عبدالعزیز چشتی (شیخ):- ۱۶۸، ۱۷۰

عبدالرزاق جھنجھانہ:- ۳۱۶، ۵۰۲

۱۷۱، ۱۷۵، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۳۹، ۲۵۷

۵۰۶

۲۵۷، ۲۹۶، ۲۹۷، ۳۳۱، ۳۵۳، ۳۵۶

عبدالرسول سید:- ۷۴۶، ۷۴۹، ۷۴۹

۳۶۱، ۳۶۱، ۳۶۳، ۴۴۵، ۵۰۷، ۵۰۷

عبدالرشید شیخ:- ۲۴۱

۵۷۳، ۶۰۹، ۶۱۱، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۵

عبدالرشید خواجہ:- ۴۵۵

عبدالعزیز:- ۲۲۰

عبدالرشید (دہلوی):- ۵۷۳

عبدالعزیز سید:- ۲۰۶

عبدالرفیع (پیر خواجہ ثریا):- ۱۳۶

عبدالعزیز:- ۳۴۴

۱۳۹

عبدالغنیمن سنبھلی:- ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۲

عبدالسام (ابن شہ احمد):- ۱۰۷

عبدالغفور (شیخ سنبھلی):- ۱۵۹، ۱۶۰

عبدالسام:- ۵۹۳، ۵۹۳

۱۶۲، ۱۶۲، ۱۶۲، ۶۵۶

عبدالشبید احراری:- ۱۵۵

عبدالغفور اعظم پوری شیخ:- ۱۷۰، ۱۷۰

عبدالغفور سید :- ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۱

۷۵۲

عبدالغفور لاری شیخ :- ۳۵۳، ۳۸۰

۵۸۹، ۵۱۷

عبدالقادر (پسر خواجہ خرد) :- ۱۳۶، ۱۳۶

۱۳۷، ۱۳۷

عبدالقادر (پسر سید کاظم) :- ۳۸۲، ۳۸۲

۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۲

عبدالقادر شیخ (ابن شیخ خانی) :- ۳۲۶، ۳۲۶

عبدالقادر فاکہی :- ۵۳۳، ۵۳۳، ۵۳۵

عبدالقادر (شیخ گنگوہی) :- ۸۶، ۸۶

۳۲۳، ۳۹۵، ۳۹۵، ۵۵۳، ۵۵۶

۵۵۶، ۵۵۶

عبدالکریم ابن شیخ امجد :- ۳۲۵، ۳۲۹

۲۲۹، ۳۳۰، ۵۸۰، ۶۲۶، ۶۸۰

عبدالکریم یمنی :- ۷۸۹

عبدالکریم یمنی شیخ :- ۲۵۷

عبداللطیف (ابن خانشہ) :- ۷۹۱، ۷۹۱

۷۹۱

عبداللطیف حسن پوری حاجی :- ۶۵۷

عبداللطیف سنبھلی :- ۵۱۵

عبداللطیف سنبھلی شیخ :- ۵۰۳، ۵۰۳

۵۰۶

عبداللطیف قاضی (امروہہ) :- ۷۹۹

عبدالمومن کنوہ سنبھلی :- ۳۰۶، ۳۰۷

۳۵۰

عبدالمومن سنبھلی شیخ :- ۲۷۸، ۶۶۹

۷۲۲

عبدالمعنعم :- ۶۶

عبدالمعنعم خواجہ :- ۲۱۱

عبدانبی شیخ :- ۲۳۹

عبدانبی شیخ :- ۲۲۳

عبدالواحد سنبھلی :- ۵۰، ۵۰۱، ۵۰۲

عبدالواحد بلگرامی :- ۲۲۲

عبدالواحد سنبھلی شیخ :- ۴۸۲، ۴۸۲،

۵۰۱، ۵۰۱، ۵۳۵، ۵۳۶، ۶۶۳، ۶۶۹

عبدالواحد درویش :- ۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۲،

۳۱۲، ۳۱۲

عبد واسع :- ۱۶۲، ۱۶۲، ۱۶۲

عبدالوالی (پسر محمد کمال) :- ۸۱، ۷۲۳

عبدالوان (عبدالواجد) شیخ سنبھلی :-

۶۰۸، ۶۰۸

عبدالوہاب سید :- ۷۸۵، ۸۳۰

عبدالوہاب شیخ :- ۲۷۰، ۲۷۰

عبد وہاب شیخ :- ۵۳۰

عبدالوہاب شیخ بخاری :- ۲۶۸، ۲۷۰،

۲۹۲، ۶۶۵، ۶۰۹

عبدالوہاب دنی شیخ :- ۳۵۶، ۳۵۹

عبد وہاب مکی مکی :- ۱۳۹

عبد مجید صوفی شیخ امرتسر :- ۱۶۹، ۱۶۹

عبد مجید صوفی شیخ :- ۳۱۶، ۳۱۶، ۳۱۶، ۳۱۶، ۳۱۶

۵۲۳، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۹

۵۷۱

عبد مناف (چندر سول اکرم) :- ۶۶

عبد اللہ احرار خواجہ :- ۲۲، ۲۲، ۲۲، ۲۵،

۶۹، ۹۳، ۱۰۷، ۱۲۳، ۲۱۱، ۲۱۷، ۲۹۳

۲۹۳، ۲۹۳، ۳۸۶، ۳۹۲، ۴۴۹، ۴۵۱

۴۵۲، ۴۷۷، ۴۹۲، ۴۹۷، ۵۳۳، ۵۳۶

۵۳۹، ۵۵۶، ۵۶۰، ۵۷۲، ۵۷۵، ۶۰۰

۶۰۳، ۶۱۸، ۶۳۷، ۶۵۳، ۷۸۹، ۸۴۱

۸۴۹، ۸۴۱

عبد اللہ احرار :- ۷۱۲

عبد اللہ معروف بہ خواجہ کلان :- ۱۰۵

۱۶۷، ۲۹۰، ۷۸۹

عبد :- ۲۴۱

عثمان بنگالی سنبھلی شیخ :- ۳۰۸، ۳۰۸

۳۰۹، ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۰۹، ۳۱۰

عثمان بنگالی شیخ :- ۳۰۶

عثمان سید:- ۸۰۸

عذرا:- ۴۹۰

عرفی (شیرازی):- ۷۷۷

عزیز الدین سید:- ۷۹۷، ۷۹۸

۷۹۸

عزیز اللہ:- ۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۲

عزیز اللہ سید:- ۷۹۴، ۸۰۴

عشرت خاں:- ۵۵۶، ۵۵۶

عصام الدین خواجہ:- ۲۷۹

عصمت اللہ سید:- ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۸

عضد الدین محمد جعفری:- ۵۷۱ ح

عطاء اللہ کشمیری خواجہ:- ۶۳۲

عطاء محمد سہوانی شیخ:- ۶۰۹، ۶۰۹، ۶۱۱

۶۱۱، ۶۱

عظمت خاں:- ۴۰۷

عقیل منجی:- ۷۰۷

علاء الدین (سلطان خلیجی):- ۱۹۷

علاء الدولہ (شیخ):- ۵۹، ۵۹، ۵۹

۳۹۴، ۶۴، ۵۹

علاء الدین آبنیری مولانا:- ۴۳۰

۸۲۱، ۵۴۶

علاء الدین بدایونی مولانا:- ۴۱۴، ۴۱۴

علاء الدین چشتی جوان مرد:- ۴۸۴

۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۷

علاء الدین چشتی شیخ:- ۱۷۹

علاء الدین چشتی شیخ:- ۵۱۰

علاء الدین چشتی شیخ فیل مست -

۵۳۸

علاء الدین سنہکلی شیخ:- ۳۱۳، ۷۴۵

علاء الدین عطار:- ۷۸۱، ۷۸۱، ۱۲۵

علاء الدین شیخ:- ۱۷۵، ۱۷۵

علاء الدین محمد خواجہ:- ۱۳۳

علاء الدین غجدوانی:- ۱۲۵

علاؤ بک اول شیخ:- ۵۳۸

۶۷۷، ۶۷۶	علی (امیر المومنین حضرت علیؓ)۔۔
علی عسکری:۔ ۵۱۳	۴۷۸، ۴۳۹، ۴۹۸، ۴۶۶، ۶۱، ۶۱، ۴۳
علی قوام الدین سید:۔ ۲۵۲، ۲۵۳، ۶۵۵	۴۱۹، ۴۵۹، ۴۵۹، ۴۹۰، ۵۳۳، ۶۰۱
علی محمد شیخ:۔ ۲۳۷	۷۳۱، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۶۳
علی نقی:۔ ۷۹۴	۸۳۹، ۸۱۹، ۸۱۹، ۸۱۹، ۷۹۴
علی فوحشی مولانا:۔ ۲۳۹، ۲۳۹	۳۶۸، ۳۶۸
علی بجوری سید:۔ ۷۶۲، ۷۸۰	علی اکبر سید خولجہ:۔ ۲۷۷
علاء الدین شیخ:۔ ۳۵۲	علی بن موفق:۔ ۱۵۳، ۳۹۸
علاء الدین محمد (بن شہاب الدین	علی بدویہ سید:۔ ۳۱۶
سہروردی):۔ ۳۷۷	علی بزرگ سید:۔ ۷۹۴، ۷۹۴
علاء خاں:۔ ۷۰۶	علی پندار:۔ ۶۱۳
علاء شیخ حافظ:۔ ۲۰۳	علی خولجہ مورخ:۔ ۲۵
عمار شیخ:۔ ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۰۳	علی رضا:۔ ۵۲
عمر (حضرت امیر المومنین فاروق	علی رائق خولجہ:۔ ۵۰۸، ۴
مشمس):۔ ۲۲۶، ۲۸۱، ۳۳۸، ۴۰۱	علی سید (بن سید ہارون):۔ ۷۹۵
۵۸۵، ۴۰۱	علی بنی:۔ ۵۲۳
عمر بیجا پوری سید:۔ ۳۹۶	علی شیخ:۔ ۵۰۵، ۵۰۵، ۵۰۵، ۵۰۵

عنایت اللہ (حافظ) :- ۱۳۵

عنایت اللہ (شیخ) :- ۱۰۶

عنایت اللہ بخاری :- ۶۲۲

عنایت اللہ خدا نما :- ۶۲۱، ۶۲۱، ۶۲۱

عوض وجیہ بلخی مولانا :- ۳۰۰

عیسیٰ (علیہ اسلام - مسیحا) :- ۶۳

۷۷۰، ۷۷۶، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷

عیسیٰ (خیاط) :- ۳۵۰، ۳۵۰

عیسیٰ سندھی شیخ :- ۲۶۷، ۲۶۷، ۲۶۵

۲۶۷، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۱

۳۲۲، ۳۲۲

عیسیٰ سنبھلی شیخ :- ۵۱۵، ۵۱۲

عیسیٰ سندھی :- ۴۷۶

عیسیٰ شطاری :- ۳۷، ۳۱۷

عیسیٰ مولانا :- ۳۵۱

عیسیٰ بھکری :- ۴۴۱، ۴۴۱، ۴۴۱

غ

غریب حسن پوری سید :- ۶۶۱، ۶۶۰

۶۶۱

غلام بہاء الدین شناسا :- ۷۹، ۸۰

۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۵، ۱۳۵

۳۵۷

غلام محمد (امروہہ سید) :- ۷۷، ۷۷

۵۲۲، ۵۲۱

غلام محمد نانوتہ سید :- ۳۶۷، ۳۶۷

۳۶۸

غلام محمد سنبھلی :- ۷۳۸، ۷۳۸

غوث اعظم (شیخ عبدالقادر جیلانی)

۵۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶، ۱۳۶

۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۲، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۳۷

۲۳۸، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۸۲، ۲۸۲، ۳۹۷

۳۵۵، ۳۵۵، ۵۰۲، ۵۲۱، ۵۵۱، ۵۹۶

۶۲۸، ۶۳۵، ۶۶۶، ۷۰۷، ۷۳۸، ۷۳۹

۷۵۴، ۷۳۹

فتح اللہ ترین (شیخ) - ۱۵۰، ۱۵۰، ۳۳۸،

۵۰۴، ۵۰۴، ۴۸۲، ۴۸۲، ۴۸۲۳۸۰

فتح اللہ دہلوی - ۷۵۳

فتح اللہ سنبھلی شیخ - ۳۳۸، ۳۳۷، ۳۳۷،

۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۲، ۵۴۵، ۶۷۱،

۶۷۳، ۶۷۳، ۶۷۳

فتح اللہ چوکھا شیخ - ۳۷۹

فتح اللہ غازی امروہہ - ۵۳۳، ۵۳۱،

۵۳۳

فتح اللہ شیخ راج گڑھی - ۳۵۷، ۳۵۷،

۳۵۸، ۳۵۸، ۳۵۸

فتح اللہ شیرازی - ۶۴۳، ۶۴۳،

فتح اللہ شیخ - ۲۹۳

فتح اللہ شیخ پسر نجم الدین - ۵۰۸

فتح خان بن سلطان فیروز - ۲۷۲، ۲۷۲،

فتح شہ سنبھلی - ۸۰۴

فتح محمد - ۷۱۵، ۷۱۵، ۷۱۵

غوث عالم امروہہ - ۵۳۷، ۵۳۰،

۵۳۲، ۵۳۱، ۵۳۰

غوث گوالیاری شیخ - ۳۵۹، ۳۵۹،

۳۶۵

غیاث الدین بلبن سلطان - ۲۹۰،

۲۹

ف

فاطمہ (سیدۃ النساء و زحمت رسول اکرم)

۶۱، ۷۳، ۲۹۳، ۲۹۳، ۴۱۰

فاطمہ - ۴۷۷

فیاض شیخ بہ بندق - ۱۸۷، ۱۸۷

فیاض شیخ (امروہہ) - ۳۸۴، ۳۸۴،

۵۲۵

فیاض بن شیخ مجید - ۴۲۵، ۴۲۵،

۴۲۶، ۴۲۶، ۴۳۰، ۴۳۰، ۴۳۰، ۴۳۰،

۶۳۹، ۶۳۹

فتح بدیع یزدی - ۶۰۸

فتح محمد امروہوی :- ۳۱۵، ۵۲۱، ۵۳۰،

۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۲، ۸۴۷

فتح موسیٰ :- ۵۷۶

فخر الدین :- ۵۹۸

فخر الدین حاجی مولانا :- ۴۸۱

فخر الدین شاہ (محبوب) :- ۶۷۹،

۶۷۹

فخر الدین عراقی :- ۳۷۲، ۴۷۹، ۴۸۰،

۴۸۰، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۱۸ ح

فرخ نارنولی شیخ :- ۵۵۹، ۵۶۰

فرعون :- ۲۲۴

فردوسی طوسی :- ۷۴۰

فضل اللہ (پسر خواجہ کلمت اللہ) :- ۱۳۰

فضل خواجہ کابلی :- ۲۳۹

فضل اللہ سید :- ۳۴۵

فضل اللہ قوری :- ۳۱۷، ۳۹۶

فضیل شیخ :- ۲۸۳، ۲۸۳

فقیرہ گوالیاری :- ۷۸۳، ۷۸۶،

۷۸۷، ۷۸۸

فیروز (میر سید سنبھلی) :- ۸۷، ۱۹۶،

۱۹۶، ۲۶۳، ۳۰۳، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸،

۳۰۸، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۱۰، ۳۱۱، ۵۷۷،

۵۸۹، ۶۵۰، ۷۸۷، ۸۰۳، ۸۳۰، ۸۳۲

فیروز سنبھلی شیخ :- ۶۶۹

فیروز شاہ (سلطان) :- ۱۶۴ ح

فرید بخاری :- ۱۸۵، ۱۹۹، ۲۷۰، ۳۲۵،

۶۴۷

فیض اللہ شیخ امروہوی :- ۵۷۱

فیض اللہ شیخ قزو :- ۳۵۵

فولاد (میر) :- ۱۴۳، ۲۸

ق

قاسم :- ۶۲۵

قاسم اعظم پوری ملّا :- ۵۳۲

قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق :- ۲۱۷

۸۱۶

قاسم تبریزی سید:- ۷۱۲، ۷۱۲

قاسم خاں حاکم:- ۳۰۷، ۳۰۷

۳۶۴

قاسم سید:- ۹۳، ۹۳، ۹۳

قطب الدین حسن پوری:- ۶۵۶

قاسم سید:- ۸۰۸

قطب الدین سید:- ۱۹۳، ۱۹۶، ۱۹۷

قاسم سید بلگرامی:- ۴۴۲، ۴۴۲، ۴۴۲

۱۹۸

قاسم سہارنپوری شیخ:- ۲۳۸، ۲۵۶

قطب الدین شیخ:- ۷۴۶

۴۵۹، ۴۵۹، ۴۵۸، ۴۵۸، ۴۵۸

قطب الدین محمد شہید:- ۶۷۷

قاسم شیخ:- ۷۴۵

قطب عالم (شیخ):- ۱۶۸، ۲۵۷

قاضی افضل:- ۹۵

۸۱۰، ۳۶۱، ۲۶۰، ۲۵۷

قاضی محمد (مولانا):- ۱۵۱

قیس قادری (شاہ):- ۱۳۰، ۶۲۵

قائم محمد بن شیخ طہ:- ۳۱۲، ۶۴۸

۶۲۷، ۶۲۷

قطب الدین (خولجہ قطب الدین

قیام الدین شیخ پسر سراج الدین لونی

بختیار کالی):- ۶۱، ۶۱، ۶۲، ۱۳۵، ۱۵۹

۳۶۴

۵۹، ۵۹، ۱۶۶، ۲۴۰، ۲۴۸، ۲۴۵، ۳۳۷

ک

۳۴۹، ۳۴۹، ۳۶۸، ۳۸۱، ۳۸۱، ۵۱۳

کاظم سید:- ۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۲، ۴۹۱

۵۳۹، ۵۳۹، ۵۵۹، ۵۸۷، ۶۱۳، ۶۹۰

۸۳۵

۹۰، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۳، ۸۱۵

کالی خاں سنبھلی: ۵۰۴، ۵۰۲

کالہ پہاڑ حاکم: ۶۱۴

کبیر الدین ابن عراقی: ۳۷۲

کبیر الدین شیخ: ۴۷۸

کبیر الدین شیخ: ۶۱۲

کبیر جولاہہ (داس): ۷۲۱، ۷۲۲

۷۲۲، ۷۲۴

کبیر کلاہ رواں شیخ: ۳۳۷، ۳۳۸

۴۱۴، ۴۲۳، ۴۴۴، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹

۵۰۸، ۵۰۹، ۶۵۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۶

۷۲۸، ۷۲۸، ۷۲۹

کرامت اللہ خواجہ: ۲۹۰

کرم علی دانیل پوری: ۳۸۲، ۳۸۴

کریم اللہ سہارنپوری: ۴۵۵

کریم دادقوال: ۴۸۶

کشن: ۴۳۶

کشنیہ: ۴۳۲، ۴۳۴

کلمت اللہ (خواجہ): ۷۷، ۱۲۳، ۱۲۳

۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۶، ۱۲۶، ۷۳۱

کلیم اللہ (پسر خواجہ کلمت اللہ): ۱۳۰

کمال (شاہ کبھلی): ۸۲، ۳۸۸

کمال (شیخ قریشی): ۱۴۹، ۱۴۹ ح

کمال الحق شیخ: ۲۴۴

کمال توکل دہلوی: ۳۱۰

کمال خاں امروہوی: ۵۲۱

کمال شیخ سنبھلی: ۶۰۷

کمال متوکل شیخ: ۲۰۱

کمال محمد سنبھلی واسطی: ۳۹، ۴۵، ۱۰۷

۱۶۱، ۳۱۹، ۳۲۵، ۳۲۵، ۳۳۶، ۴۱۵

۶۲۵، ۷۱۴، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۹۴، ۸۱۹

۸۲۸، ۸۳۹، ۸۳۹، ۸۴۴، ۸۴۶، ۸۵۲

۸۵۴، ۸۵۶، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۵۹

۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۱، ۸۶۲

کچھ شیخ: ۷۵۱

کوب:- ۶۸۷

کے خسرو:- ۴۶۴

کیتیاو:- ۴۶۴

گ

گدار حمانی سید:- ۸۴۰

گدا شیخ:- ۸۴۰

گدای شیخ:- ۴۸۱

گل محمد سید:- ۶۶۸

گنج شکر (شیخ فرید الدین مسعود):-

۳۶۸، ۴۸۴، ۴۸۷، ۵۲۶، ۵۷۹،

۵۸۶، ۵۸۷، ۸۴۴، ۸۴۴

گو جڑل:- ۶۹۷

ل

لن شت مار و ہوی ثم سنبللی:- ۴۸۷

۶۹

لناتی شت ام:- ۶۹۳، ۶۹۳، ۶۹۳

۶۹۵

لطف اللہ شیخ (ابن رفیع الدین):-

۸۲۹، ۱۷۵

لطف اللہ مولانا:- ۲۵۸، ۲۵۸

لعل سید:- ۸۰۸، ۷۹۳، ۸۰۹

لونی نخی:- ۷۵۵

لیلی:- ۳۹۰، ۵۳۰، ۷۱۶

م

مادھو:- ۳۵۹

مانھی:- ۳۵۵

مجد الدین بغدادی شہید:- ۵۵۳

مجد الدین شیخ:- ۷۷۲

مجد الدین سید:- ۸۰۴، ۷۹۳

مجدوب مجول:- ۷۲۶، ۷۲۹

مجنون (عامری، قیص):- ۴۹۰، ۵۳۰

۷۱۶، ۵۹۰

محب اللہ آبادی شیخ:- ۵۶۷

۵۶۷، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۲

۴۲۹، ۴۲۹، ۴۲۹، ۴۲۵، ۴۳۸، ۴۳۹،

۴۲۶، ۴۳۷، ۴۳۷، ۴۳۷، ۴۳۷، ۴۳۸،

۴۵۹، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۷۳، ۴۷۳، ۴۸۰،

۴۸۴، ۴۸۷، ۴۸۹، ۴۹۴، ۴۹۴، ۴۹۵،

۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۹، ۵۳۲، ۵۳۸، ۵۴۳،

۵۴۴، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۷، ۵۶۳، ۵۶۹،

۵۶۹، ۵۷۲، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵،

۵۸۵، ۵۸۵، ۵۸۵، ۵۹۰، ۵۹۲، ۵۹۲،

۶۱۳، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۲۰، ۶۲۷، ۶۳۰،

۶۳۴، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۵۴، ۶۵۴، ۶۶۱،

۶۶۱، ۶۶۵، ۶۸۳، ۶۸۵، ۶۸۸،

۶۸۹، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۵، ۷۰۳، ۷۰۹،

۷۱۵، ۷۱۶، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۹، ۷۴۹،

۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۰، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲،

۷۵۳، ۷۵۳، ۷۷۶، ۷۷۶، ۷۷۶، ۷۸۱،

۷۸۱، ۷۸۳، ۸۰۳، ۸۱۶، ۸۱۵، ۸۱۷،

۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۸، ۸۳۱، ۸۳۲،

۷۰۳، ۷۷۳، ۷۷۳، ۷۷۳،

مجاہد فطرت شیخ: ۶۹۲، ۶۹۲، ۶۹۴، ۶۹۴،

محی نبی شیخ: ۲۰۵،

محترم خاں: ۲۳۲،

مختتم زادہ: ۷۵۹، ۷۵۹،

مخدوم عالم امروہیہ: ۵۳۷، ۵۴۰،

۵۴۱، ۵۴۰،

محمد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم):

۳۹، ۴۳، ۴۶، ۴۷، ۵۶، ۵۹، ۶۰، ۶۰، ۶۰،

۶۱، ۶۴، ۸۳، ۸۴، ۸۹، ۹۲، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۳،

۱۳۹، ۱۵۵، ۱۷۳، ۱۹۶، ۱۹۶، ۱۹۶، ۱۹۷،

۲۱۷، ۲۲۱، ۲۲۹، ۲۳۵، ۲۵۴، ۲۵۴، ۲۶۱،

۲۲۶، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۸۲، ۲۹۴،

۳۰۱، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۳، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۲۲،

۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۳،

۳۳۳، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۸۹، ۳۸۹، ۳۸۹،

۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۲، ۴۰۱، ۴۰۱، ۴۰۱، ۴۰۹، ۴۱۶،

۸۵۰، ۸۴۵، ۸۴۲، ۸۴۲، ۸۳۹، ۸۳۸

۸۶۷، ۸۶۶، ۸۶۴، ۸۶۰

محمد (خواجہ) :- ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۰۹

۲۱۰

محمد ابن شیخ فتح اللہ سنبھلی :- ۳۵۲

محمد ابن الفضل :- ۶۵۶

محمد ابو نصر :- ۲۶۶

محمد اشرف دانشمند ملتان :- ۳۴۲، ج

۳۴۳، ۳۴۳

محمد بادل :- ۱۹۹

محمد باقر :- ۷۹۴

محمد بختری شیخ :- ۵۳۶، ۵۳۶

محمد پارسا خواجہ :- ۳۳۶، ۳۳۶، ۳۳۶

۸۱۵، ۷۶

محمد پیر :- ۲۲۰، ۲۲۰، ۲۲۰

محمد تقی (معروف خواجہ میر) :- ۱۲۶

محمد تقی مشتق شیخ :- ۶۴۲

محمد جامی شیخ شاہ :- ۳۲۶، ۳۲۶، ۳۲۳

محمد جان میر سید میرک جان :- ۳۹۸

۷۶۴، ۳۹۹

محمد حارث شیخ (نور محمد حارث) :-

۶۴۲، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۰۵، ۶۰۵

محمد حاکم شیخ :- ۶۰۹

محمد فیض خیالی :- ۷۹۱، ۲۹۲، ۳۳۰، ۷۷۳

محمد حسن شیخ :- ۵۰۲

محمد حسین دہلوی معروف بہ شاہ خیالی :-

۶۶۵، ۶۶۵، ۶۶۶

محمد حصاری شیخ :- ۴۴۹

محمد دوست شیخ :- ۹۵، ۲۶۶، ۷۵

محمد ویدار خواجہ :- ۴۴۸، ۵۶۳، ۸۳۲

محمد روجی (مولانا) :- ۱۶۱، ۴۸۰

محمد زاہد خواجہ :- ۴۱۷

محمد زاہد شیخ :- ۱۷۵، ۱۷۵

محمد سرسوی سید :- ۱۶۹، ۲۷۷، ۳۷۶

محمد صادق لکھنوی: ۷۵۴، ۷۰۳	۷۴۳، ۴۱۴، ۴۱۳، ۴۱۲
محمد صالح: ۲۰۱، ۲۰۱، ۲۰۱، ۲۰۱	محمد سید میر: ۲۱۱، ۲۱۰
محمد صالح: ۷۲۳، ۷۲۳	محمد سید سنبھلی: ۸۱۰
محمد صالح (شیخ): ۵۷۶، ۱۶۳	محمد سعید شیخ: ۱۸۸، ۱۸۸، ۱۸۸، ۱۸۶
محمد صالح بن محمود بادل: ۵۸۷	۱۹۰، ۱۹۰، ۱۸۸
محمد صالح سندھی: ۱۹۱	محمد سعید شیخ: ۸۴۰
محمد صالح شیخ: ۱۷۵	محمد شریف خاں: ۲۶۷، ۲۶۶، ۲۶۵
محمد صالح لہوری: ۳۵۸، ۳۱۷، ۲۲۳	۷۳۳
محمد صدیق (خواجہ): ۲۶۰، ۱۶۷، ۱۱۳	محمد (شہید): ۶۷۷
محمد تبریک: ۱۸۳	محمد صادق: ۸۲۶، ۱۹۶
محمد دال: ۲۰۱	محمد صادق (حافظ): ۱۰۴، ۱۰۴، ۷۴
محمد عرف خواجہ: ۸۴۰	۱۱۳
محمد عاشق: ۵۷۷، ۵۷۶، ۳۳۸، ۶۳	محمد صادق (خواجہ): ۹۰، ۱۶۶، ۱۶۵
۶۳۲، ۵۷۹، ۵۷۹، ۵۷۸، ۵۷۸	۹۰ ج، ۱۹۱، ۱۹۱، ۲۹۰، ۷۴۰، ۷۵۵
محمد عاشق پسر خواجہ خرد: ۱۲۷	۸۲۴، ۸۲۲
محمد عاشق سید: ۵۴۰، ۵۴۰ ج	محمد صادق سنبھلی فرید آبادی: ۱۹۹
محمد عالم سہارنپوری: ۳۵۶	۷۲۳، ۵۹۴، ۲۰۰، ۲۰۰

محمد مراد :- ۵۰۲	محمد عبداللہ سید :- ۸۴۰
محمد مرشد جہاں شیخ :- ۵۰۸، ۵۰۶	محمد علی حکیم ترندی :- ۸۴۱
محمد معشوق طوسی :- ۱۵۲	محمد علی سید :- ۱۸۹
محمد معصوم :- ۶۲۰	محمد علی شیخ :- ۲۷۷، ۲۷۷
محمد معصوم شیخ :- ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۸۹	محمد فاروق خواجہ :- ۲۶۱
۱۸۹ ج، ۱۸۹ ج، ۱۹۰، ۲۰۲، ۲۳۲	محمد فاضل :- ۲۰۱، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۳
محمد مومن میر :- ۲۶۵	۲۷۰، ۲۰۳
محمد مولانا :- ۵۴۷	محمد فضل :- ۶۲۱
محمد مقیم :- ۶۶۸، ۶۶۸، ۶۶۸	محمد فضل اللہ شیخ :- ۲۶۵
محمد مقیم انصاری سنبھلی :- ۵۰۰، ۵۰۱	محمد قاضی مولانا :- ۵۷۵
۵۰۲، ۵۰۱	محمد قلی (شیخ) :- ۷۳، ۷۳، ۱۳۳، ۱۳۳
محمد مقیم ابھوری :- ۴۹۷	۱۳۵، ۱۳۵، ۱۹۷
محمد مہدی (سید) :- ۶۶	محمد ظہیر علی شیخ :- ۵۰
محمد نعیم :- ۲۲۳	محمد متاسب بھٹی سید :- ۴۱۲
محمد ہاشم سنبھلی :- ۱۰۵، ۱۷۷، ۱۷۸	محمد حسن خواجہ :- ۲۲۳، ۲۲۳
۱۷۸، ۱۹۳، ۲۷۷، ۳۵۳	محمد حسن احمد قندری خواجہ :- ۲۰۸
محمد ہاشم شیخ :- ۴۸۲	محمد مراد :- ۲۶۳

محمد ہموہ (خواجه) ۱۵۲

محمد یحییٰ شیخ: ۱۹۰

محمد یعقوب خواجه: ۷۲۰

محمد واجد عباسی: ۵۲۰، ۵۲۲

۸۰۱ ح

محمد بادل شیخ: ۵۳۹، ۵۸۷

محمد بنی اسرائیل شیخ: ۶۶۳

محمد بیابانی سید: ۶۸۰

محمد جلال بادل شیخ: ۱۹۹، ۲۰۰

محمد حافظ: ۲۸۲

محمد خواجه: ۲۰۹، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۰

محمد خواجه: ۲۰۶

محمد خیر آبادی حاجی: ۲۱۰

محمد زنجیر فغنوی: ۲۱۷

محمد وودھا دھاری: ۸۰۳، ۸۰۳

محمد سنبھلی شیخ: ۶۳۹، ۶۴۱، ۶۴۲

محمد سبکتگین: ۲۷۲، ۲۷۲

محمد سید (امروہہ): ۸۰۱، ۸۰۱ ح

۸۰۱ ح

محمد سید امروہہ: ۳۳۲، ۳۳۲، ۳۹۶

۲۲۵

محمد سورتی: ۳۹۶

محمد صالح سنبھلی: ۲۸۲، ۲۸۲، ۲۸۲

محمد قلندر شیخ: ۷۵۵

محمد نور بار (پہلوان): ۱۳۷، ۱۳۸

محمد سمرقندی خواجه: ۲۰۸، ۲۱۰، ۷۵۸

محسن فانی کشمیری شیخ: ۷۵۵، ۷۵۵

۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۷، ۷۵۸

مرتضیٰ (شیخ سنبھلی): ۱۴۶، ۱۴۹

۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۱

۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۴، ۱۶۰، ۷۷۹

۲۰۶، ۲۰۷، ۳۷۹، ۳۷۹، ۳۳۲، ۳۳۲

۳۳۲، ۳۳۲، ۳۳۲، ۳۹۳، ۳۹۳، ۳۹۷

۵۱۳، ۷۳۳، ۷۳۸

مرقشی خان: ۲۳۲

مرقشی سید (بن ابوالمعالی): ۷۹۳

مرقش: ۷۲۶، ۷۲۷

مرزا باقی: ۳۷۰

مرزا خلیل پسر محمد جہانگیر: ۳۳۶

۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰

مرزا شاورخ: ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲

۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷

۵۴۸، ۵۴۹

مرزا الخ بیگ: ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱

۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶

مرزا صدق علی بانی: ۶۸۷

مسافر خوارزمی خولجہ: ۳۵۳

مسعود بک (خولجہ): ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵

۶۶۱، ۶۶۲

مسعود خولجہ: ۲۰۹، ۲۱۰

مسعود خولجہ: ۲۶۵

مسعود سید: ۶۳۲

مسعود شیرازی: ۴۸۰

مسلم بھکری: ۳۲۵، ۳۲۶

مسیح الزماں حکیم: ۶۲۰، ۶۲۱

مشتاقی: ۳۳۲

مشعور: ۳۷۷

مشتی سنبھلی: ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹

۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷

۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵

مصطفی سید: ۴۱۳

مصطفی شیخ: ۳۷۶

مصطفی (شیخ سنبھلی): ۸۷، ۸۸، ۸۹

۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰

۸۳۶

مصطفی شیخ سنبھلی: ۵۸۳، ۵۸۴

۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰

۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵

۵۹۷، ۵۹۷، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۸

۵۹۸، ۵۹۹، ۵۹۹، ۵۹۹، ۶۰۲، ۶۰۲

۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۰۹

منظر حسین: ۷۰۳

منظر سید: ۶۶۰، ۶۶۰

منظر کاشی: ۷۲۱

معاذ سنبھلی: ۶۰۷

معروف سید: ۸۰۸، ۸۰۴، ۷۹۳

معروف علی: ۲۱۵، ۲۱۳، ۲۱۳، ۲۱۲

معروف کرخی: ۷۰۷

معصوم خاں کابلی: ۲۶۶

معظم سنبھلی شیخ: ۳۳۶، ۲۹۶، ۲۹۵

۵۷۷

معین الدین چشتی (خواجہ): ۱۵۹

۲۳۰، ۲۳۸، ۲۸۳، ۳۵۳، ۳۸۷، ۵۵۹

۸۱۵، ۸۰۷، ۶۷۸، ۵۸۷

معین الدین مولانا: ۷۹۲، ۲۵۰

معین واعظ مولانا: ۳۸۰

مقاخر حسین میر: ۷۰۲، ۶۱۶، ۱۸۹

۷۳۱، ۷۳۱

مقتدی باللہ عباسی (خلیفہ): ۱۶۳ ح

ملک احمد کشمیری: ۲۲۱

ملک یار پران نورالدین شیخ: ۲۹۰

۲۹۱، ۲۹۱، ۲۹۰

ملا شاہ مدو: ۷۵۸

ملا طاہری پانی پتی: ۷۶۸، ۷۶۸

۷۶۹، ۷۶۹

ملا محبت علی تنہ: ۵۵۰، ۵۳۸

ملا مہدی قندری: ۲۰۲

ملا نسبتی تھانیسری: ۶۶۰

ملہی: ۳۳۲، ۳۳۲

منصور حلاج (حسین): ۶۲۲، ۵۷۶

۷۸۸، ۶۲۳، ۶۲۳

منصور شیخ: ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸

منصور شیخ سنبھلی: ۵۰۹۔

منظور بیگ: ۶۱۶۔

منور بن عنایت اللہ (شیخ): ۱۰۶۔

منور سنبھلی بن شیخ منصور: ۵۱۰، ۵۰۹۔

موتی: ۳۶۳۔

مودود چشتی: ۶۸۰۔

مودود شیخ: ۳۳۶، ۳۳۵۔

موکی (حافظ): ۷۴۔

موکی (علیہ السلام): ۴۸۰، ۴۲۴، ۵۵۵۔

۶۹۵، ۵۵۲، ۵۰۹

موکی ثانی سید: ۸۳۹۔

موکی خیاط: ۳۵۰، ۳۵۰، ۳۵۰۔

موکی سرہندی شیخ: ۱۸۶، ۷۵۵۔

موکی سید: ۸۳۹۔

موکی شریفی: ۳۷۷، ۳۷۷، ۳۷۷۔

موکی خانم: ۹۶۔

موکی خانم: ۹۶۔

مولانا محمد: ۵۷۴، ۵۷۴، ۵۷۴۔

مولانا قاسم: ۶۰۳، ۶۰۳، ۶۰۳۔

مہابت علی خاں: ۲۰۸، ۲۱۳، ۲۱۳، ح،

۶۸۶، ۵۱۴، ۲۹۶

مہتاب شیخ: ۲۸۳، ۲۸۳، ۲۸۳۔

مہدی علی کشمیری: ۶۱۵، ۶۱۵، ۶۱۶،

۶۱۷

مہر علی (حافظ): ۷۳، ۷۳، ۷۳، ۱۱۱،

۲۰۴، ۱۱۴

مہر علی نیشاپوری: ۳۶۶، ۳۶۶، ۳۶۵۔

مہین بسوتی مولانا: ۲۴۷۔

میر ابوالبتاء: ۶۸۱۔

میر تیمور: ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۸،

۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۲۹،

۲۲۹، ۳۳۷، ۲۲۹، ۲۲۹

میر جعفر: ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۱۶،

۷۳۱

میر حسن دہلوی: ۵۸۷، ۵۱۳۔

میر خسرو دہلوی: ۳۶۸، ۳۶۸، ۵۰۱۔

۵۸۷، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۳۳، ۶۳۵۔

۶۳۵، ۶۳۵، ۶۳۵، ۶۴۳، ۶۷۸۔

۸۱۶، ۶۸۸

میر دیوانہ مجذوب سبز واری: ۷۱۲۔

۷۱۲

میرزا جیو: ۸۲۳، ۸۲۳۔

میر سلیم: ۶۷۷۔

میر سید علی: ۲۵۲، ۲۵۲، ۲۵۲، ۲۵۲۔

میر صالح: ۵۸۳۔

میر صالح لونی: ۳۶۶۔

میر عابد: ۷۶۳۔

میر عماد: ۷۱۶، ۷۰۲، ۷۳۱، ۷۳۱، ۷۳۲۔

میر محمد مراد بدخشی: ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷۔

میر معین الدین پروانہ: ۵۱۹۔

میر کلال سید خواجہ: ۲۱۷، ۲۲۷، ۲۲۷۔

۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۸۔

۶۷۲، ۳۳۷

میر علی سید امر وہبہ: ۸۰۳۔

میر عوض علی سنبھلی فرید آبادی: ۳۶۳۔

۳۶۳، ۳۶۳

میر ہاشم: ۳۰۰۔

ن

ناصر علی سرہندی: ۱۸۸، ۱۸۸۔

ناصر محمد (صادق گنگوہی شیخ): ۵۵۹۔

۵۵۸

نارائین پیراگی: ۷۲۰، ۷۲۰، ۷۲۱۔

۷۲۳، ۷۲۳

نقشبند بلگرامی: ۳۳۲۔

نجم الحسن (گنوری): ۶۱۳۔

نجم الدین (شیخ): ۱۵۵۔

نجم الدین ستون شیخ: ۶۷۵، ۶۷۷۔

نجم الدین سنبھلی شیخ: ۵۰۶، ۵۰۷۔

۵۰۸، ۵۰۷

نجم الدین کبریٰ شیخ :- ۳۰۱

نجم مدین یونی شیخ :- ۷۳۵، ۷۳۷

نروتم داس میرٹھی :- ۶۸۶

نساخ خواجہ :- ۳۸۸

نسر اللہ سید :- ۶۲۷

نصر اللہ شیخ :- ۶۳۳

نصر اللہ ماٹھرنہ ہندی :- ۷۰۸

نصیر مدین اکبر آبادی :- ۳۰۵، ۲۶۵

نصیر مدین بہاری شیخ :- ۷۰۱

نصیر مدین چراغ دہلی شیخ :- ۶۶، ۹۹

۶۹۰، ۴۸۶، ۱۵۹

نصیر مدین توساری :- ۶۵۸

نصیر مدین جمایوں بادشاہ :- ۴۱۹، ۴۲۰

۶۲۹، ۶۲۸، ۵۶۱، ۴۸۱، ۴۳۳، ۴۲

نصیر مدین (مولانا نیشاپوری) :-

۶۰۰، ۶۲۹، ۴۷۹، ۴۷۸، ۶۲۹، ۶۲۸

نظام الدین احمد :- ۴۰ ح

نظام الدین احمد (میر غازی خاں) :-

۸۹، ۸۸

نظام الدین امروہہ شیخ :- ۵۲۷، ۵۲۷

۵۳۰

نظام الدین اولیاء :- ۴۱، ۴۱۴، ۴۵۰

۴۶۸، ۴۶۶، ۴۵۵، ۴۵۲، ۴۴۹، ۴۹۱

۴۶۸، ۴۸۷، ۴۹۲، ۵۸۶، ۶۱۳، ۶۳۳

۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۷، ۶۳۶، ۶۳۶

۶۴۷، ۶۴۷، ۶۵۲، ۶۵۲، ۶۷۰، ۶۷۰

۶۷۱، ۶۹۰، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۰، ۷۳۰

۸۴۳، ۸۴۹، ۷۹۱، ۷۷۷

نظام الدین تھانیسری شیخ :- ۳۸۴

۳۸۶، ۳۸۵، ۳۸۳

نظام الدین شیخ :- ۸۳۰، ۸۳۰، ۸۳۱

نظام الدین نارٹولی :- ۳۱۰، ۳۱۰ ح

۳۵۹، ۳۱۴

نظام مدارِ شیخ :- ۶۸۴، ۷۱۹، ۷۱۹، ۷۱۹،

۷۱۹، ۷۱۹، ۷۲۰

نظیر خواجہ (تذریع) :- ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲

نظیر علی شیخ سنبھلی :- ۶۱۵، ۶۱۸، ۶۳۱

نظیر محمد سید :- ۲۳۱، ۲۳۲، ۵۷۷

نظیری (غیشاپوری) :- ۴۸

نعمت اللہ :- ۷۱۶

نعمت اللہ (معروف بشیخی) :- ۹۷

۱۶۳، ۱۶۴، ۷۳۰

نعمت اللہ خدانما شیخ :- ۶۲۳، ۶۲۴

نعمت اللہ شاہ :- ۲۴۱

نوح (علیہ السلام) :- ۱۰۱

نور الدین :- ۱۶۷

نور الدین حسین برانی :- ۴۵۷

نور الدین حکیم :- ۵۰۳

نور الدین حکیم :- ۶۶۳، ۶۶۴

نور الدین محمد :- ۱۶۷

نور الدین سید امروہہ :- ۵۳۸، ۵۳۹

۵۴۰

نور الدین ملّا نوری :- ۷۱۰

نور اللہ :- ۵۸۵

نور الحق شیخ :- ۲۳۷، ۲۸۶، ۲۹۰

نور شیخ :- ۲۱۲، ۲۱۳

نور شیخ :- ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۶

نور محمد امروہہ :- ۵۲۹، ۵۳۳

نور محمد سنبھلی :- ۵۷۸، ۶۰۳، ۶۰۶، ۶۳۵

نور محمد شمیری :- ۵۹۸

و

وامق :- ۴۹۰

وجیبہ الدین :- ۲۴۴

وجیبہ الدین شیخ :- ۳۰۵، ۳۰۵، ۳۰۹

وحید الدین محمد ابوالمعالی :- ۸۵۰

وزیر محمد خان دیسی :- ۳۱۹، ۳۲۰، ۸۳۸

وصال محمد :- ۷۷

ولی محمد امروہہ:- ۳۱۶

ولی محمد سرسوی:- ۴۴۴

ولی سید:- ۳۲۱

۵

ہارون سید بن جعفر ثانی:- ۷۹۴

ہاشم:- ۶۲۵

ہدای سنبھلی شیخ:- ۴۷۸، ۴۷۸، ۴۷۸

۶۹۸

ہندوبیک:- ۶۷۷، ۶۷۷

ی

یار محمد لاہوری شیخ:- ۴۵۰

یگی ناند:- ۳۹۲

یگی زاہد:- ۸۴۰

یتیمی سید مرہوم:- ۵۲۴، ۵۲۰

یتیمی شیخ:- ۶۰۹، ۵۲۶، ۷۷۹، ۷۹۰

یتیمی جراتی شیخ:- ۶۰۶

یعقوب (علیہ السلام):- ۴۱، ج ۱۱۹

یعقوب چرخ مولانا:- ۲۱۷

یعقوب کشمیری شیخ:- ۶۳۲

یمین الدین شیخ:- ۳۱۱

یوسف (علیہ السلام):- ۴۱، ج ۱۱۹

۳۴۵، ۴۶۶

یوسف (شیخ):- ۱۳۵

یوسف بھکری سید:- ۴۷۶

یوسف شیخ:- ۴۲۳

یوسف قتال (شیخ):- ۱۷۷، ۱۷۷

یوسف محمد شیخ بن عبدالوہاب:- ۲۶۸

۴۷۰، ۴۶۹

یوسف ہمدانی شیخ:- ۳۱۵، ۴۶۳

انما کن

الف

۴۱۴، ۴۱۹، ۴۳۵، ۴۴۱، ۴۸۳، ۵۲۷

۵۳۸، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۷۲، ۵۹۰، ۶۰۵

۶۲۰، ۷۱۵، ۷۵۷، ۷۷۲، ۷۷۲، ۷۷۲

۸۰۵، ۸۰۷، ۸۱۰، ۸۲۷

آگرہ: ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۸۳

الکمر: ۲۰۸

الہ آباد: ۵۶۷، ۵۶۷، ۵۶۷، ۵۷۰

۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۳، ۵۷۳

امروہہ: ۷۷۷، ۱۶۹ ح، ۱۷۰ ح، ۱۹۴

۲۹۵، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۳، ۳۵۱

۳۸۲، ۳۸۲، ۳۸۶، ۳۹۶، ۳۹۷، ۴۲۵

۴۵۷، ۴۸۳، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۵

۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۷، ۵۲۹، ۵۲۹، ۵۳۰

۵۳۱، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۷

۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱

اجمیر: ۷۷۷، ۲۲۸، ۲۸۲، ۲۸۳، ۷۷۷

۸۰۷

اجین: ۲۸۰، ۲۸۲، ۲۸۸

اجودھن: ۵۸۶

اُچہ: ۷۱۴، ۷۴۹، ۷۸۴

آبیر: ۴۳۰، ۵۳۶، ۸۲۱

آجین: ۳۲۷

آؤر بائجان: ۳۶۹

اعظم پور (باشہ): ۱۶۹، ۱۶۹ ح، ۱۷۰

۵۳۲

افغان پور: ۹۹

اکبر آباد: ۹۴، ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۳۳، ۱۴۶

۱۸۲، ۲۰۱، ۲۰۸، ۲۶۵، ۲۸۲، ۲۹۵، ۲۹۹

۲۹۹، ۳۰۵، ۳۰۵، ۳۰۸، ۴۰۶، ۴۰۷

۷۱۴، ۵۳۶

بھونچ پور: ۸۰۴

بھوالا سر: ۷۲۵

بجمنڈل: ۶۶۶

بجنور: ۱۶۹ ج

بخارا: ۱۲۳، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۲۷، ۲۲۸

۲۹۰ ج، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۷۰، ۳۷۰

۳۸۸، ۳۹۴، ۶۴۴، ۶۶۵، ۷۴۷، ۷۸۱

بخارا (یک محلہ ایست در لاہور): ۲۳۱

بدائع النزل: ۶۶۶

بدایوں: ۲۱۳، ۲۱۳، ۲۱۳، ۴۰۹، ۶۷۷

۷۵۱

بدخشاں: ۲۸۵، ۷۴۷

بدخشاں: ۳۸۵، ۳۸۵

بڈھان: ۳۱۶

برہان پور: ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۹۳

۵۶۶، ۵۷۱، ۵۷۱، ۷۵۱، ۷۵۳، ۷۵۳، ۷۵۳

۷۹۳، ۷۹۳، ۷۹۶، ۷۹۶، ۷۹۶، ۷۹۷

۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۲، ۸۰۲

۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۱۸

۸۴۷، ۸۴۷، ۸۴۷

انول (یک قریہ ایست): ۷۰۰، ۷۰۰

ارنگ آباد: ۵۱۴

اوج: ۵۶۷، ۵۶۷، ۵۶۷

اندلس: ۱۲۹ ج

ایران: ۲۲۲، ۴۰۷، ۴۲۶، ۴۲۸، ۴۳۹

۴۶۰، ۴۶۰، ۴۶۰، ۴۶۰، ۴۶۰، ۴۶۱

ایرج: ۳۳۸

ب

بارہ: ۲۹۶

بارہ: ۷۵۷

بارہ: ۲۹۶، ۲۹۶، ۳۸۷

بارہ: ۲۲۲، ۳۲۵، ۴۴۱، ۴۷۶، ۵۳۵

۱۹۳، ۲۶۷، ۳۱۷، ۳۲۱، ۵۳۲، ۵۳۲

۵۳۲، ۵۹۹، ۶۲۱، ۶۲۳، ۷۳۲

بریلی: ۲۳۳، ۲۸۸، ۲۸۸، ۵۷۲

بصرہ: ۳۶۹، ۳۹۵

بغداد: ۳۷۸، ۳۷۸، ۵۵۳، ۵۵۳

بلخ: ۳۸۳، ۳۹۸، ۶۸۷، ۷۲۹، ۷۵۷

۷۵۷

بگرام: ۴۳۶، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۲

۴۴۲، ۴۴۲، ۶۳۶، ۷۲۷، ۷۲۷

بکرم پور: ۲۰۷

بندیہ: ۵۳۱

بنگل: ۳۰۶، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۰۸

۳۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷

بنور: ۳۰۴، ۳۰۴، ۳۲۲، ۴۵۰، ۴۵۶

۵۵۸، ۵۵۸

بہتہ: ۲۳۸، ۲۳۸، ۵۹۱

بہرائی: ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۸، ۶۷۹

بکیرہ: ۲۰۸، ۴۷۵، ۵۸۵

بیت اللہ: ۶۲۱

بیت الفا کہین (ورمک): ۵۳۵

بیت المقدس: ۶۲۰

بیجا پور: ۳۹۶، ۴۰۹، ۴۰۹، ۵۳۳

بیل قانے شہید: ۶۷۷

پ

پانی پت: ۳۹۴، ۶۳۱، ۶۳۳، ۶۳۵

۷۶۸، ۷۹۵، ۷۹۵، ۷۹۵

پٹنہ: ۴۵۶

پرائڈ بانس: ۶۵۰، ۶۵۲

پنجاب: ۲۲۳، ۴۷۵

شہرہ: ۷۸۰

پشاور: ۵۵۸، ۶۲۵

پیوندی (لاہور): ۵۸۵

ٹ

ٹھٹھ: ۶۶۲، ۶۶۵

تاشقند: ۶۹

تہ: ۷۱۴، ۵۳۸

تہریز: ۱۶۹، ۲۱۵، ۷۱۴، ۷۱۴

ترجمان: ۶۴

ترستان: ۱۶۹، ۶۴

قرآن: ۲۰۷، ۲۳۸، ۳۰۰، ۳۰۰، ۴۹۱

۷۵۷

وقت: ۵۱۹

قصیر: ۶۵، ۲۲۳، ۲۸۴، ۴۰۵، ۴۰۷

ج

جائیدہ: ۱۸۳، ۱۹۰، ۱۹۰، ۸۰۸

جاو (تصبیہ است): ۷۵۸

جواب: ۷۰۰

چون پور: ۲۵۴، ۲۵۴، ۲۵۴، ۲۵۴

۵۲۶، ۵۲۶، ۵۲۶

چند: ۶۴

چند: ۵۰۶، ۵۰۶، ۳۱۶

ج

چنور: ۱۹۷

چغانیاں: ۶۳، ۷۸۱

چندان پٹی: ۸۰۴

چندیری: ۷۹۰، ۷۹۰

ح

حبش: ۳۹۵

حجاز: ۲۲۸، ۲۶۰، ۲۷۰، ۳۰۳

۴۴۷، ۵۱۲، ۵۲۳، ۵۳۷، ۶۰۶

۶۰۶، ۶۰۷، ۶۳۳، ۶۳۳، ۷۸۴

حرم شریف: ۵۳۵، ۶۶۵

حرمین شریفین: ۱۱۴، ۱۸۷، ۲۱۷

۲۳۵، ۲۳۸، ۲۶۰، ۲۷۰، ۲۹۹، ۲۹۹، ۲۹۹

۳۰۳، ۴۴۷، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۵۱۲

۵۱۲، ۵۱۹، ۵۲۳، ۶۰۸، ۶۵۸، ۶۶۵

۷۸۴، ۸۰۷

حسن پور: ۷۹، ۱۸۲، ۴۸۳، ۵۲۳

۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۱

۶۶۲، ۶۶۳

حصار: ۴۴۹

حوض شمس: ۲۳۷

حیدر پور: ۵۷۲

خ

خاندیس: ۳۱۹

خراسان: ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۸۶، ۶۱۵

۶۲۹

خضر آباد: ۶۲۷

خوارزم: ۲۲۸، ۲۲۸، ۲۲۸

خوشب: ۲۰۸، ۴۷۵، ۵۸۵، ۶۶۷

۸۱۱، ۶۹۶

و

وانیال پور: ۳۸۴، ۳۸۴

دُر پور: ۴۰۵

دکن: ۳۸۶، ۴۰۴، ۴۰۴، ۴۰۸، ۵۳۲

۶۲۸

دکنی جنگل (کھنڈ جنگل): ۲۳۱، ۲۳۲

۵۷۷، ۲۳۲

دمشق: ۱۲۹، ۷۸۹

دولت آباد: ۴۰۹

دہلی: ۴۱، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۷۹

۸۱، ۸۳، ۱۰۶، ۱۰۶، ۱۲۰، ۱۲۶، ۱۴۷

۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۶

۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۸

۱۹۳، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۰۸، ۲۱۲

۲۱۵، ۲۱۵، ۲۳۱، ۲۳۵، ۲۳۵، ۲۳۳

۲۳۳، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۸، ۲۵۸

۲۷۰، ۲۷۰، ۲۷۳، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۱

۲۹۱، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۰۳، ۳۱۷، ۳۲۵

۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۱، ۳۳۳

۳۳۵، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۷، ۳۳۹، ۳۳۹

۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۸۳، ۳۸۳، ۳۹۶

۷۲۸، ۷۲۸، ۷۲۸، ۷۲۷، ۷۲۶، ۷۲۳

۷۷۳، ۷۵۷، ۷۴۵، ۷۳۵، ۷۳۰

۸۱۰، ۸۰۲، ۸۰۰، ۷۹۱، ۷۸۱، ۷۷۳

۸۳۰، ۸۳۰، ۸۲۶، ۸۱۱، ۸۱۰

دینور: ۳۶۹

دہشتن: ۴۷۵، ۴۷۵

دہودس: ۴۰۸

دھاراگری: ۶۹۰

ڈھاک شہید: ۴۰۸

ڈھاکہ: ۳۰۶

ڈھکے: ۳۳۱

✓

راج گڑھ: ۳۵۷، ۳۵۷

رودلی: ۳۹۰

رسول پور: ۴۰۵

روم: ۷۱۴، ۶۰۸، ۶۰۸، ۵۳۶، ۵۱۹، ۴۹۵

رے: ۷۴۷

۴۲۵، ۴۲۳، ۴۲۲، ۴۲۲، ۴۱۳، ۳۹۹

۴۵۸، ۴۴۵، ۴۴۲، ۴۴۱، ۴۳۶، ۴۲۹

۴۷۸، ۴۷۰، ۴۶۰، ۴۶۰، ۴۵۸، ۴۵۸

۴۸۶، ۴۸۵، ۴۸۳، ۴۷۹، ۴۷۹، ۴۷۹

۴۹۱، ۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۸، ۴۸۸

۵۳۸، ۵۲۳، ۵۱۳، ۵۱۳، ۵۱۳، ۴۹۳

۵۵۹، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۵۶، ۵۴۱، ۵۴۱

۵۸۰، ۵۷۶، ۵۷۳، ۵۶۷، ۵۶۴، ۵۶۰

۵۸۸، ۵۸۷، ۵۸۷، ۵۸۶، ۵۸۶

۵۹۸، ۵۹۸، ۵۹۱، ۵۹۱، ۵۹۰، ۵۹۰

۶۲۸، ۶۱۱، ۶۱۱، ۶۰۷، ۵۹۸، ۵۹۸

۶۳۶، ۶۳۵، ۶۳۳، ۶۳۲، ۶۳۱، ۶۳۱

۶۴۷، ۶۴۶، ۶۴۴، ۶۴۳، ۶۴۳، ۶۴۲

۶۶۱، ۶۵۹، ۶۵۳، ۶۵۲، ۶۵۱، ۶۴۸

۶۸۷، ۶۸۶، ۶۸۴، ۶۷۳، ۶۶۶، ۶۶۵

۷۰۰، ۶۹۹، ۶۹۶، ۶۹۱، ۶۹۰، ۶۹۰

۷۲۳، ۷۲۰، ۷۱۹، ۷۱۶، ۷۱۶، ۷۰۶

س

سادھورہ (سالورہ) :- ۷۲۷، ۷۲۷، ۷۸۵

سبزدار :- ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۱۲

سراے ترین سنجھل :- ۶۶۹

سراے ڈاسنہ :- ۴۲۲

سراے سنجھالک :- ۱۸۸

سراے شیخ علاء الدین چشتی دہلی :-

۴۸۸، ۴۸۷

سراے شیخ نور بخش :- ۵۶۶

سراے کٹرہ شیخ فرید :- ۱۸۱، ۶۳۷

سردہ :- ۱۹۸

سرسی :- ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۷۷، ۳۹۶

۴۱۳، ۴۴۴، ۷۱۷، ۷۲۷

سرہند :- ۸۰، ۸۲، ۸۲، ۸۶، ۸۶

۸۷، ۸۷، ۸۸، ۸۸، ۸۸، ۸۸، ۸۸

۱۸۸، ۱۸۸، ۱۹۰، ۲۶۰، ۲۸۰، ۲۹۹

۲۹۹، ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۲۹، ۴۷۷، ۴۹۷

۶۳۳، ۶۳۳، ۶۸۷، ۷۰۲، ۷۲۵، ۷۲۵

شام :- ۲۰۸، ۳۳۲، ۳۳۶، ۷۱۲، ۷۱۲

۷۸۹، ۷۱۴

سلیم پور :- ۲۱۱

سلیم گڑھ :- ۴۹۱

سکندرہ پور :- ۴۴

سمرقند :- ۲۰۸، ۲۰۸، ۲۱۷، ۲۲۸، ۲۲۸

۲۲۸، ۲۵۸، ۲۷۸، ۲۹۹، ۳۳۷

۶۰۸، ۳۳۷

سندھ :- ۱۹۱، ۳۱۷، ۴۷۶

سندیلہ :- ۳۱۶، ۶۵۷، ۶۵۷، ۶۵۷، ۷۱۵

سنجھل :- ۳۹، ۷۳، ۷۸، ۷۹، ۱۰۳

۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۷، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۵

۱۴۰، ۱۵۰، ۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۲

۱۶۳، ۱۶۸، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۷

۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۶

۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۷۷

،۶۱۳،۶۰۸،۶۰۷،۶۰۷،۶۰۷،۶۰۷

،۶۲۵،۶۲۳،۶۲۱،۶۲۱،۶۲۰،۶۲۰،۶۱۵

،۶۳۲،۶۳۰،۶۳۹،۶۳۹،۶۳۹،۶۳۲

،۶۵۳،۶۵۲،۶۴۴،۶۴۴،۶۴۴،۶۴۴

،۶۷۱،۶۵۵،۶۵۵،۶۵۵،۶۵۴

،۶۶۹،۶۶۹،۶۶۹،۶۶۹،۶۶۳،۶۶۳

،۶۷۵،۶۷۵،۶۷۵،۶۷۵،۶۷۴

،۶۷۸،۶۷۷،۶۷۷،۶۷۷،۶۷۷

،۶۸۲،۶۸۲،۶۸۰،۶۸۰،۶۷۹،۶۷۸

،۶۸۷،۶۸۶،۶۸۴،۶۸۴،۶۸۴

،۷۰۱،۷۰۰،۶۹۸،۶۹۸،۶۸۷،۶۸۷

،۷۱۷،۷۱۳،۷۱۰،۷۰۶،۷۰۶،۷۰۵

،۷۲۲،۷۲۳،۷۲۴،۷۲۴،۷۲۴،۷۱۸

،۷۳۳،۷۳۳،۷۲۹،۷۲۸،۷۲۵،۷۲۵

،۷۴۷،۷۴۷،۷۴۷،۷۴۴،۷۴۴

،۷۵۴،۷۵۳،۷۵۳،۷۴۷،۷۴۷

،۷۸۱،۷۸۰،۷۷۲،۷۵۴،۷۵۴

،۳۲۲،۳۰۹،۳۰۸،۳۰۸،۳۰۸،۳۷۷

،۳۳۱،۳۳۱،۳۳۱،۳۲۸،۳۲۵،۳۲۵

،۳۴۹،۳۴۲،۳۴۸،۳۴۷،۳۴۸،۳۳۱

،۳۸۶،۳۸۶،۳۸۴،۳۸۴،۳۶۲،۳۵۵

،۳۹۶،۳۹۶،۳۸۸،۳۸۷،۳۸۶

،۴۰۸،۴۰۷،۴۰۷،۴۰۷،۴۰۷،۴۹۷

،۴۲۲،۴۲۲،۴۲۰،۴۱۴،۴۰۹،۴۰۸،۴۰۸

،۴۳۲،۴۳۲،۴۳۲،۴۳۰،۴۲۹،۴۲۴

،۴۵۷،۴۴۵،۴۴۳،۴۴۳،۴۴۳،۴۴۴

،۴۹۴،۴۹۱،۴۹۰،۴۸۷،۴۷۸،۴۶۴

،۵۰۶،۵۰۴،۵۰۴،۵۰۱،۵۰۰،۴۹۴

،۵۲۰،۵۱۵،۵۱۴،۵۱۱،۵۱۱،۵۰۹،۵۰۸

،۵۴۵،۵۴۰،۵۴۹،۵۴۹،۵۴۹،۵۴۷

،۵۶۶،۵۶۴،۵۴۹،۵۴۶،۵۴۵،۵۴۵

،۵۷۹،۵۷۸،۵۷۸،۵۷۷،۵۷۴

،۵۹۶،۵۹۴،۵۹۲،۵۸۴،۵۸۰،۵۷۹

،۶۰۵،۶۰۴،۶۰۴،۶۰۴،۵۹۸،۵۹۷

شاہ جهان آباد :- ۴۹۱، ۴۹۱

شیراز :- ۱۲۲، ۲۰۶، ۳۲۰، ۵۰۵، ۵۶۱

۵۸۱، ۶۳۳، ۶۳۳، ۶۳۳، ۷۶۷

ص ط ظ

صنعا :- ۷۲۶

طرقوس :- ۱۶۰

طوس :- ۵۳، ۳۳۵، ۷۱۲، ۷۱۲

ظفر پور :- ۴۳۸

ع

عراق :- ۲۳۳، ۴۷۹، ۵۱۵، ۶۲۹، ۶۲۹

۶۶۲، ۶۶۲

عرب :- ۳۰۴

علی پور چنداین :- ۲۵۳

غ

غجدوان :- ۲۱۷

غزنی :- ۶۷۸، ۶۷۹، ۷۰۳

۷۸۵، ۷۹۷، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۳، ۸۰۵

۸۰۸، ۸۰۸، ۸۰۸، ۸۱۰، ۸۲۸، ۸۳۰

۸۳۰، ۸۳۰، ۸۳۲، ۸۳۲، ۸۳۵، ۸۳۶

۸۳۶، ۸۳۳، ۸۳۸

سورت :- ۳۹۱، ۳۹۱، ۳۹۱، ۶۵۸، ۶۵۸

سونی (قصبہ) :- ۲۳۵

سہارن پور :- ۱۸۷، ۲۳۸، ۳۰۳، ۴۵۵

۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۶، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸

۴۵۸، ۴۶۰، ۷۴۵

سہرورد :- ۶۶۶

سیال کوٹ :- ۲۳۰، ۲۳۳، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۰۱، ۷۵۱

سیتان :- ۱۰۹، ۱۰۹

سیدواڑہ :- ۸۰۴

سہوان :- ۲۳۲، ۶۰۹، ۷۸۷

سیتھلی :- ۲۸۸

ش

شاش :- ۶۴۷، ۶۴۷

ف

فتح پور :- ۸۰۵، ۵۰۵

فتح پوری (دہلی) :- ۲۲۸

فرید آباد :- ۸۷، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۰، ۲۰۱

۲۳۲، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۷۰، ۳۷۰، ۳۷۰

۳۷۲، ۳۹۹، ۴۱۵، ۴۱۵، ۴۲۳، ۴۴۱

۴۶۰، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۳، ۴۶۳، ۴۷۰

۴۸۳، ۵۸۳، ۵۸۳، ۵۸۸

۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۰، ۵۹۳، ۵۹۸

۵۹۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۱، ۶۹۳، ۷۲۰

۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۳، ۷۲۳، ۸۲۲

۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷

فیروز آباد :- ۲۳۳، ۵۶۵، ۶۲۸، ۶۲۸

۶۵۸، ۷۱۹

فیروز پور :- ۳۹۶، ۳۹۶، ۳۹۷

ق

قشتل :- ۷۵۱، ۷۵۱

قزوين :- ۵۸۲، ۷۰۷

قصور (قصبہ ایست در لاہور) :- ۲۳۱

قندھار :- ۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹، ۲۲۶

۲۲۶، ۲۳۳، ۶۱۵، ۶۳۳، ۶۷۸، ۷۰۳

۸۱۲، ۸۲۸

قنوج :- ۲۳۹

قونیہ :- ۳۸۹

ک

کابل :- ۲۳۹، ۲۳۹، ۲۶۶، ۴۳۳

۶۲۹، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۵۵، ۷۵۸

کاشغر :- ۱۶۱، ۴۰۳، ۴۳۰، ۵۳۶

۵۳۶، ۵۶۴

کاشی :- ۴۴۱

کاپی :- ۶۸۶

کالکا :- ۳۶۸

کامبھیا واڑ :- ۵۳۷ ح

کثرہ شیخ فرید بخاری :- ۳۲۳

کشمیر۔ ۵۳۳

کرخ۔ ۷۰۷

کرمان: ۶۹۱، ۶۳۹، ۵۳۹، ۵۱۶

کشمیر: ۲۶۰، ۲۵۹، ۲۲۱، ۲۱۶، ۲۰۶، ۲۰۳

۲۶۳، ۵۳۹، ۵۳۹، ۵۹۸، ۷۱۵، ۷۰۲

۷۵۶، ۷۵۶، ۷۵۵، ۷۵۵، ۷۵۵

کمانگر: ۵۷۳

کناج: ۷۱۵، ۷۳۷، ۷۳۷

کوٹ قبولہ: ۵۸۵

کوہ طور: ۶۲۳

کوفہ: ۸۱۹

کوہ الوند: ۶۵۸

کوہ کی یوں: ۵۹۲، ۳۰۵، ۳۷۶، ۳۰۶

۵۹۷

کیقتل: ۸۲

گ

گجرات: ۳۰۹، ۳۰۹، ۲۱۷، ۲۱۵

۳۸۲، ۳۶۵، ۳۳۳، ۳۳۳، ۳۳۳، ۳۰۹

۳۸۲، ۳۰۷، ۳۷۹، ۵۳۵، ۷۵۷

۶۳۶، ۷۰۲، ۷۰۲، ۷۰۲، ۷۱۵

گڑھ مکشیر: ۱۶۸، ۳۶۳، ۶۵۳

۸۲۳، ۸۲۳، ۷۲۳، ۶۵۵

گنگوہ: ۸۶، ۳۹۵، ۵۵۳، ۵۵۶

۵۵۸، ۵۵۸، ۵۷۲، ۵۷۲، ۵۷۲، ۵۷۲

گنور: ۶۱۲، ۶۱۲، ۶۱۲، ۶۱۲، ۶۱۲، ۶۱۲

گوالیار: ۲۸۰، ۲۸۰، ۲۸۱، ۳۱۳

۷۳۱، ۳۶۵، ۷۳۱

گوپامو: ۶۷۳

ل

لار: ۳۹۰، ۳۵۳، ۳۸۰

لاؤن سرائے دیلی: ۳۸۸، ۳۸۸

لاہور: ۶۱، ۷۵، ۷۶، ۱۳۳، ۸۵

۱۸۷، ۱۸۷، ۱۸۷، ۱۹۱، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۱۸

۲۲۰، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۳، ۲۲۶

مراد آباد :- ۱۹۶، ۳۲۱، ۳۶۵، ۳۶۶،

۳۶۶، ۳۸۳، ۳۸۳، ۳۹۶، ۳۹۶، ۵۵۹،

۶۰۹، ۶۳۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۷۸۷، ۸۳۵،

مصر :- ۳۰۲، ۳۰۲، ۳۶۹

مکن پور :- ۶۸۳

مکہ معظمہ :- ۳۶، ۳۶، ۹۱، ۱۰۳، ۱۶۰،

۲۱۰، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۷، ۲۲۱، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۷۳،

۲۷۵، ۲۷۵، ۲۷۵، ۲۹۵، ۳۰۳، ۳۰۶،

۳۰۸، ۳۲۳، ۳۹۵، ۴۷۹، ۵۰۳، ۵۳۳،

۵۳۵، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۷،

۶۰۸، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۲۰، ۶۵۸، ۷۷۰،

۸۰۷، ۸۰۷، ۸۰۷

مگہر :- ۷۷۱ ج

ملتان :- ۲۳۰، ۵۱۰ ج، ۵۸۷، ۷۱۳،

۷۳۹، ۷۸۳، ۷۹۳

منیر :- ۵۷۲

میرٹھ :- ۲۵۰، ۲۵۲، ۳۷۰، ۵۶۱، ۵۶۱، ۷۳۵

۲۳۰، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۱، ۲۳۱، ۲۳۳،

۲۳۹، ۲۳۳، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۲۹، ۳۳۲،

۳۵۸، ۳۷۳، ۳۸۳، ۴۰۳، ۴۳۲، ۴۳۲،

۴۵۰، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۹۷، ۴۹۷،

۵۵۸، ۵۸۵، ۵۸۵، ۵۸۷، ۵۹۸،

۵۹۸، ۶۲۳، ۶۲۳، ۶۳۱، ۷۰۱، ۷۲۳،

۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۶۲، ۷۸۰، ۷۸۰،

۸۲۸، ۸۲۸، ۸۳۳، ۸۳۳، ۸۳۳، ۸۵۰،

لکھنؤ :- ۵۸۵، ۵۸۶، ۷۰۳

لونی :- ۳۵۶، ۳۵۸، ۳۶۵، ۳۶۶،

۷۲۸، ۷۸۰

م

ماوراء النہر :- ۱۵۸، ۲۰۷، ۲۱۷، ۲۱۹،

۲۸۵، ۶۶۲، ۸۳۱

مئی اندین پور :- ۳۰۷

محلہ بخاری (درابور) :- ۵۸۵

مدینہ :- ۶۳، ۳۰۶، ۶۲۰

متھر :- ۴۴۱

ن

نارٹول :- ۳۱۴، ۳۱۴، ۵۵۹، ۵۶۰

ناتوتہ :- ۳۶۷، ۳۶۷

نصیر آباد :- ۶۲۳

نگلیہ :- ۳۸۸، ۳۸۷

نیشاپور :- ۶۴۶، ۶۴۶، ۱۵۸، ۳۶۵

نوسار :- ۶۵۸

و

واسط :- ۸۳۴، ۷۹۹، ۷۹۷، ۷۹۴، ۳۹۰

ویابن (قصبہ ایست) :- ۸۱۱

ہاپوڑ :- ۷۴۳

ہرات (ہرے) :- ۴۰۰، ۱۲۴، ۲۳۹

۴۳۰، ۳۸۰، ۵۴۷، ۵۶۵، ۶۱۵، ۶۱۶

ہرمنڈل :- ۶۷۵

ہرگاؤں :- ۵۷۱، ۵۷۱

ہندستان (ہند) :- ۸۷، ۱۰۹، ۱۶۹

۱۷۵، ۲۰۸، ۲۰۸، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۳۸

۲۳۸، ۲۳۹، ۲۳۸، ۲۳۸، ۲۳۹

۲۳۹، ۲۶۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۶۵، ۳۷۰

۳۸۵، ۳۹۹، ۴۰۴، ۴۲۱، ۴۳۳، ۴۳۳

۴۴۳، ۴۴۷، ۴۸۳، ۵۳۳، ۵۵۶

۵۸۶، ۶۰۷، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۶، ۶۲۹

۶۴۳، ۶۵۵، ۶۶۵، ۶۷۵، ۶۷۵

۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۷۹

۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۶۸۱، ۷۰۲، ۷۲۱

۷۳۲، ۷۳۳، ۷۸۴، ۷۹۴، ۷۹۴، ۷۹۹

ی

یکن :- ۲۹۹، ۶۶۵، ۷۸۹

کتاب

بوستان (سعدی): ۵۶۳، ۴۰۰۔	ابن ماجہ شریف: ۴۱۸، ۴۱۸، ۴۱۸۔
بہمنی: ۴۱۸۔	اتفاقاتِ حسنہ: ۷۷۶، ۷۷۴، ۲۸۸۔
پنجابن: ۳۳۴، ۳۳۳۔	۷۷۶، ۷۷۶، ۷۷۶۔
پیم اشلیک: ۷۶۸۔	اخبار الاخیار: ۳۱۱، ۲۹۰، ۲۷۲، ۲۵۲۔
پیم اشیک: ۷۳۳۔	۶۷۷، ۶۳۴، ۶۲۶۔
پیم امامن: ۷۳۳۔	اسرار یہ: ۱۳۳، ۱۲۶، ۱۰۶، ۳۹، ۳۹۔
پیم چرت: ۷۳۳، ۵۶۶، ۲۸۰۔	۱۴۵، ۱۶۷، ۱۸۸، ۳۰۶، ۳۳۸، ۳۲۳۔
تاریخ فیروزی: ۲۷۲۔	۲۸۸، ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۲۵، ۶۵۱، ۶۵۳۔
تاریخ فیروز شاہی: ۶۷۸۔	۸۶۷، ۷۹۴، ۷۵۹، ۷۱۵، ۷۵۷، ۷۷۷۔
تاریخ مشتاقی: ۳۳۳، ۳۳۳ ح	اعجازِ حسروی: ۶۷۸، ۶۷۲۔
تذکرۃ الابرار: ۲۱۵۔	انوارِ لعین: ۵۵۶۔
ترمذی شریف: ۴۱۸، ۴۱۸، ۴۱۸۔	بحرِ الحقائق: ۴۳۔
تسویہ (رسالہ): ۵۶۷۔	بحرِ البر: ۴۶۱۔
تفسیر بیضاوی: ۲۳۶، ۹۶۔	بحرِ بدر (تفسیر): ۷۹۲۔
تفسیر حسینی: ۵۸۱، ۵۰۹، ۴۳۳، ۳۹۱۔	بحرِ حقیق: ۷۰۳، ۷۰۵۔

توریت :- ۷۷۱

ثمرات القدوس :- ۱۹۷، ۶۷۹، ۶۸۸،

۷۹۳، ۷۹۷، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ح

۸۰۳، ۸۰۴

جمع الجمع :- ۴۷۶، ۶۹۴، ۸۱۱، ۸۱۸،

۸۲۸، ۸۶۳

جمع (قاضی محمد) :- ۱۵۱، ۵۷۵

جمع (شیخ اسماعیل دہلوی) :- ۲۴۳

جمع (میر عبدالاول) :- ۵۴۹

جمع (زین الدین محمود کمانگر) :- ۷۰

چارچمن :- ۷۴۶

چند الماس :- ۴۳۰

چند این :- ۸۲۵، ۸۲۵، ۸۲۵

حاکم :- ۴۱۸

حدیقۃ الحقائق :- ۲۶۴

حدیقۃ الحقیقت :- ۷۷۳

حصن حصین :- ۴۱۸

حکایت الراشدین :- ۱۶۶

داؤد شریف (ابوداؤد) :- ۴۱۸، ۴۱۸،

۴۱۸

دعوت الکبیر :- ۴۱۸

دیوان حافظ :- ۳۵۶، ۳۵۶، ۵۹۳،

۵۹۵، ۶۹۵

دیوان انوری و خاقانی :- ۶۳۰

رشحات :- ۹۳، ۹۳، ح ۹۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۹،

۱۵۴، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۸۶، ۲۰۸،

۲۳۳، ۲۳۳، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۶۴،

۲۷۹، ۲۹۳، ۳۳۶، ۳۴۰، ۳۵۳، ۳۸۶،

۳۹۲، ۴۰۳، ۴۳۰، ۴۵۱، ۴۵۷، ۴۷۶،

۴۷۶، ۴۹۲، ۴۹۷، ۴۹۸، ۵۴۳،

۵۴۶، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۶۰، ۵۶۴، ۵۷۴،

۶۰۰، ۶۰۳، ۶۰۸، ۶۰۸، ۶۴۱، ۶۴۷،

۶۷۲، ۷۱۲، ۷۱۲، ۷۸۱، ۷۸۹، ۷۸۹،

۸۲۲

- رشد نامه: ۵۵۷
 رموز التوحید: ۳۳۶
 از دالمتقین (زادالیقین): ۵۳۳
 زبور: ۲۹۰
 سبحة الابرار: ۷۵۹، ۷۶۷، ۷۸۵
 سراج المشکوة: ۱۳۵
 سفر در وطن: ۸۳۳، ۶۵۵
 سلسله الذهب: ۵۳۲، ۴۰۱
 سیر العارفين: ۳۸۰
 شرح لمعات: ۱۶۸
 شرح مشکوة: ۲۳۷، ۱۳۳
 شرح وقایه: ۱۹۲
 شرح صحیح بخاری (تیسرا نقاری): ۲۸۶، ۲۸۷
 صحیح ابن حبان: ۴۱۸
 صحیفه کاند: ۴۲۵، ۴۲۶
 صراح: ۲۳۶
 طبقات (طبقات الصوفیه): ۵۵۴
 طبقات حسامی: ۱۰۵
 طریق الوصول الى اصول الاصول: ۱۲۷
 عروة وثقی (عروة الوثقی): ۶۳
 عزیزیه (رساله): ۳۶۱
 عینییه (رساله): ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳
 ۵۰۷
 غنیة الطالبین: ۳۶۱
 غیریہ (رساله): ۱۷۱
 فتوحات: ۶۰، ۶۷، ۳۳۲، ۳۷۸
 فصوص (فصوص الحکم): ۸۳، ۸۵
 ۸۲۳، ۵۱۹، ۲۱۰، ۸۶
 فوائد القواد: ۱۶۰، ۲۱۳، ۳۶۷
 ۴۶۷ ح
 قدسیه (رساله): ۴۶۳، ۴۹۴، ۸۳۱
 قدسیه بهائیہ (رساله): ۹۳، ۵۵۱

کلمات الصادقین: ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۹	۵۶۱، ۶۹۷، ۷۱۴، ۷۱۷
کلیاتِ خواجہ بیرنگ: ۱۸۵، ۲۲۳	قراخ عربی: ۱۲۷
۸۴۱، ۷۶۰، ۴۷۶	قشیریہ: ۶۹، ۶۹ ح
گلستان (سعدی): ۳۲۹، ۴۶۲	قواعد ضیائیہ: ۱۹۲
۷۶۳، ۵۲۸، ۵۳۰، ۶۶۳، ۷۳۵	کلام مجید (قرآن): ۴۰، ۴۵، ۶۵
لمعات: ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۰، ۵۱۹، ۵۷۲	۶۵، ۹۷، ۱۱۹، ۱۶۱، ۱۶۱، ۱۷۲، ۱۸۷، ۱۹۲
لحہ: ۶۱۳	۲۰۴، ۲۰۴، ۲۰۴، ۲۱۰، ۲۸۰، ۳۱۷، ۳۲۳
لواطح (جامی): ۳۹۴، ۴۷۸	۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۲۲، ۳۶۳، ۳۶۹
مثنوی مولوی: ۲۲۳، ۲۶۳، ۵۲۶	۳۶۹، ۳۷۷، ۳۷۷، ۳۸۷، ۳۹۳
۵۲۶، ۵۴۷، ۵۵۳، ۶۸۷	۴۰۵، ۴۱۶، ۴۱۹، ۴۲۳، ۴۲۳، ۴۶۳
مجموعہ خانی: ۱۸۲	۴۶۶، ۴۷۰، ۴۷۷، ۴۷۷، ۴۹۵، ۵۰۹
مستدرک: ۴۱۸	۵۲۰، ۵۲۰، ۵۲۵، ۵۳۲، ۵۳۲، ۵۳۲
مشکوٰۃ: ۴۲۳	۵۳۲، ۵۳۵، ۵۵۲، ۵۸۱، ۶۰۸، ۶۱۴
مطول: ۲۴۳، ۶۸۱	۶۲۶، ۶۳۷، ۶۴۱، ۶۴۷، ۶۷۴، ۶۸۷
مغالیط العامہ: ۵۷۰	۷۴۰، ۷۴۸، ۸۱۴، ۸۲۳، ۸۴۰
مفتاح: ۶۸۱	کشف الحجب: ۳۶۹، ۶۶۰، ۷۱۰
مکاتیب خواجہ بیرنگ: ۱۹۰	کشن چرت: ۴۳۹

۴۵۲، ۴۵۰، ۴۴۹، ۴۴۸، ۴۴۸، ۴۴۷	مکتوبات شیخ احمد: ۱۸۹
۵۲۶، ۵۱۸، ۵۱۷، ۵۱۶، ۴۹۴، ۴۶۹	من وسلوی: ۷۵۷
۶۱۷، ۵۸۹، ۵۸۶، ۵۷۵، ۵۶۲، ۵۴۵	مناظرۃ الخواص: ۵۷۰، ۵۷۰
۶۶۰، ۶۵۷، ۶۵۶، ۶۵۱، ۶۴۲، ۶۴۱	ناقد اسماء الرجال: ۱۶۵
۶۹۱، ۶۷۸، ۶۶۶، ۶۶۳، ۶۶۲، ۶۶۱	نان وحلوہ: ۷۵۷، ۴۶۴
۷۷۸، ۷۶۶، ۷۶۶، ۷۶۶، ۷۱۰، ۷۰۷	نزهت الارواح: ۳۶۱، ۳۶۱، ۳۱۳
۸۳۲، ۸۳۲، ۷۸۹، ۷۸۸، ۷۸۲	۷۶۸، ۶۹۵، ۵۰۸، ۴۴۲
نقد النصوص: ۸۴۳	نفحات الانس: ۴۳، ۸۵، ۱۲۹، ۱۲۹
نور وحدت (رسالہ): ۲۹۸، ۲۸۵	۱۲۹ ح، ۱۳۲، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۶۰ ح،
۸۳۶، ۶۵۶، ۶۴۸، ۴۴۷، ۴۱۶	۲۴۱، ۲۴۶، ۲۴۶، ۲۴۴، ۲۷۵، ۲۷۸
ہدایہ: ۲۵۷	۲۷۹، ۲۹۱، ۳۰۰، ۳۰۱ ح، ۳۴۱، ۳۵۳
یوسف زلیخا: ۸۳۴	۳۵۶، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۰
	۳۸۹، ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۱۳، ۴۳۶، ۴۴۲

© RAMPUR RAZA LIBRARY

RAMPUR-244901 (U.P.) INDIA

ISBN- 81-87113-80-4

NAME OF THE BOOK :	ASRARIA KASHF-E-SUFIYA
AUTHOR :	SAYYED MOHAMMAD KAMAL SAMBHALI WASTI
EDITED BY :	MISBAH AHMAD SIDDIQI
PUBLISHED BY :	PROF. AZIZ UDDIN HUSSAIN HAMDANI O.S.D. RAMPUR RAZA LIBRARY HAMID MANZIL, QILA RAMPUR-244490, U.P. (INDIA)
FIRST EDITION :	500 COPIES
PUBLISHED YEAR :	2013 A.D, 1434 HIJRI
PRINTED BY :	DIAMOND PRINTERS NEW DELHI - 110002
PRICE :	Rs. 1000/-
COMPOSED BY :	ABDUSSABOOR

ASRARIA KASHF-E-SUFIYA

AUTHOR

SAYYED MOHAMMAD KAMAL

SAMBHALI WASTI

EDITED BY

DR.MISBAH AHMAD SIDDIQI

PUBLISHED BY

PROF AZIZ UDDIN HUSSAIN

HAMDANI

O.S.D. RAMPUR RAZA LIBRARY

HAMID MANZIL, QILA RAMPUR-244490

U.P. (INDIA) 2010 AD

مطبوعات رامپور رضا لائبریری رامپور

نمبر شمار	نام کتاب	سال طباعت	قیمت
(۱)	المعتمد فی الشعر العربی از صہیب عالم، عربی مطبوعہ، صفحات ۲۸۰	۲۰۰۹ء	۵۵۰
(۲)	گل افشانی خیال، پرشین پبلیکل کلیکشن آف پروفیسر محمدولی الحق انصاری، از پروفیسر محمدولی الحق انصاری ناشر: پروفیسر شاہ عبدالسلام، صفحات: ۸۰۰ (فارسی)	۲۰۱۰ء	۸۰۰
(۳)	اردو میں تاریخ نگاری کی ابتدا (مع پس منظر) (اردو) از ڈاکٹر اقدار حسین	۲۰۰۸ء	۳۵۰
(۴)	مقدمہ: ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی۔ صفحات ۳۰۳ مکتوبات الشیخ الشاہ ولی اللہ الدہلوی دادلادہ و معاصرین کلکشن آف عربک لیٹرس مع اردو ٹرانسلیشن از پروفیسر شاہ عبدالسلام ناشر: پروفیسر شاہ عبدالسلام، صفحات ۳۳۴	۲۰۱۰ء	۸۰۰
(۵)	تاریخ فرح بخش (پرشین) مع اردو ترجمہ تاریخ اودھ (فیض آباد)، از فاضل فیض بخش اردو ترجمہ و ترتیب: پروفیسر شاہ عبدالسلام	۲۰۱۰ء	۲۵۰
(۶)	دیوان الشعر الحادہ - قبل اسلام کی عربی شاعری تدوین: مختار الدین احمد آرزو۔ ڈی لکس ایڈیشن	۲۰۱۰ء	۶۰۰
(۷)	تاریخ فرشتہ میں مذکور صوفیاء، علماء اور شعراء کے (احوال و کارناموں پر ایک تنقیدی نظر)، ڈاکٹر نکیت فاطمہ	۲۰۱۰ء	۵۰۰
(۸)	دیوان ناظم - اردو نواب یوسف علی خاں ناظم، تدوین ڈی لکس ایڈیشن (پانچ جلدیں)	۲۰۱۰-۲۰۱۱ء	۲۵۰۰
(۹)	امراء ہنود (ہندی)، ترجمہ: زین البشر انصاری	۲۰۱۱ء	۲۵۰

Website : www.razalibrary.gov.in

E-mail: directorrazalibrary@gmail.com

Tel.: 0595-2325045, 2327244, 2325346, Fax : 0595-2340548

ISBN : 978-93-82949-03-9